پاکستان میں غالب شناسی



ڈاکٹر شکیل پتافی

BEACON BOOKS

پاکستان میں غالب شناسی

ڈاکٹر شکیل پتافی

BEACON BOOKS

بیکن بُکس

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون [illegible]

• گلگشت کالونی، ملتان فون: [illegible]

E-mail: info@beaconbooks.com.pk

Web: www.beaconbooks.com.pk

اشاعت : 2014ء

عبدالجبار نے

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹنگ پریس لاہور

سے چھپوا کر بیکن بکس ملتان - لاہور

سے شائع کی۔

قیمت : -/1250 روپے

ISBN : 978 - 969 - 534 - 260 - 2

تُو اے کہ محوِ سخن گسترانِ پیشینی
مباش منکرِ غالبؔ کہ در زمانہء تُست

دونوں بیویوں کی چاہتوں

اور

تینوں بچوں کی راحتوں

کے نام

مندرجات

کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

اللہ تعالیٰ کا لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ ناچیز کو تحقیق کے دشتِ پُرخار سے گزرنے کا حوصلہ عطا کیا۔ موضوع کی وسعت اور نوعیت سے از خود اندازہ ہو سکے گا کہ میں نے اس دشتِ بے اماں میں کہاں کہاں کی خاک چھانی ہے۔ اس عرصے میں پاکستان کے طول و عرض کا سفر درپیش رہا۔ مختلف کتب خانوں کے چکر کاٹنے پڑے اور متعدد لوگوں سے ملنے کے لیے کئی کئی بار، ان کے گھر جانا پڑا۔ تحقیق کے اس سفر میں کئی مقامات پر میری سانسیں اکھڑیں اور کئی بار میرے اعصاب مضمحل ہوئے لیکن جنونِ علم و ادب اور شوقِ آبلہ پائی نے میرا ساتھ دیا۔ والد صاحب کی دعائیں اور اپنوں کی محبتیں سائے کی طرح میرے ہمراہ رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب جستجو کا یہ سارا سفر مجھے ایک ہی جست میں طے ہوتا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔

غالبؔ کے بارے میں سوچنا اور غالبؔ پر لکھنا میرا ایک خواب تھا اور شاید اس خواب کی تعبیر مجھے کھینچ کر پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں لے گئی۔ میری خوش نصیبی کہ ۲۰۰۱ء میں یونیورسٹی نے جب پی ایچ۔ ڈی کے ''ریگولر پروگرام'' کا آغاز کیا تو میں اُردو کی پانچ نشستوں کے داخلہ ٹیسٹ میں اوّل آیا۔ یہ پہلی پوزیشن میں نے دو سمسٹروں کے امتحانات میں بھی برقرار رکھی۔ الیاس چیمہ، زمرد کوثر، زیب النساء، جمیل اصغر اور شکیل پتافی ...... ہم پانچوں ''بوڑھے ہم جماعت'' اورینٹل کالج، لاہور کی جواں سال رعنائیوں میں ایسے کھوئے کہ ایک سال کا عرصہ ایک پل میں طے ہو گیا۔ شعبہ اُردو کے تمام اساتذہ کرام نے ہمیں بڑی دل جمعی اور جگر سوزی سے پڑھایا اور ہم نہایت آسانی کے ساتھ موضوع کے انتخاب والے مرحلے میں پہنچا دیے گئے۔ اس موقع پر میری جلد باز طبیعت نے مجھ سے ایک غلطی کرا ڈالی۔ میں پہلے پہل ایک غیر غالبیاتی موضوع کا انتخاب کر بیٹھا۔ غالبؔ کے ساتھ اس بے وفائی کا خمیازہ مجھے یوں بھگتنا پڑا کہ میرا مجوزہ موضوع مسترد ہو گیا۔ بالآخر شرمندگی کو ساتھ لیے مجھے غالبؔ کی آغوش میں پناہ لینا پڑی۔ لیکن یقین جانیں آج

میں شرمندہ نہیں ہوں بلکہ بغیر کسی اِدّعا کے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے جس محنت اور محبت سے کام کیا ہے، اس سے ''غالب شناسی'' میں اور کچھ نہیں تو آٹے میں نمک برابر اضافہ ضرور ہوا ہوگا۔

موضوع کی مناسبت سے میرا کام ایک پورے ملک کی غالبیاتی تاریخ کو یکجا کرنا تھا، جس کے دریدہ اوراق جگہ جگہ بکھرے پڑے تھے۔ قیامِ پاکستان سے لے کر ۲۰۰۵ء تک غالب پر جو کچھ لکھا گیا، اس وقیع سرمائے کی درجہ بندی اور اس پر تنقید ضروری تھی۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ غالب پر ہونے والا علمی کام جہاں فاضل اور مدبر اہلِ علم کی فکری کاوشوں کا ثمر ہے وہاں کچھ تن آسان اہلِ قلم نے سطحی نوعیت کا کام کر کے محض انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کا ''فریضہ'' انجام دیا ہے۔ اس طرزِ عمل سے ایک طرف تو کھوٹے اور کھرے کی تمیز نہیں رہی تھی اور دوسری طرف پاکستان میں ''غالب شناسی'' کی صحت مند روایت کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے غالب پر لکھے گئے ایک چھوٹے سے مضمون سے لے کر ایک مبسوط کتاب تک، تمام مواد کو اکٹھا کیا اور اس سارے کام کی درجہ بندی کرتے ہوئے اسے مختلف ابواب میں تقسیم کیا اور اس کا تنقیدی جائزہ لیا۔ مجھے یقین ہے کہ میرے اس کام سے آئندہ ادوار میں ''غالب شناسی'' کی روش پر چلنے کے لئے صحیح راستے کا تعین کرنے میں مدد ملے گی۔

اس کام میں جس مرحلے پر مجھے سب سے زیادہ دشواری پیش آئی، وہ مقالے کی تسوید ہے۔ موضوع کی وسعت اور ہمہ گیریت کئی جلدوں کی متقاضی تھی لیکن اس سارے کام کو ایک ہی متوازن جلد میں سمونا میرے لیے ایک پریشان کن چیلنج تھا۔ بعض اوقات کسی کے احوال و آثار پر پی ایچ۔ ڈی کرنے والے حضرات زیادہ سے زیادہ اس شخص کی دس پندرہ کتابوں کا جائزہ لے کر سند حاصل کر لیتے ہیں اور تدوینی تحقیق میں تو صرف ایک آدھ دیوان زیرِ بحث رہتا ہے۔ لیکن جہاں دو ہزار سے زائد مضامین اور ساڑھے پانچ سو سے زائد کتابیں ہوں اور سب پر تنقیدی نظر ڈالنا مقصود ہو، وہاں کوئی کیسے اپنے فرض سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مقام پر میرے سامنے دریا کو نہیں، سمندر کو کوزے میں بند کرنے کا مرحلہ آ گیا تھا۔ چنانچہ بامرِ مجبوری چار مختلف شکلوں میں مضامین کا اشاریہ مرتب کرنا پڑا اور کتابی حجم میں موجود مواد کو نہایت اختصار کے ساتھ زیرِ بحث لانے کی کوشش کی گئی۔ یعنی ہر کتاب کے تعارفی کوائف درج کرنے کے بعد مندرجات کے اہم نکات کو واضح کرتے ہوئے کتاب کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا۔ اب اپنی اس تحقیق کو موجودہ کتابی شکل میں لانے کے لیے ۲۰۰۵ء کے بعد پاکستان میں ہونے والے کام کو بھی

میں نے شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ اب اس کتاب میں ۲۰۱۳ء تک شائع ہونے والی کتب زیرِ بحث آ گئی ہیں۔

یہ کتاب چھے (۶) ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں غالب کے عہد سے لے کر قیامِ پاکستان تک ''غالب شناسی کی روایت'' بیان کی گئی ہے۔ زمانی ترتیب کا خیال رکھتے ہوئے تذکروں، اخباروں، کتابوں، رسالوں اور اہم مضمونوں میں غالب کے حق یا مخالفت میں جو کچھ لکھا گیا، اسے ''غالب شناسی'' اور ''غالب شکنی'' کے دو الگ الگ عنوانات کے تحت زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

دوسرا باب ''ترتیب و تدوین'' کے زیرِ عنوان ہے۔ اس میں اُردو، فارسی تصانیفِ غالب کی پاکستانی اشاعتوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تاہم ان کتب کے ہندوستانی ایڈیشنوں کو حاشیے میں درج کر کے تحقیق کا دائرہ وسیع کر دیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں غالب پر لکھی گئی تحقیقی اور پھر تنقیدی کتب کا جائزہ لیا گیا ہے۔ امتزاجی رنگوں کی حامل تحقیقی و تنقیدی کتب کو ان میں شامل زیادہ مواد کی مناسبت سے متعلقہ حصے میں شامل کیا گیا ہے۔ دونوں حصوں میں پہلے اُردو اور پھر دیگر زبانوں میں لکھی گئی کتابیں زیرِ بحث لائی گئی ہیں۔ تحقیق والے حصے میں کتب کے اندراج کے بعد جامعات میں ہونے والے غالبیاتی کام کی کوائف سازی کی گئی ہے۔

چوتھا باب، دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ''ترجمہ'' کے زیرِ عنوان ہے جس میں تصانیفِ غالب کے جزوی اور کلی منظوم و منثور تراجم کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں مطبوعہ کے علاوہ غیر مطبوعہ تراجم بھی زیرِ بحث آئے ہیں۔ اسی طرح اُردو اور انگریزی کے علاوہ علاقائی زبانوں کے تراجم بھی شامل کیے گئے ہیں.......... اس باب کے دوسرے حصے میں اُردو اور فارسی کلامِ غالب کی شرحوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں جزوی اور مکمل دونوں طرح کی شرحیں زیرِ بحث آئی ہیں۔ تنقید و تبصرہ کے اعتبار سے یہ باب سابقہ ابواب کے مقابلے میں قدرے مفصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تراجم ہوں یا شروح، دونوں کی وضاحت، مثالوں کے ذریعے ممکن تھی۔

پانچواں باب ''متفرقات'' کے نام سے ہے جو پندرہ مختلف حصوں پر مشتمل ہے۔ ابتدائی آٹھ حصے ''تضمین''، ''ہم طرح''، ''پیروڈی''، ''مزاح''، ''ناول''، ''ڈرامے''، ''لطائف'' اور ''نصابی رہنمائی'' کے زیرِ عنوان غالبیاتی سرمائے پر مبنی ہیں۔ ان موضوعات کے تحت لکھی گئی

تحریروں کا جائزہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔نویں حصے میں غالب شناسوں پر کی گئی تحقیق اور دسویں حصے میں غالب کے نام سے قائم شدہ اداروں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ گیارھواں حصہ ''غالب شناس'' کے زیرِ عنوان ہے، جس میں غالبیات کی مختلف جہتوں پر نمایاں کارکردگی ظاہر کرنے والے ایک ایک، دو دو اہلِ علم کا انتخاب کر کے کل دس (۱۰) غالب شناسوں کے کام کا اجمالی جائزہ لیا گیا ہے۔اسی طرح اس باب کے آخری چاروں حصے غالب پر لکھے گئے مضامین و مقالات کے اندراج پر مشتمل ہیں۔طوالت کے خوف سے صرف پچاس سالہ مضامین کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے اور تکرار سے بچنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

کتاب کا آخری باب ''پاکستان میں غالب شناسی کا مستقبل'' کے عنوان سے ہے۔اس میں غالب پر لکھنے کی ضرورت کو واضح کرتے ہوئے اُردو زبان و ادب پر غالب کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے اور گزشتہ تمام ابواب کے مباحث کو سمیٹتے ہوئے غالب شناسی کی روایت کو مضبوط تر بنانے کے لئے کچھ تجاویز دینے کے ساتھ ساتھ مستقبل میں غالب شناسی کے امکانات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کتاب میں قیامِ پاکستان سے لے کر ۲۰۱۳ء تک کی تمام کتابیں زیرِ بحث آ گئی ہیں۔ان میں ضرور اکادکا ایسی کتابیں ہوں گی جو میری نگاہوں سے اوجھل رہ گئی ہوں گی۔لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر کسی کتاب کا نام میں نے کہیں پڑھا، یا سنا تو اسے ضرور حاصل کیا۔ملک کے تمام بڑے بڑے کتب خانوں، ذاتی لائبریریوں، غالبیاتی ذخیروں اور اہم اشاعتی اداروں کی مطبوعات چھان ماری ہیں اور یہ بات اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ غالب کے حوالے سے لکھی گئی کوئی اہم اور نادر تصنیف ایسی نہیں جو اس کتاب میں درج نہ ہو۔حتیٰ کہ میں نے بعض غیر مطبوعہ تصانیف تک بھی رسائی حاصل کی ہے۔

کتاب میں شامل ابواب کا اجمالی تعارف کروانے کے بعد یہاں کتاب کے آخر میں مندرج مآخذ و مصادر کے حوالے سے بھی ایک وضاحت ضروری ہے۔وہ یہ کہ میں نے محض ان کتب ورسائل اور دیگر تحریروں کے طباعتی کوائف درج کیے ہیں جن کا براہِ راست کوئی حوالہ آیا ہے یا ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔جن کتب و رسائل کی متعلقہ ابواب میں فہرست سازی کی گئی ہے، میں نے انہیں مآخذ و مصادر میں درج کرنے سے گریز کیا ہے۔اس سے ایک تو تکرار سے بچنے میں مدد ملی ہے اور دوسرا یہ کتاب بھی بے جا طوالت سے محفوظ ہو گئی ہے۔علاوہ ازیں باب سوم (تحقیق و تنقید)

اور باب چہارم (ترجمہ وتشریح) چونکہ دو بڑے بڑے اجزا پر مشتمل ہیں اس لیے سہولت کے لئے دونوں ابواب کے حوالہ جات الگ الگ ترتیب دے کر آخر میں الگ الگ عنوانات کے تحت درج کیے گئے ہیں۔

اور اب مرحلہ ہے اظہارِ تشکر کا............ میں اس موقع پر سب سے پہلے جس مہربان ہستی کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، وہ اس مقالے کے نگران اور میرے محسن ومحترم استاد، پروفیسر ڈاکٹر محمد فخرالحق نوری ہیں۔ انہوں نے موضوع کے انتخاب سے لے کر مقالے کو موجودہ شکل میں لانے تک کے تمام مراحل میں جس خلوص اور انہماک سے میری راہنمائی فرمائی ہے، اس کے لیے شکریے کے الفاظ بہت تھوڑے ہیں۔ انہوں نے قدم قدم پر انگلی پکڑ کر مجھے راستہ دکھایا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ غالبؔ اور غالبیات سے متعلق ان کی نادر اور حیران کن معلومات کے پیش نظر میں نے انہیں غالبؔ کی محبت اور تفہیم میں بہت بلند رتبہ پایا ہے۔ ان کے صائب مشوروں کے باعث یہ کتاب میری توقع سے کہیں زیادہ مربوط اور پُر مغز بن گئی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت کی ساری بھلائیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)

میرا یہ کام بہت تاخیر سے پایۂ تکمیل کو پہنچتا، اگر مجھے پروفیسر لطیفؔ الزماں خاں کا تعاون حاصل نہ ہوتا۔ ملتان میں ان کا ذخیرۂ غالبیات اس وقت پاکستان میں پہلے نمبر پر ہے۔ ان کا غالبیاتی ذوق صرف کتب کی جمع آوری تک محدود نہیں بلکہ غالبؔ پر کام کرنے والوں کے ساتھ ان کا ہمدردانہ تعاون ناقابلِ فراموش ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ "جو شخص غالب پر کوئی کام کرتا ہے وہ مجھ پر احسان کرتا ہے" محض بات کہہ دینے کی حد تک نہیں بلکہ اس پر وہ میری توقعات سے بھی کہیں زیادہ پورے اُترے ہیں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کے لیے دعا گو ہوں۔ ان کے کتب خانے سے میرے لیے کتابیں نکالنے اور انہیں واپس اپنی جگہ پر رکھنے میں محترمہ فرح ذبیح کو کئی بار زحمت اُٹھانی پڑی۔ ایک آدھ مرتبہ اقبالؔ شاہ اور طارق محمودؔ کو بھی یہ تکلیف برداشت کرنا پڑی، میں ان سب کا ممنون ہوں۔ ملتان ہی کے مہربان دوستوں میں ڈاکٹر طاہرؔ تونسوی، ڈاکٹر انوار احمد، ڈاکٹر قاضی عابدؔ، ڈاکٹر سہیل عباس اور ڈاکٹر ابرار عبدالسلامؔ کا تعاون بھی قابلِ ذکر ہے۔ ان سب کی بے لوث محبتیں میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔

میری خوش نصیبی ہے کہ پاکستان میں غالبیات پر پی ایچ۔ ڈی کے دو سند یافتہ مہربانوں کا تعاون بھی مجھے حاصل رہا ہے۔ میری مراد، ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن اور

اکٹر محمد ایوب شاہد سے ہے۔ معینؔ صاحب نے اپنی زندگی میں تین مرتبہ مجھے اپنے خیرہ، غالبیات سے استفادہ کا موقع بخشا اور اپنی نگرانی میں ہونے والے تحقیقی مقالات اور دیگر در چیزوں کی چند فوٹو کاپیاں مجھے مہیا کیں۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ اسی طرح شفق خواجہؔ (مرحوم) اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری (مرحوم) بھی اپنی زندگی میں میری معاونت فرماتے رہے۔ بعض تسامحات کی عقدہ کشائی کے لئے میں نے کئی بار فون پر زحمت دے کر ان سے راہنمائی حاصل کی۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان تینوں مہربانوں کی مغفرت کے لیے دعا گو ہوں۔

کراچی کے مہربانوں میں سحرؔ انصاری اور ڈاکٹر معین الدین عقیلؔ قابل ذکر ہیں۔ اپنے موضوع کے حوالے سے بعض نادر معلومات مہیا کرنے پر ان کے بے لوث تعاون کا شکر گزار ہوں۔ اسی طرح ادارہ، یادگارِ غالب اور انجمن ترقی اُردو سے کتب کی فراہمی کے سلسلے میں شہابؔ قدوائی اور نسیم احمد کے گراں قدر تعاون پر ان کا ممنون احسان ہوں۔ نسیم احمد کو میں نے انتہائی ہمدرد، مخلص اور مہربان پایا ہے۔

لاہور سے ڈاکٹر وحید قریشی (مرحوم)، ڈاکٹر شہبازؔ ملک اور تسلیم احمد تصور نے بعض معاملات میں میرے کام کو آگے بڑھایا، میں ان کے مخلصانہ مشوروں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ڈاکٹر سہیلؔ احمد خان کے توسط سے مجھے گورنمنٹ کالج، لاہور کی لائبریری دیکھنے کا موقع ملا اور وہاں کے لائبریرین نعیم احمد کے پرخلوص تعاون نے میرا حوصلہ بڑھایا۔ اسی طرح اورینٹل کالج لائبریری اور پنجاب یونیورسٹی کی سنٹرل لائبریری کے تمام معاونین کے لیے نیک خواہشات رکھتا ہوں۔ البتہ قائداعظم لائبریری (باغ جناح، لاہور) کی لائبریرین محترمہ رعنا احسان زیدی میرے دوہرے شکریے کی حق دار ہیں۔ ایک تو انہوں نے کتابوں سے استفادے کے معاملے میں میرے ساتھ تعاون برتا اور دوسرا یہ کہ پی ایچ۔ ڈی کے تعلیمی سیشن میں وہ ہمیں ''ہندی'' بھی پڑھایا کرتی تھیں۔ یہ ان کا کمال ہے کہ آج ''دیوناگری'' رسم الخط کی تمام پیچیدگیاں میرے لیے انتہائی آسان ہو گئی ہیں۔ بلکہ اپنے علاقے میں، میں نے بعض لوگوں کو ہندی، سکھائی بھی ہے۔

سرکاری و نجی کتب خانوں کی فہرست طویل ہے جن سے میں نے استفادہ کیا ہے، تاہم اس موقع پر میں مبارک لائبریری، محمد آباد (ضلع رحیم یار خان) کا ذکر کروں گا۔ یہ لائبریری دیگر موضوعات کے علاوہ غالبیاتی سرمائے کے حوالے سے خاصی اہم ہے۔ معروف دانشور اور ادیب سیّد انیس شاہ جیلانی اس کے مہتمم ہیں۔ بعض نایاب کتب کا مواد مجھے اسی لائبریری سے ملا ہے۔

اورینٹل کالج، لاہور میں شعبہ اُردو کے تمام اساتذہ کرام، جن میں ڈاکٹر تحسین فراقی، ڈاکٹر فخر الحق نوری، ڈاکٹر اورنگ زیب عالمگیر، ڈاکٹر زاہد منیر عامر، اور ڈاکٹر محمد کامران کے نام شامل ہیں، بڑے محنتی، لائق اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے ساتھ ہم نے بہت تھوڑا وقت گزارا، ہمارے جاتے ہی وہ ریٹائر ہو گئے تاہم انہوں نے میرے کام کے دوران میں، جامعات میں ہونے والی غالبیاتی تحقیق کے کوائف فراہم کرنے میں جو تعاون فرمایا وہ میرے لیے بڑا اہم ہے۔ میں ان کا ممنون ہوں۔ ان کے توسط سے ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں ہونے والے غالبیاتی کام کی فہرستیں اپنے ہاتھ سے نقل کر کے مجھے بھجوائیں۔ کتب کی فراہمی کے ذکر میں راجن پور کالج کے لائبریرین ضیاء الرحمن امجد کی بے پناہ نوازشوں نے مجھے کافی حوصلہ بخشا۔ ان کے تعاون کے پیشِ نظر میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت ذخیرہ غالبیات کے سلسلے میں راجن پور کالج کی لائبریری، پاکستان کی کسی بھی لائبریری سے پیچھے نہیں ہے۔ بعض کتب کی فراہمی عبدالقیوم عاقل کا بھی شکر گزار ہوں۔

قریبی احباب اور اعزہ میں ڈاکٹر خورشید محمد ملک، قیس فریدی، عاشق بخاری، سعید لغاری، عبدالحکیم خادم، ڈاکٹر رب نواز مونس، قاضی طاہر، کنور کمال اختر، جاوید تبسم، امیر امجد چنائی، ڈاکٹر جاوید چنائی، عنایت اللہ درانی، رانا یسین، اشکر فاروقی، سجاد احمد لاڑ، نبی بخش ثاقب اور اس کتاب کی کمپوزنگ کرنے والے عزیز شفیق احمد چنائی بھی میرے شکریہ کے حقدار ہیں۔

میں اس موقع پر اپنی دونوں بہنوں اور چھوٹے بھائی محمد آصف خان کے ہمدردانہ جذبوں اور نیک دلی خواہشوں کی قدر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ان کے اور ان کے بچوں کے روشن مستقبل کی دعا کرتا ہوں.......... میری امی، اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ میرے بارے میں بچپن سے ان کی خواہش تھی کہ میں ڈاکٹر بنوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ایم۔ بی۔ بی۔ ایس، ڈاکٹر نہیں بن سکا البتہ اُردو زبان و ادب کا ذوق مجھے پی ایچ۔ ڈی کی دہلیز تک لے آیا۔ کاش! میری امی زندہ ہوتیں اور میرے نام کے ساتھ "ڈاکٹر" لکھا ہوا دیکھتیں تو یقیناً انہیں بہت زیادہ خوشی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے (آمین).......... محترم ابا جان کی محبتوں اور دعاؤں کا چشمہ فیض جاری ہے۔ ان سے ہم چاروں بھائی بہنوں کو پدری شفقتوں کے ساتھ ساتھ ماں کی

ماستا کی خوشبو بھی آتی رہتی ہے۔ میں ان کی درازیٔ عمر کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں۔

میں آخر میں اپنی دونوں بیویوں کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس طرح ان سے اظہارِ محبت میں، میں نے کبھی ''ڈراما'' نہیں کیا۔ اس طرح آج اظہارِ تشکر کے لئے بھی کوئی ''کنجوسی'' نہیں کر رہا۔ بلاشبہ دونوں نے میرے لیے گھر میں ایسا ماحول فراہم کیا جہاں میں نے آرام کے ساتھ بیٹھ کر یہ کام مکمل کیا ہے۔ اگرچہ دونوں میرے اس کام کو اپنی تیسری ''سوکن'' کہا کرتی تھیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح دونوں آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرتی ہیں اس طرح میرے اس کام کو بھی وہ اپنے لیے سرمایہ فخر سمجھتی ہیں............ میری بیٹی ماہیرہ نور کی ننھی شرارتوں، محمد عبداللہ کی توتلی باتوں اور چھوٹے بیٹے عبدالباعث کی معصوم مسکراہٹوں نے مجھے مشکل مراحل کو سر کرنے کا حوصلہ عطا کیا ہے۔ کام کے بھاری بوجھ سے جب میرے اعصاب گھائل ہو جاتے تو بچے میرے کمرے میں آ کر اپنی معصوم اداؤں سے میرے مضمحل قویٰ میں نئی زندگی کا رس گھول دیتے اور میں چند ہی ساعتوں میں تازہ دم ہو جاتا۔ میں آج بہت زیادہ خوش ہوں کہ آج میری بیٹی ماہیرہ کی سالگرہ ہے اور میں اس کتاب کی آخری سطور مکمل کر رہا ہوں۔

آغشتہ ایم ہر سرِ خارے بخونِ دل
قانونِ باغبانیٔ صحرا نوشتہ ایم
(غالب)

ڈاکٹر شکیل پتافی
پرنسپل
گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج،
راجن پور

باب اوّل:

اُردو میں غالب شناسی
کی روایت..........۱۹۴۷ء تک

(الف) غالب شناسی کی روایت

(ب) غالب شکنی کی روایت

☆...... حوالہ جات وحواشی

(الف) غالبؔ شناسی کی روایت

ایک روایت کے مطابق میرؔ نے غالبؔ کا کلام سن کر کہا تھا:

''اگر اس لڑکے کو کوئی کامل اُستاد مل گیا اور اس نے اس کو سیدھے راستے پر ڈال دیا تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگے گا''۔(۱)

میرؔ کے اس بیان سے غالب شناسی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ غالبؔ اُس وقت بارہ تیرہ سال کے تھے جب میرؔ نے ان کے بارے میں یہ رائے اختیار کی تھی۔ غالبؔ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور میرؔ کا سال وفات ۱۲۲۵ھ ہے۔ رہا یہ سوال کہ اس کم عمری میں غالبؔ اتنے اچھے شعر کہنے کے قابل ہو گئے تھے کہ میرؔ جیسے بلند پایہ شاعر اور تذکرہ نگار نے اُن پر تبصرہ کرنے کی ضرورت محسوس کی ہو؟ اس سوال کے جواب میں یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ غالبؔ فی الواقع کم عمری میں شعر کہنے لگ گئے تھے اور اپنی شاعری کے ابتدائی دنوں ہی میں انہیں ایک شناخت مل گئی تھی۔ مولانا حالی فرماتے ہیں:

''مرزا کی شاعری اکتسابی نہ تھی بلکہ ان کی حالت پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یہ ملکہ ان کی فطرت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ انہوں نے جیسا کہ اپنے فارسی دیوان کے خاتمے میں تصریح کی ہے۔ گیارہ برس کی عمر میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا''۔(۲)

غالبؔ کا اپنا بیان بھی دیکھیے:

''در، دہ سالگی آثار موزونی طبع پیدائی گرفت۔''(۳)

غالبؔ کے بعض نامور محققین کا بیان بھی یہی ہے کہ انہوں نے کم عمری ہی میں شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں امتیاز علی خاں عرشی رقم طراز ہیں:

''وہ تقریباً دس برس کی عمر سے شعر گو تھے کیونکہ کلیات فارسی کا اظہار جو سب سے قدیم ہے یہی ثابت کرتا ہے''۔(۴)

یہی بات مالک رام نے بھی کہی ہے۔وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''وہ مولوی محمد معظم کے مکتب میں پڑھتے تھے اور ان کی عمر دس گیارہ سال سے زیادہ نہیں تھی کہ انہوں نے شعر کہنا شروع کر دیا تھا''۔(۵)

ان بیانات کی روشنی میں یہ بات پایہء ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ غالب نے کم عمری میں شعر گوئی کا آغاز کر دیا تھا اور ان کی یہ آواز میر کے کانوں تک پہنچ کر ان کی طرف سے ایک دوٹوک رائے کے اظہار کا باعث بن گئی تھی۔میر کی اس رائے کے بعد غالب کا جامع تعارف ایک تقریظ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔یہ تعارف نواب ضیاء الدین احمد خاں نے کرایا ہے۔ان کی نثری تقریظ غالب پر ایک تنقیدی نوٹ ہے جس میں انہوں نے غالب کو ''سرخیلِ انجمنِ نکتہ داں'' قرار دیا ہے اور ساتھ ہی چند فارسی اشعار بھی کہے ہیں جو کلامِ غالب پر باقاعدہ تنقیدی خیالات کی حیثیت رکھتے ہیں۔تقریظ مع اشعار کئی صفحات پر مشتمل ہے جسے سرسیّد احمد خان نے اپنی تصنیف ''آثار الصنادید'' میں بھی شامل کیا ہے۔(۶)

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

سخن را از خیالش ارجمندی
معانی را ز فکرش سربلندی
صریرِ خامہ اش بس دل پذیر است
بہشتی عندلیباں را صفیر است
جہاں را بے دریغ آموز گار است
گزیں معنی شناسِ روزگار است
بہ جولاں گاہِ معنی یکہ تازے
فلاطوں فطرتے، حکمت طرازے
زصہبائے سخن سرشار گشتہ
ورق از فکرِ او گلزار گشتہ (۷)

نواب ضیاء الدین احمد خان نیر رخشاں کی یہ تقریظ دیوانِ غالب، اُردو کی پہلی اشاعت (۱۸۴۱ء) کے ساتھ شائع ہوئی۔اس وقت غالب کی عمر چوالیس برس تھی۔اُن کا اُردو

دیوان پہلی بار سرسید احمد خان کے بڑے بھائی سید محمد خان کے قائم کردہ مطبع ''سید المطابع'' دہلی سے شعبان ۱۲۵۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۴۱ء میں شائع ہوا۔(۸)

اُس زمانے میں تذکرہ نگاری کا رواج عام تھا۔ میرؔ کے ''نکات الشعراء'' (۱۱۶۵ھ) کے ساتھ ہی یکے بعد دیگرے کئی تذکرے منصۂ شہود پر آ گئے تھے۔ چنانچہ غالب شناسی کی اس روایت میں تذکرہ نگاروں کے اُن بیانات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا جو انہوں نے غالب کے تعارف میں اپنے تذکروں کی زینت بنائے ہیں۔ اس سلسلے میں خوب چند ذکا کا تذکرہ ''عیار الشعراء'' اولین حیثیت رکھتا ہے۔ اشپرنگر کے مطابق یہ تذکرہ ۱۲۰۸ھ (۱۷۹۳ء) اور ۱۲۴۷ھ (۱۸۳۱ء) کے درمیانی عرصے میں تصنیف ہوا (۹)۔ خوب چند ذکا اپنے اس تذکرے میں غالب کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''مرزا اسد اللہ خان غالب عرف مرزا نوشہ المتخلص بہ غالب ولد مرزا عبداللہ خاں عرف مرزا دولہ نبیرہ مرزا غلام حسین کمیدان ساکن بلدہ اکبرآباد شاگرد مولوی معظم شاعر فارسی و ہندی است از دست'' (۱۰)

''عیار الشعراء'' میں غالب کے جو اشعار بطور نمونہ درج ہیں ان میں سے چند بطور مثال یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

۱) گل کھلے، غنچے چٹکنے لگے اور صبح ہوئی
سرِ خوش خواب ہے وہ نرگسِ مخمور ہنوز

۲) زخمِ دل تم نے دکھایا ہے کہ جی جانے ہے
اپنے ہنستے کو رلایا ہے کہ جی جانے ہے

۳) حُسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد
بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد

۴) شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد

۵) تھا میں گلدستۂ احباب کی بندش کی گیا
متفرق ہوئے میرے رفقاء میرے بعد

۶) باغ تجھ بن، گلِ نرگس سے ڈراتا ہے مجھے
چاہوں گر سیرِ چمن آنکھ دکھاتا ہے مجھے

۷) نہ بھولا اضطرابِ دم شماری انتظار اپنا
کہ آخر شیشۂ ساعت کے کام آیا غبار اپنا (۱۱)

''عیار الشعراء'' میں تذکرۂ غالب کے اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ مذکورہ بالا اشعار میں آخری تین شعر (۵، ۶، ۷) نسخۂ حمیدیہ کے سوا کسی اور دیوان میں شامل نہیں تھے البتہ بعد میں مولانا عرشی (۱۲) اور مالک رام (۱۳) نے اپنے اپنے مرتبہ نسخوں میں ان اشعار کو شامل کر لیا ہے۔

اسی طرح اعظم الدولہ سرور کے تذکرے ''عمدۂ منتخبہ'' کا شمار بھی اس عہد کے معروف تذکروں میں ہوتا ہے۔ اس تذکرے کے آغاز و اختتام کے سلسلے میں خواجہ احمد فاروقی نے لکھا ہے:

''۱۲۱۵ھ (۱۸۰۰ء) یا ۱۲۱۶ھ (۱۸۰۱ء) کو آغازِ تالیف اور ۱۲۲۴ھ (۱۸۰۹ء) کو اختتامِ تذکرہ کی تاریخ قرار دینا چاہیے''۔ (۱۴)

''عمدۂ منتخبہ'' میں اعظم الدولہ سرور نے غالب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

''اسد تخلص، اسد اللہ خان نام، عرف مرزا نوشہ اصلش از سمرقند مولدش مستقر الخلافہ اکبر آباد۔ جوان قابل و یار باش و درد مند امیشہ بہ خوش معاشی بسر بردہ...... اکثر اشعارش از زمینِ سنگلاخ مضامیں نازک موزوں گشتہ زاویہ خیال بندی بیش از بیش پیش نہاد دارد از نتائج مطبع اوست''۔ (۱۵)

سرور نے اپنے تذکرے میں مرزا غالب کے جو اشعار بطور نمونہ درج کیے ہیں اُن کی کل تعداد پینتالیس (۴۵) ہے جن میں پندرہ اشعار ایسے ہیں جو نسخۂ عرشی اور نسخۂ مالک رام کے سوا کسی اور مطبوعہ دیوان حتیٰ کہ نسخۂ حمیدیہ میں بھی شامل نہیں ہیں۔ وہ پندرہ اشعار بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:

۱) شمشیرِ صاف یار جو زہر آب دادہ ہو
وہ خطِ سبز ہے کہ بہ رخسار سادہ ہو

۲) دیکھتا ہوں اُسے، تھی جس کی تمنا مجھ کو
آج بیداری میں ہے خوابِ زلیخا مجھ کو

۳) ہنستے ہیں دیکھ دیکھ کے سب ناتواں مجھے
یہ رنگِ زرد ہے چمنِ زعفراں مجھے

۴) دیکھ وہ برقِ تبسم بس کہ دل بے تاب ہے
دیدہء گریاں مرا فوارہء سیماب ہے

۵) کھول کر دروازہء میخانہ بولا مے فروش
اب شکستِ توبہ مے خواروں کو فتح الباب ہے

۶) مجلسِ شعلہ عذاراں میں جو آ جاتا ہوں
شمع ساں میں تہ دامانِ صبا جاتا ہوں

۷) ہووے ہے جادہ رہ رشتہء گوہر ہر گام
جس گزرگاہ سے میں آبلہ پا جاتا ہوں

۸) سرگراں مجھ سے سبک روکے نہ رہنے سے رہو
کہ بیک جنبشِ لب مثلِ صدا جاتا ہوں

۹) اک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر جلے
رکھتے ہیں عشق میں یہ اثر ہم جگر جلے

۱۰) پروانے کا نہ غم ہو تو پھر کس لیے اسد
ہر رات شمع شام سے لے تا سحر جلے

۱۱) نیازِ عشق خرمن سوز اسبابِ ہوس بہتر
جو ہو جاوے نثارِ برق مشتِ خار و خس بہتر

۱۲) جگر سے ٹوٹی ہوئی ہو گئی سناں پیدا
دہانِ زخم میں آخر ہوئی زباں پیدا

۱۳) یاد آیا جو وہ کہنا کہ نہیں واہ، غلط
کی تصور نے بصحرائے ہوس راہ غلط

۱۴) اسد کو بوریے میں دھر کے پھونکا موجِ ہستی نے
فقیری میں بھی باقی ہے شرارت نوجوانی کی

۱۵) ماہِ نو ہوں کہ فلک عجز سکھاتا ہے مجھے
عمر بھر ایک ہی پہلو پہ سُلاتا ہے مجھے (۱۶)

غالب شناسی کی روایت میں ''گلشنِ بے خار'' کا ذکر بھی اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا یہ تذکرہ اگرچہ ''عیار الشعراء'' اور ''عمدہ منتخبہ'' کے بعد کا ہے لیکن یہ تذکرہ اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے ذریعے پہلی بار یہ بات سامنے آئی کہ غالب نے اپنے بہت سے اشعار حذف کر کے موجودہ اُردو دیوان مرتب کیا تھا۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری، نسخہ حمیدیہ کا سراغ سب سے پہلے شیفتہ نے دیا ہے۔(۱۷)

اس تذکرے کے آغاز و اختتام کے بارے میں شیفتہ نے لکھا ہے:

''آغاز ۱۲۴۸ھ (جون ۱۸۳۲ء) میں شروع کیا اور آخرہ ۱۲۵۰ھ (اپریل ۱۸۳۵ء) میں دو سال کی کوشش کے بعد ختم کیا ہے''(۱۸)۔

اپنے تذکرے میں غالب سے متعلق شیفتہ یوں لکھتے ہیں:

''غالب تخلص، اسم شریفش نواب اسد اللہ خاں، المشتہر بہ مرزا نوشہ از خاندان فخیم است و ازروئے سائے قدیم، سابقہ مستقر الخلافت اکبر آباد از استقرارش سرگرم کبر و ناز بود اکنوں دار الخلافہ شاہجہان آباد بدیں نسبت غیرت افزائے صفاہان و شیراز۔ طوطی بلند پرواز، چمن معانی است و بلبل نغمہ پرداز گلشن شیوا بیانی۔ پیش بلندی خیالش اوج فلک پستی زمین است و در جب نہ عیشی غورش، سرفرازی قارون کرسی نشین شاہین فکرش...... در اوائل بتقاضائے طبع دشوار پسند بہ طرز مرزا عبدالقادر بیدل سخن می گفت و وقت آفرینی ہا میکرد آخر الامر از اں طریقہ اعراض کردہ اندازی .... غزلش چوں غزل نظیری بے نظیر و قصیدہ اش چو قصیدہ عرض دل پذیر........... دیوانش بنظر رسید وایں ابیات از اں منتخب گردید''(۱۹)۔

اس تعارف کے بعد شیفتہ نے چوراسی (۸۴) اشعار بطور نمونہ درج کیے ہیں۔ سب اشعار غالب کے متداول دیوان میں موجود ہیں۔ یہاں پہلا اور آخری شعر درج کیا جاتا ہے:

کاوِ کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ

صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

زندگی اپنی جو اس شکل سے گزری غالب

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے (۲۰)

اُس عہد کے تذکروں میں کریم الدین کا تذکرہ ''گلدستہء نازنیناں'' بھی قابلِ ذکر ہے۔ اپنے تذکرے کی تاریخ اختتام کے بارے میں کریم الدین نے تذکرے کے دیباچے میں لکھا ہے:

''ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۰ھ مطابق دسمبر ۱۸۴۴ء میں اتمام ہوا اور ماہ صفر ۱۲۶۱ھ مطابق ماہ فروری ۱۸۴۵ء میں چھپنا شروع ہو گیا اور نام گلدستہء نازنیناں رکھا گیا'' (۲۱)۔

اس تذکرے میں غالب کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:

''اسد تخلص، اسم ان کا نواب اسد اللہ خاں بہادر معرفت بہ مرزا نوشہ خاندان قدیم اور روٴسائے قدیم اکبرآباد نیک بنیاد کے مدت سے وارد شاہ جہاں آباد خجستہ نہاد کے ہیں.........سخن فہم و سخن داں اس پائے پر کہ متنبی وکعب باوجود بلند پایگی کے، مانند بچوں گھٹنوں چلنے والوں کے ان کے حضور، اشعار عاشقاں اور مضامین آزادانہ اس کے خجلت دہ دیوان نظیری۔ نظم بے باکانہ اور نثر بے پروایانہ اس کی اشک دہ عبارات ظہوری ....صاحبِ دیوان وتصانیف ہیں۔ مگر مدت سے فکرِ ریختہ گوئی زبان اُردو کو ترک کیا۔ مگر ایک دیوان چھوٹا سا قریب پانچ جز کے تصانیف نواب ممدوح سے نظر عاجز سے گزرا۔ اس سے چند اشعار بطور یادگار مندرج گلدستہ ہذا کے کیے گئے.........'' (۲۲)۔

یہ تذکرہ دو باتوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ اوّل یہ کہ جتنا زیادہ نمونہء کلام اس تذکرے میں درج ہے اور کسی کے حصے میں نہیں آیا۔ کریم الدین نے غالب کی بارہ غزلیں نقل کی ہیں جن میں اشعار کی تعداد سو سے تجاوز کر گئی ہے۔ دوم یہ کہ اس تذکرے کے ذریعے غالب کی ایک ایسی غزل کا سراغ ملا ہے جو ان کے کسی مطبوعہ دیوان حتی کہ نسخہء حمیدیہ میں بھی شامل نہیں ہے۔ وہ غزل یہ ہے:

اپنا احوالِ دلِ زار کہوں یا نہ کہوں
ہے حیاء مانعِ اظہار، کہوں یا نہ کہوں

نہیں کرنے کا میں تقریر ادب سے باہر
میں بھی ہوں محرمِ اسرار کہوں یا نہ کہوں

شکر سمجھو اسے یا کوئی شکایت سمجھو
اپنی ہستی سے ہوں بیزار کہوں یا نہ کہوں

اپنے دل ہی سے میں احوالِ گرفتاریء دل
جب نہ پاؤں کوئی غم خوار، کہوں یا نہ کہوں

دل کے ہاتھوں سے کہ ہے دشمنِ جانی میرا
ہوں اک آفت میں گرفتار، کہوں یا نہ کہوں

میں تو دیوانہ ہوں اور ایک جہاں ہے غماز
گوش ہیں در پسِ دیوار کہوں یا نہ کہوں

آپ سے وہ مرا احوال نہ پوچھے تو اسد
حسبِ حال اپنے پھر اشعار کہوں یا نہ کہوں (۴۳)

''گلدستہء نازنیناں'' کے حوالے سے اب غالب کی یہ غزل ''نسخہء عرشی'' (۴۴) اور ''نسخہء مالک رام'' (۴۵) میں شامل کر لی گئی ہے۔ علاوہ ازیں الٰہی بخش معروف نے غالب کی اس غزل پر خمسہ کہا ہے جو اُن کے مطبوعہ دیوان میں موجود ہے (۴۶)۔

غالب شناسی کی روایت میں یہاں قطب الدین باطن کے تذکرے ''گلستانِ بے خزاں'' کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اس تذکرے کا تاریخی نام ''عندلیب'' ہے جس سے اس کا سال تصنیف ۱۲۴۴ھ نکلتا ہے۔ یہ اس کا سالِ آغاز ہے۔ اس کی تکمیل ۱۲۶۵ھ میں ہوئی۔ ''گلستانِ بے خزاں'' دراصل مصطفٰی خاں شیفتہ کے تذکرے ''گلستانِ بے خار'' کے جواب میں یا یوں کہیے کہ ردِ عمل میں لکھا گیا تھا۔ قطب الدین باطن نے دیباچے میں شیفتہ پر اچھی خاصی تنقید کی ہے اور اُسے موردِ لعن وطعن گردانا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ شیفتہ نے اپنے تذکرے میں باطن کے اُستاد نظیر اکبر آبادی کے خلاف اس قسم کے کلمات لکھ دیے تھے:

''ان کے اشعار بازاری لوگوں کی زبان پر جاری ہیں، ان اشعار کی بنا پر نظیر شاعروں میں شمار ہونے کے لائق نہیں'' (۲۷)۔

چنانچہ باطن نے اپنے تذکرے میں انتقام لیتے ہوئے شیفتہ کو اس کے استاد سمیت برا بھلا کہا ہے۔ شیفتہ نے مومن اور آزردہ کی تعریفیں کی تھیں۔ باطن نے دونوں کے کلام میں کیڑے نکالے ہیں۔ حتی کہ اس حملے میں غالب بھی طعن و تعریض کی زد سے محفوظ نہیں رہے۔ تاہم ''گلستان بے خزاں'' میں باطن نے بطور نمونہ چودہ (۱۴) اشعار درج کیے ہیں جو غالب شناسی کی روایت کو آگے بڑھانے میں مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ چند اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

۱) جراحت تحفہ الماس ارمغاں داغ جگر ہدیہ
مبارک باد اسد غم خوارِ جانِ درد مند آیا

۲) دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

۳) بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

۴) نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ سازِ ہستی ایک دن

۵) اسد! زندانیِ تاثیرِ الفت ہائے خوباں ہوں
خمِ دستِ نوازش ہو گیا ہے طوق گردوں میں

۶) کم نہیں وہ بھی خرابی میں پہ وسعت معلوم
دشت میں ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہیں

۷) دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

۸) دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

۹) یک نظر بیش نہیں فرصتِ ہستی غافل
گرمیِ بزم ہے اک رقصِ شرر ہونے تک

۱۰) غمِ ہستی کا اسدؔ کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک (۲۸)

اسی طرح اس عہد کے بعض دوسرے تذکروں مثلاً ''بہار بے خزاں'' مئولفہ احمد حسن سحرؔ، میں غالب کے احوال و نمونہء کلام درج ہیں جن سے غالب کی بے مثل شخصیت کا اعتراف ہوتا دکھائی دیتا ہے جس سے غالب شناسی کی روایت آگے بڑھتی نظر آتی ہے۔

''آثارالصنادید'' سرسیّد احمد خان کی معروف کتاب ہے جو ۱۸۴۶ء میں مکمل ہوئی اور اس سے اگلے سال ۱۸۴۷ء میں مطبع سید الاخبار سے شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ سرسیّد احمد خان نے اس کتاب میں غالبؔ کے لئے جو صفحات مختص کیے ہیں وہ غالب شناسی کا نادر نمونہ ہیں۔ انہوں نے اس کتاب میں جہاں غالب کا تعارف کرایا ہے وہاں ''دیوانِ غالب'' کے بارے میں ایک تنقیدی نوعیت کا جائزہ لیا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے جب کلام غالب کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ وہ دیوانِ غالب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہاں ہاں! امید و بیم کی کیفیت دل میں لے کر میں کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے پورے احساس ذمہ داری کے ساتھ تحریر کیا ہے بالیقین اُردو زبان کے اُس منتخب اُردو دیوان کے متعلق ہے، جو اعجازِ مسیحائی رکھنے والی کلک کا پاکیزہ ترشح ہے اور اس قلم کو چلانے والا عقل کے لئے ترازوئے عدل ہے اور بصیرت کے لئے اصطرلاب ہے، جس سے وہ اجرام فلکی کے احکام معلوم کرتی ہے۔ اسے جوہر آئینہ آفرینش، معیار نقدِ گرانمائگی اور بلند پائگی کے نردبان کا معراج کہیے تو بجا ہے۔ فی الواقعہ یہ شاعر گرامی منزلت قلمرو معنی پروری پر متصرف ہے، سخنوری کی ولایت کا فرماں رواں ہے۔ نو آئین نگاری کے جہاں کا مالک ہے۔ تازہ گفتاری کے جہان کا سالار، سخن گستری کے وجود کو حیاتِ نو بخشنے والا، دیدہ وری کی آنکھ کو بینائی بخشنے والا، جس کی وجہ سے قلم کی شان و شوکت بلند ہوئی اور دوات کے خانوادے کا چراغ روشن ہوا............ ان اوراق کے ایک ایک صفحہ کو وید مقدس پڑھنے والا برہمن سمجھے۔ اس کتاب کا ہر ورق ایک معبد ہے۔ ایک جہان نما آئینہ خانہ، ایک مصفا مقام، جس میں مریم کردار پردہ نشین

خیموں میں بیٹھے ہوئے ہیں اس میں ایسے شوخ چشم بھی ہیں جو شاید ان بازاری سے بھی زیادہ پردہ دری کرتے ہیں'' (۲۹)۔

سرسیّد احمد خان کا غالب پر ایک اور مضمون بھی یہاں قابلِ ذکر ہے جسے سورج پبلشنگ بیورو (لاہور) نے اپنے جریدے ''سورج'' میں شائع کیا ہے۔ اپنے اس مضمون میں سرسیّد احمد خان نے غالب کے بارے میں لکھا ہے:

''ہمائے اوج مفاخر و معالی جا گزیں سدرۃ المنتہیٰ، مراتب بلند و مدارج عالی، موسس اساس شیوا بیانی بانی پائے الفاظ و معانی عندلیب بہارستان سخن گستری، طوطی شکرستان معنی پروری، اوج سمائے برتری و والا تباری مہر سپہر بلند اختری و گردوں اقتداری، شاگرد رحمان، استاد سحبان المعی زبان نودگی بیان، فرزوق دہر ولبید آوان، محی وصی رسول اللہ جناب مستطاب مرزا اسد اللہ غالب تخلص، دیوان حافظ ان کی لسان الغیب کے عہد میں دلوں سے فراموش، زبان خلاق المعانی ان کے معنی ایجاد کے زمانے میں خاموش، چراغ انوری الٰہی کے شعلہ فکر سے روشن اور سینہ آزری انہی کے آتشِ حسرت سے گلخن عنصری، اُن کے رشکِ افکار سے ایسا جل گیا کہ گویا اس کا پیکر فقط عنصرِ آتش سے متکون ہوا تھا'' (۳۰)۔

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے قبل جو تذکرے لکھے گئے ان میں شہزادہ قادر بخش صابرؔ کا تذکرہ ''گلستانِ سخن'' یہاں قابلِ ذکر ہے۔ یہ تذکرہ پہلی مرتبہ ۱۸۵۵ء میں شائع ہوا۔ غالب کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

''غالبؔ تخلص، شیر نیستاں سخنوری، ببر بیشہ معنی پروری، یکہ تاز عرصہ کمال، یگانہ کشور افضال، سیاح زمین، سخن دانائے نوادر فن، زبدہ کملائے جہاں، مرزا اسد اللہ خان معروف بہ مرزا نوشہ سلمہ الرحمٰن، سخن سنج، بے مثل و نظیر اور صاحب دل پذیر ہے۔ خامہ گوہر بار سے اقلیم سخن میں لوائے جہانگیری بلند کیا ہے اور یوسف معنی کو اس ہجوم بے تمیزی میں زلیخا منشانِ مصر سخن کی نظر میں ارجمند کیا ہے............ فکر اگرچہ حوصلہ ہمت کے لائق جہد کرے، فضائے لامکان مرحلہ مقصود کے

روبرودیدہ مور سے تنگ تر نظر آئے، خیال اگر اندازہ قدرت کے موافق بلندی پر جائے، خزانہ تحت العرش کو اس جائے گاو رفیع سے گنج قارون سے پست تر ہو جائے۔ سخن کی فراوانی اور ہجوم معانی اور متانت تراکیب اور رشاقت اسالیب اور شوخیِ اشارات اور چستیِ عبارات، گاہ اجمال کو رعایت سے آفتاب کو لباس ذرہ میں جلوہ دینا اور گاہ تفصیل کے اقتضا سے تخم کو نہال کی صورت میں نشو و نما بخشنا...... ایک مختصر سا دیوان مرتب کیا اور مجموعہ فارسی کا تو دیوانِ محشر سے بھی زیادہ اور پر غوغا اور ابیات بلند صدا سے مملو اور مشحون ہے''۔ (۳۱)

۱۸۵۷ء جنگ آزادی کا سال ہندوستان کی تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آزادی کی یہ تحریک محض فوجی بغاوت تک محدود نہیں تھی بلکہ اس سے زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس معاشرتی ابتری میں علم وفن کے میدان میں رکاوٹیں حائل ہوگئیں۔ اہلِ علم تصنیف وتالیف کا کام جس انہماک سے کر رہے تھے اس میں تعطل واقع ہو گیا اور لوگوں کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی کے مطابق:

''۱۸۵۷ء کے بعد کئی برس تک انگریزوں کی حکمت عملی اسی اصول پر مبنی رہی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ کمزور، ناکارہ اور محتاج بنا دیا جائے اور ان کے حوصلے ایسے پست کر دیے جائیں کہ وہ پھر کبھی انگریزی حکومت کے خلاف نبرد آزما ہونے کا خیال تک دل میں نہ لا سکیں۔ جنگِ آزادی کا پہلا مرکز دہلی تھا اور سب سے زیادہ مصیبت بھی دہلی ہی کے حصے میں آئی'' (۳۲)۔

غالب دہلی میں رہتے تھے اس لیے وہ بھی جنگِ آزادی کی مصیبت سے بری طرح متاثر ہوئے۔ انگریزوں کی مسلم دشمنی اور ہندو نواز پالیسی نے علم وادب کی روایات کو پھلنے پھولنے نہیں دیا۔ جس کے نتیجے میں کم وبیش دس سال تک کوئی کتاب منظرِ عام پر نہیں آ سکی۔ البتہ ۱۸۶۲ء کے ''اودھ اخبار'' میں غالب کا ذکر ملتا ہے۔ لکھنؤ کا یہ اخبار شمالی ہند کا ایک اہم اخبار تھا۔ منشی نول کشور اس اخبار کے مالک تھے۔ وہ صاحب اخبار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مطبع کے بھی مالک تھے۔ جو بلاشبہ پورے ہندوستان کا ایک بہت بڑا مطبع تھا۔ اس اعتبار سے منشی نول کشور اس

دور میں عربی، فارسی اور اُردو کے سب سے بڑے ناشر بھی تھے۔ مرزا غالبؔ نے جب ان سے تعلقات پیدا کیے تو وہ غالبؔ کے بھی ناشر بن گئے۔ اس تعلق کا آغاز ۱۸۶۰ء میں ہوا۔ جبکہ غالب کے خطوط میں ''اودھ اخبار'' کا پہلا ذکر ۱۳ نومبر ۱۸۵۹ء کے ایک خط میں ملتا ہے جو، شیونرائن آرام کے نام لکھا گیا تھا۔ لکھتے ہیں:

''اودھ اخبار'' بھائی ضیاء الدین احمد کے یہاں آتا ہے اور وہ میرے پاس بھیج دیتے ہیں'' (۳۳)۔

۱۸۶۲ء کے ''اودھ اخبار'' کے مختلف شماروں میں جہاں غالب کا ذکر آیا ہے، ان میں یکم جنوری ۱۸۶۲ء سے ۲۲ راکتوبر ۱۸۶۲ء تک کے شمارے شامل ہیں۔ ان شماروں میں غالب کی تصانیف کے اشتہاروں کے علاوہ غالب سے متعلق ایک خبر بھی ہے اور ان کا ایک نثری مضمون بھی شامل ہے۔ مضمون کے بارے میں محمد عتیق صدیقی کا کہنا ہے:

''اس مضمون کی اہمیت یہ ہے کہ یہ سیاسی نوعیت کا ہے اور میرے علم کے مطابق مرزا غالب کے اُردو نثر کے کسی متداول مجموعے میں اسے جگہ نہیں مل سکی ہے'' (۳۴)۔

''اودھ اخبار'' کے شماروں میں جہاں غالب کا ذکر آیا ہے، یہاں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ یکم جنوری ۱۸۶۲ء کے ''اودھ اخبار'' میں شائع ہونے والے ایک اشتہار کا متن یہ ہے:

''اک بشارت نئی سنو ہم سے
گوہر آب دار لو ہم سے

ایسا مژدہ سناتے ہیں کہ کسی نے سنا نہیں، وہ سامان کرتے ہیں کہ اب تک ہوا نہیں۔ مرحبا کہیے، شاہد شریں کار آتا ہے۔ مبارک ہو یوسف سر بازار آتا ہے۔ عزیز ہر دل ہے، دلبری میں کامل ہے۔ جب مشتاق دو چار ہوں گے۔ نقد تمنا سے خریدار ہوں گے۔ پردے میں جمال کیا دکھایئے، اب نقاب چہرہ سخن سے اٹھایئے۔ آوارہ گوشِ جہاں، نزدیک و دور عیاں

ہو کہ نواب مرزا اسد اللہ خان صاحب غالب دہلوی کا فارسی کلیات مطبوع ہوا چاہتا ہے۔ نقش ونگار اس دل آرام رنگین ادا کا عنقریب شروع ہوا چاہتا ہے۔ اقسام سخن پر مشتمل ہے۔ ہر ایک شعر فرد کمال ہے، عالی مضامین، قصائد لاجواب، رنگین غزلیں انتخاب کہ انہیں دیکھ کر ظہوری کا کمال بھول جایئے۔ نظیری کی شوکت کبھی خیال میں نہ لایئے۔ مثنوی کی جادو بیانی میں جائے گفتگو نہیں، سحر حلال زلالی کی اس کے سامنے آبرو نہیں۔ رباعیوں کو پیکر سخن کے اربع عناصر کہیے۔ آب دار قطعات کو قطعات جواہر کہیے۔ ہر مصرع قد موزوں سے بڑھ کر ہے، ہر بیت شاید ماہ سیمائے معنی کا گھر ہے۔ دس ہزار چار سو کئی اشعار ہیں کہ سب سلک گوہر شاہوار ہیں۔ خدا کے فضل سے نسخہ بھی وہ صحیح و درست بڑے کتب خانہ کا ہاتھ آیا، جس کو نواب ضیاء الدین خان صاحب بہادر دہلوی نے جدوجہد تمام سے جمع فرمایا۔ مقبول آفاق کو تعریف کی حاجت نہیں۔ آفتاب کی صفات بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناظم کی بے مثالی آشکار ہے۔ عالم کو اس کی استادی کا اقرار ہے۔ اس زمانے میں سبحان ثانی ہیں، جوابِ انوری اور خاقانی ہیں۔ ہر نقطہ ان کے قلم کا اخترِ اوج کمال ہے جو سخن زبان سے نکلا سحر حلال ہے۔ ایسی نادر چیز کہاں میسر آتی ہے کس خوش نصیب کی یہ امید بر آتی ہے۔ دیکھیے ہم درِ نایاب کے ڈھیر لگائے دیتے ہیں، موتی کوڑیوں کے مول لٹائے دیتے ہیں۔ سب کتاب تقریباً چالیس جز میں چھپے گی۔ بعض مقام مناسب پر تصویرِ مصنف کھنچے گی۔ شروع طبع میں قیمت بھیجنے والے (تین روپے چار آنے) کو پائیں گے۔ چھپ چکنے کے بعد پورے (پانچ روپے) مقرر ہو جائیں گے۔ غالباً اہل ہنر سنتے ہی اہتزاز میں آئیں گے چھپنے تو دو، ہاتھوں ہاتھ اُٹھا لے جائیں گے۔ اشتہار دینے کا یہ سبب ہے، صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ درخواست بھیجنے والوں کو اطمینان یک سر رہے گا۔ پہلے ان کا استحقاق مدِ نظر رہے گا۔ اگر ابھی سے طلب گار ہوں، کم قیمت کے حصہ دار ہوں۔" (۳۵)

محولہ بالا اشتہار گویا کہ غالب کی شخصیت اور فن پر ایک مدحیہ تبصرے کی حیثیت رکھتا ہے۔

۴۔ اسی طرح ۸؍جنوری ۱۸۶۲ء کے شمارے میں غالب کی تصنیف ''قاطع برہان'' کا اشتہار شائع ہوا۔ بعدازاں یہی اشتہار ۲۶؍مارچ، ۲؍اپریل اور ۹؍اپریل کے اخبارات میں بھی شائع ہوتا رہا۔ قاطع برہان کا اشتہار فارسی زبان میں تھا جس کا اقتباس درج ذیل ہے:

''ارباب فرہنگ و ہنر را مژدہ باد و نوید بگوش نکتہ سنجاں رساد کہ گوہر لفظ آب تازہ دیدہ و فرائد معنی بجلائے نو رسیدہ، اعلیٰ نقاد جوہر تحقیق، روشنگر آئینہ تدقیق، آموزگار جلیل المناقب نواب اسد اللہ خان غالب کہ مشاطہء قلمش در زلف و خال ارائی سخن بے نظیر ست و رنگینیء طبعش غازہء روئے شاہداں دلپذیر برہان از تمام کتاب چیدہ نہجار استقامت وانمودہ و جا بجائیکہ رہوارش سکندری خوردہ عنان آگہی بر ستارہ سودہ، حاصل کہ زلاتش برآوردہ باصلاح پرداخت و ہمہ را جمع نمودہ رسالہ مختصر ساخت.........طبع ایں کتاب کہ از دہ جز بیش نباشد قریب اختتام رسیدہ یقین کہ در دو ہفتہ تیار گردد و قابل تماشائے اولی الابصار گردد.........
رعایت سبق برندگان مدِنظر شد ایں زماں یک روپیہ قیمتش مقرر شد''(۳۶)۔

''کلیات فارسی'' اور ''قاطع برہان'' کے اشتہاروں کے بعد مرزا غالب سے متعلق ایک خبر بھی ''اودھ اخبار'' میں شائع ہوئی۔ خبر مختصر ہے لیکن تمہید پورے ایک صفحے پر مشتمل ہے۔ بہرحال اس خبر اور تمہید سے غالب شناسی کی روایت آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ دیکھیے:

''نواب مرزا اسداللہ خاں غالب دہلوی''

سب جانتے ہیں کچھ حاجت دلیل نہیں کہ آج ہندوستان میں ان کا کوئی عدیل نہیں۔ فصاحت و بلاغت میں سحبان ثانی ہیں فنِ شعر میں جواب انوری و خاقانی ہیں۔ زمینِ سخن کو آسمان پر پہنچایا۔ ہر نقطے کو اختر اوج معانی بنایا۔ زور فکر ان کا جہاں میں مشہور ہے نتائج طبع عالی کا آوازہ دور دور ہے۔ جناب جہانیاں مآب ملکہ معظمہ ہندو انگلینڈ کی مداحی میں وہ پایہ بلند و مرتبہ ارجمند پایا کہ ابتدائے عمل داری سرکاری سے کسی ہندوستانی کے

لئے اس کا دسواں حصہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہ کیفیت نواب ممدوح نے خود دیکھی ہے اپنی کتاب دستنبو میں مفصل بیان کی ہے۔ آگے ایک قصیدہ ملکہ معظمہ کی شان میں کہا تھا۔ وہاں تو ہر کمال کی قدر دانی ہے۔ کھلا ہوا باب فیض رسانی ہے۔ جب فیض یاب سماعت ہوا، منظور نگاہ مرحمت ہوا جود و نوال کی طرف ہمت آئی، صلہ شاہانہ دینے پر طبیعت آئی فروری ۱۸۵۷ء میں جناب رسل کلرک صاحب بہادر نے مصنف کو انگریزی چٹھی لکھی۔ ولایت سے ڈاک میں پہنچ کر اس نوید سراپا امید سے خبر دی کہ تمہارے قصیدے کے انعام کا مقدمہ زیر تجویز ہے، عنقریب حظ اٹھاؤ گے بعد صدور حکم انڈیا گورنمنٹ اس کی اطلاع پاؤ گے'' (۳۷)۔

محولہ بالا خبر ''اودھ اخبار'' ۳/ جون ۱۸۶۳ء کے شمارے میں شائع ہوئی۔ قبل اس کے ۲۵/ مارچ ۱۸۶۳ء کے شمارے میں ایک اور خبر شائع ہوئی جس سے انگریز حکام کے ہاں غالب کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے۔ وہ خبر کچھ اس طرح سے ہے:

''قدر دانی حکام...... بخت مند ہر زمانے میں کامیاب ہوتے ہیں، اہل جوہر تعظیم و توقیر کو انتخاب ہوتے ہیں۔ دیکھیے ان دنوں میں سرکار نے کیسی مہربانی کی، کمال کی قدر دانی کی۔ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے مرزا اسد اللہ خاں غالب کو خلعت فاخرہ عطا فرمایا اور رئیس نوازی کی نظر سے بہ دل التفات کر کے ہم چشموں کو ان کا اعزاز و اکرام دکھایا'' (۳۸)۔

اسی طرح ''اودھ اخبار'' کے صفحات میں ''ہندوستان کی سمجھ'' کے عنوان سے مرزا غالب کا ایک مضمون بھی شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون زیادہ تر سیاسی نوعیت کا ہے۔ جس میں جنگِ آزادی کے بعد کے ملکی حالات پر تبصرہ کیا گیا ہے، اور انگریز سرکار کے ساتھ وفاداری اور حکام کی مہربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مضمون سے پہلے منشی نول کشور (مدیر اخبار) کی طرف سے ایک تعارف کرایا گیا ہے جو غالب شناسی کے حوالے سے ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ لکھا ہے:

''آج کل دانائے روزگار سرآمد اولی الابصار، ارسطو فطرت، فلاطون فطنت، جناب والا شان، عالی مناقب، مرزا اسد اللہ خاں غالب نے جن کی سلامت ذہن مستقیم پر قسم کھائیے، استقامت رائے سلیم کے صدقے

جایئے، نافہموں کی فہمایش میں ایک نثر تحریر فرمائی ہے۔ ہمارے مضمون خیالی سے توارد ہوا ایسی تقریر فرمائی ہم اس کو درج اخبار کرتے ہیں، اہل جہاں پر آشکار کرتے ہیں۔ بعد اس کے بھی جو خبریں ملا کریں گی پیش کش ناظرین مشتاق ہوا کریں گی'' (۳۹)۔

غالب کا مضمون یہاں نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس مضمون پر ایک تبصرہ ''اودھ اخبار'' میں شائع ہوا تھا۔ یہ تبصرہ غالبؔ کے ایک شاگرد، مردان علی خاں رعنا کی طرف سے ایڈیٹر اخبار کے نام ایک مراسلہ کی صورت میں تھا۔ جسے ۲۰ رمئی ۱۸۶۲ء کے شمارے میں شائع کیا گیا۔ یہ مراسلہ ''خیال خیر ما آل انما'' کے عنوان سے ملتا ہے۔ جو اخبار کے تین صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس مراسلے کے ضروری اقتباسات یہ ہیں:

''آپ کے اخبار حق نگار میں عبارت نثر ریختہ قلم جواہر رقم استاذی جناب والا مناقب مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی دام افضالہم کی درباب تہدید و تنبیہہ عوام و کج فہمان ہند میری نظر سے گزری............ از آن جا کہ تحریر جناب ممدوح و مافی الضمیر کو میں بھی حتی الوسع بسیط کرنا سعادت جان کر واسطے مزید تنبیہہ ہر خاص و عام عرض کر کر عارض ہوں کہ آپ بوسیلہء اندراج اخبار گو ہر بار خود بندگانِ خدا کو اس سے متنبہ اور حکام عہد کو اس طرف متوجہ فرمایئے گا............ بہ تصدیق قول حضرت غالب کے یہ بات ظاہر کی جاتی ہے کہ فی الواقع ہر شہر میں از روز شہرت جنگ ایرانیاں و افغانیاں جو دو سہ ماہ سے ان کے درمیان ہے طرح طرح کے خیالی پلاؤ پکائے جاتے ہیں۔ مگر کاٹھ کی ہانڈی میں۔ چنانچہ از کلکتہ تا لکھنو بندہ سنتا چلا آتا ہے اور اس طرف حضرت غالب نے سنی جس کے دفعیے میں حضرت ممدوح نے تنبیہہ خیر خواہانہ نوک ریز خامہ حق شامہ فرمائی ہے اور لکھنو کے جوڑ توڑ تو مشہور ہیں۔ جب حضرات افیون خور اور مدک نوش ہوائے نشاۂ کذا میں سر بہ فلک ہوتے ہیں پھر وہ، ان کو دور کی سوجھتی ہے کہ فرشتہ خاں کا ادراک بھی وہاں تک نہیں پہنچتا............ میں نے راہ چلتے یہاں تک سنا کہ شہر کی عمارتِ شکستہ کی جو ہمواری ہوتی ہے یہ سامانِ جنگ کیا جاتا

ہے اور اگلے چاند یعنی ذالحجہ میں شہر پھر لٹے گا............ایسی افواہیں ہند کے ہر دیار و امصار میں صبح سے شام تک ہزار اڑتی رہتی ہیں''(۴۰)۔

اُردو اخبارات کے ساتھ ساتھ اس عہد کے انگریزی اخباروں میں بھی غالب کا ذکر ملتا ہے۔ دہلی کا ایک معروف انگریزی اخبار "MOFUSSILITE" (مفصلائٹ) تھا۔ جس کے ایک شمارے میں IXION (اکسیون) نامی ایک شخص کا خط شائع ہوا تھا جو غالب شناسی کی ایک زندہ مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا غلام رسول مہرؔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس زمانے میں دہلی سے ایک انگریزی اخبار مفصلائٹ کے نام سے نکلتا تھا جس میں غالب کے اس مقدمے کے متعلق ایک خط ۱۲ر مارچ ۱۸۶۸ء کو چھپا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی ضیاء الدین مدعا علیہ کی طرف سے شہادت کے لئے پیش ہوئے تو کسی نے مجسٹریٹ کے کان میں کہہ دیا کہ یہ بڑے معزز اور عالم ہیں گواہی لیتے وقت انہیں کرسی دی جائے۔ مجسٹریٹ نے قاعدے اور دستور کے خلاف مولوی صاحب کے لئے کرسی کا انتظام کر دیا......مکتوب نگار لکھتا ہے: میں سخت حیران ہوں کہ اسسٹنٹ کمشنر نے مولوی ضیاء الدین کو کس بنا پر کرسی دی؟ اس رعایت سے غالب کے ساتھ سخت بے انصافی ہوئی ہے۔ وہ سوسائٹی میں نہایت معزز ہیں۔ لیفٹنٹ گورنر کے دربار میں انہیں مولوی ضیاء الدین سے اونچے درجے پر بٹھایا گیا ہے''(۴۱)۔

مفصلائٹ میں شائع ہونے والے انگریزی خط کے اقتباسات ملاحظہ ہوں جس میں مرزا غالب کے مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ واضح رہے یہ خط "CORRESPONDENCE" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔

"Dear Sir,

You have, I observe, in your issue of the 30th instant taken notice of the libel case now under inquiry befor the Assistant Commissioner, Dehli, in which Mirza

Asudullah Khan alias Mirza Nausha Ghalib, the most celebrated persion scholar and poet laureate of India, is plaintiff........ (He) holds a very respectable position in society, was honoured with a seat at the Durbar of His Honour the Lieuftenant Governor of the Punjab and took precedence of the gentleman to whom such marked favour has been shown, and although not a very good perssioan,scholar,he is in every other respect desering of greater consideration."(42)

اس عہد کے دیگر اخبارات میں غالبؔ سے متعلق جو جو خبریں شائع ہوئیں وہ غالب کی شہرت اور غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان میں سے چند اخبارات کی متفرق خبروں کے اقتباس درج ذیل ہیں:

(۱) ''اسعد الاخبار'' (آگرہ) ۱۵ر جولائی ۱۸۵۰ء

''ان دنوں شاہ دین پناہ نے جناب معلّٰی القاب مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کو بہ فرطِ عنایت اپنے حضور طلب کر کے ایک کتاب تواریخ کے لکھنے پر، جو تیموریہ کے زمانے سے سلطنتِ حال تک ہو، مامور کیا اور اس کے کاتبوں کے خرچ کو بالفعل پچاس روپے مشاہرہ مقرر کر کے آئندہ انواع پرورش کا متوقع کیا۔ اور نجم الدولہ، دبیر الملک، اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ خطاب دے کر چھ پارچہ کا بیش بہا خلعت اور تین رقم جواہر عطا فرمائے۔ یقین ہے کہ تواریخ مذکور ایسی دلچسپ اور متین عبارت میں لکھی جائے گی کہ ہر ایک اس کے لطفِ عبارت سے فیض یاب ہوگا'' (۴۳)۔

(۲) ”شعلہ طور“ (کانپور) ۱۰/اکتوبر ۱۸۶۵ء

”دہلی۔ مرزا نوشہ صاحب نے درخواست پرورش بنابر سبیل ولایت بحضور صاحب کمشنر پیش کی تھی۔ بدیں حکم واپس، کہ پیش گاہ ملکہء معظمہ سلطنت ہائے سے کچھ پرورش نہ ہوگی“ (۴۴)۔

(۳) ”خیر خواہ پنجاب“ (لاہور) ۱۹/جنوری ۱۸۶۶ء

”طوطی ہند نواب مرزا اسد اللہ خاں عرف مرزا نوشہ خاں غالب مع الخیر رام پور سے داخل دہلی ہوئے“ (۴۵)۔

غالب اپنے عہد کے تقریباً تمام اخبارات کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے چند اخبارات پر تبصرے بھی کیے ہیں جن سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ صحافت میں اعلیٰ قدروں کے قائل تھے۔ وہ اپنے احباب کو اخبارات پڑھنے کی ترغیب بھی دیتے تھے اور ان کا خریدار بنانے کی خصوصی کوشش بھی کیا کرتے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ اخبارات غالب کے حق میں سینہ سپر رہے۔ لیکن ایک نقصان بھی ہوا کہ ان کے حریف اخبارات غالب کی مخالفت پر اتر آئے۔ مثلاً ”سید الاخبار“ (دہلی) کی حمایت نے ”دہلی اُردو اخبار“ کو ان کا دشمن بنادیا اور ”آئینۂ سکندر“ (کلکتہ) کی تعریف نے ”مہر منیر“ (کلکتہ) کو مخالف بنادیا۔

مذکورہ اخبارات کے علاوہ انہوں نے جن اخبارات کو پڑھا اور ان پر تبصرے کیے ان میں ”جام جہاں نما“ (کلکتہ) دبدبہء سکندری (رام پور)، آئینۂ سکندر (کلکتہ)، اشرف الاخبار (دہلی)، بوستانِ خیال (دہلی)، زبدۃ الاخبار (آگرہ)، صادق الاخبار (دہلی)، آفتابِ عالم تاب (دہلی) اور اکمل الاخبار (لکھنو) بطور خاص شامل ہیں (۴۶)۔

غالب کی وفات کا ذکر ویسے تو کم وبیش تمام اخبارات نے کیا ہے لیکن ”اکمل الاخبار“ لکھنو، (۱۷/فروری ۱۸۶۹ء) اس سانحہ ارتحال کو جس انداز میں شائع کیا ہے وہ از خود غالب شناسی میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

”فغاں اس زمانہء غدار سے، آہ روزگارِ ناہنجار سے، ہر روز نیا رنگ دکھاتا ہے، ہر دم دامِ غم والم میں پھنساتا ہے، اس محیط آفت کی موج بلاخیز ہے، اس وادی ہولناک کی ہوا فتنہ انگیز ہے۔ اس کا آب سراب، اس کی

راحت جز و جراحت، اس کی رافت سرمایۂ صداقت، اس کی شکر زہر آلود، اس کی امید آرزوئے فرسودہ، ہر روز نخل حیات کو صرصرِ ممات سے گراتا ہے، ہر دم محفل سرور سے صدائے ماتم اٹھاتا ہے.......... پھول ادھر کھلا، ادھر گر پڑا، لالہ لباسِ رنگین میں بھی داغ دل پر رکھتا ہے، غنچہ خونِ جگر سے پرورش پاتا ہے۔ بلبل نوحہ گر چمن ہے اور مرغ سحر خواں اسیرِ محن:

در ایں زمانہ بہار و خزاں ہم آغوش است

زمانہ جام بدست و جنازہ بر دوش است

کیا عجب اگر زمانہ درپے آزار ہے۔ بھلا اس سے کیا توقع آسودگی جس کا خود گردش پر مدار ہے۔ دیکھو بیٹھے بٹھائے کیا آفت اُٹھائی ہے، کس منتخب روزگار کی جدائی دکھائی ہے۔ نخلِ برومند معانی کو بادِ خزاں سے گرایا۔ مہر سپہر سخن دانی کو خاک میں ملایا۔ جو خسرو کے بعد ملک سخن کا خسرو مالکِ رقاب تھا۔ اس کا نامہ عمر طے ہوا۔ جو میدانِ سخنوری کو شہسوار مالکِ رقاب تھا، اس کا رخشِ زندگی پے ہوا۔ ان حضرت کی کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے، دریا کوزے میں کیوں کر سمائے۔ حسنِ خلق میں اخلاق کی کتاب، عمیم الاشفاق میں لاجواب، خوبیٔ تحریر میں بے نظیر، صافی ضمیر، جادو تقریر۔ فارسی زبان میں لاثانی، اُردوئے معلّٰی کے بانی، افسوس! جس کا شہبازِ خیال طائر سدرہ شکار ہو، وہ پنجۂ گرگ اجل میں گرفتار ہو.......... اس غم سے سب کی حالت تباہ ہے۔ روز بھی اس مصیبت میں سیاہ ہے۔ اب توضیحِ اجمال و تفصیل مقال ہے۔ واضح ہو کہ جناب مرحوم دو تین مہینے سے صاحب فراش رہے، ضعف و نقاہت کے صدمے سہے۔ آٹھ دن انتقال سے پہلے کھانا پینا ترک فرمایا۔ اس دنیائے فانی سے بالکل دل اٹھایا تا آنکہ ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء مطابق ۲ر ذیقعدہ ۱۲۸۵ ہجری روز دو شنبہ کو، دوپہر ڈھلے، اس خورشیدِ اوجِ فضل و کمال کو زوال ہوا..........‘‘ (۴۷)۔

۱۵ ر فروری ۱۸۶۹ء کو غالب کی وفات ہوئی۔ اس کے بعد غالب کے حالات وکلام کے بارے میں سب سے پہلا مضمون، مسعود حسن رضوی ادیب کے مطابق ماہوار رسالے "ذخیرہ بال گوبند" میں شائع ہوا۔ وہ اس سلسلے میں تفصیلاً لکھتے ہیں:

"اس رسالے کے مارچ ۱۸۶۹ء کے پرچے میں مرزا غالب کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا جس کا عنوان ہے: "مرزا اسد اللہ خان متوفی المتخلص بہ غالب و نوشہ"۔ غالب کی وفات ۱۵ ر فروری ۱۸۶۹ء کو واقع ہوئی۔ اس سانحے کے صرف چند روز بعد یہ مضمون لکھا گیا اور غالباً مرزا غالب کے حالات میں یہ پہلا مضمون تھا جو کسی رسالے میں شائع ہوا۔ اس مضمون سے غالب کے متعلق ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے" (۴۸)۔

یہ مضمون ساڑھے تین صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اسی نوعیت کا ایک اور مضمون جو ۱۶ مارچ ۱۸۶۹ء کے "اودھ اخبار" لکھنو میں شائع ہوا۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری، غالبیات کے سلسلے کی ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتا ہے اور غالب سے دلچسپی رکھنے والوں کی نظر سے عموماً پوشیدہ ہے (۴۹)۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق گارسان دتاسی نے بھی اپنی معروف کتاب "تاریخ ادب ہندوستانی" میں اس مضمون کو بالاختصار نقل کر دیا ہے۔ ذیل میں ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے:

"دہلی کے عہد خوشحال کے وہ تمام شعراء جو اپنے ہم وطنوں میں مشہور تھے۔ ایک ایک کر کے اٹھ گئے تھے۔ صرف ایک رہ گیا تھا وہ بھی ہم سے چھین لیا گیا اور مشہور و ممتاز شاعروں کا خاتمہ ہو گیا۔ میرا مطلب شکرستان سخن کے اسد اور چمنِ فارسی کے اس بلبل سخ سے ہے جو اسد اللہ خان عرف میرزا نوشہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اگر چہ وہ اس عارضی دنیا کو چھوڑ کر ابد آباد کو سدھارے ہیں لیکن ان کا نام اس دنیا میں ہمیشہ زندہ یادگار رہے گا۔ ہندوستان میں کوئی ایسا تعلیم یافتہ آدمی نہیں ہے، جو ان کی استادی اور ان کے کلام کی عظمت کا قائل نہ ہو۔ ظاہر ہے ایسے شخص کے حالاتِ زندگی ہمارے لئے افادیت سے خالی نہ ہوں گے.........

آخری وقت تک انہوں نے جو کچھ کہا، اس میں بھی زندگی کی حرارت، تازگی اور طبیعت کی شگفتگی اور خوش مذاقی کا اثر نمایاں ہے۔ ان کے لطیفے روز مرہ کی زندگی میں کھانے میں نمک کا کام دیتے ہیں" (۵۰)۔

غالب کی حیات وفکر پر ایک نادر تحریر میر مہدی مجروح کا وہ دیباچہ ہے جو انہوں نے خطوط غالب کے مجموعے "اُردوئے معلّٰی" کے لئے تحریر کیا تھا۔ یاد رہے یہ مجموعہ غالب کی وفات کے چند روز بعد اشاعت پذیر ہوسکا تھا۔ اس دیباچے میں انہوں نے اس مجموعے کے جامعین کی نشاندہی بھی کی ہے اور ساتھ ہی غالب کی منظوم اور نثری خدمات کو سراہتے ہوئے ان کے منفرد اسلوب اور توانا لہجے کا اعتراف بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"حضرت کا جو سخن ہے وہ درِ عدن، جو بات ہے از رہ معنی کرامات ہے۔ یہ نثر کی رنگینی، یہ نظم کی شیرینی، یہ غزل کی فصاحت، یہ قصیدہ کی متانت، یہ لفظوں کی محبوبی، یہ ترکیب کی خوش اسلوبی، یہ جدت معانی، یہ طلاقتِ لسانی، یہ سلاستِ عبارت، یہ روانی مطالب دیکھی نہ سنی۔ سطریں ہیں کہ موتی کی لڑیاں ہیں۔ باتیں ہیں کہ مصری کی ڈلیاں ہیں۔ نثر نثار پر نظم انجم قرباں، حسنِ تقریر پر تحریر شعاع سے نثار کرنے کو آفتاب زر بداماں، گفتار شکر بار کو جادو کہوں، سحر کہوں، حیران ہوں کیا کہوں.......... جب حضرت کو دیکھ لیا گویا سب سخندان پیشینہ کو دیکھ لیا۔ جب حضرت کا کلام سن لیا سب کا کلام سن لیا۔ مبین میرے قول کی یہ اُردو کی تحریر ہے کہ سہل الممتنع کیا بلکہ ممتنع النظیر ہے۔ اس اُردو کا نیا انداز ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح کو اہتزاز ہے۔ جو کہ بعد تکمیل ہو جانے کلیات نظم ونثر فارسی کہ وہ ہر ایک آویزہ ، گوش فصاحت و پیرایہ گلوئے بلاغت ہے اور ہندوستان سے ایران تک ہر ایک نکتہ سنج کے ورد زبان ہے۔ مدت سے حضرت کو اس طرز نو ایجاد اُردو سے لگاؤ ہے اور خط وکتابت میں اسی کا برتاؤ ہے" (۵۱)۔

غالب کی زندگی میں جو تذکرے لکھے گئے اور ان میں غالب کا ذکر جہاں جہاں آیا ہے اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ البتہ غالب کی وفات کے بعد جو تذکرے تصنیف ہوئے

اوران کے صفحات ذکرِ غالب سے مزین کیے گئے۔ یہاں بطور نمونہ ان میں سے چند تذکروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سیّد محمد صدیق حسین خان کا تذکرہ ''شمع انجمن'' جو کہ ۱۸۷۶ء میں تصنیف ہوا۔ اس میں غالب کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''خطاب نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ بہادر، شاہجہان آباد کے نامی سخنوروں میں سے ہے، قوتِ فکرِ خداداد کا مالک ہے۔ اشعار کی خوش وضع بنیاد تعمیر کرتا ہے اور دلکش معنی اختراع کرتا ہے۔ بیشہ سخن پروری کا شیر ہے اور معنی گستری کی ولایت کا فرمانروا۔ نثر و نظم میں طرزِ خاص کا مالک ہے اور دلنشیں تراکیب ایجاد کرتا ہے۔ ان کی بہت سے معاصر نثر نویسی اور شعر گوئی میں ان کے کمال کے قائل ہیں'' (۵۲)۔

اسی طرح ایک اور تذکرہ، جس کا ذکر اکبر علی خان نے اپنے ایک مضمون میں کیا ہے۔ ''شمیم سخن'' کے نام سے تصنیف ہوا اور عبدالحیٔ صفا بدایونی اس کے مصنف ہیں۔ اکبر علی خان نے مذکورہ تذکرہ سے جو اقتباس درج کیا ہے وہ یہ ہے:

''غالب واسد تخلص، نجم الدولہ مرزا اسداللہ خاں غالب عرف نوشہ دہلوی، خلف مرزا عبداللہ بیگ خاں تورانی، مولد اکبر آباد مسکن دہلی ہے، طبیعت دشوار پسند و خیالات عالی تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں بمقام دہلی انتقال کیا۔ نادر دہلوی اپنے تذکرہ ٔشعرائے دکن میں لکھتے ہیں کہ بعض ثقات کی زبانی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کو شاہ نصیر مرحوم سے تلمذ حاصل تھا، واللہ عالم۔ یہ قول نادر کہاں تک صحیح ہے مگر اس میں شک نہیں مرزا صاحب اپنے عہد میں لاجواب تھے'' (۵۳)۔

سیّد نور الحسن خاں کا تذکرہ ''طورِ کلیم'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس تذکرہ کا سنِ اشاعت ۱۸۷۸ء ہے۔ اس میں غالب کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے ان کی علمی خدمات کے بارے میں بنیادی باتیں منظر عام پر لائی گئی ہیں جو غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ سیّد نور الحسن لکھتے ہیں:

''فخرِ عرفی و غیرت طالب میرزا نوشہ اسد اللہ خان المخاطب بہ نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ بہادر افراسیاب کی نسل سے تھے۔ اکبر آباد میں مولد تھا اور دہلی مسکن۔ لفظ ''غریب'' تاریخ ولادت ہے۔ وفات ۱۲۸۵ھ میں واقع ہوئی۔ ''پنج آہنگ''، ''دستنبو''، ''مہر نیم روز'' اور ''قاطع برہان'' ان کی تالیفات میں سے ہیں۔ فارسی زبان میں بھی ایک دیوان رکھتے ہیں۔ ابیات کا مجموعہ بھی ہے۔ اوّل اوّل مرزا بیدل کی روش اختیار کی۔ آخر الامر بڑا پسندیدہ انداز ایجاد کیا۔ اپنے دیوان ریختہ میں سے بہت سے اشعار نکال دیے ہیں اور قلیل تعداد میں انتخاب کر لیے ہیں۔ پہلے اسد تخلص کرتے تھے، جو غزلیات کے بعض مقطعوں میں اب بھی موجود ہے۔ پچاس سال ان کی مدتِ مشق ہے۔ فارسی گوئی میں ان کا پایہ فحول شعراء سے کم نہیں اور ریختہ کی حالت بھی یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی ہم مرتبہ ہے تو لائیں۔ اگر حدیقہ ءنظم کے لیے نوبہار ہیں تو عرصہ ءنثر میں بھی مرد کار ہیں۔ جمیع اصنافِ سخن پر جو قدرت انہیں حاصل ہے، بیان سے باہر ہے'' (۵۴)۔

سیّد نورالحسن کے مذکورہ بیان میں غالب کے مرتبے کو جس اوجِ کمال پر پرکھا گیا ہے۔ اس سے یہ امر کھل کر سامنے آ جاتا ہے کہ اس عہد میں بھی غالب کی بلند خیالی اور اعلیٰ قدر و منزلت کا اعتراف کھلے لفظوں میں کیا جاتا تھا۔

امیر مینائی کا تذکرہ ''انتخابِ یادگار'' ۱۸۷۹ء میں منظرِ عام پر آیا۔ امیر مینائی نے اپنے تذکرے میں غالب کے مختصر حالاتِ زندگی، خاندان، نسب، توطن، وفات وغیرہ کے ساتھ ساتھ ان کی کتب کا تعارف کرایا ہے اور آخر میں غالب کے فن پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''معلومات ان کی زبانِ فارسی میں کالشمس فی رابعۃ النہار آشکار ہے۔ نثر و نظم اُردو کی چار دانگ ہندوستان میں پکار ہے.......... الحاصل مرزا صاحب کی طباعی اور ذکاوت ان کے نتائج افکار سے پیدا ہے۔ بات سے بات پیدا کرنا تمام کلام سے ہویدا ہے۔ اس سرکار فیض آثار کے نمک خوار قدیم ہیں۔ جناب غفران مآب نواب محمد یوسف علی خان صاحب بہادر فردوس مکان کو ان سے تلمذ ہے''۔ (۵۵)

اس دور کے تذکروں میں نمایاں حیثیت جس تذکرے کو حاصل ہے وہ مولانا محمد حسین آزاد کا تذکرہ ''آبِ حیات'' ہے۔ دیگر تذکروں میں سے اسے منفرد مقام بھی حاصل ہے اور یہ زیادہ مقبول عام بھی ہوا ہے۔ آزاد نے اگرچہ اپنے استاد شیخ ابراہیم ذوقؔ کو غالبؔ پر فوقیت دینے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں غالبؔ کے بعض مبینہ غیر مثبت رویوں کو مبالغہ آمیز انداز میں نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے غالب کی حیات اور ان کے فن سے متعلق بیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ دیگر تذکروں کی نسبت ''آبِ حیات'' میں غالب کے لیے صفحات کی خاصی بڑی تعداد ہے۔ اگرچہ آزادؔ نے غالب کے حالات اور طبعی عادات کا ذکر تفصیلاً کیا ہے لیکن غالب کے اسلوب اور فن سے متعلق جو نادر باتیں کہی ہیں وہ بھی غالب شناسی کی زندہ روایات کی امین ہیں۔ لکھتے ہیں:

> ''اس میں کلام نہیں کہ وہ اپنے نام کی تاثیر سے مضامین و معانی کے بیشے کے شیر تھے۔ دو باتیں ان کے انداز کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ اوّل، کہ معنی آفرینی اور نازک خیالی ان کا شیوہ خاص تھا، دوسرے چونکہ فارسی کی مشق زیادہ تھی اور اس سے انہیں طبعی تعلق تھا، اس لئے اکثر اشعار اس طرح ترکیب دے جاتے تھے کہ بول چال میں اس طرح بولتے نہیں۔ لیکن جو شعر صاف نکل گئے ہیں، وہ ایسے ہیں کہ جواب نہیں رکھتے .... ان کے خطوں کی طرزِ عبارت بھی ایک خاص قسم کی ہے کہ ظرافت کے چٹکلے اور لطائف کی شوخیاں اس میں خوب ادا ہو سکتی ہیں۔ یہ انہی کا ایجاد تھا کہ آپ مزہ لے لیا اور اوروں کو لطف دے گئے۔ دوسرے کا کام نہیں'' (۵۶)۔

سیّد صفیر بلگرامی کا شمار بھی اہم تذکرہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ''تذکرہ، جلوہ، خضر'' ان کی یادگار تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔ بلگرامی نے غالبؔ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس عہد کے دیگر نامور شعراء مثلاً میر تقی میر، ناسخ اور ذوق جیسے شعراء کے ساتھ موازنہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز فارسی شاعری میں وہ ہندوستان کے صرف چار شعراء کے نام گنواتے ہیں جن میں غالب بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں وہ غالب

کے خطوط پر بھی جامع تبصرہ کرتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی غالب کے بارے میں ان کی رائے درج ذیل اقتباسات پر مشتمل ہے:

"یہ وہ خوش مذاق شخص گزرا ہے جس نے ہندوستان کی فارسی شاعری اور اُردو نثر کو تجدید کا خلعت عطا کیا۔ میرے نزدیک ہندوستان کے کلام فارسی پر ولایتی فارسی کا یقین چار شخصیتوں کے کلام پر ہوا۔ اوّل امیر خسرو، دوم حسن دہلوی، سوم مرزا بیدل، چہارم غالب.......... اُردو نظم بھی ایک طور خاص کی کہی۔ اس میں بھی ایجادِ خاص ہے۔ آخر میر تقی میر کا رنگ بالکل اُتار لیا۔ اوائل میں حضرت نے ناسخ کی ایجاد پر توجہ فرمائی اور فارسی گوئی کی عادت سے اس کو بلند کر دیا یعنی نہ ناسخ کی طرز رہی نہ دہلی کی.......... ذوق کو ان سے کچھ مناسبت نہیں تھی۔ اُردو نثر میں پوری واقعہ نگاری کا ایجاد انہیں کا ہے، ورنہ اس سے پہلے مرصع اور مسجع غیر واقع نثر لکھی جاتی تھی۔ اُردوئے معلی انہیں جواہر بھرے خطوط کا مخزن ہے جس میں اس نئی ایجاد کا رنگ ہے" (۵۷)۔

گزشتہ صفحات میں غالب کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ زیادہ تر تذکرہ نگاروں کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ ان میں سے بعض تذکرے ان کے ہم عصر تھے جو ان کی شاعری کے مجموعی مزاج سے بھی واقف تھے اور انہوں نے ان کی ذاتی زندگی کو بھی قریب سے دیکھا تھا۔ تذکرہ نگاروں کے بیانات کی روشنی میں ایک بات پایہء ثبوت تک پہنچتی ہے کہ غالب کے فن نے اپنے ہم عصروں کے دلوں میں ایک خاص جگہ بنالی تھی۔ مجموعی طور پر تذکرہ نگاروں نے جو آراء قائم کی ہیں ان میں کم وبیش سب نے ایک مشترک رائے کا اظہار ضرور کیا ہے کہ غالب اپنے زمانے کے اہم شاعر تھے۔ تذکروں میں غالب کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ایک اجمالی قسم کے جائزوں پر مشتمل ہے۔ ظاہر ہے کسی تفصیل کی توقع نامناسب ہے۔ بہر حال غالب کے ہم عصر تذکرہ نگاروں میں مصطفیٰ خان شیفتہ ممتاز نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے بھی یہی رائے قائم کی ہے، لکھتے ہیں:

"شیفتہ کو غالب کا اہم نقاد کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اختصار کے ساتھ جو کچھ غالب کے بارے میں کہا ہے، اس میں ان کے کلام کی مزاج دانی کا صحیح شعور اپنی جھلک دکھاتا ہے" (۵۸)۔

غالبؔ کے بارے میں باقاعدہ تنقید کا آغاز مولانا الطاف حسین حالیؔ سے ہوتا ہے۔ اگرچہ غالب کے انتقال پر مولانا حالیؔ کا مرثیہ بھی غالب کی شاعرانہ اور فن کارانہ شخصیت کا غماز ہے لیکن ظاہر ہے کہ حالیؔ کا یہ مرثیہ ایک شعری کارنامہ ہے، تنقیدی کارنامہ نہیں ہے۔ لیکن غالبؔ پر حالیؔ کا تنقیدی شاہکار ''یادگارِ غالب'' ہے۔ جس میں انہوں نے غالب کی زندگی اور شخصیت کی بڑی دلآویز تصویر کھینچی ہے۔ یہ غالب کے حیات وفن پر پہلی باقاعدہ تصنیف ہے۔ اگرچہ یہ کتاب مولانا آزادؔ کے غیر منصفانہ بیانات کے ردعمل کے نتیجے میں لکھی گئی ہے لیکن اس میں غالب کے سوانح اور اُردو، فارسی نظم ونثر پر مفصل تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر گیان چند:

> ''یادگار کا تیسرا حصہ، یعنی تنقید بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔ حالیؔ نے غالبؔ کے رشحاتِ قلم پر چار حصوں میں تنقید کی ہے؛ اُردو نظم، اُردو نثر، فارسی نظم، فارسی نثر۔ اُردو شاعری کی تنقید میں اوّل انہوں نے کچھ خصوصیات گنائی ہیں۔ مثلاً تشبیہیں، استعارہ و کنایہ، شوخی و ظرافت، پہلو دار اشعار، معنی آفرینی اور جدت ادا وغیرہ۔ اس کے بعد بڑی تعداد میں مرزا کے منتخب اشعار درج کیے ہیں اور ان کی خوبی کی طرف اشارہ کرتے جاتے ہیں۔ آج جو ہم غالب کے بعض پہلو دار اشعار کے لطیف معنوں سے محظوظ ہوتے ہیں، وہ یادگار ہی کی دین ہے۔ شاید انہوں نے یہ معنی غالبؔ سے سنے ہوں گے۔ تنقید کا یہ طریقہ کسی قدر فرسودہ ہوسکتا ہے، لیکن اس سلجھے ہوئے طریقے سے غالب فہمی میں جتنی مدد ملتی ہے، وہ بعد کے نمائشی تبصروں سے نہیں ملتی'' (۵۹)۔

مولانا حالیؔ کی تنقید اس اعتبار سے نئی ہے کہ اس میں کلامِ غالب کے بعض ایسے پہلوؤں کا سراغ لگایا گیا ہے، جو ان کے فن میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ حالی نے شخصی اور اجتماعی حالات کو عوامل ومحرکات قرار دے کر غالب کی شاعری کے ان پہلوؤں کی وضاحت کی ہے۔ اس لئے ان کے اس اندازِ تنقید میں گہرائی کا احساس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غالب کے کلام پر ان کی تنقید آج بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ وہ غالب کی جدت پسندی اور روایت شکنی پر تبصرے کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مرزا کے ابتدائی کلام کو مہمل اور بے معنی کہو یا اس کو اُردو زبان کے دائرے سے خارج سمجھو لیکن اس میں شک نہیں کہ اس سے ان کی اورجینلٹی اور غیر معمولی اپج کا خاطر خواہ سراغ ملتا ہے اور یہ ان کی ٹیڑھی ترچھی چالیں ان کی بلند فطرتی اور غیر معمولی قابلیت واستعداد پر شہادت دیتی ہیں۔ معمولی قابلیت واستعداد کی معراج یہ ہے کہ جس پگڈنڈی پر اگلی بھیڑوں کا گلہ چلتا جاتا ہے، اس پر آنکھیں بند کر کے گلے کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ لیکن لیک سے ادھر اُدھر آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا......... برخلاف اس کے جن کی طبیعت میں اورجینلٹی اور غیر معمولی اُپج کا مادہ ہوتا ہے وہ اپنے میں ایک ایسی چیز پاتے ہیں جو اگلوں کی پیروی میں ان کو مجبور نہیں ہونے دیتی، مرزا کی طبیعت اس قسم کی واقع ہوئی تھی۔ وہ عام روش پر چلنے سے ہمیشہ ناک چڑھاتے تھے''۔(۶۰)

مولانا حالی اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے غالب کا موازنہ میر و سودا اور ان کے مقلدین سے کرتے ہیں اور غالب کو ایک نئے طرز اور نرالی کیفیت کا شاعر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب میر و سودا اور ان کے مقلدین کے کلام میں ایک ہی قسم کے خیالات اور مضامین دیکھتے دیکھتے جی اُکتا جاتا ہے اور اس کے بعد مرزا کے دیوان پر نظر ڈالتے ہیں، تو اس میں ہم کو ایک دوسرا عالم دکھائی دیتا ہے اور جس طرح کہ ایک خشکی کا سیاح سمندر کے سفر میں یا ایک میدان کا رہنے والا پہاڑ پر جا کر ایک بالکل نئی اور نرالی کیفیت مشاہدہ کرتا ہے، اسی طرح مرزا کے دیوان میں ایک اور ہی سماں نظر آتا ہے''(۶۱)۔

''یادگارِ غالب'' جہاں غالب کی زندگی کا جامع مرقع ہے وہاں کلامِ غالب کی تفہیم و توضیح کے لئے بھی اس کتاب سے بڑی مدد ملتی ہے۔ حالؔی چونکہ غالب کے شاگرد بھی تھے اور کچھ عرصہ ان کی صحبت میں رہ چکے تھے اور اکثر و بیشتر غالب سے ان کے اشعار کے مطالب بھی پوچھ لیا کرتے تھے، اس لیے انہوں نے ''یادگار'' میں کئی ایک مقامات پر اشعار کی تشریح اس انداز سے کی ہے، جس سے اس کتاب کے شرح ہونے کا وصف واضح طور پر ابھر آتا ہے۔ کلامِ غالب کی جس قدر شرحیں لکھی گئی ہیں، شارحین حضرات نے کسی نہ کسی حوالے سے ''یادگارِ غالب'' سے ضرور استفادہ کیا ہے، شمس الرحمٰن فاروقی کے مطابق:

''تفہیم غالب کا باقاعدہ رواج حالیؔ کی دو کتابوں ''مقدمہ شعروشاعری'' اور ''یادگارِ غالب'' سے شروع ہوتا ہے۔ غالب کا کوئی بھی شارح حالی سے استفادہ کیے بغیر اپنے کام کو مکمل نہیں کہہ سکتا'' (۶۲)۔

مولانا حالیؔ کی تشریح کا انداز کیا تھا اور غالب کے مہمل اور مشکل اشعار کی انہوں نے کس طرح صراحت کی ہے، ذیل میں نمونے کے طور پر ایک شعر کی تشریح نقل کی جاتی ہے:

''رکھا غفلت نے دور افتادہء ذوقِ فنا ورنہ
اشارت فہم کو ہر ناخنِ بُریدہ ابرو تھا

کہتا ہے فنا میں جو لذت اور ذوق تھا ہماری غفلت نے اس سے ہمیشہ دور دور رکھا۔ اگر یہ غفلت نہ ہوتی تو اشارت فہم کے لئے ہر ایک ناخن جو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے، ابرو کا کام دیتا تھا۔ ابرو کا کام ہے اشارہ وایماء کرنا اور ناخنِ بریدہ جو ابرو کی شکل ہوتا ہے، وہ بھی فنا کی لذت کی طرف اشارہ کرتا تھا، کیوں کہ ناخن کے کٹنے سے جو ایک قسم کی فنا ہے، لذت اور راحت حاصل ہوتی ہے'' (۶۳)۔

حالیؔ نے بعض اشعار کے مطالب غالب سے بھی پوچھے تھے جنہیں ''یادگارِ غالب'' کی زینت بنایا ہے۔ ایسے ہی ایک شعر کا ذکر نمونہ کے طور پر کیا جاتا ہے۔ حالی لکھتے ہیں:

''بعض اسلوبِ بیان خاص مرزا کے مخترعات میں سے تھے جو نہ ان سے پہلے اُردو میں دیکھے گئے نہ فارسی میں، مثلاً ان کے موجودہ اُردو دیوان میں ایک شعر ہے:۔

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگرِ سوختہ کیا ہے

میں نے خود اس کے معنی مرزا سے پوچھے تھے۔ فرمایا کہ 'اے' کی جگہ 'جز' پڑھو، معنی خود سمجھ میں آجائیں گے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ قمری جو ایک کفِ خاکستر سے زیادہ اور بلبل جو ایک قفسِ عنصری سے زیادہ نہیں، ان کے جگر سوختہ یعنی عاشق ہونے کا ثبوت صرف ان کے چہکنے اور بولنے سے ہوتا ہے۔ یہاں جس معنی میں مرزا نے اے کا لفظ استعمال کیا ہے

ظاہر اً یہ انہی کی اختراع ہے۔ایک شخص نے یہ معنی سن کر کہا کہ ''اگر وہ اے کی جگہ جز کا لفظ رکھ دیتے یا دوسرا مصرع اس طرح کہتے:

''اے نالہ نشاں تیرے سوا عشق کا کیا ہے''

تو مطلب صاف ظاہر ہو جاتا۔اس شخص کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے، مگر مرزا چونکہ معمولی اسلوبوں سے تا بہ مقدور بچتے تھے اور شارع عام پر چلنا نہیں چاہتے تھے،اس لئے وہ بہ نسبت اس کے کہ شعر عام فہم ہو جائے اس بات کو زیادہ پسند کرتے تھے کہ طرز خیال اور طرز بیان میں جدت اور نرالا پن پایا جائے''(۶۴)۔

حالیؔ نے بحیثیت مجموعی غالب کے کلام کی چار خصوصیات گنوائی ہیں۔اول غالب کی جدت طرازی جس میں وہ اپنے دیگر ہم عصر شعراء سے ممتاز نظر آتے ہیں۔دوم وہ خصوصیت جس کو ہم آج کی اصطلاح میں رمزیت،ایمائیت یا لطیف ابہام کہتے ہیں اور جس کو موجودہ عہد میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔حالی نے غالب کی شاعری کے اس پہلو کو اس طرح واضح کیا ہے کہ ان کی شاعری کے انداز کی صحیح کیفیت آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔سوم شوخی اور ظرافت ہے۔جس کی وجہ سے غالب کے کلام میں چاندنی کی مسکراہٹ کا سماں نظر آتا ہے اور شگفتگی اور شادابی کی ایک لہر سی دوڑتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔حالی کے نزدیک غالب کے کلام کی چوتھی خصوصیت تہہ در تہہ معنویت ہے اور وہ اشاروں، کنایوں میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بڑی ہی بلیغ باتیں کرتے ہیں۔بظاہر اس میں ایک معنویت نظر آتی ہے لیکن غور سے دیکھا جائے تو اس کی تہہ میں معنویت کا دوسرا پہلو بھی واضح طور پر نظر آتا ہے۔

مولانا حالی آخر میں فارسی اور اُردو کے نامور شعراء کا تذکرہ کرتے ہوئے غالب کی شاعری کو قدما کی شاعری سے نسبت پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لکھتے ہیں:

''بہر حال جو نسبت ظہوریؔ، نظیریؔ، عرفیؔ، طالبؔ اسیر وغیرھم کے کلام کو سعدیؔ، خسروؔ، حافظؔ اور جامیؔ کے کلام سے ہے تقریباً ویسی ہی نسبت مرزا کے ریختہ کو، میرؔ سوداؔ اور دردؔ کے ریختہ سے سمجھنی چاہیے۔ قدمائے اُردو روزمرہ اور صفائی بیان کو سب باتوں سے زیادہ اہم اور مقصود بالذات جانتے تھے، برخلاف متاخرین کے کہ وہ ہر شعر میں ایک نئی بات

پیدا کرنے اور اسالیب بیاں میں نئے نئے تعجب انگیز اور لطیف و پاکیزہ اختراعات کرنے ہی کو کمال شاعری سمجھتے تھے"(۶۵)۔

"یادگار غالب" پہلی مرتبہ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی اس کے ایک سال بعد سیّد امام اثر کا تذکرہ "کاشف الحقائق" معروف بہ "بہارستان سخن" منظرِ عام پر آیا۔ اس میں انہوں نے غالب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کی بارہ غزلیں نقل کی ہیں اور کہا ہے کہ اگر کوئی شاعر ان جیسی بارہ غزلیں بھی تصنیف کرلے تو اس کے زندہ شاعر ہونے کے لئے کافی ہیں۔ اسے ضخیم دیوان ترتیب دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ذیل میں سیّد امام اثر کا جامع بیان اور بارہ منتخب غزلوں کے مطلع درج کیے جارہے ہیں، ملاحظہ ہوں:

"چونکہ غزل سرائی حضرت غالب کی سوز و گداز، درد و محبت، خستگی، برشتگی، نشتریت، عالی خیالی، دل آویزی، خوش مذاقی، شیریں بیانی، نفیس پسندی، شوخی، رفعت، مکنت، جلالت، متانت وغیرہ سے معمور ہے۔ اس لئے چند پوری غزلیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں کہ حضرت ناظرین اُن سے حظِ روحی اٹھائیں..........

غزل نمبر-۱

درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا

غزل نمبر-۲

ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

غزل نمبر-۳

عرضِ نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

غزل نمبر-۴

جور سے باز آئیں پر باز آئیں کیا
کہتے ہیں ہم تجھ کو منہ دکھلائیں کیا

غزل نمبر-۵

عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا
درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا

غزل نمبر-۶

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

غزل نمبر-۷

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں

غزل نمبر-۸

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

غزل نمبر-۹

عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی
میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

غزل نمبر-۱۰

دل سے، تری نگاہ، جگر تک اتر گئی
دونوں کو اک ادا میں رضا مند کر گئی

غزل نمبر-۱۱

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

غزل نمبر-۱۲

مدت ہوئی یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے

فقیر کی دانست میں اگر کوئی شاعر اپنی تمام عمر میں صرف بارہ غزلیں ایسی جو بالا میں رقم ہوئیں، تصنیف کرے تو اسے صاحب دیوان ضخیم ہونے کی حاجت نہیں ہے۔ یہ غزلیں اعلیٰ درجے کی غزل سرائی کی خبر دیتی ہیں۔ علاوہ ان کے اور بھی غزلیں دیوانِ غالب میں موجود ہیں، جو انتخاب کا حکم رکھتی ہیں۔ یہ بارہ غزلیں تو صرف نمونہ کے طور پر درج کی گئی ہیں۔ بہرحال یہ بارہ غزلیں اہل انصاف کو رائے قائم کرنے کے واسطے کافی ہیں" (۶۶)۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں میرزا حیرتؔ دہلوی کی غالبؔ پر ایک نادر تحریر منصۂ شہود پر آئی۔ "ختم الشعراء میرزا نوشہ" کے عنوان سے ان کا مضمون، ماہنامہ "چراغ دہلی" کے دسمبر ۱۹۰۳ء کے شمارے میں شائع ہوا، جس میں انہوں نے غالب کی شاعری کے مخصوص رنگ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ختم الشعراء میرزا نوشہ جن کی وفات دہلی میں ۱۸۶۹ء میں ہوگئی، عجیب پایہ کا شاعر گزرا ہے۔ اور جس نے سچ تو یوں ہے کہ شاعری کو دہلی میں ختم کردیا۔ میرزا صاحب کے بعد اور بھی شاعر گزرے ہیں اور اس وقت ہندوستان میں موجود ہیں لیکن کسی خاص رنگ کے موجد نہیں ہوئے اور اگر ہماری واقفیت ناقص نہیں ہے تو اس زمانہ میں بھی کوئی ایسا نظر نہ آئے گا جو موجد ہو کسی رنگ کا .... میرزا نے اُردو میں جدت پیدا کی تھی اور ابھی

وہ زمانہ نہیں آیا تھا کہ میرزا کا یہ نوایجاد رنگ قبول کرلیا جاتا۔ اس میں شک نہیں کہ فارسی زبان میں میرزا نے وہ مہارت اور مقبولیت پیدا کی تھی کہ ایرانی بھی عش عش کرتے تھے" (۶۷)۔

غالب پر انگریزی زبان میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ لیکن اس کا آغاز جس مضمون سے ہوتا ہے وہ ۱۹۱۲ء میں "Ghalib: An Appreciation" کے عنوان سے لکھا گیا۔ صلاح الدین خدا بخش، مضمون نگار ہیں۔ بعد ازاں اسے کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا۔ تاہم زیر بحث مضمون جس کا اُردو ترجمہ شائع ہوا، ذیل میں اس اُردو ترجمے سے اقتباس نقل کیا جاتا ہے جس سے غالب شناسی کی روایت آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ مضمون نگار نے غالب کی نثر اور شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"غالب اعلیٰ درجے کا شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کا نثار بھی ہے۔ وہ ہمارے دور کا سب سے بڑا نثر نگار ہے اتنا بڑا کہ اس کا کوئی مدِ مقابل نہیں۔ اس کی دلفریب لطافت، اس کی مسرت بخش سادگی، اس کی نکتہ سنجی اور ظرافت، اس کی دلکش روانی، اس کا ہلکا پھلکا اندازِ بیاں، اس کی بے ساختگی اور دل ربائی، یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے سبقت لے جانے والا تو کیا حریف بھی پیدا نہیں ہوا............اس غیر فانی نام کی چمک میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ جوں جوں تعلیم بڑھتی جائے گی واردات قلب کے اس عجیب و غریب مجموعے یعنی "دیوان مرزا اسد اللہ" کی قدر دانی ترقی کرتی رہے گی" (۶۸)۔

پیارے لال شاکر میرٹھی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ انہوں نے "مرزا غالب دہلوی کی شاعرانہ عظمت" کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا جو سہ ماہی "ادیب" الہ آباد کے جولائی تا ستمبر ۱۹۱۲ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ یہاں اس مضمون کا حوالہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ شاکر میرٹھی نے غالب کی عظمت بیان کرتے ہوئے انہیں دہلی میں ذوق پر اور لکھنو میں آتش پر فوقیت دی ہے۔ اور ثبوت میں تقابلی اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ یہ تقابلی جائزہ بلاشبہ "غالب شناسی" کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ لکھتے ہیں:

"ذوق کے پختہ کار اور نازک خیال شاعر ہونے میں شبہ نہیں، لیکن غالبؔ کو وہ کسی طرح نہیں پہنچتے۔ انہوں نے جو سہرا غالبؔ کے سہرے کے جواب میں بایمائے بہادر شاہ لکھا اپنی جگہ بہت اچھا ہے لیکن انصاف پسند طبیعتیں اسے غالب کے سہرے پر کبھی ترجیح نہیں دے سکتیں۔ اس طرح غالبؔ اور ذوقؔ کی اکثر غزلیں ہم طرح ہیں اور ان کے دیکھنے سے دونوں کا فرق دریافت ہوسکتا ہے۔ ذوق کا مطلع ہے۔

ہزار لطف ہیں جو ہر ستم میں جاں کے لئے
ستم شریک ہوا کون آسماں کے لئے

شعر بہت اچھا ہے، لیکن قافیہ اور قریب قریب اسی مضمون کا شعر غالب نے نہایت نازک کہا ہے

نویدِ امن ہے بے دادِ دوست جاں کے لئے
رہی نہ طرزِ ستم کوئی آسماں کے لئے

ذوق

نہ دل رہا نہ جگر، دونوں جل کے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ میں کیا چشم خونفشاں کے لئے

غالب

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگانِ خونفشاں کے لئے

غالبؔ کے شعر میں ایک قسم کی جدت ہے اور ذوق نے بالکل معمولی طور پر ایک پامال مضمون کو نظم کردیا ہے۔

لکھنو کے استادوں میں آتش کا مرتبہ بہت بلند ہے اور صفائی کلام کے اعتبار سے وہ اپنے لکھنوی ہم عصر ناسخ سے بہت آگے ہیں۔ لیکن غالبؔ کی بات ان میں بھی نہیں۔ اصل یہ ہے کہ غالب چونکہ عامیانہ تقلید سے

قطعی تمنفر تھے، اس لیے ان کا ہر شعر جدت کا پہلو لیے ہوتا ہے اور یہ صفت کسی دوسرے شاعر کے کلام میں موجود نہیں۔ آتش کہتے ہیں:

جب اشتیاق لکھا ہے خونخوار یار کو
قاصد کا کشتہ آیا ہے خط کے جواب میں

اگر چہ اشتیاق کی تعریف خونخوار زیادہ موزوں نہیں، تا ہم شعر صاف ہے، لیکن غالب نے ''جواب'' کا قافیہ نرالا باندھا ہے۔ لکھتے ہیں:

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

اس شعر کا مضمون سادہ ہونے کے ساتھ ساتھ کس قدر بلیغ ہے۔ محبوب کی مزاج شناسی کی تمثیل اسی سے زیادہ دلچسپ ہو نہیں سکتی'' (۶۹)۔

عبدالماجد دریا آبادی کا شمار اُردو کے نامور لکھاریوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے غالب پر جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے مضامین ہیں جو اس عہد کے مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ زیرِ بحث ان کا ایک مضمون ''غالب کا فلسفہ'' کے عنوان سے ہے جو ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں انہوں نے غالب کی شاعرانہ فکر میں ''فنا'' کا رنگ بدرجہ اتم محسوس کیا ہے اور غالب کی اس فکر کو ایک برطانوی فلسفی کی فکر کے مماثل قرار دیا ہے۔ ساتھ ہی غالب کے اشعار اور خطوط سے حوالے دے کر اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''فنا کا رنگ غالب پر شروع سے غالب رہا۔ شوخیوں اور رنگینیوں کے درمیان غالب رہا، رندی اور آزاد مشربی کے باوجود غالب رہا، کہیں کہیں تو یہ لَے ہلکی ہے، دھیمے سروں میں کہتے ہیں:

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

لیکن اکثر یہ مستقبل کا صیغہ حال سے بدل گیا ہے اور صاف صاف کہنے لگے ہیں کہ یہ وجود اب بھی نابود ہے۔ اس کاروبار حیات کی مثل طلسمات نمود ہے، حقیقتاً معدوم اور صرف بظاہر موجود ہے۔ کہتے ہیں:۔

ہستی کے مت فریب میں آ جائیو اسدؔ
عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

برطانیہ میں ایک فلسفی عرصہ ہوا، برکلے کے نام سے گزرا ہے، وہ بھی کچھ ایسی ہی تعلیم دے گیا ہے.......... تلاش کیا جائے تو دیوان بھر میں شاید ہی مضمون سب سے زیادہ نکلے۔ خدا جانے کتنے مختلف طریقوں سے اسے پیش کیا ہے'' (۷۰)۔

اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں غالب پر تحقیقی نوعیت کا کام ہوا۔ اس ضمن میں مولانا ابوالکلام آزاد نے پہلی مرتبہ غالبؔ کے غیر مطبوعہ اور غیر مدون کلام کو منظرِ عام پر لاکر علمی وادبی دنیا کو غالب شناسی کے ایک نئے رُخ سے آشنا کیا۔ اور یہ روایت آگے چل کر غالب پر تحقیق کے نئے در وا کرتی ہے۔

مولانا آزاد نے ۱۹۱۴ء میں ''الہلال'' کی تین اور ''البلاغ'' کی ایک اشاعت میں مرزا غالب کا غیر مطبوعہ کلام شائع کیا۔ اس سلسلے کی پہلی قسط کے ساتھ ''الہلال'' میں ایک اداریہ بھی ''مرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام'' کے عنوان سے رقم کیا۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ غالب کے غیر مطبوعہ کلام کی جستجو کرنے اور دیوانِ غالب کا مکمل ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت کی طرف بھی ''الہلال'' کے اسی اداریے نے توجہ دلائی۔ مولانا لکھتے ہیں:

''آخری زمانے میں جس قدر کلام کہا گیا، وہ (دیوانِ غالب) کے نئے ایڈیشنوں میں داخل نہیں ہوا۔ جو ایڈیشن غدر سے پہلے دہلی میں چھپا تھا، اسی کی نقلیں چھپتی رہیں۔ بہ خلاف کلیات نظم فارسی کے جس کا پہلا ایڈیشن اور موجودہ ایڈیشن دونوں میرے پاس موجود ہیں، مگر دونوں کے قصائد وغزلیات وقطعات کی تعداد میں بڑا فرق ہے.......... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیات فارسی نظم کے ہر ایڈیشن میں نیا کلام شامل کردیا جاتا تھا، مگر افسوس کہ اُردو دیوان کی قسمت اس باری میں نارسا رہی، اور نیا کلام اس میں شامل ہوتا نہ رہا۔ اس کا ثبوت وہ معتدبہ غزلیں ہیں جو بعض حضرات کے پاس قلمی موجود ہیں اور مطبوعہ دیوان میں ان کا پتا نہیں'' (۷۱)۔

مولانا ابوالکلام آزاؔد آگے چل کر وضاحت کرتے ہوئے غالبؔ کے کچھ غیر مطبوعہ کلام کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، وہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''اس قسم کے غیر مطبوعہ کلام میں سے دو اُردو رباعیاں میں نے اس مطبوعہ نسخے کے حاشیے پر خود مرزا صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی ہیں، جو انہوں نے خواجہ فخر الحسن دہلوی مصنف ''سروشِ سخن'' کو دیا تھا اور دو قصیدے، دو قطعے، ایک قطعہ، تاریخ، تین غزلیں اُس قلمی نسخے میں ہیں جو نواب سعید الدین احمد خان طالبؔ، رئیس دہلوی کے پاس موجود ہے۔ اس مرتبہ دہلی میں وہ نسخہ میرے پاس رہا اور میں نے تمام غیر مطبوعہ کلام کی نقل لے لی'' (۷۲)۔

مولانا آزاؔد کی نگاہ میں مرزا غالب کی جو قدر و منزلت تھی، محولہ بالا مضمون میں اس کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ انتہائی درد و سوز سے لکھتے ہیں:

> ''مرزا غالبؔ نے عمر بھر بہادر شاہ ظفر کی لاحاصل مداحی کی تھی، اور وہ قصیدے، جو عرفی و نظیری کے قصاید کے مقابلے کا دم رکھتے ہیں، ایک ایسے مخاطب کے سامنے ضائع کیے تھے جس کے سر پر جہانگیر و شاہجہان کا تاج تو ضرور تھا، پر نہ تو عرفی و نظیری کی قدر شناسی کا ہاتھ تھا اور نہ کلیم کو زرِ خالص سے تلوا کر بخشش کرنے والا خزانہ............'' (۷۳)۔

مولانا ابوالکلام آزاؔد نے ''الہلال'' اور ''البلاغ'' کے شماروں میں مرزا غالب کا جو غیر مطبوعہ کلام شائع کیا ہے ان میں دو قصائد اور دو غزلیں شامل ہیں۔ ذیل میں اُن کے مطلعے درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ قصیدہ در مدح میکلوڈ بہادر:

کرتا ہے چرخ روز بصد گونہ احترام
فرمانروائے کشورِ پنجاب کو سلام (۷۴)

۲۔ غزل:

ممکن نہیں کہ بھول کے بھی آرمیدہ ہوں
میں دشتِ غم میں آہوئے صیاد دیدہ ہوں (۷۵)

۳۔ غزل وقطعہ:

شبِ وصال میں مونس گیا ہے بن تکیہ

ہوا ہے موجبِ آرامِ جان و تن تکیہ (۷۶)

۴۔ قصیدہ درتہنیتِ غسلِ صحت نواب یوسف علی خاں:

مرحبا سال فرخی آئیں

عید شوال و ماہ فروردیں (۷۷)

محولہ بالا غیر مطبوعہ کلام میں تیسرے نمبر پر جس غزل کا مطلع درج کیا گیا ہے، اسے مولوی عبدالحق نے بھی رسالہ ''اُردو'' میں شائع کیا تھا۔ ساتھ یہ نوٹ بھی دیا تھا:

''نواب احمد سعید خان طالبؔ فرماتے تھے کہ مرزا کی سب سے آخری غزل، جس کے چند ہی روز بعد وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے، یہ ہے۔ شبِ وصال میں ۔۔۔ الخ .... طالب مرحوم کی قلمی بیاض سے نقل کر کے ایڈیٹر ''الہلال'' نے اپنے اخبار میں شائع کیا، اور اس سے مطبع نظامی بدایون نے اپنے نسخہ دیوانِ غالب کے آخر میں شامل کر دیا ہے''(۷۸)۔

مولانا ابوالکلام آزادؔ کا یہ مقالہ اس وقت لکھا گیا جب غالبؔ کی شاعری اور ان کی زندگی کو کسی نے بھی تحقیق کا موضوع نہیں بنایا تھا۔ مولانا آزادؔ کے پیشِ نظر غالبؔ پر کوئی تحقیقی مقالہ لکھنا نہ تھا، بلکہ غالب کا جو غیر مطبوعہ کلام انہوں نے ''الہلال'' میں شائع کرنا تھا، اس کے لئے دیباچے کے طور پر یہ اداریہ لکھا گیا تھا۔

اُردو تنقید میں مولانا الطاف حسین حالیؔ کے بعد ایک رومانوی رجحان کا آغاز ہو گیا تھا۔ یہ رومانوی رجحان دراصل سرسیّد احمد خاں کی ادبی تحریک کا ردِعمل تھا۔ جس میں افادیت کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ حالیؔ نے اس افادی رجحان کی ترجمانی کرتے ہوئے کلامِ غالب پر تنقید کی تھی۔ لیکن اس کے بعد تنقید میں بعض ایسے لوگ آ گئے جنھوں نے افادی رجحان کی بجائے تنقید کے رومانوی رجحان کی طرف توجہ دی اور غالبؔ کا تنقیدی مطالعہ بھی اسی تناظر میں کیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کا نام سرِفہرست ہے۔ وہ اس رجحان کے سب سے بڑے علمبردار ہیں۔ اور

ان کی کتاب ''محاسنِ کلامِ غالب'' اس تنقیدی نقطۂ نظر کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔اس کتاب کے مندرجات پر جامع تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''بجنوری درحقیقت اس کتاب میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ غالب کا کلام انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہے اور اس کی بے شمار چھپی ہوئی حقیقتوں کی نقاب کشائی اس کا خاص میدان ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے غالب کا مقابلہ المانوی شاعر گوئٹے سے کیا ہے............اور لکھا ہے کہ غالب اور گوئٹے دونوں کی حیثیت انسانی تصور کی آخری حدود کا پتا دیتی ہے۔شاعری کا دونوں پر خاتمہ ہو گیا ہے''(۷۹)۔

بجنوری نے مطالعۂ غالب کے سلسلے میں اپنی تنقید کا آغاز ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

''ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، مقدس وید اور دیوانِ غالب۔لوح سے تمت تک مشکل سے سو صفحے ہیں لیکن کیا ہے، جو یہاں حاضر نہیں۔کون سا نغمہ ہے جو اس زندگی کے تاروں میں بیدار یا پوشیدہ نہیں ہے''(۸۰)۔

بجنوری نے بلاشبہ اس کتاب میں غالب کے شخصی اور تمام شعری پہلوؤں کا جائزہ لیا ہے۔اس جائزے میں زیادہ زور اس بات پر ہے کہ غالب زندگی کے شاعر ہیں اور انہوں نے زندگی کے مختلف پہلوؤں پر فکری گہرائی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔بجنوری کا مزاج چونکہ فلسفیانہ تھا اس لئے انہوں نے غالب کی شاعری کے فلسفیانہ پہلوؤں کو بڑے غور سے دیکھا ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے مغربی فلاسفروں اور مفکروں سے غالب کا موازنہ کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''غالب کا فلسفہ سپی نوزا (Spinoza)، ہیگل (Hegel)، برکلے (Berkly) اور فشٹے (Fishte) سے ملتا ہے............مسئلہ ارتقاء کے متعلق ایک عجیب بات یہ ہے کہ ڈارون (Darwin)، اسپنسر (Spencer)، رسل والس (watlace)، ہیگل (Hegel)، وائز مین (Weismann)، منڈل وغیرہ نے تقریباً ایک ہی وقت میں ایک دوسرے سے آزاد طور پر اس کا پتا لگایا۔میری رائے یہ ہے کہ ہر عہد کی روح العصر ہوتی ہے جس کو المانی (Zeitgist) کہتے ہیں۔ وہ

روح القدس کی طرح حسبِ ضرورت زمانہ انسان کو تعلیم دیتی ہے،
مرزا غالب نے بھی مسئلہء ارتقاء کو پہچانا ہے"(۸۱)۔

بجنوری نے ڈارون، برگساں، ہیگل، کانٹ اور بعض دوسرے مغربی فلسفیوں سے بھی غالب کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کے تنقیدی مطالعے کا یہ حصہ، جس میں ان فلسفیوں سے غالب کا مقابلہ کیا گیا ہے، بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس میں وہ معلومات کا خزانہ ہی فراہم نہیں کرتے بلکہ ان معلومات کو غالب کے فکر و فلسفہ کے ساتھ اس طرح ملاتے ہیں کہ اس کے خدوخال واضح ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ یہی بجنوری کا سب سے بڑا تنقیدی کارنامہ ہے۔ لیکن ڈاکٹر گیان چند نے "محاسنِ کلام غالب" پر تبصرہ کرتے ہوئے مغربی فلسفیوں کے غالب کے ساتھ موازنے کو بے جوڑ ربط کہا ہے۔ وہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"بجنوری نے غالب کے کلام کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ اس سے اُردو ادب کو ایک نیا مقام ملا، لیکن انہوں نے مغربی فلسفیوں اور مفکروں کو لے کر جو تمہیدیں درج کی ہیں، ان میں اور غالب کے کلام پر تبصرے میں میل نہیں۔ اس تبصرے سے مغربی مفکروں کے اقوال اور ان پر بجنوری کے مشاہدات کو الگ کر دیا جائے تو "محاسنِ کلام غالب" بہتر کتاب ہے"(۸۲)۔

غالب پر بجنوری کی یہ تحریر اولاً "نسخہ حمیدیہ" کے مقدمے کیلئے لکھی گئی تھی، بعد ازاں اسے ۱۹۲۱ء میں کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ بجنوری نے غالب کی شاعری کے انسانی اور تہذیبی پہلوؤں پر خاص طور پر توجہ کی ہے۔ اور ان کی شاعری میں ایسی صحت مند قدروں کو تلاش کیا ہے جو فرد اور معاشرہ، دونوں کے لئے خصوصیت کے ساتھ اہمیت رکھتی ہیں۔ ان پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے غالب کے تصوف کو اپنے پیش نظر رکھا ہے، اس کا عالمانہ تجزیہ کیا ہے اور یہ نتائج نکالے ہیں کہ غالب کی تصوف سے دلچسپی درحقیقت انسانی زندگی کو سمجھنے اور اس کو برتنے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ یہاں بھی بجنوری نے غالب کو ایک فلسفی ثابت کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"خالق غالب کے دل کا ایک آئینہ ہے، جس میں مظہر الٰہی اور مناظرِ قدرت کا جلوہ موجود ہے۔ اس کی زبان ترجمانِ حقیقت ہے۔ اس کے پرکارِ تخیل کا دائرہ امکان سے ہم کنار ہے۔ عالمِ کون و فساد میں ایک

ذرے کی جنبش بھی، اس کے حلقہء غور سے باہر ہے۔ غالبؔ فلسفی ہیں جو شاعری کا جامہ زیب تن کیے ہوئے ہیں" (۸۳)۔

جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے، بجنوری کا مزاج تنقید کی رومانیت پسندی کی طرف مائل تھا۔ چنانچہ اس رومانیت پسندی نے غالب کی شاعری اور شخصیت کے بعض نئے گوشے ان کی آنکھوں کے سامنے بے نقاب کیے ہیں۔ ایسا اس لئے ممکن ہوا کہ غالب میں خود بھی ایک حد تک رومانوی شاعر چھپا بیٹھا تھا جسے سمجھنے کے لئے ایک رومانوی مزاج نقاد کی ضرورت تھی۔ بجنوری کا تخیل کلام غالب کے بعض بالکل نئے پہلوؤں تک پہنچتا ہے اور اس نے بعض ایسے نکتوں تک رسائی حاصل کی ہے، جن تک کسی اور نقاد کا پہنچنا شاید مشکل تھا۔ مثلاً ایک جگہ غالب کے بارے میں ایک پتے کی بات انہوں نے کہی ہے کہ غالب کو مناظرِ فطرت سے کہیں زیادہ شہروں کے پر شور ہنگاموں سے لگاؤ تھا۔ لکھتے ہیں:

"غالب کے مشاہدات کنارِ دریا، دامنِ کوہ، لبِ جو سے بہت کم متعلق ہیں۔ مرزا کا جی لبِ دریا، خاموش مرغزاروں سے زیادہ شہروں کے پر شور کوچوں میں لگتا ہے۔ جہاں زندگی شعاعِ منتشر کی طرح ہفت رنگ جلوہ دکھاتی ہے" (۸۴)۔

اس ضمن میں بجنوریؔ دراصل یہ کہنا چاہتے ہیں کہ غالب ایک تہذیبی روایت کی پیداوار تھے اور یہ تہذیبی روایت شہر کے ایوانوں اور شبستانوں ہی میں جلوہ نما نظر آتی ہے۔ غالب نے اس کی صحیح مصوری کی ہے۔

اس زمانے میں پہلے حالیؔ اور پھر بجنوریؔ نے غالبؔ کے تنقیدی مطالعے کا ایک اچھوتا ماحول پیدا کر دیا جس کے نتیجے میں غالب کی شخصیت اور شاعری کو مختلف پہلوؤں سے سمجھنے کی ایک فضا پیدا ہوئی۔ یعنی غالب کے تنقیدی مطالعے کی طرف جیسی توجہ ہونی چاہیے تھی، وہ ان کے اپنے زمانے میں نہیں کی گئی تھی۔ اس خلا کو حالیؔ اور بجنوریؔ نے پُر کیا۔ لیکن ان دونوں نقادوں نے جس انداز میں غالبؔ کی شخصیت اور شاعری کا تنقیدی جائزہ لیا اس کا ردِ عمل بھی ہوا۔ اور بعض مغربی تعلیم یافتہ ایسے بھی سامنے آئے جنہوں نے مغربی اصولِ تنقید کی روشنی میں ان کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سید عبداللطیف کا نام سرِ فہرست ہے۔ غالب پر ان کی مختصر سی کتاب "غالب" کے عنوان سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب پہلے انگریزی میں اور پھر بہت جلد اُردو میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر لطیف نے اپنی کتاب میں حالیؔ اور بجنوریؔ کی تنقید کا ذکر

کر کے مطالعہ، غالب کی طرف توجہ کی ہے اس سلسلے میں انہوں نے کلامِ غالب کے تاریخی پس منظر، غالب کے مطالعے کے بنیادی مسائل، غالب کے نظریہ، حیات، غالب کی شاعرانہ عظمت اور غالب کی شاعری کے ایسے ہی کچھ اور اہم موضوعات کا بہت اچھا جائزہ لیا ہے۔

ڈاکٹر لطیف نے غالب کی نجی زندگی، ان کے معاشرتی اور تہذیبی ماحول اور اس زمانے کے مختلف حالات و واقعات کو خاص طور پر اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس طرح ان کا یہ تنقیدی جائزہ سماجی اور عمرانی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر لطیف نے کلامِ غالب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان کی نگاہ میں پہلے دو حصوں میں شامل غالب کا وہ کلام ہے، جو یا تو محض غالب کی ذہنی مشق کا نتیجہ ہے یا پھر وہ اشعار ہیں جو ان کے ذہن کے لئے نیم محسوس تھے، لیکن جہاں تک کلامِ غالب کے تیسرے حصے کا تعلق ہے تو ڈاکٹر لطیف کے نزدیک اس حصے میں ایسے اشعار ہیں، جن میں شاعر کے تجربے مکمل ہیں اور وہ پوری طرح محسوس کر کے بعض موضوعات کو پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''تیسرے حصے کے اشعار ایسے احساسات سے بھرپور ہیں جن کو شاعر نے پوری طرح سے محسوس کیا ہے اور جن پر ایسا گہرا شخصی اثر چھایا ہوا ہے کہ شاعر ان کو کسی پر تکلف صنعت گری سے پابہ جولاں نہیں کرتا۔

دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
پھر ترا وقتِ سفر یاد آیا

O

پہلے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہیں آتی

O

تھی وہ اک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہاں

O

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالبؔ
تم کو بے مہریٔ یارانِ وطن یاد نہیں

O

سنبھلنے دے مجھے اے نا اُمیدی کیا قیامت ہے
که دامانِ خیالِ یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

O

نینداس کی ہے دماغ اُس کا ہے راتیں اُس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشان ہو گئیں

O

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

O

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اُٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی

O

عمر بھر کا تُو نے پیمانِ وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہیں ہے پائیداری ہائے ہائے

O

یہی وہ کلام ہے جس پر خالص وجدانی شاعری کا اطلاق ہوسکتا ہے، کیوں کہ زبان کے قالب میں جو شاعرانہ تجربہ جھلک رہا ہے اس کو حقیقی طور پر شاعر نے محسوس کیا ہے۔ پہلے حصے کی طرح اس پر نہ تو عقلی رنگ چھایا ہوا ہے اور نہ دوسرے حصہ کلام کی طرح خیال آرائی کا رنگ غالب ہے۔" (۸۵)

ڈاکٹر عبداللطیف نے کلامِ غالب کے ان تینوں پہلوؤں کو تنقیدی عمل کے سلسلے میں اپنے پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس کے بعد انھوں نے غالب کی شاعری کے فلسفیانہ پہلو پر بحث کی ہے اور بعض الفاظ کو نقل کر کے ایسے تنقیدی خیالات کا اظہار کیا ہے جس سے غالب شناسی کی روایت مستحکم ہوتی نظر آتی ہے۔

ڈاکٹر لطیف نے جہاں غالب کی شاعری کو سراہا ہے وہاں انھوں نے کلامِ غالب پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غالب نے عظمت کبھی حاصل نہیں کی (۸۶)۔............ بحیثیت مجموعی انھوں نے اپنی مختصر سی کتاب میں غالب اور کلامِ غالب کے بارے میں ایسی بہت سی

حقیقتوں کو سامنے لا کھڑا کیا ہے جس سے ان کی دقت نظری کا ثبوت ملتا ہے۔ڈاکٹر عبادت بریلوی کے خیال کے مطابق:

> ''اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ڈاکٹر عبداللطیف نے جو مختصری کتاب غالب کے بارے میں لکھی ہے، وہ ان کی دقتِ نظر پر دلالت کرتی ہے اور اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شعر و شاعری کو سمجھنے کا گہرا شعور رکھتے ہیں اور اس کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھ کر اپنے شاعروں کا جائزہ لینے کی صلاحیت ان کے اندر بدرجہء اتم موجود ہے''(۸۷)۔

مرزا غالبؔ پر جو مضامین لکھے گئے ان میں اس عہد کے ایک مضمون کا حوالہ غالب شناسی کی اہم کڑی ہے۔یہ مضمون ''غالب کا فلسفہ'' کے عنوان سے ہے۔جسے سید ہاشمی فرید آبادی نے رقم کیا اور یہ اکتوبر ۱۹۲۵ء کے ماہنامہ ''اُردو'' (اورنگ آباد) میں پہلی مرتبہ شائع ہوا۔مضمون کی ابتداء میں مضمون نگار نے غالب کی گھریلو زندگی اور خاندانی حالات کا جائزہ لیا ہے۔اس کے بعد انہوں نے نسخہء حمیدیہ میں سے بعض اشعار کا حوالہ دے کر غالب کے شعری فلسفے پر بحث کی ہے۔لیکن اس بحث سے قبل ابتداً لکھتے ہیں:

> ''یہاں ہمیں کلامِ غالب کی خصوصیات پر بحث کرنی نہیں ہے۔بہترین اہلِ قلم یہ خدمت انجام دے چکے ہیں اور ''یادگارِ غالب'' میں اگر جس اعتقاد اور غالبؔ پرستی کے عنصر کی یا اسے مغربی شاعری سے ٹکران کی کمی رہ گئی تھی تو اسے ڈاکٹر بجنوری مرحوم کے لاجواب مضمون نے پورا کر دیا ہے ہم اس موقع پر ایک مختصر تمہید کے بعد صرف ''فلسفہء غالب'' کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔یعنی غالب کے اُردو دیوان کی روز افزوں قبولیت دیکھ کر ہمیں اس بات پر غور کرنے کا خیال آیا کہ غالب کی تعلیم کیا ہے؟ اور کس قسم کے خیالات ہیں جنہیں شاعر اپنے سامعین کے دلنشیں کرنا چاہتا ہے۔''(۸۸)

سید ہاشمی نے کلامِ غالب میں سے بعض غزلوں اور قصیدوں کے اشعار نقل کیے ہیں اور انہیں غالب کے فلسفیانہ کلام قرار دیتے ہوئے انسانی زندگی کا ایک دلچسپ اور عبرت آموز خطبہ قرار دیا ہے۔لکھتے ہیں:

''اکثر اشعار مسائلِ زندگی پر ان کے افکار و آرا کا ایک جامہ، خوشنما ہیں۔
ابتدائی کلام سے اس قسم کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

غزل نمبر۱

شکوہ و شکر کو ثمر بیم و امید کا سمجھ
خانہ آگہی خراب، دل نہ سمجھ بلا سمجھ

غزل نمبر۲

قطع سفر ہستی و آرام فنا ہیچ
رفتار نہیں بیشتر از لغزشِ پا ہیچ

اسی طرح اس قصدے کی تشبیب:

توڑے ہے عجز تنک حوصلہ بر روئے زمیں
سجدہ تمثال وہ آئینہ کہیں جس کو ''جبیں''

اور یہ پورا قصیدہ:

جو نہ نقدِ داغ دل کی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہاں ہے بکمینِ بے زبانی

جو پہلی مرتبہ بحالت اصلی نسخہ حمیدیہ میں چھپے (صفحہ ۳۰۱، ۳۰۷) فلسفیانہ کلام کا نمونہ ہیں اور انہیں پڑھنے میں بعض وقت معلوم ہوتا ہے کہ گویا شاعر الفاظ کے راگ میں انسانی زندگی پر ایک دلچسپ و عبرت آموز خطبہ گا رہا ہے۔

یہی فلسفیت غالب کی قبولیت کا راز ہے۔ فارسی میں بلند رتبہ فلسفیانہ کلام کے بہت سے نمونے موجود ہیں لیکن ہندوستان کے جدید تعلیم یافتہ جن کی نگاہ سے فارسی ادب محجوب ہوتا جاتا ہے، اُردو زبان میں کلامِ غالب کو نادر و مغتنم شے پاتے ہیں۔ سوقیانہ اور فرسودہ مضامین عاشقی کی بجائے انہیں جابجا مشرقی تغزل کے لباس میں ایسے بلند اور حکیمانہ خیالات نظر آتے ہیں جس سے دماغ میں جودت و تازگی اور تخیل میں رفعت اور پرواز کی قوت پیدا ہوتی ہے'' (۸۹)۔

غالب پر تصنیف نگار نقادوں میں حالؔی، بجنوریؔ اور ڈاکٹر لطیفؔ کا ذکر ہو چکا ہے۔ ان کی تنقیدوں سے غالب کے تنقیدی مطالعے کا ایک ماحول پیدا ہوا اور کئی اہم نقاد اُردو تنقید میں ایسے سامنے آئے جنہوں نے غالبؔ کی شاعری اور ان کے فن کے اہم پہلوؤں کو نئے تنقیدی زاویوں سے دیکھا۔ ان میں شیخ محمد اکرام بطور خاص شامل ہیں۔ غالب پر ان کی معروف تصنیف ''غالب نامہ'' ہے جو ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب اگرچہ مکمل طور پر تنقیدی نہیں ہے لیکن اس میں جگہ جگہ تنقید کے بعض اچھے نمونے نظر آتے ہیں۔ اکرام کا رجحان اس کتاب میں تحقیق کی طرف بھی دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب میں انہوں نے تحقیق اور تنقید دونوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے اس اندازِ تنقید سے غالبؔ کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کتاب کا وہ حصہ جو غالب کے سوانح پر مشتمل تھا اور بعد میں الگ سے ''آثارِ غالب'' اور ''حیاتِ غالب'' کے عنوانات سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ غالب کے حالاتِ زندگی کو سمجھنے میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند ایک جگہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یادگارِ غالب'' کے بعد شیخ محمد اکرام کی ''آثارِ غالب'' ایسی کتاب ہے جو سوانح کی تحقیق کے لئے بھی اہم ہے اور تصانیف کی تنقید کے لئے بھی۔ اس میں بڑا توازن پایا جاتا ہے۔ اکرامؔ نے غالب کی ادبی زندگی کے پانچ دور قرار دیے، جن میں سے تیسرا دور فارسی کا اور پانچواں دور اُردو خطوط کا ہے۔ ان تمام ادوار کی تخلیقات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس طرح غالب کا ذہنی ارتقاء بھی سامنے آ گیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے غالب کی شاعری پر عام تبصرہ کیا، جو کتاب کا سب سے اہم حصہ ہے اس میں غالب کی عشقیہ شاعری غالب کے فلسفے اور غالب کے مذہب پر گہری نظر ڈالی ہے'' (۹۰)۔

اکرامؔ نے غالبؔ کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے حسنِ تغزل اور عشقیہ کیفیات پر اچھی بحث کی ہے۔ وہ غالب کو نفسیاتِ محبت کا شاعر تصور کرتے ہیں۔ اور اس نفسیاتِ محبت میں جو مقامات آتے ہیں، ان کو سامنے رکھ کر غالب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے غالب کی نجی زندگی اور ذاتی معاملات کا بھی جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔ اس سے ان کے بنیادی نقطۂ نظر اور اندازِ تنقید، دونوں کی وضاحت ہوئی ہے۔ دراصل وہ اس پس منظر میں غالب

کی شاعری اور ان کے بنیادی خدوخال کو دیکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے سامنے بعض ایسی تصویریں آتی ہیں جو غالب کے بعض دوسرے نقادوں کے سامنے نہیں آتیں۔ مثلاً وہ غالب کے جذبہء عشق اور حسن پرستی پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''صحت مند محبت نہ وفور جذبات ہے نہ فقط دل لگی، بلکہ ان میں دونوں چیزیں ہوتی ہیں، غالب کی سلیم الخیالی کی داد دینی پڑتی ہے کہ ان کی محبت میں دونوں اجزاء موجود ہیں۔ روایتی طرز کی رومانی شاعری بھی ہے اور محبت کو ایک سمجھنے کے حق میں جو موثر اظہار خیال انہوں نے حاتم علی مہر کے خط میں کیا ہے، اس کی مثال بھی اُردو ادب میں نہیں ملتی لیکن ہمارا خیال ہے کہ ان کا بنیادی نقطہء نظر رومانی تھا اور دل لگی کے مضامین ان کے کلام میں اسی لیے آتے ہیں کہ ان کے متوازن تحت الشعور کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وفور جذبات سے حُسنِ تناسب جاتا رہے'' (۹۱)۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ اکرام نے غالب کی شاعری کو نفسیاتی پس منظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اکرام کا رجحان تنقید کے نفسیاتی دبستان کی طرف ہے اور انہوں نے غالب کی عشقیہ شاعری کو دیکھتے ہوئے اسی زاویہء نظر کو اپنے سامنے رکھا ہے۔

اکرام نے اس کتاب میں اُردو، فارسی کے مشاہیر یعنی میر، سودا، مومن، خسرو، فیضی اور اقبال سے غالب کا موازنہ کیا ہے اور ان میں اشتراک و اختلاف کے عناصر بھی تلاش کیے ہیں۔ اسی طرح مغربی شعراء سے بھی غالب کا موازنہ کیا ہے، مثلاً ایک جگہ شیکسپئر کی نسبت لکھتے ہیں:

''سروالٹر رالے نے شیکسپئر کے بارے میں لکھا ہے: ''وہ ایک نایاب ترین انسان تھا، یعنی ایک پورا انسان''۔ شیکسپئر کی نسبت تو یہ رائے اس کی کتابوں کے مطالعہ پر مبنی ہے۔ لیکن جن گوناں گوں تجربوں سے مرزا کو واسطہ پڑا تھا، اگر ان کا شیکسپئر کے حالات سے مقابلہ کریں تو مرزا کا پلہ شیکسپئر سے ہلکا نہیں رہے گا'' (۹۲)۔

شیخ اکرام نے غالب کے کلام کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس میں پہلا حصہ جو اکرام کے نزدیک سب سے اہم ہے وہ غالب کی جدت طرازی ہے یہ وہ خصوصیت ہے جس کے پیشِ نظر غالب تمام اُردو شعراء میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ وہ کلامِ غالب کے اس پہلو پر تبصرہ کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

"کلامِ غالب تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ ان اشعار پر مشتمل ہو سکتا ہے، جو رسمی طرز میں علانیہ ذہنی مشق کا نتیجہ ہیں۔ یہی وہ بلند پروازیاں ہیں، جو غزل گوئی کا میدان جیتنے کی خاطر شاعر نے دکھائیں اور جن کا ذکر حالی نے "یادگارِ غالب" میں کیا ہے۔ یہاں شاعر غزل گوئی کے وہی پرانے ڈگر سے گزرتا نظر آتا ہے۔ وہ کبھی پھبتیاں اڑانے میں مصروف ہے، تو کبھی عاشق کی روپ میں بلوہ گر ہے، کبھی صوفی بنتا ہے اور کبھی فلسفی۔ غرض کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ۔ لیکن چونکہ وہ جدت طرازی پر تلا ہوا ہے اس لئے اپنے ہر رسمی پہلوئے سخن پر عقلی قبا اوڑھا دیتا ہے" (۹۳)۔

"غالب نامہ" شیخ اکرام کی جامع کتاب ہے جو آگے چل کر تین کتابوں میں تقسیم ہو کر الگ الگ عنوانات سے شائع ہوئی اس سلسلے میں خود ان کا بیان ہے:

"ہماری سعی کا ماحصل تین گلدستوں میں مرتب ہوا ہے۔ ایک جو اصل چیز ہے، غالب کے اُردو فارسی کلام کا انتخاب ہے۔ تاریخی ترتیب سے یہ "ارمغانِ غالب" کے نام سے ہدیہء اربابِ ذوق ہوا تھا۔ دوسری پیش نظر کتاب ہے "حیاتِ غالب"۔ تیسرا حصہ تنقیدی ہے۔ جس میں اس مرتبہ طویل اضافے کیے گئے ہیں۔ اور غالب کے فلسفہ اور "دید و دانش" پر زیادہ توجہ کی بناء پر اسے "حکیمِ فرزانہ" کا نام دیا گیا ہے۔ تینوں کتابوں کا مجموعہ "غالب نامہ" ہے" (۹۴)۔

بحیثیت مجموعی، شیخ اکرام نے غالب پر بہت اچھا تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ جو تنقیدی خیالات غالب کی شخصیت اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر ظاہر کیے ہیں، وہ مطالعہء غالب کے سلسلے میں بعض نئے راستوں کو بناتے اور نئی منزلوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

شیخ اکرام کے ساتھ ساتھ اس زمانے میں ایسے اہلِ قلم نے بھی غالب پر تنقیدی نوعیت کے مضامین لکھے تھے جن کا میدان بنیادی طور پر تنقید ہی تھا۔ ان میں پروفیسر رشید احمد صدیقی، پروفیسر آلِ احمد سرور، پروفیسر حمید احمد خان، پروفیسر کلیم الدین احمد، پروفیسر احتشام حسین،

خورشید الاسلام، ممتاز حسین، محمد حسن اور آفتاب احمد خان کے نام سر فہرست ہیں۔ ان لکھنے والوں نے اپنے اپنے زاویہ نظر سے غالب کا تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔ لیکن مجموعہ طور پر ان سب نے غالب کے تنقیدی مطالعے کو بہت آگے بڑھایا ہے اور اس میں نئے امکانات کو تلاش کیا ہے۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے غالب پر کئی ایک مضامین قلمبند کیے ہیں۔ جن میں ان کا مخصوص تنقیدی اسلوب ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے۔ رشید صاحب کے ہاں تنقید کے تاثراتی، تاریخی اور تہذیبی رجحانات کا ایک نہایت ہی حسین امتزاج موجود ہے۔ غالب کے مطالعے میں بھی ان کا یہی انداز تنقید اپنی جھلک دکھاتا ہے۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مجھ سے اگر پوچھا جائے کہ ہندوستان کو مغلیہ سلطنت نے کیا دیا ہے تو میں بے تکلف یہ تین نام لوں گا۔ غالب، اُردو اور تاج محل۔ یہ ہندوستان کی تہذیبی پیداوار ہیں اور ہندوستان کے سوا کہیں اور ظہور نہیں پا سکتے تھے۔ ان تینوں میں ہندوستان کے صوری اور معنوی امتیازات جھلکتے ہیں'' (۹۵)۔

رشید احمد صدیقی کے اس بیان میں تاثراتی انداز بھی ہے اور تاریخی اور تہذیبی شعور بھی۔ انہوں نے اپنے ان چند جملوں میں غالبؔ کو ایک تہذیب کا ترجمان اور ایک تہذیب کی جمالیاتی اقدار کا عکاس ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے مخصوص تنقیدی اسلوب سے اس کو پوری طرح ثابت کر دکھایا ہے۔

رشید احمد صدیقی نے اگرچہ غالب پر کم لکھا ہے لیکن جتنا لکھا ہے اس سے ان کی غالب شناسی کا حق ادا ہوتا نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمٰن کے مطابق رشید احمد صدیقی کا نام غالب کے ساتھ اس طرح جڑا ہوا ہے جیسے سورج کے ساتھ اس کی تمازت اور روشنی (۹۶)۔

مئی ۱۹۵۵ء میں آل انڈیا ریڈیو سے غالب کی انشا پردازی پر ان کا ایک مضمون نشر ہوا جس میں کہتے ہیں:

''غالب کی نثری تحریریں دو طرح کی ہیں ایک مرصع و مقفّٰی جس میں انہوں نے تقریظیں لکھی ہیں۔ یہ بہت کم ہیں۔ دوسری فطری، پُر خلوص، شائستہ اور شگفتہ جس میں انہوں نے خطوط لکھے ہیں۔ پہلی قسم کے اعتبار سے وہ

> صاحب طرز نہیں ہیں، دوسری کے اعتبار سے یقیناً ہیں۔ پہلی میں انہوں نے رسم پوری کی ہے۔ دوسری میں حق ادا کیا ہے، فن کا، زندگی کا، اپنا، ہم سب کا" (۹۷)۔

اسی طرح غالب کی طنز و ظرافت کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اُردو شعر و ادب ہی نہیں بلکہ طنز و ظرافت کی محفل میں بھی غالبؔ اس طرح داخل ہوئے ہیں جیسے فلمی گانوں کے درمیان پکے گانے کا کوئی استاد وارد ہو جائے (۹۸)۔

رشید احمد صدیقی کی کتاب "غزل، غالب اور حسرت" کا ذکر یہاں اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ یہ کتاب جہاں صدیقی صاحب کے اُردو غزل کے اساسی خدوخال اور تہذیبی تشخص کا مرقع ہے وہاں غالب شناسی کی روایت میں ایک اہم اور مستحکم قدم کی نشاندہی ہے۔ کتاب تین مفصل مضامین (۱) جدید غزل (۲) غالب کی شاعری (۳) حسرت اور ان کی شاعری، پر مشتمل ہے۔ دوسرے مضمون میں غالب کے شخصی، نفسیاتی اور فنی خصائص پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ رشید احمد صدیقی کے اس بیان سے ان کا نقطۂ نظر واضح ہو جاتا ہے:

> "غالبؔ پر سوچیے تو ان کا کلام اور ان کے کلام پر غور کیجئے تو غالب بن بلائے سامنے آجاتے ہیں۔ اچھے شاعر اور ان کے کلام کا حال کچھ اس طرح ہوتا ہے لیکن یہ میرے طرزِ فکر کا بھی قصور ہو سکتا ہے۔ جس طرح پیکر تراشی شعراء کا بہت بڑا ہنر ہے اس طرح شاعری میں شخص کو تلاش کرنا میری بڑی کمزوری ہے اسے آپ معاف فرمائیں یا نہیں مجھے معذور ضرور سمجھیں۔" (۹۹)

مندرجہ بالا اقتباس میں صدیقی صاحب نے جس بات کو اپنی معذوری قرار دیا ہے وہی تو اصل کلید ہے غالب کی شاعری کے ایوان میں داخل ہونے کی۔ گویا یہ بھی انہوں نے طنز کیا ہے ان نقادوں پر جو غالب کو صرف اس کی تراکیب اور تلمیحات میں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ صدیقی صاحب نے غالب کی شاعری کو ان کی شخصیت کے بے بہا اور گوناگوں پہلوؤں کے حوالے سے دریافت کرنے کو اصل معیار قرار دیا ہے۔ اس طرح غالب محض ایک شخص نہیں رہتا بلکہ ایک پوری تہذیب بن جاتا ہے۔ صدیقی صاحب کے نزدیک کلامِ غالب کی وسعتوں اور متنوع جہتوں سے روشناس ہونے کا یہی معتبر ذریعہ ہے۔ جس کی بدولت قارئین کو غالب کی حیثیت ایک جیتے جاگتے استعارے جیسی لگتی ہے۔

رشید احمد صدیقی کے ساتھ ساتھ پروفیسر آل احمد سرور کا ذکر بھی غالب شناسی کے حوالے سے اہمیت کا حامل ہوگا۔ اگرچہ سرور پر رشید کے اسلوب اور اندازِ تنقید دونوں کے اثرات موجود ہیں، لیکن سرور کے ہاں زیادہ باقاعدگی اور غالبیات میں زیادہ گہرائی کا پتا چلتا ہے۔ پروفیسر آل احمد سرور، اُردو کے ایک ایسے نقاد ہیں جو تنقید میں رعنائی پیدا کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ غالب پر جو تنقید انہوں نے لکھی ہے اس میں بھی اس رعنائی کے عناصر نمایاں نظر آتے ہیں۔

غالب پر سرور کی مرتبہ دو کتابیں، ''عرفانِ غالب'' اور ''عکس غالب'' ۱۹۷۳ء میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی جانب سے شائع ہوئیں۔ ۱۹۸۱ء میں انہیں صدر جمہوریہ ہند کے ہاتھوں ''مودی غالب انعام برائے اُردو نثر'' مل چکا ہے۔ انہوں نے غالب کے کچھ اشعار کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔

غالب پر سرور صاحب کا پہلا مضمون ۱۹۴۱ء کا لکھا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں کم و بیش ۳۱ مضامین مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان مضامین میں ''غالب کی عظمت''، ''جدید غزل گو غالب''، ''غالب کا ذہنی ارتقاء''، ''غالب کی شخصیت''، ''ظرافت اور غالب''، ''غالب اور جدید ذہن''، ''غالب کا تنقیدی شعور'' اور ''غالب کی شاعری کی معنویت'' قابلِ ذکر ہیں۔ وہ اپنے ایک مضمون میں غالب کی اُردو، فارسی نظم و نثر کے بارے میں مجموعی تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''غالب نے اُردو شاعری کو نیا رنگ و آہنگ دیا۔ مگر اُردو نثر کو انہوں نے ایک معنی میں نئی زندگی دی۔ غالب اگرچہ فارسی شاعری کو اپنی اُردو شاعری سے اور فارسی نثر کو اُردو نثر سے بہتر کہتے رہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کو اُردو نثر کی اہمیت فارسی نثر سے زیادہ ہے۔ فارسی میں وہ ایک صاحب طرز انشاء پرداز اور کہنہ مشق استاد ہیں۔ مگر اُردو میں وہ جدید نثر کے بانی اور مکتوب نویسی کے رونما ہیں۔ غالب کی انفرادیت خطوں میں نئی شان سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ ان کی سادگی، بے ساختگی، دلچسپی اور ظرافت پر بھی زور دیا جاتا رہا ہے مگر سب سے زیادہ اہم ان خطوط کی بیباک صداقت ہے''(۱۰۰)۔

اس اقتباس سے سرور صاحب کے اندازِ تنقید کی پوری طرح وضاحت ہو جاتی ہے۔ ان کی تنقید میں تجزیے کا عنصر غالب ہے اور تجزیہ کرتے ہوئے ان کی نظر ان عوامل اور محرکات کی تہہ تک پہنچتی ہے، جو

غالب کی شخصیت اور شاعری کو بنانے میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ سرور کی تنقید میں کہیں کہیں تحقیق کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ اس خصوصیت کے باعث ان کا تنقیدی شعور حق وصداقت کی بلندیوں کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ اپنے ایک مضمون میں غالب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غالب کے ہاں تخیل کی بے اعتدالیاں شروع سے ملتی ہیں۔ مگر جلد وہ ان سے خبردار ہو جاتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی عمر کے آخری دس سال میں شعر بہت کم کہے۔ ان کی شاعری کا چشمہ خشک ہونے لگا تو وہ اس رمز سے آگاہ ہو گئے کہ دنیا میں کوئی چیز اتنی مضحکہ خیز نہیں جتنی بڑھاپے کی غزلیں، ڈرائڈن کی طرح غالب نے بھی آخر عمر میں نثر کی طرف زیادہ توجہ کی اور شعری پیکروں کے بجائے مرقع نگاری کی، غالب کے ان سادہ نقوش میں نثر کی روشنی اور وضاحت ہے مگر شعر کی دل نشینی اور تاثیر بھی، ان کی ظرافت نے ان کے پھوڑے پھنسیوں کو بھی ''سرو چراغاں'' بنا دیا''(۱۰۱)۔

سرور کی مرتبہ دو کتابوں ''عرفان غالب'' اور ''عکس غالب'' میں اوّل الذکر مختلف اہل قلم کے مضامین کا مجموعہ ہے جبکہ ''عکسِ غالب'' منتخب خطوطِ غالب کا مجموعہ ہے۔ یہ انتخاب ۱۹۷۳ء میں مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے شائع ہوا۔ یہ ایک ایسا انتخاب ہے جس سے نہ صرف غالب کی شخصیت اور ان کی شاعری کا بلکہ ان کے آس پاس کے ماحول اور ان کے مشاغل کا بھی علم ہوتا ہے۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں سرور نے لکھا ہے:

''اس مجموعے میں نوادر پر توجہ نہیں ہے بلکہ خطوط کی ادبی اہمیت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ادبی اہمیت میں بھی ''ادبی خطوط'' مرتبہ عسکری کی خالص فنی بحثوں کے بجائے غالب کی باغ و بہار نثر اور مراسلے میں مکالمے کی شان پیش نظر رہی ہے''(۱۰۲)۔

سرور نے ''عکسِ غالب'' میں ۳۹، افراد کے نام غالب کے ۱۵۶ خطوط شامل کیے ہیں۔ مولانا غلام رسول مہر کے مرتبہ ''خطوط غالب'' (مطبوعہ ۱۹۶۹ء) کو بنیاد بنا کر انہوں نے ایک گوشوارہ تیار کیا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ کس مکتوب الیہ کے نام غالب کے موجود کل کتنے خطوط میں سے انہوں نے کتنے خط منتخب کیے ہیں۔ نمونہ اس طرح ہے:

	مکتوب الیہ	خطوں کی تعداد جو "عکسِ غالب" میں منتخب ہوئے	مکتوب الیہ کے نام غالب کے خطوط کی مجموعی تعداد
۱۔	نواب امین الدین احمد خاں	۲	۷
۲۔	علاؤالدین احمد خاں علائی	۱۰	۵۷
۳۔	نواب ضیاء الدین احمد خاں نیّر	۱	۱
۴۔	مرزا شہاب الدین خاں ثاقب	۲	۱۰
۵۔	قربان علی بیگ خاں سالک	۱	۲
۶۔	منشی ہرگوپال تفتہ	۲۹	۱۲۳

سرور نے خطوطِ غالب کے اتنے بڑے ذخیرے میں سے صرف ڈیڑھ سو خطوط کو منتخب کیا ہے۔ صرف اس لیے کہ ان کے نزدیک غالب نے اپنی شخصیت کی جس طرح نگہداشت کی اور جس طرح اندر کی شمع میں چراغاں کی سی کیفیت پیدا کردی، اس کا مطالعہ ان کے منتخب خطوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ وہ ان خطوں کی قدر و قیمت کا تعین کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

> "غالب کے ان خطوط سے دراصل جدید نثر کا آغاز ہوتا ہے۔ اگر سرسید "آثار الصنادید" دس سال بعد لکھتے تو انہیں اپنے مواد کو صہبائی سے مروجہ طرز میں لکھوانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ ان خطوط کے اثر سے سرسید اور حالی کی سلامتی طبع کو اپنی منزل تک پہنچنے میں مدد ملی۔ اُردو نثر کی تاریخ میں ان خطوط کا درجہ بہت بلند ہے اور جہاں تک مکتوب نگاری کا تعلق ہے، بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ خواہ وہ شبلی ہوں یا ابوالکلام، غالب کے خطوں کا اب تک جواب نہ ہوسکا" (۱۰۳)۔

سرور کے اس انتخاب سے جہاں غالب کی شخصیت کے بے شمار گوشے منور ہوتے ہیں وہاں خود سرور کے تنقیدی اور تحقیقی شعور سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ "عکسِ غالب" میں خطوط کا انتخاب ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے بقول:

> "تفہیم غالب میں ایک نئے در کو وا کرتا ہے اور غالب شناسی میں ایک مستقل قدر و قیمت کا حامل ہے" (۱۰۴)۔

اُردو میں غالب کی شخصیت اور تصانیف کا جن لوگوں نے بنظرِ غائر مطالعہ کیا ہے ان میں مالک رام کا ذکر بھی اہمیت سے خالی نہیں۔ غالبیات میں ان کے کام کو یوں گروہ بند کیا جاسکتا ہے:

(الف) تذکرہ:

(۱) ذکرِ غالب (۲) فسانۂ غالب (۳) تلامذۂ غالب (۴) نیشنل بک ٹرسٹ کے لئے انگریزی میں "Miraza Ghalib"

(ب) ترتیبِ متن:

(۱) سبد چیں (۲) دستنبو (۳) کلیاتِ نظم غالب، فارسی (۴) دیوانِ غالب، اُردو
(۵) گلِ رعنا (۶) خطوطِ غالب (۷) یادگارِ غالب (اُردو، فارسی)

(ج) مضامین:

مالک رام نے غالب سے متعلق ۴۰ مضامین لکھے ہیں (۱۰۵)۔

غالبیات میں ان کا اہم کارنامہ ''ذکرِ غالب'' ہے۔ یہ کتاب اپریل ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ غالب کے سوانح پر واقعات کے استناد اور صحت کے معاملے میں معتبر کتاب سمجھی جاتی ہے۔ اس کتاب میں تین باب ہیں۔ پہلے طویل باب میں غالب کے حالات ہیں۔ دوسرے باب میں غالب کی تمام فارسی اور اُردو تصانیف کی مستند تفصیلات ہیں۔ جبکہ تیسرے باب کا عنوان ''عادات و اخلاق'' ہے۔ یہ بھی بہت مفصل اور جامع ہے۔ اس کتاب کے عمومی معیار پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند کہتے ہیں:

> ''غالب کی زندگی کے واقعات اور تصانیف کے بارے میں کچھ جاننا ہو تو ہم ''ذکرِ غالب'' پر جس قدر اعتماد کر سکتے ہیں۔ اتنا کسی اور سوانح عمری غالب پر نہیں'' (۱۰۶)۔

''فسانۂ غالب'' مالک رام کی دوسری اہم کتاب ہے جس میں ان کے ۱۵ مضامین شامل ہیں۔ یہ سارے مضامین بھی غالب کے سوانح سے متعلق ہیں۔ پہلا مضمون ''توقیتِ غالب'' کے عنوان سے ہے، جو اس سے قبل ''ادبی دنیا'' لاہور، جولائی ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا۔ مجموعے کے

چار مضامین ان اشخاص کے بارے میں ہیں جن کا غالب کی زندگی کے ساتھ گہرا ربط تھا۔ ان میں سے پہلا مضمون ان کے بھائی مرزا یوسف کے بارے میں ہے۔ دوسرا مضمون نواب شمس الدین احمد خاں کے بارے میں ہے۔ تیسرا مضمون قتیل سے متعلق اور چوتھا عبدالصمد سے متعلق ہے۔ یہ چاروں شخصی مضامین دراصل سوانحِ غالب کا ایک اہم باب ہیں۔

اسی طرح ''فسانۂ غالب'' کا ایک مضمون ''غالب کی مہریں'' ہے۔ اس میں غالب کے چھ مہروں کی تفصیل اور عکس دیا گیا ہے۔ ایک مضمون کا عنوان ہے ''مقدمۂ پنشن کا عرضی دعویٰ'' اس میں غالب کے عرضی دعویٰ کی طویل داستان ہے اور انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ۲۰ دفعات پر مشتمل دعوے کے دستاویزی ثبوت فراہم کیے گئے ہیں۔ دو مضامین سکے کے الزام سے متعلق ہیں۔ ان میں دوسرا مضمون ''غالب سے منسوب دوسرا سکہ'' زیادہ اہم اور دلچسپ ہے۔ قصہ مختصر اس کتاب کو مالک رام کی پہلی کتاب ''ذکرِ غالب'' کا تتمہ کہا جاتا ہے۔

''تلامذۂ غالب'' مالک رام کی تیسری اہم تصنیف ہے جو غالب کے شاگردوں کا تذکرہ ہے۔ اس سلسلے میں ان کا ایک خط مرقومہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء بنام مختار الدین احمد آرزو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس خط میں مالک رام انہیں لکھتے ہیں:

> ''میں نے پار سال (۱۹۴۸ء) میں تلامذۂ غالب کا تذکرہ لکھنا شروع کیا۔ یہاں میرے پاس کتابیں کہاں کہ ان سے استفادہ کر سکتا۔ ناچار آپ کی خدمت میں لکھا۔ جو ذخیرہ یہاں موجود تھا اس کو مرتب کیا اور پچاس ساٹھ صفحے لکھ ڈالے۔ یہ کام کب کا ختم ہو گیا ہوتا، اگر آپ جلد میری درخواست پر تذکرے مہیا کر دیتے، لیکن چند دن ہوئے آفاق صاحب کی شائع کردہ کتاب ''نادراتِ غالب'' کراچی سے موصول ہوئی.......... اب سوال یہ ہے کہ کیا مجھے اپنا تذکرہ مکمل کر کے شائع کرنا چاہیے یا اس کام سے ہاتھ اُٹھالوں'' (۱۰۷)۔

لیکن مالک رام نے اپنا کام جاری رکھا اور ''تلامذۂ غالب'' کی شکل میں جو تذکرہ سامنے آیا اس میں انہوں نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے کام لیا۔ جب ہم آفاق حسین آفاق دہلوی کی غالب کے شاگردوں پر کتاب ''نادراتِ غالب'' کو دیکھتے ہیں تو واضح فرق دکھائی دیتا ہے۔ آفاق نے غالب کے ۹۳ شاگردوں کا ذکر کیا ہے جبکہ مالک رام نے ۱۸۱ نام گنوائے ہیں۔ اس طرح

مالک رام کے ہاں صداقت کی تلاش کا رویہ بہت نمایاں نظر آتا ہے۔ ''تلامذۂ غالب'' غالب کے شاگردوں کے بارے میں اپنی طرز کا واحد تذکرہ ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب قادری کے مطابق:

''محقق شہیر مالک رام ایم اے نے غالب کے شاگردوں کے حالات پر نہایت محنت اور تحقیق سے ایک جامع کتاب ''تلامذۂ غالب'' لکھی ہے۔ اسی کتاب میں غالب کے شاگردوں کے اسماء اور حالات شامل ہیں۔ جن لوگوں کے حالات نہیں مل سکے ان کے صرف نام لکھنے ہی پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابھی اس سلسلے میں کام کی گنجائش ہے'' (۱۰۸)۔

کام کی گنجائش واقعی تھی، مالک رام نے طبع اوّل میں غالب کے ۱۴۶ شاگردوں کا تذکرہ کیا ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں مزید پینتیس (۳۵) لوگوں کے نام اضافہ ہوئے۔ اسی طرح سے پہلے ایڈیشن میں انہوں نے غالب کے ۲۷ شاگردوں کی تصاویر شامل کیں۔ دوسرے ایڈیشن میں تصاویر کی یہ تعداد تینتیس (۳۳) ہوگئی۔ مختصر یہ کہ ''تلامذۂ غالب'' مالک رام کی ایک نادر تحقیقی کاوش ہے۔ مولانا صباح الدین عبدالرحمٰن کے ایک بیان کے مطابق:

''تلامذۂ غالب کی اہمیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ آفاق دہلوی کی کتاب ''نادرات غالب'' کے بعد غالب کے شاگردوں کے بارے میں یہ واحد مکمل کتاب ہے، جس سے نہ صرف مطالعۂ غالب کے سلسلے میں پڑھنے والوں کی رہنمائی ہو سکتی ہے بلکہ خود یہ ۱۸۱ شاگرد فرداً فرداً تاریخ ادب اُردو کا حصہ بن گئے ہیں.......... ان ۱۸۱ تلامذہ میں بہت سے نقش و نگار طاقِ نسیاں ہو چکے تھے لیکن مالک رام کی تلاش و تحقیق کی بدولت وہ پھر زندہ ہو کر سامنے آگئے ہیں'' (۱۰۹)۔

غالب کی تصانیف کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں مالک رام نے جو اصول اپنایا ہے وہ نہ صرف محققانہ ہے بلکہ حقیقت نگاری کی عمدہ مثال ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ترتیبِ متن کے لیے ایک ہی متن کے مختلف نسخوں میں سے ایک نسخے کو اساسی قرار دیا اور اسے کتاب کے متن میں درج کر دیا۔ بقیہ نسخوں کے متون کو اختلافِ نسخ میں شامل کر دیا۔ ان کے مطابق اس سے یہ بداہتا

معلوم ہو جائے گا کہ اساسی نسخے کا متن ناقص ہے یا کسی دوسرے کا (۱۱۰)۔

مالک رام نے "غالب" پر وقتاً فوقتاً جو مضامین قلم بند کیے ان میں بعض مضامین ایسے نادر اور عمدہ ہیں جن سے مالک رام کے غالب شناس ہونے کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ ان میں سے چند ایک مضامین کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ "غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر" (۱۱۱)۔

غالبؔ نے دہلی سوسائٹی میں ایک مضمون پڑھا تھا، جو کسی مجموعے میں شامل نہیں تھا۔ اس کا متن اس مضمون میں شائع کیا گیا ہے۔

۲۔ "نادر خطوط غالب پر ایک نظر" (۱۱۲)۔

۱۹۴۰ء میں رسؔا گیاوی نے "نادر خطوط غالب" کے نام سے غالب کے مبینہ خطوط کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔ سب سے پہلے مالک رام نے مذکورہ مضمون میں ثابت کیا ہے کہ یہ مجموعہ جعلی ہے۔

۳۔ "قادر نامہ کا مصنف" (۱۱۳)

مولانا غلام رسول مہر نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ "قادر نامہ" غالب کی تصنیف نہیں ہے۔ لیکن مالک رام نے ثابت کیا ہے کہ یہ غالبؔ ہی کی تصنیف ہے۔

۴۔ "سوالاتِ عبدالکریم" (۱۱۴)

مالک رام کا خیال ہے کہ یہ رسالہ، غالب کی تصنیف ہے۔ ان کے دلائل کے بعد اسے عام طور پر غالب کی تصنیف مانا جانے لگا ہے۔

۵۔ "غالب کے فارسی قصیدے" (۱۱۵)

غالب نے اپنے فارسی قصیدوں میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں کی تھیں، اور ایک ممدوح کا نام نکال کر دوسرے کا داخل کر دیا۔ اس مضمون میں اسی الٹ پھیر کی تفصیل درج ہے۔

۶۔ "دستنبو" (۱۱۶)

اس میں ان واقعات کا ذکر ہے جن میں غالب نے دانستہ طور پر ردوبدل کیا ہے۔

۷۔ "میرزا غالب" (۱۱۷)

یہ مالک رام کا تحریر کردہ مرزا غالب کا خاکہ ہے۔ جو ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ

خاکہ بہت دلچسپ انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں خود کو غالب کا ہم عصر، بلکہ ان کا عزیز بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

غالبیات کے ضمن میں مالک رام کا کام معتبر بھی ہے اور وقیع بھی۔ ان کے کام کا مجموعی جائزہ پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند کی رائے سے اتفاق کرنا ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

"غالبیات کے باب میں مالک رام صاحب کے وسیع کاموں میں "ذکر غالب" اور "فسانہ غالب" چوٹی پر ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے گلِ رعنا بھی بلند ہے۔ لیکن "دیوانِ غالب" نسبتاً ہلکا کام ہے اور "خطوط غالب" ادھوری ترتیب۔ یہ بات نہیں کہ مالک رام ترتیبِ متن میں کسی سے کم تر ہیں۔ انہوں نے "کربل کتھا" کی بے نظیر ترتیب کی۔ ابوالکلام آزاد کے "تذکرہ" اور "غبار خاطر" کی ترتیب اتنی عالمانہ ہے کہ انہیں دیکھ کر ہوش اُڑتے ہیں۔ ترتیبِ متن کے یہ مثالی کام ہیں۔ "دیوانِ غالب" کی ترتیب اس معیار کی اس لئے نہیں کہ انہوں نے اسے "نسخہ عرشی" کی طرح تحقیق کا شاہکار بنانے کی کوشش نہیں کی۔ بہر حال غالبیات کے میدان میں مالک رام کا تنوع قابلِ داد ہے۔ ان کے مرتبے اور ان کی نظر کا اعتراف نہ کرنا ان کے ساتھ ہی نہیں، علم و ادب کے ساتھ بھی ناانصافی کرنا ہے" (۱۱۸)۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری کا ذکر یہاں اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ غالب پر ان کی دو کتابیں "فلسفہ کلام غالب، اور "غالب۔ فکر و فن" غالب شناسی کا مستند حوالہ ہیں۔ اگرچہ یہ کتابیں قیام پاکستان کے بعد شائع ہوئیں لیکن ڈاکٹر سبزواری نے تقسیم سے پہلے غالب پر لکھنا شروع کر دیا تھا۔ ایک تحقیق کے مطابق ان کی کتاب "فلسفہ کلام غالب" جو دوسری مرتبہ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی، دراصل ۴۰۔۱۹۳۹ء کے قریب لکھی گئی (۱۱۹)۔

اس کتاب میں کلام غالب کا مطالعہ و تجزیہ ایک نئے زاویے سے کیا گیا ہے۔ خاص کر اس میں نصرانیت اور اسلام کی تعلیم کے تمام پہلو پیش کیے گئے ہیں اور اسی تناظر میں غالب کو ایک فلسفی شاعر کہا گیا ہے (۱۲۰)۔

کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں غالب کی فلسفیانہ فکر پر جامع انداز میں بحث کی گئی ہے۔ جبکہ آخری حصے میں غالب کی شاعرانہ عظمت کا تعین کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی ایک

اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ شوکت سبزواری نے میرؔ پر غالب کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح سے غالبؔ کی فکر کے سلسلے میں ایک بحث کہ غالب ''رجائی ہے یا قنوطی'' ڈاکٹر شوکت نے اپنی جامع رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس بحث کا آغاز ڈاکٹر عبداللطیف کے اس بیان سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے غالب کے اس پہلو کو یہ کہہ کر ہدفِ اعتراض بنایا تھا:

''غالب کے ذہن کی ساخت ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ نہ تو عطائے رحمانی کا شکرگزار تھا اور نہ انسانی خدمات کا'' (۱۲۱)۔

اس کے برعکس نیاز فتح پوری نے لکھا ہے:

''غالب نے کوئی فلسفہ پیش کیا تو وہ فلسفہ تفاول و مسرت تھا'' (۱۲۲)۔

شیخ اکرام اس نقطہ نظر سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جمہور بالعموم اس امر پر متفق ہیں کہ غالب کے اشعار میں غم وحزن کی جھلک مسرت واطمینان سے زیادہ نمایاں ہے'' (۱۲۳)۔

جبکہ اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے ڈاکٹر شوکت سبزواری کا فیصلہ ہے کہ:

''غالب دراصل نہ قنوطی ہیں نہ رجائی، ارتقائی ہیں، یعنی زندگی میں روز وشب کی طرح شادی وغم میں بھی گزراں ہیں اس لئے غالب کو قنوطی نہیں کہا جاسکتا'' (۱۲۴)۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری کی دوسری کتاب ''غالب۔ فکروفن'' ہے۔ یہ ان کے چند مقالات کا مجموعہ ہے جن میں کسی نہ کسی پہلو سے غالب کی شخصیت اور ان کے فکروفن کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس مجموعے کے پہلے دو مقالات میں فکرِ غالب کی نقاب کشائی کی گئی ہے جبکہ آخر کے دو مقالے اس ساری بحث کا حاصل ہیں۔ وہ غالب کی شخصیت اور شاعری کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''غالب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن پھر بھی کم ہے۔ ان کی شخصیت اور شاعری کے بہت سے گوشے اب بھی تاریکی میں ہیں اور اچھی طرح روشن نہیں ہوئے ہیں۔ ہر بڑے شاعر کی شخصیت اس کے کلام میں جھلکتی ہے۔ بڑے شاعر چھوٹے شاعر دراصل شاعر نہیں نقال ہیں۔ صدا اور گونج

ہیں.......... بڑا شاعر اپنی فطرت سے شاعر ہوتا ہے۔ اس کا کلام اس کی فطرت کا پرَتو ہوتا ہے.......... غالب بڑا شاعر تھا۔ اس لئے اس کی شخصیت کا پرَتو ہمیں اس کے کلام میں نظر آنا چاہیے۔ شخصیت کی تعمیر میں مزاج اور ذہن کا عمل ہے۔ ان میں دونوں کی خصوصیت پائی جاتی ہے"(۱۲۵)۔

ڈاکٹر سبزواری آگے چل کر غالب کی انفرادیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی نے اورنگ زیب سے شکایت کی کہ خان فیروز جنگ اپنی مثل کسی کو نہیں سمجھتے۔ اورنگ زیب نے جواب دیا: "یوں کہو کہ اپنی مثل کسی کو نہیں دیکھتے"۔ غالب کو بھی فیروز جنگ کی طرح اپنا ہمسر نظر نہیں آتا۔ غالب کے فن میں ایک انفرادی شان ہے۔ ان کے شعر میں جدت ہے۔ ان کے اندازِ فکر میں انوکھا پن ہے۔ ان کی طرزِ ادا میں جدت ہے۔ یہ سب پٹھان کی خود پسند طبیعت کے کرشمے ہیں۔ وہ پامال راہ پر چلنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ان کی زبان، ان کا بیان، ان کی تشبیہیں، ان کے استعارے، ان سب میں ایک نئی کیفیت، ایک نیا جوش، ایک نئی آن ہے۔ وہ ہر بات میں جدت کے شیدائی ہیں۔ ہر صنف میں انہوں نے نئی راہ نکالی ہے۔"(۱۲۶)

مختصر یہ کہ ڈاکٹر سبزواری کا غالب پر کام خالصتاً تنقیدی نوعیت کا ہے جس سے غالب شناسی کی روایت مستحکم خطوط پر استوار ہونے لگی۔

نظامی پریس بدایوان کے مالک اور اخبار "ذوالقرنین" (بدایوان) کے مدیر مولوی نظام الدین نظامی بدایوانی کا ذکر یہاں اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ وہ نہ صرف غالب شناس تھے بلکہ انہوں نے غالب کے دیوان کی اشاعت اور اپنے اخبار "ذوالقرنین" میں غالب کے کلام اور ان سے متعلق مضامین کی اشاعت میں جو خدمات سرانجام دیں وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ دیوانِ غالب کا نظامی ایڈیشن جو پانچ مختلف اشاعتوں (۱۲۷) کے ذریعے منظرِ عام پر آیا، نظامی بدایوانی کی گراں قدر کاوش کا نتیجہ ہے۔ اس کی ایک اشاعت کے مقدمہ میں وزیر تعلیم صوبہ بہار، ڈاکٹر سیّد محمود رقمطراز ہیں:

”سر راس مسعود کی تحریک پر مولانا نظامی بدایونی نے دیوانِ غالب کا پہلا ایڈیشن نفیس کاغذ اور صاف ستھری چھپائی کے ساتھ ملک میں پہلی بار پیش کیا۔ دوسرے ایڈیشن اور زیادہ عمدگی اور صحت کے ساتھ نکلا، پتا چلا کہ اہل ملک غالب کی عظمت کو پہچانتے اور اس ترجمان حقیقت کے فلسفیانہ خیالات کو سمجھنے لگے ہیں۔ ان دونوں اشاعتوں کے بعد اس ہیچ میرز نے نظامی صاحب کے ایک خط کا جواب دیتے ہوئے تحریک کی اب تیسرا ایڈیشن پاکٹ ایڈیشن کی صورت میں ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ ہی اور تجاویز پیش کیں۔ مولانا نظامی نے میری تجویز کو منظور کر لیا لیکن اس کے قصور کے ساتھ ہی میری سزا بھی تجویز کر دی کہ مجھ سے فرمائش کی کہ تیسرے ایڈیشن کا مقدمہ تم لکھو“ (۱۲۸)۔

نظامی بدایونی کے معیار طباعت پر تبصرہ کرتے ہوئے امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں:

”نظامی بدایونی نے دیوانِ غالب سادہ اور باشرح کے متعدد بہترین نسخے شائع فرما کر ملک پر بہت بڑا ادبی احسان کیا تھا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے غالب کے اُردو دیوان کے فارسی دیباچہ کی تاریخ ایک رام پوری نسخے کی مدد سے (جو احمد علی شوق قدوائی مرحوم کے پاس تھا) ۱۲۳۸ھ متعین کی نیز نامی پریس کانپور کے بعد حسنِ طباعت کا جو اعلیٰ معیار آپ نے قائم کیا تھا وہ آج بھی قابلِ داد و ستائش ہے“ (۱۲۹)۔

دیوانِ غالب کے تیسرے ایڈیشن میں نظامی نے مختصر شرح بھی شائع کی جو مرزا غالب کے خطوط کی روشنی میں مرتب کی گئی، جس کی وجہ سے اس شرح میں امتیازی خصوصیت پیدا ہو گئی۔

نظامی بدایونی نے غالب کے حالاتِ زندگی پر ایک کتاب ”نکاتِ غالب“ کے عنوان سے مرتب کی۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن جنوری ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں غالب کی خودنوشت، دوسرے حصے میں کلامِ غالب کے ادبی نکات اور تیسرے حصے میں لطائف اور ظرائف ہیں۔ اس کتاب کا سارا مواد بقول ان کے غالب کے خطوط سے لیا گیا ہے۔ (۱۳۰)

نظامی پریس بدایون سے ایک ہفتہ وار اخبار ''ذوالقرنین'' شائع ہوتا تھا۔ یہ نہایت سنجیدہ، علمی اور تہذیبی نوعیت کا اخبار تھا۔ اس میں مرزا غالب کا کلام اور ان سے متعلق مضامین شائع ہوتے رہے۔ چند ایک اہم مضامین کا اشاریہ درج ذیل ہے:

۱۔	معین الدین شاہجہان پوری،	''تربتِ غالب مظلوم مرحوم''	۲۸ جون ۱۹۱۱ء
۲۔	نظامی بدایونی،	''مرزا غالب کے مزار کی مرمت''	۷ اگست ۱۹۱۶ء
۳۔	نظامی بدایونی،	''مرزا غالب سے للٰہی بغض''	۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء
۴۔	محمد یحییٰ تنہا،	''مرزا غالب کا اُردو کلام''	۷ اکتوبر ۱۹۲۸ء
۵۔	نظامی بدایونی،	''غالب کے عیب جو اور مداح''	۲۱ اگست ۱۹۲۹ء
۶۔	مہیش پرشاد،	''حضرت غالب دہلوی کے قدر شناسوں کی خدمت میں''	۲۲ نومبر ۱۹۳۳ء
۷۔	اداریہ،	''غالب کی یادگار......ایک مشورہ''	۷ ستمبر ۱۹۵۴ء
۸۔	وقار رضوی،	''غالب''	۱۴ مارچ ۱۹۵۷ء
۹۔	اداریہ،	''غالب پر آج تک جو کچھ لکھا گیا''	۲۱ ستمبر ۱۹۶۵ء
۱۰۔	مالک رام،	''غالب، شخصیت اور شاعری''	۲۱ فروری ۱۹۶۹ء
۱۱۔	پروفیسر رشید احمد صدیقی،	''غالب کی شخصیت''	۲۱ مارچ ۱۹۶۹ء

غالب پر کام کرنے والوں میں قاضی عبدالودود کا نام یہاں قابلِ ذکر ہے۔ غالب پر ان کی دیگر تحریروں کے علاوہ ان کی معروف کتاب ''مآثر غالب'' اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ یہ کتاب غالبیات ہی میں نہیں بلکہ خود قاضی صاحب کے تحقیقی کارناموں میں گلِ سرسبد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں غالب کی اُردو فارسی نظم ونثر کی متعدد نادر ونایاب تحریروں کو یکجا کر کے ان پر عالمانہ حواشی لکھے گئے ہیں:

یہ کتاب (مآثر غالب) پہلی مرتبہ ۱۹۴۹ء میں انجمن ترقی اُردو، بہار کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ عجلت کے باعث قاضی صاحب خود اپنے اس کام سے مطمئن نہ تھے بقول ان کے:

> ''مآثر غالب کی ترتیب بڑی عجلت میں ہوئی ہے۔ بعض امور کی حسبِ دل خواہ تحقیق قلتِ وقت کی وجہ سے نہ ہو سکی'' (۱۳۱)۔

لیکن اس کے باوجود متنِ کتاب کے بعد قاضی صاحب کے عالمانہ حواشی اپنی مثال آپ ہیں۔ مختارالدین احمد لکھتے ہیں:

"غالب کی تحریرات نظم ونثر کے ہر حصے کے متعلق ایسے بیش قیمت معلومات انہوں نے پیش کیے ہیں کہ تقریباً نصف صدی گزرنے کے بعد بھی ان پر اضافہ مشکل نظر آتا ہے" (۱۳۲)۔

۱۹۹۵ء میں ڈاکٹر حنیف نقوی نے تصحیح وترتیب نو کے ساتھ اسے دوبارہ شائع کیا ہے۔ حنیف نقوی نے اس کتاب کی ترتیب میں جس دلسوزی اور عرق ریزی سے کام کیا ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

"مجھے اپنے شاگرد حنیف نقوی کی مشقت دیکھ کر دل سوزی ہوتی ہے کہ "مآثر غالب" غالبیات کی ایسی کتاب پارینہ ہے، جس پر بہت کم قارئین توجہ دیں گے۔ غالب کی فارسی تحریروں میں کس کو دلچسپی ہے؟ حنیف نے ایسے رسالے پر اتنی غیر معمولی دیدہ ریزی کی، اتنی کاوش سے تو وہ غالب پر ایک مستقل کتاب لکھ سکتے تھے۔ میں اس کتاب کے ایک صفحے کے بھی حواشی لکھنے کا اہل نہیں۔ حیرت ہوئی ہے کہ حنیف کو غالب سے متعلق افراد، غالب کی فارسی تحریروں اور فارسی ادبیات کا اتنا گہرا عرفان ہے" (۱۳۳)۔

"مآثر غالب" دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں اُردو نثر، اُردو نظم، فارسی نثر، فارسی نظم ہیں۔ دوسرے حصے میں غالب کے ۳۲ فارسی خطوط ہیں۔ حنیف نقوی کے مطابق اس مجموعے کا اہم ترین حصہ یہی فارسی خطوط ہیں۔ ان میں سے صرف چار خط متن کے بعض اختلافات کے ساتھ "متفرقات غالب" مرتبہ پروفیسر مسعود حسن رضوی میں بھی شامل ہیں۔ باقی اٹھائیس خطوط نہ تو اس سے پہلے کسی جگہ دستیاب تھے اور نہ اس کے بعد کسی دوسرے ذریعے سے سامنے آسکے ہیں۔ یہ خطوط قاضی صاحب کو ڈھاکہ کے مشہور طبیب اور مصنف شفاء الملک حکیم حبیب الرحمٰن خاں کے کتب خانے کی ایک بیاض سے حاصل ہوئے تھے۔ شیخ محمد اکرام کے نام قاضی عبدالودود کے ۲۵ راگست ۱۹۴۳ء کے ایک خط سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطوط تقریباً اس زمانے میں انہیں دستیاب ہو گئے تھے۔ وہ اس سلسلے میں شیخ صاحب کو لکھتے ہیں:

"فارسی کے ۳۳ غیر مطبوعہ خطوط ابھی حال میں ملے ہیں، میرے نزدیک ایک دوست انہیں مرتب کر رہے ہیں، میں نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ میں چھپوا دوں گا" (۱۳۴)۔

مختصراً "مآثرِ غالب" قاضی عبدالودود کی تدوینِ متن کے سلسلے میں ایک اہم اور معیاری کاوش ہے جو غالبیات میں گراں قدر اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

غالب شناسی کی فہرست میں امتیاز علی عرشی کا نام بھی صفِ اوّل کے ناقدین اور محققین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے غالب پر جو گراں قدر کام کیا ہے وہ زیادہ تر ترتیب و تدوین سے متعلق ہے۔ تاہم انہوں نے تنقید کے حوالے سے بھی غالب پر کئی ایک شذرات قلمبند کیے ہیں۔ ان کی غالب شناسی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

> "اربابِ علم و فضل میں بحیثیت غالب شناس مولانا امتیاز علی عرشی کا اسم گرامی سرفہرست ہے اور انہوں نے غالب شناسی کے میدان میں بلاشبہ عظیم کارنامے انجام دیے ہیں اور مسرت کی یہ بات ہے کہ ان کی سرپرستی میں یہ روایت اور آگے بڑھ رہی ہے" (۱۳۵)۔

عرشی کا غالب پر پہلا باقاعدہ کام "مکاتیب غالب" کی ترتیب و تدوین ہے۔ اس مجموعے میں وہ خطوط شامل ہیں جو غالب نے والیانِ ریاست رام پور نواب یوسف علی خان اور نواب کلب علی خان کو لکھتے تھے۔ یہ خطوط پہلی مرتبہ ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئے خطوط کی کل تعداد ۱۲۹ ہے۔ اس مجموعہء خطوط پر تبصرہ کرتے ہوئے مالک رام لکھتے ہیں:

> "یہ خطوط ستر پچھتر برس سے کتاب خانہء رام پور میں پڑے تھے، لیکن کسی نے ان کی طرف توجہ نہ کی اور میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ اچھا ہی ہوا کہ ان کی طرف کسی کا دھیان نہ گیا، ورنہ کوئی اناڑی "ڈاکٹر" انہیں غلط ملط چھاپ دیتا اور یوں یہ ہمیشہ کے لئے غارت ہو جاتے۔ عرشی صاحب نے انہیں زندہء جاوید کر دیا۔ پھر جس اہتمام سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے، وہ بجائے خود اُردو طباعت میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے" (۱۳۶)۔

"انتخابِ غالب" کے نام سے عرشی کا ایک اور اہم علمی کارنامہ یہاں قابلِ ذکر ہے۔ اس مجموعے میں غالب کے اُردو اور فارسی کلام کا وہ انتخاب ہے جو انہوں نے نواب کلب علی خان کی فرمائش پر ۱۸۶۶ء میں کیا تھا۔ امتیاز علی عرشی نے اس پر ایک پُرمغز مقدمہ لکھا ہے اور مرزا غالب کی شاعری پر عالمانہ تبصرہ کیا ہے۔ انتخاب کے آخر میں عرشی نے اختلافاتِ نسخ ظاہر کیے ہیں ساتھ ہی ایک اشاریہ بھی مرتب کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں بقول مولوی عبدالحق:

"بعض اشعار کی شرح بھی لکھ دی ہے اور اس میں کہیں کہیں بڑے لطیف نکات بیان کیے ہیں۔ شرح کی تائید میں اکثر مرزا غالب کے بیان، ان کے رقعات وغیرہ سے نکال کر دیے ہیں" (۱۳۷)۔

"انتخاب غالب" کا یہ نسخہ کتاب خانہ، رام پور سے ۱۹۴۲ء میں شائع کیا گیا۔

امتیاز علی عرشی کا غالبیات پر قابل ذکر اور گراں بہا کارنامہ "دیوان غالب، اُردو (نسخۂ عرشی) کی تدوین و اشاعت ہے، ۱۹۵۸ء میں انجمن ترقی اُردو علی گڑھ نے یہ دیوان شائع کیا۔ "تقریب" پروفیسر آل احمد سرور نے لکھی۔ عرشی نے ۱۴۰ صفحات کا مقدمہ لکھا ہے۔ اس نسخے کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مرزا غالب کے اُردو کلام کو تاریخی ترتیب سے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں غالب کا مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کلام شامل ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ مجموعہ (نسخۂ عرشی) غالب کے اُردو کلام کے کلیات اور انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا عرشی کی اس گراں قدر خدمت کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اُردو کے جتنے بھی شعری مجموعے مرتب کر کے شائع کیے گئے ہیں۔ معیار ترتیب کے لحاظ سے ان سب میں "نسخۂ عرشی" کو سب سے اوپر رکھا جائے گا۔ کم سے کم الفاظ میں "نسخۂ عرشی" کی امتیازی خصوصیات یوں بیان کی جا سکتی ہیں:

۱۔ غالب کا پورا کلام یکجا کرنا۔

۲۔ اس کی تاریخی ترتیب۔

۳۔ مختلف نسخوں اور ایڈیشنوں کی مدد سے صحیح ترین متن پیش کرنا۔

۴۔ بیش بہا معلومات پر مشتمل مقدمہ، حواشی اور اختلاف نسخ۔" (۱۳۸)

"نسخۂ عرشی" کی ترتیب میں عرشی صاحب نے اختلاف نسخ کے ذریعے سے چودہ مخطوطات و مطبوعات کے متون فراہم کیے ہیں۔ "نسخۂ عرشی" کو انہوں نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

(الف) گنجینۂ معنی:

اس حصے میں "نسخۂ بھوپال" اور "نسخۂ شیرانی" کا وہ کلام ہے جو متداول دیوان میں نہیں لیا گیا۔ یعنی جسے غالب نے صریحاً رد کر دیا۔

(ب) نوائے سروش:

یہ متداول دیوان ہے جو بنیادی طور پر ۱۸۵۵ء کے ''نسخۂ رام پور جدید'' پر مبنی ہے، یا یوں کہیے کہ وہ کلام جو مرزا غالب نے اپنی زندگی میں چھپوا کر تقسیم کیا تھا۔

(ج) یادگارِ نالہ:

مختلف مآخذ سے لیا ہوا متفرق کلام جسے نہ تو غالب نے مسترد کیا تھا اور نہ ہی ان کے کسی مرتبہ دیوان میں شامل ہو سکا تھا۔

عرشی نے غالب کی معروف نظم ''مثنوی دعائے صباح'' کے متن کو از سرِ نو مرتب کر کے مئی ۱۹۴۱ء میں لکھنؤ سے شائع کیا۔ یہ مثنوی حضرت علیؓ سے منسوب ایک عربی دعا کا منظوم فارسی ترجمہ ہے۔ عرشی نے اس قلمی نسخے کی روشنی میں مدون کیا ہے۔ غالب نے یہ ترجمہ اپنے بھانجے مرزا عباس بیگ کی فرمائش پر کیا تھا(۱۳۹)۔ عرشی اپنے ایک مضمون میں اس مثنوی کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''یہ مثنوی اس لحاظ سے اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے ذریعے سے ہمیں غالب کے ترجمے کی کوشش کا علم ہوتا ہے.......... جہاں تک ترجمے کا تعلق ہے اس میں شبہ نہیں کہ میرزا صاحب نے اصل دعا کے مطلب اور مفہوم کو شعرِ فارسی میں پورا پورا کر دینے میں کمال کر دکھایا ہے، حتیٰ کہ بہت سے فقروں کا ترجمہ اتنے ہی مختصر الفاظ میں کیا گیا ہے جتنے مختصر الفاظ، اصل عربی کے تھے اور شاید ہی کسی جگہ اصل عربی کا کوئی لفظ میرزا صاحب کے ترجمے کی گرفت سے بچ نکلا ہو''(۱۴۰)۔

غالبیات پر امتیاز علی عرشی کا ایک اور نادر شاہکار ''فرہنگِ غالب'' ہے۔ غالب نے فارسی، عربی، ترکی، سنسکرت، ہندی اور اردو لغات کی تحقیق و تشریح جو وقتاً فوقتاً اپنے خطوط میں کی ہے، عرشی نے ان تمام مباحث کو یکجا کر کے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ یہ نادر کتاب ۱۹۴۷ء میں رام پور سے شائع ہوئی۔ کتاب کے نام کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے عرشی نے کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے:

> ''چونکہ اس کا ہر ہر لفظ غالب ہی کا تردیدہ قلم تھا، میں نے اس کا نام ''فرہنگِ غالب'' تجویز کیا ہے''(۱۴۱)۔

کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں عربی، فارسی اور دیگر زبانوں کے الفاظ ہیں جبکہ دوسرا حصہ اُردو الفاظ پر مشتمل ہے۔ غالب کو لغات سے بڑی دلچسپی تھی۔ مولانا عرشی نے اس کتاب میں یہ تمام معلومات جمع کر دی ہیں۔ اس طرح گویا غالب کی ایک نئی کتاب، مرتب ہو گئی ہے۔ دیباچہ میں ہندوستانی لغت نویسوں کی ایک فہرست اور ان کے کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس طرح ''سبدِ باغ دودر'' کی تلخیص اور حواشی نگاری کا کام عرشی کا اہم کارنامہ ہے۔ ''مسودہ قاطع برہان'' کی تدوین، تبصرہ اور محاکمہ سے عرشی کی غالب شناسی کا ثبوت ملتا ہے۔ آخر میں ''مکاتیب غالب'' فارسی، کا ذکر اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ اس مجموعے میں عرشی نے غالب کے تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ خطوط کو تاریخی ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا ہے اور مختلف مآخذ کی روشنی میں متن کی تصحیح کا کام بھی سرانجام دیا ہے۔ لیکن یہ مجموعہ عرشی کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا۔

مرزا غالب پر عرشی کے اہم مضامین میں سے ''غالب کا معیارِ شعر سخن''، ''مرزا غالب کا زائچہ''، ''کلام غالب کا انتخاب کس نے کیا'' وغیرہ زیادہ اہم ہیں، جو عرشی کی غالب شناسی کی روشن دلیل ہیں۔

ڈاکٹر مختار الدین احمد کا شمار بھی غالب شناسوں میں ہوتا ہے۔ غالب پر ان کی دو کتابیں ''احوالِ غالب'' اور ''نقدِ غالب'' شائع ہو چکی ہیں۔ جمیل الدین عالی ''نقدِ غالب'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ایک نادر کتاب جو یہاں پاکستان میں ملتی ہی نہیں تھی وہ ہے ''نقدِ غالب'' .... اس کے بغیر نہ صرف غالبیات بلکہ قدیم و جدید اُصول تنقید کے علاوہ بہت سی تاریخی پس منظر اور فکری تحریکات پر بیک وقت اتنا مواد کم ملتا ہے۔ .... ''نقدِ غالب'' کی ہمہ جہت اہمیت قطعی کم نہیں ہوئی بلکہ آج زیادہ ہی معلوم ہوتی ہے''(۱۴۲)۔

اس کتاب کی ترتیب کے لئے جن مضامین کا انتخاب کیا گیا وہ غالب شناسی میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مضمون نگاروں میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ، پروفیسر سیّد احتشام حسین، پروفیسر حمید احمد خان، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر اسلوب احمد انصاری، ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، پروفیسر رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، پروفیسر ممتاز حسین، ڈاکٹر اختر اورینوی اور ڈاکٹر آفتاب احمد خان کے اسمائے گرامی شامل ہیں(۱۴۳)۔

ڈاکٹر مختار الدین آرزو نے ''نوادرِ غالب'' کے نام سے ایک مجموعہ بھی ترتیب دیا ہے جس میں مرزا غالب کے وہ سارے رقعات اور مکاتیب، حواشی کے ساتھ جمع کر دیے ہیں جو اب تک کسی دوسرے مجموعے میں شامل نہ ہو سکے۔

اسی طرح انہوں نے ''گنجینۂ غالب'' کے عنوان سے ایک اور مجموعہ ترتیب دیا۔ جس کی تفصیلات بتاتے ہوئے وہ اپنی کتاب ''احوالِ غالب'' کی تمہید میں لکھتے ہیں:

> ''گنجینۂ غالب'' زیر ترتیب ہے اس میں غالب کے غیر مطبوعہ اشعار ہوں گے.......... اس کے علاوہ اس بات کے بھی انتظامات کیے جا رہے ہیں کہ چند نایاب رسالے بھی ایڈٹ کر کے شائع کیے جائیں۔ اس مجموعے میں سارے مشاہیر اہل قلم نے حصہ لیا ہے اور یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مجموعہ غالب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بڑا عجیب اور دلچسپ تحفہ ہو گا'' (۱۴۴)۔

اس عہد میں بعض ایسے نقاد بھی غالب کے مطالعہ میں پیش پیش نظر آتے ہیں، جن کا زاویہ نظر ترقی پسندانہ تھا۔ ان نقادوں میں پروفیسر سیّد احتشام حسین کا نام سب سے نمایاں ہے۔

احتشام حسین نے غالب کے بارے میں بعض بڑے اہم تنقیدی مضامین لکھے ہیں۔ ان مضامین میں غالب کی شخصیت کی پرداخت کے عوامل اور ان کی شاعری اور فن کے محرکات کو عمرانی زاویہ نظر سے دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان مضامین میں ''غالب کا جہانِ دیر و کعبہ''، ''غالب کی بت شکنی'' اور ''غالب کا تفکر'' بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان مضامین میں انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ غالب اپنے زمانے کی پیداوار اور ایک عظیم تہذیبی روایت کے علمبردار ہونے کے باوجود اپنے زمانے کے باغی تھے اور یہ بغاوت ان کی فکر اور فن دونوں میں نمایاں ہے۔ احتشام حسین نے غالب کے مطالعے میں اس پر تہذیبی، معاشرتی اور معاشی پس منظر کو اپنے سامنے رکھا ہے جو عہد غالب سے متعلق ہے۔ اور غالب کو انہی تمام حالات کی پیداوار ثابت کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''غالب کے مطالعے کے سلسلے میں چند نظریاتی مباحث پر غور کرنا نہ صرف مفید ہو گا بلکہ ضروری بھی ہے۔ کیونکہ انیسویں صدی کے اس ہندوستان میں پیدا ہوئے جو مخصوص روایت کا حامل تھا، خاص طرح کا طبقاتی نظام

رکھتا تھا۔ تاریخ، مذہب اور فلسفے میں پوری طرح اس زمانے کی جھلک نہ
تھی، جو اس وقت کے معاشی اور معاشرتی انحطاط نے پیدا کی تھی ....
ان حالات میں ایک روایت پرست شاعر یا ادیب کے لئے تو یہ ممکن ہے
کہ وہ کسی مخصوص عقیدے کا سہارا لے کر اپنا رشتہ اس سے
جوڑے.......... لیکن غالب کے سے شاعر کے لیے یہ خیال درست نہ
ہوگا'' (۱۴۵)۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ احتشام حسین غالب کو عمرانی اور مارکسی زاویہ ءنظر سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے غالب کا مطالعہ صرف انفرادی نفسیات کی روشنی میں کیا ہے، ان سے احتشام حسین نے اختلاف کیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں:

'' نفسیاتی کیفیت خارجی حالات سے باہر کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتی۔ اس
لئے محمد اکرام کا غالب کی ساری تحریک اور کامیابی کو محض احساس کمتری کا
نتیجہ قرار دینا، نہ تو غالب کے شعور کا صحیح تجزیہ ہے اور نہ اصولِ تنقید ہی کے
لحاظ سے درست ہے'' (۱۴۶)۔

مختصر یہ کہ احتشام حسین نے غالب کی زندگی کے تمام واقعات کو سامنے رکھ کر تجزیاتی انداز میں ان کی شخصیت اور شاعری کے مختلف پہلوؤں کا سراغ لگایا ہے اور بعض ایسے حقائق تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، جو ایک صحیح عمرانی اور مارکسی نقاد ہی کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر ظ۔ انصاری (۱۴۷) کا شمار بھی غالب شناسوں میں ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا تخلیقی کارنامہ غالبیات پر ان کی مشہور کتاب ''غالب شناسی'' ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے غالب کو اُردو کے علاوہ فارسی شاعری کے آئینے میں دیکھا ہے۔ انہوں نے کتاب کے دیباچے میں اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ اس کتاب کا روسی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کیا جائے گا۔ لکھتے ہیں:

'' ہم نے غالب کے تمام فارسی کلام کو سمجھنے اور اپنی بساط بھر سمجھانے کا بیڑا
اٹھایا ہے۔ فارسی میں ان کے اشعار کی تعداد دس ہزار سے اوپر ہے۔ اس
کا تفصیلی مطالعہ کرتے وقت ۱۹۵۸ء کے شروع میں جو نوٹ جمع ہو گئے ان
سے ایک مفصل کتاب تیار ہو گئی۔ ہم نے اس کا نام ''غالب شناسی'' رکھا
اور حسبِ طلب روسی زبان میں ترجمہ کر کے اشاعت گھر کے حوالے

کر دیا۔ لیکن اس کی اشاعت کا معاملہ غالب کی پنشن کا مقدمہ ہو گیا، جس کی داد تو برابر ملتی رہی، فیصلہ ہونے میں اٹھارہ برس لگ گئے'' (۱۴۸)۔

بہر حال یہ کتاب روسی زبان میں شائع ہو گئی اور وہاں کثیر تعداد میں عام ہوئی۔ کوثر انصاری کے مطابق:

''ظ۔ انصاری کو روسی زبان میں غالب کی شخصیت وفن پر تخلیقی کتاب لکھنے پر ماسکو یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی ہے۔ روسی زبان میں غالب پر یہ پہلی کتاب ہے اور اب تک اس کی ایک لاکھ جلدیں فروخت ہو چکی ہیں'' (۱۴۹)۔

ڈاکٹر ظ۔ انصاری نے اپنی تحریروں کے ذریعے سے غالب کی نجی زندگی کے ایسے خفیہ گوشے بے نقاب کیے ہیں اور اتنا کھل کر لکھا ہے، جس سے ان کی غالب شناسی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ غالب پر ان کا ایک مضمون ''غالب اور وفا کا تصور'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں انہوں نے غالب کو بے وفا شخص، بے وفا شاعر اور بے وفا فنکار کہا ہے (۱۵۰)۔

''بے وفا شخص'' ہونے کی حیثیت سے وہ غالب کی زندگی کا ایک ناخوشگوار واقعہ لکھتے ہیں۔ یہ واقعہ اسی خاتون سے متعلق ہے جس کے ساتھ غالب کو زندگی کے ابتدائی دنوں میں محبت ہوئی تھی۔ اور وہ خاتون عنفوانِ شباب میں ایک حادثے کا شکار ہو کر مر گئی تھی۔ ڈاکٹر ظ۔ انصاری نے اس ساری تفصیل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

''غالب سے اس خاتون کے تعلقات یہاں تک بڑھے کہ بالآخر وہ حاملہ ہو گئی اور چونکہ معاملہ ایک معزز خاندان کی بیٹی کا تھا، اور غالب نے اپنی ذمہ داری میں اضافہ قبول کرنے سے پہلو تہی کی .... اس نے خاموشی سے جان دے دی اور اب جواں مرگی پر معاملہ دب گیا۔ غالب بیمار پڑ گئے، غالب کو اس بیماری سے کبھی شفا نہ ہوئی کیونکہ سالہا سال ان کے ضمیر میں اس کی وفا اور اپنی بے وفائی کا کانٹا کھٹکتا رہا، ورنہ ان اشعار کا کیا مطلب؟

شرمِ رسوائی سے جا چھپنا نقابِ خاک میں
ختم ہے الفت کی تجھ پر پردہ داری ہائے ہائے
خاک میں ناموسِ پیمانِ محبت مل گئی
اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسمِ یاری ہائے ہائے'' (۱۵۱)

ڈاکٹر ظ۔ انصاری کے غالب پر دیگر مضامین میں ''نشاط کا شاعر'' اور ''معنویت، غالب کا مرکزِ نگاہ'' قابلِ ذکر مقالے میں انہوں نے کہا ہے کہ غالب کے نزدیک غم انسان کو بجھاتا نہیں بلکہ اس کے ادراک اور خرد کو صیقل کرتا ہے۔ غالب اشک طلب نہیں بلکہ نشاط طلب اور نشاط آموز شاعر ہیں اور اس بات کی تصدیق غالب کی شاعری اور بالخصوص ان کی اہم مثنویوں، خطوں اور خطوں کے لب ولہجے سے ہو جاتی ہے (۱۵۲)۔

اسی طرح انہوں نے اپنے دوسرے مقالے میں کہا ہے کہ غالب نے حقیقت کو زندگی کی معنویت میں پایا۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''غالب ایک شخص یا شاعر ہی نہیں وہ ایک ''اپروچ'' ہے۔ زندگی کرنے کا ایک ہنر اور فن کو برتنے کا ایک رویہ ہے۔ اس اپروچ کو پہچان کر اور سمجھ کر ہی اس کے کلام کی معنویت اور نظر کی معنی طلبی ہم پر کھلتی ہے'' (۱۵۳)۔

مولانا حامد حسن قادری کا شمار بھی غالب شناسوں میں ہوتا ہے۔ غالب پر ان کا کام بہت کم ہے لیکن معیاری ہے۔ وہ بنیادی طور پر مؤرخ اور محقق ہیں۔ غالب کے حوالے سے ان کی نگارشات پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ایوب قادری لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے غالب پر جو کچھ لکھا ہے وہ غالب شناسی میں قابلِ قدر اضافہ ہے'' (۱۵۴)۔

مولانا حامد حسن قادری نے غالب کے اُردو دیوان کا ایک مجموعہ ''انتخابِ غالب (اُردو)'' کے عنوان سے ۱۹۴۱ء میں مرتب کیا تھا (۱۵۵)۔ اس کا خطی نسخہ ان کے خاندان کے پاس موجود ہے۔

انہوں نے ''انتخابِ غالب (فارسی)'' کے عنوان سے غالب کے فارسی کلام کا بھی انتخاب کیا ہے اور خاصی دقتِ نظر کا ثبوت دیا ہے۔ اس کے ساتھ شرح بھی شامل ہے۔ یہ مجموعہ بھی اشاعت پذیر نہ ہو سکا اور اس کا خطی نسخہ ان کے خاندان کے پاس موجود ہے'' (۱۵۶)۔

''نقد و نظر'' کے عنوان سے ان کی ایک کتاب شائع ہوئی جس میں غالب پر تین مضامین شامل ہیں۔ اب ادارہ یادگارِ غالب، کراچی سے ان کی ایک کتاب ان کے بیٹے ڈاکٹر خالد حسن قادری نے مرتب کر کے شائع کی ہے۔ کتاب کا نام ''غالب کی اُردو نثر اور دوسرے مضامین'' ہے جس میں مولانا قادری کے غالب پر نو (۹) مضامین شامل ہیں۔ وہ غالب کے اخلاق و عادات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''غالب انسان دوست، استاد، مربی، مخدوم، خادم، شہری، ہر حیثیت میں بے نظیر آدمی تھے، بہت بڑا حلقہء احباب رکھتے تھے۔ ہر شخص کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے اور واقعی طور پر متاثر ہوتے تھے۔ خدمتِ احباب، ہمدردی، فیاضی کا یہ حال تھا کہ اپنی آمدن اپنی ذات سے زیادہ دوسروں پر صرف کردیتے تھے، اس لئے ہمیشہ مقروض رہتے تھے۔ لیکن ہمیشہ قرض کا سخت بار محسوس کرتے تھے اور جلد ادا کرنا چاہتے تھے۔ دوستوں اور شاگردوں سے خط و کتابت کا سلسلہ برابر جاری رکھتے تھے..........

با قاعدہ جواب دینے کا ایسا التزام تھا کہ بیماری، ضعف، معذوری میں بھی لیٹے لیٹے لکھ یا لکھوا دیتے تھے'' (۱۵۷)۔

مولانا قادری نے غالب کی سیرت و شخصیت کے علاوہ غالب کی تصانیف اور دیگر علمی معرکوں پر ناقدانہ بحث کی ہے۔ انہوں نے ''غالب کی اُردو نثر''، خطوط غالب اور غالب کی رباعیات فارسی میں بڑے اچھے مضامین لکھے ہیں۔ ان کا اسلوب منطقی اور پرجوش ہے وہ ہمیشہ مدلل تبصرے کیا کرتے تھے۔ کلامِ غالب کی تضمین پر اپنی عالمانہ رائے کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مرزا غالب کی گوناگوں قدردانیوں میں ایک عجیب و دلچسپ قدردانی یہ بھی ہوئی ہے کہ شعراء نے ان کی غزلوں پر کثرت سے خمسے لکھے ہیں..........

مرزا غالب کے کم سے کم دو فدائی تو میرے علم میں ہیں جنہوں نے از ''نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا'' تا ''صدائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے'' تمام پوری اور ادھوری غزلوں کی تخمیس کردی ہے'' (۱۵۸)۔

کسی بڑے شاعر کو داد دینے اور اس کے اندازِ بیان کو سراہنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس شاعر کے رنگ میں لکھنے کی کوشش کی جائے۔ بلاشبہ غالب ایک بہت بڑے شاعر تھے۔ ان کے ہم عصروں اور بعد کے شعراء نے ان کی زمینوں میں لکھنے کی کوشش کی اور اس سلسلے میں بہت سارے شعراء کے نام گنوائے جاسکتے ہیں۔ سب سے پہلے مولوی علی بخش شررؔ کا ذکر یہاں اہمیت سے خالی نہ ہوگا۔ وہ غالب کے ہم عصر تھے۔ پانچ کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے ایک اُردو دیوان بھی ہے۔ ان کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر آل احمد سرور لکھتے ہیں:

"کلام کا عام رنگ اس زمانے کا سا ہے یعنی ناسخ کی رعایتِ لفظی، ذوق کے محاورے، جرأت کی معاملہ بندی، شاہ نصیر کی مشکل ردیفیں سب کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے اشعار صاف اور سادے ہیں اور ان میں تغزل کی جھلک بھی نظر آتی ہے" (۱۵۹)۔

وہ مرزا غالب کے معتقد بھی تھے اور ان کے ساتھ ان کی معاصرانہ چشمک بھی رہتی تھی (۱۶۰)۔ انہوں نے کئی ایک اشعار غالب کی زمینوں میں کہے ہیں۔ ایک مرتبہ مولوی کرم حسین بلگرامی نے اپنے ہاتھ میں چکنی ڈلی رکھ کر کچھ اشعار کہنے کی فرمائش کی جس پر مرزا غالب نے ایک دلچسپ قطعہ کہا تھا جس پہلا شعر یہ ہے:

ہے جو صاحب کے کفِ دست پہ یہ چکنی ڈلی
زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے (۱۶۱)

اسی زمین میں علی بخش شرر نے ایک پیچواں (حقہ) پر قطعہ کہا جو باندازِ غالب شعر کہنے کی عمدہ مثال ہے۔ اور غالب شناسی کی تو اتا روایت کا پتا دیتا ہے، چند اشعار درج ذیل ہیں:

پیچواں حقہ عنایت جو کیا حضرت نے
جگر و دل پہ یہ جھگڑا ہے اسے کیا کہیے
آبِ حیوان کے یہ بھرنے کی صراحی ہے مگر
حضرتِ خضر کی تسبیح کا شمسا کہیے
نَے کو دیکھو تو ہے اک زاہدِ لاغر کی مثال
ذکرِ حق کو نہ کیوں اس کا وظیفہ کہیے
آتشِ گل سے جو اس نَے پہ چمکتی ہے چلم
ساتھ موسیٰ کے ضیائے یدِ بیضا کہیے
گبر اس نَے کو سمجھتے ہیں کہ ہے نار پرست
کیوں نہ پھر حقے کو ناقوسِ کلیسا کہیے
گوشِ غلماں کا تو آویزہ یہ حقہ ہے، شرر
نیچے کو رشکِ دو گیسوئے حورا کہیے (۱۶۲)

شررؔ کے دیوان میں کئی غزلیں بھی ہم طرح ملتی ہیں۔ اگرچہ انہوں نے غالب کی زمینوں میں لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن بقول پروفیسر آل احمد سرور ان کی غزلیں غالب کی غزلوں سے بہت پھیکی ہیں۔ ان میں ذوق کا رنگ زیادہ ہے (۱۶۳)۔

غالب کے جن ہم عصر شعراء نے ان کی زمینوں اور ان کے رنگ میں لکھنے کی کوشش کی ان میں ایک مولوی احمد حسن رسوا ہیں، ان کا ایک دیوان فارسی میں ہے اور ایک اُردو میں۔ انہوں نے اپنے انداز میں کل ۳۸ غزلیں غالبؔ کی زمین میں کہی ہیں (۱۶۴)۔ اسی طرح دیگر شعراء میں فانیؔ بدایونی، امیر بدایونی، اعتمادالدین عرشیؔ، عرشؔ بریلوی، عمادالحسن محوؔ وغیرہ کے نام شامل ہیں۔

ان شعراء کے بعد نامور عالم دین اور نعت گو مولانا احمد رضا خان بریلوی کی ایک نعت کے چند شعر درج کیے جاتے ہیں جو انہوں نے غالب کی ایک غزل:

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں (۱۶۵)

کی زمین میں کہی ہے:

پھر کے گلی گلی تباہ، ٹھوکریں سب کے کھائے کیوں
دل کو جو عقل دے خدا، تیری گلی سے جائے کیوں
یادِ حضورؐ کی قسم غفلتِ عیش ہے ستم
خوب ہیں قیدِ غم میں ہم، کوئی ہمیں چھڑائے کیوں
جاں ہے عشقِ مصطفیٰؐ، روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزا، نازِ دوا اٹھائے کیوں
ہے تو رضاؔ نرا ستم، جرم پہ گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم، سازِ طرب بجائے کیوں (۱۶۶)

احمد رضاؔ خان بریلوی نے غالب کے تتبع میں اگرچہ نعت کہی ہے لیکن غالب کا انداز اپنانے کی کوشش بھی کی ہے جس سے نعت میں تغزل کا رنگ غالب آ گیا ہے۔ یہ انداز بھی غالب شناسی کی روایت کو آگے لے جانے میں مدد دیتا ہے۔

اُردو شعراء کی طرح اس عہد کے فارسی شعراء بھی غالب کے تتبع میں شعر کہنا عظمت سمجھتے تھے۔ اکبر علی خان نے اپنے مقالے میں چھ فارسی شعراء کا تذکرہ کیا ہے جو غالب کی زمین

میں شعر کہا کرتے تھے۔ ان شعراء میں احمد علی مجروحؔ، فطرتؔ کاکوروی، اصغر علی شعلہؔ، شیخ طالب علی مقتولؔ، پران سنگھ شوکتؔ اور منشی بھگوان داس جانبازؔ کے نام شامل ہیں (۱۶۷)۔

ذیل میں محولہ بالا تمام شعراء کا ایک ایک فارسی شعر درج کیا جاتا ہے، ساتھ ہی غالب کی غزل کا مطلع بھی نقل کیا جاتا ہے۔ جس کے تتبع میں غزلیں کہی گئیں:

غالبؔ کا شعر تھا:

لب اُو آبِ حیواں را دہد آبِ بقا امشب
مگر ایں تلخیِ دوراں شدہ لا انتہا امشب

اس پر فطرتؔ نے کہا:

شہادت می کند چوں مدعا بر مدعا امشب
شدہ شمشیرِ ابرو شہپرِ بالِ ہما امشب

شعلہؔ نے شرر ریزی کی:

رسیدہ می رود از خویشتن آں آشنا امشب
بخاک اُفتادہ ام ہر شام اے صبحِ صفا امشب

مقتولؔ کا مطلع تھا:

وفا ہا دیدہ ام از بے وفائی در وفا امشب
جفا ہا می کُنی بر خویشتن چوں از جفا امشب

جانبازؔ نے اس طرح ہمت دکھائی:

پریشانی شدہ از کار خود در انتہا امشب
معطر شد زبوئے زلف او بادِ صبا امشب

شوکتؔ نے غزل کا مطلع یہ کہا:

بہ فانوسِ خیال آید اگر آں دلربا امشب
شمع درکار باشد چوں بریزد انہا امشب (۱۶۸)

ہم طرح غزلوں کے ساتھ ساتھ اس عہد کے بعض شعراء نے کلامِ غالب کی تضمین میں خمسے بھی کہے

ہیں۔ غالب کے شاگردوں میں میر مہدی مجروحؔ کے غالب کی دو غزلوں پر خمسے دستیاب ہیں۔ علاوہ ازیں بیانؔ میرٹھی نے ایک غزل کی تضمین کی ہے۔ شاگردوں کے علاوہ بعض اور شاعروں نے بھی غالب کی غزلوں پر خمسے لکھے ہیں۔ لیکن پورے دیوانِ غالب کو تضمین کرنے کا کمال سب سے پہلے مرزا عزیز بیگ (مرزا سہارن پوری) نے دکھایا ہے۔ مرزا عزیز قدیم مدرسہ شاعری سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے انداز بیاں، اسلوب بیاں اور طرز تخیل میں قدامت کا اثر ہونا تعجب کی بات نہیں ہے۔ غالب کی ایک مشہور غزل پر مرزا صاحب کا خمسہ بطور نمونہ درج ہے:

ابرِ مژگاں نے جو ٹھہرائی ہے برسانے کی
نوبت آئے نہ کسی دن مرے بہہ جانے کی
شکل ہونے لگی ہر گوشے میں ویرانے کی
گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانے کی
درو دیوار سے ٹپکے ہے بیاباں ہونا(۱۶۹)

نو اشعار کی اس غزل میں پانچ خمسے نہایت موزوں اور پرلطف ہیں جو شاعر کی مشاقی کا ثبوت ہونے کے علاوہ غالب شناسی کی غمازی کرتے ہیں۔ غالب کی ایک اور غزل پر مرزا کا خمسہ ملاحظہ ہو:

ظلم و ستم کا وقت ہے کوئی نہ جور کا
اک کھیل ہوگیا کہ جب اُٹھے ستا لیا
دل اب تو نام سے ہے محبت کے کانپتا
کیا آبروئے عشق، جہاں عام ہو جفا
رکتا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر (۱۷۰)

اس خمسے کے مصرعے بظاہر اچھے ہیں لیکن ایک خامی رہ گئی ہے کہ غالب کے شعر کا اصلی مفہوم تضمین میں نہیں آیا۔ مرزا عزیز بیگ کے مصرعوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا محبوب جب اٹھتا ہے انہیں ستاتا ہے۔ ظلم کو اس نے ایک کھیل بنالیا ہے، جبکہ غالب کے شعر میں جفا کے عام ہونے سے یہ مقصود ہے کہ محبوب اغیار پر بھی جفا کرتا ہے۔ اسی طرح "بے سبب آزار" کے بھی یہی معنی ہیں کہ ستانے میں محبوب امتیاز ملحوظ نہیں رکھتا۔

اس غزل کے دیگر اشعار میں سے بعض شعروں کی تضمین نہایت پر لطف اور قابل تحسین ہے۔ ملاحظہ ہو ایک خمسہ:

مستی نے تیری کھو دیا صبر و سکونِ خلق
ہے لغزشِ خرام سے زخمی درونِ خلق
شیشہ ہوا ہے باعثِ حالِ زبونِ خلق
ثابت ہوا ہے گردنِ مینا پہ خونِ خلق
لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر(۱۷۱)

اس تضمین میں مصرعوں کی ساخت اور بندش قابل داد ہے۔ایسے ہی مصرعوں سے شرح کا حق ادا ہوتا ہے۔تیسرا مصرع نہایت معنی خیز ہے۔

غالب کی جن غزلوں کی اوروں نے بھی تضمین کی ہے ان میں صرف ایک غزل ایسی ہے جس کے چار خمسے دستیاب ہوئے ہیں۔ان کا تقابلی جائزہ نقل کیا جاتا ہے۔جس سے غالب شناسی کی روایت مستحکم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ان شعراء میں میر مہدی مجروحؔ،مرزا عزیز بیگ، صباؔ اکبرآبادی اور مولانا حامد حسن قادریؔ کے خمسے قابل ذکر ہیں:

میر مہدی مجروحؔ:

کام نخوت سے کچھ روا نہ ہوا
درِ حاجت کسی پہ وا نہ ہوا
کیا حقیقت کہوں کہ کیا نہ ہوا
درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا(۱۷۲)

مرزا عزیز بیگ:

یوں تو میرا علاج کیا نہ ہوا
کم مرض ہی مگر ذرا نہ ہوا
مجھ پہ احساں طبیب کا نہ ہوا
درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا(۱۷۳)

صبا اکبرآبادی:

شکر ہے مجھ کو فائدہ نہ ہوا
چارہ گر باعثِ شفا نہ ہوا
خوش ہوں، احسان غیر کا نہ ہوا
درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا(۱۷۴)

حامد حسن قادری:

نام بدنام عشق کا نہ ہوا
میں بھی شرمندۂ وفا نہ ہوا
یہ برا کیوں ہوا، بھلا نہ ہوا
درد منت کشِ دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا(۱۷۵)

محولہ بالا خمسوں میں میر مجروح کے مصرعے محض تبرک ہیں۔ مرزا اور حامد کی تضمینیں بھی مناسب ہیں لیکن صبا اکبرآبادی کی تضمین سب سے عمدہ اور غالب کے شعر کی معنویت کو اجاگر کرنے والی ہیں۔ یہ تضمین لائقِ تحسین ہے۔

مطالعہء غالب کے آخر میں ان تاریخی قطعات کا ذکر غالب شناسی کا ایک حصہ ہے جو غالب کی وفات پر اس عہد کے چند شعراء نے کہے تھے۔ یہ قطعات اگرچہ کچھ گمنام شعراء کی تخلیق ہیں لیکن اندازِ بیان اور اسلوب کے اعتبار سے فنِ تاریخ گوئی کی عمدہ مثال ہیں۔ غالب کی وفات پر شاعروں نے جو تاریخی قطعات لکھے ان کے بارے میں مولانا حالی نے لکھا ہے:

''ان کی وفات کی تاریخیں جو مدت تک ہندوستان کے اُردو اخباروں میں چھپتی رہیں، وہ گنتی اور شمار سے باہر ہیں''۔(۱۷۶)

ذیل میں چند ایک تاریخی قطعات، رباعیات درج کیے جاتے ہیں:

(۱) منشی فضل حسین برشتہ

اٹھا دنیا سے کیا مرزائے غالبؔ
جہاں سے اُٹھ گئی شیریں بیانی
برشتہ نے لکھی تاریخِ رحلت
موا ہے سعدی شیراز ثانی (۱۲۸۵ھ)، (۱۷۷)

(۲) منشی اسماعیل حسین منیرؔ

آں غالب دہلوی کلیمِ دوراں
سلطانِ سخن، غلامِ آلِ یٰسیں
در نظم و زبان فارسی نامی دہر
در نثر بمسند افادات مکیں
برداشتہ رخت ازیں سرائے فانی
یا رب برسانیش بفردوس بریں
دنیا ست سیاہ بدیدہء اہلِ سخن
در برج لحد چو رفت آں مہر مبیں
تاریخ وفات او چنیں گفت منیرؔ
آہ افصح عصر و حیف ثانی حزیں (۱۲۸۵ھ)
(۱۷۸)

(۳) سحرؔ بدایونی

حیف کہ غالب ز جہاں رخت بست
بود یکے شاعرِ باحلم و فضل
مرد چو او ایں ہمہ بے جان شدند
شعر و سخن، نثر و ہنر، علم و فضل (۱۲۸۵ھ) (۱۷۹)

(۴) مفتی محمد حسن بریلوی

غالب کہ بود پیرِ مغانِ سخنوری
زیں دہر چوں بدار سلامت گرفت راہ

ساغر شکست و میکدہء شعر شد خراب
مینا گریست زار کہ ''غالب بمرد آہ'' (۱۲۸۵ھ)
(۱۸۰)

(۵) عبدالحکیم جوش

''مرد ہیہات میرزا نوشہ'' (۱۲۸۵ھ)۔(۱۸۱)

(۶) سیّد آل محمد مارہروری

جناب میرزائے نوشہ صد افسوس
ہوئے دارِ فنا سے رہگرا آج
لکھ اے آلِ محمد سال منقوط
کہ رشکِ حافظ وطالب مرا آج
(۱۲۸۵ھ)۔(۱۸۲)

غالب کی شخصیت اور شاعری پر جو کچھ لکھا گیا ہے۔ وہ شاید کسی دوسرے شاعر کے بارے میں نہیں لکھا گیا۔حتیٰ کہ اقبال پر لکھنے والوں نے بھی اتنا پائے کا نہیں لکھا جتنا عمدہ تحریری سرمایہ غالب کے حصے میں آیا ہے۔

غالب پر صرف نثر میں ہی نہیں لکھا گیا بلکہ انہیں منظوم خراجِ تحسین بھی پیش کیے گئے۔ مختلف شعراء کی ان پر نظمیں ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا اعتراف ہی نہیں بلکہ غالب شناسی کی اعلیٰ قدروں کا استحکام بھی ہیں۔جس سے یہ روایت قیام پاکستان کے بعد پوری توانائی کے ساتھ سفر کرتی ہوئی اکیسویں صدی میں داخل ہوجاتی ہے۔غالب پر حالی اور اقبال کے مرثیے اپنی مثال آپ ہیں۔ڈاکٹر گیان چند غالب پر نقد ونظر کے ضمن میں اپنی رائے کا اظہاران الفاظ میں کرتے ہیں:

''اُردو میں غالب پر جتنا زیادہ لکھا گیا ہے اتنا باستثنائے اقبال کسی اور ادیب پر نہیں لکھا گیا، لیکن غالب پر جس پائے کے ادیبوں نے لکھا ہے اور جس قسم کی تاریخ ساز کتابیں لکھی ہیں وہ اقبال کا بہرہ نہیں''۔(۱۸۳)

☆......☆○☆......☆

(ب) غالب شکنی کی روایت

غالب کی زندگی میں جہاں ان کی تعریف وتوصیف اور حق وتائید میں بہت کچھ لکھا گیا ہے وہاں ان کے خلاف لکھے جانے کی روایت بھی قائم ہوگئی۔ جس کے نتیجے میں غالب شکنی ایک مستقل موضوع کی حیثیت اختیار کرگئی۔ غالب کے خلاف جو کچھ لکھا گیا، اگر چہ وہ اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کہ جو اُن کے حق میں لکھا گیا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ غالب شناسی کے ہر عہد میں ہندوستان کے اطراف واکناف سے غالب شکنی کی آوازیں بھی سنی جاتی رہی ہیں۔ کوئی دور ایسا نہیں کہ غالب کے خلاف نہ لکھا گیا ہو۔ غالب کے خلاف لکھنے والوں نے نہ صرف ان کے شعر وفن کو موضوع بنائے رکھا بلکہ غالب کی ذاتی اور شخصی زندگی کو بھی نشانہ بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ کچھ تحریریں مخالف برائے مخالف کے ضمن میں سامنے آئیں۔ جبکہ بعض اہل قلم نے تو اس موضوع کو اوڑھنا بچھونا بنالیا کہ جب بھی لکھا، جو بھی لکھا، غالب کے خلاف ہی لکھا۔ لیکن اگر دیکھا جائے تو غالب شکنی بھی دراصل غالب شناسی ہی کا ایک عمل یا ردِعمل ہے جو غالبیات میں گراں قدر اضافے کا باعث بنا ہے۔

غالبؔ کے خلاف سب سے پہلی آواز ان کے ایک ہم عصر تذکرہ نگار، قطب الدین باطنؔ نے بلند کی۔ ''گلستانِ بےخزاں'' ان کا تذکرہ ہے جو دراصل شیفتہؔ کے تذکرے ''گلستان بے خار'' کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ شیفتہؔ سے باطنؔ کی مخالفت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے تذکرے ''گلشن بے خار'' میں باطنؔ کے استاد نظیر اکبرآبادی کے بارے میں منفی رائے کا اظہار کرتے ہوئے ان کے اشعار کو بازاری لوگوں کی پسند قرار دیا تھا۔ جواب میں باطنؔ نے اپنے تذکرے میں نہ صرف اسے بلکہ اس کے استاد (غالب) کو بھی جی کھول کر برا بھلا کہا۔ چنانچہ ''گلستان بےخزاں'' میں غالب کا ذکر غالب شکنی کا نقشِ اول قرار پاتا ہے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

''باطن کا بیان خاصا دلچسپ ہے اور غالب کے کلام اور شخصیت پر جائز و نا جائز، بہر حال اولین تنقیدی تحریر کی حیثیت رکھتا ہے'' (۱۸۴)۔

''گلستانِ بے خزاں'' میں سے غالب کے بارے میں ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''غالب واسد تخلص، اسد اللہ خاں نام، ملقب بمرزا نوشہ، آپ دو تخلص کرتے ہیں.......... انتخاب زباں میں یکہ دوراں ہیں۔ جس طرح طبیعت آئی اس کی خاک اُڑائی چنانچہ دفتر رز سے جو تاک لگائی تو وہ ظرف پیدا کیا کہ مینائے گردوں میں شرابِ شفق قاضی، آفتاب بہ ادب پیش کش لایا اور قمار بازی پر جو دھیان کیا تو چھٹے جواری ہوئے.......... دہلی والے، صاحب کو اپنے روبرو خاطر میں نہیں لاتے۔ مارے خودی اور تبختر کے جی میں پھولے نہیں سماتے پر جب کسی سے مقابلہ ہو تو دم بھر میں فیصلہ ہو۔ ان کو شراب و کباب چاہیے۔ خلافِ شرع کالے حساب چاہیے۔ روزے کے نام سے انہیں کیا کام، نماز کو ان کا ہر دم سلام، اصحاب تذکرہ کی تحریر دیکھی اور ان کی تقریر دیکھی۔ کیا غرور ہیں۔ اپنے نزدیک کتنے دور ہیں یاران ہم صحبت ان سے زیادہ غرور میں چور ہیں۔ گویا ان کے یار خوشامد کے مزدور ہیں۔ دہلی والے صاحبوں کے تذکرے جو عبارت رکھتے ہیں۔ متاعِ خیریت شعرائے ماضی و حال و مصنف کے غارت رکھتے ہیں'' (۱۸۵)۔

اسی طرح قیامِ کلکتہ کے دوران میں غالب اور قتیل کے شاگردوں کے مابین علمی معرکہ آرائی بھی غالب شکنی کا ایک اہم باب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اپنی پنشن کے سلسلے میں غالب کلکتہ پہنچے اور وہاں پہلے سے ایک بزمِ سخن قائم تھی جس کے تحت ہر مہینے مشاعرہ منعقد ہوتا اور اُردو فارسی کلام پیش کیا جاتا۔ غالب نے بھی اس میں کئی غزلیں پڑھیں۔ ان میں سے ایک غزل کے حسب ذیل شعر پر لوگ معترض ہوئے۔

جزوے از عالم و از ہمہ عالم بیشم
ہمچو موئے کہ بتاں را زمیاں برخیزد

اعتراض یہ تھا کہ لفظ "عالم" واحد ہے اور ہمہ، واحد سے پہلے نہیں آ سکتا۔ اس اعتراض کی تائید میں قتیل کے شاگردوں نے اپنے استاد (قتیل) کے رسالوں کے حوالے دیے۔ غالب کے معترضین کافی با اثر تھے۔ اگرچہ مرزا کی حمایت میں بھی کچھ لوگ تھے لیکن مخالفین کی تعداد زیادہ تھی جن میں مولوی عبدالقادر رام پوری، مولوی کرم حسین بلگرامی، مولوی نعمت علی عظیم آبادی اور فارسی کے دوسرے اساتذہ شامل تھے۔ مشاعرے کے بعد تلخ کلامی کی نوبت بھی آئی اور انہوں نے قتیل کو برا بھلا بھی کہا۔ اس سے مخالفت اور کشمکش میں اضافہ ہو گیا۔ بعد ازاں غالب کو محسوس ہوا کہ عالم پردیس میں بگاڑ مول لینا اچھا نہیں چنانچہ انہوں نے مثنوی "بادِ مخالف" لکھ کر ایک طرف تو معترضین کا جواب دیا اور دوسری طرف اراکینِ انجمن اور قتیل کی تعریف کر کے صلح و آشتی کی کوشش کی (۱۸۶)۔ اس رویے سے غالب کا علمی وقار مجروح ہوتا دکھائی دیتا ہے جو بہر حال غالب شکنی کا باعث بنا ہے۔

غالب پر ان کی ذاتی زندگی کے حوالے سے جو الزامات عائد ہوئے ہیں ان میں سے مے نوشی اور قمار بازی شامل ہیں۔ چنانچہ غالب کے خلاف لکھنے والوں نے (جیسا کہ باطن کے محولہ بالا بیان سے ظاہر ہے) ان کی شخصی کمزوریوں کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ غالب کے عہد میں جو اخبار شائع ہوئے ہیں ان میں بھی بعض خبریں غالب کے خلاف چھپی ہیں، جن سے غالب کی شخصیت کے منفی پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے جو آگے چل کر غالب شکنی کا روپ اختیار کر چکی ہیں۔ ذیل میں ۲۲ راگست ۱۸۴۱ء کے ایک اخبار "دہلی اُردو اخبار" میں غالب کے بارے میں شائع ہونے والی ایک خبر کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو:

> "سنا گیا ہے کہ ان دنوں گزر قاسم خاں میں مرزا نوشہ کے مکان سے اکثر نامی قمار باز پکڑے گئے، مثل ہاشم خاں وغیرہ کے جو سابق بڑی علتوں میں دورہ تک سپرد ہوئے تھے، بڑا قمار ہوتا تھا، لیکن بہ سبب رعب و کثرت مردان کے یا کسی طرح سے کوئی تھانے دار انداز نہیں ہو سکتا تھا۔ اب تھوڑے دن ہوئے یہ تھانے دار قوم سے سید اور بہت جری سنا جاتا ہے، مقرر ہوا ہے .... یہ مرزا نوشہ، ایک شاعر، نامی رئیس زادہ نواب شمس الدین قاتل ولیم فریزر کے قرابت قریبہ میں سے ہے۔ یقین ہے کہ تھانیدار کے پاس بہت رئیسوں کی سعی و سفارش بھی آئی لیکن اس نے

دیانت کا کام فرمایا، سب کو گرفتار کیا۔ عدالت سے جرمانہ علیٰ قدر مراتب ہوا۔
مرزا نوشہ پر سو روپے، نہ ادا کریں تو چار مہینہ قید" (۱۸۷)۔

یہ خبر دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ مثلاً کلکتہ کے فارسی اخبار "مہر منیر" نے ۲ر ستمبر ۱۸۴۱ء کے شمارے میں یہ خبر ان الفاظ کے ساتھ شائع کی:

"از مکانِ میرزا نوشہ، شاعرِ نامدار دہلی، یکے از عزیزانِ نواب شمس الدین خاں مرحوم، تنے چند مقامرانِ نامدار کہ در لیل و نہار بجز قمار دیگر کارندا شتند، در حالتِ مقامرت بسعی تھانیدار اسیر و گرفتار شدند و بر محکمہ حاکم حاضر گردیدند۔ حاکمِ نصفت شعار از شاعر یک صد روپیہ و از دیگران سی سی روپیہ جرمانہ گرفتہ آزاد فرمود" (۱۸۸)۔

"مہر منیر" کی اس خبر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غالب کو سو روپیہ جرمانہ ہوا تھا جبکہ دوسروں کو تیس تیس روپے۔ قمار بازی میں گرفتاری کا یہ واقعہ ۱۸۴۱ء میں پیش آیا تھا۔

۱۸۴۷ء میں غالب پھر قمار بازی کے الزام میں پکڑے گئے۔ جس سے ان کی شخصی زندگی بری طرح متاثر ہوئی اور دشمنوں کو پھر ایک بار ان کے خلاف منہ کھولنے کا موقع مل گیا۔ اس سلسلے میں ۲۶ر جون ۱۸۴۷ء کے "احسن الاخبار" میں یہ خبر شائع ہوئی:

"مرزا اسد اللہ خاں بہادر کو دشمنوں کی غلط اطلاعات کے باعث قمار بازی کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ معظم الدولہ بہادر کے نام سفارشی چٹھی لکھی گئی کہ ان کو رہا کر دیا جائے کہ یہ معززین شہر میں سے ہیں۔ یہ جو کچھ ہوا ہے محض حاسدوں کی فتنہ پردازی کا نتیجہ ہے۔ عدالتِ فوجداری سے نواب صاحب کلاں بہادر نے جواب دیا کہ مقدمہ عدالت کے سپرد ہے۔ ایسی حالت میں قانون سفارش قبول کرنے کی اجازت نہیں دیتا" (۱۸۹)۔

کچھ دنوں کی سماعت کے بعد مقدمے کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ یہ خبر اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ اس سلسلے میں ۲ر جولائی ۱۸۴۷ء کے "احسن الاخبار" کی خبر یہاں درج کی جاتی ہے:

"مرزا اسد اللہ خاں غالب پر عدالتِ فوجداری میں جو مقدمہ دائر تھا، اس کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ مرزا صاحب کو چھ مہینے کی قید با مشقت اور دو سو روپیہ جرمانے کی سزا ہوئی۔ اگر دو سو روپیہ جرمانہ ادا نہ کریں تو چھ مہینہ قید میں

اور اضافہ ہو جائے گا اور مقررہ جرمانے کے علاوہ اگر پچاس روپے زیادہ ادا کئے جائیں تو مشقت معاف ہو سکتی ہے۔.........امید کی جاتی ہے کہ اگر سیشن جج بہادر کی عدالت میں اپیل کی جائے اور اس مقدمے پر نظر ثانی ہو تو نہ صرف یہ سزا موقوف ہو جائے بلکہ عدالتِ فوجداری سے مقدمہ اٹھا لیا جائے'' (۱۹۰)۔

غالبؔ کی زندگی میں علمی نوعیت کا بھی ایک واقعہ ایسا رونما ہوا جس کے نتیجے میں ان کے خلاف پورا محاذ کھل گیا۔ اسے ''قضیہء برہان'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب کے بعد غالبؔ عملاً گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اس دوران میں انہوں نے فارسی کی مشہور لغت ''برہان قاطع'' مؤلفہ محمد حسین تبریزی کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور اس میں انہیں جو جو غلطیاں نظر آئیں ان پر اشارات قلم بند کرتے رہے۔ بعد ازاں ان اشارات کو یکجا کیا تو ایک رسالہ مرتب ہو گیا۔ جس کا نام غالب نے ''قاطع برہان'' رکھ دیا۔ ۱۸۶۲ء میں یہ کتابی شکل میں شائع ہوا ''برہان قاطع'' کے حامیوں نے غالب کے خلاف مخالفت کا ایک طوفان برپا کر دیا۔ مخالفین کے طرزِ عمل کا ذکر کرتے ہوئے مولانا غلام رسول مہرؔ نے لکھا ہے:

''قاطع کے شائع ہوتے ہی جامد خیال مقلدوں کے لشکر غالب کے خلاف صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے کوئی یہ سوچنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ غالب نے کیا لکھا ہے یا اصولِ فارسی کے لحاظ سے اس کی حقیقی حیثیت کیا ہے۔ سب محض اس وجہ سے جوش میں آ گئے کہ غالب کو صاحبِ برہان قاطع کے خلاف زبان کشا ہونے کی جرات کیوں کر ہوئی؟ اس سلسلے میں غریب غالب نے چھوٹے پیمانے پر وہ تمام مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کیں جو تقلید و جمود کے راستے سے الگ ہو کر چلنے والوں کو ہر عہد اور ہر دائرے میں ہمیشہ پیش آتی رہی ہیں'' (۱۹۱)۔

اور بقول مولانا حالیؔ، ہر کس و ناکس مرزا غالبؔ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گیا (۱۹۲)۔ ''قاطع برہان'' کے جواب میں جو کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں چار فارسی نثر میں ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔	محرق قاطع برہان،	از	سید سعادت علی، دہلی:	۱۸۶۳ء
۲۔	ساطع برہان،	از	میرزا رحیم بیگ، میرٹھ:	۱۸۶۵ء

۳۔	مؤید برہان،	از	مولوی احمد علی، کلکتہ:	۱۸۶۶ء
۴۔	قاطع القاطع،	از	مولوی امین الدین پٹیالوی، دہلی:	۱۸۶۶ء

غالبؔ کے خلاف یہ کتابیں نہ صرف خاص و عام میں تقسیم ہوئیں بلکہ اس عہد کے اخبارات نے بھی ان کتابوں کے اشتہارات کو نمایاں طریقے سے شائع کر کے مسئلے کو اور زیادہ ہوا دینے کا کردار ادا کیا۔ ''چراغِ دہلی'' غالب کا مخالف اخبار تھا۔ اس نے ۶ ر اکتوبر ۱۸۶۶ء کے شمارے میں مولوی امین الدین پٹیالوی کی کتاب ''قاطع القاطع'' کا اشتہار ان الفاظ میں شائع کیا:

> ''ایک کتاب مسمّی بہ ''قاطع القاطع'' من تصنیف مولوی امین الدین بجواب ''قاطع برہان'' مصنفہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کہ جناب ممدوح نے بہ ردِ لغات برہان قاطع تحریر فرما کر اس مردہء دو صد سالہ کو بہ دشنام دہی یاد فرمایا تھا۔ مولوی صاحب نے جملہ اقوال جناب مرزا صاحب کو تردید کر کے اور سنہ اور نظائر اس کے کلمات اساتذہء قدیم سے بہم پہنچا کر اقوال برہان کو بخوبی تمام پایہء ثبوت پہنچایا'' (۱۹۳)۔

غالبؔ کے خلاف لکھی گئی کتابوں کے جواب میں خود غالب اور غالبؔ کے معتقدین نے مزید کتابیں لکھیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔	دافع ہذیان،	از	مولوی نجف علی،	دہلی؛	۱۸۶۴ء
۲۔	لطائفِ غیبی،	از	غالبؔ	دہلی؛	۱۸۶۴ء
۳۔	سوالات عبدالکریم،	از	غالبؔ	دہلی؛	۱۸۶۴ء
۴۔	نامہء غالب،	از	غالبؔ	دہلی؛	۱۸۶۵ء
۵۔	قطعہء غالب،	از	غالبؔ	دہلی؛	۱۸۶۶ء
۶۔	تیغِ تیز ،	از	غالبؔ	دہلی؛	۱۸۶۷ء

''قاطع برہان'' کی اشاعت کے بعد جملہ مباحث علمی موشگافیوں سے ہٹ کر ذاتیات کا رخ اختیار کر گئے اور اس کی بنیاد خود غالبؔ نے رکھی تھی۔ ان کے طرزِ تحریر نے مخالفانہ یلغار کو دعوت دی۔ شیخ محمد اکرام کے مطابق:

> ''یہ طرزِ استدلال کسی اعتراض کا جواب نہیں .... اگر مرزا غالب اس علمی بحث میں ذاتیات کو نہ لے آتے اور بلاوجہ تمسخر و استہزا سے کام نہ لیتے تو مخالفین بھی اینٹ کا جواب پتھر سے نہ دیتے'' (۱۹۴)۔

شیخ اکرام مزید لکھتے ہیں:

> ''ان کی کتاب ''قاطع برہان'' صاف اور موثر زبان میں لکھی گئی ہے۔ لیکن طرز تحریر ضرورت سے زیادہ شوخ ہے اور صاحب برہان کی جابجا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ اس سے ''برہان قاطع'' کے طرفدار ضرور آگ بگولہ ہوئے ہوں گے۔ اس کے علاوہ اگر ''برہان قاطع'' میں غلطیاں تھیں تو ''قاطع برہان'' بھی غلطیوں سے پاک نہ تھی'' (۱۹۵)۔

''قاطع برہان'' غالب کی طرف سے منظرِ عام پر آ تو گئی لیکن باوجود لاکھ احتیاط کے اس میں غلطیاں موجود تھیں۔ اور غالب کو بھی اپنی غلطیوں کا احساس ہوگیا تھا۔ بعد میں غالب نے ''قاطع برہان'' کا نام تبدیل کر کے ''درفشِ کاویانی'' کے نام سے یہ کتاب شائع کرادی تھی۔

سیّد اسد علی کے مطابق:

> ''قاطع برہان'' تردیدی بیان تھا۔ خود غالب کو بھی اعتراف ہے کہ یہ بہت احتیاط اور کاوش سے لکھی گئی تھی۔ لیکن اس تمام کوشش کے باوجود بھی وہ ''آویزہ'' و ''افسوس'' کے بارے میں دھوکہ کھاگئے اور انہی فارسی نویسانِ ہند کی نکتہ چینی پر اصلاح کی۔ اس سے ان کو اندازہ ہونا چاہیے تھا کہ فرہنگ لکھنا کتنا مشکل کام ہے اور اس میں غلطیاں رہ جانی کتنا آسان ہے'' (۱۹۶)۔

''قاطع برہان'' کے خلاف جو کتب شائع ہوئیں ان میں مولوی احمد علی کی ایک کتاب ''مئوید برہان'' بھی ہے۔ جس کے جواب میں غالب نے اکتیس اشعار پر مشتمل ایک نظم ''قطعہ، غالب'' شائع کرائی۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ ''مئوید برہان'' ابھی شائع بھی نہیں ہوئی تھی اور غالبؔ کی نظروں سے بھی نہیں گزری تھی۔ فقط اس کے بارے میں کلکتے کے کسی دوست سے محض اطلاع ہی ملی تھی کہ غالبؔ نے اکتیس اشعار کا ایک فارسی قطعہ لکھ کر چھپوایا اور کلکتے روانہ کردیا۔ ۱۶ر شعبان ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۴ر اکتوبر ۱۸۶۶ء کو اس امر کی اطلاع دیتے ہوئے اپنے ایک شاگرد منشی حبیب اللہ ذکاء کو لکھتے ہیں:

"صاحب! میں بعین عنایت الٰہی کثیر الاحباب ہوں۔ ایک دوست نے کلکتے سے مجھے اطلاع دی کہ مولوی احمد علی مدرس، مدرسہ کلکتہ نے ایک رسالہ لکھا ہے، نام اس کا "مؤید برہان" ہے۔ اور اہل مدرسہ اور شعراء کلکتہ نے تقریظیں اور تاریخیں بڑی دھوم کی لکھی ہیں۔ بس بھائی! میں نے اپنے علم پر ایک قطعہ لکھ کر چھپوایا اور کئی ورق، اس دوست کو، دو چار جلدیں "درفشِ کاویانی" علاوہ اوراق مذکور بھیج دیے" (۱۹۷)۔

کتاب "مؤید برہان" غالب کے پاس مارچ ۱۸۶۷ء میں پہنچی جبکہ "قطعہ غالب" اس کتاب کے دیکھنے سے کم ازکم چھ سات مہینے پہلے اگست ۱۸۶۶ء میں یا اس سے پہلے کسی وقت موزوں ہوا ہے (۱۹۸)۔

"قطعہ غالب" پہلی نظم ہے جو مسئلہ برہان کے ضمن میں معرض وجود میں آئی جبکہ اس سے قبل ساری تحریریں نثر میں لکھی گئیں۔ قطعہ غالب کا یہ ردِعمل ہوا کہ ادبی جنگ نثر کی بجائے نظم کی شکل اختیار کرگئی۔ اور ساری نظمیں غالب ہی کی زمین میں کہی گئیں۔ مولانا غلام رسول مہر کی شمار بندی کے مطابق غالب کی موافقت اور مخالفت میں چار سو تیرہ اشعار کہے گئے (۱۹۹)۔

قصہ کوتاہ، قاطع برہان کی تردید و موافقت میں لکھنے لکھانے کا سلسلہ غالب کی وفات تک جاری رہا اور یہ ایک حقیقت ہے کہ غالب نے خود بھی جو ڈھنگ اختیار کیا تھا وہ زیادہ تر مناظرانہ تھا۔ چنانچہ دونوں طرف سے زیادہ تر ذاتی حملوں پر زور دکھائی دیتا ہے۔ اس صورت حال سے غالب کی علمی، ادبی اور شخصی ساکھ کو خاصا نقصان پہنچا۔ اس سلسلے کی آخری کتاب مولوی احمد علی کی "شمشیر تیز تر" ہے جو "تیغ تیز" کے جواب میں لکھی گئی۔ یہ کتاب ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی۔ اسی سال غالب کی وفات ہوئی اور مالک رام کے بقول:

"اگر مرزا غالب زندہ رہتے تو یہ بحث چندے اور جاری رہتی" (۲۰۰)۔

غالب کی وفات ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ اس کے بعد لکھے جانے والے تذکروں میں محمد صدیق حسین خاں کا تذکرہ "شمع انجمن" قابل ذکر ہے۔ یہ تذکرہ ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں اگرچہ غالب کے حق میں تعریفی کلمات بھی موجود ہیں لیکن بین السطور تذکرہ نگار نے غالب شکنی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی ہے بالخصوص یہ کہتے ہوئے کہ غالب کی غزل کی نسبت ان کا قصیدہ بہتر ہے۔ انہوں نے اپنے تذکرے میں غالب سے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے:

"خطاب نجم الدولہ، دبیر الملک، نظام جنگ بہادر، شاہجہان آباد کے نامی سخنوروں میں سے ہے.......... ان کے بہت سے معاصر نثر نویسی اور شعر گوئی میں ان کے کمال کے قائل ہیں لیکن ان کے بعض اقران ان کے طرز و ادائے کلام پر اعتراض بھی کرتے ہیں۔ "قاطع برہان" اور "ساطع برہان" کو دیکھنے سے یہ حقیقت بخوبی روشن ہوجاتی ہے.......... ان کے دیوان میں قصائد، مثنویات، غزلیات اور رباعیات ہیں، لیکن قصائد میں گریز عمدہ نہیں۔ غزل کی نسبت ان کا قصیدہ بہتر ہوتا ہے.......... بہادر شاہ بادشاہ دہلی کے وظیفہ خواروں میں سے ہیں۔ شیعہ مذہب تھا۔ کسی وقت شراب پینے سے باز نہیں رہتے تھے" (۲۰۱)۔

اس کے بعد جن تذکروں میں غالب شکنی کی روایت آگے بڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ان میں "آبِ حیات" کا ذکر اہمیت سے خالی نہیں۔

غالبؔ کی شاعرانہ زندگی کے بارے میں یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ ان کی فکر چونکہ ان کے ہم عصروں سے بلند و بالا تھی اس لئے ان کے ابنائے عصر ان کی بات کو پوری طرح نہیں سمجھ پائے یعنی غالب کے جوہر اندیشہ کو گرفت میں نہیں لا سکے۔ ایسی صورت میں یوں ہوتا ہے کہ شاعر کی شاعرانہ قدر و قیمت کو گھٹا کر پیش کرنے کی روش چل نکلتی ہے۔ جس سے شاعر اور قاری کے درمیان ایک بُعد سا پیدا ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ ابتداً غالبؔ کے ساتھ ایسا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگرچہ غالب کو یہ شکوہ رہا کہ ناقدروں نے ان کے کمال فن کی کوئی خاطر خواہ قدر نہیں کی اور اس عہد میں غالب کے ہوتے ہوئے دلی میں ذوقؔ کو اور لکھنو میں ناسخؔ کو ان پر فوقیت دی جاتی رہی۔ لیکن غالب کی وفات کے بعد بھی ابتداً یہی تعصب روا رکھا گیا۔ اس سلسلے میں مولانا محمد حسین آزاد نے بھرپور کردار ادا کیا۔ ذوقؔ چونکہ ان کے استاد تھے اس لئے انہوں نے "آبِ حیات" میں ذوقؔ کے نام کے ساتھ "ملک الشعرا" ہونے کا اعزاز چسپاں کر کے غالبؔ پر انہیں فوقیت دینے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کا کہنا ہے کہ مولانا آزاد نے اگرچہ غالبؔ کی کافی مدح کی ہے لیکن اس مدح کے پردے میں "ہجو ملیح" کی بدگمانی بھی ہوتی ہے (۲۰۲)۔ آزادؔ لکھتے ہیں:

''اکثر شعر ایسے درجہ، رفعت پر واقع ہوئے ہیں کہ ہمارے نارسا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتے''۔(۲۰۳)

غالب کو اپنی فارسی دانی اور فارسی شاعری پر بہت ناز تھا اور اس کا ذکر انہوں نے خود بھی کیا ہے۔ چنانچہ آزاد تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''چونکہ فارسی کی مشق زیادہ تھی اور انہیں طبعی تعلق تھا، اس لئے اکثر الفاظ اس طرح ترتیب دے جاتے تھے کہ بول چال میں اس طرح بولتے نہیں''(۲۰۴)۔

آزاد نے ''اُردوئے معلیٰ'' سے محاوروں اور روزمروں کی مثالیں دے دے کر اعتراض کیا ہے:

''بعض فقرے کم استعداد ہندوستانیوں کے کانوں کو نئے معلوم ہوں تو وہ جانیں، یہ علم کی کم رواجی کا سبب ہے''(۲۰۵)۔

ڈاکٹر گیان چند نے اسے آزاد کا شاطرانہ جملہ کہتے ہوئے تبصرہ کیا ہے کہ بہ ظاہر توصیف ہے لیکن مثالیں چن چن کر اجنبی محاوروں کی دی ہیں جو اس بات کے غماز ہیں کہ آزاد نے کمزور فقروں کی تلاش میں کافی فکر کی ہے، مثلاً کویل کی آرامش کو ترک کرنا، یہ رتبہ میری ارزش کے فوق ہے: نظر اس دستور پر اگر دیکھو، جو آپ پر معلوم ہے مجھ پر مجہول نہ رہے(۲۰۶)۔

مولانا آزاد کا تذکرہ ''آبِ حیات'' ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۹۷ء میں شائع ہونے والے ایک اور تذکرے کاشف الحقائق معروف بہ بہارستانِ سخن کا ذکر یہاں اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ غالب شکنی کی روایت کو مستحکم کرنے میں اس تذکرے نے بھی اپنا کردار ادا کیا ہے۔ سید امداد امام اثر مصنف ہیں۔ انہوں نے غالب کی اُردو شاعری کو تو سراہا ہے لیکن فارسی کلام کے بارے میں جو رائے قائم کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ غالب کو سرے سے فارسی شاعر تسلیم کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ان کی تمام فارسی غزلوں میں صرف دس پانچ ہی شعر ہوں گے، جو غزل کا لطف رکھتے ہوں گے، ورنہ دیوان کا دیوان حسنِ مقبولیت سے خالی نظر پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ استعارات وغیرہ سے بہت کام لیتے ہیں جو کچی غزل گوئی کی شان سے بہت بعید ہے''(۲۰۷)۔

آثر کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ غالب بنیادی طور پر قصیدہ گو شاعر تھے اس لئے ان کی غزلوں کے اشعار زیادہ تر قصیدہ نما ہیں اور اس معیار پر پورے نہیں اترتے جو غزل سرائی کا تقاضا ہے۔ آثر کے نزدیک غزل سرائی غالب کے بس کا روگ ہی نہیں، لکھتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ غزل سرائی بہت دشوار چیز ہے۔ یہ بڑے حکیم کا کام ہے اور وہ بھی وہ حکیم جس نے غزل سرائی کی خلقی صلاحیت پائی ہے۔ اگر مجرد حکم ما بی غزل گوئی متقاضی ہوتی تو ارسطو، بوعلی سینا، ملا صدرا، یہ سب کے سب غزل گو ہوتے، غزل گوئی خاقانی، مولوی معنوی اور انوری کو بھی نصیب نہ ہوئی جو بڑے درجہ کے شعراء گزرے ہیں، مگر حضرت غالب پر بہت تعجب گزرتا ہے......... فارسی کی غزلیں ان صفات سے جو غزل گوئی کی شان سے ہیں تمام تر معرا نظر آتی ہیں'' (۲۰۸)۔

اس اعتبار سے سید امام اثر انیسویں صدی کے آخری غالب شکن ثابت ہوئے۔ بیسویں صدی میں غالب شکنی کے حوالے سے سب سے توانا آواز یاس یگانہ چنگیزی کی تھی۔ انہوں نے ''غالب شکن'' کے نام سے الگ ایک کتابچہ بھی شائع کرایا جو دراصل مسعود حسن رضوی ادیب کے نام ان کا ایک مکتوب ہے، جو ۱۹۳۳ء میں کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس کتابچے سے قطع نظر، یاس یگانہ کی غالب شکنی کا آغاز ۱۹۱۴ء سے ہو چکا تھا جب انہوں نے اپنے پہلے مجموعہ کلام ''نشترِ یاس'' کے دیباچے میں غالب کے خلاف لکھا اور ادبی حلقوں میں ہلچل پیدا کردی۔ اس کے بعد انہوں نے عروض سے متعلق کتاب ''چراغِ سخن،، میں غالب کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

''آتش و غالب'' کے عنوان سے ان کا پہلا مضمون ہے جو ہاپوڑ و میرٹھ کے ایک رسالہ ''خیال'' کے نومبر ۱۹۱۵ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے غالب کے خلاف لکھنا اپنا معمول بنالیا۔ مختلف رسالوں میں لکھنے کا ایک طویل سلسلہ جاری رکھا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ کسی بھی موضوع پر لکھتے، اس میں غالب کے خلاف کوئی نہ کوئی بات ضرور کہہ جاتے۔ ۱۹۲۷ء میں ان کا مجموعہ کلام ''آیاتِ وجدانی'' شائع ہوا تو مرزا مراد بیگ شیرانی کے فرضی نام سے اپنے کلام کی جو شرح بہ عنوان ''محاضرات'' لکھی اس میں قدم قدم پر غالب کے پرزے اڑائے ہیں۔ وہ خود ایک جگہ غالب کے خلاف لکھے گئے اپنے مضامین کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''میں نے ۱۹۱۵ء میں رسالہ ''خیال'' ہاپوڑ میں ایک مضمون غالب کے متعلق لکھا، اس کے بعد ''مخزن'' میں کچھ لکھا اور کچھ اپنے رسالے ''چراغِ سخن'' میں۔ ان مضامین پر ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا اور بعض حسن شعارانِ لکھنو کو یہ کہنے اور خالی الذہن حضرات کو بھڑکانے کا موقع مل گیا کہ یاسؔ کا دماغ خراب ہوگیا ہے'' (۲۰۹)۔

یاسؔ کی غالب شکنی کا واضح ثبوت ان کی کتاب ''غالب شکن'' ہے۔ جس میں انہوں نے نہ صرف غالب کی شخصیت وفن کے پرزے اڑانے کی کوشش کی ہے بلکہ غالب کے مقابلے میں اپنی برتری بھی ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ دراصل غالب شکنی کی آڑ میں اپنے آپ کو متعارف کرانا چاہتے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''باوجود ان عیوب کے جو مجھ میں ہیں، ملک میں ایک ایسا بے تعصب تعلیم یافتہ طبقہ بھی موجود ہے جو مجھے دوست رکھتا ہے اور ہنر کو ہنر کی حیثیت سے دیکھتا ہے، غالب شناسی کے ساتھ مشروط نہیں سمجھتا'' (۲۱۰)۔

اسی طرح احساسِ برتری کے زعم میں لکھتے ہیں:

''آیاتِ وجدانی'' اور ''ترانہ'' عالمِ وجود میں آچکا ہے غالب کے آسمانی صحیفہ کا بھرم کھلتا جاتا ہے۔ چچا جان کو اب بھتیجے کے پیچھے پیچھے چلنا پڑے گا، برابر چلنے کا موقع نہیں'' (۲۱۱)۔

غالبؔ کے نقادوں میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری بھی شامل ہیں۔ انہوں نے ''محاسنِ غالب'' لکھ کر غالب کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ہیں اور کھلے لفظوں میں کہا ہے کہ ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں، مقدس وید اور دیوانِ غالب (۲۱۲) یاسؔ یگانہ نے ''غالب شکن'' میں غالب کی مدح سرائی کے سلسلے میں ڈاکٹر بجنوری پر بھی سخت تنقید کی ہے۔ لکھا ہے:

''یورپ کی ذہنی روشنی میں غالب کو دیکھنا غلط اصول ہے۔ بھلا یورپ کی فضا سے غالب کے ذہن کا کیا تعلق۔ غالبؔ کی نشو ونما ہندوستان میں اور ایرانی لٹریچر کی فضا میں ہوئی۔ فارسی لٹریچر کی روشنی میں غالب کے کلام پر صحیح تنقید ہوسکتی ہے۔ یورپ کے فلاسفروں سے بھڑانا محض ایک طفلانہ

بوالعجبی ہے۔ غالب پر حاشیہ آرائی کرنے والے فارسی لٹریچر کو تو پس پشت ڈال دیتے ہیں، فارسی لٹریچر کو سامنے رکھ کر اگر تنقید کرتے تو کبھی دیوانِ غالب کو آسمانی صحیفہ یا سراسر الہامی یا اور بجنل نہ کہتے۔ غالب زیادہ سے زیادہ ہندوستان کا ایک بلند خیال، دقت پسند، گمراہ شاعر ہے" (۲۱۳)۔

غالب بلاشبہ ایک عظیم شاعر ہیں۔ لیکن ڈاکٹر بجنوری نے جس انداز میں ان کی مدح سرائی کی ہے اس پر صرف یگانہ ہی نے نہیں بلکہ بعض غالب شناسوں نے بھی اعتراض کیا ہے، مثلاً ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں:

"غالب کے نقادوں میں سب سے بلند و بانگ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری ہیں۔ جن کی "محاسنِ کلامِ غالب" ۱۹۲۱ء میں شائع ہوئی۔ یہ تنقید نہیں، تشریح نہیں، قصیدہ خوانی ہے۔ انشائیہ ہے، طبل نوازی، اشتہار ہے، وکالت ہے، اور اس پردے میں اپنے علم کی بھدی نمائش ہے" (۲۱۴)۔

بہر حال یاس یگانہ نے "غالب شکن" میں یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ غالب بڑا شاعر ضرور ہے لیکن اتنا بڑا نہیں جتنا کہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے یگانہ، غالب کے ساتھ ساتھ غالب پرستوں کو تنقید کا نشانہ بناتے اور واضح الفاظ میں کہتے ہیں:

"غالب پرستوں نے غالب کی مدح میں حد سے زیادہ غلو سے کام لیا ہے۔ تمام اساتذہ اُردو کا حق تلف کر کے غالب کو دے دیا ہے۔ مگر میں نے غالب کا حق تلف نہیں کیا۔ ہاں کھری کھری سنا دی جس سے مخاطب غالب نہیں ہیں بلکہ غالب پرست" (۲۱۵)۔

یگانہ نے غالب پر جو فردِ جرم عائد کی ہے اس کے مطابق انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ غالب، خیال چور شاعر تھے۔ انہوں نے بہت سے اشعار کا حوالہ دے کر انہیں فارسی کے قدیم شعراء کے کلام سے ماخوذ قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں تبصرہ کرتے ہوئے گیان چند نے بھی واضح الفاظ میں لکھا ہے:

"غالب شکن" میں کام کی بات ہے تو "چوریاں یا نقالیاں" والا باب، جس میں غالب کے متعدد اشعار کو مشاہیر فارسی سے ماخوذ دکھایا گیا ہے۔

بیشتر اشعار کی مشابہت اتنی قریبی ہے کہ اس میں شک نہیں رہتا کہ غالب نے دانستہ خوشہ چینی کی ہے‘‘ (۲۱۶)۔

اس سلسلے میں یگانہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

’’میں مرزا غالب مغفور علی اللہ مقامہ، کے بعض اشعار کی نسبت کچھ عرض کرنے اور کچھ پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ غالب مغفور کا اُردو فارسی کلام اور ان کی تصانیف کو پیش رکھنے کے بعد بھی میں ایسا حسنِ عقیدت نہیں رکھتا کہ بغیر سوچے سمجھے ان کے تمام اشعار کو الہامی سمجھنے لگوں یا اس خیال سے کہ بڑے بڑے فضلاء اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ حضرات غالب مغفور کے حد سے زیادہ معتقد ہیں، ان کی دیکھا دیکھی میں بھی تحسین ناشناس کا مرتکب ہوں۔ غالب مغفور کا ایک شعر ہے:

بے تکلف در بلا بودن بہ از بیمِ بلاست
قعرِ دریا سلسبیل و روئے دریا آتش است

میں نے اس شعر کی نسبت بعض ایسے حضرات سے جنہیں اپنی ہمہ دانی پر ناز ہے، یہ سنا ہے کہ یہ تخیل اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے اور غالب کی قوت ابداعی کا بہترین نمونہ ہے۔ اب میں اتنا پوچھتا ہوں کہ یہ شعر غالب ہی کا کہا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں ایسا نہیں ہے.......... میں ابھی ثابت کروں گا کہ قوتِ ابداعی تو کجا یہاں غالب نے قوتِ تصرف سے بھی کام نہیں لیا۔ عرفی کہتا ہے:

ہم سمندر باش و ہم ماہی کہ در جیحونِ عشق
روئے دریا سلسبیل و قعرِ دریا آتش اُست

غالب مغفور کے ہوا خواہ عرفی کا یہ شعر سنتے ہی بے دھڑک نافہمی کا الزام مجھ پر رکھ دیں گے اور یہ فرمائیں گے کہ عرفی کچھ اور کہتا ہے، غالب عرفی سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ مگر افسوس تو یہی ہے کہ ایسا نہیں ہے..........

مصرع اوّل میں ایک لفظ غالب کا نہیں ہے۔ پورا مصرع لفظ بہ لفظ

مرزا صائبؔ کا ہے۔ کہتا ہے

بکش در زندگی مردانہ جامِ نیستی بر سر
کہ باشد در بلا بودن بہ از بیمِ بلا بودن

پہلا مصرع مرزا صائبؔ کا اور دوسرا عرفیؔ کا اور تعریفیں غالبؔ کی، سبحان اللہ۔ اب میں عقیدت مندانِ غالبؔ کے شعر پر کیا رائے قائم کروں؟ مرزا غالبؔ فرماتے ہیں:

زبسکہ مشقِ تماشا جنوں علامت ہے
کشاد و بستِ مژہ سیلیء ندامت ہے

اس کے بعد مرزا بیدل علیہ الرحمہ کا یہ مطلع ملاحظہ ہو:

دیدہء را کہ بہ نظارہء دل محرم نیست
مژہ باہم زدن از دست ندامت کم نیست

اہل نظر انصاف کریں کہ یہ غالبؔ کی قوتِ ابداعی کا نتیجہ ہے یا پرایا مال ہے''(۲۱۷)۔

غالب شکنی کی اس روایت میں ڈاکٹر عبداللطیف کا نام بھی آتا ہے۔ ان کی کتاب ''غالب'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں انگریزی زبان میں شائع ہوئی اور اس کے فوراً بعد اُردو میں چھپ کر سامنے آئی۔ ڈاکٹر عبداللطیف مغرب پرست اور مغرب زدہ تھے اس لئے وہ اپنی بات کہنے سے قبل مغربی دانشوروں کے اقوال درج کرتے ہیں۔ انہوں نے غالب کی تعریف بھی کی ہے ساتھ ہی ان کے کلام کو تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے۔ وہ غالب کی شاعری کو محض ذہنی اور عقلی قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح غالب کی زندگی اور شاعری میں بے اطمینانی کی شدت کو عظمت کے منافی قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ غالب کی شخصیت اور ان کے کردار سے بھی خاصے نالاں نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر گیان چند کے مطابق:

''دوسروں نے اگر غالبؔ کی خامیوں کی طرف آنکھیں بند کرلی تھیں تو ڈاکٹر لطیف نے تمام خوبیوں سے انکار کر دیا ہے''(۲۱۸)۔

ڈاکٹر عبداللطیف نے کلامِ غالب پر کھل کر تنقید کی ہے۔ ان کے نزدیک غالبؔ نے انہی پرانے گھسے پٹے موضوعات پر طبع آزمائی کی ہے جو اس سے پہلے کے شعراء نے اپنی شاعری کی زینت

بنائے تھے۔ وہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''ہر زمانہ میں غزل گو شعراء نے شیخ و برہمن کی پھبتیاں اڑائیں، صوفیوں اور فلسفیوں کی شان اختیار کی، فلک پر شکایتوں کے تیر برسائے، اپنی شاعرانہ برتری کے گیت گائے، عاشق کا سوانگ بھرا، ساغر کے دور چلائے اور اس قسم کے بہت سے تماشے کیے۔ غالب نے اس پامال راستہ سے کچھ زیادہ کنارہ کشی نہیں کی'' (۲۱۹)۔

ڈاکٹر عبداللطیف کے مطابق غالب نے صرف ایک کام کیا ہے کہ ان پرانے موضوعات کو اپنی عقل وفہم کے ذریعے نئے اور اچھوتے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کے باعث ان کی شاعری میں نکھار آنے کی بجائے بگاڑ پیدا ہوا ہے۔ لکھتے ہیں:

''زندگی بھر شاعر کی یہ آرزو رہی کہ وہ فکر و اظہار میں اچھوتا معلوم ہو اور ایک لحاظ سے اس کا یہ مقصد بھی پورا ہوا، لیکن اس سے اس کی شاعری ماری گئی'' (۲۲۰)۔

ڈاکٹر عبداللطیف نے کلام غالب کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے نزدیک پہلا حصہ ان اشعار پر مشتمل ہے جو رسمی طرز میں اعلانیہ ذہنی مشق کا نتیجہ ہیں۔ اس حصے کی شاعری پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہاں شاعر غزل گوئی کے وہی پرانے ڈگر سے گزرتا نظر آتا ہے۔ وہ کبھی پھبتیاں اڑانے میں مصروف ہے تو کبھی عاشق کے روپ میں جلوہ گر ہے۔ کبھی صوفی بنتا ہے اور کبھی فلسفی۔ غرض کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ'' (۲۲۱)۔

اس حصے کی شاعری میں جو غزلیں انہوں نے شامل کی ہیں ان میں سے چند غزلوں کا ایک ایک شعر یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

(۱) نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

(۲) نکوہش ہے سزا فریادیٔ بے داد دلبر کی
مبادا خندۂ دنداں نما ہو صبح محشر کی

(۳) ہے عدم میں غنچہ، محو عبرتِ انجامِ گل
یک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے
(۴) پوچھ مت رسوائی انداز استغنائے حسن
دست مرہونِ حنا، رخسار رہنِ غازہ تھا

ڈاکٹر عبداللطیف کے نزدیک دوسرے حصے کے اشعار ایسے احساسات کے ترجمان ہیں جو ذہن شاعر کے لئے نیم محسوس تھے۔ یعنی ان خیالات کے پیچھے شاعری کا مشاہداتی تجربہ موجود نہ تھا۔ اور پھر وہ مخصوص حیاتی زاویہ، نگاہ کی پیداوار ہونے کے باعث واقعے کی مکمل تصویر پیش نہیں کرتے۔ اس عیب کو چھپانے کے لئے ڈاکٹر عبداللطیف کے مطابق:

"وہ یا تو رسمی لفظیات کا جامہ پہناتا ہے یا اس کے لئے رنگ برنگ کی لفظی ترکیبیں تراشتا ہے" (۲۲۲)۔

بطور نمونہ ڈاکٹر عبداللطیف نے جو اشعار درج کیے ہیں ان میں سے چند ایک یہاں لکھے جاتے ہیں:

(۱) کیوں گردشِ مدام سے گھبرا نہ جائے دل
انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں
(۲) وائے واں بھی شورِ محشر نے نہ دم لینے دیا
لے گیا تھا گور میں ذوقِ تن آسانی مجھے
(۳) اُگا ہے گھر میں ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر
مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے درباں کا
(۴) حنائے پائے خزاں ہے بہار اگر ہے بھی
دوامِ کلفتِ خاطر ہے عیش دنیا کا

ڈاکٹر عبداللطیف نے البتہ غالبؔ کی تیسرے حصے کی شاعری کو سراہا اور غالب کی تعریف بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں:

"تیسرے حصے کے اشعار ایسے احساسات سے بھرپور ہیں جن کو شاعر نے پوری طرح سے محسوس کیا ہے اور جن پر ایسا گہرا شخصی اثر چھایا ہوا ہے کہ شاعر ان کو کسی پر تکلف صنعت گری سے پابہ جولاں نہیں کرتا" (۲۲۳)۔

ڈاکٹر عبداللطیف نے غالب کی ذاتی زندگی پر بھی کڑی تنقید کی ہے ان کا کہنا ہے کہ غالب کی شاعری اگر احساسِ وحدت اور عظمت سے محروم ہے تو اس کا ذمہ دار خود غالب ہے۔ وہ عمومی زندگی میں تنگ زاویہ نگاہ رکھتا تھا۔ یہ چیز اس کی شاعری کو کچلنے کا باعث بن گئی۔ وہ لکھتے ہیں:

''غالب نے یہ عظمت کبھی حاصل نہیں کی۔ اس کے لئے خود غالب مورد الزام ہے۔ عظمت اس میں موجود تھی لیکن اس نے اپنی خودسری اور زندگی کے تنگ زاویہ نگاہ سے اس عظمت کو کچل ڈالا۔ اس کی بے اطمینانی خود اس بات کا مظہر ہے کہ وہ دنیا کو سمجھنے، زندگی کو پرتا لنے، اور کائنات کی محبوب چیزوں کو تاڑنے کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ چار دیواری میں محصور، اوروں سے بے خبر، صرف اپنے حاجت رواؤں پر نظر جمائے، اور کبھی کبھی روحانی دانشمندی کی جھلک دکھلاتے ہوئے، اس نے اس دنیا میں زندگی بسر کی۔ ایسی دنیا میں جو شاعری وجود میں آتی ہے، اس میں ربانی تجلی اور الٰہی عظمت کے عناصر مشکل سے پائے جاتے ہیں۔ غرض روحانی ہم آہنگی غالب میں سرے سے لاپتہ ہے''(۲۲۴)۔

ڈاکٹر عبداللطیف آخر میں اپنی بحث کو سمیٹتے ہوئے کہتے ہیں:

''یہ ہے کہانی ہمارے شاعر کی۔ اس نے ایک منتشر زاویہ نگاہ کے سایہ میں منتشر زندگی بسر کی ہے اور ہمارے لئے ایسی شاعری چھوڑی جو خود ہم آہنگی سے معرا ہے۔ اس کا شمار مشاہیرِ عالم میں نہیں ہو سکتا''(۲۲۵)۔

غالب شکنی کی اس روایت میں علامہ نیاز فتح پوری کا ذکر بھی اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ غالب پر ان کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ وہ غالب پرست ہونے کے ساتھ ساتھ غالب شکن بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی تنقیدی نظر سے کلامِ غالب کی فنی و فکری خامیوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں غالب کے اُردو کلام پر ان کا پہلا اعتراض یہ ہے:

''جس وقت ہم غالب کے اُردو دیوان کو دیکھتے ہیں تو اس کی بے رنگی کی مختلف صورتیں ہمارے سامنے آ جاتی ہیں۔ ایک اور غالباً سب سے پہلی صورت تو وہ ہے جو اُردو تو قطعاً نہیں ہے، لیکن حسنِ الفاظ و معانی کے پیش نظر ہم فارسی بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس سے مراد وہ اشعار ہیں جن کو سوچا تو

اس نے فارسی میں لیکن کہا اُردو میں اور اس طرح وہ نہ اُردو کے رہے نہ
فارسی کے، مثلاً ایک شعر ملاحظہ ہو:۔

اسدؔ ہم وہ جنوں جولاں گدائے بے سر و پا ہیں
کہ ہے سر پنجہء مژگانِ آہو پشتِ خار اپنا

اس میں صرف پانچ لفظ (ہم، وہ، ہیں، ہے، اپنا) اُردو کے ہیں باقی سب
فارسی کے''(۲۲۶)۔

اسی طرح اور بھی بہت سے اشعار ہیں جن کا حوالہ دیتے ہوئے نیاز فتح پوری نے رائے قائم کی ہے کہ انہیں سوچا فارسی میں اور کہا اُردو میں گیا ہے۔ نیازؔ کے نزدیک یہ ایک عیب ہے جس کی بنیاد پر غالب نے کئی ایک مقامات پر ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اس کے علاوہ نیاز فتح پوری نے دیوانِ غالب کے مقبول عام اشعار میں سے اغلاط نکال کر ان کی اصلاح بھی کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ وہ اشعار جنہیں عرف عام میں بڑی مقبولیت حاصل ہے، اغلاط سے پاک نہیں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''غالبؔ کے وہ اشعار جو بظاہر بہت صاف، بے عیب اور بلند نظر آتے ہیں، وہ بھی شاعر کی سہل انگاریوں، اور غلبہء جذبات کی بناء پر اغلاط و اسقام سے پاک نہیں''(۲۲۷)۔

ذیل میں چند اشعار اور ان پر نیاز فتح پوری کے اعتراضات کو درج کیا جا رہا ہے:

(۱) پر توِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

نیازؔ کے نزدیک اس شعر کے مصرع اولیٰ میں دو نقص ہیں۔ ایک تو لفظ ''خور'' صوتی حیثیت سے سماعت پر بار ہے دوسرا لفظ ''سے'' قطعاً زائد ہے، محض وزن پورا کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ لہٰذا

پر توِ مہر ہے، شبنم کو فنا کی تعلیم
ہم بھی ہیں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

کر دینے سے دونوں نقص بھی ختم ہو جاتے ہیں اور مہر اور عنایت دونوں مل کر معنوی تجنیس کی پر لطف صورت بھی پیدا کر دیتے ہیں۔

(۲) کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

نیاز فتح پوری کا کہنا ہے کہ اس شعر میں مرزا غالب گھر کی ویرانی کے مقابلے میں دشت کی ویرانی کی تحقیر کرنا چاہتے تھے یعنی وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ ''دشت کی ویرانی بھی کوئی ویرانی ہے، اس کو دیکھ کر تو مجھے گھر یاد آ گیا جو اس سے کہیں زیادہ ویران ہے''...........لیکن لفظ ''سی'' نے یہ مفہوم پورا نہ ہونے دیا بلکہ اس کے برخلاف خود دشت کی ویرانی اصل گفتگو کا موضوع بن گئی۔ نیاز کے نزدیک اگر مصرع یوں ہوتا:

ع کوئی ویرانی میں ویرانی ہے

تو یہ انداز تعجب و تحقیر اس سے مفہوم واضح ہو جاتا۔

(۳) نہ گلِ نغمہ ہوں نہ پردۂ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

نیاز کو سب سے پہلا اعتراض ''گلِ نغمہ'' پر ہے۔ کیونکہ ان کے مطابق یہ وہ ترکیب ہے جسے نہ فارسی شعراء نے کبھی استعمال کیا اور نہ فارسی اہل لغت نے اس کا ذکر کیا۔ اس لئے یہ ترکیب درست نہیں ہے۔ دوسرا معنوی نقص اس شعر میں یہ ہے کہ دوسرے مصرع کے الفاظ ''شکست کی آواز'' کے پیش نظر پہلے مصرع میں بھی بغرض تقابل انہیں چیزوں کا ذکر ہونا چاہیے تھا جن میں فی الجملہ کوئی نہ کوئی آواز پائی جاتی ہے لیکن غالب نے اس کا لحاظ کیے بغیر ایک جگہ گل نغمہ لکھ دیا جو کوئی معنی نہیں رکھتا اور دوسری جگہ ''پردۂ ساز'' جو اپنی جگہ بالکل خاموش و ساکت چیز ہے۔ اس لئے نیاز فتح پوری کی رائے میں مصرع:

ع ''نہ دمِ نغمہ ہوں نہ شیون ساز''

ہونا چاہیے تا کہ دونوں کی آواز فی الجملہ متعین ہو جائے اور ''آوازِ شکست'' سے مناسبت پیدا ہو سکے۔

(۴) گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت دعا نہ مانگ
یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

نیاز کے نزدیک بہ لحاظ انداز بیاں بڑا الجھا ہوا شعر ہے۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے دعا قبول ہونے کا یقین ہے تو دل بے مدعا کے سوا اور کچھ نہ مانگ۔ جو شعر سے پوری طرح ظاہر نہیں ہوتا۔ نیاز کے مطابق دوسرا مصرع یوں ہونا چاہیے:

ع یعنی کچھ اور جز دلِ بے مدعا نہ مانگ

(۵) ہم سے چھوٹا قمار خانہ عشق

واں جو جائیں گرہ میں مال کہاں

نیاز فتح پوری اس شعر پہ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قمار خانہ عشق میں مال کی کیا ضرورت ہے صرف دل کی ضرورت ہے۔ اگر کہا جائے کہ مال سے مراد دل ہی ہے تو پھر آپ لفظ گرہ کو کیا کریں گے جس کے پیش نظر از روئے محاورہ مال کے معنی روپیہ یا دولت ہی لئے جائیں گے........... مفہوم کے لحاظ سے شعر بہت رکیک و خفیف ہے کیونکہ وہ قمار خانہ عشق جہاں روپیہ ہی درکار ہوتا ہے صرف زناں بازاری کا گھر ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ غالب نے خود کبھی اس کا تجربہ کرنے کی ہمت و جرات کی ہو'' (۲۲۸)۔

بحیثیت مجموعی نیاز فتح پوری نے غالب کے کلام کو سراہا بھی ہے اور ساتھ ہی ان فنی اور فکری نقائص پر بھی اعتراض کیا ہے۔ جن سے غالب شکنی کی روایت آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ نیاز فتح پوری نے نہ صرف غالب کے اُردو کلام پر تنقید کی ہے بلکہ انہیں غالب کی فارسی شاعری میں بھی کئی ایک قابلِ اعتراض باتیں نظر آئی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''چونکہ غالب نے کلامِ اساتذہ کا مطالعہ کم کیا تھا اور عربی زبان میں بھی کافی درک نہ رکھتا تھا اس لئے اس کے نہ صرف اُردو بلکہ فارسی کلام میں بھی ہم کو قابل اعتراض باتیں مل جاتی ہیں'' (۲۲۹)۔

محمد عبدالمالک معروف اہل قلم اور ریاست بہاول پور کے مشیرِ مال تھے۔ انہوں نے ''مہملات غالب'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ ''شباب اُردو'' لاہور کے فروری ۱۹۲۱ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں انہوں نے غالب کے ان چند اشعار پر تنقید کی ہے۔ جن کی تشریح و توضیح خود انہوں نے اپنے خطوں میں کی تھی۔ محمد عبدالمالک کا کہنا ہے کہ ''عود ہندی'' میں وہ خط موجود ہیں لیکن غالب کی اپنی وضاحت کے باوجود ان اشعار کے مہملات رفع نہیں ہوتے اور خود غالب کے بیان کردہ معانی ان اشعار سے مطابقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا ان جیسے تمام مہمل اشعار کو دیوان سے خارج کر دینا چاہیئے۔ وہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب نے ۱۵ سال کی عمر سے لے کر ۷۳ برس تک یہی شغل رکھا۔ آدمی گاتے گاتے کلاونت ہو جاتا ہے۔ بایں ہمہ یہ اعتقاد کہ مرزا صاحب کا ہر ایک شعر گوہر بے بہائے معانی ہے، کورانہ تقلید ہے۔ مرزا صاحب کے اگر بعض اشعار معنی خیز ہیں تو بعض بے معنی بھی ہیں...... دیوانِ غالب کی کئی شرحیں ہیں لیکن میں منہ سے ثابت کروں گا کہ جو معنی خود مصنف نے تحریر کیے، الفاظ میں اس کی گنجائش نہیں ہے'' (۲۳۰)۔

محمد عبدالمالک نے اپنے مضمون میں نو اشعار پر تنقید کرتے ہوئے انہیں غالب کی شرح کے باوجود مہمل قرار دیا ہے۔ ذیل میں بطور نمونہ صرف ایک شعر کی تنقید نقل کی جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''فصاحت و بلاغت کی کسوٹی پر گھسنے سے ایسے اشعار کی قدر و قیمت کچھ نہیں رہتی۔ دیوانِ غالب کے اشعار بے معنی اس قدر ہیں کہ اس پر ایک بسیط کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن مثلاً چند اشعار کی حقیقت ظاہر کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو، اگر نامہ بر ملے

مرزا صاحب نے خود اس شعر کے معنی یہ لکھے ہیں: ''یہ مضمون کچھ آغاز چاہتا ہے۔ یعنی شاعر کو ایک قاصد کی ضرورت ہوئی مگر کھٹکا یہ تھا کہ قاصد کہیں معشوق پر عاشق نہ ہو جائے۔ ایک دوست اس عاشق کا، ایک شخص کو لایا اور اس سے کہا کہ یہ آدمی وضع دار اور معتمد علیہ ہے، میں ضامن ہوں کہ یہ ایسی حرکت نہ کرے گا۔ خیر اس کے ہاں خط بھیجا گیا۔ قضارا عاشق کا گمان سچ ہوا۔ قاصد مکتوب الیہ کو دیکھ کر والہ و شیفتہ ہو گیا۔ کیسا خط، کیسا جواب، دیوانہ بن کر کپڑے پھاڑ کر جنگل کو چل دیا۔ اب عاشق اس واقعہ کے وقوع کے بعد ندیم سے یہ کہتا ہے کہ غیب دان تو خدا ہے، کسی کے باطن کی کسی کو کیا خبر، اے ندیم تجھ سے کچھ کلام نہیں ہے لیکن اگر نامہ بر مل جائے تو اس کو میرا سلام کہو کہ تم کیا کیا دعویٰ عاشق نہ ہونے کے کر گئے تھے اور انجام کیا ہوا؟'' تم شرحہ۔ یہ معنی کہ شاعر کو قاصد کی ضرورت ہے اور یہ

اندیشہ کہ کہیں قاصد بھی جا کر عاشق نہ ہو جائے، ایک دوست کا مدد کرنا اور ایک قاصد کو لانا اور ضمانت دینا اور قاصد کا دعویٰ عاشق نہ ہونے کا کرنا اور پھر عاشق ہو کر کپڑے پھاڑنا اور جنگل کو نکل جانا، نہ تو کسی لفظ سے نکلتے ہیں، نہ تلمیح ہے، نہ کسی واقعہ محققہ پر کوئی لفظ دال ہے۔ کوئی سخن سنج، ایسے شعر کے مہمل ہونے پر شک رکھ سکتا ہے؟ نہیں" (۲۳۱)۔

محمد عبدالمالک کے محولہ بالا مضمون کی اشاعت کے بعد غالب شناسوں اور غالب شکنوں کے درمیان ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تائید و تردید میں کئی مضامین لکھے گئے۔ حتیٰ کہ مارچ ۱۹۲۱ء کے "شباب اُردو" کے شمارے میں مدیر مجلّہ نے اداریے میں لکھا:

"برادر معظم جناب خان صاحب علامہ حاجی عبدالمالک مشیر مال بہاول پور کے مضمون، مہملات مرزا غالب" کے شائع ہونے پر کئی اصحاب نے اظہار رائے کیا ہے۔ ان میں سے بعض علامہ موصوف کے ہم خیال ہیں اور بعض کو ان سے قطعی اختلاف ہے۔ یہ مضامین یکے بعد دیگرے "شباب اُردو" میں درج ہوں گے...... ہماری ذاتی رائے محفوظ ہے" (۲۳۲)۔

چنانچہ مارچ ۱۹۲۱ء کے رسالے میں محمد عبدالمالک کی تائید میں مرزا یاس لکھنوی (یاس یگانہ چنگیزی) کا مضمون "کلام غالب" شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے نہ صرف کلام غالب کو مہمل قرار دیا بلکہ ایک دوسری بحث چھیڑ کر غالب کو چور شاعر ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور کہا کہ غالب نے عرفی، صائب، بیدل، سودا اور نعمت خاں عالی کے شعروں پر ہاتھ صاف کیا ہے (۲۳۳)۔

اس موضوع پر مرزا یاس لکھنوی کا ایک مضمون رسالہ "مخزن" لاہور میں شائع ہوا تھا۔ جس میں انہوں نے غالب کو سارق ثابت کیا ہے۔ مضمون کا عنوان "سرقہ، توارد، ترجمہ" تھا (۲۳۴)۔

محولہ بالا بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے اپریل ۱۹۲۱ء کے شمارے میں گہر جائسی کا ایک مضمون "نظر منتقد" کے عنوان سے شائع ہوا۔ جس میں انہوں نے محمد عبدالمالک کے مضمون "مہملات غالب" پر تنقید کرتے ہوئے بہ دلائل ثابت کیا کہ مضمون نگار نے غالب کے جن اشعار کو مہمل قرار دیا ہے، وہ نہ صرف با معنی ہیں بلکہ غالب کے شاعرانہ کمالات کے آئینہ دار ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ممدوح نے مرزا کی ہجوِ جمیل کی اشاعت کا بار اپنے ذمے لیا ہے۔ خدا کرے اہلِ ذوق مان بھی لیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ ان کے خیالِ مرتکز کو محو کرنے کی کوشش کروں، مگر اتنا ضرور ہے کہ وہ اشعار جو ممدوح نے تحریر فرمائے ہیں، وہ عنوان کے تحت میں ہرگز نہیں آتے (۲۳۵)''

مئی ۱۹۲۱ء کے شمارے میں بیک وقت دو مضامین شائع ہوئے۔ پہلا مضمون ابوعزیز حکیم غلام غوث کا تھا، جس کا عنوان ''مہملاتِ غالب'' تھا۔ حکیم صاحب نے عبدالمالک کی رائے سے کامل اتفاق کیا اور ساتھ ہی یہ بھی مطالبہ کیا کہ اس طرح کے تمام مہمل اشعار کو دیوانِ غالب سے نکال دیا جائے۔ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا علامہ محمد عبدالمالک صاحب مشیر مال بہاول پور نے مجھ سے دل کی بات چھین لی:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

فاضل مضمون نگار نے جو جو اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہیں اور مرزا صاحب کی خود نوشت شرح و تفسیر کا حوالہ دیا ہے، یہ سب کے سب مضمون نگار کے خیالات نہیں، بلکہ مرزا صاحب کی زندگی میں یہ اعتراض ہوا کرتے تھے اور مرزا صاحب سن کر یہ جواب مرحمت فرماتے تھے:

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

جو اعتراض ہمارے فاضل مضمون نگار نے کیا ہے، یہی اعتراضات ہم عصروں سے بھی مرزا غالب پر وارد ہوتے تھے اور ان ہی کی نکتہ چینی و خردہ گیری اور طعن و تعریض کا نتیجہ تھا کہ مرزا غالب نے ابتدائی کلام کو مہمل و بے معنی سمجھ کر دیوان سے نکال ڈالا تھا'' (۲۳۶)۔

اسی طرح دوسرا مضمون ''کلامِ غالب'' کے عنوان سے تھا جسے الف دین وکیل نے تحریر کیا تھا۔ انہوں نے مرزا یاس لکھنوی کے مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی تحقیق محققانہ تو ہے لیکن ہمدردانہ نہیں ہے (۲۳۷)۔

جون ۱۹۲۱ء کے شمارے میں ابوالعطا عامل اللہ آبادی کا مضمون ''مہملات غالب اور نظر منتقد پر محاکمہ'' کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ مضمون محمد عبدالمالک کی تائید اور گہر جائسی کے رد میں تھا۔ مضمون نگار نے ایک طرف تو گہر جائسی کی بحث کے بعض نکات پر عالمانہ گرفت کی ہے جبکہ دوسری طرف محمد عبدالمالک کی تائید کرنے کے ساتھ ساتھ یاس لکھنوی کے اس موقف کی حمایت بھی ہے کہ مرزا غالب واقعتاً دوسروں کے مضامین اڑا لیا کرتے تھے۔ وہ اپنے مضمون کے آغاز میں عبدالمالک اور گہر جائسی کے مضامین کا محققانہ محاکمہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علامہ کا دعویٰ ہے کہ مرزا غالب کے بعض اشعار مہمل ہیں جس کی نظیر میں انہوں نے چند اشعار پیش کیے ہیں۔ گہر صاحب نے اپنے مضمون میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ ''ممکن ہے کہ اور اشعار مرزا غالب کے ایسے ہوں مگر یہ شعر مہمل نہیں ہیں''۔ ہم دونوں تحریروں سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دونوں صاحبان کا مرزا صاحب کے بعض اشعار کی نسبت امکان مہملیت ثابت ہے'' (۲۳۸)۔

جہاں تک مرزا غالب کے سارق ہونے کا سوال ہے تو اس بارے میں بھی عامل اللہ آبادی نے اپنے مضمون میں مرزا یاس لکھنوی کی تائید کی ہے۔ لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب کے اکثر اشعار میں دو اُمر پائے جاتے ہیں، یا تو مضمون متقدمین شاعروں کو لے کر تھوڑے تغیر سے اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں جس کو اصطلاح میں سرقہ خفی کہتے ہیں، جیسا کہ ان کا مشہور شعر جس پر وہ دنیا سے داد لے رہے ہیں:

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی\
ہیولیٰ برق خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

یہ ایک فارسی شعر کا سرقہ ہے:

؎ دہقاں کہ بہ کشت تخم ریزد\
برقے است کہ خرمنش بسوزد

ان کا بڑے زور کا شعر:

نظر کہیں نہ لگے ان کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

شعر ذیل کا سرقہ ہے:

بیک کرشمہ کند قتلِ صد تماشائی
ز چشمِ زخم خدا چشمِ او بود مصئون

بگران اشعار فارسی سے مرزا صاحب کے اُردو شعر کو کیا نسبت، مرزا صاحب کے سرقے کی پوری تشریح حضرت مرزا یاس صاحب لکھنوی نے صریحاً اور فاضل وکیل مولانا الف دین نے، جہاں مرزا صاحب نے حضرت عمر خیام کے خیمہ کا سرقہ اعلانیہ کیا ہے، اشارۃً کی ہے یا مصطلحات الشعراء سے بعض الفاظ لے کر کسی مضمون کو ادا کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ اصطلاحی الفاظ کو وہ اچھی طرح ترتیب نہیں دے سکتے، اس لئے ان کا شعر مہمل ہو جاتا ہے'' (۲۳۹)۔

عاقل الٰہ آبادی کے اس مضمون کے بعد اگلا مضمون ''مہملاتِ غالب'' کے عنوان سے تھا جسے گہر جائسی نے تحریر کیا تھا۔ اور وہ اس بحث کا طویل ترین مضمون تھا جسے ''شباب اُردو'' کے تین شماروں (جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۲۱ء) میں قسط وار شائع کیا گیا۔ گہر جائسی نے اگرچہ اپنے اس مضمون میں خاصی علمی بحث چھیڑی ہے لیکن ان کے ''مدرسانہ اسلوب'' نے واقعات کو بوجھل بنا دیا ہے۔ عاقل نے اپنے مضمون میں کہیں کہیں گہر پر ذاتی حملے بھی کیے تھے، گہر نے بھی اس سلسلے میں کوئی کمی نہیں کی۔ تاہم مضمون نگار نے غالب پر مہمل گوئی اور سرقے کے الزامات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ کہا ہے کہ اس نوع کا سرقہ تمام شعرائے ادب نے کیا ہے، لکھتے ہیں:

> ''سُنیے! غالب نے کبھی کسی کا سرقہ نہیں کیا، نہ سرقہ ظاہر نہ غیر ظاہر۔ یا اس کے مضمون میں توارد ہوا یا اس نے اُردو میں مضمون غیر زبان سے لانا چاہا۔ یا اگر کسی مضمون کو لیا تو اس کے ماخذ سے زیادہ اچھا کہہ کر دکھایا جیسا آپ کو عنقریب معلوم ہوگا۔ بغرض محال بقول آپ کے اگر غالب نے سرقہ ہی کیا تو میں دعوئی کے ساتھ کہوں گا کہ اساتذہ متقدمین و متاخرین سب سارق مضامین ہیں۔ یہ محض دعوئی نہیں بلکہ میں آپ کے سامنے سارقوں کی فہرست پیش کروں گا۔ جنہوں نے نہ محض سرقہ خفی بلکہ سرقہ جلی کیا ہے'' (۲۴۰)۔

اکتوبر ۱۹۲۱ء کے "شباب اُردو" میں "مہملات غالب" کے عنوان سے مرزا یاس لکھنوی کا ایک اور مضمون شائع ہوا۔ یاسؔ نے پہلے عامل اللہ آبادی کے محاکے کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ اس مضمون کے بعد مزید بحث کی ضرورت نہ تھی۔ پھر انہوں نے گھر جائسی کے بارے میں رائے دیتے ہوئے کہا ہے کہ انہوں نے غالب کے اشعار کے نقائص اور عبدالمالک کے اعتراضات کو نظر انداز کر کے عام لوگوں کو الجھن میں ڈال دیا ہے۔ اس کے بعد یاس نے یہ بحث چھیڑ دی کہ اگر کسی شعر کی تشریح کرتے ہوئے مختلف شارحین مختلف معنی بیان کریں تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ شعر مہمل ہے اور اپنا کوئی مرکزی مفہوم نہیں رکھتا۔ اس بات کو معیار بنا کر اشعار کے مہمل اور غیر مہمل ہونے کا کھوج لگایا جائے۔ چنانچہ یاسؔ نے نمونے کے طور پر غالب کا ایک شعر پیش کیا ہے اور اس کی شرح میں مختلف شارحین نے جو کچھ لکھا ہے اسے نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ شعر کی شرح میں شارحین کا ایک نتیجہء واحد تک نہ پہنچنا اس بات کا ثبوت ہے کہ شعر مہمل ہے۔ لکھتے ہیں:

"فہم سلیم کے نزدیک اشعار کثیر المعنی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ کم از کم ان کا ایک رخ ایسا ضرور ہو جس پر بے تکلف خاص و عام کی نظریں پڑ سکیں اور ایسے معنی واحد کے علاوہ اور معنوی خوبیاں بھی نظر آئیں یا پیدا کی جا سکیں تو سبحان اللہ نورٌ علی نورٌ۔ جس شعر میں کوئی معنی واحد ایسا نہیں ہے جہاں خاص و عام کی نگاہیں لازمی طور پر ٹھہر سکیں تو کہا جائے گا کہ وہ شعر اپنا کوئی معنوی مرکز نہیں رکھتا۔ غالباً اس کلیہ سے کسی سخن فہم کو انکار نہ ہوگا۔ مگر میں ایسی بحث کے سلسلے میں غالب کا ایک شعر پیش کرتا ہوں جو اس کلیہ کے بالکل خلاف ہے۔ یعنی مختلف شارحین نے مختلف معنی بتائے ہیں مگر سب کا ذہن ایک مرکز پر نہیں ٹھہرتا وہ شعر یہ ہے:

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتنِ گل ہائے ناز کا

جناب حسرتؔ موہانی نے اس شعر کی شرح میں اس قدر لکھ دینا کافی سمجھا

کہ یہ شعر ایسا ہی ہے جیسے غالب کا یہ شعر:

ہو کے عاشق وہ پری رو اور نازک بن گیا
رنگ کھلتا جائے ہے جتنا کہ اُڑتا جائے ہے

جناب حسرتؔ کے اس اختصار مبہم کی کیا داد دی جائے۔ جناب موصوف غالبًا اس شعر کے معنی حقیقی تک نہ پہنچ سکے نہ اور کوئی معنی پہنا سکے۔ دوسرا ایک شعر نقل کر کے ٹال دیا.......... دیکھیے مولانا شوکت میرٹھی اس شعر کی شرح کیوں کر فرماتے ہیں.......... ''غالب کا مطلب یہ ہے کہ صبح کے رنگ کا شکستہ ہونا (ساری خدائی میں پھیل جانا) نظارہ کے حق میں بہار ہے۔ یہ وہ وقت ہے جس میں شاہد ازلی و ابدی گل ہائے ناز شگفتہ ہوتے ہیں اور عاشقوں (عارفوں) کو ان پر قربان ہونے کا موقع ملتا ہے۔ یعنی آیاتِ فطرت و معجزات قدرت ان کے قلوب پر آشکار ہوتے ہیں اور درحقیقت صبح ہی ایسا منظر ہے جس میں پرستش کرنے والے کی تمام امیدیں برآتی ہیں۔ پس اے مخاطب کیا تو ایسے وقت میں بھی شاہد حقیقی کے ناز کی نیرنگیوں کا نظارہ نہ کرے گا''۔

اب حضرات سخن فہم غور سے جناب حسرت موہانی اور مولانا شوکت کی سخن فہمیوں کو جانچیں۔ دیکھیے بندش الفاظ کی خامی سے ان دونوں حضرات کا ذہن کہاں کہاں بھٹکتا پھرتا ہے.......... اب ملاحظہ ہو حضرت واجد خلف ارشد حضرت والہ دکنی اس شعر کی شرح میں کیا گل افشانی فرماتے ہیں:

''ناز'' سوا معنی معروف کے سرو کے اقسام میں سے ایک قسم ہے اور اس کو ''ناز'' اس واسطے کہتے ہیں کہ متمائل نہیں ہوتا۔ یہ بات معلوم ہے کہ سرو میں پھول اور پھل نہیں آتے۔ یہاں سے شاعر نے یہ مضمون اخذ کیا ہے کہ ہم عاشقوں کا گلستان اور ہم عاشقوں کی بہار ہی نہیں صرف ہمارے ہی رنگ شکستہ کا نظارہ ہے..........''۔

ناظرین ملاحظہ فرمائیں۔ جناب حسرت موہانی کے نزدیک تو رنگِ شکستہ سے مراد معشوق کا رنگِ شکستہ ہے اور جناب (واجد) دکنی کے نزدیک

رنگ شکستہ سے عاشق کا رنگ شکستہ مقصود ہے اور مولانا شوکت کے نزدیک رنگِ شکستہ نہ عاشق کا ہے نہ معشوق کا بلکہ صبح کا رنگ شکستہ مقصود ہے۔ مختصر یہ کہ شعر کا مفہوم کسی ایک مرکز پر ٹھہرتا ہی نہیں۔ مولانا شوکت کی شرح اگر عجیب ہے تو حضرت دکنی کی شرح عجیب تر ہے......... حضرات شارحین بجائے خود غور فرمائیں کہ ان شرحوں سے کوئی نتیجہ واحد نکل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں.......... ان اختلافات سے تو یہ ثابت ہے کہ ہر شخص ایک اندھیری کوٹھڑی میں ٹامک ٹوئیاں دیتا پھرتا ہے مگر کسی کو معنیِ مقصود کا پتا نہیں ملتا:

معلوم نہ شد کہ مطلب غالب چیست

ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

اس مقام پر میرے غالب پرست احباب بس ایک فرسودہ جواب کے سوا اور کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ یعنی اس شعر کی شرح میں جو اس قدر اختلاف ہوا ہے اس کی وجہ شارحین کے ذہن کی نارسائی ہے۔ مگر بندہ نواز یاد رکھیے کہ جو شخص صحیح معنی میں نقاد ہے اور شاعر بھی ہے، غالب کے اس شعر اور اس کی مذکورہ بالا شرحوں کو دیکھ کر یہی نتیجہ نکالے گا کہ اس شعر میں بذات خود ایسا نقص ہے، اس کے الفاظ اور ان کی ترکیب و نشست میں ایسی خرابی موجود ہے کہ اچھے اچھے پڑھے لکھوں کا ذہن ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہی، معنیِ مقصود تک نہیں پہنچتا'' (۲۴۱)۔

''مہملات غالب'' کے عنوان سے ابوالعطا عامل الٰہ آبادی کا ایک اور مضمون شائع ہوا جو سراسر گہر جائسی کے جواب میں تھا۔ انہوں نے گہر کو ''ملا'' کہا اور اپنے اس موقف پر ڈٹے رہے کہ غالب سرقہ باز شاعر تھا۔ لکھتے ہیں:

''اگر گہر صاحب بھی غالب کے اشعار کو دیگر شعرائے متقدمین کا ترجمہ کہیں تو ہم کو تسلیم کرنے میں عذر نہیں ہو سکتا۔ مگر ان کا دعویٰ ہے کہ غالب نے کبھی سرقہ کیا ہی نہیں یا دوسروں کے مضمون کو چرا کر غالب بہترین طریق سے ادا کرتا ہے۔ حالانکہ اہل نظر جانتے ہیں کہ کجا اساتذہ کے اشعار اور کجا غالب کے اشعار'' (۲۴۲)۔

عاصؔی الٰہ آبادی کے اس مضمون کے بعد گبر جائسی ایک مرتبہ پھر میدان میں آئے۔ دسمبر ۱۹۲۱ء کے شمارے میں ان کا مضمون ''مہملاتِ غالب'' شائع ہوا۔انہوں نے عاصؔی کے بعض ایسے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اصل بحث سے تعلق نہیں رکھتے۔یہاں تک پہنچتے پہنچتے یہ بحث زیادہ تر ذاتیات کا رنگ اختیار کر گئی۔

اس بحث کا آخری مضمون ''مہملاتِ غالب'' کے عنوان سے تھا جسے چراغ حسن حسرت نے تحریر کیا تھا۔انہوں نے ایک طرف تو اس پر بحث کی ہے کہ غالب کو سارق قرار دینا درست نہیں۔ان کے نزدیک غالب کے کسی شعر میں اگر کوئی ایسا مضمون ملتا ہے جو کسی پیشرو کے ہاں بھی پایا جاتا ہے تو وہ سرقہ نہیں بلکہ استفادہ ہے۔جبکہ دوسری طرف حسرت نے روئے سخن یاس لکھنوی کی طرف رکھا اور خود ان کے ایک شعر کو سرقے کی مثال میں پیش کیا ہے تاہم وہ اس بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

''غالب پر سرقے کا الزام دھرنے کو سینکڑوں موجود ہیں لیکن اس کے ٹوٹے پھوٹے مزار کی مرمت کرنے والا کوئی نہیں............

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حالِ دل اور آپ فرمائیں گے کیا''

(۲۴۳)

مرزا اثرؔ لکھنوی کی کتاب ''مطالعہء غالب'' کا ذکر یہاں اہمیت سے خالی نہیں ہے۔ مرزا اثر معتقدِ میر ہیں۔انہوں نے اپنی کتاب میں میر تقی میر کو غالب پر ترجیح دی ہے۔اس سلسلے میں انہوں نے اوّل تو بہت سے اشعار کے ذریعے یہ ثابت کیا ہے کہ غالب، میر کے خوشہ چیں ہیں۔اور غالب کی کئی مشہور ترکیبیں ان سے پہلے میر کے کلام میں ملتی ہیں۔دوسرا یہ کہ شاعری میں میر تقی میر کا پایہ غالب سے بلند ہے۔

اثرؔ نے بنیادی طور پر غالبؔ کی شاعری کو دل سے معریٰ اور صرف دماغ کی پیداوار قرار دیا ہے (۲۴۴)۔''مطالعہء غالب'' میں غالب کے چالیس اشعار کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔علاوہ ازیں غالب کے متداول دیوان اور نسخہء حمیدیہ سے غزلوں کا انتخاب بھی شامل ہے۔بنیادی طور پر اثر نے غالب کی شاعری پر میرؔ کے اثرات کی نشاندہی کی ہے جو بہر حال غالب شکنی کا ایک اہم باب ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) بحوالہ حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگارِ غالب۔ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۳۸

(۲) ایضاً ص ۱۳۶

(۳) غالب، مرزا اسد اللہ خان۔ کلیاتِ نثر فارسی: پنج آہنگ، سید فاضل لکھنوی، مرتب؛ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، ص ۴۴۹

(۴) امتیاز علی خان عرشی۔ مرتب؛ ''دیباچہ'' دیوانِ غالب اُردو (نسخہ عرشی) (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۵۸ء)، ص ۱۳

(۵) مالک رام۔ ذکرِ غالب۔ (لاہور: مکتبہ شعر و ادب، ۱۹۷۵ء)، ص ۴۰

(۶) احمد خان، سر سید۔ آثار الصنادید۔ (دہلی: سید الاخبار، ۱۸۴۷ء)، ص ۱۵۴ تا ۱۶۵

(۷) ایضاً ص ۱۶۵

(۸) معین الرحمن، ڈاکٹر سید۔ غالب کا علمی سرمایہ۔ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۸

(۹) اشپرنگر۔ یادگارِ شعراء، طفیل احمد، مترجم؛ (لکھنؤ: اترپردیش اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۵ء)، ص ۷

(۱۰) بحوالہ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب شاعر امروز و فردا۔ (لاہور: اظہار سنز، ۱۹۷۰ء)، ص ۱۴

(۱۱) ایضاً، ص ۱۵

(۱۲) دیوانِ غالب اُردو (نسخہ عرشی)، ص ۳۹۵

(۱۳) مالک رام۔ مرتب؛ دیوانِ غالب اُردو، (دہلی: آزاد کتاب گھر، ۱۹۵۷ء)، ص ۳۲۳

(۱۴) سرور، اعظم الدولہ۔ عمدہ منتخبہ، خواجہ احمد فاروقی، مرتب؛ (دہلی: دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۱ء)، ص ۵

(۱۵) ایضاً، ص ۱۱۶

(۱۶) ایضاً، ص ۱۱۶ تا ۱۲۰

(۱۷) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب شاعر امروز و فردا، ص ۱۱

(۱۸) شیفتہ، نواب مصطفیٰ خان۔ گلشنِ بے خار، (لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۱۰ء)، ص ب

(۱۹) شیفتہ، نواب مصطفیٰ خان۔ گلشنِ بے خار، ص۱۳۹ تا ۱۴۳

(۲۰) ایضاً، ص۱۴۳

(۲۱) کریم الدین۔ گلدستہ نازنیناں۔ (دہلی: مطبع سلطانی، ۱۸۴۵ء)، ص ج

(۲۲) ایضاً، ص۲۱۵ تا ۲۲۲

(۲۳) کریم الدین۔ گلدستہ نازنیناں۔، ص۱۹۱

(۲۴) دیوانِ غالب اُردو (نسخہء عرشی)، ص۲۹۸

(۲۵) دیوانِ غالب اُردو (نسخہء مالک رام)، ص۲۸۳

(۲۶) معروف، الٰہی بخش۔ دیوانِ معروف۔ (بدایوں: مطبع نظامی پریس، ۱۹۳۵ء)، ص۶۱

(۲۷) شیفتہ، نواب مصطفیٰ خان۔ گلشنِ بے خار، ص۲۳۱

(۲۸) باطن، قطب الدین۔ گلستانِ بے خزاں، معروف بہ نغمہ عندلیب،
(لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۸۷۴ء)، ص۱۷۳

(۲۹) احمد خان، سرسید۔ آثار الصنادید، ص۱۱۸۔۱۱۹

(۳۰) "غالب پر سرسید کا ایک سو بارہ سال پرانا مضمون" مشمولہ: سورج۔ جلد دوم،
غالب نمبر (لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۲۰۰۳ء)، ص۳۱۶

(۳۱) صابر، مرزا قادر بخش۔ گلستانِ سخن، (میرٹھ: مطبع اخبار عالم، ۱۸۵۵ء)، ص۱۵۷۔۱۵۸

(۳۲) شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر محمد۔ "غالب کا زمانہ" مشمولہ: صحیفہ۔ حصہ اوّل،
غالب نمبر (لاہور: شمارہ نمبر ۴۶، جنوری ۱۹۶۹ء)، ص۱۱

(۳۳) غالب، مرزا اسداللہ۔ عودِ ہندی۔ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۵ء)، ص۲۸۱

(۳۴) عتیق صدیقی، محمد۔ ہندوستانی اخبار نویسی۔ (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۵۷ء)، ص۲۹۴

(۳۵) اودھ اخبار۔ (لکھنو: جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۱، یکم جنوری ۱۸۶۲ء)، ص۲۰۱

(۳۶) ایضاً۔ جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۲، ۸؍جنوری ۱۸۶۲ء، ص۲

(۳۷) ایضاً۔ جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۲۱، ۳؍جون ۱۸۶۲ء

(۳۸) ایضاً۔ جلد نمبر ۵، شمارہ نمبر ۱۳، ۲۵؍مارچ ۱۸۶۳ء

(۳۹) ایضاً۔ جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۱۷، ۲۲؍اپریل ۱۸۶۲ء

(۴۰) اودھ اخبار۔ لدنمبر ۴، شمارہ نمبر ۲۰، مئی ۱۸۶۲ء

(۴۱) مہر، مولانا غلام رسول۔ غالب۔ (لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، ۱۹۴۴ء)، ص ۴۳۸

(۴۲) بحوالہ سجاد، ڈاکٹر سید۔ "غالب کے متعلق ۱۸۶۸ء کا ایک انگریزی خط" مشمولہ: غالب نام آور (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۹ء)، ص ۷۳۔۷۴

(۴۳) بحوالہ بدر شکیب۔ اُردو صحافت۔ (کراچی: ۱۹۵۳ء)، ص ۶۹۔۲۶۸

(۴۴) بحوالہ امداد صابری۔ تاریخ صحافت۔ جلد دوم، (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۷۹ء)، ص ۱۳۶

(۴۵) ایضاً، ص ۱۹۹

(۴۶) خورشید، ڈاکٹر عبدالسلام۔ "غالب اور ان کی ہم عصر صحافت" مشمولہ: صحیفہ۔ حصہ اوّل، غالب نمبر (لاہور: شمارہ نمبر ۴۶، جنوری ۱۹۶۹ء)، ص ۱۰۷

(۴۷) امداد صابری۔ تاریخ صحافت، جلد دوم، ص ۲۳۵

(۴۸) بحوالہ آرزو، مختار الدین احمد۔ احوالِ غالب۔ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء)، ص ۱۹

(۴۹) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب شاعر امروز و فردا، ص ۳۱۳

(۵۰) ایضاً، ص ۳۱۴

(۵۱) مجروح، میر مہدی۔ "دیباچہ" اُردوئے معلّٰی۔ (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۶۹ء)، ص ۴۔۵

(۵۲) بحوالہ فیاض محمود، سید۔ تنقید غالب کے سو سال۔ (لاہور: مجلس یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)، ص ۷

(۵۳) بحوالہ صحیفہ۔ حصہ اوّل، غالب نمبر۔ (لاہور: شمارہ نمبر ۴۶، جنوری ۱۹۶۹ء)، ص ۷۸

(۵۴) بحوالہ، تنقید غالب کے سو سال، ص ۹

(۵۵) امیر مینائی، منشی امیر احمد۔ انتخاب یادگار۔ (لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۸۷۹ء)، ص ۱۱۷

(۵۶) آزاد، مولانا محمد حسین۔ آبِ حیات۔ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)، ص ۵۲۰۔۵۱۸

(۵۷) بحوالہ تنقید غالب کے سو سال، ص ۳۳، ۳۶

(۵۸) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب اور مطالعہ غالب۔ (لاہور: ادارہ ادب و تنقید، ۱۹۹۴ء)، ص ۴۲۸

(۵۹) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب۔ (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۹ء)، ص ۳۷۰

(۶۰) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگار غالب، ص ۱۷۸

(۶۱) ایضاً، ص ۱۸۱

(۶۲) شمس الرحمٰن فاروقی۔ تفہیم غالب۔ (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۹ء) ص ۱۶، ۱۷

(۶۳) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگار غالب، ص ۲۲۱

(۶۴) ایضاً، ص ۲۳۵

(۶۵) ایضاً، ص ۲۳۸

(۶۶) اثر، سید امداد امام۔ کاشف الحقائق معروف بہ بہارستان سخن۔ (لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۸۹۷ء) ص ۱۳۱۔۱۵۸

(۶۷) بحوالہ تنقید غالب کے سو سال، ص ۸۲

(۶۸) صلاح الدین خدا بخش۔ غالب۔ ضیاء الدین احمد برنی، مترجم؛ (ماہ نو۔ کراچی: جلد نمبر ۹، شمارہ نمبر ۱۔ ۱۹۵۷ء) ص ۱۵

(۶۹) شاکر میرٹھی، پیارے لال۔ مرزا غالب دہلوی کی شاعرانہ عظمت۔ (ادیب، الٰہ آباد: جولائی، ستمبر ۱۹۱۲ء) ص ۲۳

(۷۰) عبدالماجد دریا آبادی۔ غالب کا فلسفہ۔ (ادیب، الٰہ آباد: جنوری، ۱۹۱۳ء) ص ۳۱

(۷۱) آزاد، مولانا ابوالکلام۔ مرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام۔ (الہلال، دہلی: جلد نمبر ۴، شمارہ نمبر ۲۴۔ ۱۷/ جون ۱۹۱۴ء)

(۷۲) ایضاً۔

(۷۳) ایضاً۔

(۷۴) ایضاً۔

(۷۵) ایضاً۔ جلد نمبر ۵، شمارہ نمبر ۴۔ یکم جولائی ۱۹۱۴ء

(۷۶) ایضاً۔ جلد نمبر ۵، شمارہ نمبر ۸۔ ۲۲/ جولائی ۱۹۱۴ء

(۷۷) البلاغ۔ دہلی: جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۱۵۔ ۳۱/ مارچ ۱۹۱۶ء

(۷۸) بحوالہ دیوان غالب اُردو (نسخہ شیرانی)، ص ۳۹۴

(۷۹) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب اور مطالعہ غالب، ص ۴۳۴

(۸۰) عبدالرحمٰن بجنوری، ڈاکٹر۔ محاسن کلام غالب، غلام حسین ذوالفقار، مرتب؛ (کراچی: دارالکتاب، ۱۹۶۹ء) ص ۱۱

(۸۱) عبدالرحمٰن بجنوری، ڈاکٹر۔ محاسنِ کلامِ غالب، ص ۱۲۷

(۸۲) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب، ص ۳۷۳

(۸۳) عبدالرحمٰن بجنوری، ڈاکٹر۔ محاسن کلام غالب، ص ۱۳۸

(۸۴) ایضاً، ص ۱۳۳

(۸۵) عبداللطیف، ڈاکٹر سید۔ غالب۔ (دہلی: جہانگیر بک ڈپو، ۱۹۲۸ء)، ص ۸۲۔۹۱

(۸۶) ڈاکٹر سید عبداللطیف کے غالب کے بارے میں ان خیالات کی تفصیل آگے "غالب شکنی کی روایت" کے ضمن میں درج ہے۔

(۸۷) غالب اور مطالعۂ غالب، ص ۴۳۸

(۸۸) ہاشمی فرید آبادی، سید۔ غالب کا فلسفہ۔ ماہنامہ اُردو۔ (اورنگ آباد: اکتوبر ۱۹۲۵ء)

(۸۹) ایضاً۔

(۹۰) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب، ص ۳۷۵

(۹۱) اکرام، شیخ محمد۔ غالب نامہ۔ (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۳۹ء)، ص ۲۳۷

(۹۲) ایضاً، ص ۲۵۸

(۹۳) ایضاً، ص ۱۱۲، ۱۱۳

(۹۴) ایضاً۔ حیاتِ غالب۔ (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۲ء)، ص ۸

(۹۵) رشید احمد صدیقی، پروفیسر۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔ علی گڑھ میگزین، غالب نمبر (علی گڑھ: ۱۹۴۹ء)، ص ۷۸

(۹۶) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ تحقیق نامۂ غالب۔ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص ۴۱۱

(۹۷) بحوالہ ایضاً، ص ۴۱۴

(۹۸) رشید احمد صدیقی، پروفیسر۔ غالب کی ظرافت۔ مشمولہ: سورج۔ غالب نمبر، جلد دوم (لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۲۰۰۳ء)، ص ۳۲۳

(۹۹) رشید احمد صدیقی، پروفیسر۔ غزل، غالب اور حسرت۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرتب؛ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء)، ص ۴۱

(۱۰۰) بحوالہ تنقید غالب کے سو سال، ص ۲۸۶

(۱۰۱) سرور، آل احمد۔ غالب کا تنقیدی شعور۔ مشمولہ: العلم۔
(کراچی: جلد نمبر ۱۷، شمارہ نمبر ۲، ۱۹۶۹ء)، ص ۳۳۹

(۱۰۲) ایضاً۔ عکس غالب۔ (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۷۳ء)، ص ۷

(۱۰۳) ایضاً، ص ۱۹

(۱۰۴) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ نقوش غالب۔ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ص ۹۰

(۱۰۵) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموز غالب، ص ۳۰۳

(۱۰۶) ایضاً، ص ۳۰۳

(۱۰۷) بحوالہ نقوش۔ (لاہور: خطوط نمبر۔ جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۱۰۹)، ص ۱۷۱

(۱۰۸) ایوب قادری، ڈاکٹر محمد۔ غالب اور عصر غالب۔
(کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۱۹۸۲ء)، ص ۱۲۷

(۱۰۹) صباح الدین عبدالرحمٰن۔ مالک رام ایک مطالعہ، علی جواد زیدی، مرتب؛ (دہلی: ۱۹۸۳ء)، ص ۹۴

(۱۱۰) مالک رام۔ مخطوطات، تلاش، قرات، ترتیب۔ آج کل۔
(دہلی: تحقیق نمبر، اگست ۱۹۶۷ء)، ص ۱۶

(۱۱۱) ایضاً۔ مشمولہ: ادبی دنیا۔ (لاہور: ستمبر ۱۹۳۹ء)

(۱۱۲) ایضاً۔ مشمولہ: جامعہ دہلوی۔ (دہلی: مارچ ۱۹۴۲ء)

(۱۱۳) ایضاً۔ مشمولہ: اُردو۔ (اورنگ آباد: جولائی ۱۹۴۷ء)

(۱۱۴) ایضاً۔ مشمولہ: آج کل۔ (دہلی: فروری ۱۹۵۳ء)

(۱۱۵) مالک رام۔ مشمولہ: نقوش۔ (لاہور: مارچ ۱۹۶۳ء)

(۱۱۶) ایضاً۔ مشمولہ: آج کل۔ (دہلی: فروری ۱۹۶۷ء)

(۱۱۷) ایضاً۔ مشمولہ: احوال غالب، مختارالدین احمد آرزو، مرتب؛

(۱۱۸) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموز غالب، ص ۳۵۴

(۱۱۹) سجاد احمد لاڑ۔ غالبیات۔ (راجن پور: فہیم اکیڈمی، ۱۹۹۰ء)، ص ۷۵

(۱۲۰) شوکت سبزواری، ڈاکٹر۔ فلسفۂ کلام غالب۔ (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۹ء)، ص ۱۱۳

(۱۲۱) عبداللطیف، ڈاکٹر سید۔ غالب، ص ۸۰

(۱۲۲) نیاز فتح پوری۔ مشکلات غالب۔ (کراچی: ادارہ نگار پاکستان، ۱۹۶۲ء)، ص ۳۷

(۱۲۳) اکرام، شیخ محمد۔ غالب نامہ، ص ۳۰۷

(۱۲۴) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ فلسفۂ کلامِ غالب، ص ۱۷۴

(۱۲۵) شوکت سبزواری، ڈاکٹر۔ غالب فکر و فن۔ (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۱ء)، ص ۶۴

(۱۲۶) ایضاً، ص ۶۷

(۱۲۷) بار اوّل: ۱۹۱۵ء۔ دوم: ۱۹۲۰ء۔ سوم: ۱۹۲۲ء۔ چہارم: ۱۹۲۵ء۔ پنجم: ۱۹۲۷ء

(۱۲۸) محمود، ڈاکٹر سید۔ مقدمہ دیوانِ غالب۔ (نظامی ایڈیشن)

(بدایون: نظامی پریس، ۱۹۲۳ء)، ص ۵

(۱۲۹) بحوالہ نقوش۔ (لاہور: شمارہ نمبر ۸۹۔۹۰ جون ۱۹۶۰ء)

(۱۳۰) نظامی بدایونی۔ نکاتِ غالب۔ (بدایون: نظامی پریس، جنوری ۱۹۲۰ء)، ص ۸

(۱۳۱) عبدالودود، قاضی۔ مآثرِ غالب۔ ڈاکٹر حنیف نقوی، تصحیح و ترتیب جدید؛

(کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۶

(۱۳۲) عبدالودود، قاضی۔ مآثرِ غالب، ص ۱۵

(۱۳۳) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب، ص ۴۳۷

(۱۳۴) بحوالہ غالب نامہ۔ (دہلی: جولائی ۱۹۸۸ء)، ص ۲۳۳

(۱۳۵) ایوب قادری، ڈاکٹر محمد۔ غالب اور عصرِ غالب، ص ۱۹۶

(۱۳۶) بحوالہ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ غالب کا علمی سرمایہ۔

(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۹۱

(۱۳۷) بحوالہ اُردو۔ (اورنگ آباد: اکتوبر ۱۹۴۲ء)

(۱۳۸) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب، ص ۲۲۳

(۱۳۹) رضا، کالی داس گپتا۔ متعلقاتِ غالب۔ (بمبئی: ساکار پبلشرز، ۱۹۷۸ء)، ص ۵۲

(۱۴۰) امتیاز علی عرشی۔ مثنوی دعائے صباح۔ مشمولہ: نگار۔ (لکھنؤ: مئی ۱۹۴۱ء)، ص ۱۱

(۱۴۱) امتیاز علی عرشی۔ فرہنگِ غالب۔ (رام پور: اشاعت خانہ، ۱۹۴۷ء)، ص ۲۱

(۱۴۲) بحوالہ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ تحقیق نامۂ غالبیات، ص ۳۸۱

(۱۴۳) آرزو، ڈاکٹر مختیار الدین احمد۔ نقد غالب ۔ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ص۴

(۱۴۴) ایضاً، احوالِ غالب، ص۱۱

(۱۴۵) احتشام حسین، پروفیسر سید۔ غالب کا تفکر ۔ مشمولہ: اُردو ادب ۔
(علی گڑھ: جولائی ۱۹۵۰ء)، ص۶۳

(۱۴۶) ایضاً، ص۵۶

(۱۴۷) اصل نام ظلِ حسنین ہے۔ ۶ رفروری ۱۹۲۵ء کو سہارنپور، محلہ انصاریاں میں پیدا ہوئے۔
(بحوالہ: تحقیق نامہ، غالب ۔ ص۲۶۵)

(۱۴۸) ظ۔ انصاری، ڈاکٹر۔ غالب شناسی ۔ (بمبئی: ساہتیہ ٹرسٹ، ۱۹۶۵ء)، ص۴

(۱۴۹) بحوالہ افکار۔ (کراچی: (غالب نمبر) ۲۴واں سال، شمارہ نمبر۳، ۱۹۶۹ء)۔

(۱۵۰) عاصمہ اعجاز۔ غالب نامہ، تجزیاتی مطالعہ ۔ (لاہور: یونیورسل بکس، فروری ۱۹۹۴ء)، ص۱۹۰

(۱۵۱) ظ۔ انصاری، ڈاکٹر۔ غالب اور وفا کا تصور ۔ مشمولہ: سورج، جلد اوّل، غالب نمبر
(لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۱۹۹۷ء)، ص۵۱۶

(۱۵۲) ایضاً۔ نشاط کا شاعر ۔ مشمولہ: غالب نامہ۔ (دہلی: جنوری ۱۹۸۲ء)، ص۱۵

(۱۵۳) ایضاً۔ معنویت ۔ غالب کا مرکز نگاہ ۔ ایضاً۔ جنوری ۱۹۸۹ء، ص۵۹

(۱۵۴) ایوب قادری، ڈاکٹر محمد۔ غالب اور عصر غالب ، ص۲۰۳

(۱۵۵) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ اشاریہ غالب ۔ (لاہور: مجلس یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)، ص۲۶۸

(۱۵۶) ایوب قادری، ڈاکٹر محمد۔ غالب اور اثر غالب ، ص۲۰۳

(۱۵۷) حامد حسن قادری، ڈاکٹر۔ غالب کی اُردو نثر اور بعض دوسرے مضامین ۔
(کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۱ء)، ص۱۷

(۱۵۸) ایضاً، ص۸۱

(۱۵۹) سرور، پروفیسر آل احمد۔ نئے اور پرانے چراغ ۔ (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۱ء)، ص۱۲۷

(۱۶۰) ضیاء القادری، محمد یعقوب۔ اکمل التاریخ (حصہ اوّل) ، (بدایون: مطبع قادری، ۱۹۱۶ء)، ص۶۶

(۱۶۱) دیوان غالب اُردو (نسخہ عرشی) ، ص۲۲۲

(۱۶۲) شرر، مولوی علی بخش، ۔ برقِ خاطف ۔ (آگرہ: مطبع اسعد الاخبار، ۱۲۶۹ھ)، ص۱۷۹

(۱۶۳) سرور، پروفیسر آل احمد۔ نئے اور پرانے چراغ، ص ۱۲۶

(۱۶۴) رسوا، احمد حسن۔ دیوانِ رسوا۔ (لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۸۹۸ء)

(۱۶۵) غالب، اسد اللہ خان۔ دیوانِ غالب (نسخہ طاہر)، گوہر نوشاہی، مرتب؛ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ص ۷۵

(۱۶۶) رضا، احمد رضا خان۔ حدائق بخشش (حصہ اول)۔ (کراچی: ازہر بک ڈپو، سن ندارد)، ص ۷۶

(۱۶۷) بحوالہ: صحیفہ۔ حصہ اول، غالب نمبر، (لاہور: شمارہ نمبر ۴۶، جنوری ۱۹۶۹ء)، ص ۶۸

(۱۶۸) ایضاً، ص ۶۹ تا ۷۱

(۱۶۹) عزیز بیگ، مرزا سہارن پوری۔ روحِ کلامِ غالب۔ (بدایون: مطبع نظامی، ۱۹۳۵ء)، ص ۱۲۱، ۱۲۲

(۱۷۰) ایضاً، ص ۲۱۱

(۱۷۱) ایضاً، ص ۲۱۱

(۱۷۲) مجروح، میر مہدی حسین۔ مظہر معانی۔ (لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۸۹۹ء)، ص ۱۸۷

(۱۷۳) عزیز بیگ، مرزا سہارن پوری۔ روحِ کلامِ غالب، ص ۵۷

(۱۷۴) صبا اکبر آبادی، تضمین کلامِ غالب۔ (غیر مطبوعہ) ص ۲۰۶

(۱۷۵) حامد حسن قادری، ڈاکٹر۔ غالب کی اُردو نثر اور بعض دوسرے مضامین، ص ۱۰۹

(۱۷۶) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگارِ غالب، ص ۹۰

(۱۷۷) بحوالہ: ایوب قادری، ڈاکٹر محمد۔ غالب اور عصرِ غالب، ص ۲۳۹

(۱۷۸) منیر شکوہ آبادی، اسماعیل حسین۔ نظمِ منیر۔ (رام پور: مطبع سعیدی، سن ندارد)، ص ۵۱۷

(۱۷۹) سحر بدایونی، دیبی پرشاد۔ سحرِ سامری۔ (کان پور: مطبع نول کشور، ۱۸۹۳ء)، ص ۱۱۱

(۱۸۰) حسن بریلوی، مفتی محمد۔ چمنستانِ سخن۔ (گورکھپور: مطبع رفاہِ عام، ۱۹۰۸ء)، ص ۲۱

(۱۸۱) بحوالہ، آغا احمد علی۔ ہفت آسمان۔ (کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۷۳ء)، ص ۲۶

(۱۸۲) آل محمد مارہروی، سید۔ دیوانِ تواریخ۔ (آرہ: مطبع نور الانوار، ۱۲۸۸ھ)، ص ۷۸

(۱۸۳) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب، ص ۳۸۱

(۱۸۴) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ شاعرِ امروز و فردا۔ ص ۲۷

(۱۸۵) باطن قطب الدین۔ گلستانِ بے خزاں۔ معروف بہ نغمہ عندلیب، ص ۱۷۱۔۱۷۳

(۱۸۶) اکرام، شیخ محمد۔ حیات غالب، ص۸۴

(۱۸۷) بحوالہ محمد عتیق صدیقی۔ ہندوستانی اخبار نویسی۔ (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۵۷ء)، ص ۲۷۳

(۱۸۸) ایضاً، ص ۲۵۵

(۱۸۹) بدر شکیب۔ اُردو صحافت، ص ۲۶۶

(۱۹۰) ایضاً، ص ۲۶۸

(۱۹۱) مہر، مولانا غلام رسول۔ غالب، ص ۴۲۶

(۱۹۲) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگار غالب، ص ۶۵

(۱۹۳) امداد صابری۔ تاریخ صحافت۔ جلد دوم، ص ۴۳۶

(۱۹۴) اکرام، شیخ محمد۔ غالب نامہ، ص ۱۷۶

(۱۹۵) ایضاً، ص ۱۷۵

(۱۹۶) انوری، سید اسد علی۔ قتیل اور غالب۔ (لکھنو: مکتبہ جامعہ، ۱۹۳۹ء)، ص ۹۹

(۱۹۷) غالب، مرزا اسداللہ۔ اُردوئے معلّیٰ (طبع اوّل)۔ (دہلی: اکمل المطابع، ۱۸۶۹ء)، ص ۴۳

(۱۹۸) معین الرحمن، ڈاکٹر سید۔ غالب کا علمی سرمایہ، ص ۳۸۵

(۱۹۹) مہر، مولانا غلام رسول۔ غالب، ص ۴۴۳

(۲۰۰) مالک رام۔ ذکر غالب، ص ۲۲۵

(۲۰۱) بحوالہ تنقید غالب کے سو سال، ص ۷

(۲۰۲) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموز غالب، ص ۳۶۹

(۲۰۳) آزاد، مولانا محمد حسین۔ آب حیات، ص ۵۱۴

(۲۰۴) آزاد، مولانا محمد حسین۔ آب حیات، ص ۵۱۶

(۲۰۵) ایضاً، ص ۵۱۸

(۲۰۶) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموز غالب، ص ۳۷۰

(۲۰۷) اثر، سید امداد امام۔ کاشف الحقائق معروف بہ بہارستان سخن، ص ۱۳۸

(۲۰۸) ایضاً، ص ۳۳

(۲۰۹) یاس لکھنوی، مرزا۔ "کلامِ غالب"۔ مشمولہ: ماہنامہ "شباب اُردو" (لاہور: مارچ ۱۹۲۱ء)، ص ۴۴

(۲۱۰) یگانہ چنگیزی، مرزا۔ غالب شکن (طبع ثانی)۔ (لکھنو: ۱۹۳۵ء)، ص ۴۳

(۲۱۱) ایضاً، ص ۴۴

(۲۱۲) عبدالرحمٰن بجنوری، ڈاکٹر۔ محاسن کلام غالب، ص ۵

(۲۱۳) یگانہ چنگیزی، مرزا۔ غالب شکن (طبع ثانی)، ص ۴۵

(۲۱۴) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموز غالب، ص ۳۷۱

(۲۱۵) یگانہ چنگیزی، مرزا۔ غالب شکن (طبع ثانی)، ص ۴۵

(۲۱۶) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموز غالب، ص ۳۷۴

(۲۱۷) یاس لکھنوی، مرزا۔ ''کلام غالب''۔ مشمولہ: ماہنامہ ''شباب اُردو''

(لاہور: مارچ ۱۹۲۱ء)، ص ۴۳۔۴۵

(۲۱۸) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموز غالب، ص ۳۷۴

(۲۱۹) عبداللطیف، ڈاکٹر سید۔ غالب۔ سید معین الدین قریشی، مترجم، ص ۱۸

(۲۲۰) ایضاً، ص ۹

(۲۲۱) عبداللطیف، ڈاکٹر سید۔ غالب۔ ص ۳۷

(۲۲۲) ایضاً، ص ۸۷

(۲۲۳) ایضاً، ص ۱۰۸

(۲۲۴) ایضاً، ص ۱۲۹

(۲۲۵) ایضاً، ص ۱۳۵

(۲۲۶) بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر، مرتب: غالب شناسی اور نیاز و نگار۔

(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص ۴۶، ۴۷

(۲۲۷) ایضاً، ص ۴۹

(۲۲۸) بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر، مرتب: غالب شناسی اور نیاز و نگار۔ ص ۶۱۔۶۲

(۲۲۹) ایضاً، ص ۵۶

(۲۳۰) عبدالمالک، محمد۔ ''مہملاتِ غالب'' مشمولہ: شباب اُردو۔ (لاہور: فروری ۱۹۲۱ء)، ص ۱۲

(۲۳۱) ایضاً، ص ۱۳

(۲۳۲) بحوالہ اداریہ، شباب اُردو۔ مارچ ۱۹۲۱ء، ص ۳۲

(۲۳۳) یاس لکھنوی، مرزا۔ "کلامِ غالب"۔ مشمولہ: ماہنامہ "شباب اُردو"
(لاہور: مارچ ۱۹۲۱ء)، ص ۳۴۔۳۶

(۲۳۴) ایضاً "سرقہ، توارد، ترجمہ"۔ مشمولہ: مخزن۔ (لاہور: اگست ۱۹۱۷ء)

(۲۳۵) گبر جائسی۔ "نظرِ منتقد" مشمولہ: ماہنامہ شبابِ اُردو۔ (لاہور: اپریل ۱۹۲۱ء)، ص ۶۳ تا ۸۵

(۲۳۶) ابوعزیز، حکیم غلام غوث۔ "مہملاتِ غالب" مشمولہ: شبابِ اُردو۔
(لاہور: مئی ۱۹۲۱ء)، ص ۵۰ تا ۵۳

(۲۳۷) الف دین۔ کلامِ غالب۔ ایضاً، ص ۵۴ تا ۵۶

(۲۳۸) عاشق الٰہ آبادی، ابوالعطا۔ "مہملاتِ غالب" مشمولہ: شبابِ اُردو۔ (لاہور: جون ۱۹۲۱ء)، ص ۵۲

(۲۳۹) ایضاً، ص ۵۶۔۵۷

(۲۴۰) گبر جائسی۔ "مہملاتِ غالب" مشمولہ: ماہنامہ شبابِ اُردو۔ (لاہور: ستمبر ۱۹۲۱ء)، ص ۴۸

(۲۴۱) یاس لکھنوی، مرزا۔ "مہملاتِ غالب" مشمولہ: ماہنامہ "شبابِ اُردو"
(لاہور: اکتوبر ۱۹۲۱ء)، ص ۵۳۔۵۵

(۲۴۲) عاشق الٰہ آبادی، ابوالعطا۔ "مہملاتِ غالب" مشمولہ: شبابِ اُردو۔ (لاہور: نومبر ۱۹۲۱ء)، ص ۵۵

(۲۴۳) حسرت، چراغ حسن۔ "مہملاتِ غالب" مشمولہ: ماہنامہ شبابِ اُردو۔ (لاہور: جنوری ۱۹۲۲ء)، ص ۷۰

(۲۴۴) اثر لکھنوی، مرزا جعفر علی خان۔ مطالعہ غالب۔ (لکھنو: دانش محل، ۱۹۵۷ء)، ص ۲۱

باب دوم:

ترتیب وتدوین

(الف)	اُردو شاعری
(ب)	اُردو نثر
(ج)	فارسی شاعری
(د)	فارسی نثر
(ہ)	متفرق
☆......	مجموعی جائزہ
☆......	حوالہ جات وحواشی

ترتیب وتدوین متن بھی اگرچہ بنیادی طور پر تحقیق ہی کی ایک صورت ہے لیکن غالب کی تصانیف کے جامع اور متنوع تدوینی کام نے اس تحقیق کا دائرہ اتنا وسیع کر دیا ہے کہ ہمیں اس کے جائزے کے لئے ایک علیحدہ باب کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح کلامِ غالب کی تفہیم نے لاتعداد شارحین پیدا کیے ہیں، اس طرح تصانیفِ غالب کی ترتیب اور پھر ترتیبِ نو کی ضرورتوں نے ایک سے زیادہ مرتبین کو میدان میں لا کھڑا کیا ہے۔ غالب کی اکثر کتابیں اگرچہ ان کے عہد میں شائع ہو گئی تھیں لیکن ان کی وفات کے بعد خطی نسخوں کی پے در پے دستیابیوں نے ترتیب وتدوین کے کام کو مسلسل جاری رکھا۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاں ایک ہی تصنیف کے کئی خطی نسخے دستیاب ہونے لگ جائیں، وہاں اختلافِ نسخ، جہلِ کاتب، حرفوں کی صوری مشابہت، نقطوں کی تقدیم وتاخیر اور املاء کے التباس جیسے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں جس سے ترتیبِ نو کا جواز خود بخود نکل آتا ہے اور پھر خطی نسخے اگر کاتبوں کے ہاتھ کے لکھے ہوں تو متن میں کئی سقم رہ جاتے ہیں۔

پروفیسر نذیر احمد کے مطابق:

> ”کسی کاتب کے نقل کیے ہوئے نسخے پر سو فی صد بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس کاتب کے پیش نظر خود مصنف ہی کا نسخہ ہو تو بھی نقل میں کچھ نہ کچھ فرق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ مصنف کے نسخے کی نقل اعتبار کی ضمانت ہے لیکن انسانی طباع کی کمزوری، نقلِ کتاب میں ضرور بالضرور ظاہر ہو جاتی ہے، اس کمزوری کے نتیجے کی نشاندہی کے بغیر متن قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔“ (۱)

بعض لوگوں نے اگرچہ تالیفی ضرورتوں کو سامنے نہیں رکھا اور غالب کی تصانیف کو بلا تحقیق شائع کر ڈالا، جن سے کئی تسامحات وقوع پذیر ہوئے لیکن ان کے برعکس کچھ محققین نے تصانیفِ غالب کی ترتیب وتدوین میں ان تھک محنت کی اور پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو

پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے مرتبین نے ترتیب کے ساتھ ساتھ تحقیق کا کام بھی سرانجام دیا اور ہر عہد میں حقائق تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

بقول ڈاکٹر تبسم کاشمیری:

''ہمارے محققین نے اب تک زیادہ تر حقائق کی تلاش ہی پر انحصار کیا ہے۔ بلاشبہ اس کام کی ماضی میں سخت ضرورت تھی اور اب بھی یہ ضرورت تسلیم کی جاتی ہے''۔(۲)

ماضی سے قطع نظر، پاکستان میں تصانیفِ غالب کی ترتیب و تدوین کے کام کو نہایت سنجیدگی اور بڑی عرق ریزی کے ساتھ کیا گیا۔ اس سلسلے میں اوّل: قلمی تصانیف از سرِ نو مدون کی گئیں۔ دوم: بھارت میں شائع ہونے والی کچھ تصانیف کو پاکستان میں دوبارہ شائع کیا گیا۔ سوم: غالب کی بعض نثری تصانیف جو پہلی مرتبہ غالب کے عہد میں شائع ہوئی تھیں، ان کی دوسری اشاعت کا اعزاز پاکستانی مرتبین کو حاصل ہوا۔

زیرِ بحث باب میں تصانیف غالب کی ترتیب و تدوین کے اس سارے کام کا جائزہ لینے کے لیے جو درجہ بندی کی گئی ہے وہ درج ذیل پانچ حصوں پر مشتمل ہے:

(الف) اُردو شاعری (ب) اُردو نثر (ج) فارسی شاعری

(د) فارسی نثر (ہ) متفرق

غالب کا سارا (اُردو، فارسی) تصنیفی مواد کم و بیش بیس (۲۰) چھوٹی بڑی تصانیف پر مشتمل ہے۔ پاکستان میں بعض تصانیف کو کامل حالت میں بھی شائع کیا گیا اور ان کے انتخاب بھی شائع ہوئے۔ بعض اپنے اصل نام سے شائع ہونے کے علاوہ دیگر ناموں کے ساتھ بھی شائع ہوئے۔ ترتیب و تدوین کے اس سفر میں غالب شناسی کی روایت کس طرح پروان چڑھی، اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس میں ہر کتاب کے مرتب، ادارۂ اشاعت، مقامِ اشاعت، کتاب کے حجم اور اس کی صوری و معنوی حیثیت سے متعلق اجمالاً بحث کی جائے گی۔ ابتدا میں زیرِ بحث تصنیف کا تعارف کرایا جائے گا اور پھر نمبروار اس کی پاکستانی اشاعتوں کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس جائزے میں زمانی ترتیب کو قائم رکھا گیا ہے۔ البتہ جن کتب پر سالِ اشاعت درج نہیں انہیں متعلقہ حصے کے آخر میں شامل کر کے ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

☆......☆☆☆......☆

(الف) اُردو شاعری

غالب کو اگرچہ اپنی فارسی شاعری پر ناز تھا لیکن جو شہرت انہیں اُردو شاعری کے حوالے سے حاصل ہوئی، فارسی شاعری کے حوالے سے نہیں ملی۔ غالب کی اُردو شاعری کا بیشتر حصہ غزلیات پر مشتمل ہے جن کی تعداد اڑھائی سو سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ مختصر شعری سرمایہ اپنی اثر پزیری، ہمہ گیری، مقبولیت اور معیار کے اعتبار سے اُردو کی بڑی بڑی شعری تصانیف پر بھاری ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے غالب کی اُردو شاعری پر تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''اُردو شاعری کا ایک دور وہ تھا کہ غزل کو معاملات حسن و عشق اور مسائل تصوف کے بیانات تک محدود سمجھا جاتا تھا......... لیکن انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں جب مرزا نوشہ اسد اللہ غالب نے یہ آواز بلند کی کہ شاعری قافیہ پیمائی نہیں، معنی آفرینی ہے۔ مجذوب کی بڑ نہیں، دیدہ و بینا کی کسوٹی ہے۔ حمزہ کا قصہ نہیں، قطرہ میں دجلہ کی نمائش ہے۔ قد و گیسو کی آرائش نہیں، دار و رسن کی گفتگو ہے.......... تو اُردو شاعری عموماً اور اُردو غزل خصوصاً ایک نئے جہانِ معنی سے آشنا ہوئی''۔(۳)

غالب کا ابتدائی دور کا کلام فارسیت کے اثر سے بہت دقیق اور مشکل ہے۔ بعد میں دوستوں اور اہل قلم کے مشوروں سے صاف و سہل لکھنے کی طرف مائل ہو گئے۔ باوجود مشکل پسندی اور فارسیت کے ان کے کلام میں وہ چاشنی، غنائیت اور بلند آہنگ نغمہ ملتا ہے جس سے ان کی انفرادیت مسلم ہو جاتی ہے۔ غالب کی اُردو شاعری میں شیرینی اور تغزل کے ساتھ ساتھ دقیق فلسفیانہ افکار کی آمیزش ہے۔ وہ عام روش سے ہٹ کر اعلیٰ تخیلات کو نظم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ شوخی، پہلوداری، غنائیت، پرشکوہ الفاظ اور لطیف تراکیب ان کی شاعری کا طرہ امتیاز ہیں۔ ان کے کلام کا حسن، ان کی گہرائی اور گیرائی دونوں میں مضمر ہے۔ غالب کی اُردو شاعری پر تبصرہ

کرتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے ایک جگہ بحث کو ان الفاظ میں سمیٹا ہے:

''غالب بڑے پہلودار شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں بڑا تنوع ہے۔ بڑی ہی رنگارنگی ہے۔ بڑی ہی گہرائی اور گیرائی ہے۔ وہ صرف جذبات ہی کو متاثر نہیں کرتی، ذہن پر بھی اس کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ وہ خیال انگیز اور فکر خیز بھی ہے۔ وہ انسان، زندگی اور کائنات سے تعلق رکھتی ہے.........
وہ زندگی سے بیزار نہیں کرتی، اس کو بسر کرنا سکھاتی ہے۔ وہ کائنات سے روگردانی کا درس نہیں دیتی، کائناتی حقیقتوں کے ادراک کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ماحول سے چشم پوشی اس کا مقصد نہیں۔ وہ تو اس کے مختلف پہلوؤں کا شعور پیدا کرتی ہے۔ اس میں بڑی زندگی ہے۔ وہ بڑی ہی ہمہ گیر ہے۔ اس میں بڑا حسن ہے بڑی دلآویزی ہے۔ اس لئے اس میں عظمت کا احساس ہوتا ہے اور وہ خود غالب کو بھی عظیم بناتی ہے''۔ (۴)

غالب نے اُردو شاعری میں دو تصانیف چھوڑی ہیں:

(i) دیوانِ غالب (ii) قادرنامہ

آئندہ صفحات میں ان تصانیف کا الگ الگ تعارف اور ان کی پاکستانی اشاعتوں کا جائزہ لیا جارہا ہے۔

(i) دیوانِ غالب

غالب کا اُردو دیوان غزلیات، قصائد، قطعات، رباعیات اور مثنویات پر مشتمل ہے۔ یہ دیوان ان کی زندگی میں چھ مرتبہ شائع ہوا (۵)۔ یہ اشاعتیں دہلی کے علاوہ کانپور اور آگرے سے ہوئیں اور مختلف سالوں میں ہوئیں، اس لئے ان تمام اشاعتوں میں اشعار کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہی ہے۔

غالب کی وفات (۱۸۶۹ء) کے بعد دیوان کی ترتیب و تدوین کا کام مسلسل جاری رہا۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی میں اس متداول دیوان کے بے شمار ایڈیشن شائع ہوئے۔ (۶) غالب کی وفات کے بعد دیوانِ غالب کے جتنے ایڈیشن مدون ہوئے ان میں سے چند ایک کو نہایت عرق ریزی اور مہارت کے ساتھ ترتیب دے کر شائع کیا گیا۔ جن کا ذکر

آل احمد سرور نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''غالب کے کلام کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے ہیں ان میں نسخہ حمیدیہ (انوارالحق)، ارمغانِ غالب (اکرام)، انتخاب غالب (عرشی)، اُردو دیوانِ غالب (مالک رام) کی خاص اہمیت ہے۔ غالب کے تنقیدی شعور کے مطالعے کے لئے ان نسخوں کا مطالعہ ناگزیر ہے''۔(۷)

دیوانِ غالب کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ مرتبین نے برسوں کی محنت کے نتیجہ میں معیاری اور قابل قدر نسخے مدون کیے۔ بعض نے کلام کی تاریخی ترتیب اور صحت، نسخوں کے اختلاف کی نشان دہی، شرح اور ضروری حواشی کے ذریعے دیوانِ غالب کو شائع کیا۔ ان نوترتیب شدہ دواوین کے علاوہ بعض لوگوں نے ''انتخاب'' شائع کیے، کچھ حضرات نے بیاضیں ترتیب دیں، بعض نے غالب کے منتخب اشعار کے مجموعے تیار کیے اور بعض اشاعتی اداروں نے بلا تحقیق وتصحیح دیوان شائع کرڈالے۔ ترتیب وتدوین اور اشاعت کا یہ سارا کام جو پاکستان میں ہوا ہے، اس کی تفصیل زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ تاہم جن نسخوں پر سالِ اشاعت درج نہیں ہے، انہیں مرتبین کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ اس جائزے کے آخر میں زیر بحث لایا جاتا ہے، معروف پاکستانی مصوروں کے ترتیب دیے ہوئے ''مرقعوں'' کا جائزہ بھی اس مطالعے میں شامل ہے:

1-دیوانِ غالب:

تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی سے جولائی ۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۳۳۸ ہے۔ یہ اس دیوان کی دوسری اشاعت ہے(۸)۔ اسے صحتِ لفظی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں طباعتی دلآویزیاں پیدا کی گئی ہیں۔ املائی قواعد وعلامات کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ یہ دیوان خوشخطی کا بہترین نمونہ ہے۔ اسے صاف ستھرے اور عکسی رنگین بلاکوں میں شائع کیا گیا ہے۔ چکنا کاغذ، موزوں تقطیع اور خوشنما جلد کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس دیوان کا تعارف عنایت اللہ نے لکھا ہے۔

2- کلیاتِ غالب (اُردو):

خان اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی کا مرتبہ یہ دیوان پہلی مرتبہ ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا۔ جبکہ ۱۶را کتوبر ۱۹۶۳ء کو مکتبہ کاروان، لاہور سے دوسری مرتبہ شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۲۷۸

ہے۔ یہ دیوان بنیادی طور پر ''نسخہ حمیدیہ'' کو سامنے رکھتے ہوئے شائع کیا گیا۔ جو غزلیات، قطعات اور رباعیات وغیرہ ''نسخہ حمیدیہ'' میں موجود نہیں تھیں انہیں دوسرے نسخوں سے نقل کر کے بطور ضمیمہ شامل کیا گیا ہے۔ دیوان شروع ہونے سے پہلے ''غالب اپنے دور کے آئینے میں''، ''غالب کی شخصیت کا اثر ان کے فن پر''، ''غالب فکروفن کے آئینے میں''، ''توضیحاتِ غالب'' اور ''غالب کا اسلوبِ بیاں'' کے پانچ عنوانات کے تحت غالب کی شخصیت اور فن پر جامع بحث کی گئی ہے۔ جو غالب کے کلام کی خصوصیات پر مکمل روشنی ڈالتی ہے۔ بعض اشعار کے تخلیقی محرکات کی نشاندہی کے لئے حواشی درج کیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان قابلِ اعتبار ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام رکھتا ہے۔

3-دیوانِ غالب مصور (نقش چغتائی):

یہ ایک مرقع ہے۔ عبدالرحمٰن چغتائی نے اسے مرتب کر کے قبل ازیں ۱۹۳۵ء میں لاہور سے شائع کیا تھا لیکن اس کی مزید دو اشاعتیں قیامِ پاکستان کے بعد عمل میں آئیں۔ چنانچہ جہانگیر بک کلب، لاہور نے دوسری بار اسے ۱۹۵۸ء میں اور ایوانِ اشاعت، لاہور نے اسے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔ دونوں پاکستانی اشاعتوں میں چنداں فرق نہیں۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ دیوان میں جگہ جگہ مصوری کے نادر نمونے موجود ہیں۔ اس دیوان میں چغتائی نے جو مصوری پیش کی ہے وہ ایرانی مصوری سے متاثر ہے۔ ان تصویروں میں ایک طرف تغزل اور لطیف سکوت چھلکتا نظر آتا ہے اور دوسری طرف نسوانی پیکروں سے غالب کے بعض اشعار کی شرح سامنے آتی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان غالب شناسی میں اہم مقام رکھتا ہے۔

4-انتخابِ غالب:

سید اختر عباس کا ترتیب دیا ہوا یہ مجموعہ اشعار، غالب بک ڈپو، لاہور سے ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ (۹) ۳۲ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ پاکٹ سائز میں ہے اور غالب کے منتخب اشعار پر مبنی ہے۔ ابتداء میں غالب کے حالات دیے گئے ہیں۔ اس کے بعد ''انتخابِ اشعار'' کے عنوان سے منتخب اشعار شروع ہو جاتے ہیں۔ اس مجموعے میں عام فہم اور غالب کے زبان زدعام اشعار شامل کیے گئے ہیں۔

5- دیوانِ غالب:

ملک حسن اختر کا ترتیب دیا ہوا یہ دیوان مکتبہ میری لائبریری، لاہور سے پہلی بار ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ (۱۰) صفحات کی تعداد ۱۵۲ ہے۔ دیباچہ از غالب بزبان فارسی درج ہے۔ اس کے بعد ''غالب کی شاعری تنقید کی روشنی میں'' کے عنوان سے مرتب نے سولہ (۱۶) صفحات پر مشتمل پیش لفظ لکھا ہے۔ جس میں غالب کی شاعری کے فکری اور فنی پہلوؤں کو تنقید کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔ دیوان کے شروع میں غالب کی رنگین تصویر چھپی ہے جس کے نیچے ''غالب کی آخری تصویر'' لکھا ہوا ہے۔ اس دیوان میں غزلیات کے علاوہ قطعات، مثنویات، قصائد اور رباعیات شامل ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان ترتیب و تدوین کی ماہرانہ کوشش ہے اور ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

6- کلامِ غالب (نسخہء قدوائی):

جلیل قدوائی نے اسے مرتب کر کے ادارہ نگارش و مطبوعات، کراچی سے اگست ۱۹۶۰ء میں شائع کیا۔ (۱۱) صفحات کی تعداد ۱۰۵ ہے۔ یہ دیوان غالب کی صرف اُردو غزلوں پر مشتمل ہے، اس میں بھی انہوں نے وہ اشعار شامل کیے ہیں جو اپنے تخیل، فسوں کاری، صداقت، ندرت اور انداز بیاں کی وجہ سے مشہور زمانہ ہو چکے ہیں۔ البتہ غزلوں کے جو اشعار اپنی غرابت، حد درجہ فارسیت، خشکی، بے نمکی اور الجھاؤ کی وجہ سے صرف کتاب کی ضخامت بڑھانے کا کام دیتے ہیں، التزام کے ساتھ ترک کر دیے ہیں اور انہیں دیوان میں جگہ نہیں دی۔ جلیل نے کلام کی ترتیب اگرچہ ردیف وار کی ہے لیکن غزلوں کی مروجہ ترتیب کو بدل دیا ہے۔ مثلاً ردیف ''الف'' کی بہترین غزل، اس کے بعد اس سے کم بہتر غزل اور پھر اس سے بھی کم بہتر غزل کو منتخب کیا ہے۔ یہ ساری ترتیب انہوں نے اپنے ذوقِ غالب شناسی کی مدد سے کی ہے۔ ابتدا میں ''عرضِ مرتب'' کے عنوان سے انہوں نے شعری انتخاب، ان کے اصول و ضوابط، ضرورت و اہمیت اور اپنے اختیار کردہ طریقہء انتخاب پر اصولی بحث کی ہے۔ بحیثیت مجموعی اس دیوان کی ترتیب اچھی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ اس نسخے کو ہر دل عزیز بنانے کی کوشش کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

7-دیوانِ غالب (مصور):

یہ ایک مرقع ہے۔ آذر زوبی نے اسے مرتب کر کے ادارہ نگار پاکستان، کراچی سے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔ یہ دیوان مصوری کا شاہکار ہے۔ اس میں جگہ جگہ خوبصورت رنگوں سے تصویریں بنائی گئی ہیں۔ غالب کے بعض اشعار کے مطالب کو خوشنما تصویروں کی مدد سے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ دیوان بھی پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

8-دیوانِ غالب:

اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی نے اسے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔(۱۲) اس سے قبل یہ دیوان ہندوستان میں بھی شائع ہو چکا ہے۔(۱۳) صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔ یہ دیوان ''طاہر ایڈیشن'' کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا ہے۔ ابتداء میں غالب کی تحریر کا عکس دیا گیا ہے۔ ازاں بعد غالب کا مختصر تعارف اور پھر ان کے کلام کی خصوصیات گنوائی گئی ہیں۔ اس دیوان میں غزلیات کے ساتھ ساتھ قصائد، قطعات، رباعیات اور ایک مثنوی شامل کی گئی ہے۔ اس دیوان کی طباعت معیاری اور کاغذ عمدہ ہے۔

9-دیوانِ غالب:

آئینہ ادب، لاہور نے ترتیب دے کر اسے ۱۹۶۴ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۴ ہے۔ کلام سے پہلے بیس (۲۰) مختلف عنوانات کی شکل میں غالب کی زندگی کے اہم واقعات پیش کیے گئے ہیں۔ جن میں غالب کی پیدائش، تعلیم و تربیت، شادی، مطالعہ کتب، سفر، قید، حالاتِ غدر، خوارک، آخری عمر اور وفات وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ''غزلیات''، ''قطعہ''، ''مرثیہ'' اور ''قصائد'' کے عنوانات کے ساتھ کلام پیش کیا گیا ہے۔ گویا یہ بھی غالب کے اُردو کلام کا مکمل دیوان ہے۔ کتابت عمدہ اور کاغذ معیاری ہے۔

10-دیوانِ غالب (مصور):

حنیف رامے کا مرتبہ یہ دیوان نیا ادارہ، لاہور نے پہلی بار ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ حنیف رامے کا عمدہ مصوری نے اس دیوان کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ ۳۲۰ صفحات پر مشتمل اس

دیوان کا انتخاب مظفر علی سید نے کیا ہے۔ اس ایڈیشن کی خوبی یہ ہے کہ ایک تو اس میں غالب کا تمام مروجہ کلام آ گیا ہے اور دوسرا یہ کہ رنگِ بیدل سے متعلق وہ کلام جو غالب کی وفات کے بعد وقتاً فوقتاً اِدھر اُدھر سے دستیاب ہوتا رہا ہے، وہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ یہ دیوان ایک طرف تو خوبصورت خطاطی کا عمدہ نمونہ ہے اور دوسری طرف رائے کی سادہ رنگوں اور کھنچتی ہوئی لکیروں کی مدد سے غالب کے اشعار کے باطن کی چہرہ کشائی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان تجریدی آرٹ اور رنگ شناسی کا عمدہ شاہکار ہے جس کی ترتیب میں نئے ذوق کی وسیع النظری بھی ہے اور غالب کے ساتھ انصاف کی کوشش بھی۔

11- دیوانِ غالب:

یہ دیوان مولانا غلام رسول مہر کا مرتبہ ہے جسے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے پہلی بار ۱۹۶۷ء میں لاہور سے شائع کیا (۱۴)۔ ۴۰۳ صفحات پر مشتمل اس دیوان میں غزلیات، قصائد، سہرا، مثنوی، قطعات اور رباعیات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ تین ضمیمے دیے گئے ہیں، ضمیمہ اول کے تحت وہ اشعار جو دیوان میں شامل نہ ہو سکے، دیے گئے ہیں، ضمیمہ دوم میں انتخاب ''نسخہ حمیدیہ'' اور ضمیمہ سوم (۱۵) میں ''قادر نامہ'' اور ''پنج آہنگ'' شامل کیے گئے ہیں۔ اس طرح اس دیوان میں غالب کا مروجہ اور کمیاب و نایاب سارا کلام جمع ہو گیا ہے۔ یہ دیوان حواشی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے جس میں کلام کی صحیح تاریخیں اور مستند مآخذ کی تفصیل درج ہے۔ ابتداء میں چودہ صفحات پر مشتمل مقدمہ ہے۔ جس میں کلامِ غالب کے ادوار قائم کر کے خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ دیوان کی چھپائی اور کاغذ کا معیار دونوں عمدہ ہیں۔ جلد سیاہ رنگ کی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

12- دیوانِ غالب:

قیوم نظامی نے اس دیوان کو ترتیب دیا اور دارالادب، لاہور نے ۱۹۶۷ء میں اسے شائع کیا۔ یہ غالب کا دیوان اور اس کے ساتھ ساتھ غالب کی شاعری پر تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس لیے اس کا اصل نام ''دیوان غالب اور غالب کی غزل پر تنقیدی مضامین'' ہے۔ غالب کا کلام ''غزلیات''، ''قطعہ''، ''مرثیہ'' اور ''قصیدہ'' کے عنوان سے شامل کیا گیا ہے۔ کلام کے آخر

میں مختلف اہل قلم کے پانچ مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔	غالب کی شاعری میں حسن وعشق	از	حمید احمد خان
۲۔	غالب کی عظمت	از	آل احمد سرور
۳۔	غالب کا نظریہ شعر	از	وحید قریشی
۴۔	غالب کی مقبولیت کے اسباب	از	شیخ اکرام
۵۔	غالب اُردو غزل کے آئینے میں	از	قیوم نظامی

ان مقالات سے غالب کے فکروفن پر روشنی پڑتی ہے جس سے اس دیوان کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

13-غالب، حالات وانتخاب:

یہ دیوان فیروز سنز لمیٹڈ نے ۱۹۶۸ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۸۰ ہے۔ ابتداء میں ادارے کی طرف سے ایک دیباچہ ہے۔ اس کے بعد "حالاتِ زندگی" کے عنوان سے غالب کے اہم حالات درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں "انتخاب کلام" کا عنوان دے کر منتخب غزلیں شامل کی گئی ہیں۔ یہ کتابچہ پاکٹ سائز میں ہے۔ اس میں غالب کی مشکل غزلیں اور اشعار شامل نہیں کیے گئے۔ صرف ایسی غزلیں اور اشعار شامل کیے گئے ہیں جو نہ صرف مقبول ہیں بلکہ زبان زدِ عام ہیں، ادارے نے اس انتخاب کے کئی ایڈیشن شائع کیے ہیں، جن کی تفصیل یہاں تحصیل حاصل ہے۔ تاہم ان اشاعتوں سے اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

14-سرودِ غالب:

یوسف بخاری دہلوی کا مرتبہ یہ دیوان شیخ مبارک علی نے فروری ۱۹۶۷ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۸ ہے۔ اس دیوان کا مقدمہ سید مرتضی حسن فاضل لکھنوی نے تحریر کیا ہے۔ اس دیوان کی انفرادیت یہ ہے کہ غالب کے متداول کلام کے جملہ اشعار کو ان کے مرکزی مفہوم کے مطابق جامع عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ اگرچہ کلامِ غالب کے بے شمار ضوعات ہیں لیکن اس مجموعے میں قرین قیاس اور ممکنہ موضوعات کو سات عنوانات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ عنوانات یہ ہیں:

(۱)موجِ عرفان (۲)شمعِ ہدایت (۳)سوز و ساز (۴)حریمِ ناز
(۵)روداد غم (۶)رنگ و بو (۷)در حدیثِ دیگراں

ان عنوانات کو متعلقہ اشعار کی کوئی اجمالی شرح تو نہیں کہا جا سکتا، البتہ ان عنوانات سے قاری کے فکر و خیال کو ایک سمت ضرور ملتی ہے۔ بحیثیت مجموعی دیوان کی یہ ترتیب اچھوتی اور منفرد ہونے کے ساتھ ساتھ پُرکشش بھی ہے۔ مرتب نے اس دیوان کی ترتیب میں خاصی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ دیوان ذخیرہء غالبیات میں منفرد مقام رکھتا ہے۔

15- دیوانِ غالب (نسخہء طاہر):

گوہر نوشاہی اس دیوان کے دوسرے مرتب ہیں۔ غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر پاکستان میں غالب پر جو کام ہوا اس میں ''نسخہ طاہر'' کی ترتیب و تدوین اپنا مقام رکھتی ہے۔ اس دیوان کو سنگِ میل پبلی کیشنز کی طرف سے فروری ۱۹۶۹ء میں لاہور سے شائع کیا گیا (۱۶)۔ اس دیوان کو دراصل پہلی مرتبہ آغا محمد طاہر نبیرہ آزاد نے ۱۹۳۶ء میں دہلی سے شائع کیا تھا (۱۷)۔ آغا طاہر نے اسے اُس مخطوطے کی بنیاد پر مرتب کیا تھا جو ان کے پرنانا جناب حسین مرزا (۱۸) کے کتاب خانے میں محفوظ تھا۔ چنانچہ آغا طاہر نے اسے ترتیب دے کر شائع کر دیا، اس بنیاد پر اسے ''نسخہء طاہر'' کہا جاتا ہے۔ زیرِ نظر دیوان دوبارہ فروری ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر لاہور سے شائع کیا گیا۔ گوہر نوشاہی نے تمہید و تعارف لکھا ہے۔ کلام سے پہلے ''حیاتِ غالب سنین کے آئینے میں'' کے عنوان سے غالب کے اہم واقعات درج کیے گئے ہیں۔ دیباچہ طبع اوّل اور غالب کے ایک خط کا عکس بھی اس اشاعت میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ دیوان ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ وضاحت طلب نکات کے لئے حواشی کا استعمال کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔

16- غالب کا منسوخ دیوان:

مسلم ضیائی کا مرتبہ یہ دیوان اپنی انفرادیت کا حامل ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب نے مارچ ۱۹۶۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۴۴ ہے۔ اس مجموعے میں غالب کی وہ

تمام غزلیں، قصیدے، قطعے، مخمس، مسدس، مرثیے، سلام، مثنویاں، رباعیاں، متفرق اشعار اور مصرے جگہ جگہ شامل ہیں جوان کے دواوین، تذکروں اور خطوں میں جگہ جگہ بکھرے پڑے تھے۔ حواشی میں ماٰخذ کی تفصیل دی گئی ہے تا کہ غالب کے کلام پر آئندہ کام کرنے والوں کے لئے آسانی پیدا ہو۔ متن میں اشعار اپنی ابتدائی شکل میں درج کیے گئے ہیں اور حاشیے میں وہ ترمیمیں درج کردی گئی ہیں جو مختلف اوقات میں کی گئی تھیں۔ ساتھ ہی متعلقہ نسخوں کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ اسی طرح مختلف نسخوں سے خارج شدہ اشعار جو کسی متداول دیوان میں درج نہیں تھے لیکن خطی نسخوں میں موجود تھے، ان سب کو ترتیب دے کر شامل کیا گیا ہے۔ تا کہ غالب کے قلم سے نکلنے والے اشعار کو تلاش کرنے میں کوئی مشکل نہ آئے۔ دیوان کی ابتداء میں مرتب کا لکھا ''مقدمہ'' ہے۔ جس میں دیوان کی انفرادی خصوصیات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ بحثیت مجموعی یہ دیوان بلاشبہ انفرادی خوبیوں کا حامل ہے۔ جس کی بنا پر اسے ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام دیا جاتا ہے۔

17-غالب البم:

معروف مصور صادقین کا ترتیب دیا ہوا یہ ایک مرقع ہے جسے ایلیٹ پبلیشرز لمیٹڈ، نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں کراچی سے شائع کیا۔ اس البم کو جگہ جگہ خوش رنگ اور خوشنما تصاویر سے مزین کیا گیا ہے۔ تصویروں کی مدد سے اشعار کے مفاہیم کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں کاغذ کی بجائے مضبوط گتہ استعمال ہوا ہے۔ ابتداء میں ''گنجِ معانی'' کے عنوان سے فیض احمد فیض نے ایک جامع تبصرہ لکھا ہے۔ انہوں نے صادقین اور غالب کے تعلق کو ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ صادقین کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ جس طرح غالب نے تصور کے آبگینے کو پگھلا کر الفاظ کے ساغر میں انڈیلا ہو اسی طرح صادقین نے الفاظ کے آبگینے کو گداز کر کے رنگ و خط کے ساغر میں ڈھالا ہے۔ بلاشبہ یہ خوش رنگ تصویریں غالب کے اشعار کی واضح تصویر کشی کرتی ہیں۔ اس اعتبار سے یہ مجموعہ بھی ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام رکھتا ہے۔

18-دیوانِ غالب (نسخہ حمیدیہ):

پروفیسر حمید احمد خاں نے اس دیوان کو مرتب کیا ہے، جسے مجلس ترقی ادب، لاہور نے جولائی ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۹۰ ہے۔ اس دیوان کی کہانی یہ ہے کہ غالب کی

وفات کے تقریباً پچاس سال بعد بھوپال کے کتب خانہ حمیدیہ میں دیوانِ غالب کا سب سے پہلا نسخہ ایک خوشنما مخطوطے کی صورت میں دستیاب ہوا۔ اس دریافت نے اس زمانے کے ادبی حلقوں میں ہلچل پیدا کر دی، کیونکہ غالب کا پہلا دیوان بے دریغ قطع برید کے باعث محض ایک ادبی حکایت بن کر رہ گیا تھا۔ اب جو یہ دیوان میسر آیا تو اہلِ ذوق نے اس کی طباعت کا خیر مقدم کیا۔ مفتی محمد انوار الحق (۱۹) نے اسے ترتیب دے کر شائع کر دیا (۲۰) والیٔ بھوپال محمد حمید اللہ خان کی نسبت سے یہ ''نسخۂ حمیدیہ'' کہلایا۔ اس دیوان کی اشاعت کے ساتھ یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ یہ مطبوعہ نسخہ، قلمی نسخے کی نقل نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح صورت حال کی دریافت کے لیے پروفیسر حمید احمد خاں نے اصل نسخے کا معائنہ ضروری سمجھا اور وہ ۱۹۳۸ء میں ہندوستان روانہ ہو گئے۔ وہاں مطبوعہ اور قلمی نسخے کے مندرجات کو نہایت عرق ریزی سے دیکھا۔ اس موازنے میں یہ بات عیاں ہو گئی کہ حواشی اور متن میں فرق کے علاوہ قلمی نسخے میں غزلیات کی ترتیب مطبوعہ نسخے تک پہنچتے پہنچتے کچھ کی کچھ ہو گئی ہے۔ چنانچہ حمید احمد خان نے قلمی نسخے کے مندرجات کی صحیح ترتیب معین کی اور حاشیے و متن کے اندراج کے سلسلے میں قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں اختلاف کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے از سرِ نو مرتب کیا، جسے زیرِ نظر دیوان کی صورت میں مجلسِ ترقی ادب نے غالب صدی کے موقع پر لاہور سے شائع کیا (۲۱)۔ اس دیوان میں ابتداً چار قصائد اس کے بعد ردیف وار دو سو چھتر غزلیات اور آخر میں گیارہ رباعیات شامل ہیں۔ یہ نسخہ ٹائپ میں چھپا ہے۔ آخر میں غلط نامہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

19-دیوانِ غالب (نسخۂ شیرانی):

ڈاکٹر وحید قریشی نے اسے مرتب کیا اور مجلس ترقی ادب نے اگست ۱۹۶۹ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۱۸ ہے۔ اس نسخے کی انفرادیت یہ ہے کہ اصل قلمی نسخے کو من و عن فوٹو آفسٹ کی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔ اس نسخے کا اصل مخطوطہ نہایت اہم اور نایاب ہے اور صرف پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ لائبریری میں موجود حافظ محمود شیرانی کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہے، اس لئے اسے ''نسخۂ شیرانی'' کہا گیا ہے۔ یہ مخطوطہ کب کا ہے؟ اس بارے میں ڈاکٹر وحید قریشی نے ایک جگہ قاضی عبدالودود کی رائے کا حوالہ دیتے ہوئے

لکھا ہے:

''نسخۂ شیرانی کی کتابت ۱۲۳۱/۱۲۳۵ ہجری سے قبل نہیں بعد میں ہوئی اور یہ کہ ۱۲۳۵ ہجری کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا''۔ (۲۲)

رہا یہ سوال کہ یہ مخطوطہ کس کی ملکیت تھا؟ لکھتے ہیں کہ:

''اس بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ نسخہ کسی ایسے شخص کی ملکیت رہا ہے جس سے غالب کے اتنے تعلقات تھے کہ انہیں سفر کے دوران میں کلام بھیجتے رہے''۔ (۲۳)

تاہم اس کا شمار اُردو دیوان کے قدیم ترین مخطوطات میں ہوتا ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین میں انتہائی احتیاط اور عرق ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو آگے بڑھانے میں ''نسخۂ شیرانی'' بڑی اہمیت رکھتا ہے۔

20-دیوانِ غالب:

حامد علی خاں کا مرتبہ یہ دیوان مجلسِ یادگارِ غالب پنجاب یونیورسٹی نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں لاہور سے شائع کیا (۲۴)۔ اس دیوان کا ''پیش لفظ'' پروفیسر علاؤالدین صدیقی نے ''تعارف'' پروفیسر حمید احمد خان نے اور ''حرفِ آغاز'' حامد علی خاں نے تحریر کیا ہے۔ دیباچہ از غالب بزبانِ فارسی شائع کیا گیا ہے۔ اس نسخے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسے صحتِ متن، صحتِ ترتیب اور حسنِ کتابت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ یہ دیوان ۲۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اہم نکات کی وضاحت کے لئے حواشی کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ دیوان عمدہ طباعت اور معیاری کاغذ کا حامل ہے۔ اسے ذخیرۂ غالبات میں اہم مقام حاصل ہے۔

21-انتخابِ غالب:

مشرف انصاری نے اسے ترتیب دیا اور سنگ میل پبلی کیشنز نے لاہور سے پہلی بار غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا (۲۵)۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ ابتداء میں ''برسبیلِ تذکرہ'' کے عنوان سے مرتب نے غالب کے اُردو اور فارسی کلام کا موازنہ کرتے ہوئے ان کی شاعری کی نمایاں خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس کے بعد علی الترتیب منتخب غزلیات، قطعات، مراثی، قصیدہ،

رباعیات شامل کی گئی ہیں۔ آخر میں چند غزلیات (نسخہ حمیدیہ) بھی درج کی گئی ہیں۔ اس انتخاب میں غالب کی نمائندہ شاعری شامل کی گئی ہے تاکہ یہ انتخاب مقبولِ عام ہو جائے۔

22-دیوانِ غالب:

ملک حسن اختر نے اس دیوان کو مرتب کیا اور یہ مکتبہ میری لائبریری کی طرف سے ۱۹۷۵ء میں لاہور سے شائع کیا گیا۔ اگرچہ یہ دیوان پہلے بھی ۱۹۶۰ء میں شائع کیا گیا تھا (۲۶)، لیکن اس مرتبہ ملک حسن اختر نے اس میں اضافے کیے ہیں، ان اضافوں کے باعث پچاس (۵۰) صفحات بڑھ گئے ہیں۔ زیرِ نظر دیوان ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں ''غالب تنقید کی نظر میں'' کے عنوان سے مختلف نقادوں کے نظریات کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ غالب کی شاعری کی اہم خصوصیات نمایاں ہو گئی ہیں۔ اس باب میں عظمتِ غالب، ظرافت اور شوخی، تصوف، عقلیت، رومانیت، انانیت، درد و غم، عشق و محبت، انسانی نفسیات اور انسانی فطرت کی عکاسی، غالب اور بیدل، اندازِ بیاں اور لب و لہجہ جیسے عنوانات پر روشنی پڑتی ہے۔ دیوان میں غزلیات، قطعات، مثنویات، قصائد، رباعیات اور آخر میں کلام منسوخ کا انتخاب بھی دیا گیا ہے۔ سابقہ دیوان کی اغلاط کو دور کر کے اس دیوان کو صحت و ترتیب کے ساتھ معیاری خطوط پر شائع کیا گیا ہے جو پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافے کا باعث ہے۔

23-دیوانِ غالب مکمل (آثار نسخہ):

مکتبہ آثار، لاہور نے جولائی ۱۹۷۷ء میں یہ دیوان ترتیب دے کر شائع کیا۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔ اس دیوان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی ترتیب میں متعدد نسخوں کو سامنے رکھا گیا ہے، اختلاف کی صورت میں ''نسخہ عرشی'' کی پیروی کی گئی ہے۔ ایسے اشعار جن پر تمام مستند نسخوں کا اتفاق نہیں ہوا اور کسی وجہ سے ان کی صحت مشکوک تھی، ان اشعار کو شامل نہیں کیا گیا۔ اس اعتبار سے اسے مستند بنانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے، اس سلسلے میں صحت و کتابت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ مکتبہ آثار کی نسبت سے اسے (نسخہ آثار) کہا گیا ہے۔ اس میں غزلیات کے علاوہ قصائد، رباعیات، قطعات اور مثنویات شامل کی گئی ہیں۔

24-دیوانِ غالب:

مالک رام کا مرتبہ یہ دیوان نسیم بک ڈپو، نے پاکستان میں پہلی بار ۱۹۷۸ء میں لاہور سے شائع کیا۔ یہ دیوان مطبع نظامی (کانپور ۱۸۲۶ء) والے دیوان کے سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا۔ مالک رام نے اُردوئے معلّٰی کے حوالے سے ردیف ''ی'' کی ایک غزل ''ضم کیا ہے''، ''قلم کیا ہے'' میں چار اشعار کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ''نسخہ نظامی'' میں متن کی بعض اغلاط موجود تھیں جنہیں درست کیا گیا ہے اور املا کے پرانے طریقے کو بدل کر نئی املا کا قاعدہ اپنایا گیا ہے۔ ہر جگہ ''مجکو''، ''اوس'' جیسے الفاظ کو صحتِ املا کے ذریعے ''مجھ کو'' اور ''اُس'' کی شکل میں بدل دیا گیا ہے۔ یہ دیوان ۲۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ہندوستان میں بھی شائع ہوا ہے (۲۷)۔

25-دیوانِ غالب:

رخسانہ نگہت کی تحقیق و ترتیب کے ساتھ یہ دیوان مکتبہ عالیہ نے یکم مارچ ۱۹۷۹ء کو لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۴ ہے۔ یہ غالب کے مکمل اُردو کلام کا مجموعہ ہے جس میں غزلیات، قطعات، رباعیات، قصائد، سہرا اور متفرقات شامل ہیں۔ حسب ضرورت حواشی بھی دیے گئے ہیں۔ آخر میں فرہنگ دیوانِ غالب بھی دی گئی ہے، جس سے اس دیوان میں انفرادیت پیدا ہوگئی ہے۔ چھپائی اور کاغذ کا معیار عمدہ ہے۔ حتی المقدور صحتِ املا کا خیال رکھا گیا ہے۔ یہ دیوان بھی سلسلہ غالبیات کی اہم کڑی ہے۔

26-نو دریافت بیاضِ غالب، بخطِ غالب:

محمد طفیل کی ادارت میں شائع ہونے والا ادبی مجلّہ ''نقوش،، غالب نمبر (حصہ دوم) اس اعتبار سے انفرادیت کا حامل ہے کہ غالب کا ایک نو دریافت شدہ دیوان ''بیاضِ غالب'' پہلی مرتبہ اس جریدے میں شائع ہوا۔ ادارہ فروغ اُردو، لاہور نے اسے جولائی ۱۹۸۴ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۷۲ ہے۔ یہ شمارہ بنیادی طور پر دس نادر تحریروں پر مشتمل ہے جن میں سے ایک ''بیاضِ غالب'' کی اشاعت ہے جسے نثار احمد فاروقی نے ترتیب دیا ہے۔ فہرست مشمولات یہ ہے۔

۱۔	غالب کی یاد میں	جسٹس سجاد احمد جان
۲۔	بیاضِ غالب	نثار احمد فاروقی
۳۔	دیوان غالب کا ایک نادر انتخاب	امتیاز علی عرشی
۴۔	گلِ رعنا۔ بخطِ غالب (عکسی)	سید معین الرحمٰن
۵۔	غالب کے نام دو غیر مطبوعہ خطوط	ڈاکٹر سید حامد حسن
۶۔	غالب اور غنیۃ الطالبین (عکسی)	جلال الدین
۷۔	میخانۂ آرزو سرانجام (عکسی)	مسلم ضیائی
۸۔	غالب کے سات فارسی خطوط (عکسی)	سید وزیر الحسن عابدی
۹۔	غالب کے اشعار پر صادقین کی ۱۳ غیر مطبوعہ تصویریں	
۱۰۔	صادقین	اسلم کمال

اس شمارے میں ''بیاضِ غالب'' کی اشاعت یہاں قابلِ ذکر ہے۔ نثار احمد فاروقی نے ابتداء میں ''دریافت کی کہانی'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ غالب کی یہ بیاض ۱۸۵۷ء میں گم ہوگئی تھی۔ بالآخر توفیق احمد قادری نے بھوپال کے کسی آدمی سے یہ نسخہ خریدا۔ یہ نادر مخطوطہ ۶۳ صفحات پر مشتمل تھا اور اس کا سائز ساڑھے پانچ x ساڑھے سات تھا۔ صفحہ ۶۱ تک غزلیات اور اس کے بعد رباعیات درج تھیں۔ جن میں تیرہ (۱۳) فارسی اور گیارہ (۱۱) اُردو میں تھیں۔ نثار احمد فاروقی نے اس بیاض کو بڑے سلیقے اور ہنرمندی کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ اہم نکات کی وضاحت کے لئے حواشی دیے گئے ہیں۔ اس بیاض کو ایک صفحے پر بخطِ غالب اور دوسرے صفحے پر خوبصورت کتابت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ قارئین تک آسانی کے ساتھ ابلاغ ہو سکے۔ اس بیاض کی اشاعت ادارہ نقوش کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں یہ دستاویز اہم مقام رکھتی ہے۔

27-دیوانِ غالب:

مکتبہ علم و فن نے ۱۹۸۴ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔ یہ دیوان ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں غزلیات کے علاوہ قصائد، قطعات اور ایک مثنوی شامل ہے۔ یہ مثنوی آموں کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔ یہ دیوان اچھی اور عمدہ طباعت کا حامل ہے۔

28-دیوانِ غالب:

فیروز سنز، لاہور کی طرف سے پہلی بار ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ ۲۸۳ صفحات پر مشتمل یہ دیوان عام کتابی سائز سے کچھ بڑا ہے۔ سرورق پر غالب کی تصویر چھپی ہے۔ ہلکے گلابی رنگ کے کاغذ پر خوبصورت لکھائی سے مزین ہے۔ ہر صفحے پر حاشیے کے اطراف میں نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ ابتداء میں غزلیات ہیں ان کے بعد علی الترتیب قصائد، مثنوی، قطعات، سہرا اور رباعیات شامل کی گئی ہیں۔ خوبصورت چھپائی اور عمدہ معیار کے پیش نظر ایک اچھا دیوان ہے۔

29-دیوانِ غالب:

الحمد پبلی کیشنز، لاہور سے پہلی مرتبہ ۱۹۹۰ء میں شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۳ ہے۔ عمدہ کاغذ اور خوبصورت جلد میں شائع کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں کتابت کی اغلاط موجود ہیں۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔

30-دیوانِ غالب کامل:

کالی داس گپتا رضا کا ترتیب دیا ہوا معروف دیوان ہے۔ اگرچہ یہ دیوان اولاً بھارت سے شائع ہوا (۲۸)، لیکن پاکستان میں اسے پہلی مرتبہ انجمن ترقی اُردو نے ۱۹۹۰ء میں شائع کیا۔ یہ دیوان، ۴۳۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں غالب کا آج تک کا دریافت شدہ سارا اُردو کلام تاریخی ترتیب کے ساتھ شائع کر دیا گیا ہے۔ اس نسخے میں اعراب، املا اور روایت اشعار کے لئے ''نسخہ عرشی'' کو سامنے رکھا گیا ہے۔ اس نسخے میں حواشی کثرت کے ساتھ درج ہیں۔ ''توقیتِ غالب'' کے عنوان سے غالب کے حالاتِ زندگی تاریخ وار درج کیے گئے ہیں، تا کہ اشعار کے زمانہ فکر کے ساتھ اگر کوئی صاحب شاعر کی نجی سرگرمیوں کا موازنہ کرنا چاہے تو اسے کوئی مشکل نہ ہو۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان اچھی اور عمدہ طباعت کا شاہکار ہے جسے نہایت عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ پاکستان میں ذخیرہء غالبیات میں یہ دستاویز اہم مقام رکھتی ہے۔ انجمن نے اس کا چوتھا ایڈیشن ۲۰۱۲ء میں شائع کیا۔

31-دیوانِ غالب (نسخہء عرشی):

امتیاز علی خان عرشی نے اس دیوان کو مرتب کر کے اولاً بھارت سے شائع کیا (۲۹)۔ اس دیوان کی اہم خصوصیت جو اسے باقی تمام دیوانوں سے ممتاز کرتی ہے، یہ ہے کہ کلام کی ترتیب

اور اختلافِ نسخ کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ ضروری حواشی دیے گئے ہیں۔ عرشی نے اس نسخے کو بڑی محنت سے مرتب کیا ہے اور حسبِ ضرورت الفاظ پر اعراب بھی لگائے ہیں۔ امتیاز علی عرشی نے مختلف عنوانات کے تحت کلامِ غالب کو درج کیا ہے۔ تفصیل اس طرح ہے:

(۱) گنجینۂ معنی: اس حصے میں قصائد، غزلیات اور رباعیات شامل ہیں۔

(۲) نوائے سروش: اس حصے میں قصائد، قطعات، غزلیات، مثنوی اور رباعیات شامل ہیں۔

(۳) یادگارِ نالہ: یہ حصہ قطعات، مثنویات، مخمس، قصائد، غزلیات، سلام پر مشتمل ہے۔

(۴) شرح غالب: اس حصے میں گنجینۂ معنی، نوائے سروش اور یادگارِ نالہ کے اشعار میں موجود اہم نکات کی وضاحت ہے۔

آخر میں اشخاص، کتب، رسائل، مقامات وغیرہ کا اشاریہ دیا گیا ہے۔ یہ دیوان ۵۰۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

32-دیوانِ غالب:

مکتبہ فیاض لاہور سے پہلی بار اکتوبر ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ ۲۴۰ صفحات پر مشتمل یہ دیوان غزلیات، قطعات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں ''تعارف'' کے عنوان سے غالب کی اُردو شاعری پر مختصراً بحث کی گئی ہے۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔ اس کے بعد مرزا غالب کے خودنوشت حالات (بہ خطِ غالب) کا عکس دیا گیا ہے۔ آخر میں ایک ضمیمہ ہے۔ دیوان کی بڑھتی ہوئی مانگ کے پیشِ نظر اسے شائع کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک قابلِ قدر کوشش ہے۔

33-دیوانِ غالب:

حامد علی خان کا مرتبہ یہ دیوان اگرچہ ۱۹۶۹ء میں مجلس یادگارِ غالب نے لاہور سے شائع کیا تھا، لیکن زیرِ نظر دیوان الفیصل نے اپریل ۱۹۹۵ء میں لاہور سے شائع کیا۔ اس دیوان کی بنیاد پہلے والے دیوان پر ہے۔ البتہ اس ایڈیشن میں بعض تسامحات کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ اس طرح یہ ایڈیشن معیارِ طباعت کے اعتبار سے نادر چیز ہے اور کئی خوبیوں کا حامل ہو گیا ہے۔ یہ دیوان حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ''حرفے چند'' محمد فیصل کی تحریر ہے۔ ''حرفِ آغاز'' حامد علی خان کا اور دیباچہ از غالب بزبانِ فارسی شائع کیا گیا ہے۔ اس دیوان میں صفحات کی تعداد ۲۲۰ ہے۔

34-دیوانِ غالب:

فضلی سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ کی طرف سے ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۷ء کو کراچی سے شائع کیا گیا۔ یہ دیوان چھوٹے یعنی پاکٹ سائز میں ہے۔ یہ دیوان غالب کے دو صد سالہ یوم ولادت کے موقع پر شائع کیا گیا۔ اس نسخے میں اشعار کی تعداد ۲۱۶۵ ہے۔ یہ دیوان غالب کی زندگی میں شائع ہونے والے دیوان طبع چہارم (۳۰) کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ وہ دیوان ۱۸۰۲ اشعار پر مشتمل تھا لیکن زیر نظر دیوان میں استفادہ کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے نسخہ حمیدیہ میں سے ۳۶۳ ،اشعار کا انتخاب شامل کر لیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ دیوان اپنی الگ اہمیت کا حامل ہو گیا ہے۔ کاغذ اور طباعت کا معیار عمدہ ہے۔

35-دیوانِ غالب (نسخہ ءخواجہ):

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے متنی تحقیق و تنقید کے ساتھ مکتبہ اعجاز، لاہور سے ۱۹۹۸ء میں اسے شائع کیا۔ یہ دیوان ۳۵۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان میں غزلیات ،قصائد، قطعات اور رباعیات شامل کی گئی ہیں۔ ''حرفے چند'' ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اور ''تقدیمات'' آل احمد سرور، ڈاکٹر نذیر احمد اور ڈاکٹر عبادت بریلوی کی تحریر شدہ ہیں۔ کلامِ غالب سے قبل ''مخطوطے کا تعارف'' کے عنوان سے نسخہ ءخواجہ کی ملکیت اور نسخہ ءلاہور کے متنازعہ ہونے کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ بنیادی طور پر یہ دیوان ،نسخہ ءلاہور کا عکس ہے۔ یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود تھا۔ اس کا پہلا تعارف ڈاکٹر سید عبداللہ نے کرایا تھا (۳۱)۔ تاہم یہ نسخہ یونیورسٹی لائبریری سے چوری ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ زیرِ نظر ''نسخہ ءخواجہ'' وہی نسخہ ہے۔ بہر حال اس بحث سے قطع نظر نسخہ کی طباعت نہایت نفیس اور خوبصورت ہے۔ دیوان غالب کے عکسی صفحات مختلف رنگوں میں دیے گئے ہیں۔ اس نسخہ کو پروفیسر خواجہ منظور حسین کے نام سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ نسخہ ءخواجہ کہلاتا ہے۔ حال ہی میں اس کا ''ڈیلکس ایڈیشن'' شائع کیا گیا ہے جو تعارف ،توضیحات اور اضافات کے ساتھ منظرِ عام پر لایا گیا ہے (۳۲)۔

36-انتخابِ دیوان:

احمد جاوید نے اس انتخاب کو ترتیب دیا اور الحمرا پبلشنگ، اسلام آباد نے ۲۰۰۰ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد، ۱۲۰ ہے۔ اس انتخاب میں غالب کا منتخب کلام شامل کیا گیا ہے۔ غزلیں اگرچہ تمام شامل ہیں لیکن مکمل نہیں۔ عام فہم اور زبان زد عام اشعار درج کیے گئے ہیں۔ ابتداء میں ''تعارف'' کے عنوان سے اس انتخاب کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ساتھ ہی غالب کی شاعری پر جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔ سرورق پر غالب کی تصویر چھپی ہے۔ کاغذ اور طباعت کا معیار بہتر ہے بحیثیت مجموعی اچھا انتخاب ہے۔ قصائد، قطعات اور رباعیات وغیرہ کو شامل نہیں کیا گیا۔

37-دیوانِ غالب:

ارسلان پبلشرز نے ۲۰۰۰ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد، ۳۲۰ ہے۔ مرتب کا نام درج نہیں۔ تاہم یہ دیوان ابو اسید کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ ابتداء میں ''غالب ایک نظر میں'' کے عنوان سے دو صفحات پر مشتمل ایک تبصرہ ہے جس میں غالب کے مختصر حالات درج کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد غزلیات، قصائد، قطعات، رباعیات اور آخر میں ''انتخاب نسخۂ حمیدیہ'' کے عنوان سے نو (۹) غزلوں کے منتخب اشعار دیے گئے ہیں۔ یہ دیوان عام کتابی سائز سے قدرے چھوٹا ہے۔ کاغذ معیاری اور کتابت خوبصورت ہے۔ سرورق پر غالب کی تصویر شائع کی گئی ہے۔

38-دیوانِ غالب:

فکشن ہاؤس، لاہور نے اسے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۸۳ ہے۔ ظہور احمد خان اور رانا عبدالرحمٰن نے اسے ترتیب دیا ہے۔ شروع میں ''پہلی بات'' کے عنوان سے راشد حسن رانا نے دیوان کی غرض و غایت اور ضرورت و اہمیت کے بارے میں روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد مرزا غالب کے خودنوشت حالات (بہ خطِ غالب) کا عکس دیا گیا ہے۔ ازاں بعد کلام درج کیا گیا ہے جس میں غزلیات، قصائد، ایک مثنوی، قطعات اور رباعیات شامل ہیں۔ یہ دیوان معیار اور عمدہ طباعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اسے پاکستان میں ذخیرۂ غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

39-دیوانِ غالب (جرمن ایڈیشن) (۴۳):

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اسے مرتب کیا اور آغا امیر حسن (ناشر) نے جنوری ۲۰۰۱ء میں اسے کلاسک لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۰۶ ہے۔ یہ دیوان عام سائز سے قدرے چھوٹا ہے جسے معیاری کاغذ پر شائع کیا گیا ہے۔ ابتداء میں فاضل مرتب کی طرف سے آٹھ صفحات کا ایک دیباچہ ہے جس میں انہوں نے دیوان کی اہمیت اور پاکستان میں اس کی اشاعت کی ضرورت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد فارسی دیباچہ از غالب اور اس کا اُردو ترجمہ شائع کیا گیا (۴۴)۔ ازاں بعد آخر تک غالب کا کلام درج ہے جس میں غزلیات، قصائد، مثنوی، قطعات اور رباعیات شامل ہیں۔ یہ دیوان نہایت معیاری اور دیدہ زیب کتابت اور خوبصورت نقش و نگار کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں اسے اہم مقام حاصل ہے۔

40-دیوانِ غالب:

یہ دیوان خزینہ علم وادب، لاہور سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔ یہ غالب کے متداول کلام کا مجموعہ ہے جس میں غزلیں، قصیدے، رباعیاں اور قطعے شامل ہیں۔ کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں موجود ہیں۔ کاغذ عمدہ اور حاشیہ دار ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۹۰ ہے۔

41-دیوانِ غالب:

یہ دیوان مکتبہ جمال، لاہور سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا۔ مرتب کا نام درج نہیں۔ چھپائی خوبصورت اور کاغذ معیاری ہے۔ اس میں علی الترتیب غزلیات، قصائد، قطعات اور رباعیات شامل ہیں۔

42-دیوانِ غالب (فرہنگ کے ساتھ):

میاں مختار احمد کھٹانہ نے اسے مرتب و مدون کر کے مکتبہ جمال، لاہور سے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۷۴ ہے۔ ''عرض مرتب'' میں فاضل مرتب نے ''دیوانِ غالب'' فرہنگ کی ساتھ شائع کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور کہا ہے کہ اگرچہ تفہیم غالب کے لئے کئی

شرحیں اور فرہنگیں لکھی گئی ہیں لیکن دیوانِ غالب مع فرہنگ ایک ایسا کام تھا جسے وقت کی ضرورت خیال کرتے ہوئے انہوں نے سرانجام دیا ہے۔ ہر غزل کے بعد جامع فرہنگ دی گئی ہے جسے معروف غالب شناسوں کی شروح سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس دیوان کو طلباء اور عام قارئین کے لیے آسان بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہی اس دیوان کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ اس کے بعد ''حیاتِ غالب پر ایک نظر'' کے عنوان سے غالب کے حالاتِ زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ اس دیوان کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اسے رموز و علائم اور اعراب و اوقاف کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ کاغذ معیاری اور چھپائی دیدہ زیب ہے۔ اس اعتبار سے یہ دیوان پاکستان میں ذخیرہ ء غالبیات میں اہم مقام رکھتا ہے۔ مکتبہ جمال نے ۲۰۰۶ء میں اس کا تازہ ایڈیشن شائع کیا ہے۔

43- دیوانِ غالب اُردو:

زاہرہ نثار کا مرتبہ دیوان ہے جسے ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے جون ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۶۲ ہے۔ ابتدأ ۲۴ صفحے کا مقدمہ ہے۔ ۱۵۴ صفحے کلام کے لیے مخصوص ہیں جبکہ آخری ۸۴ صفحوں کا ضمیمہ ہے۔ یہ دیوان ''نسخہ ء عرشی'' اور ''نسخہ ء حمیدیہ'' کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے۔ مصنفہ نے بڑی دیدہ ریزی کے ساتھ تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس کتاب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ کلامِ غالب پر تدوین کا دروازہ ابھی بند نہیں ہوا۔ بحیثیت مجموعی ذخیرہ ء غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

پاکستان میں ترتیب دیے گئے اب ایسے دیوان زیر بحث لائے جا رہے ہیں جن پر سال اشاعت درج نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں انہیں مرتبین یا اداروں کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

44- دیوانِ غالب:

اسلامیہ پریس، لاہور کا مطبوعہ یہ دیوان ۳۰۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ شروع میں غالب کی تصویر دی گئی ہے۔ اس کے بعد ابتدائی حالات درج ہیں۔ دیباچہ از غالب بزبانِ فارسی شامل

کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کلام شروع ہو جاتا ہے۔ یہ دیوان پاکٹ سائز میں ہے، جسے شیخ الٰہی بخش، محمد جلال الدین کی فرمائش پر شائع کیا گیا ہے۔

45- دیوانِ غالب (تاج ایڈیشن):

تاج کمپنی لمیٹڈ نے یہ دیوان کراچی سے شائع کیا۔ اس میں غزلیات، قصائد، قطعات اور رباعیات شامل ہیں۔ یہ دیوان عام سائز سے قدرے چھوٹا ہے۔ کتابت معیاری ہے اور اسے خوبصورت منقش کاغذ پر شائع کیا گیا ہے۔ ہر صفحے پر حاشیے سے باہر نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ سرورق پر غالب کی تصویر سے اسے آراستہ کیا گیا ہے۔

46- کلیاتِ غالب:

رابعہ بک ہاؤس نے اسے لاہور سے شائع کیا۔ خورشید اے شیخ اس کے ناشر ہیں۔ مولوی عبدالغنی نے فلیپ لکھا ہے جس میں انہوں نے کلامِ غالب پر مختصر اتبصرہ کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۱۶ ہے۔ اس میں غزلیات سمیت تمام متداول کلام موجود ہے۔ خوبصورت کاغذ میں بڑے اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔

47- دیوانِ غالب:

رحمٰن برادرز نے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ اس میں غزلیات شامل کی گئی ہیں۔ اس دیوان کو غالب کے مستند نسخوں کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ کاغذ عمدہ اور چھپائی معیاری ہے۔

48- دیوانِ غالب:

علم و عرفان پبلشرز نے اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۸۶ ہے۔ ابتداء میں "حیاتِ غالب پر ایک نظر" کے عنوان سے دو صفحات کا ایک شذرہ ہے جس میں غالب کی خانگی زندگی پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے بعد کلام درج کیا گیا ہے۔ اولاً غزلیات اور اس کے بعد منقبت، قصائد، مثنوی، قطعات اور رباعیات شامل کی گئی ہیں۔ بعض مقامات پر اہم نکات کے لئے حواشی

بھی دیے گئے ہیں۔ عمدہ کاغذ، خوبصورت چھپائی اور دیدہ زیب سرورق کے ساتھ اسے شائع کیا گیا ہے۔ یہ دیوان ذخیرہء غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔ البتہ سرورق کے اندرونی صفحے پر گل فراز احمد کے اہتمام سے اس کا شائع ہونا لکھا ہوا ہے۔

49-دیوانِ غالب:

گوشہء ادب کی طرف سے یہ دیوان لاہور سے شائع ہوا۔ یہ دیوان خوبصورت رنگین ٹائٹیل کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس میں غزلیات، قصائد، قطعات اور ایک مثنوی جو آموں کی تعریف میں کہی گئی تھی، شامل ہیں۔ یہ دیوان جاذبِ نظر اور دیدہ زیب نقش ونگار سے مزین ہے۔ کاغذ خوبصورت اور چھپائی عمدہ ہے۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔ ابتداء میں کلام کی فہرست ہے۔ اس کے بعد کلام شروع ہو جاتا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۲۳ ہے۔

50-دیوانِ غالب:

ماورا پبلشرز، لاہور نے اس دیوان کو شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ یہ دیوان مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں غزلیات، قصائد، رباعیات، قطعات اور ایک مثنوی شامل ہے۔ یہ غالب کے اُردو کلام کا مکمل دیوان ہے۔ کاغذ معیاری اور چھپائی عمدہ ہے۔

51-دیوانِ غالب:

محمد شفیع قریشی کا مرتبہ یہ دیوان تخلیقات، لاہور نے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ فاضل مرتب نے اسے دیوان غالب ''نظامی ایڈیشن'' (۳۵) کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترتیب دیا ہے۔ ابتداء میں ''تعارف'' کے عنوان سے چار صفحات دیے گئے ہیں، جس میں غالب کی زندگی اور شاعری کے بارے میں مختصر تعارف ہے۔ اس کے بعد دیباچہ، غالب ازقلمِ غالب درج کیا گیا ہے۔ ازاں بعد کلام شروع ہو جاتا ہے۔ جس میں غزلیات، قصائد، مثنوی، رباعیات اور قطعات شامل ہیں۔ آخر میں ایک ضمیمہ بھی دیا گیا ہے جو غالب کے غیر متداول کلام کے نمائندہ انتخاب پر مشتمل ہے، یہ غیر متداول کلام ''نسخہء عرشی'' سے ماخوذ ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ دیوان پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں اہم مقام رکھتا ہے۔

52-دیوانِ غالب:

مدینہ پبلشنگ کمپنی نے اسے کراچی سے شائع کیا۔ ۳۰۴ صفحات پر مشتمل یہ دیوان دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کے حالات زندگی دیے گئے ہیں۔ جو پیدائش، تعلیم و تربیت، شادی و مسکن، شاعری، مطالعہ، سفرِ کلکتہ، سرکاری ملازمت سے انکار، قید، حالاتِ غدر، خوراک، آخری عمر اور وفات کا بیان کے عنوانات کے تحت غالب کی زندگی کے بعض گوشوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔ اس کے بعد دیوان شروع ہو جاتا ہے۔ کاغذ اور طباعت کا عمدہ معیار ہے۔ یہ کلامِ غالب کا مکمل دیوان ہے۔

53-دیوانِ غالب:

مقبول اکیڈمی، لاہور نے اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۱۸ ہے۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔ فہرست کے بعد علی الترتیب غزلیات، قصائد، مثنوی، قطعات اور رباعیات شامل ہیں۔ کاغذ عام اور جگہ جگہ کتاب کی اغلاط ہیں۔

54-دیوانِ غالب:

مکتبہ جہانِ اُردو، لاہور نے اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۸ ہے۔ مرتب کا نام درج نہیں ہے۔ دیوان میں شامل غزلیات، قصائد، مثنوی، قطعات اور رباعیات کو متداول نسخوں کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ کاغذ کا معیار اور طباعت عمدہ ہے۔

55-دیوانِ غالب:

نواب سنز پبلی کیشنز نے اسے راولپنڈی سے شائع کیا۔ اعجاز احمد نواب ناشر ہیں۔ صفحات کی تعداد ۱۵۱ ہے۔ اس میں بعض غزلیں مکمل اور بعض کے منتخب اشعار شامل کیے گئے ہیں۔ غزلوں کے علاوہ صرف قصائد اور رباعیات شامل کی گئی ہیں۔ ایک لحاظ سے یہ غالب کا مکمل دیوان نہیں، محض انتخاب ہے۔ طباعت اور کاغذ کا معیار بہتر ہے۔

(ii) قادر نامہ

یہ بچوں کو زبان سکھانے کے لئے ایک منظوم رسالہ ہے جسے غالب نے ''خالق باری'' اور ''آمد نامہ'' کی طرح تصنیف کیا تھا۔ اس میں غالب نے فارسی اور عربی کے تقریباً ایسے چار سو ہم معنی لغات ذہن نشین کرانے کی کوشش کی جو بالعموم اُردو میں مستعمل ہیں (۳۶)۔ قادر نامہ میں غالب نے بارہ اشعار کی دو غزلیں بھی شامل کی ہیں۔ اس تصنیف کا نام کے بارے مولانا غلام رسول مہر اور مالک رام کا خیال ہے کہ چونکہ اس کا پہلا شعر:

قادر اللہ اور یزداں ہے خدا
ہے نبی مرسل، پیمبر رہنما

لفظ ''قادر'' سے شروع ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام ''قادر نامہ'' رکھا گیا (۳۷)۔ غالب کا یہ رسالہ ان کی وفات کے تیرہ سال قبل شائع ہو گیا تھا (۳۸)۔ اس مجموعے میں اشعار کی تعداد ۱۳۳ ہے۔ غالب کی زندگی میں ''قادر نامہ'' کے تین ایڈیشن شائع ہوئے (۳۹)۔ غالب کی وفات کے بعد بھی اس رسالے کی تدوین و ترتیب کا کام مسلسل جاری رہا (۴۰)۔ مختلف اداروں اور نامور مرتبین نے اس کی تدوین میں حصہ لیا۔ ترتیب و تدوین کی یہ روایت بالآخر پاکستان کے حصے میں آئی۔ یہاں اس کے تین ایڈیشن ترتیب دیے گئے جن کی تفصیل یہ ہے:

1- قادر نامہ:

پاکستان میں پہلی مرتبہ تحسین سروری نے اس مجموعے کو مرتب کر کے مکتبہ نیاز راہی، کراچی سے ۱۹۵۹ء میں شائع کیا۔ یہ ایک کتابچے کی شکل میں ۶۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اشعار سے پہلے آٹھ عنوانات کے تحت تحقیقی و تنقیدی بحث کی گئی ہے جس میں ''تاریخ تصنیف'' اور ''وجہِ تصنیف'' کے عنوانات سے اس کتابچے کی غرض و غایت اور اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا گیا

ہے۔ نیز اس خیال کو بھی رد کر دیا گیا ہے کہ یہ غالب کی اپنی تصنیف نہیں ہے۔ اس بحث کے بعد "قادر نامہ" کے ۱۳۳، اشعار اور آخر میں غالب کی دو غزلیں شامل کی گئی ہیں۔ غالب کا یہ منظوم رسالہ اپنے اندر بے ساختگی اور سلاست و روانی رکھتا ہے۔ بچے تو کیا بوڑھے بھی اس سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس رسالے کی تدوین میں تحقیقی اصولوں کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس سے پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔

2- قادر نامہ:

ڈاکٹر محمد باقر کا مرتبہ یہ کتابچہ مجلسِ یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ یہ کتابچہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی پانچ صفحات کا پیش لفظ ہے جس میں مرتب نے بحث چھیڑ کر اس خیال کو رد کیا ہے کہ "قادر نامہ" غالب کی تصنیف نہیں ہے۔ اس کے بعد اشعار اور غزلیں درج کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر محمد باقر کا مرتبہ "قادر نامہ" عمدہ طباعت اور معیاری کتابت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

3- قادر نامہ:

ڈاکٹر محمود الرحمٰن نے اس از سر نو ترتیب دے کر نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کی طرف سے پہلی بار ۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰ ہے۔ اس کتابچے میں اشعار کی تعداد بھی وہی ہے اور آخر میں حسب روایت دو غزلیں بھی شامل ہیں۔

(ب) اُردو نثر

غالب شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم نثر نگار بھی ہیں۔ان کی تصانیف ان کی شخصیت کی آئینہ دار ہیں۔ نظم و نثر دونوں میں ان کی شخصیت کی بنیادی خصوصیت کے اثرات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ نظم میں یہ اثر بالواسطہ طور پر نمایاں ہوتا ہے جبکہ نثر میں ان کی شخصیت براہ راست اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اُردو خطوط ان کی نثری فتوحات کا وقیع سرمایہ ہیں۔ان کو سامنے رکھ کر ان کی زندگی کی حالات، ان کے اخلاق و عادات، ان کے افکار و خیالات کو بڑی خوبی کے ساتھ ترتیب دیا جاسکتا ہے۔غالب کی زندگی کا ہر پہلو اور ان کے مزاج کی ہر خصوصیت ان کے خطوط میں موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض اعتبار سے یہ خطوط ان کی شاعری کے مقابلے میں بلند تر درجہ رکھتے ہیں۔ مولانا حالی نے ٹھیک لکھا ہے:

> ''مرزا کی عام شہرت جس قدر ان کی اُردو نثر کی اشاعت سے ہوئی، ویسی نظم اُردو اور فارسی سے نہیں ہوئی (۴۱)''۔

غالب کے خطوط کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں بے پناہ خلوص اور بے اندازہ صداقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان خطوط میں ایک مانوس فضا ملتی ہے،ایک دلکش ماحول نظر آتا ہے۔ یہ خطوط ایک ایسے انسان کے قلم سے نکلے ہیں جو کسی بات کو چھپا نہیں سکتا تھا۔ جس میں مبالغہ آرائی نام کو نہ تھی۔ تصنع سے جس کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لیے یہ خطوط جہاں حقیقت نگاری کا منہ بولتا ثبوت ہیں وہاں غالب کی نثر نگاری کی جملہ خصوصیات کے بھی غماز ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے غالب کے خطوط کے حوالے سے ان کی نثری خصوصیات کا جائزہ ان الفاظ میں لیا ہے:

> ''یہ خطوط جمالیاتی اور فنی اعتبار سے بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں، ان میں نہ صرف خطوط نویسی کے فن کا ایک نیا اور اچھوتا انداز ملتا ہے بلکہ ادبی نثر کو بھی ان میں ایک نئی صورت، شکل نظر آتی ہے............اس نثر میں سادگی

اور صفائی ہے، روانی اور بہاؤ ہے، اس میں سادگی کا حسن بھی ہے اور حسن کی سادگی بھی (۴۲)''۔

اسلوب اور مزاج کے اعتبار سے منفرد خصوصیات کے حامل ہیں۔ ان میں انہوں نے اس دور کی زبان اور اس لب ولہجہ کو برتا ہے جو اُن کے زمانے میں مقبول اور رائج تھا۔ یعنی قافیہ پیمائی اور عبارت آرائی ہے۔ تاہم ان کی زبان شستہ اور شگفتہ اسلوب کی بناء پر ٹھوس اور ثقیل موضوعات کو جاذبِ نظر بنا دیتی ہے۔ وہ ادق مسائل کو بھی رنگین اور پُر کاری سے بیان کرتے ہیں اور غالباً یہی ان کی اُردو نثر کی باکمال خصوصیت ہے۔ مولانا حامد حسن قادری نے ٹھیک فرمایا ہے:

''نثر اُردو میں غالب کی اُولویت اور اوّلیت .... نے جو طریقہ ایجاد کیا اور اس میں جو جدتیں پیدا کیں اور ان کو جس التزام، اہتمام اور کمال کے ساتھ برتا، اس میں غالب اوّل بھی ہیں اور آخر بھی (۴۳)''۔

غالب کا نثری سرمایہ خطوط کے مجموعوں، تحقیقی وتنقیدی کتابوں اور متفرق نثر پاروں پر مشتمل ہے۔ ذیل میں ان کا الگ الگ تعارف اور پاکستان میں ان کی قابلِ ذکر اشاعتوں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ اُردو میں غالب کا نثری سرمایہ درج ذیل تصانیف پر مبنی ہے:

(i) عودِ ہندی (ii) اُردوئے معلّٰی (iii) نکات ورقعات غالب (iv) لطائف غیبی

(v) سوالات عبدالکریم (vi) نامہ غالب (vii) تیغ تیز

(i) عودِ ہندی

غالب کے اُردو خطوط کا پہلا مجموعہ ہے جو ان کی وفات کے ایک سال پہلے شائع ہوا (۴۴)۔ اگرچہ غالب ان خطوط کے شائع ہونے کی خواہش نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے مختلف خطوط کے ذریعے اس کے محرکین، منشی شیو نرائن آرام اور ہرگوپال تفتہ کو لکھا بھی تھا کہ:

رقعات کے چھاپے جانے میں ہماری خوشی نہیں ہے، لڑکوں کی سی ضد نہ کرو اور اگر تمہاری اس میں خوشی ہے تو صاحب مجھ سے نہ پوچھو، تم کو اختیار ہے۔ یہ امر میرے خلاف رائے ہے (۴۵)''۔

لیکن چودھری عبدالغفور سرور کے ہاتھوں یہ تجویز عملی شکل اختیار کرگئی اور ۱۸۶۸ء میں یہ تجویز حقیقت بن کر سامنے آ گئی۔ ۱۸۸ صفحات پر مشتمل اس مجموعہ خطوط کی دو فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں چودھری عبدالغفور سرور کے مرتب کردہ ۱۴ خطوط ہیں جن میں سے چودھری عبدالغفور کے نام چھبیس (۲۶)، صاحب عالم کے نام بارہ (۱۲)، شاہ عالم کے نام دو (۲) وراایک خط شیفتہ کے نام ہے جو فارسی میں ہے۔

''عودِ ہندی'' کی دوسری فصل ۱۳۵ خطوط پر مشتمل ہے۔ اس میں سب سے زیادہ خطوط میر مہدی مجروح کے نام ہیں جن کی تعداد اکتیس (۳۱) ہے۔ اس کے بعد بے خبر کے نام پچیس (۲۵)، شفیق کے نام بیس (۲۰)، مہر کے نام سترہ (۱۷) شاکر کے نام دس (۱۰)، مرزا یوسف عزیز اور مردان علی رضا کے نام دو، دو اور علائی، سرفراز حسین، تفتہ، نساخ، شیفتہ، مولوی عزیز الدین اور مفتی عباس کے نام ایک ایک خط شامل ہے۔ عودِ ہندی میں خطوط کے علاوہ کچھ کتب پر تبصرہ بھی شامل ہیں۔ یہ تبصرے تقریظاتِ غالب پر مبنی ہیں۔ ''عودِ ہندی'' کی پہلی اشاعت میں ان کی تفصیل یہ ہے(۴۶)

		صفحہ
۱۔	تقریظ بر مثنوی مہر	۱۷۹.........۱۸۰
۲۔	تقریظ بر ''گلزارِ سرور''	۱۸۰.........۱۸۲
۳۔	دیباچہ ''حدائق انظار''	۱۸۳.........۱۸۴
۴۔	''قواعد تذکیر و تانیث'' کا دیباچہ	۱۸۴.........۱۸۵
۵۔	دیباچہ مجموعہ قصائد نادر	۱۸۵

یہ مجموعہ خطوط، غالب کی زندگی میں صرف ایک مرتبہ شائع ہوا۔ ان کی وفات پر اس کی ترتیب و تدوین کا کام جاری رہا اور مختلف مقامات سے اس کے پندرہ ایڈیشن شائع ہوئے (۴۷)۔ پاکستان میں اس کی اشاعتوں کی تفصیل یہ ہے:

1- عودِ ہندی:

مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے یہ مجموعہ ترتیب دیا اور اسے مجلس ترقی ادب، لاہور نے پہلی مرتبہ ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔ اس مجموعے کی خصوصیت یہ ہے کہ فاضل لکھنوی نے مفید حواشی کے ساتھ خطوط کو از سر نو ترتیب دے کر شائع کیا۔ جس سے اس مجموعے کی قدر و منزلت دوچند ہوگئی

ہے۔ صفحات کی تعداد، ۵۸۸ ہے۔ یہاں ایک غلطی کا ازالہ ضروری ہے وہ یہ کہ فاضل لکھنوی نے کتاب کے آخر میں ''فہرست مکتوب الیہم'' کے تحت خطوط کی کل تعداد ۱۶۷ ظاہر کی ہے (۴۸)۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ''عودِ ہندی'' میں شامل خطوط کی کل تعداد ۱۷۷ ہے۔ ۱۴ پہلی فصل میں اور ۱۶۳ دوسری فصل میں۔ دوسری فصل میں ایک خط دراصل منشی غلام غوث بے خبر کا لکھا ہوا ہے اور غالب کے ایک خط کے جواب میں ہے۔ اسے شمار سے خارج کرتے ہوئے ''عودِ ہندی'' میں غالب کے خطوط کی تعداد ۱۷۶ بنتی ہے۔ لیکن زیرِ نظر مجموعے میں کتابت کی غلطی سے ۱۷۶ کی بجائے ''۱۶۷'' لکھا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی، عودِ ہندی کا یہ مجموعہ خالصتاً تحقیق کی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ بہترین طباعت اور معیاری کاغذ کے ساتھ اسے چھاپنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ خطوط پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

2- عودِ ہندی:

مطبع کریمی، لاہور کی طرف سے یہ مجموعہ شائع ہوا۔ سالِ اشاعت اور مرتب کا نام درج نہیں۔ اس مجموعے میں غالب کے خطوط کی تعداد، ۱۷۱ ہے۔ حسب روایت دو فصلیں ہیں اور آخر میں خاتمہ کے عنوان سے تقریظات شامل ہیں۔

(ii) اُردوئے معلّٰی (حصہ اوّل، دوم)

''عودِ ہندی'' کی اشاعت اور پذیرائی سے حوصلہ پا کر غالب کے احباب نے ایک اور مجموعہ مکاتیب کا ڈول ڈال دیا۔ یہ دوسرا مجموعہ ''اُردوئے معلّٰی'' ہے۔ جس کی جمع و ترتیب غالب کی زندگی میں عمل میں آئی اور اس کی طباعت کا بڑا حصہ بھی ان کی زندگی ہی میں انجام پا گیا، لیکن کتابی صورت میں اس کی باقاعدہ اشاعت غالب کے انتقال کے انیس (۱۹) دن بعد ممکن ہوئی (۴۹)۔ ''اُردوئے معلّٰی'' (حصہ اوّل) میں پچاس مختلف افراد کے نام غالب کے ۲۸۰ خط شامل ہیں۔ پرتھوی چندر نے ''اُردوئے معلّٰی'' میں خطوں کی تعداد ۲۷۷ بتائی ہے (۵۰)۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ ''اُردوئے معلّٰی'' حصہ اوّل کا دیباچہ میر مہدی مجروح کا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے اس مجموعے کے

جامعین کی نشاندہی کرتے ہوئے منشی جواہر سنگھ جوہر، مطبع کے مہتمم میر فخر الدین اور مطبع کے منشی اور غالب کے شاگرد، بہاری لال مشتاق کے نام لیے ہیں۔ خطوط کا یہ مجموعہ ضخامت کے اعتبار سے ۴۶۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

اُردوئے معلیٰ (حصہ اوّل) کی اشاعت کے تیس (۳۰) برس بعد ۱۸۹۹ء میں مولانا الطاف حسین حالی نے اُردوئے معلیٰ (حصہ دوم) کے عنوان سے خطوطِ غالب کا ایک اور مسودہ فراہم کیا جسے اُردوئے معلیٰ (حصہ اوّل) سمیت ایک ہی جلد میں شائع کر دیا گیا (۵۱)۔ یہ دوسرا حصہ ۵۳ نئے خطوط پر مشتمل ہے۔ جن میں تفتہ کے نام ۳۴، ذکا اور سیاح کے نام پانچ پانچ، شہزادہ بشیر، سرور، ہشیار، کرامت علی، جوہر، ہیرا سنگھ اور پیارے لال شاکر کے نام ایک ایک خط اور آخر میں مجروح کے نام دو خط شامل ہیں۔ ۱۸۹۹ء کے بعد ''اُردوئے معلیٰ'' کے دونوں حصے ایک ساتھ شائع ہوتے رہے اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا (۵۲) پاکستان میں اس کی دو اشاعتیں عمل میں آئی ہیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

1- خطوطِ غالب اُردوئے معلیٰ:

جنوری ۱۹۶۴ء میں یہ مجموعہ پہلی مرتبہ لاہور اکیڈمی، لاہور سے شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۴۰۰ ہے۔ ''حرفِ آغاز'' مرزا ادیب کا تحریر کردہ ہے، اس میں انہوں نے اولاً غالب کے مختصر سوانح حیات پیش کیے ہیں اور بعد ازاں خطوط کے حوالے سے غالب کی شخصیت اور ان کی نثری خصوصیات کا جائزہ لیا ہے۔ ''حرفِ آغاز'' کے بعد میر مہدی مجروح کا لکھا دیباچہ شامل کیا گیا ہے۔ اس مجموعے میں اُردوئے معلیٰ (دونوں حصوں) کے تمام خطوط کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خطوط کو نہ تو زمانی ترتیب سے شامل کیا گیا ہے اور نہ ہی حواشی و تصحیح متن کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس طرح کتابت کی غلطیاں بھی خاصی ہیں۔

2- خطوطِ غالب اُردوئے معلیٰ (تین جلدیں):

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے یہ مجموعہ تین جلدوں میں مرتب کیا جسے مجلسِ ترقی ادب نے لاہور سے شائع کیا۔ پہلی دو جلدیں غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئیں جبکہ تیسری جلد ایک سال بعد ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔

''جلد اوّل'' ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں ۱۹ افراد کے نام ۱۹۲ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ اس مجموعے کو حواشی کے ساتھ مدون کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ کی ترتیب میں ''اکمل المطابع''، طبع اوّل (۱۸۶۹ء) اور ''مطبع مجتبائی''، طبع دوم (۱۸۹۹ء) کے نسخوں کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ ان دونوں نسخوں کے اختلاف کو معتبر روایات کے ساتھ حاشیے میں بیان کیا گیا ہے۔ اس حصے میں حواشی مولانا حالی یا کسی اور صاحب نے لکھے ہیں وہ بھی نقل کر دیے گئے ہیں۔ اس جلد کی ابتداء میں تیس (۳۰) صفحات کا مقدمہ ہے جس میں غالب کے فکر و فن کے ساتھ ساتھ خطوں کی اہمیت و افادیت اور ان کی ترتیب و تدوین کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

''جلد دوم'' بھی پہلے حصے کے ساتھ شائع ہوئی (۵۳)۔ یہ جلد ۴۱۶ صفحات (۴۳۳ تا ۸۴۸) پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۳۲ افراد کے نام غالب کے ۲۴۰ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ اس جلد کے خطوط کا انداز خالصتاً ادبی ہے اور فارسی الفاظ کا بھرپور استعمال ہے۔ اس جلد میں بھی حواشی کا اندراج کیا گیا ہے اور اسے بھی ترتیب و تدوین کے تحقیقی اصولوں کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس جلد کے ساتھ ''اُردوئے معلّٰی'' طبع اوّل (اکمل المطابع، ۱۸۶۹ء) کا متن اور مواد یکجا ہو گیا ہے۔

''جلد سوم'' ۲۹۷ صفحات (۸۴۹ تا ۱۱۴۵) پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں اُردوئے معلّٰی حصہ دوم (۵۴) کے تمام خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ اس میں گیارہ افراد کے نام غالب کے ۵۳ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ اس جلد کا ابتدائی حصہ (صفحہ ۸۴۹ تا ۹۷۳) اُردوئے معلّٰی کے حصہ دوم کی تقریظات اور مکاتیب پر مشتمل ہے جبکہ اسی جلد میں صفحہ ۹۷۵ سے ۱۰۴۵ تک فاضل لکھنوی نے ''اُردوئے معلّٰی، حصہ دوم'' کے عنوان سے ایک جداگانہ سیکشن قائم کیا ہے جس میں غالب کی ۹۳ متفرق تحریر یکجا کر دی گئی ہیں۔ اس میں پچیس (۲۵) وہ خطوط بھی شامل ہیں جو سرخوش نے اُردوئے معلّٰی (ہر دو حصہ) میں ''ضمیمہ'' کے طور پر شائع کیے تھے (۵۵)۔ اس سیکشن کے آخر میں ایک تحریر ولیم کولڈ اسٹریم کے لئے ایک سپاس نامے پر مشتمل ہے جس کے مقابل اصل سپاس نامے کا عکس بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس جلد کی مذکورہ ۹۳ تحریریں ۱۸۵۲ء اور ۱۸۶۸ء کی زمانی مدت پر پھیلی ہوئی ہیں۔

بحیثیت مجموعی اُردوئے معلّٰی کی ان تینوں جلدوں کو بڑے محققانہ انداز میں بڑی مہارت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ البتہ کہیں کہیں کتابت کی اغلاط موجود ہیں۔ بایں ہمہ یہ جلدیں پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہیں۔

''عودِ ہندی'' اور ''اُردوئے معلیٰ'' کی الگ الگ اشاعتوں کے ذکر کے بعد اب خطوط کے اُن مجموعوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے جو یا تو نو دریافت شدہ ہیں یا پھر لوگوں کے ''انتخاب'' یا ''کلیات'' کے طور پر مختلف ناموں سے شائع کیے ہیں۔ خطوط کے ان نئے پرانے مجموعوں کا یہ جائزہ پاکستانی اشاعتوں پر مشتمل ہے، جسے زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

1-نادرات غالب:

میر مہدی مجروحؔ اور میرنؔ صاحب نے منشی نبی بخش حقیرؔ اور ان کے بیٹے منشی عبداللطیف کے نام غالب کے کچھ خطوط (۵۶) دستیاب کر کے اشاعت کی غرض سے ترتیب دیے تھے لیکن یہ مجموعہ بوجوہ شائع نہ ہو سکا۔ میرن صاحب کے نواسے آفاق حسین آفاقؔ نے اس مجموعے کو مرتب کیا اور ''نادراتِ غالب'' کے نام سے ادارہ نادرات، کراچی سے ۱۹۴۹ء میں شائع کر دیا۔ صفحات کی تعداد ۳۳۹ ہے۔ یہ مجموعہ خطوط دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں دو صفحات پر مشتمل بابائے اُردو مولوی عبدالحق کا لکھا ''سرنامہ'' ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۹ سے ۱۷ تک آفاقؔ کا تحریر کردہ ایک وقیع مقدمہ ہے جس میں حقیرؔ کا تعارف کرایا گیا ہے اور غالب کی نثری خصوصیات کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ حصہ دوم ۱۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتدائی ۹۰ صفحات مکتوبات پر مبنی ہیں اور بقیہ صفحات میں حواشی درج کیے گئے ہیں۔ یہ مجموعہ تلاش و تحقیق کی نہایت عمدہ کوشش ہے۔ حواشی کے اضافے سے بہت سی کارآمد معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ مجموعہ پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

2-خطوطِ غالب (دو جلدیں):

مولانا غلام رسول مہرؔ نے ''خطوطِ غالب'' کے نام سے دو جلدوں میں ایک مجموعہ مرتب اور شائع کیا۔ جلد اوّل ۱۹۵۱ء میں اور جلد دوم ایک سال بعد ۱۹۵۲ء میں کتاب منزل، لاہور سے شائع ہوئی۔ جلد اوّل ۳۶۱ اور دوم ۴۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد اوّل کے آغاز میں ۴۹ صفحات کا مقدمہ شامل ہے۔

اس مجموعے میں غالب کے وہ تمام خطوط آ گئے ہیں جن کا مرتب کو سراغ مل سکا یعنی ''عودِ ہندی'' اور ''اُردوئے معلیٰ'' کے سارے خطوط۔ صرف دو مجموعوں کو چھوڑا گیا۔ ایک مکاتیب رام پور کا مجموعہ (۵۷)، دوسرا منشی نبی بخش حقیر و ابنِ حقیر کے نام خطوط کا وہ مجموعہ جو ''نادراتِ غالب'' کے نام سے شائع ہوا۔ مولانا مہرؔ کے اس مجموعۂ خطوط کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ تمام خطوط تاریخ وار ترتیب دیے گئے ہیں، جن خطوں پر تاریخیں ثبت نہیں تھیں، ان کے بارے میں داخلی شہادتوں کی بنا پر قیاساً فیصلہ کیا گیا کہ وہ کس زمانے کے ہوں گے۔ ''خطوطِ غالب'' کا دوسرا ایڈیشن، دونوں جلدوں کو ملا کر ایک جلد میں ''کتاب منزل'' لاہور سے شائع ہوا۔ اس پر طباعت کا سال درج نہیں اور یہ ۶۵۶ صفحات پر مشتمل تھا۔ ''خطوطِ غالب'' کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۶۲ء میں شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور سے شائع ہوا جو ۵۸۴ صفحات پر مشتمل تھا۔ ۱۹۶۸ء میں اس ادارے نے اس کا چوتھا ایڈیشن بھی شائع کیا۔ اس میں چند اضافے کیے گئے، جن کے بارے میں مولانا مہرؔ لکھتے ہیں:

> ''خطوطِ غالب کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے۔ اس میں ان خطوط کی بھی خاصی بڑی تعداد شامل کی گئی ہے، جو پہلے ایڈیشنوں کے وقت دستیاب نہیں ہو سکے تھے۔ تصحیح اور ترتیب و تحشیہ کے اہتمام میں بھی حتی الامکان کوئی دقیقہ سعی اُٹھا نہیں رکھا گیا (۵۸)''۔

فروری ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر مجلس یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور کی جانب سے یہ مجموعہ پانچویں ایڈیشن کے طور پر دو جلدوں میں شائع کیا گیا۔ جلد اوّل ۵۱۸ صفحات اور جلد دوم ۴۹۳ صفحات (۵۱۹ تا ۱۰۱۱) پر مشتمل ہے۔ دونوں جلدوں میں خطوط کی تعداد پونے سات سو تک ہے۔ دو جلدوں پر مشتمل اس مجموعے کو متن کی تصحیح، تاریخ وار ترتیب، ہر مکتوب الیہ کے احوال و سوانح اور بعض مشکل الفاظ و تراکیب کی توضیح کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں تاریخی، جغرافیائی، علمی اور ادبی تلمیحات و اشارات کی مناسب تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ دوسری جلد کے آخر میں غالب کی دیگر نثری تحریریں، تقریظیں اور دیباچے شامل ہیں۔ اس مجموعے میں آٹھ دیباچے، تین تقریظیں اور وہ تحریریں ہیں جو غالب کے خطوط میں شامل کرنے کے علاوہ اور کہیں شامل نہ کی جا سکتی تھیں۔

بحیثیت مجموعی مولانا غلام رسول مہر کا مرتبہ یہ مجموعہ خطوط ترتیب و تدوین کی عمدہ مثال ہے اور یہ خدمت بلاشبہ غالب شناسی کے باب میں منارہء نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۱۹۹۳ء میں شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور سے اس کا ایک اور ایڈیشن بھی شائع ہوا جو بار سوم (۱۹۶۲ء) والے ایڈیشن کے مطابق ۵۸۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

3- نگارشاتِ غالب:

یہ خطوط غالب کا ایک جزوی انتخاب ہے جسے پروفیسر عبدالرزاق جمالی نے مرتب کر کے تاج بک ڈپو، لاہور سے ۱۹۵۲ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ اس میں دس افراد کے نام خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ خطوط سے پہلے مکتوب الیہان کا تعارف اور نمونہء کلام بھی دیا گیا ہے۔ آغاز میں ''غالب کی نثر اُردو'' کے عنوان سے ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے جس میں غالب کی خطوط نگاری کی ابتداء اور فارسی زبان سے رغبت کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ جن افراد کے نام خطوط اس مجموعے میں شامل کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

صاحب عالم، مرزا یوسف علی عزیز، نواب مصطفیٰ خان شیفتہ، مرزا رحیم بیگ، مولوی عبدالرزاق شاکر، منشی ہرگوپال تفتہ، سیف الحق سیاح، میر غلام حسنین قدر بلگرامی، مولوی کرامت علی، چودھری عبدالغفور سرور۔ بحیثیت مجموعی یہ مجموعہ پاکستان میں ذخیرہء غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

4- انتخابِ خطوطِ غالب:

ڈاکٹر عبادت بریلوی اور مشرف انصاری اس انتخاب کے مرتبین ہیں۔ اُردو اکیڈمی سندھ نے مارچ ۱۹۶۷ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ اس انتخاب کی انفرادیت یہ ہے کہ غالب کے خطوط کو عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے۔ یعنی غالب نے یہ خطوط جن احباب کو لکھے، جس مقصد کے لئے لکھے، ان سب باتوں کو مختلف عنوانات کی شکل دے کر خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ اس درجہ بندی سے اس عہد کے سیاسی، تاریخی اور تہذیبی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت، خانگی زندگی، شادی، سکونت، دربار سے تعلق، فکرِ معاش، دربار رام پور، بزمِ احباب، سخن دانی و سخن فہمی، تصانیف اور پنشن جیسے موضوعات سے غالب کی زندگی اور اس کے شب و روز کا احاطہ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ مجموعہ خطوطِ غالب اور عہدِ غالب کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

5- محاسنِ خطوطِ غالب (مع انتخابِ خطوطِ غالب):

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کا مرتبہ یہ مجموعہ مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد، ۲۲۰ ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ''خطوطِ غالب کے مجموعے''، ''غالب کی اُردو نثر''، ''محاسنِ خطوطِ غالب'' اور ''غالب کا اجتماعی احساس'' کے عنوان سے جامع مقالات شامل کیے گئے ہیں، جن کے ذریعے سے غالب کے مجموعہ ہائے خطوط کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ غالب کی نثر کا فنی جائزہ لینے، نثر کے مختلف محاسن بیان کرنے کے بعد دوسرے حصے میں غالب کے ۱۱۸ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ ان خطوں میں خطوطِ غالب کے جملہ محاسن دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس مجموعے میں ۱۱۹ افراد کے نام خطوط درج کیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کی خطوط نگاری کے فکری اور فنی پہلوؤں کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ نیز خطوط کے انتخاب میں بھی غالب کی نثری خصوصیات کو واضح کرنے کا پہلو سامنے رکھا گیا ہے۔

6- خطوطِ غالب (پانچ جلدیں):

خلیق انجم کے مرتبہ یہ خطوط اولاً بھارت میں شائع ہوئے (۵۹)۔ لیکن بعد میں پاکستان میں بھی ان کی اشاعت عمل میں آئی۔ ان جلدوں کو مرتب کرنے کا بنیادی مقصد غالب کے تمام خطوط کو یکجا کرنا تھا۔ چنانچہ خلیق انجم نے ''عودِ ہندی''، ''اُردوئے معلیٰ''، ''مکاتیبِ غالب'' (مرتبہ: عرشی) اور نادراتِ غالب (مرتبہ: آفاق) کے تمام خطوط کو یکجا کر دیا ہے۔ پاکستان میں یہ کام اگرچہ پہلے غلام رسول مہرؔ بھی کر چکے تھے لیکن انہوں نے صرف ''عودِ ہندی'' اور ''اُردوئے معلیٰ'' کے خطوط کو یکجا کیا تھا جبکہ خلیق انجم نے بقیہ دو مجموعوں کو بھی ان میں شامل کر لیا ہے۔ پاکستان میں تمام جلدیں انجمن ترقیِ اُردو، کراچی نے وقتاً فوقتاً شائع کی ہیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

''جلد اوّل'' ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی جس کے صفحات کی تعداد ۴۸۲ ہے۔ اس جلد کے ابتدائی صفحات (۱۳ تا ۲۲۸) میں خلیق انجم نے خطوطِ غالب کی تدوین کے بہت سے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً انہوں نے متن کی تصحیح، بنیادی نسخے، تاریخ وار ترتیب، املائے متون، اوقات

کی علامتیں، خطوطِ غالب کے مختلف ایڈیشنز، تقابلی مطالعے اور املائے غالب کی خصوصیات جیسے تقریباً ستر (۷۰) چھوٹے بڑے ذیلی موضوعات کے تحت پر مغز گفتگو کی ہے۔ انہوں نے تمام خطوط کو تاریخ وار ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے۔ لیکن جن خطوط کی تاریخ تحریر کا تعین نہیں ہوسکا انہیں متعلقہ مکتوب الیہ کے نام خطوط کے آخر میں درج کردیا ہے۔ اس جلد میں صرف دو افراد یعنی منشی ہرگوپال تفتہ اور علاء الدین علائی کے نام سارے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ مکتوب الیہم کی مختصر تعارف کے ساتھ ساتھ ان کے نام خطوط کے عکس اور ان کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

''جلد دوم'' بھی جلد اوّل کے ساتھ ۱۹۸۹ء میں شائع کی گئی۔ یہ جلد ۴۸۹ صفحات (۴۸۳ تا ۹۷۰) پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں ۱۲۸ افراد کے نام خطوط شامل کیے گئے ہیں، جنہوں زمانی ترتیب کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ اس جلد کی خاص بات یہ ہے کہ ۲۲ افراد ایسے ہیں جن کی نام خطوط غالب کے قلمی عکس کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔ یہ خطوط متن کے ساتھ مرتب کیے گئے ہیں جو ایک قابلِ قدر کوشش ہے۔

''جلد سوم'' پاکستان میں ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ جلد ۴۲۶ صفحات (۹۷۷ تا ۱۴۰۳) پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں سترہ (۱۷) مکتوب الیہم کے نام خطوط شامل ہیں۔ جن میں نواب یوسف علی خاں ناظم، نواب کلب علی خان (نوابانِ رام پور) اور منشی نبی بخش حقیر کے نام تمام خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ یہ جلد گویا ''مکاتیب غالب'' (مرتبہ: عرشی) اور ''نادرات غالب'' (مرتبہ: آفاق) کے خطوں پر مشتمل ہے۔ خطوط کے عکس، متن کے مآخذ اور حواشی کو خاص اہتمام کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، عکسوں میں اغلاط در آئی تھیں، انہیں حواشی میں واضح کردیا ہے۔ اس جلد میں خطوط کے بیشتر عکس پرتھوی چندر کی کتاب ''مرقع غالب'' سے لیے گئے ہیں۔

''جلد چہارم'' ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ جلد ۳۷۹ صفحات (۱۴۰۷ تا ۱۷۸۶) پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں غالب کے اُردو خطوط کی مجموعی تعداد بھی بتائی گئی ہے اور متن کے مآخذ اور حواشی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اس جلد میں ۳۱ مکتوب الیہم کے نام خطوط شامل ہیں، حسبِ سابق خطوط کے عکس بھی دیے گئے ہیں۔ نیز غالب کے خطوط میں جن شخصیتوں، رسالوں، کتابوں، اخباروں اور بعض مقامات کا ذکر آیا ہے، اُن کا اشاریہ شامل کیا گیا ہے اس جلد میں خطوط اختتام پذیر ہوجاتے ہیں۔ آخر میں کتابیات کے عنوان سے مآخذ کی فہرست شامل کی گئی ہے، جن سے اس کام کے اعلیٰ تحقیقی معیار کا بیّن ثبوت سامنے آتا ہے۔

''جلد پنجم'' ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی صفحات کی تعداد ۱۶۵ ہے۔ یہ جلد سابقہ جلدوں میں موجود تمام خطوط کا اشاریہ ہے۔ پہلا خط ۱۸۴۷ء کا محررہ ہے اور یہ ہرگوپال تفتہ کے نام جلد اوّل (صفحہ ۲۳۳ تا ۲۳۶) میں شامل ہے۔ اس اشاریے کا آخری خط خان صاحب جمیل المناقب کے نام ہے۔ اس خط کا سال تحریر درج نہیں اور یہ جلد چہارم (صفحہ ۱۵۹۶ تا ۱۵۹۷) میں موجود ہے۔ یہ اشاریہ تاریخی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں تحقیقی اصولوں کو سامنے رکھا گیا ہے۔

بحیثیت مجموعی خلیق انجم کا یہ تحقیقی کام اگرچہ بھارت کے اشاعتی سلسلے کی ایک کڑی ہے، لیکن پاکستان میں اس کی اشاعتیں بلاشبہ ذخیرہ، غالبیات میں اہم اضافہ ہیں۔ اس سلسلے میں انجمن ترقی اُردو، کراچی کی خدمات لائقِ ستائش ہیں۔

7-انتخابِ خطوطِ غالب:

پروفیسر ایوب صابر نے یہ انتخاب مرتب کر کے ملٹی بکس، لاہور سے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔ پیش لفظ کے بعد ''خطوط غالب ایک مطالعہ'' کے عنوان سے جامع مقدمہ موجود ہے۔ اس کے بعد غالب کے اکیاسی (۸۱) خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ خطوط کے بعد مکتوب الیہم کا تعارف کرایا گیا ہے۔ آخر میں ''تعلیقات وحواشی'' اور پھر ''مآخذ'' کی فہرست شامل کی گئی ہے۔ ''پیش لفظ'' میں خطوط غالب کے چار مجموعوں کا ذکر کیا گیا ہے، علاوہ ازیں مختلف رسائل میں شائع ہونے والے خطوط کا تذکرہ کرتے ہوئے مرتبین کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ۲۲ صفحات پر مشتمل مقدمہ میں فاضل مرتب نے غالب کے خطوط کے اقتباسات کی روشنی میں ان کے فکر وفن پر جامع تبصرہ کیا ہے۔ یہ انتخاب پشاور یونیورسٹی سے متعلق ایم۔ اے، اُردو کے طلبہ کی نصابی ضرورت کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ تاہم یہ کوشش غالب شناسی کی طرف ایک مثبت قدم ہے۔

8-انشائے غالب:

رشید حسن خان نے اس مجموعے کو مرتب کیا جسے ادارہ یادگار غالب نے ۲۰۰۱ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۰ ہے۔ اس میں غالب کے خطوط کا وہ انتخاب ہے جو غالب نے اپنی زندگی میں ''تازہ واردانِ ولایت'' کی نصابی ضروریات کے لیے خود ترتیب دیا

تھا(۶۰)۔اس مجموعے کو''انتخابِ غالب'' کے نام سے اولاً محمد عبدالرزاق نے ترتیب دے کر شائع کیا(۶۱)۔لیکن اس ایڈیشن میں بے شمار اغلاط تھیں۔دریں اثناء ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اس کا متن مرتب کیا اور حواشی لکھے۔مقدمہ لکھنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ وہ بیمار ہو گئے۔اس کے بعد مالک رام نے اس پر مقدمہ لکھا اور مزید حواشی قلم بند کیے مگر اشاعت کی صورت پھر بھی پیدا نہ ہوئی۔بالآخر اس سارے لوازے کو رشید حسن خان نے مرتب کیا اور''عرضِ مرتب'' کے اضافے کے ساتھ ۱۹۹۴ء میں بھارت سے شائع کر دیا(۶۲)۔کتاب کی اشاعت کے بعد رشید حسن خان کو مزید معلومات حاصل ہوئیں اور انہوں نے''عرضِ مرتب'' بہت سارے اضافوں کے ساتھ از سرِ نو لکھی۔اس طرح یہ مجموعہ زیرِ نظر کتاب کی صورت میں پہلی مرتبہ پاکستان سے شائع ہوا۔اس مجموعے کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ''خطوطِ غالب'' کا پہلا مجموعہ ہے،وہ بھی غالب کا مرتب کردہ۔''عودِ ہندی'' اور''اُردوئے معلّٰی'' دونوں متداول مجموعے بعد میں ۱۸۶۸ء اور ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئے۔

ترتیب و تدوین کے حوالے سے بھی اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔اُردو کے تین ممتاز ترین محققین ڈاکٹر عبدالستار صدیقی،مالک رام اور رشید حسن خان اس کی ترتیب میں شریک ہوئے۔کتاب میں فہرست مشمولات اس طرح ہے۔

عرضِ مرتب	رشید حسن خاں
مقدمہ	مالک رام
متنِ انشائے غالب	ڈاکٹر عبدالستار صدیقی
حواشی	ڈاکٹر عبدالستار صدیقی
حواشی	مالک رام

غالب کے مرتبہ خطی نسخے کا عکس

بحیثیت مجموعی یہ مجموعہ جہاں تحقیق و تدوین کا اعلیٰ نمونہ ہے وہاں پاکستان میں ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

9- رہنمائے طالب، خلاصہ مکاتیبِ غالب:

یہ ایک چھوٹا سا مجموعہ خطوط ہے جسے ریاض نے مرتب کر کے ایم فرمان علی، لاہور سے شائع کیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد، ۷۱ ہے۔ اس چھوٹے سے انتخاب میں مکاتیب غالب کا خلاصہ دیا گیا ہے۔ خطوط کے یہ ٹکڑے تین عنوانات کے ذیل میں منتخب کیے گئے ہیں۔

(۱) مرزا کے تلامذہ (۲) انگریزی تعلقات اور (۳) متعلقات انشاء

اس کتابچے کے آخر میں ''فرہنگِ متن'' کے عنوان سے مشکل الفاظ اور ان کے معانی کی فہرست درج کی گئی ہے۔

خطوط کے علاوہ غالب نے کچھ اور نثری سرمایہ بھی ورثے میں چھوڑا ہے۔ ان میں سے بعض تصانیف خود غالب کے عہد میں شائع ہوئیں اور کچھ ان کی وفات کے بعد دریافت کر کے منظرِ عام پر لائی گئیں۔ ان میں سے اکثر ''قضیہ، برہان'' کے تناظر میں تصنیف ہوئیں جن کا اسلوب زیادہ تر مناظرانہ اور معاندانہ مباحث پر مبنی ہے، البتہ بعض نثر پارے غالب کے لکھے دیباچوں، تقریظوں، تنقیدی جائزوں اور کچھ تاثراتی تحریروں پر مشتمل ہیں، جنہیں کلی یا جزوی طور پر شائع کیا جاتا رہا ہے .... ان تمام نثری تصانیف کی اشاعت کا کام مسلسل جاری رہا۔ ذیل میں پاکستانی اشاعتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس جائزے میں ہر کتاب کے تصنیفی و تخلیقی محرکات کا الگ سے تعارف نہیں کرایا جائے گا۔ بلکہ پاکستانی اشاعتوں کے ذکر میں ان کتب کے تصنیف کیے جانے کی ضرورت پر اجمالاً بحث کی جائے گی۔ یہ سارا جائزہ اشاعتوں کی زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔

1- مجموعہ نثرِ غالب اُردو:

خلیل الرحمٰن داؤدی کی مرتبہ یہ کتاب غالب کی نثری تصانیف کا مجموعہ ہے۔ ۴۳۱ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور سے نومبر ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ اس مجموعہ نثر میں غالب کی پانچ تصانیف کے علاوہ اٹھائیس (۲۸) متفرق نثر پارے بھی ہیں، کتاب کے دو اجزاء ہیں۔ جزو اوّل ''رسائلِ غالب'' کے عنوان سے ہے، اس کی ترتیب اس طرح ہے۔

۱۔	نکاتِ غالب و رقعاتِ غالب	صفحہ	۱ تا ۵۷
۲۔	لطائف غیبی	صفحہ	۵۹ تا ۱۲۳
۳۔	سوالاتِ عبدالکریم		۱۲۵ تا ۱۳۶
۴۔	نامۂ غالب		۱۳۷ تا ۱۷۳
۵۔	تیغِ تیز		۱۷۵ تا ۲۱۷

جزو دوم میں "متفرق نثر پارے" ہیں جن کی تعداد ۲۸ ہے۔ یہ حصہ ۲۱۹ سے ۲۲۱ تک پھیلا ہوا ہے۔ تفصیل یوں ہے:

۱۔	دیباچہ	"سراج المعرفت"
۲۔	دیباچہ	"حدائق انظار"
۳۔	دیباچہ	"رسالہ تذکیر و تانیث"
۴۔	تقریظ	بر کتاب بہادر شاہ ثانی
۵۔	تقریظ	بر گلزار سرور
۶۔	دیباچہ	"انتخابِ غالب"
۷۔	خاتمہ	"انتخابِ غالب"
۸۔	پیش لفظ	"خاش و خماش"
۹۔	دیباچہ	"دیوانِ سخن"
۱۰۔	دیباچہ	"قصائد مرزا کلب حسین خان"
۱۱۔	خاتمہ	"شعاعِ مہر"
۱۲۔	اُردوئے معلیٰ کا حق تصنیف	
۱۳۔	سرٹیفکیٹ	(سید محمد زکریا خاں کو دیا گیا)
۱۴۔	تصدیق	(انشائے فارسی کے خاتمے پر)
۱۵۔	شہادت	(مولوی حیدر علی کے مباحلے سے متعلق)
۱۶۔	رائے	(بحث تاریخ گوئی سے متعلق)
۱۷۔	عرض داشت بخدمت مہاراجہ الور	
۱۸۔	دہلی سوسائٹی کے جلسے میں مرزا کا مضمون	

۱۹۔ پیارے لال آشوب سے متعلق ایک تاثیر

۲۰۔ مرزا غالب کے خودنوشت حالاتِ زندگی

۲۱۔ ازالہ حیثیتِ عرفی کی نالش میں غالب کی تحریریں

۲۲۔ دو فارسی شعروں کے مطالب

۲۳۔ مثنوی لواء الحمد پر غالب کی اصلاح کے الفاظ

۲۴۔ موہبت عظمیٰ پر تنقیدی حواشی

۲۵۔ دو نقلیں اور ایک لطیفہ

۲۶۔ مکتوب الیہم کے پتے بخطِ غالب

۲۷۔ ایک تشریح (قاطع برہان کے قضیے کے دوران)

۲۸۔ مرزا غالب کی آخری تحریر برائے اخبارات

جزو اوّل کے پانچ رسائل کو داؤدی نے حواشی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ ہر رسالے کے آغاز میں "تمہید" کے عنوان سے ضروری باتیں بیان کردی ہیں۔ پہلا رسالہ "نکات و رقعاتِ غالب" کے عنوان سے ہے۔ غالب نے قواعدِ زباں میں کچھ صفحات تحریر کیے تھے اور پنج آہنگ میں سے اپنے چند خطوط شامل کر کے دو حصوں پر مشتمل ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ پہلے حصے کا عنوان "نکاتِ غالب" اور دوسرے حصے کا "رقعاتِ غالب" رکھا گیا۔ جس وقت یہ مجموعہ میجر فلر، ناظم تعلیماتِ پنجاب کے ہاں پہنچا تو حد درجہ پسند کیا گیا اور مدارس میں تدریس کے لیے اس کی اشاعت کا حکم دے دیا گیا۔ چنانچہ ماسٹر پیارے لال آشوب کے اہتمام سے یہ دونوں حصے پانچ سو کی تعداد میں شائع ہوئے (۶۳)۔ پہلی اشاعت کے بعد ایک طویل عرصے تک اسے دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام کسی نے نہیں کیا۔ البتہ اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں محفوظ تھا جسے داؤدی نے مرتب کر کے زیرِ نظر مجموعے میں شامل کیا ہے۔

"لطائفِ غیبی" غالب کا دوسرا کتابچہ ہے۔ ۱۸۶۲ء میں غالب نے محمد حسین تبریزی کی ایک فارسی لغت "برہانِ قاطع" کی اغلاط کو بہ عنوان "قاطع برہان" شائع کیا تھا (۶۴)۔ غالب کے جواب میں سید سعادت علی نے "محرق قاطع برہان" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کر ڈالی (۶۵)۔ جواب میں غالب نے یہ رسالہ بہ عنوان "لطائفِ غیبی" خود لکھا لیکن اسے اپنے عزیز شاگرد، میاں داد خاں سیاح کے نام سے شائع کیا۔ غالب پر تحقیق کرنے والا تقریباً ہر شخص

اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ تصنیف واقعی غالب کی اپنی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ ''لطائفِ غیبی'' ۴۴ صفحات کا ایک رسالہ ہے جو صرف غالب کی زندگی میں ایک مرتبہ شائع ہوا (۶۶)۔ اس کے بعد اس کی دوسری اشاعت پاکستان کے حصے میں آئی ہے، خلیل الرحمٰن داؤدی نے اسے مرتب کر کے زیرِ نظر کتاب میں شائع کیا ہے۔ البتہ اسے الگ کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا ہے، جس کی تفصیل آگے درج ہے۔

''سوالاتِ عبدالکریم'' بھی ''قضیہ برہان'' کی ایک کڑی ہے۔ ''محرق قاطع برہان'' کے جواب میں غالب نے دو رسالے شائع کرائے تھے۔ ایک ''لطائفِ غیبی'' دوسرا ''سوالات عبدالکریم''۔ یہ رسالہ مرزا نے ایک مفروضہ طالب علم ''عبدالکریم'' کے نام سے شائع کرایا۔ غالبیات کے محققین نے ثابت کیا ہے کہ ''لطائفِ غیبی'' کی طرح یہ رسالہ بھی غالب کی اپنی تصنیف ہے۔ آٹھ صفحات کے اس رسالے پر مطبع کا نام اور سنِ طباعت درج نہیں ہے۔ مالک رام کا خیال ہے کہ یہ مطبع اکمل المطابع، دہلی سے ۱۸۶۵ء (۱۲۸۱ھ) میں شائع ہوا تھا (۶۷)۔ اس رسالے میں ۱۶، سوالات ہیں جو سید سعادت علی کے دعاوی سے متعلق ہیں جو انہوں نے ''محرق قاطع برہان'' میں کیے تھے۔ غالب کی وفات کے بعد اس رسالے کی دوسری اشاعت، قاضی عبدالودود کی سعی سے عمل میں آئی (۶۸)۔ پاکستان میں داؤدی نے مرتب کر کے اسے زیرِ نظر کتاب میں شامل کیا ہے۔

غالب کی کتاب ''قاطع برہان'' کی تردید میں ایک اور کتاب منظرِ عام پر آئی۔ اسے مرزا رحیم بیگ نے ''ساطع برہان'' کے نام سے شائع کیا (۶۹)۔ جواب میں غالب نے مصنف کے نام ۱۶ صفحات کا ایک خط تحریر کیا اور ''نامۂ غالب'' کے نام سے اس کے تین سو نسخے شائع کرائے (۷۰)۔ اس کے بعد یہی خط ''اودھ اخبار''، لکھنؤ کی دو اشاعتوں (۱۰ ؍ ۱۷ اکتوبر ۱۸۶۵ء) میں شائع ہوا۔ بعد میں یہ خط عودِ ہندی میں شامل کر لیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود چونکہ یہ خط علیحدہ ایک رسالے کی صورت میں شائع ہو چکا ہے اس لیے اس کی حیثیت غالب کی ایک تصنیف کی سی ہو گئی ہے۔ لہٰذا داؤدی نے اسے علیحدہ تصنیف کی حیثیت سے مرتب کر کے زیرِ نظر کتاب میں شائع کیا ہے۔

''تیغِ تیز'' غالب کا پانچواں رسالہ ہے۔ یہ کتابچہ بھی سلسلہ ''قاطعِ برہان'' کی ایک کڑی ہے۔ غالب کے رد میں دیگر مخالفین کے علاوہ آغا احمد علی نے بھی ''موید برہان'' تصنیف

کی (۱۷)۔ اس کتاب کو دیکھ کر غالب نے جواباً ۳۲ صفحات کا ایک مختصر رسالہ بہ عنوان ''تیغ تیز'' شائع کیا (۲۷)۔ اس کی ۱۷ فصلیں ہیں۔ اولین ۱۶ فصلوں میں مولوی احمد علی کے اعتراضات ایک ایک کر کے لیے ہیں اور ساتھ ہی ان اعتراضات کے جواب بھی دیے ہیں۔ آخری فصل میں ''برہانِ قاطع'' پر چند اور اعتراضات کیے ہیں۔ جو غالب کی تصنیف ''قاطع برہان'' میں درج ہونے سے رہ گئے تھے۔ آخری صفحے پر ایک ''غلط نامہ'' بھی ہے۔ گویا یہ آخری اُردو رسالہ ہے جو غالب کے قلم سے نکلا۔ ان کی وفات کے بعد طویل عرصے تک اس کی کوئی اشاعت منظرِ عام پر نہیں آئی۔ تاہم پاکستان میں اس کی اشاعت کا سہرا خلیل الرحمٰن داؤدی کے سر ہے۔

''مجموعہ نثرِ غالب اُردو'' کا ''جزو دوم'' غالب کے ۲۸ متفرق نثر پاروں پر مشتمل ہے۔ فاضل مرتب نے مختلف مآخذ سے انہیں فراہم کیا اور ہر تحریر کے شروع میں ''تمہید'' کے عنوان سے وہ باتیں کہہ دیں جو ضروری تھیں۔ اس طرح اُردو ادب کے یہ جواہر پارے نہ صرف حوادثِ زمانہ کی دست بُرد سے محفوظ ہو گئے بلکہ ان کے ذریعے مرزا کی زندگی کے کئی ایسے گوشے سامنے آ گئے، جواب تک نظروں سے اوجھل تھے۔ ''تمہید'' کے عنوان سے جو معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں وہ بڑی افادیت کی حامل ہیں۔ ان کے ذریعے سے تحریر کے پس منظر اور دیگر ضروری باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ بحیثیتِ مجموعی داؤدی کا یہ کام اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ غالب کی اُردو تصانیف جو صرف غالب کے عہد میں ایک مرتبہ شائع ہوئی تھیں، دوبارہ محفوظ کر لی گئی ہیں جو پاکستان میں غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ کیونکہ اپنی اولین اشاعت کے بعد یہ نادر و نایاب تحریریں دوبارہ اشاعت کے لیے پاکستان کے ورثے میں آئی ہیں۔

2-افاداتِ غالب:

سید وزیر الحسن عابدی کی مرتبہ یہ کتاب بھی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ مجلس یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۷۴ ہے۔ یہ کتاب غالب کی تین نثری تصانیف کا مجموعہ ہے۔

(۱) لطائفِ غیبی (۲) سوالاتِ عبدالکریم (۳) تیغ تیز

''قاطع برہان'' کے قضیہ سے متعلق جواب آں غزل کے تحت غالب اور دشمنانِ غالب کے درمیان جو تصنیفی سلسلہ چلتا رہا، مذکورہ تین رسالے اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ عابدی نے

ان تینوں رسالوں کو نہایت عمدگی سے مدون کر کے شائع کیا ہے۔ انہوں نے تصحیح اور تحقیق کے بعد ان رسالوں کے علیحدہ علیحدہ متن دے کر ضروری حواشی بھی رقم کیے ہیں۔ اس تحقیقی کام سے اس کتاب کی اہمیت دوبالا ہو گئی ہے۔ بعض مقامات پر عابدؔی نے مدلل مباحث رقم کیے ہیں۔ مثلاً ''سوالاتِ عبدالکریم'' سے متعلق یہ رائے کہ غالب کی تصنیف ہے یا نہیں۔ عابدی نے افاداتِ غالب کے دیباچے میں برکاتؔی کے مؤقف پر جو محاکمہ کیا ہے وہ فیصلہ کن ہے (۷۳)۔ بحیثیت مجموعی ''افاداتِ غالب'' ترتیب و تدوینِ متن کی عمدہ کاوش اور کامیاب کوشش ہے۔ پاکستان میں غالب شناسی میں اسے اہم مقام حاصل ہے۔

3-لطائفِ غیبی (ترتیب، تعارف، مقدمہ):

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اسے از سر نو ترتیب دے کر الوقار پبلی کیشنز، لاہور سے پہلی بار ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔ ۱۱۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب تین اجزاء کا مجموعہ ہے۔ شروع میں ''عرضِ مرتب'' کے عنوان سے ڈاکٹر معین الرحمٰن نے اس کی غرض وغایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے بعد مقدمہ ہے جس میں ''لطائفِ غیبی'' کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں ''لطائفِ غیبی'' کا متن شامل کیا گیا ہے۔ اگرچہ خلیل الرحمٰن داؤدی (۷۴)۔ اور سید وزیر الحسن عابدی (۷۵) نے ضخیم مجموعوں میں اس کا متن شائع کیا ہے لیکن اسے علیحدہ کتابی شکل میں ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ہی نے شائع کیا ہے۔ انہوں نے پہلی تمام اشاعتوں کو سامنے رکھ کر یہ کام مکمل کیا۔ ''لطائفِ غیبی'' آیا غالبؔ کی تصنیف ہے یا سیاحؔ کی۔ ڈاکٹر معین الرحمٰن نے مولانا غلام رسول مہرؔ، مالک رامؔ، مولانا عبدالمجید سالک اور دیگر محققین کی آراء کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ یہ کتاب واقعی غالب کی ہے۔ فاضل مرتب نے اس کتاب کی تدوین وترتیب میں نہایت محنت اور عمدگی سے کام کیا ہے۔ قاضی عبدالودود نے ''لطائفِ غیبی'' کا صرف دیباچہ شائع کیا ہے (۷۶)۔

(ج) فارسی شاعری

غالب کو اُردو کی بجائے اپنی فارسی شاعری پر بہت ناز تھا۔ ایک جگہ انہوں نے کہا بھی ہے کہ:۔

فارسی بیں تا بہبنی نقشہائے رنگ رنگ
بگزر از مجموعہء اُردو کہ بے رنگِ من است

غالب کو بچپن ہی سے فارسی میں بڑی گہری دلچسپی تھی۔ مولانا حالی کے بقول، انہوں نے طالب العلمی کے دور میں فارسی شعر کہنا شروع کردیے تھے۔ اس زمانے میں انہوں نے ایک غزل کہی جس کی ردیف ''کہ چہ'' تھی۔ ان کے استاد شیخ معظم نے ''کہ چہ'' پر انہیں ٹوکا اور کہا:

''کیا مہمل ردیف اختیار کی ہے۔ ایسے بے معنی شعر سے کچھ فائدہ نہیں۔ مرزا یہ سن کر خاموش رہے۔ ایک روز ملا ظہوری کے کلام میں ایک شعر ان کی نظر پڑ گیا جس کے آخر میں لفظ ''کہ چہ'' تھا۔ وہ کتاب لے کر دوڑے ہوئے استاد کے پاس آئے اور وہ شعر دکھایا۔ شیخ معظم اس کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور مرزا سے کہا تم کو فارسی زبان سے خدا داد مناسبت ہے، تم ضرور فکرِ شعر کیا کرو اور کسی کے اعتراض کی کچھ پرواہ نہ کرو'' (۷۷)۔

غالب نے لڑکپن میں زیادہ تر بیدل کا کلام دیکھا تھا۔ چنانچہ جو روش بیدل نے فارسی میں اختراع کی تھی اسی روش پر غالب نے فارسی بلکہ اُردو میں بھی چلنا اختیار کیا۔ بیدل کے علاوہ وہ کئی اور فارسی شعراء سے بھی متاثر تھے، اس لیے ان کے فارسی کلام میں کئی اہل کمال کے رنگ جھلک رہے ہیں۔ غالب کی بہت سی مشہور غزلیں حافظ، عرفی، نظیری، صائب، کلیم، ظہوری، حزیں اور بیدل کی زمینوں میں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود غالب کی غزلیں اپنے مخصوص مزاج اور منفرد اسلوب کی بناء پر ان سب سے منفرد نظر آتی ہیں۔ سید عابد علی عابد کے بقول:

"غالبؔ کو فارسی پر واقعتاً یہ قدرت حاصل ہے کہ جس رنگ میں چاہے شعر کہے اور اس کے باوجود اپنی انفرادیت قائم رکھے، اور ہر شعر پر گویا اپنی چھاپ لگا دے" (۷۸)۔

غالبؔ دو زبانوں کے شاعر ہیں جیسا کہ اس زمانے میں اکثر شعراء ہوا کرتے تھے۔ مثال کے طور پر حسرتیؔ، شیفتہ، مومنؔ، امام بخش صہبائیؔ وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں، لیکن فارسی کے شاعر ہونے کی حیثیت سے ان لوگوں میں اور غالبؔ میں ایک بڑا فرق ہے۔ غالبؔ نے اپنی شاعری کے صوری و معنوی حسن سے ہندوستان کے فارسی ادب کی پرانی عظمت کا چراغ ایسے وقت میں دوبارہ روشن کر دیا جب وہ بجھنے کے قریب تھا۔ غالبؔ کے اس شاعرانہ کمال کا ایک ٹھوس نتیجہ یہ تھا کہ انہوں نے فکر و خیال اور جمالیات کی وہ زمین تیار کر دی جس پر بعد میں اقبالؔ نے فارسی شاعری کے پھول مہکائے۔

غالبؔ اگرچہ فارسی کی کلاسیکی شاعری سے متاثر تھے لیکن اکثر صورتوں میں یہ اثرات قصائد اور غزلیات کی بیرونی مماثلت تک محدود رہے، یعنی بحر، اوزان، ردیف و قافیہ وغیرہ کی حد تک۔ لیکن ان کے اسلوب کے تعین میں یہ بات نمایاں نظر آتی ہے کہ انہوں نے ہمیشہ نئے طرزِ احساس کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ کلاسیکی شعراء کے اسلحہ شعری سے کوئی چیز انہیں رجعت پسند نہیں بنا سکی بلکہ غالبؔ کے کلام میں متقدمین کی روایات نئی زندگی لے کر جلوہ افروز ہوئی ہیں۔ غالبؔ کی فارسی شاعری ان کی خود پرستی کا شاخسانہ ہے وہ اپنے آپ کو اہلِ ہند سے جدا اور منفرد مانتے تھے، انہیں اس امر پر ناز تھا کہ ان کی زبان خالص ایرانی ہے۔ اس اعتبار سے انہوں نے ہندی محاورے اور روزمرے کا کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ اُردو کی طرح فارسی شاعری میں بھی ان کی شوخ نگاری جا بجا نظر آتی ہے جو انہیں اپنے اہلِ سبک میں قدرے نمایاں کر دیتی ہے۔ اسی طرح فارسی دانی کے بہت سے اوصاف ان کی اُردو شاعری میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کی اکثر غزلوں کے اکثر اشعار متنوع اور بلند خیال ہوتے ہیں اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ ان کے اکثر اشعار پر کوئی ایک چھاپ نہیں ہوتی۔ یہی اسلوب ان کی اُردو شاعری میں بھی موجود ہے۔ شیخ محمد اکرام کا خیال بھی یہی ہے کہتے ہیں:

"اگرچہ ان کے ابتدائی اشعار اُردو میں ہیں لیکن مضمون اور زبان کی تمام خصوصیات فارسی شاعری کی ہیں۔ مرزا اپنے اُردو اور فارسی کلام میں وہ

حدِ فاصل نہیں رکھتے تھے جو اس زمانے میں فارسی سے عوام کی ناواقفیت کی وجہ سے ہو گئی تھی۔ وہ "گلِ رعنا" کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ میں نے اُردو شعر گوئی میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا، جو فارسی شاعری میں روا رکھا تھا (۷۹)۔

غالب نے فارسی شاعری میں چھوٹی بڑی پانچ تصانیف ورثے میں چھوڑی ہیں۔

(i) دیوان (کلیات) فارسی (ii) ابرِ گہربار (iii) سبد چیں

(iv) دعائے صباح (v) قطعہ غالب

ان میں سے پہلی تین تصانیف پاکستان میں مدون و مرتب ہو کر الگ حیثیت سے شائع ہوتی رہی ہیں (تفصیل آگے آرہی ہے) آخری دو میں "دعائے صباح" کو مولانا مرتضیٰ فاضل لکھنوی نے "کلیاتِ غالب فارسی" میں شامل کر کے شائع کیا ہے، اسی طرح "قطعہ غالب" کو سید وزیر الحسن عابدی نے "باغِ دودر" میں شامل کیا ہے۔ ذیل میں ان تصانیف کی تدوین کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

(i) دیوانِ فارسی غالب

غالب کی فارسی شاعری کا اولین دیوان اُن کی زندگی میں پہلی بار ۱۸۴۵ء میں شائع ہوا (۸۰)۔ ۵۰۶ صفحات کا یہ دیوان ۶۶۸۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ دیوان دیباچے سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۲۱ سے منظومات کا آغاز ہوتا ہے۔ ترتیب اس طرح ہے:

۱۔	قطعات	۴۱	۳۸۶	اشعار
۲۔	مثنویات	۵	۶۵۵	
۳۔	فاتحہ	۳	۷۶	
۴۔	نوحہ	۳	۴۰	
۵۔	ترکیب بند	۲	۱۴۶	
۶۔	قصائد	۳۱	۱۸۶۱	
۷۔	غزلیات	۳۰۹	۳۳۴۹	
۸۔	رباعیات	۸۴	۱۶۸	

خاتمہ دیوان پر تین صفحات کی غالب کے ہاتھ کی لکھی تقریظ ہے۔ غالب کا یہ دیوان ان کی زندگی میں صرف ایک مرتبہ شائع ہوا۔ اس کے بعد یہ دیوان اپنی اولین حالت میں کبھی شائع نہیں ہوا، اور نہ ہی اسے اپنی حالت میں ترتیب دیا گیا۔

اس کے بعد جو فارسی کلام فراہم ہوا، بجائے اس کے کہ اسے الگ دیوان کی حیثیت دی جاتی ۱۸۶۳ء میں کلیات کی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ اس میں پرانا اور نیا کلام جمع کر دیا گیا (۸۱)۔ نواب ضیاالدین احمد نیر رخشاں کلیات کے مرتب تھے اور اسے "کلیات غالب فارسی" کے نام سے شائع کیا گیا۔ ۵۶۰ صفحات پر مشتمل اس کلیات میں اشعار کی تعداد ۱۰۵۱۶ ہے۔ کلیات کی ترتیب اس طرح ہے:

۱۔	دیباچہ	ایک عدد	۱۵۲	اشعار
۲۔	قطعات	۵۹	۶۷۲	
۳۔	فاتحہ (۸۲)	۲	۶۵	
۴۔	نوحہ	۵	۶۴	
۵۔	مخمس	ایک	۲۵	
۶۔	ترکیب بند	۳	۲۳۰	
۷۔	ترجیع بند	ایک	۵۶	
۸۔	مثنویات	۱۱	۲۰۴۳	
۹۔	قصائد	۶۴	۳۶۵۸	
۱۰۔	غزلیات	۳۲۲	۳۳۹۵	
۱۱۔	رباعیات	۱۰۵	۲۱۰	

کلیات کی اولین اشاعت میں اغلاط بہت تھیں، اگرچہ غالب کو اغلاط طباعت پر بے اطمینانی تھی لیکن اس کے باوجود وہ اسے اپنی عمر بھر کی پونجی تصور کیا کرتے تھے۔ غالب کی وفات کے بعد کلیات کی ترتیب و تدوین کا کام مسلسل جاری رہا۔ لکھنو سے اس کی مزید تین اشاعتیں منظرِ عام پر آئیں (۸۳) اور یہی سلسلہ قیام پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ پاکستان میں کلیات کو بھی مدون کیا گیا اور کچھ انتخاب بھی ترتیب دیے گئے۔ ذیل میں ترتیب و تدوین کا یہ سارا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جسے اشاعتوں کی زمانی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

1- کلیاتِ غالب (فارسی):

پاکستان میں پہلی مرتبہ غالب کے کلام فارسی کی کلیات کو مرتب کرنے کا اعزاز مولانا غلام رسول مہر کو حاصل ہوا۔ انہوں نے یہ کلیات پہلی مرتبہ ۱۹۶۵ء میں شیخ مبارک علی تاجر و ناشر کتب، لاہور سے شائع کی۔ صفحات کی کل تعداد ۶۶۷ ہے۔ ابتدائی ۱۴ صفحات میں ''احوال'' کے عنوان سے مولانا مہر نے کلیات کی غرض و غایت اور غالب کے فارسی کلام کی ضرورت و اہمیت پر تبصرہ کیا ہے۔ اس میں انہوں نے غالب کے مختصر سوانح کے بعد ان کی فارسی شاعری کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس کے بعد کم و بیش نوے (۹۰) صفحات (صفحہ ۱۵ تا ۱۰۴) پر ''غالب کے فارسی کلام پر ریویو'' کے عنوان سے مولانا الطاف حسین حالی کا جامع تبصرہ پھیلا ہوا ہے۔ ازاں بعد غالب کے ہاتھ کا لکھا فارسی دیباچہ شامل کیا گیا ہے، اور اس سے آگے غالب کا فارسی کلام شروع ہو جاتا ہے۔ غالب کی فارسی شاعری جو اس کلیات میں شامل ہے اس کی ترتیب اس طرح ہے:

(۱) قطعات (۲) مخمس (۳) ترکیب بند (۴) مثنویات
(۵) قصائد (۶) غزلیات (۷) رباعیات

ان سات شعری اصناف میں موجود اشعار کی تعداد دس ہزار پانچ سو سولہ (۱۰۵۱۶) ہے۔ کلیات کے آخر میں غالب کی اپنی تقریظ ہے، اس کے بعد مجروح کی تحریر کردہ ایک تقریظ شامل کی گئی ہے۔ مولانا مہر کا یہ کلام ترتیب و تدوین کے ضمن میں بیش بہا کارنامہ ہے۔ کہیں کہیں کتابت کی اغلاط در آئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی کتابت اور طباعت معیاری ہیں۔

2- کلیاتِ غالب فارسی (تین جلدیں):

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے غالب کے فارسی کلام کو تین جلدوں میں مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ یہ کلیات مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور سے ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔

''جلد اوّل'' میں قطعات، مثنویات، فاتحہ، نوحہ، مخمس، ترکیب بند، ترجیع بند اور کچھ غزلیات وغیرہ یکجا کر کے شائع کی گئی ہیں۔ اس جلد میں صفحات کی تعداد ۵۱۲ ہے۔ ابتداء میں (صفحہ ۱ تا ۳۲) ''پیش گفت'' کے عنوان سے فاضل مرتب نے غالب کے خاندان، ولادت، شاعری کے آغاز اور فارسی شعر گوئی کے بارے میں لکھنے کے ساتھ ساتھ ترتیب کلام فارسی کے مراحل بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد سید عابد علی عابد کا ۱۴۰ صفحات پر پھیلا ہوا ''مقدمہ'' ہے جس

میں غالب کی شخصیت اور فن پر اُردو میں مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس جلد میں غالب کا جو کلام شامل کیا گیا ہے اس کی متداول ترتیب کے ساتھ ساتھ دَوری ترتیب کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یعنی پہلے ۱۸۲۳ء سے ۱۸۴۵ء تک کا کلام، اس کے بعد ۱۸۴۵ء سے ۱۸۶۳ء تک کا کلام اور آخر میں ۱۸۶۳ء سے ۱۸۶۹ء تک کا کلام شامل کیا گیا ہے۔ اس کلیات میں قابلِ وضاحت باتوں کو حاشیے میں جگہ دی گئی ہے۔

''جلد دوم'' ۴۰۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں صرف قصائد شامل کیے گئے ہیں، جن کی تعداد اکہتر (۷۱) ہے۔ یہ قصائد بہادر شاہ ظفر، سرکاری افسران، ملک وکٹوریہ، نوابوں، مہاراجوں اور دیگر افراد کی مدح میں لکھے گئے ہیں۔ قابلِ وضاحت باتوں کو حاشیے میں درج کیا گیا ہے۔ اس جلد کی ترتیب میں اہم کتاب اور مقالات و مضامین کے علاوہ معاصر اخبارات و رسائل کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کلیات، طبع اوّل (۸۴)۔ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

''جلد سوم'' بھی پہلی دو جلدوں کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس جلد میں کلام ۳۱۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ مزید پانچ صفحات تقریظ از غالب اور تاریخ اختتام دیوان از میر مہدی مجروح پر مشتمل ہیں۔ اس جلد میں غالب کی ۳۴۴ غزلیات، ۱۳۲ رباعیات اور ان کے علاوہ ابیات وغیرہ شامل ہیں۔ کلیات کی یہ جلد دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا غزلیات پر مبنی ہے جبکہ دوسرے حصے میں رباعیات اور دوسری اصناف شامل ہیں۔ اس جلد کی ترتیب معاصر نسخوں کے علاوہ مقالات، مضامین، رسائل اور متفرقاتِ غالب کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے۔ فاضل مرتب نے ضروری وضاحتیں حواشی میں درج کر دی ہیں۔

بحیثیت مجموعی مولانا فاضل لکھنوی کا یہ کام ترتیب و تدوین کے عمدہ معیار پر مبنی ہے۔ اب تک فارسی کلیات پر جو کام ہوا ہے، ان سب میں زیرِ نظر کام نہایت جامع اور ہر اعتبار سے قابلِ اعتبار ہے۔

3- کلیاتِ غالب (غزلیاتِ فارسی):

سید وزیر الحسن عابدی کی مرتبہ یہ کلیات صرف غالب کی فارسی غزلیات کا مجموعہ ہے، جسے پہلی مرتبہ مکتبہ میری لائبریری، لاہور سے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا گیا۔ یہ کلیات ۵۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ ایک لحاظ سے غالب کی فارسی غزلوں کا تحقیقی مجموعہ ہے، اس میں غالب کی غزلیات کو سات ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حواشی میں متنی اغلاط کی نشاندہی کی گئی ہے اور جہاں

ممکن ہوسکا ہے غزل کی تاریخ بھی درج کردی گئی ہے۔ حاشیوں کے حوالے زیادہ تر "گلِ رعنا" کے ہیں۔ کلام سے پہلے ایک جامع شذرہ قلم بند کیا گیا ہے، جس میں علائم و رموز، ضمیموں کی تفصیل، اختلافِ نسخ، اشاراتِ غالب، انتقاداتِ غالب، فرہنگِ غالب، عروضِ غالب وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ آخر میں اشخاص و اماکن غزلیات اور مآخذ کی تفصیل درج ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ کلیات نہایت عرق ریزی اور محنت کے ساتھ مدون کی گئی ہے۔ جس میں تحقیقی اصولوں کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کاوش پاکستان میں ذخیرۂ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

4- غزلیاتِ فارسی (غالب):

سید وزیر الحسن عابدی کا مرتبہ یہ وہی مجموعہ ہے جسے مکتبہ میری لائبریری نے لاہور سے شائع کیا۔ اسے دوبارہ کچھ تبدیلیوں کے ساتھ (جس میں نام کی تبدیلی بھی شامل ہے) مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا گیا۔ یہ مجموعہ بھی غالب کی فارسی غزلیات پر مشتمل ہے۔ اس میں فارسی کلام ۴۵۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ ابتداء میں ۴۸ صفحات پر غالب کی زندگی اور اُن کے فن کا فکری جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اسے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ترتیب دے کر شائع کیا گیا۔ بحیثیت مجموعی طباعت اور کاغذ کے معیار کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا گیا ہے۔

5- قصائد و مثنویاتِ فارسی (غالب):

مولانا غلام رسول مہر نے یہ مجموعہ ترتیب دیا اور مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ اس مجموعے میں غالب کے تمام فارسی قصائد اور مثنویات کو یکجا کردیا گیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۴۸۰ ہے۔ اس میں غالب کے قصیدوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اوّل میں قصائد کی تمہیں یکجا کردی گئی ہیں، جو مختلف عنوانات پر مشتمل ہیں مثلاً توحید، تصوف و حکمت، موسموں اور منظروں کی تصویر کشی وغیرہ۔ حصہ دوم میں قصائد کے ان اشعار کا انتخاب شامل ہے جن میں غالب نے اپنے غیر معمولی کمالات کی داستان سرائی اور زمانے کی قدرناشناسی کی دلآویز تصویریں پیش کی ہیں۔ اس حصے میں خاندانی عظمت کی طرف اشارے بھی

کیے گئے ہیں۔ قصائد کا تیسرا اور آخری حصہ مدحیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ حصہ مثنویات میں غالب کی وہ گیارہ مثنویاں جو کلیاتِ فارسی میں شامل ہو چکی تھیں، شامل کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ وہ مثنویاں بھی لی گئی ہیں جو کلیات کی طباعت کے بعد کہی گئی تھیں۔ اسی طرح کلیاتِ نثر فارسی سے بھی بعض مثنویاں لی گئی ہیں۔ یوں اس جلد میں مولانا مہؔر نے نہایت تحقیق اور بصیرت کے ساتھ غالب کے قصائد اور مثنویات کو ادھر اُدھر سے اکٹھا کر کے یکجا کر دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ترتیب و تدوین کا عمدہ شاہکار ہے اور پاکستان میں غالب شناسی کی طرف اہم قدم ہے۔

6- قطعات، رباعیات، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس:

مولانا غلام رسول مہؔر کی مرتبہ یہ کتاب کلامِ غالب کے فارسی کلیات کا ایک اہم جزو ہے۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، اس میں غالب کی فارسی غزلیات، قصائد اور مثنویوں کے سوا باقی تمام اصناف کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۵۲ ہے۔ اس مجموعے میں سب سے پہلے کلیاتِ فارسی کے قطعات ہیں اور اس کے بعد "سبد چین" اور "باغِ دودر" کے قطعات اور آخر میں وہ قطعات شامل کیے گئے ہیں جو کلیاتِ نثرِ فارسی میں جابجا بکھرے پڑے تھے یا دیگر ماخذ سے فراہم ہوئے تھے۔ اس مجموعے میں جو قطعات تاریخی تھے یا اگر کسی قطعے میں کوئی معنوی پیچیدگی موجود تھی، تو ایسے مشکل مقامات اور مشکل الفاظ و تراکیب کی اختصار کے ساتھ حاشیے میں تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ قطعات کے علاوہ باقی اصناف کے سلسلے میں بھی یہی اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ زیادہ جامع اور وقیع ہو گیا ہے۔ مولانا مہؔر کا یہ کام ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔ بلاشبہ اس سے غالب شناسی کی روایت پروان چڑھتی نظر آتی ہے۔

7- حافظ و غالب:

چوہدری نبی احمد باجوہ کی یہ کتاب آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس، لاہور سے ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو شائع ہوئی۔ ۳۰۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حافظ و غالبؔ کے فارسی اشعار کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ حافظؔ و غالبؔ کا یہ انتخاب دونوں شعراء کی شخصیت میں شعر و حکمت اور تصوف کے امتزاج کا مظہر ہے۔ اس انتخاب میں کہیں کہیں ہم وزن اور ہم قافیہ و ردیف غزلوں کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس انتخاب

میں ہم طرح غزلیں بھی ہیں اور متنوع مضامین پر مشتمل دونوں شعراء کے اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔ ان اشعار کو موضوعاتی ترتیب کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ متفرق اشعار سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس طرح دونوں شعراء کے کل دو ہزار اشعار ہیں، جن میں معارفِ حافظ اور افکارِ غالب درخشاں اور نمایاں ہیں۔ پاکستان میں غالب شناسی کے باب میں یہ ایک منفرد کوشش ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں ایک نادر اضافہ ہے۔ کتاب کی طباعت اور کاغذ کا معیار قابلِ ستائش ہے۔

(ii) ابرِ گہربار

یہ مثنوی اگرچہ کلیاتِ فارسی میں شامل ہے لیکن غالب کی زندگی میں علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہو چکی ہے (۸۵)۔ اس اعتبار سے اسے غالب کی الگ شعری تصنیف بھی تصور کیا جاتا ہے۔ اشعار کی تعداد ۱۰۹۸ ہے۔ غالب نے اس مثنوی کو کتابی شکل میں لانے کے لیے ایک مختصر فارسی ''دیباچہ'' اور بطور خاتمہ ایک مختصر ترین ''تقریظ'' لکھی تھی۔ اس مثنوی کے لکھنے کا بنیادی مقصد رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے غزوات کو احاطہ نظم میں لانا تھا لیکن بوجوہ یہ مثنوی ناتمام رہی اور اسی ناتمام حالت میں شائع کر دی گئی۔ غالب کی زندگی میں یہ مثنوی صرف ایک بار شائع ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد اسے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ البتہ پاکستان میں اس کی ترتیب و تدوین کا کام ہوا ہے، تفصیل یوں ہے:

1- مثنوی ابرِ گہربار:

شیخ اصغر علی نے اسے مرتب کر کے اورینٹل کالج میگزین، لاہور کی اشاعت مئی ۱۹۵۸ء میں شائع کرایا۔ پاکستان میں یہ اس مثنوی کی پہلی اشاعت تھی۔ فاضل مرتب نے یہ مثنوی حواشی کے ساتھ شائع کی جسے ادبی دنیا میں بہت سراہا گیا۔ یہ کاوش ترتیب و تدوینِ متن کا عمدہ شاہکار ہے۔

2- مثنوی ابرِ گہر بار:

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی اس کے دوسرے مرتب ہیں۔ انہوں نے ۱۹۶۶ء میں اولاً اسے ایک سہ ماہی رسالے میں چار قسطوں میں شائع کیا (۸۶)۔ اور پھر علیحدہ کتابی شکل میں اسے منظرِ عام پر لائے۔ انہوں نے اس کی ترتیب و تدوین میں نہایت محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے۔

3- مثنوی ابرِ گہر بار:

سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی نے ترتیب و مقدمہ کے ساتھ اسے کتابی شکل میں شائع کیا۔ سال اشاعت اور مقام اشاعت درج نہیں۔ اس کا ابتدائیہ تحسین سروری نے لکھا اور مقدمہ فاضل لکھنوی کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے اس مثنوی کی خصوصیات اور اس کے اہم ادبی نکات کو اجاگر کیا ہے۔ قبل ازیں یہ مثنوی چار اقساط میں کراچی کے ایک سہ ماہی رسالے (اُردو) میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

(iii) سبد چیں

مثنوی ابرِ گہر بار کی جداگانہ اشاعت (دہلی: ۱۸۶۴ء) کے آخر میں دو قصائد، کچھ قطعات اور رباعیات کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ یہی غیر مرتب کلام "سبد چیں" کی اشاعت کا باعث بنا۔ غالب کی زندگی میں اس کا صرف ایک ایڈیشن شائع ہوا (۸۷)۔ سبد چیں میں غالب کا وہ کلام شامل ہوا ہے، جو کچھ تو کلیات فارسی کی ابتدائی اشاعت کے بعد تخلیق ہوا اور پھر کچھ غالب کے احباب کے پاس غیر مطبوعہ حالت میں موجود تھا۔ اس مجموعے میں اشعار کی تعداد ۵۳۷ ہے۔ سبد چیں کی پہلی اشاعت کے ستر برس بعد تک اسے نہ تو الگ شائع کیا گیا اور نہ ہی "کلیاتِ فارسی" کے کسی ایڈیشن میں شامل کیا گیا۔ چنانچہ مالک رام نے ۱۹۳۸ء میں اسے ازسرِ نو ترتیب دے کر

شائع کیا(۸۸)۔ پاکستان میں اس کی صرف ایک اشاعت عمل میں آئی ہے، جس کی تفصیل اس طرح سے ہے:

1-سبد چیں (تصحیح و تحقیق):

اسے سید وزیر الحسن عابدیؔ نے پہلی بار غالب صدی کے موقع پر ترتیب دے کر مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ ابتداء میں فاضل مرتب کی طرف سے ایک دیباچہ ہے جس میں انہوں نے اس تصنیف کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے اس کے بعد دیباچہ از غالب اور آگے کلام درج ہے۔ سبد چیں میں چار قصائد، ایک ترکیب بند، ایک ترجیع بند، ایک مثنوی (بصورتِ قطعہ) انیس قطعات، دس غزلیں، تیرہ فردات اور آٹھ رباعیاں شامل ہیں۔ اس طرح عابدی نے اشعار کی کل تعداد ۷۵۳ بتائی ہے(۸۹)۔ یہ مجموعہ ۷۰ اصفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی ترتیب و تدوین میں تحقیق کے اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

(د) فارسی نثر

غالب ایک موجد اور معمار انشاء پرداز تھے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ انہوں نے فارسی نثر میں بھی کمال حاصل کیا۔ فارسی میں ان کے خطوط اپنی انفرادیت کی بناء پر ان کی ادبی شخصیت کو سنوارنے میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ فارسی خطوط میں زبان و بیان اور موضوع کی جو برجستگی نظر آتی ہے وہ ایک نابغہ فنکار کی مہارت ہے۔ نثری اسلوب میں انہوں نے قافیہ پیائی بھی کی ہے۔ سہل نثر بھی لکھی ہے۔ مدلل نثر بھی تحریر کی ہے، مکالمہ، ڈراما اور داستان گوئی کا رنگ بھی پیدا کیا ہے۔ ان کی فارسی مکاتیب موضوعاتی تکرار کے باوجود اعلیٰ نثری خصوصیات کے حامل نظر آتے ہیں۔ خطوط میں ان کی شخصیت کی جھلکیاں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہیں، یعنی ان کے مجمل سوانح، پسند و ناپسند، سوز و ساز، تصورات و تعصبات اور ان کے عہد کی مجلسی، تہذیبی اور کسی قدر تاریخی صورت حال کے کئی پہلو واضح ہوتے ہیں۔ سید وزیر الحسن عابدی نے غالب کی فارسی خطوط نگاری کے بارے میں جامع تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''غالب.......... انیسویں صدی کے ربع اوّل میں فارسی نامہ نگاری میں صاحب طرز تھے، ان کا اسلوب ''القاب و آدابِ متعارفہ رسمیہ'' والے روایتی اور رائج الوقت اسلوب کے خلاف تھا اور اس کی بنیاد اس ادبی عقیدے پر تھی کہ القاب و آداب خیریت گوئی اور عافیت جوئی، حشوِ زائد ہے۔ وہ اپنے اس روایت شکن اسلوب میں پوری اثر آفرینی پر قادر تھے جسے انہوں نے ''ساحری'' کہا ہے''(۹۰)۔

ان کا اسلوبِ نامہ نگاری جو عام روایتی روش سے بالکل مختلف تھا معاشرے میں جانا پہچانا جاتا تھا اور ان کے اسلوبِ بیاں کے اداشناس ان کی اس خصوصیت سے واقف تھے۔

خطوط کے ساتھ ساتھ دیگر نثری فتوحات بھی غالب کی فارسی دانی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اُردو کے مقابلے میں فارسی کو ترجیح دینے کا پندار ان کی فارسی نثر میں جگہ جگہ موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی نثر کا اسلوب ان کی اُردو تحریروں پر فائق تر نظر آتا ہے۔ یہ اسلوب روانی، سلاست، بے ساختہ پن، غیر معمولی ظرافت اور حسنِ بیاں سے مزین ہے۔ اس لحاظ سے فارسی زبان پر ان کا حاکمانہ عبور حیرت انگیز ہے۔

بحیثیت مجموعی غالب کی فارسی نثر نگاری میں مکالماتی انداز، شاعرانہ پیرایہء بیان اور مقفٰی و مسجع عبارت آرائی کے عناصر پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے ہاں تراکیب، تشبیہات اور استعارات کی ندرت موجود ہے۔ انہوں نے فارسی محاورات کو بھی کثرت سے برتا ہے، یہ دراصل ان کے غیر شعوری طور پر پھیلے ہوئے اجتماعی لسانی تجربے میں مشارکت کا نتیجہ تھا کیونکہ ان کے فارسی اسلوبِ نثر پر ''سہ نثرِ ظہوری'' اور ''انشائے ابوالفضل'' کے اثرات بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ فارسی نثر میں غالب کی چار باقاعدہ تصانیف ہیں:

(۱) پنج آہنگ (۲) مہرِ نیم روز (۳) دستنبو (۴) قاطع برہان/ درفشِ کاویانی۔

ذیل میں ان کتب کا علیحدہ علیحدہ تعارف اور پاکستان میں ان کی ترتیب و تدوین کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔ یہ جائزہ اشاعتوں کی زمانی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

(i) پنج آہنگ

یہ پانچ حصوں پر مشتمل غالب کی متفرق فارسی تحریروں کا مجموعہ ہے۔ ان حصوں کا تعارف یوں ہے:

آہنگِ اوّل:

مرزا علی بخش خاں نے فرمائش کی کہ اس کے لیے ایسے تمام کلمات جمع کر دیں جو رسمی القاب و آداب، شکر و شکوہ اور شادی و غم کے موقعوں پر خطوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس پر غالب نے آہنگِ اوّل مرتب کیا اور القاب و آداب، تعزیت و تہنیت، شکر و شکوہ، دعا و عتاب وغیرہ کے لیے فقرے درج کر دیے۔

آہنگِ دوم:

یہ حصہ چار زمروں پر مشتمل ہے۔ زمرہ اوّل میں مختصراً مصادر کی حقیقت اور صَرف کے چھ اصول بیان کیے گئے ہیں۔ زمرہ دوم میں زمرہ اوّل کی توضیح و تشریح ہے اور مثالاً ۱۵۰ فارسی مصادر کی تعریف کی گئی ہے۔ زمرہ سوم میں بعض مصادر و مصطلحات دے کر ان کی تشریح کی گئی ہے۔ اور ان کے محلِ استعمال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ زمرہ چہارم میں الفاظ کے معنی دیے گئے ہیں۔

آہنگِ سوم:

اس حصے میں غالب نے اپنے دیوانِ فارسی سے ایسے اشعار منتخب کیے ہیں جو خطوط یا دوسری نثری تحریروں میں آرائش کلام کے لیے مفید اور کارآمد ہو سکتے تھے۔ ہر شعر کے عنوان میں لکھ دیا گیا ہے کہ یہ کس موقع پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

آہنگِ چہارم:

اس حصے میں وہ نثر پارے ہیں جو غالب نے خود اپنی تصانیف کے آغاز اور خاتمے میں یا دوسرے احباب کی کتابوں کے دیباچے یا تقریظ کے طور پر قلم بند کیے۔

آہنگِ پنجم:

یہ حصہ ا، احباب کے نام فارسی خطوط پر مشتمل ہے۔

غالب کی زندگی میں "پنج آہنگ" دو مرتبہ شائع ہوئی (۹۱)۔ ترتیب و تدوین کا یہ سلسلہ غالب کی وفات کے بعد بھی جاری رہا لیکن اسے "کلیاتِ نثرِ غالب" کے عنوان سے شائع کیا جاتا رہا (۹۲)۔ اسی طرح "پنج آہنگ" کے "آہنگِ پنجم" کے خطوط کچھ مدت کے لیے سلطنت آصفیہ (دکن) کے امتحاناتِ علوم شرقیہ کے نصاب میں شامل رہے ہیں اس لیے اسے الگ کتابی شکل میں بھی شائع کیا گیا (۹۳)۔ پاکستان میں اس کی ایک اشاعت ہوئی ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

1- پنج آہنگ (تدوین نو و تصحیح و تحقیق):

سید وزیر الحسن عابدی نے اسے مرتب کیا اور غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ ۱۴۷ صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ نہایت عرق ریزی اور تحقیق کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ حسب ضرورت حواشی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے اور کہیں کہیں مشکل الفاظ کے معنی بھی دیے گئے ہیں۔ فہرست مندرجات کے بعد فاضل مرتب کی طرف سے ایک دیباچہ ہے جس میں انہوں نے غالب کی فارسی نثر اور انشاء پردازی کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ ساتھ ہی کتاب کی اہمیت و افادیت کے بارے میں سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دیباچہ از مرزا علی بخش رنجور شامل کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی، عابدی کی تدوین اور تصحیح و تحقیق سے اس کتاب کی اہمیت میں چنداں اضافہ ہو گیا ہے۔

(ii) مہر نیم روز

تیموری خاندان کی تاریخ ہے جو غالب نے بہادر شاہ ظفر کی فرمائش پر رقم کی۔ غالب نے اس تاریخ کو دو حصوں میں شائع کرنے کا قصد کیا تھا۔ پہلے حصے کو نصیر الدین ہمایوں کے عہد تک مرتب کر کے ''مہر نیم روز'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ جبکہ دوسرے حصے کو اکبر اعظم سے بہادر شاہ ظفر تک کے حالات کے ساتھ ''ماہِ نیم ماہ'' کے عنوان سے ترتیب دینا چاہتے تھے لیکن شاید جنگِ آزادی کے بعد کے حالات سے مایوس ہو کر وہ نہ تو یہ حصہ لکھ سکے اور نہ ہی منظر عام پر آسکا۔ ''مہر نیم روز'' کا اولین ایڈیشن غالب کی زندگی میں شائع ہوا (۹۴)۔ اور یہی سلسلہ ان کی وفات کے بعد بھی جاری رہا۔ قیامِ پاکستان سے قبل اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے (۹۵)۔ اسی طرح ''کلیاتِ نثرِ غالب'' میں بھی ''مہر نیم روز'' کو شامل کر کے شائع کیا گیا (۹۶)۔ پاکستان میں اس کی ایک اشاعت ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کے کچھ اُردو تراجم بھی شائع ہوئے جنہیں متعلقہ باب میں زیرِ بحث لایا گیا ہے۔

1- مہرِ نیم روز:

عبدالشکور احسن نے نہایت احسن طریقے سے اسے مرتب کر کے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو حواشی کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ آغاز میں فاضل مرتب کی طرف سے ایک "مقدمہ" ہے جس میں انہوں نے غالب کی تاریخ نویسی کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے اسلوب بیاں کی خصوصیات واضح کی ہیں۔ نیز کتاب کے محاسن اور چیدہ چیدہ نکات پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد "زمزمہ نعت" اور "ترانہ مدح" سے کتاب کا آغاز ہوتا ہے۔ اختتام پر "فہرست افراد"، "فہرست اماکن" اور "فہرست کتب و رسائل" کے عنوانات کے تحت اشاریے دیے گئے ہیں۔ اس کے بعد "فہرست اشاریہ طبقات و فرقِ اقوام و ملل" درج ہے۔ پھر "فہرست سلطنت ہا و خانوادہ ہا" شامل کی گئی ہے۔ اس طرح "فہرست ادوار"، "فہرست زبانہا"، "فہرست رود خانہ ہا" اور آخر میں "فہرست منابع و مآخذ" شامل کر کے کتاب کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بحیثیت مجموعی فاضل مرتب نے کتاب کی تصحیح و تدوین میں عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

(iii) دستنبو

یہ کتاب غالب نے ۱۸۵۷ء کے خونی ہنگامے کے تناظر میں ایک مختصر روزنامچہ کی حیثیت سے رقم کی تھی۔ غالب کی زندگی میں اس کے تین ایڈیشن شائع ہوئے (۹۷)۔ اس کتاب کی غرضِ تصنیف غالب کے نزدیک قلعہ معلی سے اپنے تعلق کے داغ کو مٹانا اور تحریکِ آزادی کو "رستخیزِ بے جا" قرار دے کر انگریز حکام کی نظر میں سرخرو ہونا تھا۔ اس لیے "دستنبو" میں غالب نے جگہ جگہ انگریزوں کی چیرہ دستیوں کے لئے عذر وضع کیے ہیں اور ان کے مظالم کے لیے جواز پیدا کر کے انہیں معصوم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس کتاب سے ایک طرف غالب کے کچھ سوانح پر روشنی پڑتی ہے اور دوسری طرف ان کے افتادِ طبع کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ غالب کی وفات کے بعد اسے الگ سے نہیں بلکہ "کلیاتِ نثرِ غالب" میں شامل کر کے شائع کیا گیا (۹۸)۔ البتہ پاکستان میں اس کتاب کی کچھ الگ اشاعتیں منظرِ عام پر آئی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے۔

1- دستنبو:

عبدالشکور احسن نے اسے مرتب کر کے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر مجلس یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ ۹۲ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ کاغذ کا معیار اور طباعت دونوں عمدہ ہیں۔ البتہ کہیں کہیں کتابت کی اغلاط در آئی ہیں۔ یہ کتاب ٹائپ میں شائع ہوئی ہے۔ تاریخی اعتبار سے خطوطِ غالب اور فارسی کے اس روزنامچے کا تقابلی مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔

1- غالب اور انقلابِ ستاون:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی یہ کتاب بنیادی طور پر ''دستنبو'' کی تدوینِ نو ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۲۸۵ ہے۔ مختلف اداروں سے اس کے تین مزید ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں (۹۹)۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ انقلابِ ستاون سے متعلق غالب کے فارسی روزنامچے ''دستنبو'' کے تعارف پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ ''دستنبو'' کے فارسی کے متن اور اُردو ترجمے پر مبنی ہے (ترجمے پر تفصیلی بحث باب چہارم میں موجود ہے)۔ تیسرا حصہ ۱۸۵۷ء کے بارے میں غالب کے غیر رسمی نقطۂ نظر کا حامل ہے۔ جبکہ آخری حصہ انقلابِ ستاون اور غالبؔ کے شعری رویے سے بحث سے متعلق ہے۔ متن کی ترتیب میں حسبِ ضرورت حواشی کا اندراج بھی کیا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب مختلف اعتبارات سے غالب فہمی کی روایت کی توسیع میں معاون ثابت ہوگی۔

(iv) قاطع برہان/ درفشِ کاویانی

انقلاب ۱۸۵۷ء کے پر آشوب زمانے میں غالب زیادہ تر گوشہ نشین رہے۔ دریں اثناء انہوں نے محمد حسین تبریزی کی فارسی لغت "برہان قاطع" کا غائر مطالعہ کیا۔ اس وقت ان کے پاس پارسیوں کی مذہبی کتاب "دساتیر" بھی تھی۔ غالب نے دیکھا کہ "برہان قاطع" میں جو معنی دیے گئے ہیں، وہ "دساتیر" کی عبارت پر نہیں پھبتے۔ چنانچہ انہوں نے برہان کے حاشیے پر اعتراضات لکھنے شروع کر دیے۔ اس طرح اس لغت کی کئی ایک غلطیاں نکال کر رکھ دیں۔ بعد ازاں ان اعتراضات و اغلاط کو یکجا کر کے "قاطع برہان" کے نام سے الگ کتابی شکل میں شائع کر دیا (۱۰۰)۔ اس کی اشاعت کے بعد ایک طویل ہنگامہ برپا ہوا، جواب میں کئی کتابیں لکھی گئیں اور جواب الجواب کئی کتابیں خود غالب کے قلم سے تصنیف ہوئیں۔ "قاطع برہان" کی پہلی اشاعت میں کئی غلطیاں رہ گئی تھیں جن کی تصحیح کے بعد غالب نے اسے دوبارہ چھاپنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اغلاط کی تصحیح اور ایک دیباچے کے اضافے کے ساتھ غالب نے اسے "درفشِ کاویانی" (۱۰۱) کے نام سے شائع کر دیا (۱۰۲)۔ غالب کی وفات کے بعد اسے الگ شائع کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ تاہم پاکستان میں اس کی ایک اشاعت منصۂ شہود پر آئی ہے، تفصیل یوں ہے:

1- درفشِ کاویانی:

پروفیسر محمد باقر نے اسے ترتیب دیا اور مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے اسے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۹۴ ہے۔ "پیش لفظ" کے عنوان سے پروفیسر محمد باقر نے کتاب پر جامع تبصرہ کیا ہے اور اس کتاب کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی ہے۔ ساتھ ہی غالب کی فارسی نثر کی خصوصیات کو بھی بیان کیا ہے۔ اس کے بعد "دیباچہ قاطع برہان" اور پھر "دیباچہ ثانی جدید۔ درفشِ کاویانی" دیا گیا ہے۔ دیباچوں کے بعد متن قاطع برہان و درفش کاویانی دیا گیا ہے۔ آخر میں "فوائد" اور "فہرست واژہ ہا" دی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ترتیب و تدوین متن کا عمدہ شاہکار ہے، اور پاکستان میں سلسلہ غالبیات کی اہم کڑی ہونے کے ساتھ ساتھ غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

(ہ) متفرق

غالب کی باقاعدہ تصانیف کی تدوین کے مطالعے کے بعد اب کچھ ایسی کتب کا جائزہ لیا جا رہا ہے جو غالب کی اُردو، فارسی، نظم و نثر کے مخلوط انتخاب ہیں۔ ان میں سے کچھ تحریروں کے انتخاب، غالب نے اپنی زندگی میں ترتیب دیے تھے۔ ان میں ''گلِ رعنا''، ''باغ دو دَر'' اور ''ہنگامہ دلِ آشوب'' شامل ہیں۔

''گلِ رعنا'' غالب کے فارسی اور اُردو کلام کا پہلا انتخاب ہے جسے غالب نے کلکتہ کے دوران قیام میں اپنے ایک دوست مولوی سراج الدین احمد کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔ لیکن غالب کی اپنی زندگی میں یہ شائع نہ ہو سکا۔

''باغ دودر'' غالب کی آخری یادگار تصنیف ہے جس میں ان کی فارسی نظم و نثر کا انتخاب شامل ہے۔ یہ مجموعہ بھی غالب نے اپنے ہاتھوں ترتیب دیا لیکن ان کی زندگی میں اس کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔

''ہنگامہ دلِ آشوب'' فارسی نظم و نثر کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب بھی دراصل ''قاطع برہان'' کے تنازعہ کی ایک کڑی ہے۔ جو پہلی بار غالب کے عہد میں مرتب ہوئی۔ لیکن اس عہد میں اس کا شائع ہونا متنازعہ تھا۔ البتہ غالب کے ایک شاگرد سید باقر علی باقر جو ہنگامہ برہان میں شریک تھے، کے بیٹے سید عطا حسین نے یہ کتاب ایک مختصر تمہید کے ساتھ ایک رسالے میں شائع کرائی (۱۰۳)۔

متذکرہ بالا تینوں کتابیں غالب کا اپنا انتخاب ہیں جو مخلوط اصناف پر مشتمل ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ مخلوط انتخاب اور لوگوں نے بھی ترتیب دیے ہیں۔ ذیل میں ان تمام متفرق کتابوں کی پاکستانی اشاعتوں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

1-ارمغانِ غالب:

شیخ محمد اکرم کا ترتیب دیا ہوا، غالب کے اُردو اور فارسی (مطبوعہ اور غیر مطبوعہ) کلام کا انتخاب ہے۔ یہ مجموعہ اولاً بھارت میں شائع ہوا (۱۰۴)۔ پاکستان میں اسے فیروز سنز، لاہور نے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۲۰ ہے۔ مجموعے کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ کلام غالب کو تاریخی ترتیب کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اُردو کلام کو پانچ مختلف عنوانات کے تحت پانچ ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱)	ریختہ	۱۸۰۷ء	تا	۱۸۲۱ء
(۲)	میخانۂ شباب	۱۸۲۱ء	تا	۱۸۲۷ء
(۳)	بہارِ عجم	۱۸۲۷ء	تا	۱۸۴۷ء
(۴)	نوائے ظفر	۱۸۴۷ء	تا	۱۸۵۷ء
(۵)	چراغِ سحری	۱۸۵۷ء	تا	۱۸۶۹ء

اسی طرح فارسی کلام کو تین جزوی ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ مجموعہ کلامِ غالب (اُردو، فارسی) کا عمدہ انتخاب ہے جسے بڑی مہارت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ ذخیرۂ غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

2- گلِ رعنا:

سید وزیر الحسن عابدی نے مرتب کر کے ادارہ تحقیقاتِ پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور سے دسمبر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ ۲۷۶ صفحات پر مشتمل یہ انتخاب خوبصورت ٹائپ میں شائع ہوا ہے۔ فہرست مندرجات یوں ہے:

کتاب کے آخری نو صفحات (۲۶۸......۲۷۶) "غلط نامہ" پر مبنی ہیں۔ سید وزیر الحسن عابدی نے "عکسِ گل" کے تحت صفحہ ۲۰ اور ۲۱ کے درمیان چار صفحات میں "گلِ رعنا" کے چند صفحات کا عکس بخطِ غالب شائع کیے ہیں۔ بحیثیت مجموعی عابدی کی یہ کاوش قابلِ ستائش ہے۔ انہوں نے بڑی عرق ریزی سے یہ نسخہ مرتب کر کے پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ کیا ہے۔

3- گلِ رعنا (مع آشتی نامہ):

سید قدرت نقوی نے اس نسخے کو مرتب کیا اور انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی کی جانب سے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا گیا۔ مشمولات کی تفصیل اس طرح سے ہے۔

سید قدرت نقوی کے مرتبہ اس نسخے کی انفرادیت یہ ہے کہ مخطوطے کو عکسی صورت میں شامل کتاب کر دیا گیا ہے اور ساتھ ہی سفر کلکتہ کے واقعات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کی اہمیت ''آشتی نامہ'' سے اور بڑھ گئی ہے۔ یہ وہ مثنوی جو کلیات میں ''مثنوی باد مخالف'' کے نام سے چھپی ہے۔ اس مثنوی کا اولین متن اس مخطوطے کے ذریعے سامنے آیا ہے۔ اس کے بارے میں فاضل مرتب نے تفصیل سے تعارف کرایا ہے اور مقدمے میں بھی اس کے محرکات، حقائق اور عوامل بیان کیے ہیں۔ بحیثیت مجموعی، قدرت نقوی کا مرتبہ یہ نسخہ چھپائی اور ترتیب و تدوین کے اعتبار سے ایک معیاری اور صحت مند کاوش فکر کا نمونہ ہے۔ پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں یہ ایک اہم قدم ہے۔

4-باغِ دودَر:

سید وزیر الحسن عابدی کو ۱۹۴۱ء میں اس کا ایک خطی نسخہ دستیاب ہوا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ایک مقالے کے ذریعے اس کا اولین تعارف کرایا (۱۰۵)۔ پاکستان میں باغ دودر کا متن پہلی بار، سید وزیر الحسن عابدی نے مرتب کر کے اورینٹل کالج میگزین میں دو قسطوں میں شائع کرایا۔ تفصیل یہ ہے:

۱۔	اگست	۱۹۶۰ء	حصہ نظم فارسی	(صفحہ: ۱ تا ۹۲)
۲۔	اگست	۱۹۶۱ء	حصہ نثر فارسی	(صفحہ: ۹۳ تا ۱۸۸)

یہ ''باغ دودر'' کی پہلی اشاعت ہے۔

5-باغِ دودَر:

''باغ دودر'' کی محولہ بالا دونوں اقساط کے ''آف پرنٹس'' کتابی صورت میں بھی یکجا کیے گئے اور اسی ترتیب کے ساتھ انہیں کتابی شکل دے کر شائع کیا گیا۔ چنانچہ اظہار سنز، لاہور سے ۱۹۶۶ء میں اسے شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۸ ہے۔

6-باغِ دودَر (مجموعہ نظم ونثر فارسی):

اورینٹل کالج میگزین میں پہلی اشاعت کے بعد سید وزیر الحسن عابدی نے اس کتاب کی ازسرنو تدوین کی اور تصحیح و تحقیق کے ساتھ مرتب کر کے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر پنجاب یونیورسٹی، لاہور سے ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ متن، ۱۹۸ صفحات، فہارس از مرتب ۴۴ صفحات، تحقیق نامہ از مرتب ۲۳۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مبنی ہے۔ پہلے حصے میں "منظومات" ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔	قطعات	تعداد	۴۵	صفحہ	۳......۳۱
۲۔	ترکیب بند		۱		۳۲......۳۹
۳۔	ترجیع بند		۱		۴۰......۴۲
۴۔	مثنویات		۲		۴۳......۴۶
۵۔	قصائد		۷		۴۷......۷۱
۶۔	غزلیات		۱۱		۷۲......۸۱
۷۔	فردیات		۱۲		۸۲......۸۴
۸۔	رباعیات		۲۰		۸۵......۸۹
۹۔	تخمیس		۱		۹۰......۹۲

دوسرا حصہ مثنویات پر مبنی ہے جن میں مختلف احباب کے نام غالب کے ساتھ مکاتیب (صفحہ ۱۱۳......۱۹۷) شامل ہیں۔ مکاتیب سے پہلے سات نثری تحریریں (۹۳ تا ۱۱۲) تین دیباچوں اور چار تقریظوں پر مشتمل ہیں۔ آخر میں عابدؔی نے "اسامی و القاب اشخاص"، "اسامی جغرافیائی"، "اسامی کتاب ہا روزنامچہ" وغیرہ عنوانات کے تحت اشاریے مرتب کر کے شامل کیے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں عابدؔی نے نہایت عرق ریزی اور تحقیق و تدقیق کے ساتھ کام کیا ہے۔ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن پنجاب ادبی اکیڈمی پریس، لاہور سے جولائی ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۲۳۰ ہے۔

7-سبدِ باغ دو دَر:

مولانا امتیاز علی عرشی نے اسے ترتیب دے کر انجمن ترقی اُردو، کراچی سے ۱۹۶۹ء میں شائع کرایا۔ صفحات کی تعداد ۵۲ ہے۔ یہ تصنیف دراصل "باغ دو دَر" کی تلخیص ہے جو عرشی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اس تلخیص کے حواشی صرف حصہ نظم کو محیط ہیں جبکہ حصہ نثر کے اختلاف نسخ و اغلاط کی نشاندہی چھوڑ دی گئی ہے۔ عرشی کا دراصل یہ ایک کام ہے جو انہوں نے عابدی کے "باغ دو دَر" کی ترتیب سے پہلے کیا تھا لیکن اصل کتاب کے شائع ہو جانے کے بعد انہوں نے اس کی اشاعت کا کام روک دیا تھا۔ بعد ازاں احباب کی پے در پے فرمائشوں کے بعد جو کام ہوا پڑا تھا، اسے "سبدِ باغ دو دَر" کے نام سے شائع کر دیا گیا۔

8-ہنگامہءدلِ آشوب:

سید قدرت نقوی نے اس کتاب کو مرتب کر کے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر پہلی مرتبہ انجمن ترقی اُردو، کراچی سے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ء ہے۔ "حرفِ چند" جمیل الدین عالی نے لکھا ہے جس میں انہوں نے کتاب کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد "مقدمہ" ہے جس میں فاضل مرتب نے غالب کے شاگرد سید باقر علی کے بیٹے سید عطا حسین کے مرتبہ متن (مطبوعہ ۱۹۳۷ء) میں اغلاط کی نشاندہی کی ہے۔ ازاں بعد بابائے اُردو مولوی عبدالحق کا لکھا "پیش لفظ" ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل کی تحریریں بیس (۲۰) صفحات (صفحہ ۴۲ تا ۶۱) پر مشتمل ہیں جبکہ حصہ دوم سڑسٹھ (۶۷) صفحات (صفحہ ۶۳ تا ۱۳۰) پر پھیلا ہوا ہے۔ متن کے بعد قدرت نقوی نے ہنگامہ دلِ آشوب سے متعلق ان دس افراد کے حالاتِ زندگی درج کیے ہیں جو کسی نہ کسی حوالے سے "قصہء برہان" میں شامل تھے (۱۰۶)۔ صفحہ ۱۵۹ سے آخر تک حواشی درج کیے گئے ہیں۔ ان حواشی میں وضاحتی انداز اختیار کیا گیا ہے۔ بعض حاشیے بہت طویل ہیں اور ان میں اقتباسات بھی شامل ہیں۔ ان حواشی میں متن کی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ترتیب و تدوین متن کا عمدہ شاہکار ہے۔

9-مآثرِ غالب:

قاضی عبدالودود اس کتاب کے اولین مرتب ہیں۔انہوں نے اوّلاً اسے بھارت سے شائع کیا(۱۰۷)۔ اس کے بعد "مآثرِ غالب" کا دوسرا ایڈیشن بھی بھارت سے شائع کیا گیا (۱۰۸)۔ پاکستان میں ڈاکٹر حنیف نقوی نے تصحیح وترتیب جدید کے ساتھ ۲۰۰۰ء میں اسے ادارہ یادگارِ غالب، کراچی سے شائع کیا۔ ۲۵۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب دو حصوں پر مبنی ہے۔

حصہ اوّل میں اُردو نظم ونثر (صفحہ ۲۷ تا ۳۹) اور فارسی نظم ونثر (۴۰ تا ۴۶) شامل ہے۔ جبکہ حصہ دوم غالب کے فارسی خطوط پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل کے مندرجات میں پہلے "اُردو نثر" ہے۔ جس میں "دیباچہ لطائفِ غیبی"، "دیباچہ تیغِ تیز"، "ایک استفتا" میر ولایت علی کے نام ایک خط اور دو فارسی شعروں کے مطالب شامل ہیں۔ اسی طرح اُردو نظم میں اشتہار "پنج آہنگ"، غزل، ہجو سعادت علی، اور "فردیاتِ اُردو" شامل ہیں۔ فارسی نثر "تقریظِ قاطع برہان، تقریظ "سفرنگِ دساتیر" اور تقریظ "دری کشا" پر مشتمل ہے۔ جبکہ فارسی نظم والے حصے میں نامہ منظوم بنام جوہر، تین معمے، رباعی اور فردیاتِ فارسی شامل ہیں۔

دوسرے حصے میں چھ افراد کے نام بتیس (۳۲) خطوط شامل ہیں۔ متن کے بعد پہلے قاضی عبدالودود اور بعد میں ڈاکٹر حنیف نقوی کے مرتبہ حواشی دیے گئے ہیں۔ پاکستان میں اس ایڈیشن کی انفرادیت یہ ہے کہ آخر میں فارسی خطوط کے اُردو تراجم کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ تراجم پرتو روہیلہ نے کیے ہیں (۱۰۹)۔ پرتو نے مختصر مگر مفید حواشی بھی لکھے ہیں اور آخر میں فرہنگ بھی تیار کی ہے۔ حواشی میں مآثرِ غالب، طبع دوم (پٹنہ: ۱۹۹۵ء) کے حوالے ہیں، جنھیں موجودہ طباعت میں بہ آسانی تلاش کیا جاسکتا ہے۔

☆......☆O☆......☆

مجموعی جائزہ

پاکستان میں تصانیفِ غالب کی ترتیب و تدوین کا کام نہایت حوصلہ افزا ہے۔ سب سے زیادہ دیوانِ غالب (اُردو) مرتب ہو کر شائع ہوا۔ ترتیب و تدوین کا زیادہ اور قابلِ قدر کام ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر کیا گیا۔ اس سلسلے میں مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہو اور مجلسِ ترقی ادب، لاہور کی خدمات قابلِ قدر ہیں۔ اس موقع پر دیوانِ غالب کی شاہکار اشاعتیں منظرِ عام پر آئیں۔ مثلاً نسخۂ طاہر (گوہر نوشاہی)، غالب کا منسوخ دیوان (مسلم ضیائی)، نسخۂ حمیدیہ (حمید احمد خاں)، نسخۂ شیرانی (ڈاکٹر وحید قریشی) اور دیوانِ غالب (حامد علی خان) مرتبین کی بالغ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

پاکستان میں ترتیب و تدوین کی روایت کو زندہ رکھنے میں جن محققین نے گراں قدر کاوشیں کیں، ان میں مولانا غلام رسول مہر، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنؤی، سید وزیر الحسن عابدی، خلیل الرحمٰن داؤدی، عبدالشکور احسن، سید قدرت نقوی اور پروفیسر محمد باقر کے نام شامل ہیں۔ غالب کی بعض نثری تحریریں جن کی اولین اشاعت غالب کے عہد میں ہوئی اور دوبارہ انہیں مدون کرنے کی نوبت نہیں آئی، پہلی اشاعت کے بعد صرف پاکستان میں مرتب ہو کر شائع ہوئیں۔ ان میں ''نکات و رقعاتِ غالب''، ''لطائفِ غیبی''، ''سوالاتِ عبدالکریم''، ''نامۂ غالب'' اور ''تیغ تیز'' وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

پاکستان میں ترتیب و تدوین کے اہم کام نے غالب شناسی کی روایت کو جن مضبوط بنیادوں پر مستحکم کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس سلسلے میں چند اہم مجموعے جو ہندوستان میں مرتب ہو کر شائع ہوئے، انہیں پاکستان میں بھی اشاعتِ ثانی کے طور پر منظرِ عام پر لایا گیا۔ اس سلسلے میں ''دیوانِ غالب'' (مرتبہ: مالک رام، کالی داس گپتا رضا، امتیاز علی عرشی)، ''خطوطِ غالب'' (مرتبہ: خلیق انجم) قابلِ ذکر ہیں۔

بایں ہمہ یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ غالب کی بعض تصانیف ابھی تک پاکستان میں مرتب ہو کر شائع نہیں ہوئیں۔ مثلاً "کلیاتِ نثر فارسی"، "قاطع برہان" متفرقاتِ غالب (مرتبہ: مسعود حسن رضوی ادیب)، "دعائے صباح"، "قطعۂ غالب"، مکاتیب غالب (مرتبہ: عرشی) وغیرہ۔

بحیثیت مجموعی پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں تصانیفِ غالب کی ترتیب و تدوین کا کام قابلِ قدر اور قابلِ اعتبار ہونے کی بنا پر اہم مقام رکھتا ہے۔ اس سے ذخیرہ غالبیات میں وقیع اضافہ ہوا ہے۔

☆......☆O☆......☆

حوالہ جات و حواشی

(۱) نذیر احمد، پروفیسر۔ تصحیح و تحقیق متن، (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء)، ص ۴۷
(۲) تبسم کاشمیری، ڈاکٹر۔ ادبی تحقیق کے اصول، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء)، ص ۴۳
(۳) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب، شاعرِ امروز و فردا۔ (لاہور: اظہار سنز، ۱۹۷۰ء)، ص ۲۲۱
(۴) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب اور مطالعہ غالب۔ (لاہور: ادارہ ادب و تنقید، ۱۹۹۴ء)، ص ۴۱۳
(۵) تفصیل کیلئے دیکھیے "غالب کا علمی سرمایہ" از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن۔ (صفحہ ۲۷ تا ۱۲۰)
(۶) غالب کی وفات (۱۸۶۹ء) سے قیامِ پاکستان (۱۹۴۷ء) تک دیوانِ غالب کے جو قابلِ ذکر ایڈیشن شائع ہوئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(i) نظامی ایڈیشن، (بدایوان: ۱۹۱۵ء)۔
(ii) شیخ عبدالقادر (مرتب)، (لاہور: ۱۹۱۹ء)۔
(iii) نسخۂ حمیدیہ، (آگرہ: ۱۹۲۱ء)۔
(iv) ڈاکٹر ذاکر حسین (مرتب)، (برلن (جرمنی): ۱۹۲۵ء)
(v) مرقعِ چغتائی (مصور)۔ (لاہور: ۱۹۲۸ء)۔
(vi) نقشِ چغتائی (مصور)، (لاہور: ۱۹۳۵ء)۔
(vii) آغا محمد طاہر (مرتب) (دہلی: ۱۹۳۶ء)۔
(viii) تاج ایڈیشن، (لاہور / کراچی: ۱۹۳۸ء)۔

(۷) سرور، آل احمد۔ "دیباچہ"، "دیوانِ غالب اُردو (نسخۂ عرشی)، امتیاز علی عرشی۔ مرتب: (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۵۸ء)۔
(۸) اشاعت اول: (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ: یکم جولائی ۱۹۳۸ء)
(۹) اشاعت ثانی: (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۶ء)
(۱۰) اشاعت ثالث: (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۹ء)
(۱۱) قدوائی کا مرتبہ یہ دیوان اسی سال ۱۹۶۰ء میں مولوی عبدالحق کے جشنِ نود (۹۰) سالہ کے موقع پر اُردو اکیڈمی سندھ، کراچی سے بھی شائع ہوا۔
(۱۲) (i) اشاعتِ ثانی۔ (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۵ء)
(ii) اشاعتِ ثالث۔ (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۸ء)
(۱۳) (دہلی: آزاد بک ڈپو، ۱۹۳۶ء)۔

(۱۴) (i) اشاعتِ ثانی۔(لاہور: شیخ غلام اینڈ سنز، ۱۹۹۳ء)۔

(ii) اشاعتِ ثالث۔نام کی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ شائع ہوا۔
(دیوانِ غالب (عکسی)، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، سن ندارد)

(۱۵) ضمیمہ سوم میں شامل غالب کی تصانیف کا تدوینی جائزہ آگے اپنے مقام پر موجود ہے۔

(۱۶) اشاعتِ ثانی۔(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)۔

(۱۷) (دہلی: آزاد بک ڈپو، ۱۹۳۶ء)۔

(۱۸) مرزا غالب کے دوست تھے۔غالب نے کئی خطوط ان کے نام لکھے ہیں۔

(۱۹) ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم بھوپال۔

(۲۰) آگرہ: مفید عام اسٹیم پریس، ۱۹۲۱ء۔

(۲۱) (i) اشاعتِ ثانی۔(لاہور: مجلس ترقی ادب، مئی ۱۹۸۳ء)۔

(ii) اشاعتِ ثالث۔(لاہور: مجلس ترقی ادب، جون ۱۹۹۲ء)۔

(۲۲) وحید قریشی، ڈاکٹر۔نذرِ غالب، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۰ء)، ص ۱۴۳

(۲۳) ایضاً، ص ۱۶۱

(۲۴) اشاعتِ ثانی۔(لاہور: الفیصل، اپریل ۱۹۹۵ء)۔

(۲۵) اشاعتِ ثانی۔(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۳ء)۔

(۲۶) اس جائزے کے نمبر شمار ۵، کے تحت تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۲۷) (دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۷۹ء)، صفحات ۲۱۶۔

(۲۸) (بمبئی: مکتبہ ساکار، فروری ۱۹۸۸ء)۔

(۲۹) (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو (ہند) ۱۹۵۸ء)، صفحات ۵۰۲۔

(۳۰) (کان پور: مطبع نظامی، ۱۸۶۲ء)۔

(۳۱) (کراچی: ماہنامہ ماہِ نو، جولائی ۱۹۹۳ء)۔

(۳۲) (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، اگست ۲۰۰۰ء)، صفحات (اُردو: ۲۳۱، انگریزی: ۵)

(۳۳) یہ دیوان ڈاکٹر ذاکر حسین (۱۸۹۷ء.....۱۹۶۹ء) نے مرتب کیا اور برلن سے ۱۹۲۴ء میں شائع کیا۔
صفحات کی تعداد ۲۷۶ تھی۔

(۳۴) مترجم: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن۔

(۳۵) (کان پور: مطبع نظامی، طبع چہارم، ۱۸۶۲ء)۔

(۳۶) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔غالب کا علمی سرمایہ، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۲۱۔

(۳۷) (i) مہر، مولانا غلام رسول۔غالب، (لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۳۶ء)، ص ۳۸۳۔

(ii) مالک رام، ذکرِ غالب، (لاہور: مکتبہ شعر و ادب، ۱۹۷۵ء)، ص ۳۱۶۔

(۳۸) (دہلی: مطبع سلطانی، ۱۸۵۶ء)۔

(۳۹) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "غالب کا علمی سرمایہ" از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (صفحہ نمبر ۱۳۱ تا ۱۳۲)۔

(۴۰) غالب کی وفات سے قیامِ پاکستان تک "قادر نامہ" کے چند قابلِ ذکر ایڈیشن یہ ہیں:

(i) (کانپور: مطبع نظامی، ۱۸۷۱ء)۔

(ii) (لاہور: مطبع منشی مداری لال، ۱۸۷۳ء)۔

(iii) (دہلی: مطبع یوسفی، ۱۸۸۴ء)۔

(iv) (لکھنو: مطبع فیض محمدی، ۱۸۹۲ء)۔

(v) (سادھواڑہ: بلالی سٹیم پریس، ۱۹۰۷ء)۔

(vi) (کانپور: مطبع رزاقی، ۱۹۲۱ء)۔

(vii) (لاہور: ملک دین محمد اینڈ سنز، ۱۹۳۸ء)۔

(viii) (لاہور: فیروز سنز ورکس، ۱۹۳۶ء)۔

(۴۱) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگارِ غالب، خلیل الرحمٰن داؤدی، مرتب:

(لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، صفحہ ۱۶۱۔

(۴۲) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب اور مطالعہ غالب، ص ۳۰۴۔۳۰۵

(۴۳) حامد حسن قادری، مولانا۔ غالب کی اُردو نثر اور دوسرے مضامین،

(کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۱ء)، ص ۳۳......۳۴۔

(۴۴) (میرٹھ: مطبع مجتبائی، ۱۸۶۸ء)، صفحات ۱۸۸۔

(۴۵) غالب، مرزا اسداللہ۔ اُردوئے معلٰی، (دہلی: اکمل المطابع، ۱۸۶۹ء)، ص ۱۰۵

(۴۶) بحوالہ: عودِ ہندی، (میرٹھ: مطبع مجتبائی، ۱۸۶۸ء)

(۴۷) (i) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ غالب کا علمی سرمایہ،

(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۱۶۳۔

(ii) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "غالب کا علمی سرمایہ"، از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن۔

(۴۸) غالب، مرزا اسداللہ۔ عودِ ہندی، مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مرتب:

(لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، ص ۵۶۸۔

(۴۹) (دہلی: اکمل المطابع، ۲۱ ذی قعدہ ۱۲۵۵ھ/ ۶ مارچ ۱۸۶۹ء)۔

(۵۰) پرتھوی چندر۔ فکرِ غالب، (دہلی: ۱۹۶۰ء)، ص ۱۶۹۔

(۵۱) (دہلی: مطبع مجتبائی، ۱۸۹۹ء)

(۵۲) قیامِ پاکستان سے قبل اس کی چند قابلِ ذکر اشاعتیں یہ ہیں:

(i) (آگرہ: مطبع مفید عام، ۱۹۱۳ء)

(ii) (کانپور: مطبع مجیدی،۱۹۲۲ء)

(iii) (لکھنو: مطبع انوار المطابع،۱۹۲۲ء)

(iv) (لاہور: شیخ مبارک علی،۱۹۲۲ء)

(۵۳) (لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۶۹ء)

(۵۴) حالی،مولانا الطاف حسین۔مرتب:(دہلی: مطبع مجتبائی،۱۸۹۹ء)

(۵۵) سرخوش،شیر محمد۔مرتب:(لاہور: شیخ مبارک علی،۱۹۲۲ء)

(۵۶) منشی نبی بخش حقیر کے نام۔۲۔۷،عبداللطیف کے نام۔۲خطوط

(۵۷) غالب،مرزا اسداللہ۔"مکاتیب غالب"،امتیاز علی خاں عرشی،مرتب:
(رام پور: ناظم کتاب خانہ،۱۹۳۷ء)،بار اوّل،صفحات ۲۰۵

(۵۸) غالب،مرزا اسداللہ۔"خطوط غالب"،مولانا غلام رسول مہر،مرتب:
(لاہور: مجلس یادگار غالب،۱۹۶۹ء)،طبع پنجم۔ص ۱۸

(۵۹) دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ،۱۹۸۴ء،(جلد اوّل)،۱۹۸۵ء،(جلد دوم)،۱۹۸۷ء،(جلد سوم)،۱۹۹۳ء
(جلد چہارم)،۱۹۹۷ء،(جلد پنجم)

(۶۰) غالب نے اسے بفرمائش شمس العلماء ڈاکٹر ضیاء الدین،ترتیب دیا تھا۔

(۶۱) عبدالرزاق،محمد۔مرتب:انتخاب غالب،(لاہور: اقبال اکیڈمی،۱۹۴۳ء)،صفحات ۴۸

(۶۲) رشید حسن خان۔مرتب: انشائے غالب،(دہلی: مکتبہ جامعہ،۱۹۹۴ء)

(۶۳) (دہلی: مطبع سراجی،فروری ۱۸۶۷ء)

(۶۴) (لکھنو: مطبع نولکشور،۱۸۶۲ء)

(۶۵) (دہلی: مطبع احمدی،۱۹۶۳ء)

(۶۶) (دہلی: اکمل المطابع،۱۸۶۳ء)

(۶۷) بحوالہ "سوالات عبدالکریم" از مالک رام،مشمولہ ؛ ماہنامہ "آج کل" (دہلی: فروری ۱۹۵۳ء)

(۶۸) بیدل،عبدالستار۔"سوالات عبدالکریم"،مشمولہ:سہ ماہی "معاصر" پٹنہ(حصہ ۳)۱۹۵۲ء

(۶۹) (میرٹھ: مطبوعہ ہاشمی پریس،۱۸۶۵ء)

(۷۰) (دہلی: مطبع محمدی،اگست ۱۸۶۵ء)

(۷۱) (کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی،۱۸۶۶ء)

(۷۲) (دہلی: اکمل المطابع،۱۸۶۷ء)

(۷۳) عابدی،سید وزیر الحسن۔مرتب:افادات غالب،
(لاہور: مجلس یادگار غالب،پنجاب یونیورسٹی،۱۹۶۹ء)،ص ۳

(۷۴) داؤدی،خلیل الرحمٰن۔مرتب: مجموعہ نثر غالب اردو،(لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۶۷ء)،صفحہ ۵۹تا۱۲۳

(۷۵) عابدی، سید وزیر الحسن۔ افاداتِ غالب، صفحہ ۱ تا ۶۴

(۷۶) عبدالودود، قاضی۔ مرتب: "مآثر غالب" (تصحیح و ترتیب: ڈاکٹر حنیف نقوی)، (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۰ء)، ص ۲۷ تا ۲۸

(۷۷) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگارِ غالب، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۵۴

(۷۸) عابد علی عابد، سید۔ "دیباچہ" مشمولہ، کلیاتِ غالب فارسی، (جلد اول)، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، مرتب: (لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)

(۷۹) اکرام، شیخ محمد۔ حیاتِ غالب، (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۸۲ء)، بار دوم، ص ۵۸

(۸۰) (دہلی: مطبع دار السلام، ۱۸۴۵ء)

(۸۱) (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۸۶۳ء)

(۸۲) فارسی دیوان میں تیسرا قطعہ بہ عنوان "فاتحہ" ہے اور کلیات میں بہ عنوان "نوحہ" ہے۔

(۸۳) (i) (لکھنو: مطبع نولکشور، جنوری ۱۸۷۲ء)
(ii) (لکھنو: مطبع نولکشور، جون ۱۸۹۳ء)
(iii) (لکھنو: مطبع نولکشور، دسمبر ۱۹۱۴ء)

(۸۴) (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۸۶۳ء)

(۸۵) (دہلی: مطبع اکمل المطابع، ۱۸۶۳ء)، صفحات ۳۲

(۸۶) (i) (کراچی: سہ ماہی اُردو، شمارہ نمبر ۱، جلد نمبر ۴۲، جنوری ۱۹۶۶ء)
(ii) (کراچی: سہ ماہی اُردو، شمارہ نمبر ۲، جلد نمبر ۴۲، اپریل ۱۹۶۶ء)
(iii) (کراچی: سہ ماہی اُردو، شمارہ نمبر ۳، جلد نمبر ۴۲، جولائی ۱۹۶۶ء)
(iv) (کراچی: سہ ماہی اُردو، شمارہ نمبر ۴، جلد نمبر ۴۲، اکتوبر ۱۹۶۶ء)

(۸۷) (دہلی: مطبع محمدی، ۱۸۶۷ء)، صفحات ۴۰

(۸۸) (دہلی: مکتبہ جامعہ، ۱۹۳۸ء)، صفحات ۸۰

(۸۹) عابدی، سید وزیر الحسن۔ مرتب: "سبد چین" از: مرزا اسد اللہ غالب، (لاہور: مجلسِ یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)، ص ۴

(۹۰) عابدی، سید وزیر الحسن۔ مرتب: "دیباچہ" پنج آہنگ، از: مرزا اسد اللہ غالب، (لاہور: مطبوعات مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء)، ص ۱۷

(۹۱) (i) (دہلی: مطبع سلطانی، اگست ۱۸۴۹ء)، صفحات ۴۹۳
(ii) (دہلی: مطبع دار السلام، اپریل ۱۸۵۳ء)، صفحات ۳۳۵

(۹۲) (i) "کلیاتِ نثر غالب" (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۵ء)
(ii) "کلیاتِ نثر غالب" (کانپور: مطبع نولکشور، ۱۸۸۴ء، ۱۸۸۸ء)

(۹۳) (حیدرآباد دکن: مطبع انوار الاسلام، ۱۹۱۰ء)

(۹۴) (دہلی: فخر المطابع، دسمبر ۱۸۵۴ء)، صفحات ۱۱۶

(۹۵) (i) (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۹۱۵ء)

(ii) شاداں بلگرامی، مرتب، (لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۲۵ء)

(iii) (لاہور: مطبع کریمی، ۱۹۳۷ء)

(۹۶) "کلیات نثر غالب" (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۵ء)، (مہر نیم روز، صفحہ ۱۲۳ تا ۱۸۷)

(۹۷) (i) (آگرہ: مطبع مفید خلائق، نومبر ۱۸۵۸ء)، صفحات ۸۰

(ii) (بریلی: مطبع لٹریری سوسائٹی، ۱۸۶۵ء)

(iii) (لکھنو: مطبع نولکشور، جنوری ۱۸۶۸ء)

(۹۸) (i) "کلیات نثر غالب" (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۸۷۱ء، ۱۸۷۵ء)،

(دستنبو، صفحہ ۱۸۹ تا ۲۱۲)

(ii) "کلیات نثر غالب" (کانپور: مطبع نولکشور، ۱۸۸۳ء، ۱۸۸۸ء)

(۹۹) (i) (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۶ء)، طبع دوم

(ii) (دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۸ء)

(iii) (لاہور: الفیصل، جنوری ۱۹۸۹ء)

(۱۰۰) (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۸۶۲ء)، صفحات ۹۸

(۱۰۱) یہ کوئی نئی کتاب نہیں بلکہ "قاطع برہان" ہی کی متبدلہ صورت ہے۔

(۱۰۲) (دہلی: اکمل المطابع، نومبر ۱۸۶۵ء)، صفحات ۱۵۴

(۱۰۳) سہ ماہی اُردو، (کراچی: جنوری ۱۹۳۷ء)

(۱۰۴) (بمبئی: تاج آفس، ۱۹۴۴ء)، صفحات ۳۲۰

(۱۰۵) (دہلی: ماہنامہ آجکل، فروری ۱۹۴۷ء)

(۱۰۶) شخصیات کے نام یہ ہیں: آغا احمد علی اصفہانی، قاضی محمد صادق اختر، سید باقر علی باقر، امراؤ جان عرف چھٹن، فخر الدین بخش، میاں داد خان سیاح، شمس لکھنوی، قمرن جان مشتری، ناطق مکرانی اور مرزا محمد حسن قتیل۔

(۱۰۷) (بہار: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۳۹ء)

(۱۰۸) (پٹنہ: ادارہ تحقیقات اُردو، ۱۹۹۵ء)

(۱۰۹) ترجمے پر تفصیلی بحث باب چہارم میں موجود ہے۔

☆......☆O☆......☆

باب سوم:

تحقیق و تنقید

(الف) تحقیق

(i) اُردو کتب کا جائزہ

(ii) دیگر زبانوں میں تحقیق

(iii) جامعات میں تحقیق

(iv) زیرِ تحقیق مقالات

مجموعی جائزہ

(ب) تنقید

(i) اُردو کتب کا جائزہ

(ii) دیگر زبانوں میں تنقید

مجموعی جائزہ

☆...... حوالہ جات و حواشی

(الف) تحقیق

غالب پر تحقیقی کام کا آغاز قیام پاکستان سے بہت پہلے ہو چکا تھا۔(۱) جس کے تحت غالب کے سوانح اور فکر وفن کے مختلف گوشوں پر قلم اٹھایا گیا۔ اس سلسلے میں جہاں غالب کی شخصیت وفن کے کئی گمنام پہلو سامنے آئے وہاں تحقیقی عمل میں بعض تسامحات کی بناء پر حقائق کی نئی دریافت وقت کی اہم ضرورت بن کر سامنے آئی، جس نے تحقیق در تحقیق کے عمل کو مسلسل جاری رکھا۔ چنانچہ غالب کے شخصی کوائف کی تلاش اور ان کے ادب پاروں کی دریافت کا کام بدستور جاری رہا۔ تقسیم کے بعد یہ روایت آگے بڑھتی ہوئی پاکستان میں داخل ہوئی۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ غالب پر تحقیقی کام کرنے والوں نے اپنی محققانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ تحقیق میں سنی سنائی باتوں پر یقین کر لینے سے غلط روش کو فروغ مل جاتا ہے، محقق تساہلی انداز میں روایتی تصورات کو قبول کر لیتا ہے اور غلط افکار مسلمہ حقائق کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں، یا پھر ادبی تحقیق میں بعض مراحل پر حقائق تک رسائی ممکن نہیں ہوتی اور مجبوراً قیاس سے کام لینا پڑتا ہے۔ اسی طرح بعض کاتبوں کے جہل کے باعث اصل متن میں لفظی تصرفات رونما ہو جاتے ہیں...... غالب پر تحقیق کے سلسلے میں ان ساری باتوں کا امکان موجود رہا ہے جس کے نتیجے میں تحقیقی عمل مسلسل جاری رہا اور غالب پر تحقیقی کام کی رفتار کسی عہد میں بھی تعطل کا شکار نہیں ہوئی۔ اس حوالے سے پاکستانی محققین نے غالب شناسی کی اس روایت کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ آگے بڑھایا۔

بلاشبہ تحقیق اور تنقید کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ غالب کے سلسلے میں جن محققین نے تحقیق کی بنیاد تنقیدی اصولوں پر رکھی وہ بڑے کامیاب محقق قرار پائے۔ تحقیق اور تنقید کے باہمی رشتے کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر ممتاز حسین لکھتے ہیں:

''تحقیق وتنقید ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ جملہ اس وقت تک پورے طور پر مکمل نہ ہوگا جب تک یہ نہ کہا جائے کہ تحقیق، تخلیق اور تنقید تینوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ تحقیق دراصل تنقید کے لئے عقبی زمین تیار کرتی ہے اور تنقید اپنی عمارت کھڑی کرنے میں اور اس میں وزن و وقار پیدا کرنے میں اس کے خام مواد سے مدد لیتی ہے''(۲)۔

تحقیق اور تنقید کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے، محقق بنیادی لحاظ سے ایک نقاد بھی ہوتا ہے لیکن اگر وہ کسی خاص نظریے کے اثبات کی خاطر تلاش حقائق کرتا ہے تو یہ تحقیق کے ارفع مقاصد سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کے احوال وآثار پر تحقیق کرنے والے حضرات جذباتی وابستگی کا شکار ہو جاتے ہیں اور شخصی تعصب ان کی تحریروں میں در آتا ہے۔ غالب پر تحقیقی کام کرنے والے بعض حضرات نے بھی جانبدارانہ روش اختیار کی ہے۔ مثلاً ان کی قمار بازی، شراب نوشی، قرض خواہی اور مذہب پرستی جیسے امور پر چند ایک محققین تعصبات کے شکار نظر آتے ہیں۔ حالانکہ محقق کے لیے پہلے سے کسی طے شدہ نظریے پر مصر ہونا تحقیقی عمل میں صحت مند نتائج کا ضامن نہیں ہوتا۔ اس قسم کے تعصب کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''نقاد و محقق دونوں کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا ذہن ہر قسم کے مذہبی، علاقائی، ذاتی و تاریخی تعصبات اور مغالطوں سے پاک ہو، ورنہ صاحب تحقیق وتنقید غلط سمت کی طرف چلا جائے گا اور اس کا سارا کام بے بنیاد ہو جائے گا۔ نقاد اور محقق دونوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ تعصب سے، خواہ وہ کسی نوعیت کا ہو، بچے اور حقیقت اور سچائی کو اس کے اصل روپ میں تلاش کرے''(۳)۔

یہ خوش نصیبی ہے کہ پاکستان میں غالب پر کام کرنے والے اکثر اہل قلم اچھے محقق ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے نقاد بھی ہیں، اس لئے جزوی اغلاط سے قطع نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ اکثر تحقیقی کام قابل اعتبار ہے۔ پاکستان میں غالب پر زیادہ تر تحقیق ان کے سوانح پر ہوئی ہے علاوہ ازیں شاعری اور نثر بالخصوص خطوط پر جزوی نوعیت کا کام ہوا ہے۔ جہاں تک غالب کی

نثری وشعری تصانیف کی دریافت اوران کی تدوین کا تعلق ہے، اس کے لیے علیحدہ باب مرتب کیا گیا ہے(۴)۔

مختصر یہ کہ اس جائزے میں جن کتب کا مطالعہ درپیش ہے وہ خالصتاً تحقیقی مزاج کی حامل ہیں، لیکن ایسی کتابیں جو تحقیقی اور تنقیدی امتزاج کے اعتبار سے مخلوط حجم رکھتی ہیں، انہیں کثرتِ مواد کے مطابق متعلقہ حصے میں جگہ دی جارہی ہے۔ لہٰذا ذیل میں غالب پر لکھی گئی ان تحقیقی کتب کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے جو پاکستان میں شائع ہوئیں۔ ایسی کتابیں جو اولاً بھارت سے شائع ہوئیں، ان کی بھارتی اشاعتوں کے حوالے حواشی میں درج کیے جارہے ہیں۔

اس جائزے کے آخر میں جامعات میں ہونے والی تحقیق اور اس کے نتیجے میں لکھے گئے مقالات کے کوائف زمانی ترتیب کے ساتھ درج کئے جارہے ہیں۔ یہ تمام مقالات چونکہ کتابی حجم میں ہیں اس لیے انہیں عام مضامین ومقالات کی فہرست سے الگ کرکے اس کتابی جائزے میں شامل کیا جارہا ہے۔ بلاشبہ اس سے جامعات میں غالب شناسی کی روایت پروان چڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ یہ تحقیقی مقالات چونکہ غیر مطبوعہ ہیں، اس لیے ان کے کوائف بلاتبصرہ درج کیے جاتے ہیں۔ تاہم ان میں سے جو مقالات کتابی شکل میں شائع ہوچکے ہیں ان پر تفصیلی تبصرہ کتابی جائزے میں شامل ہے۔

پاکستان میں غالب پر اُردو زبان کے علاوہ انگریزی، فارسی اور دیگر علاقائی زبانوں میں بھی تحقیقی کام ہوا ہے۔ ذیل میں ان تمام تحقیقی کتب کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے جو قیامِ پاکستان سے لے کر ۲۰۰۵ء تک شائع ہوئیں۔

☆……☆O☆……☆

(i) اُردو کتب کا جائزہ

پاکستان میں غالب پر زیادہ تر تحقیقی کام اُردو زبان میں ہوا ہے۔ نامور محققین نے دیگر موضوعات پر لکھنے کے ساتھ ساتھ غالب کے سوانح اور فکر و فن کی مختلف جہتوں پر عرق ریزی سے کام کیا ہے۔ اس جائزے میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ طوالت سے قطع نظر کرتے ہوئے زیر بحث کتب کے بارے میں صرف بنیادی نوعیت کی معلومات بہم پہنچائی جائیں اور حسب ضرورت تبصرہ کر کے کتب کے موضوعات کا تعین کر دیا جائے تاکہ اہم اور ضروری معلومات یکجا ہو سکیں۔ اس جائزے میں زمانی ترتیب کا خیال رکھا جائے گا البتہ جن کتب پر سال اشاعت درج نہیں انہیں آخر میں مصنفین کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کیا جائے گا۔

1- فرہنگِ عودِ ہندی غالب:

سید ابو محمد کاوش کی یہ تصنیف کشمیری بازار لاہور سے پہلی بار جنوری ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی جبکہ اس ادارے سے اس کا دوسرا ایڈیشن اگست ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب عودِ ہندی کا فرہنگ ہے۔ جس میں تقریباً پندرہ سو لغات حل کیے گئے ہیں۔ جہاں کہیں زیادہ تشریح کی ضرورت نہ تھی وہاں مرادی معنی پر اکتفا کیا گیا ہے اور جہاں لغات کی توضیح کی گئی ہے وہاں مرادی معنی بھی لکھ دیے گئے ہیں۔ اس کتاب میں خاص طور پر علم معانی، بیان، بدیع، اخلاق اور تصوف وغیرہ کی اصطلاحات کی تشریح کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی ''عود ہندی'' کو سمجھنے کے لئے یہ کتاب ایک رہبر و رہنما کا درجہ رکھتی ہے۔

2- غالب۔ سوانح اور انتقاد:

مولانا غلام رسول مہر کی تصنیف ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل لاہور سے اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے (۵)۔ جبکہ پانچواں (زیر نظر) ایڈیشن شیخ مبارک علی اینڈ سنز نے ۱۹۵۱ء میں

لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۸۰ ہے۔ یہ کتاب چودہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں غالب کی ذاتی اور فنی زندگی کے بارے میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

پہلا باب:	پیدائش، نام ونسب وتعلیم
دوسرا باب:	شادی، خانگی زندگی اور متعلقین
تیسرا باب:	دہلی میں سکونت اور مکان
چوتھا باب:	سفرِ کلکتہ
پانچواں باب:	رام پور اور میرٹھ کا سفر
چھٹا باب:	پنشن کا مقدمہ
ساتواں باب:	ابتلائے اسیری
آٹھواں باب:	مالی حالت، مداح گوئی اور صلہ یابی
نواں باب:	داستانِ غدر
دسواں باب:	پنشن کے حصول کے لیے سعی و۔ نارش
گیارھواں باب:	عوارض اور وفات
بارھواں باب:	اخلاق وعادات اور متفرق حالات
تیرھواں باب:	تصانیف
چودھواں باب:	کلام، طریقِ اصلاح اور مشاعرے

زیرِ نظر کتاب غالب کی پہلی مستند سوانح عمری ہے جو ان کے کلام نظم ونثر سے ماخوذ ہے۔ یہی اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب کی زندگی کے ہر گوشے پر نگاہ رکھی گئی ہے اور ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے مطالعے سے غالب کی ہفت پہلو شخصیت کھل کر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ کتاب کے آخر میں غالب کی تصاویر اور غالب کا ایک غیر مطبوعہ فارسی خط بنام نواب علاء الدین احمد خاں شامل ہیں۔ اس طرح یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔

3-ذکرِ غالب:

پیر شریف احمد عثمانی کی تصنیف ہے۔ مکتبہ ادب، ایجوکیشنل پبلشرز لاہور نے اپریل ۱۹۶۱ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۰ ہے۔ اس کتاب میں ۳۹ عنوانات کے تحت غالب کی زندگی کے اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں غالب کا پورا نام، پیدائش، حسب نسب، غالب کی والدہ، شکل و شمائل، تعلیم، شادی، خوراک، لباس، مختلف جانوروں کا شوق، غالب کی شاعری، تصانیف، سفر، مقدمہ پنشن، آخری عمر، وفات اور غالب کے مذہب پر جامع انداز میں بحث کی گئی ہے۔ بین السطور کہیں کہیں غالب کے شعری محاسن کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ بحثیت مجموعی یہ کتاب غالب کی شخصیت کا بھر پور انداز میں احاطہ کرتی ہے۔

4-لمحاتِ غالب:

عارف بٹالوی کی یہ تصنیف غالب شناسی کی اہم کڑی ہے۔ یہ کتاب پہلی بار ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور سے جولائی ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی۔ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب غالب کی زندگی کے مختلف گوشوں کی مکمل تصویر پیش کرتی ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں ۲۶ عنوانات کے تحت غالب کے حالاتِ زندگی (تفصیلاً) اور فن پر (مختصراً) بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں "یارانِ غالب" کے عنوان سے غالب کے ۲۸ دوستوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے نام لکھے گئے غالب کے خطوط میں سے چھوٹے ٹکڑے بھی دیے گئے ہیں۔

5-یادگارِ غالب:

مولانا الطاف حسین حالی کی یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی (۶) اور بہت مقبول ہوئی (۷) اس کے بعد ہندوستان میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے (۸)۔ یہ کتاب پاکستان میں پہلی مرتبہ مجلس ترقی ادب لاہور سے ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی۔ اس ایڈیشن میں صفحات کی تعداد ۵۹۷ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں مرزا غالب کی زندگی کے واقعات اور ان کے اخلاق و عادات بیان کیے گئے ہیں۔ اس حصے میں ۵۲ عنوانات کے تحت غالب کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات و واقعات شامل کیے گئے ہیں۔ جبکہ دوسرے

حصے میں غالب کے کلام نظم ونثر کا انتخاب شامل کر کے جدا جدا تبصرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں مرزا کے کلام کا موازنہ ایران کے بعض مسلم الثبوت اساتذہ کے کلام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ پاکستان میں اس کتاب کو خلیل الرحمٰن داؤدی نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ ابتداء میں داؤدی نے ۴۸ صفحات کا مقدمہ لکھا ہے جس میں انہوں نے مولانا حالی کی حیات کے اہم واقعات مثلاً ولادت، تعلیم، تربیت، مشاغل، تصانیف وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ کتاب میں دس صفحات پر مشتمل ''دیباچہ'' ہے جس میں مرزا غالب کی زندگی کا اہم واقعہ ان کی شاعری کو قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان میں اس کتاب کی اشاعت خالصتاً تحقیقی بنیادوں پر کی گئی ہے جس میں تصحیح متن کی وضاحتیں شامل کرنے کے ساتھ ساتھ صحت نامہ اغلاط بھی درج کیا گیا ہے۔ ادارہ یادگار غالب، کراچی نے ۱۹۹۷ء میں ۴۳۸ صفحات پر مشتمل اس کا ایک اور ایڈیشن شائع کیا ہے یہ ایک عکسی دریافت ہے جسے طباعتِ اوّل (کانپور، نامی پریس ۱۸۹۷ء) کے سو سال بعد شائع کیا گیا ہے۔ یہ گویا یادگار غالب کا صدی ایڈیشن ہے۔ زیر نظر ایڈیشن میں عکسی طباعت میں غلط نامہ کے مطابق غلطیوں کی تصحیح کردی گئی ہے۔ سرورق پر غالب کی تصویر طبع اوّل ۱۸۹۷ء کا عکس ہے۔ زیر نظر کتاب کے دو اور ایڈیشن بھی پاکستان سے شائع ہوئے (۹)۔

6- غالب تاریخ کے آئینے میں:

سید نظیر حسین زیدی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو مسعود اکادمی ناظم آباد کراچی نے ۱۹۶۳ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ زیر نظر کتاب چھ مضامین کا مجموعہ ہے۔ کتاب کا پہلا مضمون ''غالب اور نواب حامد علی خاں'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں دنوں کے تعلقات پر روشنی پڑتی ہے۔ غالب نے اپنے خطوط میں حامد علی خاں کا کئی جگہوں پر تذکرہ کیا ہے۔ دوسرا مضمون ''اسماعیل میرٹھی کے جدید رجحانات'' کے عنوان سے ہے جس میں بالواسطہ طور پر غالب کے فکر وفن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اسی طرح ایک اور مضمون میں غالب کے سوانح کو تاریخی اعتبار سے جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخری مضمون میں اخبار ''رفیق ہند'' کا تذکرہ ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کی زندگی کے چند اہم پہلوؤں کو بے نقاب کرتی ہے۔

7-غالب (بچوں کے لیے):

رضیہ سجاد ظہیر کی یہ کتاب پہلی مرتبہ آئینہ ادب لاہور سے ۱۹۶۴ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۰۶ ہے۔اس کتاب کو دس چھوٹے چھوٹے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔یہ کتاب بچوں کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس میں ہلکے پھلکے انداز میں ایک کہانی کی صورت میں غالب کی شخصیت سے متعارف کروایا گیا ہے۔

8-حیاتِ غالب:

سید اوج محمد لکھنوی کی تصنیف ہے۔ حالؔی کی ''یادگارِ غالب'' کے بعد غالب فہمی کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا۔لوگوں کو غالب کی عظمت کا احساس ہوا۔ چنانچہ ''یادگارِ غالب'' کے فوراً بعد غالب کی زندگی پر یہ چھوٹی سی کتاب ۱۸۹۹ء میں منظر عام پر آئی (۱۰)۔اولین اشاعت کے بعد ایک طویل عرصے تک اس کا کوئی ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔ بالآخر نادم سیتاپوری نے اسے دوبارہ مرتب کیا۔اوّل انہوں نے مکمل کتاب مع تبصرہ وتنقید رسالہ ماہِ نو (کراچی) کے مارچ ۱۹۶۴ء کے خصوصی شمارے میں شائع کرائی (۱۱)۔ بعدازاں اپنی کتاب ''غالب نام آورم'' میں بھی اسے شائع کیا (۱۲)۔ یہ کتاب غالب کی زندگی کا نہ تو مکمل احاطہ کرتی ہے اور نہ ہی مطالعہ غالب میں نئی معلومات فراہم کرتی ہے۔ یہ غالب پر لکھی جانے والی قدیم کتابوں میں سے بس ایک ہے جس کا اندازِ بیاں کسی قدر دلچسپ ہے۔

9-سرگزشتِ غالب:

ناصر عابدی کی مرتبہ یہ کتاب پہلی بار الکتاب، کراچی سے اکتوبر ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ یہ کتاب بھی غالب کے سوانح حیات کا عمدہ مرقع ہے۔اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اسے خطوط غالب کی روشنی میں ترتیب دے کر غالب کے حالاتِ زندگی اور اہم کارناموں کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں ۲۲ عنوانات کے تحت غالب کی حیات کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں غالب کے لطائف وظرائف پر مبنی واقعات درج ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

10-غالب کون ہے؟:

قدرت نقوی کی تصنیف ہے جو امروز پرنٹنگ پریس ملتان سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ ۲۰۸ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا (۱۳)۔ کتاب دو حصوں میں مشتمل ہے، پہلے حصے میں ''حیات'' کے عنوان کے تحت تین ابواب ہیں جبکہ دوسرا حصہ ''فن'' کے عنوان سے چار ابواب پر مشتمل ہے۔ تفصیل اس طرح ہے:

حصہ اوّل......حیات:

(الف) غالب کا رابطہ فرنگ (ب) غالب کے معتقدات (ج) غالب کے آخری آیام

حصہ دوم......فن:

(الف) قران اسعیدین (ب) قفس رنگ (ج) تماشا کہیں جسے (د) حرف آخر۔

یہ کتاب اگرچہ نیم تحقیقی و نیم تنقیدی نوعیت کی ہے لیکن اس کا اکثر مواد تحقیقی مزاج کا حامل ہے۔ غالب کی زندگی کو تحقیقی اور فن کو تنقیدی حوالے سے پیش کیا گیا ہے۔ کتاب میں زیر بحث موضوعات پر اگرچہ بہت کچھ لکھا جا چکا ہے لیکن مصنف نے ان موضوعات پر علم اٹھا کر بعض نئے پہلو سامنے لانے کی کوشش کی ہے جس سے اس کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

11-جہانِ غالب:

کوثر چاند پوری کی کتاب ہے جسے اولاً بھارت سے شائع کیا گیا (۱۴)۔ پاکستان میں اس کتاب کو حامد برادرز، لاہور نے جون ۱۹۶۶ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۲۳ ہے۔ یہ کتاب بارہ (۱۲) مقالات کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ پہلے مضمون میں غالب کے دور کے سیاسی، سماجی پس منظر کو بیان کیا گیا ہے جس میں مغلیہ اقتدار کا آفتاب ڈھل رہا تھا اور برطانوی شان و شوکت لحہ بہ لحہ رو بہ کمال تھی۔ دوسرے مضمون میں غالب کے دو اساتذہ ملا عبدالصمد اور شیخ معظم کے بارے میں غالب کے بیانات پر مبنی مفید معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

''غالب کا قلمی چہرہ'' کتاب کا تیسرا مضمون ہے جس میں غالب کی شخصیت، چہرے مہرے کے خوبصورت خدوخال بیان کیے گئے ہیں۔ ''غالب کی رندمشربی و آزادہ روی'' کتاب کا چوتھا مضمون ہے جس میں غالب کی آزاد طبیعت اور مے پرستی کے بارے میں اس کی عادتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک مضمون ''غالب کا ضابطہ رومان'' ہے جس میں ڈومنی کی داستانِ عشق اور اس کی موت پر غم کے اظہار کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ ''غالب کی اخلاقی کمزوریاں'' میں غالب کے حسب نسب کو قصیدہ گوئی کے حوالے سے پست ہوتے دکھایا گیا ہے۔ ''غالب کی خانگی زندگی'' میں غالب کی وفادار بیوی سے اس کی محبت کے پہلو کو واضح کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخری پانچ مضامین میں غالب کی وطن پرستی، شاعرانہ تصرفات، مہمل اشعار اور اعادہ و تکرار پر تنقیدی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ آخر میں حوالہ جات اور کتابیات کی فہرست دی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب غالب کے سوانح پر ایک ٹھوس اور جامع تحقیق کا درجہ رکھتی ہے۔

12- مقامِ غالب:

عبدالصمد صارم کی یہ کتاب نقوش پریس، لاہور سے اپریل ۱۹۶۸ء میں شائع کی۔ صفحات کی تعداد ۲۷۲ ہے۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں غالب کے حالاتِ زندگی سے متعلق نمایاں پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے جن میں حالات، تعلیم، اساتذہ، علمیت، تخلص، مذہب اور طرز شاعری کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ دوسرے باب میں غالب کی شاعری کے تاریک پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف نے محققانہ انداز میں غالب کے مہملات، سرقہ، اغلاط، خراب تراکیب، سوقیانہ پن، مبتذل تشبیہات وغیرہ کو موضوع بحث بنایا ہے۔ تیسرے باب میں غالب کی شاعری کے روشن گوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح باب چہارم ''نتیجہ'' کے عنوان سے ہے جس میں مرزا کے محاسن و مصائب کے ہر ہر پہلو کو منصفانہ انداز میں سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں مبصرین کی آراء اور ان کے تبصرے بھی شامل کیے گئے ہیں۔ اگرچہ یہ کتاب غالب کی شاعری کا تنقیدی جائزہ بھی ہے لیکن اس تنقید کو تحقیق کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے اور غالب کے سوانح کو بھی تحقیق کی روشنی میں ترتیب دے کر سامنے لایا گیا ہے۔

13-یادِ غالب:

خالد بزمی، خالد شفیق اور صابر گیلانی اس کتاب کے ترتیب کار ہیں۔ جسے پہلی مرتبہ غالب کی صد سالہ برسی کی مناسبت سے شائع کیا گیا ہے۔ ۱۵۷ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مجلس اُردو، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں تین حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کو منظوم خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ دوسرے حصے میں ان قدیم شعراء کی غزلیں درج کی گئی ہیں جو غالب کی مختلف غزلوں کی طرحوں پر کہی گئی تھیں۔ اسی طرح تیسرے حصے میں ان جدید شعراء کی غزلیں شامل کی گئی ہیں جو جدید شاعری کے حوالے سے معروف ہیں۔ یہ غزلیں بھی غالب کی زمینوں میں لکھی گئی ہیں۔ البتہ ان جدید شعراء کی غزلوں کو دیوانِ غالب کی ترتیب کے مطابق درج کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب کو تحقیقی اصولوں کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔

14-سرگزشتِ غالب:

مرزا احمد بشیر کی یہ کتاب اگرچہ پہلی مرتبہ بھارت سے شائع ہوئی تھی (۱۵) لیکن پاکستان میں بھی ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر اسے کراچی سے شائع کیا گیا۔ یہ کتاب غالب کے حالاتِ زندگی کا اہم مرقع ہے۔ ۹۶ صفحات پر مشتمل اس کتاب کو چھوٹے چھوٹے سولہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ غالب کے حالات زیادہ تر ان کی نثر خصوصاً خطوط سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ''عودِ ہندی''، ''اُردوئے معلّیٰ''، ''پنج آہنگ'' اور ''دستنبو'' سے ایسی تمام عبارتیں یکجا کر لی گئی ہیں جن سے ان کی زندگی کا مکمل انکشاف ہوتا ہے۔ ''سرگزشتِ غالب'' سے نہ صرف غالب کے حالاتِ زندگی کا پتا چلتا ہے بلکہ اس عہد کے سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور تاریخی حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

15-بزمِ غالب:

عبدالرؤف عروج کی مرتبہ یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب کراچی نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر اسے مارچ ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ ۴۴۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب معاصرین غالب کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ اس میں تین سو تین (۳۰۳) ایسے معاصرین غالب کا حوالہ دیا گیا ہے، جن کا تعلق کسی نہ کسی پہلو سے غالب کے ساتھ

رہا ہے۔ اس کتاب میں غالب کے دوستوں، شاگردوں، عزیزوں اور دیگر واقف کاروں کے ذریعے غالب کے حالاتِ زندگی جاننے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں عود ہندی، اُردوئے معلیٰ، کلیاتِ نثر فارسی، کلیاتِ نظم فارسی، دیوانِ غالب (اُردو)، نادراتِ غالب وغیرہ سے اسم شماری میں مدد لی گئی ہے۔ اس کتاب کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں تمام افراد کے حالات اور ان کے کلام کا نمونہ بھی دیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں فہرست کتابیات میں تمام ماٰخذ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب سلسلۂ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

16-غالب نما:

سید ابنِ حسن قیصر کی مرتبہ یہ کتاب ایک اشاریہ ہے جو ایجوکیشنل پریس کراچی سے ۱۹۶۹ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس کتاب میں ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۸ء تک پاکستانی رسائل و جرائد میں شائع شدہ ان تحریروں کا وضاحتی اشاریہ ہے جو غالب کی حیات اور ان کے فن پر لکھے گئے تھے۔ ان تحریروں میں کلامِ غالب کے تراجم، غیر مطبوعہ منظومات پر تحقیقات، وفات، مقبرہ، مزار، غالب کی مختلف تصانیف کے مطبوعہ ایڈیشن۔ غالب کی تصاویر کے حوالے، خطوط کے عکس اور دواوین کے حوالے شامل ہیں۔ پاکستان کے مختلف جرائد و رسائل میں ان تحریروں کا پتا لگانا ایک بہت مشکل کام تھا۔ یہ مزید تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بے حد اہمیت کا حامل کام ہے۔ اس اشاریے کی تیاری میں مصنف کے پیشِ نظر جو رسائل و جرائد تھے ان کے نام یہ ہیں:

ادبی دنیا (لاہور)، اُردو (کراچی)، اُردو نامہ (کراچی)، افکار (کراچی)، العلم (کراچی)، اوراق (لاہور) اورینٹل کالج میگزین (لاہور)، بہترین ادب (لاہور)، خیال (لاہور)، روحِ ادب (کراچی)، ساقی (کراچی)، سویرا (لاہور)، سیپ (کراچی)، فنون (لاہور)، قلمکار (لاہور)، مہرِ نیم روز (کراچی)، نقوش (لاہور)، نگار پاکستان (کراچی)، نیا دور (کراچی)، نئی تحریریں (لاہور)، ہم قلم (کراچی)

یہ کتاب ۱۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ایک تحقیقی نوعیت کا اشاریہ ہے جو غالبیات میں اہم مقام کا حامل ہے۔

17-اشاریۂ غالب:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی مرتبہ یہ کتاب بھی اشاریہ ہے جو مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ ۴۹۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ ''پیش لفظ'' پروفیسر علاؤالدین صدیقی نے لکھا ہے۔ ''تعارف'' پروفیسر حمید احمد خان کے قلم سے ہے جبکہ ''عرضِ مرتب'' کے تحت سید معین الرحمٰن نے بیس صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ قلم بند کیا ہے جس میں انہوں نے غالب کے فکروفن پر بحث کرتے ہوئے کتاب کی غرض و غایت بیان کی ہے اور ابواب کا تعارف کرایا ہے۔ اس اشاریے کی ابواب بندی اس طرح ہے۔

پہلا باب	تصانیفِ غالب (۱)	صفحہ	۴۵	تا	۹۴
دوسرا باب	تصانیفِ غالب (۲)		۹۵	تا	۱۹۴
تیسرا باب	متفرقاتِ غالب		۱۹۵	تا	۲۷۲
چوتھا باب	تراجم غالب		۲۷۳	تا	۳۹۶

آخر میں ''تصانیفِ غالب'' سے متعلق ایک ضمیمہ دیا گیا ہے۔ اس کے بعد اسماء، اماکن، تصانیف، رسائل، کتب اور اداروں وغیرہ پر مشتمل انڈکس ہے اور سب سے آخر میں چار صفحات کا ''غلط نامہ'' دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی غالبیات کے سلسلے کی یہ ایک اہم کتاب ہے۔

18- تلاشِ غالب:

نثار احمد فاروقی کی مرتبہ یہ کتاب تحقیق کا عمدہ نمونہ ہے۔ اسے کتابیات لاہور نے مئی ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۱ ہے۔ یہ کتاب مرزا غالب کے تیرہ غیر مطبوعہ خطوط، نو دریافت کلام اور فکروفن پر تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب دس عنوانات پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے ''نوادرِ غالب'' کے عنوان سے تین حصے دیے گئے ہیں۔ پہلے حصے میں گیارہ فارسی خطوط اور ایک اُردو کا رقعہ شامل کیا گیا ہے۔ ان کا مآخذ قلمی بیاض ہے۔ ''نوادرِ غالب'' کے عنوان سے دوسرے حصے میں غالب کا ایک خط بنام سرسید احمد خان اسی طرح ''نوادرِ غالب'' کے عنوان سے تیسرے حصے میں غالب کا کچھ غیر مطبوعہ کلام دیا گیا ہے جو ایک قدیم مطبوعہ رسالے ''عیدی نامہ'' (جو اب رضا لائبریری میں محفوظ ہے) میں شائع ہوا تھا۔ اسی طرح سے اس کتاب کا ایک مقالہ

''کچھ غالب کے بارے میں'' کے نام سے ہے۔ جس میں بعض نادر معلومات دی گئی ہیں مثلاً لکھنو کی دو مشہور طوائفوں زہرہ اور مشتری کے اعتراضات کے سلسلے میں نور محمد خاں کا ایک خط شامل کیا گیا ہے۔ جو اشرف الاخبار، دہلی میں شائع ہوا تھا۔ کتاب کا آخری اور اہم مضمون ''نسخہ امروہہ'' کے بارے میں ہے۔ اس میں نسخہ امروہہ کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا ہے کہ غالب نے اسے انیس سال کی عمر میں مرتب کیا تھا۔

اس کتاب کا ایک ایڈیشن، متذکرہ ایڈیشن کے ساتھ مئی ۱۹۶۹ء میں کوہ نور پریس دہلی سے بھی شائع ہوا تھا۔ جبکہ بھارت میں اس کی دوسری اشاعت (۱۶) میں آٹھ نئے مضامین شامل کر کے مضامین کی کل تعداد اٹھارہ کر دی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

19-دودِ چراغِ محفل:

سید حسام الدین راشدی نے اس کتاب کو ترتیب دے کر ادارہ یادگار غالب کراچی سے، مارچ ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ یہ کتاب غالب صدی کی نگارشات میں اہم اضافہ ہے۔ اس کتاب میں غالب کے شاگردوں اور واقف کاروں میں سے پانچ شعراء کے سوانح اور ان کے کلام کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ یہ وہ شاعر ہیں جن کے دواوین چھپ چکے ہیں لیکن نایاب ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ شعراء کا کلام خاصی مقدار میں شامل کیا گیا ہے تا کہ ان کے نایاب کلام کو ایک مرتبہ پھر تازہ کیا جا سکے۔ کتاب کے آغاز میں ''حقیقتِ حال'' کے تحت راشدی نے کتاب کی غرض وغایت پر روشنی ڈالی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے جن شعراء کا ذکر کیا ہے، ان کے نام یوں ہیں:

(۱) ناطق مکرانی۔ معترض غالب (۲) خادم بروائی۔ غالب کا ملاقاتی (۳) رسوا بجنوری۔ غالب کا ہم نوا (۴) مولانا طرزی ہاپوڑی۔ شاگرد غالب (۵) شاہ باقر نگائی۔ شاگرد غالب۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالبیات کے سلسلے کی اہم کڑی ہے اور سخن فہموں کے لیے اس سے استفادہ کرنے کی پوری گنجائش موجود ہے۔

20-وفاتِ غالب کا سوواں سال:

اشرف قدسی کی مرتبہ ڈائری ہے جسے ادارہ معاشرتی بہبود ساہیوال نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ یہ ایک ہفتہ وار ڈائری کے طرز پر ہے۔ ایک طرف غالب کے اشعار، تعارف، تصاویر اور غالب کی مختلف کتابوں کے ابتدائی اشاعتوں کے عکس دیے گئے ہیں اور دوسرے صفحے کو ہفتے کے سات دنوں میں تقسیم کر کے یادداشت کے لیے جگہیں چھوڑی گئی ہیں۔ اس طرح اس ڈائری کو پورے سال کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب میں مختلف کتب و جرائد سے استفادہ کیا گیا ہے۔ تصاویر کو عبدالرحمٰن چغتائی اور حنیف رامے کی تصاویر سے مزین کیا گیا ہے۔ بعض صفحات پر غالب کے بارے میں محققین کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی غالب شناسی کی روایت میں یہ ایک اچھی کاوش ہے۔

21-غالب نام آور:

انجمن ترقی اُردو کراچی نے پہلی بار ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ یہ کتاب ۴۶۳ صفحات پر مشتمل ہے اور انجمن کے سہ ماہی مجلّے ''اُردو'' کے مضامین کا انتخاب ہے۔ یہ جریدہ چالیس برس تک بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی سرپرستی میں نکلتا رہا اس میں وقتاً فوقتاً غالب کی شخصیت و فن کے بارے میں جو کچھ شائع ہوتا رہا اس میں سے زیر نظر کتاب میں ۱۵ مضامین منتخب کر کے شائع کیے گئے ہیں۔ مضامین کی فہرست اس طرح سے ہے:

۱۔ نسب نامہ غالب نوشتہ راقم دہلوی (مرزا رفیق بیگ)

۲۔ عہد و سوانح غالب (ڈاکٹر محمد اشرف)

۳۔ غالب کے متعلق ۱۸۶۸ء کا ایک انگریزی خط (ڈاکٹر سید سجاد)

۴۔ روائداد مقدمہ غالب (ڈاکٹر مولوی عبدالحق)

۵۔ ۱۸۵۷ء اور غالب (ڈاکٹر گوپی چند نارنگ)

۶۔ غالب اور دربار رام پور (مالک رام)

۷۔ غمگین اور غالب (محمد مسعود احمد)

۸۔ محاسنِ کلام غالب (ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری)

۹۔	غالب	(آل احمد سرور)
۱۰۔	غالب کا فلسفہ	(سید ہاشمی فرید آبادی)
۱۱۔	غالب کا فن اور اس کا نفسیاتی پس منظر	(ڈاکٹر اختر اور ینوی)
۱۲۔	کلام غالب (اُردو) کی شرحیں	(سید ہاشمی فرید آبادی)
۱۳۔	مے خانہ آرزو سرانجام	(مسلم ضیائی)
۱۴۔	مثنوی ابر گہر بار	(تحسین سروری)
۱۵۔	غالب کی خود نوشت سوانح عمری کا ایک ورق	(مولوی عبدالحق)

کتاب کے آغاز میں ''حرفے چند'' کے عنوان سے جمیل الدین عالی نے دو صفحات کا تعارف لکھا ہے۔ کتاب میں شامل اکثر مضامین غالب کے سوانح حیات اور اس کے عہد سے متعلق ہیں۔ غالب کی ذاتی زندگی پر کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب راہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

22-غالب: سب اچھا کہیں جسے:

پروفیسر کرار حسین کی تصنیف ہے۔ یہ ادارہ یادگار غالب، کراچی سے مارچ ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۴۳ ہے۔ یہ کتابچہ چھ موضوعات پر مشتمل ہے۔ پہلے عنوان ''معاشرتی پس منظر'' کے تحت اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے زبردست تاریخی بحران کے شکار معاشرے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ کتاب کا دوسرا مضمون اکبر آباد (آگرہ) کے عنوان سے ہے جس میں غالب کی پیدائش، تعلیم، شادی اور شاعری کے ابتدائی شوق کو موضوع بنایا گیا ہے۔ تیسرے عنوان ''دہلی مرحوم'' کے تحت غالب کی دہلی آمد، دہلی کے اجڑنے بسنے اور غالب کی شاعری میں سلجھاؤ اور نکھار پیدا ہونے کے عمل کو واضح کیا گیا ہے۔ چوتھا مضمون ''زندگی کی کشمکش'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں سفرِ کلکتہ اور پنشن کے معاملات اور اس کے ساتھ قاطع برہان کی ادبی معرکہ آرائی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ پانچویں مضمون ''حادثاتِ زمانہ'' میں قید سے رہا ہونے کے بعد غالب کی زندگی کے خارجی حالات کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ ''توازن اور پختگی'' کتاب کا آخری مضمون ہے جس میں کلامِ غالب کے محاسن بیان کیے گئے ہیں۔ زیرِ نظر کتابچے کے پانچ زبانوں میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ (تفصیل آئندہ صفحات میں ہے)۔

23- شہنشاہ سخن مرزا غالب کے فارسی کلام پر ناقدانہ نظر:

سید عارف شاہ گیلانی کی تصنیف ہے۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۴۲۹ ہے۔ یہ کتاب دراصل مصنف کے غالب پر پی ایچ۔ڈی کے مقالے کا اُردو ترجمہ ہے۔ یہ مقالہ انگریزی میں تحریر کیا گیا اور ۱۹۴۷ء میں بمبئی یونیورسٹی کو ڈگری کے لیے پیش کیا گیا۔ اس کے بعد ضروری اصلاح اور ترامیم اور اضافوں کے بعد ۱۵ رنومبر ۱۹۵۶ء کو حکومت سندھ کی اجازت سے یہ مقالہ ترجمے کے ساتھ سندھ گورنمنٹ پریس، کراچی سے شائع کیا گیا اور کم وبیش چودہ سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن زیرِ نظر کتاب کی صورت میں سامنے آیا۔ یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب کے ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) صفحات ہیں۔ اس کا عنوان ''سوانح حیات'' ہے جسے گیارہ فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس باب میں غالب کی پیدائش، نسب، ازدواجی زندگی، ہجرت، پنشن کا مسئلہ، سفر، رفقاء، ادبی معرکے، دربار سے وابستگی، علالت، موت اور مدفن وغیرہ کو تحقیقی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا باب ''کلام پر تبصرہ'' کے عنوان سے ہے جس میں آٹھ فصلیں ہیں اور ان میں غالب کی شاعری کا پس منظر بیان کرنے کے علاوہ فارسی و اُردو تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ غالب کے فارسی قصائد، غزلیات، مثنویات، قطعات، رباعیات اور فارسی خطوط کے حوالے سے تنقیدی و تحقیقی بحث کی گئی ہے۔ آخر میں ایرانی شعراء کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے غالب کا مقام متعین کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں کتابیات کے عنوان سے مآخذ کی فہرست دی گئی ہے علاوہ ازیں ایک اشاریہ بھی مرتب کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی غالب پر بہت اہم اور قابلِ قدر کتاب ہے۔

24- غالب نام آورم:

نادم سیتاپوری کی یہ کتاب اگرچہ پہلی بار بھارت سے شائع ہوئی تھی (۱۷) لیکن پاکستان سے بھی یہ کتاب سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۷۶ ہے۔ یہ کتاب کل ۱۴ مضامین پر مشتمل ہے جن سے غالب کی زندگی، ان کی شخصیت اور ان کے عہد کے اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ کتاب کے دو مضامین ''غالب اور مولانا فضل حق خیر آبادی'' اور ''غالب کی باقیات الصالحات'' ایسے ہیں جن کے لیے منتشر صورت میں تو بہت مواد

ملتا ہے لیکن جامع اور یکجا شکل میں کچھ نہیں ملتا۔ مصنف نے ان مضامین میں حتی المقدور تمام گوشوں کا احاطہ کیا ہے۔ ''باقیات الصالحات'' میں غالب کی اولاد کے بارے میں مفصل معلومات میسر آتی ہیں۔ اس کتاب کے تمام مضامین غالب کی شخصیت کا کوئی نہ کوئی پہلو اجاگر کرتے ہیں۔ اسی طرح ''غالب کی حریف زہرہ، مشتری'' ، ''غالب کی ایک قدیم سوانح عمری''، ''ایک ممتاز غالب شناس''، ''غالب اور سرسید'' اور ''غالب کا ایک گمنام شاگرد'' کتاب کے قابل رشک مضامین ہیں۔ سید اوج محمد لکھنوی کی کتاب ''حیاتِ غالب'' (لکھنو: ۱۸۹۹ء) بھی زیر بحث کتاب میں شامل ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب محققانہ بالغ نظری کی عمدہ مثال ہے۔

25-غالب کے کلام میں الحاقی عناصر:

نادم سیتاپوری کی تصنیف ہے، یہ مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی سے ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۲۰ ہے۔ اگرچہ یہ کتاب اس سے پہلے لکھنو (بھارت) سے بھی شائع ہو چکی ہے (۱۸)، لیکن زیر نظر پاکستانی ایڈیشن میں مواد کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ۱۲ عنوانات کے تحت ۲۱ تحریریں شامل کی گئی ہیں۔ کتاب کا پیش لفظ مولانا عبدالماجد دریا آبادی کا ہے۔ کتاب کے اکثر مضامین غالب کی اُردو شاعری سے متعلق ہیں۔ ''دیوانِ غالب۔ چند تبصرے'' کے عنوان سے نو (۹) تبصرے شامل کیے گئے ہیں۔ جن کے ذریعے کوشش کی گئی ہے کہ غالب کے کلام میں الحاقی عناصر کی چھان بین زیادہ تر خارجی اسباب کی بنا پر کی جائے یہ اس لیے کہ غالب کے کلام میں دوسروں کا ہم رنگ کلام اس طرح گھل مل گیا ہے کہ کھوٹے کھرے کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ فاضل مصنف نے دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی سے واقعاتی اور تاریخی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے داخلی اور خارجی شواہد کی بناء پر جن اشعار کی اصلیت کو مشکوک و مشتبہ پایا ہے، الحاقی قرار دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب، غالب شناسی کا ایک اہم حوالہ ہے۔

26-خیابانِ غالب:

نادم سیتاپوری کی غالب پر تیسری کتاب ہے، جسے مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی نے اپریل ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ اس کتاب کے صفحات کی تعداد ۲۶۳ ہے۔ اس میں گیارہ مضامین شامل ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ البتہ دو ایک مضامین تنقیدی بھی ہیں۔ اس

کتاب کے اہم مضامین میں ''غالب اور سیاست''، ''اصلاحاتِ غالب''، ''نسخۂ حمیدیہ اور میاں فوجدار محمد خان''، ''غالب اور ریاض خیرآبادی''، ''غالب، تحقیق، اپریل فول''، ''قدر بلگرامی''، ''رفعت بھوپالی'' اور ''حیدر دہلوی'' شامل ہیں۔ان مضامین سے غالب کی شخصیت اور اس کے فن کے چند اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالبیات کے سلسلے میں ایک کامیاب کوشش ہے۔

27-غالب، شاعرِ امروز وفردا:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی لکھی ہوئی معروف کتاب ہے جسے اظہار سنز لاہور نے ستمبر ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔صفحات کی تعداد ۳۲۷ ہے۔اس کتاب میں پندرہ مضامین شامل ہیں جن میں سے اکثر تحقیقی نوعیت کے ہیں۔فہرست مشمولات یہ ہے:

(۱) غالب کے اولین تعارف نگار
(۲) غالب اور غالب تخلص کے اُردو شعراء
(۳) غالب کا نفسیاتی مطالعہ
(۴) غالب اور اقبال۔۱
(۵) غالب اور اقبال۔۲
(۶) غالب کے اسلوبِ سخن کا ایک پہلو
(۷) مکمل شرح دیوانِ غالب پر ایک نظر
(۸) غالب کے کلام میں استفہام
(۹) غالب ''نسخۂ حمیدیہ'' کی روشنی میں
(۱۰) غالب۔شاعر امروز وفردا
(۱۱) غالب اور گنجینۂ معنی کا طلسم
(۱۲) غالب کے مقطعے
(۱۳) غالب کی یادگار قائم کرنے کی اولین تجویز
(۱۴) غالب کے حالات میں پہلا مضمون
(۱۵) اے کاش کبھی معرضِ اظہار میں آوے

یہ کتاب غالب کے فن کو ان کے سماجی تناظر کی روشنی میں رکھ کر سمجھنے میں مدد دیتی ہے۔ کتاب کے شروع میں "کتاب سے پہلے" کے عنوان سے غالب کی شاعری کی فنی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں نئی تاویلیں، نئے امکانات اور نئے تجربے سامنے آئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام رکھتی ہے۔

28- ذکرِ غالب، ذکرِ عبدالحق:

سحر انصاری نے یہ کتاب ترتیب دی اور ادارہ یادگارِ غالب کراچی نے اسے ۱۹۷۱ء میں شائع کیا۔ ۲۷ صفحات پر مشتمل یہ کتابچہ "غالب لائبریری" (کراچی) میں "ہفتہ مطالعہ عبدالحق" کے سلسلے کی ایک پیشکش ہے۔ کتابچے کی ابتداء میں مرزا غالب اور بابائے اردو مولوی عبدالحق کی تصاویر دی گئی ہیں۔ اس کتاب میں مولوی عبدالحق کے لکھے غالب پر دو اہم مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ پہلا مضمون "روئیداد مقدمہ غالب" کے عنوان سے ہے جس میں قاطع برہان اور برہان قاطع والے مسئلے کے تناظر میں ۲۰ فروری ۱۹۶۸ء کو جو مقدمہ دائر ہوا تھا اور پھر حمایت و مخالفت کے بعد معاملہ صلح نامہ پر ختم ہو گیا تھا، اس مقدمے کی تفصیل درج ہے۔ اسی طرح دوسرا مضمون "غالب اور میرن صاحب" کے عنوان سے ہے جس میں حیاتِ غالب کے نمایاں پہلوؤں کو سامنے لایا گیا ہے۔ آخر میں مولوی عبدالحق کا مرتب کردہ تین سو مضامین کے عنوانات کا اشاریہ درج کیا گیا ہے جو غالب لائبریری میں دستیاب رسائل میں موجود ہیں۔ کتاب کے آغاز میں "مقدمے کا مقدمہ" کے عنوان سے سحر انصاری نے ایک جامع شذرہ قلم بند کیا ہے جس میں اس کتاب کی اہمیت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

29- تذکرہ غالب و غالب پسند آم:

راز گجراتی کی تصنیف ہے۔ اسے غلام حسین چودھری (پبلشر) نے چوہدری پریس، گجرات (پاکستان) سے ۱۹۷۳ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۰ ہے۔ اس کتاب کو مصنف نے پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں "تعارف" کے عنوان سے کتاب کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حصہ دوم "تاریخ و سوانح غالب" کے عنوان سے ہے۔ جس میں غالب کے حالات تاریخ وار درج کیے گئے ہیں۔ حصہ سوم "تذکرہ غالب پسند آم" کے عنوان

سے ہے جس میں آموں کا تعارف اور اس کی کاشت سے متعلق مفید معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ چوتھا حصہ "آم کی غذائی اہمیت" سے متعلق ہے جبکہ پانچواں حصہ "شعراء و ادباء کی گلکاریاں" کے عنوان سے ہے اس کتاب کے مطالعے سے جہاں آم کی فصل کے بارے میں نادر معلومات ملتی ہیں وہاں محققانہ انداز میں غالب کی زندگی کے کئی پہلو منظرِ عام پر آتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی اچھی اور معیاری کتاب ہے۔

30- ذکرِ غالب:

مالک رام کی کتاب ہے۔ اولاً بھارت میں شائع ہوئی اور وہاں اس کے کئی ایڈیشن منظرِ عام پر آ چکے ہیں (۱۹)۔ پاکستان میں اس کتاب کو مکتبہ شعر و ادب، لاہور نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۸۰ ہے۔ بھارت میں اس کتاب کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے، صفحات کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ ہر مرتبہ مآخذ کو کھنگال کر نئی معلومات فراہم کی جاتی رہی ہیں۔ پاکستانی ایڈیشن ان تمام تحقیقات کا نچوڑ ہے۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب "سوانحِ حیات" کے عنوان سے ہے جس میں ۵۸ عنوانات کے تحت غالب کی نجی زندگی، تعلیم، بچپن، اولاد، پیشہ، جوانی اور وفات تک کے تمام حالات درج کیے گئے ہیں۔ دوسرا باب "تصانیف" کے عنوان سے ہے جن میں (الف) فارسی، (ب) اُردو اور (ج) "قاطع برہان کا مباحثہ" سے متعلق غالب کی جملہ تصانیف کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کا تیسرا باب "عادات و اخلاق" کے عنوان سے ہے جس میں ۲۵ عنوانات کے تحت غالب کے لباس، خوراک، حقہ، شراب، مطالعہ، شعر گوئی، ظرافت، گفتگو، خودداری، احسان مندی اور مذہب وغیرہ جیسے موضوعات پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں "کتابیات" کے عنوان سے مآخذ کی فہرست دی گئی ہے اور سب سے آخر میں اشاریہ درج کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب غالب کے سوانح پر عمدہ تحقیق کا مظہر ہے اور پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

31- غالب اور صفیر بلگرامی:

مشفق خواجہ کی تصنیف ہے جسے عصری مطبوعات، کراچی سے ۱۹۸۱ء میں شائع کیا گیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۰۸ ہے۔ ابتداء میں مصنف کی طرف سے ایک دیباچہ ہے بعد ازاں

صفیر بلگرامی کا تعارف دیا گیا ہے۔ اس کے بعد مکاتیب غالب بنام صفیر اور مکاتیب صفیر بنام غالب پیش کیے گئے ہیں۔ آخر میں صفیر کی آپ بیتی اور ان کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ازاں بعد مکاتیب غالب بنام صفیر کی مختلف اشاعتوں کی تفصیل دی گئی ہے اور سب سے آخر میں ''کتابیات'' کے عنوان کے تحت مآخذ کی فہرست دی گئی ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی تصنیف میں متعدد قلمی نسخوں اور نادر مطبوعہ کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ سید وصی بلگرامی کے کتب خانے کا استفادہ بھی اس میں شامل ہے۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب میں صفیر بلگرامی کے ساتھ ساتھ غالب کی زندگی کے کئی ایک گوشے سامنے لائے گئے ہیں۔

32- تحقیقِ غالب:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی تصنیف ہے جسے اُردو اکیڈمی کراچی سے پہلی بار ۱۹۸۱ء میں شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۲۸۸ ہے۔ یہ کتاب دس مقالات کا مجموعہ ہے۔ ''حرفِ چند'' کے عنوان سے مصنف نے کتاب کا تعارف اور اس کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ ''فکر و خیال'' کے عنوان سے ہے جس میں دو مقالات ہیں، دوسرے حصے میں ''دیدہ و دریافت'' کے عنوان سے تین مقالات اور تیسرے حصے میں ''تلاش و تعین'' کے عنوان سے چار مقالات ہیں جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

فکر و خیال:

(۱) خطوطِ غالب کے ادوار

(۲) غالب کا شعری رویہ ۱۸۵۷ء کے پس منظر میں

دیدہ و دریافت:

(۱) گلِ رعنا، نسخۂ غالب۔ بخطِ غالب

(۲) گلِ رعنا مطبوعہ لاہور (عابدی) کی حقیقت

(۳) گلِ رعنا، نسخۂ مالک رام کا زمانۂ کتابت

تلاش و تعین:

(۱) غالب کے بعد ان پر پہلا مضمون

(۲) غالب اور مجروح کے مکاتیب

(۳) قطعہ غالب: بسلسلہ قضیہ برہان

(۴) ''عود ہندی'' غالب کے خطوں کا پہلا مجموعہ

آخر میں غالب کی سات معدوم تصانیف کے بارے میں تحقیقی معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب تحقیقی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ترتیب دی گئی ہے اور ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

33-حیاتِ غالب:

شیخ محمد اکرام کی تصنیف ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے اس کی دو اشاعتیں پاک و ہند سے ظہور پذیر ہو چکی ہیں (۲۰)۔ لیکن زیرِ نظر کتاب ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ صفحات کی تعداد ۴۲۷ ہے۔ ادارہ ہذا نے اس کا ایک ایڈیشن ۲۰۰۹ء میں بھی شائع کیا ہے۔ تمہید کے علاوہ کتاب کے نو (۹) ابواب ہیں جن کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) اکبر آباد (۲) شباب (۳) غم روزگار (۴) بہارِ سخن

(۵) لال قلعہ (۶) دہلی کی بربادی (۷) طوفان کے بعد سکون

(۸) چراغ سحری (۹) خاتمہ

غالب کی حیات پر یہ ایک جامع کتاب ہے۔ جس میں غالب کے آباؤ اجداد، ننھیال، تعلیم، شادی، شاعری، پنشن، سفر اور ادبی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلاً بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں غالب کی کتب کا تعارف بھی کرایا گیا ہے اور آخر میں غالب اور ان کی بیوی امراؤ بیگم کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کے سوانح پر ایک جامع تحقیقی مرقع ہے۔

34-غالب اور عصرِ غالب:

ڈاکٹر محمد ایوب قادری کی تصنیف ہے جسے پہلی بار غضنفر اکیڈمی کراچی سے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۲۵۶ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں غالب سے متعلق نو (۹) مقالات

دیے گئے ہیں۔ پہلا مقالہ نواب الٰہی بخش خاں (غالب کے سسر) کے بارے میں ہے۔اس میں غالب سے ان کے تعلقات کی تفصیل بھی ہے اور ساتھ ہی نواب الٰہی بخش خاں کے غیر مطبوعہ کلام کو بھی سامنے لایا گیا ہے۔دوسرے مقالے میں غالب اور سرسید احمد خان کے درمیان مراسلت کا تذکرہ کرتے ہوئے سرسید کے خاندانِ لوہارو سے تعلقات کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔تیسرے مقالے میں مولوی غیاث الدین کی تصانیف کا حوالہ دیتے ہوئے غالب کے ساتھ ان کے تعلقات کو نمایاں کیا گیا ہے۔چوتھا مقالہ ایک باب کی شکل میں ہے۔جس میں ایسے چھ شعراء کا تذکرہ کیا گیا ہے۔جن کی غالب سے ادبی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی ان میں امیر حسن خان بسملؔ، خلیفہ احمد علی احمدؔ، مولوی علی بخش شررؔ، مولوی ہدایت علی تمکینؔ، احسنؔ بلگرامی اور شعریؔ کشمیری کے نام شامل ہیں۔ پانچویں باب میں ''غالب اور ماہرہ'' کے عنوان سے ایسے پندرہ افراد کا ذکر ہے جن کا تعلق ماہرہ سے تھا اور غالب کے ساتھ ان کی خط وکتابت تھی۔ چھٹا باب ''غالب کے چند شاگرد'' کے عنوان سے ہے۔جس میں چار شاگردوں کا تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ان شاگردوں میں مفتی سید احمد، مولوی سلطان حسن سلطاںؔ، مولوی محمد حسین تمناؔ اور منشی سخاوت حسین مدہوشؔ قابلِ ذکر ہیں۔ ساتویں باب میں ''غالب اور روہیل کھنڈ'' کے عنوان سے ایسے افراد کا تذکرہ ہے جو غالب کے شاگرد تھے اور روہیل کھنڈ سے تعلق رکھتے تھے۔ آخری دو ابواب ''مطائباتِ غالب'' اور ''قطعاتِ تاریخ انتقال ومزارِ غالب'' کے عنوانات سے ہیں جن میں علی الترتیب غالب کے مزاج وظرافت اور ان کے انتقال پر جو قطعات ومراثی لکھے گئے ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔بحیثیت مجموعی یہ کتاب سلسلۂ غالبیات کی اہم کڑی ہے۔اس میں شامل مقالات جہاں تاریخی وتہذیبی حوالے سے لائقِ اعتنا ہیں وہاں غالب کی زندگی کے کئی گمنام گوشے بھی بے نقاب کرتے ہیں۔

35-غالب کی دشنام طرازیاں:

سید انیس شاہ جیلانی کا مرتبہ کتابچہ ہے۔اسے حیرت شملوی اکادمی نے محمد آباد تحصیل صادق آباد سے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔صفحات کی تعداد ۴۰ ہے۔ابتداء میں ''دشنام چند'' کے عنوان سے پیش لفظ لکھا گیا ہے اس کے بعد ''لذت دشنام'' کے عنوان سے مصنف نے مرزا غالب کی دشنام طرازیوں کا ذکر کیا ہے۔غالب نے اپنے خطوط میں جن لوگوں کو گالی گلوچ سے مخاطب کیا

تھا، فاضل مصنف نے ان تمام گالیوں کو یکجا کر کے زیرِ نظر کتابچے کی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ اس مطالعے سے غالب کے مزاج کی گرمی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ ایک تحقیقی نوعیت کا کتابچہ ہے جسے نہایت محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔

36-مرزا غالب (کتابیات حصہ اوّل):

ڈاکٹر انعام الحق کوثر کا مرتبہ اشاریہ ہے جس میں غالب کی اپنی تصانیف نظم ونثر کی اشاعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے یہ کتابچہ ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۲ ہے۔ اس میں غالب کی مطبوعہ، غیر مطبوعہ معدوم تصانیف اور دیوان کے انتخابوں کی تفصیل موجود ہے۔ ساتھ ہی غالب کے حالاتِ زندگی سنین کے حوالے سے درج کیے گئے ہیں۔ یہ کتابچہ معیاری کاوش فکر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

37-حیاتِ غالب کا ایک باب:

ڈاکٹر ملک حسن اختر کی تصنیف ہے یہ مکتبہ عالیہ لاہور سے پہلی بار ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۳۶ ہے۔ اس کتاب میں غالب کی پنشن کے مقدمے کو موضوع بحث بناتے ہوئے دو درجن سے زائد ایسی نادر دستاویزات سامنے لائی گئی ہیں جن سے غالب کی زندگی کے بعض گمنام گوشے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔ ان دستاویزات کے عکس شاملِ کتاب ہیں۔ مصنف نے یہ دستاویزات ''آرکائیوز'' سے حاصل کی ہیں۔ ان دستاویزات میں بعض تراجم ہیں کیونکہ انگریز حکام کے سامنے بعض دستاویزات انگریزی تراجم میں پیش ہوئی تھیں۔ انہیں بھی کتاب کے آخر میں جگہ دی گئی ہے۔ ان دستاویزات میں سے دو ایسی عرضیاں بھی ہیں جن پر غالب کے دستخط اور مہر ہے۔ مرزا غالب اور ان کی سالی کے بارے میں ایک سرکاری دستاویز بھی شامل ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اُردو دان طبقہ کے استفادے کے لیے ان دستاویزات کا اُردو ترجمہ بھی اس میں شامل کر دیا ہے۔ یہ کتاب غالب شناسوں کے لیے غالب کی پنشن کے سلسلے میں اہم مآخذ کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ دستاویزات لاہور کے ریکارڈ آفس میں آج بھی موجود ہیں۔

38-غالب کون ہے؟:

شریف الحسن کی تصنیف ہے۔ نگارشات لاہور سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۲۰ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں چودہ عنوانات ہیں۔ جن کے تحت غالب کے خاندان، بچپن، جوانی، ازدواجی زندگی، خاندانی پنشن، مسئلہ قاطع برہان اور علم نجوم کی بناء پر غالب کے ماہ و سال سے متعلق محققانہ بحث کی گئی ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں چھ عنوانات ہیں۔ یعنی ''مرزا غالب کا مذہب''، ''مرزا غالب اور شراب''، ''مرزا غالب کے شاگرد''، ''مرزا غالب کی سیاست میں دلچسپی''، ''مرزا غالب کے چند اشعار کی تشریح'' اور ''انتخابِ کلامِ غالب''۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مواد زیادہ تر غالب کی کہی ہوئی باتوں پر مشتمل ہے اس اعتبار سے اسے مرزا غالب کی خود نوشت سوانح عمری کہا جاسکتا ہے۔ مصنف نے اس کتاب کی تدوین میں فرموداتِ غالب کو اکٹھا کر کے مختلف عنوانات کے تحت کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ البتہ اقتباسات میں تسلسل پیدا کرنے کے لیے مصنف نے اپنی طرف سے چند ایک فقروں کا اضافہ کیا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کچھ واقعات در باتیں ایسی ہیں جو دوسرے تذکروں میں نہیں ملتے جن کی طرف مرزا غالب نے مبہم اشارہ کیا یا اسے گول کر گئے۔ مصنف نے ایسی تمام باتیں وضاحت کے ساتھ پیش کر دی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کے اپنے فرمودات کا مجموعہ ہے۔ یہی اس کتاب کی انفرادیت ہے اس کے برعکس دوسری سوانح عمریاں اس خصوصیت سے خالی نظر آتی ہیں۔ یہ کتاب بلاشبہ ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

39-نسخہ شیرانی اور دوسرے مقالات:

سید قدرت نقوی کی تصنیف ہے۔ جسے مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی نے مارچ ۱۹۸۸ء میں لاہور سے شائع کیا۔ کتاب کے صفحات ۵۲۰ ہیں۔ اس کتاب میں آٹھ مقالات ہیں جن میں اکثر مقالات تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ پہلا مقالہ ''دیوانِ غالب۔ نسخہ شیرانی'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں کسی نسخے کے اصلی ہونے کے اصول بتاتے ہوئے فاضل مصنف نے نسخہ شیرانی کے رسم الخط، اوراق، سائز وغیرہ سے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے۔ کتاب کا دوسرا مقالہ ''احوالِ غالب اور مولوی عبدالحق'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں مولوی عبدالحق کی ادبی کاوشوں

اور خصوصاً ان کی غالب دوستی پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ ''درفش کاویانی'' میں غالب کی فارسی دانی کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کتاب کا چوتھا مقالہ ''قاطع برہان میں اضافے'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں غالب کی فارسی دانی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ بہت سی نئی باتوں کو منظر عام پر لایا گیا ہے۔ ''غالب اور انیس'' کتاب کا پانچواں مقالہ ہے۔ چھٹے مقالہ ''غالب کا ذہنی ارتقاء'' میں مصنف نے غالب کو بیدلؔ اور ظہوری سے متاثر ہوتے ہوئے دکھایا ہے اور ثبوت میں کئی اشعار پیش کیے ہیں۔ آخری دو مقالات ''غالب نقادِ فن'' اور ''غالب اور تنقید'' کے عنوان سے ہیں جن میں غالب کے فکر وفن کے بارے میں نادر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ اس اعتبار سے اس کتاب میں غالب کی تفہیم کے نئے روشن زاویے ملتے ہیں۔

40- شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ (دو جلدیں):

ڈاکٹر محمد ایوب شاہد کی تصنیف ہے، اسے مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور نے ۱۹۸۸ء میں دو جلدوں میں شائع کیا۔ یہ بنیادی طور پر پی ایچ۔ ڈی کا تحقیقی مقالہ ہے پہلی جلد کے صفحات کی تعداد ۴۴۸ ہے۔ یہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

باب اوّل: عصری شعری رویہ اور غالب کا شعور فن

باب دوم: مشکلاتِ کلام غالب

باب سوم: مشکلاتِ کلام غالب، ابتدائی شعور و احساس

باب چہارم: تفہیم غالب، بیسویں صدی نصف اوّل

باب پنجم: تفہیم غالب، بیسویں صدی ربع ثلاثہ

اس جلد میں شروح کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی اشعار کا تقابلی مطالعہ بھی سامنے لایا گیا ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد کے صفحات کی تعداد ۳۱۰ ہے۔ اس کے چار ابواب ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

باب ششم: تفہیم غالب، بیسویں صدی نصف آخر

باب ہفتم: معنویت کا اختلاف اور ارتقاء

باب ہشتم: متفرقات

باب نہم: مستقبل کے امکانات

اس جلد میں بھی شروح کے تنقیدی مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ اشعار کی تقابلی شرحی بحث چھیڑی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں کتابیات کی فہرست شامل کی گئی ہے۔ بحثیت مجموعی قابل قدر تحقیقی کتاب ہے جسے خالصتاً تحقیقی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ مختلف شرحوں کے تقابلی مطالعے سے جہاں شارحین کی علمی بصیرت اور غالب شناسی کا پتا چلتا ہے وہاں غالب کے اشعار کی روح تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ دونوں جلدیں ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہیں۔

41- مرزا غالب قومی و عالمی تناظر میں:

پروفیسر انعام الحق کوثر کی تصنیف ہے۔ ایجوکیشنل ریسرچ کنسلٹنٹس نے نومبر ۱۹۸۸ء میں اسے کوئٹہ سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۵۸ ہے۔ ابتداء میں "چند لفظ میرے بھی" کے عنوان سے پروفیسر انور رومان نے فغانی، گوئٹے، ناطق اور غالب کے ادوار کو واضح کرتے ہوئے ان چاروں شاعروں کے شعری میلان کو ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد "غالبیات" کے عنوان سے چھ مقالات موجود ہیں۔ (۱) فغانی اور غالب (۲) گوئٹے اور غالب (۳) غالب و ناطق (۴) مرزا غالب کے مقطعے (۵) غالب کا ایک شعر (۶) غالب دل گداختہ۔۔۔، کتاب کے زیادہ تر مضامین میں غالب کی شاعرانہ خصوصیات کو عالمی تناظر میں پرکھتے ہوئے نامور شعراء سے ان کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں فغانی، گوئٹے اور ناطق کے فنی رویوں کو کسی نہ کسی طرح غالب کے فن سے ملانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے ایک کامیاب محققانہ کوشش ہے۔ کتاب کا آخری حصہ غالب کی کتابیات پر مشتمل ہے۔ جس میں مختصر سوانحی خاکے کے بعد مطبوعہ کتب کا اشاریہ دیا گیا ہے۔ بحثیت مجموعی ان مقالات سے قاری کو غالب کے بارے میں نئی معلومات ملتی ہیں اور تفہیم غالب کا سلسلہ آگے کی طرف بڑھتا نظر آتا ہے۔

42- رسالہ نقوش میں ذخیرہ غالبیات:

یہ نائلہ انجم کا مرتب کردہ رسالہ "نقوش" میں ذخیرہ غالبیات کا ایک اشاریہ ہے۔ یہ کتاب الفیصل، لاہور سے فروری ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۵۲ ہے۔ یہ بنیادی طور پر ایم۔اے اُردو کا مقالہ ہے جو ۱۹۸۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کے شعبہ اُردو میں ڈگری کے لیے پیش ہوا۔ بعد ازاں اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ زیر نظر مقالہ "نقوش" کے ۱۳۷

شماروں کے مطالعے کے بعد پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں نقوش کے دو سو اہل قلم کے تقریباً چھ سو سے زائد حوالوں کی فراہمی کا اہتمام ہے۔ دوسرے حصے میں دو سو کے قریب اہل قلم کی چھ سو سے زائد نگارشات کو باعتبار موضوع تیرہ عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ نقوش اور غالب سے متعلق تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ ''حرفے چند'' ڈاکٹر معین الرحمٰن کا تحریر کردہ ہے۔ آخر میں ضمیمہ کے طور پر ''نقوش اور مطالعہ غالب'' کے عنوان سے ڈاکٹر معین الرحمٰن کا ایک جامع مضمون ہے اور سب سے آخر میں کتابیات کی فہرست شامل کی گئی ہے۔ اس مقالے کو گورنمنٹ کالج لاہور نے ایک سو پچیسویں جشنِ سالگرہ کی مناسبت سے شعبہ اُردو کے اولین مقالے کی حیثیت سے شائع کرایا ہے جو ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

43-غالب کا علمی سرمایہ:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی تصنیف ہے جو پہلی مرتبہ یونیورسل بکس لاہور سے فروری ۱۹۸۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۶۴۴ ہے۔ یہ کتاب دراصل ڈاکٹر معین الرحمٰن کا پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو ۱۹۷۲ء میں جامعہ سندھ میں ڈگری کے لیے پیش کیا گیا۔ زیرِ نظر کتاب نو ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں غالب کی نظم و نثر اُردو، فارسی میں تمام تصانیف کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تفصیل ابواب اس طرح سے ہے:

(۱) تصانیف غالب: نظم اُردو

(۲) تصانیف غالب: نثر اُردو

(۳) تصانیف غالب: نظم فارسی

(۴) تصانیف غالب: نثر فارسی

(۵) تصانیف غالب: (قضیہ برہان) فارسی

(۶) تصانیف غالب: (قضیہ برہان) اُردو

(۷) انتخاب و متفرقاتِ غالب: نظم و نثر

(۸) غیر مطبوعہ تصانیف غالب: نظم و نثر

(۹) معدوم تصانیف غالب: نظم و نثر

کتاب کے شروع میں "حرف چند" کے عنوان سے جمیل الدین عالی نے کتاب کی ضرورت واہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے مصنف کی دیدہ ریزی اور کام کرنے کے سلیقے کو سراہا ہے۔ آخر میں کتابیات کے عنوان سے مآخذ کی فہرست دی گئی ہے۔ یہ کتاب غالب کی قلمی فتوحات کی اولین اور مابعد اشاعتوں کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ہے۔ جس سے غالب کی مقبولیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اور نادر اضافہ ہے۔ اس کتاب کی اشاعت مصنف کے لیے سرمایۂ افتخار ہے۔

44-احوالِ غالب:

ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو کی مرتبہ کتاب ہے۔ اولاً بھارت سے شائع ہوئی (۲۱)۔ پاکستان میں اے الوقار پبلی کیشنز نے ۱۹۹۰ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۸۸ ہے۔ یہ کتاب مختلف اہل قلم کی چودہ نگارشات پر مشتمل ہے (۲۲) تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱)	غالب اور علی گڑھ	پروفیسر رشید احمد صدیقی
(۲)	غالب کے حالات میں پہلا مضمون	سید مسعود حسن رضوی ادیب
(۳)	غالب کے خودنوشت حالات	اظہار الحق ملک
(۴)	مرزا غالب کا نسب نامہ	خواجہ قمر الدین راقم
(۵)	سرِّ غالب در حدیث دیگراں	ڈاکٹر مختار الدین احمد
(۶)	غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک	پروفیسر حمید احمد خان
(۷)	مرزا غالب	مالک رام
(۸)	غالب کی خاندانی پنشن	غلام رسول مہر
(۹)	روئداد مقدمہ مرزا غالب	بابائے اردو مولوی عبدالحق
(۱۰)	دہلی سوسائٹی اور مرزا غالب	ڈاکٹر عبدالستار صدیقی
(۱۱)	معرکہ غالب اور حامیان قتیل	خواجہ احمد فاروقی
(۱۲)	مرزا غالب کی تصویریں	ڈاکٹر مختار الدین احمد
(۱۳)	امراؤ بیگم	پروفیسر حمید احمد خان
(۱۴)	باقر علی خاں کامل	حمیدہ سلطان

کتاب میں شامل تقریباً تمام مقالات تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ ان میں سے کئی علی گڑھ میگزین (غالب نمبر: ۱۹۶۹ء) میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب حیات غالب کے کئی نئے گوشوں کو سامنے لانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے جس کے باعث اسے ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

45- تحقیق اور تلاش:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی تصنیف ہے۔ مقبول اکیڈمی، لاہور سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب تین حصوں پر مشتمل ہے۔

(۱) غالبیات (۲) ادبیات (۳) نادرات

کتاب کا پہلا حصہ اور غالب حصہ ''غالبیات'' ہی کا ہے۔ اس حصے میں چھ مضامین ہیں اور سب غالب اور تصنیفاتِ غالب کے بعض نادر گوشوں کو نئی روشنی عطا کرتے ہیں۔ مثلاً ایک مضمون میں انہوں نے اپنے کتب خانے میں موجود ایک ایسے قلمی دیوان کا تعارف جس پر غالب نے اپنے قلم سے اصلاحیں درج کی ہیں اس دیوان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ نواب ضیاء الدین خاں نیر رخشاں یا کسی شہزادے کے ذخیرے کا گوہر گم گشتہ ہوگا جو ۱۸۵۷ء کی لوٹ مار میں کہیں غارت ہو گیا تھا۔ مصنف نے اس نسخہء غالب کا موازنہ متعدد نادر خطی نسخوں سے کرتے ہوئے یہ اخذ کیا ہے کہ غالب کی کم از کم سات غزلوں، ایک قصیدے، ایک قطعے اور دو رباعیات کا زمانی تعین اس نسخے ہی سے ممکن ہے۔

زیر نظر کتاب میں اس قسم کی ایک تحقیقی کاوش، ''دستنبو'' کے بارے میں بھی ہے علاوہ ازیں انہوں نے ''دیوانِ غالب'' کی معاصر اشاعتوں پر بھی بحث کی ہے اور ایک مضمون میں ''قادر نامہء غالب'' کی ابتدائی اشاعتوں کے بارے میں بھی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ آخر میں غالب اور مجروح کی نو دریافت نگارشات پر معنی خیز محاکمہ رقم کیا ہے۔ کتاب کے آخری دو حصے غالب کے علاوہ دیگر موضوعات مثلاً عزیز لکھنوی، بابائے اُردو مولوی عبدالحق، توبۃ النصوح اور موازنہ انیس و دبیر وغیرہ کے بارے میں ہیں۔ بحیثیت مجموعی غالب کے حوالے سے اس کتاب کے مشمولات نہایت فکر انگیز اور خاصے دل افروز ہیں۔

46-غالب شکن اور یگانہ:

ڈاکٹر نجیب جمال کی تصنیف ہے جسے کاروانِ ادب ملتان سے جولائی ۱۹۹۰ء میں شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۱۵۱ ہے۔ یہ کتاب ''حرفے چند'' اور ''پیش لفظ'' کے علاوہ چار مضامین کا مجموعہ ہے۔ جسے معروف غالب دشمن، یاس یگانہؔ کے حوالے سے ان کی کتاب ''غالب شکن'' کے تناظر میں لکھا گیا ہے۔ یگانہ نے پہلی بار ''غالب شکن'' کے نام سے اور دوسری بار ''غالب شکن دو آتشہ'' کے نام سے کتابچہ شائع کیا جو ۳۲ صفحات پر مشتمل تھا۔ آخر میں چوبیس رباعیاں بھی تھیں جو غالب کے خلاف لکھی گئیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے زیرِ نظر کتاب میں یگانہ کے وہ مضامین شامل کر کے غالب دشمنی کی نفسیاتی اور معاشرتی وجوہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ان کا یہ مطالعہ غالبیات کے حوالے سے بھی اہمیت رکھتا ہے اور یگانہؔ کے فکر و فن کے حوالے سے بھی ''غالب شکن'' کے متن کے علاوہ انہوں نے یگانہؔ کے دو مضامیں ''مرزا غالب اور میں'' اور ''تقلید غالب'' بھی شامل کر لیے ہیں جس سے اس کتاب کی تالیف میں اہم اضافہ ہو گیا ہے۔
کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر نجیب جمال نے اور ''حرفے چند'' پروفیسر اسلم انصاری نے لکھا ہے۔ یہ کتاب ''غالب شکنی'' اور ''غالب شناسی'' کا حسین امتزاج ہے۔

47-غالبیات:

سجاد احمد لاڑ کی توضیحی وتشریحی کتابیات ہے جو فہیم اکیڈمی راجن پور سے ۱۹۹۰ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ یہ کتاب بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان کی لائبریری میں موجود ذخیرہ غالبیات کا توضیحی اشاریہ ہے۔ اس میں غالبیات کے سلسلے میں شامل کتب کا مختصراً جائزہ بھی لیا گیا ہے اور ہر دستاویز پر جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب چھ عنوانات کے تحت تقسیم کی گئی ہے۔ ''شاعر غالب'' کے عنوان کے تحت غالب کی اُردو فارسی شاعری پر مشتمل کتابوں کی فہرست دی گئی ہے۔ دوسرا عنوان ''خطوطِ غالب'' ہے جس میں اُردو فارسی خطوط کے مجموعے زیرِ بحث آئے ہیں۔ ''تصانیف غالب'' کے تحت غالب کی اپنی اُردو فارسی تصانیف کا جائزہ ہے۔ اسی طرح ''تحقیق و نقدِ غالب'' کے تحت اشاریہ، تحقیق، تنقید، تراجم، رسائل اور سوانح عمریاں زیرِ بحث لائی گئی ہیں۔ ''شرح کلام غالب'' میں شروح کی فہرست دی گئی ہے اور ''طنز و ظرافت''

کے عنوان کے تحت دو کتابوں ''غالب کے ڈرامے'' (شوکت تھانوی) اور ''غالب جدید شعراء کی ایک مجلس میں'' (کنہیالال کپور) کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ''اشاریہ مصنفین'' اور ''اشاریہ عنوانات'' شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب غالب پر کام کرنے والوں کے لیے معاون و مددگار کا کام دیتی ہے۔

48- مطالعہ غالب:

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی تصنیف ہے جو ۱۹۹۱ء میں مکتبہ عالیہ لاہور سے شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۲۰ ہے۔ زیر نظر کتاب چھ مقالات کا مجموعہ ہے۔ پہلا مقالہ ''حیاتِ غالب سنین کے آئینے میں'' کے عنوان سے ہے۔ دوسرا مقالہ ''دیوانِ غالب نسخہ طاہر'' کے عنوان سے ہے جس میں نسخہ طاہر کی اہمیت وافادیت سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ تیسرے مقالے میں نسخہ شیرانی اور نسخہ عرشی کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں نسخہ مالک رام، نسخہ عرشی اور نسخہ طاہر کو پیش نظر رکھا گیا ہے جبکہ باقی تمام مطبوعہ نسخوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور اسی طرح چوتھا مقالہ جو ''دیوانِ غالب نسخہ حمیدیہ کی تدوینِ نو'' کے عنوان سے ہے، اس میں نسخہ بھوپال سے استفادہ کرتے ہوئے نسخہ حمیدیہ کی تدوینِ نو پر بحث کی گئی ہے۔ پانچویں مقالے میں غالب کے نثری اسلوب کو واضح کرنے کے لیے مصنف نے نثر نگاری کے دو رجحانات کو سامنے رکھتے ہوئے فورٹ ولیم کالج کے نثری اسلوب اور فورٹ ولیم کالج سے پہلے کے عربی اور فارسی آمیز نثری اسلوب کے حوالے سے غالب کی نثر کا جائزہ لیا ہے۔ آخری مقالے میں فاضل مصنف نے غالب کی وفات پر کہے گئے ۵۱ قطعاتِ تاریخ جمع کیے ہیں جو غالب کی وفات کے بعد کئی ماہ تک برصغیر کے مختلف اخبارات میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب اہم تحقیقی دستاویز کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ جس میں زیادہ تر مقالات غالب کی اُردو شاعری سے متعلق ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

49- غالب تب اور اب:

مسعود حسن رضوی ادیبؔ کے متفرق مقالات کا مجموعہ ہے جسے ڈاکٹر طاہرؔ تونسوی نے مرتب و مدون کر کے شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۹۱ء میں مقبول اکیڈمی لاہور سے شائع ہوئی اور اس کے صفحات کی تعداد ۱۲۶ ہے۔ اس سے قبل بھی فاضل مرتب نے ادیب کے کچھ متفرق مقالات کو

''لکھنویاتِ ادیب'' کے نام سے مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی سے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا تھا۔ زیرِ نظر کتاب ''غالب تب اور اب'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ کتاب میں شامل تمام مضامین متفرق نوعیت کے حامل ہیں۔ جن کی فہرست اس طرح ہے:

(۱) مکتوب یگانہ بنام سید مسعود حسن رضوی ادیب (۲) غالب اور مسعود حسن رضوی ادیب (۳) غالب کے حالات میں پہلا مضمون (۴) مرزا غالب کا کچھ غیر مطبوعہ کلام اور اس کا شانِ نزول (۵) غالب کی ایک ہنگامہ خیز مثنوی (۶) غالب کے دو تعزیت نامے اور خیابان (۷) مقدمہ متفرقات غالب (۸) غالب کا ایک خط اور غالب کے نام دو خط (۹) غالب کے ایک قصیدے پر واجد علی شاہ کا عطیہ (۱۰) مرزا غالب تب اور اب (۱۱) ذکرِ غالب (۱۲) قتیل اور غالب (۱۳) ضمیمہ (۱۴) خطوط مشاہیر بنام ولایت دعزیز صفی پوری۔

یہ کتاب غالب اور مسعود حسن رضوی ادیب دونوں پر کام کرنے والوں کے لیے یکساں اہمیت کی حامل ہے۔

50-اشاریہ خطوطِ غالب (جلد اوّل):

ہما اخلاق کا مرتبہ خطوطِ غالب کا ایک اشاریہ ہے جسے ۹۲۔۱۹۹۱ء میں شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج لاہور نے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۴ ہے۔ یہ اشاریہ خطوطِ غالب مرتبہ مولانا غلام رسول مہرؔ، کے ضخیم مجموعے کی جلد اوّل پر مبنی ہے۔ ابتداء میں حرفے چند کے عنوان سے ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اشاریے کی اہمیت بتائی ہے۔ دو صفحات پر مشتمل دیباچہ ہے جس میں مصنفہ نے کام کی نوعیت اور حدودِ کار کے بارے میں بحث کی ہے۔ اس اشاریے کے ۹ اجزاء ہیں جنھیں مختلف عنوانات دیے گئے ہیں۔ ان کے تحت غالب کے خطوط کے تمام ضروری حوالے سلسلہ وار ابجدی اعتبار سے ترتیب دیئے گئے ہیں ان عنوانات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) اسماء الرجال۔ افراد اور شخصیات (۲) کتابیں، اخبارات، رسالے (۳) اُردو مصرعے (۴) اُردو اشعار (۵) فارسی مصرعے (۶) فارسی اشعار (۷) اسماء اللسان (۸) اماکن۔ مقامات، ملک شہر (۹) کتابیات

زیرِ نظر کتاب میں تعارفی اور وضاحتی عبارتیں بھی شامل کی گئی ہیں اس طرح یہ کتاب خطوطِ غالب (جلد اوّل) کے صفحہ ۱ سے ۵۱۸ تک کا پوری طرح احاطہ کرتی ہے۔ ابتداء میں مصنفہ

نے مولانا غلام رسول مہرؔ کے احوال وسوانح کا مختصر خاکہ بھی پیش کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ایک معیاری تحقیقی کاوش ہے جسے سلیقے کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔

51-اشاریہ خطوطِ غالب (جلد دوم):

ساجدہ پروین کی مرتبہ تصنیف ہے جو خطوطِ غالب کا ایک اشاریہ ہے۔ اسے شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج لاہور نے ۹۳-۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۴ ہے۔ یہ اشاریہ مولانا غلام رسول مہر کے مرتب کردہ ''خطوط غالب'' کی جلد دوم پر مبنی ہے۔ (قبل ازیں ہما اخلاق نے جلد اوّل کا اشاریہ مرتب کیا تھا) مولانا مہرؔ نے جو تحقیقی حواشی اور توضیحی وتعارفی نوٹ لکھے تھے، اس اشاریے میں ان کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ابتداء میں ڈاکٹر معین الرحمٰن کا لکھا ہوا تین صفحات کا ''حرفِ چند'' ہے اور مصنفہ کی طرف سے دو صفحات کا دیباچہ ہے اس کے بعد مولانا مہرؔ کا سوانحی خاکہ دیا گیا ہے۔ ازاں بعد گیارہ عنوانات کے تحت اشاریے کے اجزاء مقرر کیے گئے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) اسماء الرجال۔ افراد اور شخصیات (۲) تصانیف غالب (۳) اسماء الکتب۔ علاوہ غالب (۴) اخبارات و رسائل (۵) اُردو مصرعے (۶) اُردو اشعار (۷) فارسی مصرعے (۸) فارسی اشعار (۹) اسماء اللسان (۱۰) اماکن۔ مقامات، ملک، شہر (۱۱) مطابع، ادارے، علاقے، محلے، عمارتیں۔

آخر میں ''کتابیات'' کے عنوان سے مآخذ کی فہرست شامل کی گئی ہے۔ یہ کتاب بھی تحقیقی اصولوں پر عمدہ طریقے سے مرتب کی گئی ہے۔

52-غالب آگہی:

سید قدرت نقوی کی کتاب ہے جو اکتوبر ۱۹۹۲ء میں مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور سے شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۶۰ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ''خطوط سید قدرت نقوی و مولانا غلام رسول مہر'' کے عنوان سے ہے جبکہ دوسرا حصہ ''خطوط سید قدرت نقوی و مولانا امتیاز علی عرشی'' کے عنوان پر مبنی ہے۔ اس طرح یہ کتاب اگرچہ خطوط کا مجموعہ ہے لیکن اس سے غالب شناسی کے کئی در وا ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ

سید قدرت نقوی ایک مرتبہ ''عودِ ہندی'' اور ''اُردوئے معلّیٰ'' کے ذریعے ۱۸۵۷ء کے حالات مرتب کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ''عودِ ہندی'' اور ''اُردوئے معلّیٰ'' میں حالات تو تھے لیکن تاریخی ترتیب نہیں تھی۔ اس ضرورت کے تحت خطوط کی تاریخی ترتیب کا خیال مصنف کے پیش نظر تھا۔ چنانچہ جب قدرت نقوی نے عود ہندی کے خطوط کی تاریخیں متعین کرلیں تو مولانا غلام رسول مہر کے مرتبہ ''خطوطِ غالب'' منظر عام پر آ گئے۔ قدرت نقوی نے اپنی معین کی گئی تاریخوں سے ان کا مقابلہ کیا تو خاصا اختلاف پایا۔ چنانچہ انہوں نے مولانا غلام رسول مہر کو خطوط لکھے اور مولانا نے بڑے شفیق انداز میں جوابات تحریر کیے۔ یہ سلسلہ تقریباً ۱۴ سال جاری رہا۔ اسی طرح مولانا امتیاز علی عرشی نے بھی اس بحث میں حصہ لیتے ہوئے کئی خطوط تحریر کیے۔ زیرِ نظر کتاب میں ان سب خطوط کو جمع کیا گیا ہے۔ ان کے ذریعے غالب کے عہد اور اس کی فکر کے کئی اہم پہلو بے نقاب ہو کر سامنے آتے ہیں۔ نیز مولانا غلام رسول مہر سمیت جانبین کے اسلوب تحریر اور فکر تحقیق پر واضح انداز میں روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب اہمیت سے خالی نہیں ہے۔

53- قتیل اور غالب:

سید اسد علی انوری فرید آبادی کی تصنیف ہے۔ یہ اولاً ہندوستان سے (۲۳) اور بعد ازاں فضلی سنز، کراچی سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی (۲۴)۔ صفحات کی تعداد ۱۳۰ ہے۔ اس کتاب میں غالب اور قتیل دشمنی کے حوالے سے مرزا غالب پر قتیل کی مخالفت اور اس افسوس ناک قصے کی اصلیت بیان کی گئی ہے، غالب اپنی پنشن کے سلسلے میں کلکتے گئے اور وہاں ان دنوں ہر ماہ ایک بزمِ مشاعرہ منعقد ہوا کرتی تھی۔ ایک مشاعرے میں غالب نے جو غزل پڑھی اس میں ایک جگہ ''ہمہ عالم'' کی ترکیب تھی جس پر اعتراض کیا گیا کہ ''یہ اجتہادِ قتیل بہ ترکیب ممنوع ہے''۔ اس پر غالب کے کئی مخالف پیدا ہو گئے۔ چنانچہ زیرِ نظر کتاب میں ان تمام واقعات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے مرزا غالب کی فارسی دانی کے ساتھ ساتھ قتیل کا معیارِ شاعری اور بالخصوص فارسی دانی پر سیر حاصل بحث کی ہے اور دونوں شعراء کے مقام و مرتبہ کا تنقیدی نقطۂ نظر سے جائزہ پیش کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب خاصی اہمیت کی حامل ہے۔ کتاب کو چھوٹے بڑے اکیس (۲۱) عنوانات کے تحت لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسلم فرخی نے کتاب کا مقدمہ لکھا ہے اور اسے ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔

54-مرزا غالب:

ڈاکٹر اسلم فرخی کا کتابچہ ہے۔ جسے ہمدرد فاؤنڈیشن پریس نے ۱۹۹۳ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۲ ہے۔ اس کتابچے میں غالب کے حالاتِ زندگی اور علمی و ادبی کارناموں کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ دراصل غالب کی زندگی سے متعلق ایک بنیادی خاکے کی حیثیت رکھتا ہے اس میں سرسری طور پر غالب کے بچپن، فارسی شاعری کی طرف رجحان، شادی، اُردو شاعری کے آغاز، بیدلؔ، نظیریؔ، عرفیؔ کے اثرات جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور اس بحث میں غالب کے فن کی انفرادیت کو ابھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کا پیش لفظ حکیم محمد سعید نے لکھا ہے۔ یہ کتابچہ بنیادی طور پر بچوں کی تعلیمی ضروریات کے لیے لکھا گیا۔ اس کا ایک ایڈیشن بھارت میں بھی شائع ہوا ہے (۴۵)۔

55-غالب نامہ (تجزیاتی مطالعہ):

عاصمہ اعجاز کی مرتبہ کتاب ہے جسے ۱۹۹۴ء میں لاہور کے دو اداروں یونیورسل بکس اور الوقار پبلی کیشنز نے غالب کی ایک سو پچیس ویں برسی کے موقع پر باشتراک شائع کیا۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ایم۔ اے اُردو کا مقالہ ہے جسے کسی قدر ترمیم کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ ''غالب نامہ'' اُردو کا ایک معروف علمی مجلّہ ہے۔ یہ رسالہ ۱۹۷۶ء میں دہلی سے شائع ہونا شروع ہوا۔ ابتداء میں یہ سہ ماہی تھا۔ ۱۹۸۰ء تک اس کی اشاعت بے قاعدہ رہی۔ ۱۹۸۱ء سے اسے شش ماہی حیثیت سے برابر شائع کیا جانے لگا۔ اسی طرح ۱۹۷۶ء تا ۱۹۹۳ء غالب نامہ کے کل چھبیس شماروں جو ۶۵۶۹ صفحات پر مشتمل ہیں، میں موجود کوئی دو سو کے لگ بھگ اہل قلم کے ساڑھے پانچ سو کے قریب اندراجات کا مصنف وار احاطہ کیا گیا ہے۔ ابجدی ترتیب کے علاوہ نگارشات کے حوالوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے زمانی ترتیب کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ کتاب کی دوسری منزل کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس کے پہلے حصے میں غالب اور عہد غالب سے متعلق شائع ہونے والے پینتیس مقالہ نگاروں کے چالیس مقالات کا لب لباب سمو دیا گیا ہے۔ اسی طرح حیاتِ غالب کے بعض گوشوں اور ان کے عزیزوں، ہم عصروں اور سلسلہء تلامذہ سے وابستہ اہل علم کے بارے میں قیمتی معلومات پر مبنی اس حصے میں بیس اہل قلم کی پینتیس نگارشات

کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ غالب کے اہم معاصر سے متعلق حصے میں ظفر، ذوق اور مومن کے بارے میں اٹھائیس اہل قلم کے تینتیس مقالات کے حوالے آ گئے ہیں۔ تحقیق غالب کے عنوان سے غالب نامہ کے ان شماروں سے پندرہ مقالہ نگاروں کے تیئس مقالات کی جمع بندی ہوئی ہے۔ اسی طرح تنقیدی غالب پر برعظیم کے چالیس ممتاز نقادوں کے پچپن مقالات کا جوہر پیش کیا گیا ہے۔ تراجم اور تشریحات غالب والے حصے میں بیالیس مقالہ نگاروں کے ترپن مقالات کا حاصل آ گیا ہے۔ یہ حصہ نظری اور اطلاقی ہر دو نوعیت کے مباحث پر محیط ہے۔

"کچھ قدیم اور جدید غالب شناس" کے حصے میں چودہ ناقدین کے سولہ مقالات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مولانا امتیاز علی عرشی اور قاضی عبدالودود کی خدماتِ جلیلہ کے اعتراف میں "غالب نامہ" کے دو خاص نمبر شائع ہوئے۔ ان اکابر کے بارے میں اڑتیس اہل نظر کی چھپن نگارشات کے حوالے اور اختصارات جمع کر دیے گئے ہیں۔

اس طرح زیر نظر کتاب کا آخری حصہ یعنی تیسری منزل "غالب نامہ" میں شائع ہونے والے غالبیات سے ہٹ کر دیگر مشمولات کے موضوع وار جائزے پر مشتمل ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ تصنیف ہر اعتبار سے "غالب نامہ" میں شائع ہونے والے سرمایہ غالبیات کا مکمل احاطہ کرتی ہے۔

56-جاگیرِ غالب:

پرتھوی چندر کی کتاب ہے جسے ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے ترتیب دیا ہے۔ اسے مکتبہ کارواں لاہور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ قبل ازیں یہ کتاب ہندوستان سے بھی شائع ہوئی (۲۶)۔ صفحات کی تعداد ۳۴۱ ہے۔ یہ کتاب غالب کے مقدمہ پنشن کے بارے میں اہم دستاویزات پر مبنی ایک تحقیقی نوعیت کی تصنیف ہے۔ اس میں پچاس سے زیادہ دستاویزات کی عکسی نقول سامنے لائی گئی ہیں۔ یہ کتاب دراصل پرتھوی چندر کے نسخے کی ترتیب نو ہے۔ غالب نے یہ ساری عرض داشتیں عرائض نویسوں سے لکھوائی تھیں۔ جن کی لکھائی اتنی شکستہ ہے کہ آسانی کے ساتھ پڑھی نہیں جا سکتیں۔ پرتھوی چندر نے ان انگریزی دستاویزات کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر معین الرحمٰن نے اسے از سرِ نو مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

57-حقِ جاگیر غالب:

پرتھوی چندر کی کتاب ہے۔ ابتداً یہ کتاب دہلی (بھارت) میں شائع ہوئی (۴۷)۔ پاکستان میں اسے مکتبہ کارواں لاہور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۵۹ ہے۔ اصل کتاب یہی ہے۔ "جاگیرِ غالب" اس کا دوسرا ایڈیشن ہے جس میں "حق" کا لفظ شائع نہیں کیا گیا اور صرف "جاگیر غالب" نام دیا گیا۔ دوسرا ایڈیشن ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کا مرتبہ ہے۔ جس میں "مقدمہ"، "عکس نقول" اور "حواشی و تعلیقات" کی بناء پر صفحات کی تعداد بڑھ کر ۳۴۱ ہو گئی ہے۔

زیرِ نظر کتاب "حق جاگیر غالب" کو پرتھوی چندر کے اصل نسخے کے مطابق پاکستان میں شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کے مندرجات سے متعلق تبصرہ "جاگیر غالب" کے تحت ہو چکا ہے۔

58-غالب اور اس کا عہد:

مقصود ایس۔ اے حسنی کا ترتیب دیا گیا کتابچہ ہے۔ بوبی پبلی کیشنز نے ۱۹۹۴ء میں اسے قصور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۶۳ ہے۔ اس کتابچہ کو خالصتاً تحقیقی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں مختصراً غالب کے تعارف کے ساتھ ساتھ اس کے عہد کو سامنے لایا گیا ہے۔ کتابچے کے آخر میں کتابیات کے عنوان سے مآخذ کی فہرست دی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی اچھا اور معیاری کتابچہ ہے۔

59-نقوشِ غالب:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی تصنیف ہے۔ الوقار پبلی کیشنز نے ۱۹۹۵ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۹۲ ہے۔ کتاب کے تین حصے ہیں۔ "نقشِ قدم" کے عنوان سے پہلے حصے میں مختلف اہل قلم کی اکیس تحریریں ہیں۔ دوسرا حصہ "نقشِ وفا" کے عنوان سے ہے جس میں مرتب موصوف کی اپنی چھ تحریریں ہیں۔ "نقشِ محبت" کے نام سے تیسرے حصے میں ڈاکٹر معین الرحمٰن کی نو (۹) تصانیف کے بارے میں اہل علم و قلم کی آراء شامل ہیں۔ فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

نقشِ قدم:

۱۔	شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج لاہور میں مطالعہ غالب	عارف ثاقب
۲۔	غالب، معاصر اخبارات میں	نجمہ نیاز
۳۔	''مرقع غالب'' پر اقبال کے دیباچے کا پہلا متن	حنا سرور
۴۔	چغتائی کا ایک معدوم غالبیاتی کارنامہ	حنا سرور
۵۔	حمید احمد خاں کا سرمایہ غالب	ڈاکٹر محمد احسان الحق
۶۔	حمید احمد خان کی غالب سے دلچسپی	میمونہ روحی
۷۔	غالب کے بارے میں مولانا مہر کی متفرق تحریریں	نیر پرویز
۸۔	آلِ احمد سرور اور غالب	نائلہ انجم
۹۔	عکسِ غالب: آلِ احمد سرور	لبنیٰ ناز لودھی
۱۰۔	تلامذہ غالب: مالک رام	ربیعہ نصرت
۱۱۔	کچھ ''غالب نامہ'' (اکرام) کے بارے میں	قمر النساء شیخ
۱۲۔	ڈاکٹر شوکت سبزواری کی غالب شناسی	شہناز اختر
۱۳۔	فاضل لکھنوی کی غانب شناسی	نجمہ اقبال
۱۴۔	مختار الدین احمد اور غالبیات	شمیلہ ستار
۱۵۔	اُردو کلامِ غالب کا ابجدی اشاریہ	سیدہ نغمہ واسطی
۱۶۔	''غالب نامہ'' کے اداریوں کا جائزہ	عاصمہ وقار
۱۷۔	''غالب نامہ۔ تجزیاتی مطالعہ'' کی پذیرائی	ندرت معین
۱۸۔	غالب نامہ: تجزیاتی مطالعہ	ادیب سہیل
۱۹۔	''نقوش'' میں ذخیرہ غالبیات	میرزا ادیب
۲۰۔	اشاریہ خطوطِ غالب، مہر، جلد۱	ہما اخلاق نسیم
۲۱۔	اشاریہ خطوطِ غالب، مہر، جلد۲	ساجدہ پروین

نقشِ وفا:

۱۔ غالب کے تین نئے خط
۲۔ غالب کے پانچ خطوں کا مستند متن
۳۔ "جا گیر غالب" میں غالب کی قلمی تحریریں اور مہریں
۴۔ اقبال پر غالب کا اثر اور ان کی گرفت
۵۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب شناسی
۶۔ "غالب کے فارسی کلام پر ناقدانہ نظر"

نقشِ محبت:

۱۔ اشاریہ غالب، ۱۹۶۹ء: مولانا غلام رسول مہر
۲۔ غالبیات کا تحقیقی اور توضیحی مطالعہ، ۱۹۷۲ء: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
۳۔ غالب اور انقلاب ستاون، ۱۹۷۴ء محمد عبدالرحمٰن چغتائی، ڈاکٹر سید عبداللہ
مولانا امتیاز علی عرشی، آل احمد سرور
۴۔ تحقیق غالب، ۱۹۸۱ء: محمد خالد اختر، ڈاکٹر خلیق انجم
۵۔ غالب کا علمی سرمایہ، ۱۹۸۹ء: جمیل الدین عالی، ذوالفقار احمد تابش
۶۔ تحقیق اور تلاش، (غالبیات) ۱۹۹۰ء: محمد علی صدیقی، سید ابوالخیر کشفی، انور سدید

۷۔ جا گیر غالب (پرتھوی چندر)، ۱۹۹۴ء: وحید قریشی، مشفق خواجہ، فرمان فتحپوری
۸۔ غزل، غالب اور حسرت (رشید احمد صدیقی)، ۱۹۹۴ء:
میرزا ادیب، خورشید رضوی، اصغر ندیم
۹۔ لطائفِ غیبی (غالب)، ۱۹۹۵ء: جمیل الدین عالی، مشفق خواجہ
۱۰۔ کچھ اپنے اور غالب کے بارے میں، ایک مکالمہ، ۱۹۹۴ء:
ڈاکٹر اجمل نیازی، سید معین الرحمٰن

زیر نظر کتاب کے اکثر مقالات تحقیقی نوعیت کے ہیں جنھیں محنت کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

60-غالب آشفتہ سر:

پروفیسر نذیر احمد کی تصنیف ہے، جسے مہر الٰہی ندیم اور لطیف الزماں خان نے مرتب کر کے فروری ۱۹۹۶ء میں ملتان آرٹس فورم، ملتان سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۷ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل نو مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب اور ظہوری (۲) عرفی اور اس کا اثر غالب پر (۳) نظیری اور اس کا اثر غالب پر (۴) پنج آہنگ، آہنگ دوم زمزمہ و چہارم میں غالب کے منتخب الفاظ (۵) غالب کے ایک خط کے بعض امور کی توضیح (۶) غالب کے ایک نایاب خط کے بارے میں چند توضیحات (۷) دستنبو اور دساتیر (۸) غالب کے بعد اُردو خطوط سے متعلق کچھ علمی اور ادبی مسائل (۹) غالب کے ایک شعر کی چار تلمیحات۔

یہ کتاب مصنف کے منتشر نو مضامین کا مجموعہ ہے جسے مرتبین نے یکجا کر کے شائع کیا ہے۔ پہلے تین مضامین میں عرفی، ظہوری اور نظیری کے اثرات کو غالب کی فارسی شاعری کے حوالے سے تلاش کیا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک غالب نے نظیری سے نظریہ، تصوف اور عرفی سے انانیت کا تاثر قبول کیا ہے۔ چوتھے مضمون میں غالب کے منتخب فارسی الفاظ مع معنی درج کیے گئے ہیں۔ پانچواں اور چھٹا مضمون ایک خط کے بارے میں توضیحات پر مبنی ہے۔ ساتواں مضمون تحقیقی ہے جس کے ذریعے دستنبو میں دساتیری الفاظ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ کوشش پروفیسر نذیر احمد سے پہلے کسی محقق نے نہیں کی۔ آٹھویں مضمون میں اُردو خطوط کے بارے میں ادبی مباحث چھیڑی گئی ہیں۔ آخری مضمون میں غالب کے ایک شعر کی چار تلمیحات ترکانِ ایبک، قبچاق، خوبانِ خلخ اور خوبانِ نوشاد کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک قابلِ قدر کتاب ہے جس میں غالب کے فکر و فن کے نئے گوشے سامنے آئے ہیں۔

61-غالب کا مقدمہ پنشن:

انیس ناگی کی کتاب ہے۔ القمر انٹرپرائزز لاہور سے مئی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۳۵ ہے۔ ان میں سے ۳۲ صفحات انگریزی میں اور باقی کے ۱۰۳ صفحات اُردو کے ہیں۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے، تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کی پنشن کا تنازعہ (۲) غالب کی پنشن کی درخواستیں (اُردو ترجمہ) (۳) غالب کی پنشن کی درخواستیں (فارسی) (۴) تین فریقوں کی کہانی (۵) انگریزی درخواستوں کا متن۔ ان ابواب میں غالب کی پنشن کا تنازعہ اور مقدمہ پنشن کی روداد قلم بند کی گئی ہے۔ اس کتاب میں انگریزی درخواستوں کا متن دیا گیا ہے اور ساتھ ہی غالب کی ۲۰ درخواستوں کا اُردو ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کی زندگی کے ایک اہم اور حساس موضوع کا احاطہ کرتی ہے۔ مصنف نے اپنی محققانہ کاوشوں کے ذریعے اسے مرتب کر کے پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو مستحکم کیا ہے۔

62-غالب برانہ مان:

ریاض صدیقی کی تصنیف ہے۔ السریٰ پبلی کیشنز، کراچی نے جولائی ۱۹۹۶ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۶ ہے۔ یہ کتاب سات مقالات کا مجموعہ ہے۔ پہلا مقالہ ''غالب نامہ'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں سترہویں صدی عیسوی کو برصغیر کے لیے آگ اور خون کی صدی بتایا گیا ہے۔ اس میں مغلیہ سلطنت کا زوال، انگریزوں کا اقتدار، غالب کی پنشن، ادبی معرکے، سفرِ کلکتہ جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ دوسرے مقالے میں مصنف نے فورٹ ولیم کالج کی ادبی نثر کا حوالہ دیتے ہوئے غالب کے نثری اسلوب کو اجاگر کیا ہے۔ مزید یہ کہ قاطع برہان اور دوسری ادبی معرکہ آرائیوں کا حوالہ دیتے ہوئے انیس ناگی کے نقطہء نظر کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ تیسرے مقالے میں مصنف نے بجنوری کی ''محاسنِ کلامِ غالب'' پر تنقید اور موصوف کے نقطہء نظر سے اختلاف کرتے ہوئے کلامِ غالب میں فصاحت و بلاغت اور لسانی پہلوؤں کے حوالے سے تشنگی کی شکایت کی ہے۔ چوتھا مقالہ ''غالب شکن'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں ''نئے غالب شکن'' انیس ناگی سے یگانہ کے تنقیدی نقطہء نظر کا موازنہ کیا گیا ہے۔ چھٹے باب میں دستنبو اور ساتویں میں ضمیمے کے طور پر دستنبو کا اُردو ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

63-لسانیاتِ غالب:

مقصود حسنی کی تصنیف ہے جو شیر ربانی ٹاؤن قصور سے ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۰۸ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل سولہ مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) شعرِ غالب کے لسانی رویے (۲) بدیسی نما لفظوں کا استعمال (۳) بدیسی لفظوں کے دیسی مفاہیم (۴) آوازوں کا استعمال کا نظام (۵) بھاری آوازوں کا استعمال (۶) عوامل کے مفاہیم (۷) الفاظ صنعت کا استعمال (۸) الفاظ تمیز کے صفاتی مفاہیم (۹) فارسی مرکبات سے اسماء اور فعلی حالتیں بنانے کا رجحان (۱۰) مرکب الفاظ کا استعمال (۱۱) بعض لفظوں کا چال چلن (۱۲) لفظ ''کر'' کا استعمال (۱۳) لفظ ''ہائے'' کا استعمال (۱۴) حرف ''ہمزہ'' سے بننے والے مرکبات (۱۵) تکرار لفظی (۱۶) غالب کا کردار۔

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے غالبیات کے ایک اہم اور اچھوتے موضوع پر گوہر فشانی کی ہے۔ انہوں نے غالب کی شاعری کو فکری حوالوں سے ہٹ کر فنی اور بالخصوص لسانی تناظر میں دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ الفاظ اور آوازوں کے بہت سے روپ سامنے آتے ہیں جنھیں پڑھا اور سنا جاتا ہے اور یہ روپ ہر بار نئے انداز اور نئے حوالوں کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ ہر کسی کے ہاں ان کے استعمال اور ان سے معنی اخذ کرنے کا الگ رنگ ڈھنگ ہوتا ہے۔ چنانچہ غالب کے ہاں بھی ایسی ہی کیفیت ملتی ہے۔ جسے زیرِ نظر کتاب کے سولہ مضامین میں مختلف زاویوں سے پرکھا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں بالکل الگ اور انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔

64-غالب کی خاندانی پنشن اور دیگر امور:

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اسے ترتیب دیا اور معروف ادارے مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ اس کے انگریزی صفحات ۲۸۶ اور اُردو صفحات ۳۱۶ ہیں۔ یہ کتاب غالب کی دوصد سالہ ولادت کے موقع پر شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب میں غالب کی خاندانی پنشن اور دیگر سرکاری امور کے سلسلے میں دستاویزات (۱۸۰۵ء تا ۱۸۶۹ء) پیش کی گئی ہیں۔ غالب نے اپنی پنشن کا دعویٰ پہلے کلکتہ اور پھر دہلی میں دائر کیا تھا۔ اس جدوجہد میں غالب کے سترہ سال صرف ہو گئے تھے۔ نتیجہ ناکامی رہا۔ ان سترہ برسوں میں غالب نے جو عرضیاں دائر کیں اور ان کے بارے میں جو رپورٹیں مرتب ہوئیں ان سب کا ریکارڈ کلکتہ، دہلی اور لاہور کے ریکارڈ آفس میں محفوظ ہے۔ ان مسلوں کی کچھ نقول انڈیا آفس لائبریری لندن میں بھی موجود ہیں۔ بیس برس کی جدوجہد کے بعد نیشنل ڈاکومنٹیشن سنٹر نے پنجاب آرکائیوز، دہلی آرکائیوز اور

انڈیا آفس لائبریری لندن کے ذخائر سے ایک سو چھپن دستاویزات جمع کی ہیں جنہیں ۱۹۹۷ء میں مقتدرہ قومی زبان نے زیر نظر کتاب کی صورت میں محفوظ کر دیا ہے۔ اس میں انگریزی اور فارسی متون کا اُردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے اور ضروری حواشی بھی دیے گئے ہیں۔ مقدمہ پنشن کے علاوہ خاندانی مسائل سے متعلق اسناد اور دستاویزات بھی ہیں۔ اس کتاب کی تیاری میں ڈاکٹر ملک حسن اختر اور انیس ناگی کے تراجم کو سامنے رکھا گیا ہے۔ دستاویزات کا ایک تہائی اُردو ترجمہ محمد عارف اور باقی دو تہائی کا ترجمہ محمود الرحمٰن نے کیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہء غالبیات میں اہم مقام رکھتی ہے۔

65- غالب پیمائی:

ڈاکٹر معین الرحمٰن کی تصنیف ہے۔ جسے ۱۹۹۸ء میں الوقار پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۵۲ ہے۔ یہ دراصل ایک اشاریہ نما کتاب ہے۔ کتاب کے ابتدائی ۲۱۰ صفحات ڈاکٹر معین الرحمٰن کے مرتبہ اشاریہ ء غالب (۱۹۶۹ء) سے ماخوذ ہیں۔ بقیہ تحریریں مصنف کے پی ایچ۔ ڈی کے مقالے "غالبیات کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ" سے ماخوذ ہیں جن میں غالب کی کتابوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ کتاب ملے جلے انیس (۱۹) عنوانات کا احاطہ کرتی ہے۔ اس میں کوئی نئی بات بیان نہیں کی گئی۔ مصنف کی اپنی دو کتابوں کا چربہ ہے۔

65- غالب شخصیت و کردار:

پروفیسر لطیف اللہ کی کتاب ہے جو ادارہ یادگار غالب نے ۱۹۹۸ء میں کراچی سے شائع کی (۲۸)۔ صفحات کی تعداد ۱۳۴ ہے۔ زیر نظر کتاب میں غالب کی زندگی اور اس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ابتداء میں "تمہید" کے عنوان سے مصنف موصوف نے کتاب کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب میں آٹھ مقالات شامل ہیں اور آخر میں کتابیات کے عنوان سے مآخذ کی فہرست دی گئی ہے۔ مقالات کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) تعلیم و تربیت (۲) صلاحیت کا صحیح استعمال (۳) انفرادیت کا احساس (۴) تقلید محض سے اجتناب (۵) احباب اور قرابت داروں سے سلوک (۶) انسانی نقطہ نظر سے مسائل حیات کا مشاہدہ (۷) غالب اور ظرافت (۸) بازگشت

کتاب کے اکثر مضامین تحقیقی نوعیت کے ہیں جن میں غالب کی حیات اور فن پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔اس طرح یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

67- تحقیق نامہ غالب:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی مرتبہ کتاب ۴۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔اسے الوقار پبلی کیشنز لاہور نے ۱۹۹۸ء میں شائع کیا۔زیر نظر کتاب مختلف اہل قلم کی تقریباً چار درجن تحریروں کا مجموعہ ہے۔تفصیل اس طرح سے ہے :

تراجمِ غالب:

۱۔ غالب کے بتیس فارسی خطوں کا اُردو ترجمہ (پرتو روہیلہ) ۲۔غالب کے کچھ فارسی اشاعر کا اُردو ترجمہ (سید علی صفدر)

۳۔ کچھ تراجم غالب۔ایک جائزہ (ڈاکٹر معین الرحمٰن) (الف) فارسی نگارشاتِ غالب کے تراجم (ب) علاقائی زبانوں میں غالب (ج) انگریزی میں مطالعہ غالب (د) جاپانی زبان میں غالب کا مطالعہ

مطالعاتِ غالب:

۱۔ غالب سے متعلق کچھ خیالات (پروفیسر نظیر صدیقی) ۲۔اعلیٰ مدارج میں مطالعہ غالب کی روایت (ڈاکٹر معین الرحمٰن)

۳۔ مرزا غالب کا ایک مقلد۔مرزا رسوا (پروفیسر حق نواز) ۴۔غالب،انفرادی رومانویت کا منفرد مظہر (محمد خان اشرف)

۵۔ ن۔م۔راشد بطور غالب شناس (ڈاکٹر فخر الحق نوری) ۶۔غالب کے ایک شعر کا اساطیری پس منظر (قاضی عابد)

جہانِ غالب:

۱۔یادِ غالب: اطہر رضوی (ڈاکٹر معین الرحمٰن)

۲۔وقارِ غالب: سید وقار عظیم (ڈاکٹر انور سدید)

۳۔ غالب شناسی اور نیاز و نگار: سلیم اختر (احسان الحق)

۴۔ ''راوی'': غالب نما (انبساط عباسی)

۵۔ غالب پر ''ماہ نو'' کا انتخاب (ڈاکٹر معین الرحمٰن)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شناسی:

۱۔ فرمان فتح پوری۔ شخصیت اور شخصی وجاہت (ڈاکٹر معین الرحمٰن)

۲۔ غالبیاتِ فرمان کا اشاریہ (عاصمہ وقار)

۳۔ غالب کی شرح نویسی: تازہ جہت (فرمان فتح پوری)

۴۔ شرح دیوانِ غالب، کیوں اور کیسے؟ (فرمان فتح پوری)

۵۔ گنجینۂ معنی کا طلسم اور غالب (فرمان فتح پوری)

۶۔ ''غالب۔ شاعرِ امروز فردا'' (مذاکرہ)

۷۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب شناسی (ڈاکٹر معین الرحمٰن)

۸۔ ''تمنا کا دوسرا قدم اور غالب'' (سیدہ افصح وحید)

۹۔ متعارفات، متعلق بہ غالب اور ڈاکٹر فرمان (سیدہ افصح وحید)

گپتا رضا اور غالبیات:

۱۔ گپتا رضا۔ تخلیقی و تحقیقی شخصیت (انور ظہیر خان)

۲۔ تالیفاتِ رضا۔ اشاریہ نما (ندرت سجاد)

۳۔ غالب کے سفرِ کلکتہ کی توقیت (کالی داس گپتا رضا)

۴۔ غالب اور لکھنؤ (کالی داس گپتا رضا)

۵۔ بہ سلسلۂ غالب، ڈاکٹر ظ۔ انصاری (کالی داس گپتا رضا)

۶۔ دیوانِ غالب کی تدوین اور گپتا رضا (معین الرحمٰن)

۷۔ گپتا رضا کی دو غیر مطبوعہ تالیفات (ڈاکٹر معین الرحمٰن)

۸۔ گپتا رضا۔ ذخیرہ غالبیات اور غالب شناسی (عظمت رباب)

نادراتِ غالب:

۱۔	غالب پر انیسویں صدی کی ایک اہم تحریر	احمد شفیع فرید آبادی
۲۔	غالب کی غزل پر پچاسی برس قدیم خمسہ	متعارفہ: انبساط عباسی
۳۔	غالب پر ن۔م راشد کی دو قدیم تحریریں	متعارفہ: معین الرحمٰن
۴۔	ایک غالب نمبر، چوتھائی صدی قدیم تبصرہ	ظہور الحق شیخ

غالبیاتی نوادر:

۱۔ جہانِ غالب ۔۔۔ کچھ نوادر کی بازیافت (ڈاکٹر معین الرحمٰن)

۲۔ ''مرقع غالب'' پر علامہ اقبال کا دیباچہ (حنا سرور)

۳۔ چغتائی کا ایک معدوم غالبیاتی کارنامہ (حنا سرور)

۴۔ بسلسلہ، غالبیات ڈاکٹر عبداللہ کا نادر خط (عاصمہ وقار)

غالب شناس اور غالب شناسی:

۱۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کی غالب شناسی (شکیلہ شاہجہاں)

۲۔ ڈاکٹر وحید قریشی بطور غالب شناس (حنا انیس)

۳۔ مستقبل کا غالب شناس۔علی حیدر (فرزانہ بشیر)

ادبِ غالب (تاثر، تعارف):

۱۔ ''نقدِ غالب'': ڈاکٹر مختیار الدین احمد (جمیل الدین عالی)

۲۔ ''لطائف غیبی'': مرزا غالب (جمیل الدین عالی، مشفق خواجہ)

۳۔ ''نقوش غالب'': ڈاکٹر معین الرحمٰن (جمیل الدین عالی، فرزانہ بشیر، ربیعہ نسرین)

۴۔ ''غزل غالب اور حسرتؔ'': احمد صدیقی (میرزا ادیب، خورشید رضوی، اصغر ندیم سید)

۵۔ ''غالب نامہ'': تجزیاتی مطالعہ (ادیب سہیل، ڈاکٹر نجم الاسلام)

غالب......مقبولیت اور معنویت:

۱۔ غالب.....صاحب طرز انشاء پرداز (رشید احمد صدیقی)

۲۔ غالب، آج بھی غالب ہے! (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن)

۳۔ غالب کے خطوط اور ان کی احباب پرستی (سید وقار عظیم)

یہ نگارشات مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں جن سے غالب کی زندگی کے کئی اہم گوشے سامنے آتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب نادر مقالات کا مجموعہ ہے جس میں برعظیم کے نامور اہل قلم کی محققانہ کاوشوں سے استفادہ کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔

68-رموزِ غالب:

ڈاکٹر گیان چند جین کی تصنیف ہے جسے اولاً بھارت سے شائع کیا گیا (۴۹)۔ پاکستان میں یہ کتاب ادارہ یادگار غالب نے کراچی سے ۱۹۹۹ء میں شائع کی، چند اضافوں کے بعد صفحات کی تعداد ۴۵۲ ہے۔ کتاب میں کل سترہ (۱۷) مقالات ہیں جو چار ذیلی عنوانات کے تحت شامل فہرست ہیں۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(الف) تحقیق: (۱) غالب کی زبان ابتدائی کلام کی روشنی میں (۲) غالب کا خودنوشت دیوان (۳) خودنوشت مخطوطہ، دیوان غالب اور اس کی اصلاحیں (۴) نسخہ عرشی زادہ۔ ایک جائزہ (۵) دیوانِ غالب کا متنازعہ مخطوطہ (۶) دیوانِ غالب کے متنازع مخطوطے پر مزید مشاہدات (۷) ''بیاضِ غالب تحقیقی جائزہ'' کا تحقیقی جائزہ (۸) نسخہ بھوپال کی اصلاحیں اور اضافے (۹) نسخہ عرشی طبع ثانی کے لیے کچھ معروضات (۱۰) نسخہ عرشی، کچھ اشعار کی قرائتیں (۱۱) مالک رام بحیثیت ماہر غالب شناس۔

(ب) تنقید: (۱) غالب کا صحیفہ منسوخ (۲) غالب کے نقاد (۳) غالب کے طرفدار نہیں۔

(ج) تبصرے: (۱) کالی داس گپتا رضا کی تین کتابیں۔ (۲) ''مآثر غالب'' مؤلفہ قاضی عبدالودود کی نئی تدوین از حنیف نقوی

(د) متن: (۱) منسوخ کلام غالب میں سے ۱۰۰ منتخب اشعار

زیرِ نظر کتاب کے اکثر مقالات تحقیقی نوعیت کے ہیں غالب کے اُردو کلام پر کافی گہری نظر ڈالی گئی ہے۔ دیوانِ غالب کے متنازعہ مسائل کو بہتر انداز میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب غالب کی شخصیت اور فن کے کئی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اور بلاشبہ غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

69-بازیافتِ غالب:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی تصنیف ہے جسے الوقار پبلی کیشنز لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ''چند غالبیاتی متعارفات'' کے عنوان سے ہے جس میں غالبیاتی نوادر اور کچھ معدوم نگارشات کو سامنے لایا گیا ہے۔ دوسرا حصہ ''اشاریاتی مطالعاتِ غالب'' کے عنوان سے ہے جس میں کتابوں کے اشاریے اور کچھ رسائل میں شائع ہونے والے مضامین کے اشاریے دیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں چند غالب شناسوں کی غالب سے متعلق تحریروں کا اشاریہ درج کیا گیا ہے۔ آخر میں غالب کے بارے میں کتابوں کی دو نمائشوں کے تعارف بھی پیش کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب بنیادی طور پر ایک اشاریہ تصور کی جاسکتی ہے۔

70- کلکتہ کی ادبی داستانیں:

ڈاکٹر وفا راشدی کی مرتبہ کتاب ہے۔ مکتبہ اشاعت اُردو، کراچی سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۲۷۴ ہے۔ اس کتاب میں کلکتہ کی ادبی سرگرمیوں کے بارے میں بہت سی نادر باتیں بیان کی گئی ہیں۔ کتاب میں شامل اکثر مضامین مصنف کے اپنے تحریر کردہ ہیں تاہم کلکتہ کے حوالے سے بعض مضامین دوسرے اہلِ قلم نے بھی تحریر کیے ہیں۔ تفصیل اس طرح ہے:

حرفِ داستاں:

حرفِ سحر	(پروفیسر سحر انصاری)	کلکتہ اور ڈاکٹر وفا راشدی	(مختار اجمیری)
حرفِ نظر	(ظہیر مشرقی)	حرفِ وفا	(ڈاکٹر وفا راشدی)

حرف حرف داستاں:

بیادِ کلکتہ......غالب، داغ، ناسخ، وحشت   کلکتے کا جوز کریا   (ادیب سہیل)

مادرارضی کلکتہ کے نام   (ظہیر مشرقی)

کلکتہ تاریخ، علم اور ادب کے تناظر میں   فورٹ ولیم کالج کے ارباب نظم ونثر اُردو

سیرام پور مرکز، فورٹ ولیم کالج اور اُردو کے یورپین مصنفین   اُردو کی ترقی میں بنگال کے ہندوؤں کا کردار

مٹیا برج کلکتہ میں واجد علی شاہ اختر اور ان کے ہم عصر   غالب اور کلکتہ   غالب اور ناسخ

معرکہ، غالب وقتیل   بنگال میں غالب کے چند شاگرد   غالب اور وحشت

سرسید علی گڑھ تحریک اور کلکتہ   سرسید احمد خان اور نواب عبداللطیف خان   داغ اور کلکتہ

داغ اور ناسخ   معاشقہ، داغ وحجاب   مثنوی فریادِ داغ

کلکتے کی دو مشہور شاعرات، حجاب اور نقاب   تلامذہ، داغ بنگال میں

اکبر اللہ آبادی اور ان کے چند نیاز مند   اقبال اور بنگال   اقبال اور وحشت

علامہ اقبال بنام علامہ وحشت   اقبال کا نظریہ، زندگی   نذرالاسلام، اُردو اور وحشت

کلکتے کے یادگار مشاعرے اور تین اکابرِ ادب   ذکر کلکتہ کے تین اساتذہ سخن کا

کلکتے میں ذوالفقار علی بخاری کی وحشت ونشتر سے ملاقاتیں: عکس تحریر، مکتوب وحشت بنام وفا راشدی

علامہ وحشت کلکتوی اور ڈاکٹر وفا راشدی   بابائے اُردو اور بنگال   جگر مرادآبادی کلکتے میں

وفا راشدی کے نام (سوز دانا پوری)   کلکتے سے شبلی نامہ   (پروفیسر علقمہ شبلی)

کلکتے سے ایک اور خط (ڈاکٹر معصوم شرقی)   کلکتے سے اعجاز نامہ   (ف۔س اعجاز۔مدیر انشاء)

مکتوب گرامی (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں)   وفا اور داستانِ وفا   (مختار اجمیری)

ارمغان کلکتہ   (شفیق الدین شارق)

زیرِ نظر کتاب کو نہایت عمدگی سے مرتب کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے ذریعے جہاں غالب کے کلکتے کی مصروفیات کا پتہ چلتا ہے وہاں دیگر شعراء کی کلکتے میں مصروفیات کا اندازہ ہوتا ہے۔ بحیثیت مجموعی معیاری کتاب ہے۔

71-غالب......فکر و آہنگ:

ڈاکٹر تحسین فراقی کی کتاب ہے۔ اُردو اکیڈمی پاکستان لاہور نے جنوری ۲۰۰۰ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ زیرِ نظر کتاب سات مقالات کا مجموعہ ہے۔ فہرست عنوانات اس طرح ہے۔

(۱) غالب :زیست اور تصورِ زیست (۲) غالب کے فارسی مکاتیب۔ ایک جائزہ
(۳) مثنوی بیانِ نمودارِی شانِ نبوت و ولایت اور غالب کے چند مذہبی معتقدات
(۴) مثنوی چراغِ دیر......ایک جائزہ (۵) مثنوی ابرِ گہربار اور غالب کے عمومی فکری رویے۔
(۶) مہرِ نیم روز اور غالب کا شعورِ دینی (۷) غالب اور صفیر بلگرامی۔

اس کتاب میں غالب کی چند فارسی تخلیقات کے بارے میں محققانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کو حوالوں سے مزین کیا گیا ہے اور بعض مستشرقین کے حوالے سے غالب کی شعری لغات و اصطلاحات کو سمجھنے کا انداز اپنایا گیا۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہء غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

72-املائے غالب:

رشید حسن خان کی تصنیف ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب نے کراچی سے اسے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۲۰ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں غالب کے طرزِ املا کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

پہلا حصہ: الفاظ دوسرا حصہ: (i) قاعدے (ii) املائے فارسی

کتاب کے پہلے حصے میں ایک سو پچھتر (۱۷۵) الفاظ کی املا کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ مثلاً اسطبل / اصطبل، دلی / دہلی، دکان / دوکان، دوم / دوئم، آئنہ / آئینہ وغیرہ۔ اس حصے میں مالک رام نے پہلے ہر لفظ کی صحیح املا کا جائزہ لیا ہے اور بعد میں بحث کی ہے کہ غالب نے ان الفاظ کو کس طرح برتا ہے اور کیوں؟ کتاب کے دوسرے حصے کا پہلا جزو ''قاعدے'' کے عنوان سے ہے جس میں اعراب بالحروف یعنی ''ا'' اور ''ہ'' لایے اور لائے وغیرہ کی مبحث کے ساتھ ساتھ انگریزی لفظوں کی املا، اختلافِ املا، لفظوں کو ملا کر لکھنا، اضافت اور تشدید جیسے موضوعات پر

محققانہ روشنی ڈالی ہے۔ لفظوں کو ملا کر لکھنے میں کی طرح / کیطرح، کے لیے / کیلیے، جس طرح / جسطرح، جیسے الفاظ کی فہرست شامل ہے۔ کتاب کے آخر میں "املائے فارسی" کے عنوان سے ضمیر حاضر، ضمیر غائب، نون غنہ اور قواعد اور لہجے کا فرق جیسے موضوعات پر بحث کی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی میں منفرد مقام رکھتی ہے۔

73- دیوانِ غالب نسخہ خواجہ...... تجزیہ و تحسین:

ڈاکٹر سید معراج نیر اور اصغر ندیم سید اس کتاب کے مرتبین ہیں۔ الوقار پبلی کیشنز لاہور نے ۲۰۰۰ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۲۸ ہے۔ اس کتاب میں ڈاکٹر معین الرحمٰن کے اس کارنامے کو سراہا گیا ہے جو انہوں نے نسخہ خواجہ کی دریافت اور اسے شائع کرنے کے سلسلے میں سرانجام دیا۔ مرتبین کے نزدیک "دیوانِ غالب، نسخہ خواجہ" کی دریافت اور اس کی متنی تنقید و تحقیق ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کا ہی کارنامہ ہے۔ اس دیوان کی اشاعت پر دنیا بھر میں بڑے پیمانے پر جو پذیرائی ہوئی جو محققین و نقادوں کے تحریری مضامین موصول ہوئے ان تمام مضامین کو یکجا کر کے زیر نظر کتاب میں شائع کر دیا گیا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

جمیل احمد سوید (محقق صاحب کی عرق ریزی)، ڈاکٹر نذیر احمد (کچھ نسخہ خواجہ کے بارے میں)، ڈاکٹر [illegible]الدین احمد (فہرست بنسخہ نسخہ خواجہ)، ڈاکٹر حنیف نقوی (نسخہ خواجہ ...... کچھ اہم نکات)، ڈاکٹر تنویر مسعود (نسخہ خواجہ ...... مطالعہ غالب کی تحریری ترقی)، رشید حسن خاں (نسخہ خواجہ ...... ایک مراسلہ)، کالی داس گپتا رضا (غالبیات کو محسن)، ڈاکٹر خلیق انجم (نسخہ خواجہ: غالبیات میں اہم ترین اضافہ)، ڈاکٹر معین الدین عقیل (گزرتی صدی کا آخری بڑا انکشاف)، ڈاکٹر اے بی اشرف (ڈاکٹر معین الرحمٰن اور نسخہ خواجہ)، ڈاکٹر فرمان فتح پوری (غالب، نسخہ خواجہ اور ڈاکٹر معین)، ضمیر نیازی (بات پہنچی نسخہ خواجہ تک!)، سحر انصاری (نسخہ خواجہ کا ایک تعارف)، آفتاب احمد خاں (بے مثال عالمانہ کارنامہ)، نظیر صدیقی (نسخہ خواجہ: جمالیاتی ذوق کا مظہر)، نذیر احمد (نسخہ خواجہ: قابل قدر اور پائیدار تحقیق)، ڈاکٹر سلطانہ بخش (نسخہ خواجہ کی تدوین: ایک اعزاز اور شرف)، ڈاکٹر محمد صدیق خاں شبلی (نسخہ خواجہ: ایک یادگار کارنامہ)، ڈاکٹر توصیف تبسم (نسخہ خواجہ: ایک اہم گم شدہ کڑی کی بازیافت)، ڈاکٹر وحید قریشی (نسخہ خواجہ کا خیر مقدم)، انتظار حسین

(نسخہ خواجہ: ایک نادر مخطوطہ)، اشفاق احمد (ڈاکٹر معین کا اسلوبِ تنقید)، بانو قدسیہ (نسخہ خواجہ: تاثر اور تبریک)، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (کچھ نسخہ خواجہ کے بارے میں)، جیلانی کامران (نسخہ خواجہ: ایک حاصل عشق کارنامہ علمی)، ڈاکٹر سلیم اختر (جاتی صدی کا خوب صورت علمی تحفہ)، ڈاکٹر انور سدید (نسخہ خواجہ: پاکستانی ہدیہ عقیدت)، شعیب ہاشمی (نسخہ خواجہ: ایک کرشمہ اور کارنامہ)، خالد احمد (۱۸۵۲ء کا ایک نسخہ دیوان غالب)، ایئر کموڈور (ر) انعام الحق (نسخہ خواجہ: ایک لاثانی کارنامہ)، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (بڑا اہم تحقیقی و تدوینی کارنامہ)، پروفیسر عبدالجبار شاکر (نسخہ خواجہ: غالبیات کا سب سے بڑا شاہکار)، سیف اللہ خالد (نسخہ خواجہ: صد جلوہ روبرو ہے!)، ڈاکٹر زاہد منیر عامر (نسخہ خواجہ: ایک تاثر)، ڈاکٹر انوار احمد (نسخہ خواجہ: غالبیات میں گراں قدر اضافہ)، تاج سعید (ڈاکٹر معین الرحمٰن کا تاریخی کارنامہ)، ڈاکٹر ظہور احمد اعوان (نسخہ خواجہ: ایک شاداب جہان حسن و معنی)، ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی (ڈاکٹر معین: بے ستون تدوین کا کوہکن!)، عبدالعزیز ساحر (نسخہ خواجہ: تحقیق کا ساتواں در!)، نیر پرویز (تدوین دیوان: معین صاحب کا پرانا خواب!)۔

ان کے علاوہ جن اہل قلم نے مختصر تبصرے بھجوائے ان میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، مشفق خواجہ، مشتاق یوسفی، ڈاکٹر جمیل جالبی، پرتو روہیلہ، احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر عبادت بریلوی اور ڈاکٹر وزیر آغا کے نام شامل ہیں۔ بحیثیت مجموعی معیاری اور دیدہ زیب کتاب ہے۔

74-دیوانِ غالب، نسخہ خواجہ......اصل حقائق:

ڈاکٹر تحسین فراقی کی کتاب ہے۔ اولاً اسے اظہار سنز، لاہور نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا صفحات کی تعداد ۶۰ تھی جبکہ سورج پبلشنگ بیورو نے مارچ ۲۰۰۱ء میں اسے چنداں اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا۔ صفحات کی تعداد بڑھ کر ۱۳۵ ہو گئی۔ اس طرح اس کتاب کو نئے شواہد اور دستاویزات کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔ مصنف نے اصل حقائق کو سامنے لاتے ہوئے دیوانِ غالب "نسخہ خواجہ" کو "نسخہ مسروقہ" قرار دیا ہے اور آخر میں ممتاز دانشوروں، ادیبوں اور محققوں کی آراء بھی شامل کی ہیں جو مصنف کے موقف کی تائید میں ہیں۔ بحیثیت مجموعی کتاب کو اچھے کاغذ اور معیاری طباعت کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔

75- دیوانِ غالب (نسخہ ءخواجہ) صحیح صورتِ حال:

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی کتاب ہے۔ الوقار پبلی کیشنز نے مئی ۲۰۰۰ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۶۴ ہے۔ یہ کتابچہ درج ذیل بارہ (۱۲) عنوانات کا مجموعہ ہے:

(۱) تحسین فراقی کی ناگفتنیاں۔ (۲) نسخہ ءخواجہ کی غیر معمولی پذیرائی کا ردِ عمل (۳) غیر علمی، استہزائی اور مناظراتی لہجہ (۴) تدوینِ متن اور دوسرے تسامحات کی حقیقت (۵) کتابت اور پروف ریڈنگ کے کچھ سہو (۶) ''نسخہ ءخواجہ'' اور ''نسخہ ءلاہور'' میں فرق اور اختلاف (۷) ''نسخہ ءخواجہ'' کی ملکیت کا حل طلب معاملہ (۸) نسخہ ءخواجہ کے مراتب کا امتیاز اور افتخار (۹) نسخہ ءخواجہ اور سید عبداللہ کے متعارفہ نسخے کے اختلاف (۱۰) نسخہ ءلاہور، متعارفہ عرشی کی عکسی نقل در نقل کا حصول (۱۱) ''نسخہ ءخواجہ'' کا غیر جانبدارانہ علمی مطالعہ (۱۲) نسخہ ءخواجہ کی حفاظت اور تحویل کا مطالعہ۔

کتابچے کے آخر میں ایک وضاحتی ضمیمہ دیا گیا ہے جو'' کچھ دوسرے اتہامات کے رد میں'' کے عنوان سے ہے۔ یہ کتابچہ مصنف نے نسخہ ءخواجہ کے اصلی ہونے اور اپنی صفائی میں تحریر کیا ہے۔ اس معاملے کی تفصیل باب دوم میں دیوانِ غالب (نسخہ ءخواجہ) کے ذیل میں موجود ہے۔

75- دیوانِ غالب نسخہ ءخواجہ...... ایک تقابلی جائزہ:

ڈاکٹر عارف ثاقب کا ترتیب دیا ہوا ایک کتابچہ ہے۔ اظہار سنز نے ۲۰۰۰ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ اس کتابچے میں ڈاکٹر تحسین فراقی کی کتاب ''دیوانِ غالب نسخہ ءخواجہ ......اصل حقائق'' اور اس کے جواب میں ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی کتاب ''دیوانِ غالب (نسخہ ءخواجہ) صحیح صورتحال'' کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے ثابت کیا گیا کہ نسخہ ءخواجہ واقعی مسروقہ ہے جسے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری سے چرا کر شائع کیا گیا ہے۔

77- دیوانِ غالب...... نسخہ ءخواجہ یا نسخہ ءمسروقہ:

سید قدرت نقوی کا کتابچہ ہے۔ مکتبہ تخلیق ادب نے اسے اگست ۲۰۰۰ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۷ ہے۔ اس کتابچے میں مصنف نے ''نسخہ ءخواجہ'' والے معاملے کو تحقیقی نظر سے دیکھا ہے اور مختلف شواہد کی روشنی میں یہ رائے قائم کی ہے:

"اصل یہ نسخہ ء جے پور، ثم نسخہ ء لاہور، ثم نسخہ ء خواجہ، ایک ہی مخطوطہ کے مختلف نام ہیں۔ جو مسروقہ ہوتے ہوئے اب مقبوضہ ہو گیا۔ معین الرحمٰن نے اسے اپنے قبضہ میں لے کر اس کی بازیافت کی اور نسخہ ء خواجہ کے نام سے چھاپ دیا۔ بہر حال یہ مقبوضہ ہونے کے باوجود مسروقہ ہی رہے گا"(۳۰)۔

78- محاکمہ، دیوانِ غالب نسخہ ء لاہور (مسروقہ):

پروفیسر جعفر بلوچ اور رفاقت علی شاہد اس کتاب کے مرتبین ہیں۔ علم و عرفان پبلشرز، لاہور نے اسے جون ۲۰۰۱ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۹۹ ہے۔ دیوانِ غالب "نسخہ ء خواجہ" کی اشاعت کے بعد جو ہنگامہ برپا ہوا اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ان سب تحریروں کو زیرِ نظر کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔ کتاب کا "مقدمہ" خلیل الرحمٰن داؤدی کا تحریر کردہ ہے۔ فہرست مندرجات اس طرح ہے:

حصہ اوّل: کتابچے

حصہ دوم: مضامین اور تبصرے

حصہ سوم: کالم

۱۔	دیوانِ غالب...... نسخہ ءخواجہ یا نسخہ ءلاہور	ظفر اقبال
۲۔	دیوانِ غالب...... نسخہ ءخواجہ، اصل حقائق	اشرف بخاری
۳۔	دیوانِ غالب...... نسخہ ءخواجہ کا تنازعہ	ڈاکٹر مشرف احمد
۴۔	مرزا غالب مغلوب اور جنرل ارشد محمود	ڈاکٹر اجمل نیازی
۵۔	وی۔ سی صاحب کو انتباہ	ڈاکٹر اجمل نیازی
۶۔	جھوٹی ایف۔ آئی۔ آر اور چور پروفیسر	ڈاکٹر اجمل نیازی
۷۔	چانسلر صاحب، وائس چانسلر کی مدد کریں	ڈاکٹر اجمل نیازی
۸۔	چانسلر کے گھر وائس چانسلر کا تحقیقی سچ	ڈاکٹر اجمل نیازی
۹۔	ادرک کا کاروبار کرنے والے بوزنے	ڈاکٹر عارف ثاقب
۱۰۔	عالمِ ارواح میں مرزا اسد اللہ غالب کا خط	حفیظ الرحمٰن
۱۱۔	چوری اور سینہ زوری	اشفاق احمد ورک

حصہ چہارم: متفرقات

۱۔	اپنی بات...... اداریہ ماہنامہ "تخلیق" لاہور	اظہر جاوید
۲۔	روشنی کا سفر، اندھیروں کا تعاقب...... اداریہ ماہنامہ "سورج" لاہور	تسلیم احمد تصور
۳۔	اقتباس از انٹرویو	خلیل الرحمٰن داؤدی
۴۔	اقتباس از انٹرویو	لطیف الزماں خاں
۵۔	اقتباس از مضمون	ظفر علی راجا
۶۔	اقتباس از "غالب کے نام ایک خط"	مبین مرزا
۷۔	دیوانِ غالب کا نسخہ ءلاہور	ڈاکٹر تحسین فراقی
۸۔	نظمیں	جعفر بلوچ، ہاتف زعفرانی

حصہ پنجم: ضمیمہ

(الف) دیوانِ غالب ''جرمن ایڈیشن'' پر محققانہ نظر — رفاقت علی شاہد

(ب) روزنامہ ''پاکستان'' میں شائع ہونے والی خبر کا عکس

زیرِ نظر کتاب کو تحقیقی اصولوں کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ تمام تحریروں کی جمع آوری سے ''نسخہء خواجہ'' کے بارے میں اصل حقائق تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ کتاب کی طباعت اور کاغذ کا معیار عمدہ ہے۔

79-غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں:

کالی داس گپتا رضا کی تصنیف ہے۔ ابتداً یہ کتاب بمبئی (بھارت) سے شائع ہوئی (۳۱)۔ پاکستان میں اسے انجمن ترقی اُردو نے ۲۰۰۲ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۳ ہے فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کی زندگی میں مطبوعاتِ غالب (۲) دیوانِ غالب (۳) غالب کی متنازعہ رباعی پر ایک نظر (۴) غالب کے ایک قطعہ کی اولین شرح (۵) کنز المطالب شرح دیوانِ غالب میں شارح کے کچھ ذاتی مشاہدے (۶) پنج آہنگ کے چند اہم نسخے (۷) مثنوی بیان نمودارئ شان نبوت و ولادت (۸) غالب۔ ارسطو جاہ، نسخہء ارسطو جاہ، مہر نیم روز، (۹) غالب کی زندگی میں مہر نیم روز کی اشاعتیں (۱۰) دعائے صباح (۱۱) اشاریہ۔

زیرِ نظر کتاب میں غالب کی کچھ تصانیف کے بارے میں تحقیقی نوعیت کا تعارف کرایا گیا ہے۔ آخر میں چھبیس (۲۶) صفحات پر مشتمل ایک اشاریہ ہے جو پانچ اجزاء میں مختلف موضوعات اور عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے اس میں ضروری حوالے سلسلہ وار ابجدی ترتیب سے درج کیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب محققانہ بالغ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

80-غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے:

ڈاکٹر اکبر حیدری کی تصنیف ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب نے ۲۰۰۲ء میں اسے کراچی سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۷۸ ہے۔ فہرست عنوانات اس طرح ہے:

(۱) غالب اور شاہانِ اودھ (۲) غالب اور حسام الدین حیدر خان (۳) غالب، سالار جنگ اور ذکا (۴) غالب اور مفتی میر محمد عباس (۵) دیوانِ غالب نسخہ حمیدیہ (۶) مخطوطہ دیوانِ غالب سری نگر (۷) اور مطبوعہ نسخے بحیاتِ غالب (۸) غالب کی تاریخ گوئی (۹) غالب کے آخری ایام (۱۰) غالب کا مزار (۱۱) غالب کی اولین شرح۔ وثوق صراحت (۱۲) ناصر علی سرہندی اور مرزا (۱۳) غالب کے متحد المضامین اشعار (۱۴) غالب کا ایک معترض: مرزا یاس یگانہ۔

زیرِ نظر کتاب مصنف کے نادر مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں تقریباً نصف مضامین مرزا کے حالات اور ان کے عہد کے بارے میں ہیں۔ جبکہ باقی مضامین اُردو شاعری کے بارے میں تحقیقی معلومات پر مبنی ہیں۔ مصنف نے ان مضامین میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے اور غالب کے بارے میں نہایت اہم اور عمدہ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اس طرح یہ کتاب سرمایہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

81-نوادرِ غالب:

ڈاکٹر اکبر حیدری کی تصنیف ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب نے ۲۰۰۲ء میں اسے کراچی سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۵۹ ہے۔ کتاب کے مشمولات کی فہرست اس طرح ہے:

(۱) نوادرِ غالب (۲) غالب اور اودھ اخبار (۳) قاطع برہان اور قاطع القاطع (۴) غالب اور رسالہ مرقع عالم (۵) غالب اور رسالہ ''العصر'' لکھنو (۶) غالب اور رسالہ ''ادیب'' الہ آباد (۷) غالب اور رسالہ معارف (۸) مرزا تفتہ اور اودھ اخبار

مصنف نے غالب کی عہد کے اخبارات اور رسائل کو موضوع بناتے ہوئے ان کے بارے میں نادر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان اخبار و رسائل میں شائع شدہ ایسے بہت سے ادبی نوادر کو دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ جن سے اہل ادب واقف نہیں تھے۔ ان نوادر کی اشاعت سے اُردو کے علمی و ادبی سرمائے میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ ان نوادر میں نثری اور منظوم تحریریں شامل ہیں۔ آٹھ مقالات پر مبنی یہ کتاب غالبیات کے سرمائے میں اہم اضافہ ہے۔

82-نادر ذخیرہ غالبیات:

فرح ذبیح کی تصنیف ہے۔ شعبہ اُردو، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان نے ۲۰۰۳ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۶۶۳ ہے۔ یہ کتاب دراصل ایم فل اُردو کا تحقیقی مقالہ ہے جسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ملتان میں موجود پروفیسر لطیف الزماں خاں کے ذخیرہ غالبیات کی ایک توضیحی وتشریحی فہرست ہے جسے نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

باب اوّل: غالب شناسی کی روایت میں ذاتی کتب خانوں کی اہمیت

باب دوم: لطیف الزماں خان کا کتب خانہ...... ایک تعارف

باب سوم: لطیف الزماں خاں کے کتب خانہ (ذخیرہ غالبیات) کی توضیحی وتشریحی فہرست

(۱) دیوانِ غالب اُردو (۲) منظوم فارسی کلام مع دیوانِ فارسی (۳) نثر غالب (۴) تحقیقی کتب (۵) تنقیدی کتب (۶) شرح غالب (۷) نظم و نثر کا انتخاب (۸) رسائل کے غالب نمبر و گوشہ غالب (۹) رسائل غالب نامہ (۱۰) انفرادی مضامین (۱۱) غالبیات کی فائلیں (۱۲) غیر مطبوعہ مقالات (۱۳) طرح غالب (غالب پر لکھے گئے ڈرامے، ناول، تماثیل اور کارٹون وغیرہ) (۱۴) غالب کی تصاویر/کیسٹ آڈیو/ وڈیو/صادقین کے مصورانہ اشعار کا فریم، دیگر کارڈز، تصاویر اور اشیاء (۱۵) انگریزی کتب۔

باب چہارم: سرمایہ غالب کی اہمیت اور افادیت

کتابیات۔ ضمیمہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ پروفیسر لطف الزماں خاں نے ''غالبیات'' سے متعلق جو ذخیرہ کتب جمع کیا، اس کا ذکر ہر صاحب علم نے اپنے تذکرے میں کیا ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی تھی کہ اس کتب خانے کی فہرست سازی کی جائے۔ جو فرح ذبیح نے نہایت عرق ریزی سے سرانجام دے کر اسے زیر نظر کتابی شکل میں شائع کیا۔ اس کاوش سے ایک طرف تو ایک معروف کتب خانے کی فہرست سازی عمل میں آئی ہے اور دوسری طرف اس بات کا بھی اندازہ ہوا ہے کہ

غالب پر کتنا کچھ لکھا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب سرمایہ غالبیات میں اہم مقام رکھتی ہے۔ نیز غالب پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ایک اہم رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

83- مرقع غالب:

پروفیسر حمید احمد خان کی تصنیف ہے۔ مجلس ترقی ادب نے اسے فروری ۲۰۰۳ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۰۹ ہے۔ اس کتاب میں غالب کی شخصیت کے اہم پہلوؤں کو سامنے لایا گیا ہے۔ بالخصوص غالب کی گھریلو اور نجی زندگی کے ایسے گمنام گوشے اجاگر کیے گئے ہیں جن سے مصنف کی عرق ریزی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ ضمیمہ جات میں تصاویر، زائچے اور نقشہ جات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ تفصیل مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کی شخصیت (۲) غالب کی خانگی زندگی کی ایک جھلک (۳) امراؤ بیگم (۴) خضر مرزا صاحب سے میری ملاقات (۵) غالب کی شاعری کا پہلا دور (۶) غالب اور بیدل (۷) غالب کی شاعری میں حسن و عشق (۸) غالب کا کلکتہ (۹) اسد اللہ خاں تمام ہوا

ضمیمہ جات:

(الف) غالب کا سوانحی خاکہ

(ب) سفر غالب ۱۹۳۸ء میں مصنف کے خطوط، والدہ کے نام

(ج) کتاب کے لیے یادداشتیں

(د) فہرست کتب (غالب پر مصنف کا ذخیرہ کتب)

(ہ) غالب پر مصنف کی دوسری متفرق تحریروں کی فہرست

کتاب کے ابتداء میں "پیش لفظ" کے عنوان سے احمد ندیم قاسمی نے کتاب کی اہمیت پر سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اسے علمی، ادبی اور تعلیمی حلقوں کے لیے اہم کارنامہ قرار دیا ہے۔ "دیباچہ" سعید احمد خاں (فرزند حمید احمد خاں) کا لکھا ہوا ہے۔ کتاب میں مختلف مقامات پر انتالیس (۳۹) تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ دو زائچے اور نقشہ جات بھی کتاب میں شامل کیے گئے ہیں۔ آخر میں ایک اشاریہ درج کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں ایک نادر اضافہ ہے۔

84-غالب درونِ خانہ:

کالی داس گپتا رضا کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اُردو، کراچی نے اسے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۲۴ ہے۔ یہ کتاب قبل ازیں بھارت سے شائع ہو چکی ہے (۳۲)۔ کتاب کے مندرجات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کا خاندان (دادا، والد، چچا اور پھوپھیاں وغیرہ) (۲) غالب کی والدہ (۳) غالب کی تاریخِ ولادت (۴) غالب کا نام (۵) غالب کا مذہب (۶) زوجہء غالب امراؤ بیگم (ازدواجی زندگی کے پہلے ۱۶ سال) (۷) غالب بنام امراؤ بیگم (۸) غالب اور امراؤ بیگم میں ان بن، کتنا جھوٹ، کتنا سچ۔ (۹) غالب کے سفر کلکتہ کی توقیت (۱۰) غالب اور فرزندئ غالب؟ (۱۱) غالب کا ملازم خاص کلو داروغہ (۱۲) مرزا عباس بیگ (۱۳) نواب مرزا الٰہی بخش خاں معروف (۱۴) فخر الدولہ، دلاور الملک، نواب احمد بخش خاں بہادر رستم جنگ (۱۵) مرزا افضل بیگ (۱۶) آبِ حیات میں ترجمہ غالب (مع حواشی) (۱۷) توقیتِ غالب۔

زیرِ نظر کتاب غالب کی گھریلو زندگی کا منظر پیش کرتی ہے۔ کتاب کے اکثر مضامین کا تعلق براہ راست غالب کی ذات سے ہے۔ مصنف نے غالب کی امراؤ بیگم سے شادی اور ازدواجی زندگی کے حالات کو تحقیقی نقطہء نظر سے پیش کیا ہے۔ ایک مضمون مرزا افضل بیگ پر ہے، جو غالب کے بہنوئی تھے۔ بحیثیت مجموعی غالب کے سوانح پر یہ کتاب ایک اہم اضافہ ہے۔

85-غالب کی آپ بیتی:

نثار احمد فاروقی کی ترتیب دی ہوئی یہ کتاب ہے۔ اولاً یہ بھارت سے شائع ہوئی (۳۳)۔ پاکستان میں اسے بک ہوم نے ۲۰۰۴ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۷۶ ہے۔ یہ کتاب غالب کے خطوط سے انہیں کے لفظوں میں ترتیب دی ہوئی مکمل سوانح حیات ہے۔ اس اعتبار سے اس کا ہر لفظ مستند ہے۔ یہ کتاب غالب کے سوانح سے متعلق ساٹھ عنوانات پر بحث کرتی ہے۔ ان عنوانات میں خاندان، ولادت، سفر کلکتہ، مذہب، مکان، اولاد، ملازم، احباب، پنشن کا اجراء، سکہ کا الزام، سفر رامپور وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ یہ کتاب غالب کی تصانیف دستنبو، قاطع برہان، درفشِ کاویانی، نامہء غالب، لطائفِ غیبی، سبد چیں اور اُردو دیوان پر

بھی غالب کی اپنی تحریروں کے اقتباسات کا مجموعہ ہے۔ بحثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

86-غالب کا سفرِ کلکتہ اور کلکتے کے ادبی معرکے:

ڈاکٹر خلیق انجم کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان، کراچی نے اسے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۵۳ ہے۔ اسی سال اس کتاب کا ایک ایڈیشن بھارت سے بھی شائع ہوا (۳۴)۔ کتاب کے مشمولات کی فہرست یہ ہے:

(۱) حرف آغاز

(۲) پہلا باب

(۳) غالب کے سفر کلکتہ کا آغاز

(۴) غالب کانپور اور لکھنوء میں

(۵) غالب کا باندہ، الٰہ آباد اور مرشد آباد کا سفر

(۶) غالب کلکتے میں

(۷) غالب کی پنشن کا قضیہ

(۸) ادبی معرکے کے تین مشاعرے

(۹) بادِ مخالف

(۱۰) سفیرِ ہرات

(۱۱) سفر کلکتہ میں غالب کی صحت

(۱۲) سفر کلکتہ میں غالب کی مالی حالت

(۱۳) سفرِ کلکتہ کے دوران غالب کی تخلیقی سرگرمیاں

(۱۴) دوسرا باب

(۱) غالب اور ہندوستانی فارسی، شاعر اور فارسی فرہنگ نویس

(۲) غالب کی بعض ہندوستانی فارسی دانوں کی مدح سرائی

(۳) غالب اور قتیل

(۴) غالب اور بیدل

(۵) مولوی غیاث الدین عزت

(۶) غالب اور عبدالواسع ہانسوی

(۷) غالب در مدح خود

(۸) چند اہم دستاویزیں

(۱) نقشہء سفر مرزا غالب (کانپور سے باندہ تک)

(۲) نقشہء ذرائع آمدورفت باندہ

(۳) ضمیمہ (۱) نقل عرضداشت غالب بنام ولیم فریزر

(i) اصل دستاویز (ii) کمپوز شدہ عبارت

(۴) ضمیمہ (۲) نواب احمد بخش خان کے نام لارڈ لیک کا پروانہ ۴ر مئی ۱۸۰۶ء

(i) اصل دستاویز (ii) کمپوز شدہ عبارت

(۵) ضمیمہ (۳) نواب احمد بخش خان کی نام لارڈ لیک کا خط ۷ر جون ۱۸۰۶ء

(i) اصل دستاویز (ii) کمپوز شدہ عبارت

(۱۵) حواشی، تعلیقات

(۱۶) انگریزی افسران

(۱۷) پنشن کے قضیے سے متعلق حضرات:

(۱) ابوالقاسم خان، سید (۲) احمد بخش خاں، نواب (۳) افضل بیگ، مرزا (۴) اکبر بیگ، مرزا (۵) التفات حسین، منشی (۶) الٰہی بخش معروف، نواب (۷) امراؤ بیگم (۸) امیر النساء بیگم (۹) امی کرن (۱۰) اوزبک جان (۱۱) جانوں (۱۲) خواجہ حاجی خان (۱۳) ذوالفقار علی بہادر، نواب (۱۴) رانا شیورام (۱۵) سراج الدین احمد خان (۱۶) سراج الدین علی خان، قاضی (۱۷) سید کرم حسین بلگرامی، مولوی (۱۸) شائق، فیض الدین عرف حیدر جان (۱۹) شمس الدین خان، نواب (۲۰) صادق علی خان، حکیم (۲۱) طپاں، احمد بیگ خان مرزا (۲۲) عاشق علی خان، منشی (۲۳) عبدالکریم، مولوی (۲۴) عبداللہ بیگ خاں، مرزا (۲۵) عزت النساء بیگم

(۲۶) علی اکبر خان، سید (۲۷) غازی الدین حیدر، غلام حسین خواجہ (۲۸) فضل حق خیر آبادی (۲۹) فضل مولا خان، میر (۳۰) کرم علی، میر (۳۱) محمد علی (۳۲) مرزا مغل (۳۳) مرزا یوسف (۳۴) معتمد الدولہ، نواب سید محمد خاں بہادر عرف آغا میر (۳۵) نصیر الدین حیدر (۳۶) نصر اللہ بیگ خان، مرزا (۳۷) ولایت حسین، مولوی

(۱۸) اشاریہ:

(۱) اشخاص (۲) مقامات (۳) کتابیں اور رسالے

(۱۹) کتابیات:

خلیق انجم کی یہ کتاب نہایت محققانہ بالغ نظری کا مبینہ ثبوت ہے۔ انہوں نے غالب کی کلکتہ کی جملہ مصروفیات اور پنشن کے قضیے کے بارے میں جو نادر معلومات بہم پہنچائی ہیں اس سے حیاتِ غالب کے اہم گوشے بے نقاب ہوتے ہیں۔ کتاب کو تحقیقی اصولوں کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ اہم نکات کی وضاحت کے لیے حواشی و تعلیقات درج کیے گئے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب پاکستان میں ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

87-غالب کے سوانح نگار:

سعد مسعود غنی کی تصنیف ہے۔ المعفر اب پبلی کیشنز، ملتان نے ۲۰۰۵ء میں اسے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۴۰ ہے۔ یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

باب اوّل: <u>فن سوانح نگاری</u>

(۱) سوانح نگاری (۲) سوانحی ادب کے ارتقاء پر ایک نظر

باب دوم: <u>انیسویں صدی میں غالب کے سوانح نگار</u>

(۱) شعرائے اُردو کے تذکرے اور ذکر غالب (۲) محمد حسین آزاد (آبِ حیات)

(۳) الطاف حسین حالی (یادگارِ غالب) (۴) سید محمد اوج لکھنوی (حیاتِ غالب)

باب سوم: <u>بیسویں صدی میں غالب کے سوانح نگار</u>

(۱) مصنفین اُردو اخبار (حیاتِ غالب) (۲) شیخ اکرام (حیاتِ غالب)

(۳) مالک رام (ذکرِ غالب) (۴) غلام رسول مہر (غالب)

(۵) حفیظ عباسی (کہانی میری، زبانی میری) (۶) عارف شاہ گیلانی (شہنشاہِ سخن)

باب چہارم: حاصل مطالعہ

(۱) سوانح (۲) سوانح عمریاں (۳) کتابیات

زیرِ نظر کتاب سے غالب پر لکھنے والوں کا تعارف ہوتا ہے۔ نیز اس کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ غالب کی فنی زندگی کے آغاز سے ہی غالب پر لکھنے والوں نے لکھنا شروع کر دیا تھا اور کم و بیش ہر عہد میں اس پر لکھا جاتا رہا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب غالب کی روایت میں اہم مقام رکھتی ہے۔ مزید یہ کہ غالب پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لیے بھی یہ کتاب اہم معلومات کا درجہ رکھتی ہے۔

88-غالبیات اور نیاز فتح پوری:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصنیف ہے، ادارہ یادگارِ غالب نے ۲۰۰۵ء میں اسے کراچی سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ اس کتاب میں نیاز فتح پوری کے غالبیاتی کام کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ رسالہ ''نگار'' میں شائع ہونے والے غالبیاتی مضامین سے لے کر نیاز فتح پوری کی کتاب ''مشکلاتِ غالب'' تک کے سارے کام کو تحقیقی اصولوں کے مطابق دیکھا گیا ہے۔ اس کتاب سے جہاں غالب کی زندگی کے نئے گوشے سامنے آئے ہیں وہاں نیاز فتح پوری کی غالب شناسی کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ بحیثیت مجموعی قابل قدر تحقیق ہے۔

89-غالب کے زمانے کی دِلی:

ڈاکٹر عباس برمانی کی تصنیف ہے۔ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور نے اسے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے خطوطِ غالب کے ذریعے سے غالب کے عہد کی دلی کا تعارف کرایا ہے۔

ابتداء میں ''غالب بقلم خود'' کے زیرِ عنوان غالب کی اپنی تحریروں سے اخذ کردہ غالب کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ازاں بعد مختلف عنوانات کے تحت دہلی کے کوچہ و بازار، قلعہ معلیٰ، دہلی کے مصور و موسیقار و مطرب، دہلی میں ہونے والے تہوار مثلاً ہولی، دیوالی، محرم وغیرہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں آخری مغل بادشاہ سمیت دہلی کے مشاہیر اور تلامذہ، غالب کا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ یہ ساری نادر معلومات غالب کی اپنی تحریروں سے اخذ کردہ ہیں جنہیں مصنف نے بڑی دیدہ ریزہ اور سلیقے کے ساتھ تحقیقی اصولوں کی بنیاد پر ترتیب دیا ہے۔ جگہ جگہ دہلی کے مختلف مقامات کی پرانی تصاویر کے ذریعے سے کتاب کو مزین کیا گیا ہے۔ آخر میں کتابیات کے زیرِ عنوان ماٰخذ کی فہرست دی گئی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب مجموعی طور پر غالبیاتی مطالعہ میں ایک اہم اور نادر اضافہ ہے۔

90-غالب کے دستر خوان:

انوار علی علوی کی تصنیف ہے جسے اکیڈمی بازیافت، اُردو بازار، کراچی نے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔ اس کتاب میں غالب کے خطوط اور دیگر تحریروں سے غالب کی مرغوب غذاؤں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بچپن سے لے کر آخری عمر تک غالب کے دستر خوان پر جو انواع چنی جاتی رہی ہیں، مصنف نے بڑی دیدہ ریزی اور ہلکے پھلکے انداز میں انہیں یکجا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کھانے اور پینے کی تمام اشیاء کا ذکر تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔ اس کتاب سے حیاتِ غالب کا اہم دریچہ وا ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

91-تلامذہ غالب:

مالک رام کی تصنیف ہے۔ اولاً ہندوستان سے شائع ہوئی (۳۶)۔ اسے پاکستان میں گلوب پبلشرز لاہور نے شائع کیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ زیرِ بحث کتاب کو ادارہ یادگارِ غالب، کراچی نے طبع سوم کے تحت ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۱۴ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں غالب کے ۱۴۶ شاگردوں کے احوال درج کیے گئے ہیں اور نمونہ کلام سمیت ان کا جامع تعارف کرایا گیا ہے۔ ان شاعروں کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں پیدائش، رہائش، تعلیم، شادی اور جس حوالے سے وہ غالب کی شاگردی میں آئے تھے ان سے متعلق عام تفصیلات شامل ہیں۔ کتاب کے آخر میں فہرست حواشی کے عنوان سے ۴۹ افراد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ غالب کے شاگردوں میں سے جن کی تصاویر دستیاب ہو سکی ہیں وہ بھی شاملِ کتاب کی گئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کے عہد اور اس عہد کی شعری اور فکری روایت کو سمجھنے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔

92-غالب پر سوانحی ادب:

ڈاکٹر محمد یار گوندل کی تصنیف ہے جسے ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور نے ۲۰۱۲ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۲۲ ہے۔ یہ کتاب دراصل مصنف کے پی ایچ۔ڈی کا مقالہ ہے جسے کتابی شکل دی گئی ہے۔ یہ کتاب پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول فنِ سوانح نگاری سے متعلق ہے، باب دوم غالب پر مستقل سوانحی تحریریں کے عنوان سے ہے۔ باب سوم، جزوی سوانحی کتب، باب چہارم، غالب پر سوانحی مضامین اور باب پنجم غالب پر سوانحی تحریروں کے مجموعی جائزے کے بارے میں ہے۔ بحیثیت مجموعی غالبیاتی سرمائے میں اہم اضافہ ہے۔

93-چھپنا دیوانِ غالب نسخہ امروہا کا:

سید انیس شاہ جیلانی کی مرتبہ تصنیف ہے جسے فکشن ہاؤس لاہور نے ۲۰۱۳ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۶ ہے۔ اس کتاب میں دیوانِ غالب نسخہ امروہا کی اشاعت کی روداد بیان کی گئی ہے' جو زیادہ تر مختلف غالب شناسوں کے درمیان ہونے والی مراسلت پر مبنی ہے۔ اس سلسلہ میں نثار احمد فاروقی' لطیف الزمان خان' توفیق احمد چشتی وغیرہ کے مراسلوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ کتاب کے نہ تو ابواب ہیں اور نہ ہی کوئی پیش لفظ البتہ مصنف کا دل پذیر اسلوب کتاب میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ مصنف نے نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ خطوط اکٹھے کر کے درج کیے ہیں۔ بحیثیت مجموعی غالبیات پر نادر کتاب ہے۔

اس جائزے میں اب ان کتب کو زیرِ بحث لایا جا رہا ہے جن پر سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں انہیں مصنفین یا اداروں کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

94-سرگزشتِ غالب:

آقائے رازی کی یہ کتاب پہلی بار ایم فرمان علی بک سیلر لاہور سے شائع ہوئی۔ سال اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۰۴ ہے۔ یہ کتاب غالب کے سوانح پر ایک جامع تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں غالب کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ پندرہ ابواب پر مشتمل اس کتاب کی فہرست اس طرح سے ہے:

پہلا باب: پیدائش نام ونسب اور خاندان	دوسرا باب: عہدِ طفلی اور تعلیم
تیسرا باب: شادی، خانگی زندگی اور متعلقین	چوتھا باب: دہلی میں سکوت اور مکان
پانچواں باب: سفرِ کلکتہ	چھٹا باب: رام پور اور میرٹھ کے سفر
ساتواں باب: پنشن کا مقدمہ	آٹھواں باب: ابتلاء واسیری
نواں باب: مالی حالت، مدح گوئی اور صلہ یابی	دسواں باب: داستانِ غدر
گیارھواں باب: پنشن کے لیے سعی وسفارش	بارھواں باب: عوارض اور وفات
تیرھواں باب: اخلاق اور عادات	چودھواں باب: تصانیف
پندرھواں باب: کلام، طریقِ اصلاح اور مشاعرے	

یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن جامع انداز میں غالب کی حیات و شخصیت کا احاطہ کرتی ہے۔ایک لحاظ سے اچھی تحقیقی کاوش ہے۔

95-روحِ غالب:

ڈاکٹر محی الدین قادری زورؔ کی تصنیف ہے۔اگرچہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن بھارت سے شائع ہوا (۳۵)۔لیکن پاکستان میں یہ کتاب تاج کمپنی لاہور نے شائع کی ہے۔ سال اشاعت درج نہیں ہے۔صفحات کی تعداد ۲۳۴ ہے۔یہ کتاب غالب کے حالاتِ زندگی، کارناموں اور ان کی تصانیف پر اجمالی بحث کا مجموعہ ہے۔ابتداء میں غالب پر اولین لکھنے والوں مثلاً حالی، آزاد، بجنوری اور ڈاکٹر عبداللطیف کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی غالب شناسی کے پہلوؤں پر تنقید کی گئی ہے۔ ازاں بعد غالب کے سوانح نگاروں میں سے غلام رسول مہر، شیخ محمد اکرام، مالک رام اور مہیش پرشاد کے کارناموں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اسی طرح ''حیاتِ غالب'' کے عنوان سے غالب کے حالاتِ زندگی اور ان کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے۔آخر میں خطوطِ غالب کی ادبی و علمی اہمیت بیان کی گئی ہے اور ۱۳۸ افراد کے نام ۲۲۵ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔

96-تعارفِ غالب:

سیف سلطان پوری کا کتابچہ ہے۔تھرپارکر ڈسٹرکٹ کلچرل ایسوی ایشن نے اسے میرپور خاص (سندھ) سے شائع کیا۔سال اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۸ ہے۔ اس میں غالب کے مختصراً حالات اور چند لطائف درج کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں غالب کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے اور مختلف مشاہیر کی آراء درج کر کے غالب کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ایک ایسا شخص جو غالب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا، اس کتابچے کے ذریعے غالب کی شخصیت اور فن سے متعارف ہو جاتا ہے۔اس اعتبار سے یہ کتابچہ اہمیت کا حامل ہے۔

97-غالب:

یہ کتاب تصنیف و تالیف کے ایک معروف ادارے شیخ غلام علی اینڈ سنز نے لاہور سے شائع کی ہے۔سال اشاعت درج نہیں۔صفحات کی تعداد ۱۸۸ ہے۔زیرِ نظر کتاب درج ذیل ۱۲ ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل: ابتدائی حالات
باب دوم: شادی اور گھریلو زندگی
باب سوم: قیام دہلی
باب چہارم: غالب سفر میں
باب پنجم: پنشن کا مقدمہ
باب چھٹا: مالی حالات
باب ساتواں: بیماری وفات اور شاگرد
باب آٹھواں: اخلاق وعادات
باب نواں: غالب اور جنگِ آزادی
باب دسواں: غالب کی شوخی اور بذلہ سنجی
باب گیارھواں: چند متفرق باتیں
باب بارھواں: شعری کمالات کے نمونے

پیشِ نظر کتاب غالب کے بچپن کے حالات سے لے کر آخر عمر تک کے حالات پر مبنی ہے۔ یہ ایک دلچسپ اور دلکش سوانح حیات ہے جس میں مرزا کی سیرت اور اس کے اخلاق وعادات، طرزِ زندگی اور تمام قابلِ قدر خصوصیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کتاب کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں غالب کی زندگی کے سبق آموز پہلوؤں کو بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔اس لیے اس کی زندگی کے غیر اہم اور غیر ضروری پہلو سامنے نہیں لائے گئے۔لگتا ہے کہ اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں مولانا غلام رسول مہر کی کتاب "غالب" کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے اور اکثر اقتباسات اسی کتاب سے لیے گئے ہیں۔

98-فسانۂ غالب:

مالک رام کی تصنیف ہے۔مکتبہ شعروادب نے اسے لاہور سے شائع کیا ہے۔سال اشاعت درج نہیں۔اس کا پہلا ایڈیشن ہندوستان سے شائع ہوا (۴۷)۔صفحات کی تعداد ۱۹۱ ہے۔کتاب کے مندرجات یہ ہیں:

(۱) توقیتِ غالب (۲) تاریخ ولادت (۳) ایک فارسی خط کی تاریخ (۴) مرزا یوسف (۵) عبدالصمد ......استاد غالب (۶) غالب کی مہریں (۷) نواب شمس الدین احمد خاں (۸) مقدمہ پنشن کا عرضی دعویٰ (۹) قتیل پنجابی النسل تھا (۱۰) ایک معاصر اندراج (۱۱) سکہ کا الزام اور اس کی حقیقت (۱۲) غالب سے منسوب دوسرا سکہ (۱۳) دربار رام پور سے تعلقات (۱۴) غالب کی سوسائٹی (۱۵) آزاد بنام غالب۔

زیرِ نظر کتاب غالب کی زندگی کے حالات پر مبنی ہے۔ان پندرہ مضامین میں غالب کے ذاتی حالات اور ان کے عہد کے بارے میں محققانہ روشنی ڈالی گئی ہے۔اس سے قبل مصنف کی

کتاب ''ذکر غالب'' بھی اگرچہ غالب کے حالات پر مبنی تھی لیکن اس کتاب میں بعض مجمل بیانات کی توضیح ضروری سمجھی گئی۔ یہی محرک زیر نظر کتاب کی اشاعت کا موجب بنا۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب عام قاری اور غالب کا خصوصی مطالعہ کرنے والوں کے لیے اہم معلومات فراہم کرتی ہے۔ یہ کتاب غالب شناسی میں اہم اضافہ ہے۔ آخر میں کتابیات کے عنوان سے مآخذ کی فہرست دی گئی ہے۔

(ii) دیگر زبانوں میں تحقیق

پاکستان میں شائع ہونے والی اُردو کتب کے مطالعے کے بعد اب ان کتابوں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جو اُردو کے علاوہ دیگر ملکی و غیر ملکی زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں پنجابی، پشتو، بلوچی، سندھی، بنگالی، فارسی اور انگریزی زبان میں لکھی جانے والی کتب شامل ہیں۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

99- غالب جنھوں ہر کوئی چنگا آکھے (پنجابی):

کرار حسین کی کتاب ہے۔ شفیع عقیل نے اس کا پنجابی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے مارچ ۱۹۶۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۲۷ ہے۔

فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱) سماجی پچھوکڑ (۲) اکبر آباد (آگرہ) (۳) مرحوم دلی

(۴) زمانے وحادثے (۵) توازن کی پختہ کاری

یہ کتاب اگرچہ پنجابی ترجمہ ہے لیکن اس سے غالب پر پنجابی زبان میں لکھنے کی روایت قائم ہوئی ہے اور علاقائی زبانوں بالخصوص پنجابی میں ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہوا ہے۔ اس کتاب میں غالب کے ذاتی اور سماجی حالات کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔ ابتداء میں مترجم نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے۔ نیز کتاب کو حوالہ جاتی بنایا گیا ہے۔

100- غالب چہ ہر خوک ئے وائی ښہ (پشتو):

کرار حسین کی تصنیف ہے۔ بیگم شاہ نے پشتو زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے ۱۹۶۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۵ ہے۔ فہرست اس طرح سے ہے:

(۱)اوسی پس منظر (۲)اکبرآباد(آگرہ) (۳)دہلی مرحوم
(۴)وٹونڈ کشمکش (۵)وزمانے حادثے۔

کتاب کو ترجمہ کے اہم اور بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریر کیا گیا ہے۔ اس طرح ذخیرہ ءغالبیات میں یہ ترجمہ ایک اہم اضافہ ہے۔

101-غالب سپ چگو جھن کیسی چون (سندھی):

کرار حسین کی تصنیف ہے جسے یوسف شاہین نے سندھی ترجمے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ کتاب وفائی پرنٹنگ پریس نے مارچ ۱۹۶۹ء میں کراچی سے شائع کی۔ صفحات کی تعداد ۴۰ ہے۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱)معاشرتی پس منظر (۲)اکبرآباد(آگرہ) (۳)دہلی ءِمرحوم
(۴)زندگی ءِجی کشمکش (۵)زمانی جاحادثا (۶)توازن پختگی۔

اس ترجمے سے غالب پر سندھی زبان میں لکھنے کی روایت قائم ہوئی ہے۔

102-غالب کہ ہر کس آئیا ساڑائیت (بلوچی):

کرار حسین کی کتاب ہے اور محمد صدیق آزاد نے اس کا بلوچی میں ترجمہ کیا ہے۔ وفائی پریس کراچی سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۸ ہے۔ فہرست مشمولات اس طرح ہے:

(۱)دوور بیدگی (۲)اکرب آباد(آگرہ) (۳)حدامرزی ئین دلی
(۴)زندءِکش وچیل (۵)سکیائی دور (۶)ہم سنگی وپختگی۔

یہ ترجمہ بھی بلوچی زبان وادب کی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے غالب شناسی میں وقیع سرمائے کا اضافہ ثابت ہوا ہے۔

103- گالب، شوبئ جاکے بھالو بولے (بنگالی):

کرار حسین کی کتاب ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے اس کا بنگالی ترجمہ کیا اور غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۰ ہے۔ یہ کتاب بنگلا رسم الخط میں لکھی ہوئی ہے۔ رحیم داد نے اس کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

104-غالب، احوال و آثار (فارسی):

محمد علی فرجاد کی تصنیف ہے۔ مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان نے اسلام آباد سے اسے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۵۷ ہے۔ کتاب کی ''تقریظ'' ڈاکٹر شکور احسن کی لکھی ہوئی ہے اور مقدمہ مصنف نے لکھا ہے۔ فہرست مندرجات اس طرح ہے:

(۱) نگاہی بہ سیر زبان و ادب فارسی در پاکستان و ہند از آغاز تا عصر غالب (۲) تمدن آریائی (۳) ارتباط تمدن ایران با تمدن شبہ قارہ (۴) رگ وید و اوستا (۵) تحسین فاتح درہ سندھ (۶) فرمانروایان مولتان (۷) رواج زبان فارسی در لاہور (۸) تکریم شاعران پارسی گو (۹) رواج فارسی در دہلی (۱۰) رواج فارسی در مولتان (۱۱) زبان فارسی در بنگال (۱۲) زبان فارسی در جملہ ہند (۱۳) عصر غالب (۱۴) شرح حال غالب (۱۵) نیاکان غالب (۱۶) تولد غالب آغاز شاعری (۱۷) آغاز شعر گوئیہ زبان فارسی (۱۸) مسافرت بہ کلکتہ (۱۹) زن و فرزندان غالب (۲۰) اوضاع و احوال عصر غالب (۲۱) وضع آشفتہ (۲۲) خصوصیات اخلاق غالب (۲۳) مسائل مذہبی غالب (۲۴) اجتماعی و ادبی (۲۵) بیماری غالب (۲۶) مرگ غالب (۲۷) نکاتی چند دربارہ آثار غالب (۲۸) قطعہ ھا مثنوی در اشعار غالب (۲۹) ساقی نامہ (۳۰) مہر نیم روز (۳۱) دستنبو، درفش کاویانی (۳۲) پنج آہنگ (۳۳) رباعیات (۳۴) قطعہ (۳۵) بعض نکتہ ہا دربارہ سبک نوسنیدگی غالب (۳۶) سبک ہندی در شعر غالب (۳۷) قطعہ ہا، ترجیع بند، مثنوی ہا (۳۸) مناجات (۳۹) ساقی نامہ (۴۰) قصیدہ ہا (۴۱) غزل ہا (۴۲) رباعی ہا (۴۳) فہارس

یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی گئی ہے جو غالب کے حالات زندگی اور کلام پر بحث کرتی ہے۔ مقدمہ اور تقریظ میں کتاب کی غرض و غایت اور اہمیت پر بحث کی گئی ہے۔ المختصر یہ کتاب غالب کے حالات، فن، ادبی معرکوں اور ان کی تصانیف پر محققانہ انداز میں قلمبند کیے گئے مباحث کا مجموعہ ہے۔

انگریزی تصانیف:

پاکستان میں غالب پر انگریزی زبان میں جو تحقیقی کام ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

105- THE LIFE AND ODES O GHALIB:

Written by: Abdullah Anwar Baig.

Printed by: Jacob & Brosat Arabian Press Urdu Academy, LAHORE.

یہ کتاب 181 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ابتداً غالب کے حالاتِ زندگی پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے محققانہ طرز اپنایا گیا ہے۔ ازاں بعد غالب کی شاعری بالخصوص اُردو غزلوں کا تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے کلامِ غالب کے محاسن بیان کیے گئے ہیں فہرست مشمولات اس طرح ہے:

CONTENTS:

106- GHALIB:

Written by: Syed Arif Shah Gillani

Printed by: The Azam Book Corporation,6- Daulat Manzil, Karachi.

Pages: 294

CONTENTS:

Part-I (Introduction) 4 Chapters

Part-II (Poetry and the Poet) Eight Chapters.

Part-III (One Thousand verses from his GHALIB).

زیر نظر کتاب سید عارف شاہ گیلانی کا تحقیقی مقالہ ہے جو انہوں نے پی ایچ۔ڈی کے لیے انگریزی میں لکھا۔ ازاں بعد اسے موجودہ کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ بھی پاکستان میں شائع ہو چکا ہے۔ جس پر گزشتہ صفحات میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ زیر نظر کتاب کی چھپائی اور کاغذ عمدہ ہے۔ یہ غالب پر پہلا تحقیقی مقالہ ہے۔ جس پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی گئی ہے۔

107- GHALIB (HIS LIFE AND THOUGHT):

Written by: Naz

Printed by: Feroze Sons Ltd. LAHORE, 1969.

Pages: 125

CONTENTS: (Seventeen Chapters)

زیر نظر کتاب سترہ ابواب پر مشتمل ہے جس میں زیادہ تر ابواب غالب کے حالاتِ زندگی کے محققانہ جائزے پر مشتمل ہیں۔ آخری باب میں غالب کی شاعری اور ان کے خیالات پر ناقدانہ بحث بھی کی گئی ہے۔

108- OFFICIAL RECORD OF GHALIB'S PURSUIT OF FAMILY PENSION AND RELATED MATTERS 1809-1869:

Compiled by: Prof. Nazeer Ahmad

Printed by: National Documentation Centre,

Cabnit Division-Govt. of Pakistan Islamabad, 1995.

CONTENTS:

(1) Introduction and List of Documents

(2) Copy of the Second proof of composed test of manuscripts titled- "Seventeen of Ghalib's Life".

(3) Glossary

(4) Index

(5) Sample copies of the Original Documents.

زیر نظر کتاب میں ۱۵٦ دستاویزات کا عکس موجود ہے۔ اسے پروفیسر نذیر احمد (جوائنٹ سیکرٹری) مرتب کیا ہے۔ ان دستاویزات کا ترجمہ مقتدرہ قومی زبان نے شائع کیا ہے۔ یہ تمام دستاویزات غالب کی پنشن کے سلسلے میں ہیں۔ تمام درخواستیں فارسی زبان میں تھیں جن کا انگریزی ترجمہ کرایا گیا تھا۔ غالب کے عہد کی فارسی زبان کو سمجھنا کچھ آسان نہ تھا۔ مرتب موصوف نے نہایت عرق ریزی سے یہ سارا کام مکمل کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

(iii) جامعات میں تحقیق

نجی نوعیت کی تحقیق کے علاوہ غالب پر جامعات میں بھی گراں قدر کام ہوا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ سلسلہ تدریس و تحقیق میں یونیورسٹی ہی ایک ایسا ادارہ ہے جس کے زیر سایہ محققانہ فکر کو جلا ملتی ہے اور تحقیق کے صحت مند رویے پروان چڑھتے ہیں۔

پاک و ہند میں غالب پر تحقیقی کام پی ایچ۔ ڈی کی سطح کا ہوا ہے۔ یہ تحقیقی کام ڈاکٹر سید عارف شاہ گیلانی نے سرانجام دیا۔ یہ مقالہ انگریزی میں لکھا گیا اور اس کا عنوان تھا:

''GHALIB- HIS LIFE AND PERSIAN POETRY''

اگست ۱۹۴۷ء میں یہ مقالہ پی ایچ۔ ڈی کے لیے بمبئی یونیورسٹی میں پیش کیا گیا۔ یہ تحقیقی کام ڈاکٹر محمد بذل الرحمٰن کی زیر نگرانی مکمل ہوا۔ یہ مقالہ ۱۹۵٦ء میں انگریزی زبان میں کراچی سے شائع ہوا(۳۸)۔ ۱۹۷۰ء میں اسے اُردو ترجمے کے ساتھ شائع کیا گیا(۳۹)۔

غالب پر دوسرا تحقیقی کام پروفیسر خورشید الاسلام کا ہے۔ یہ بھی پی ایچ۔ڈی کا مقالہ ہے۔ ''غالب۔ ابتدائی دور'' مقالے کا عنوان ہے۔ ۱۹۵۴ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انہیں ڈگری ملی۔ ۱۹۶۰ء میں یہ مقالہ پہلی مرتبہ کتابی صورت میں شائع ہوا (۴۰)۔ کچھ ردوبدل کے ساتھ ۱۹۷۹ء میں اسے دوبارہ بھی شائع کیا گیا (۴۱)۔

ڈاکٹر خورشید الاسلام کے بعد علی گڑھ میں پی ایچ ڈی کی سطح کا ایک اور کام وارث کرمانی نے سرانجام دیا۔ ۱۹۶۵ء میں انہیں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری ملی۔ ان کا مقالہ انگریزی زبان میں تھا جس کا عنوان یہ ہے:

''EVALUATION OF GHALIB'S PERSIAN POETRY''

۱۹۷۲ء میں شعبہ فارسی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۰ ہے۔ ان کے علاوہ ہندوستان میں غالب پر پی ایچ ڈی کی سطح کے جو مقالات تحریر ہوئے وہ تا حال غیر مطبوعہ ہیں۔ تاہم ان کے اجمالی کوائف اس طرح سے ہیں:

۱۔	''غالب کے خطوط میں عصری حسیت''	ن۔ حسنین بیگم، پٹنہ، ۱۹۷۶ء
۲۔	''غالب کی اُردو شاعری میں پیکر تراشی''	سید حسن امام، مگدھ، ۱۹۷۷ء
۳۔	''غالب، ان کی شاعری اور فن''	محمد مظہر عالم، پٹنہ، ۱۹۸۰ء
۴۔	''غالب کی شاعری کا فکری آہنگ''	سید اقبال احمد، مگدھ، ۱۹۸۵ء
۵۔	''ناقدین غالب''	عبدالغنی فاروقی، تروپتی، ۱۹۸۷ء

علاوہ ازیں تین مقالات کشمیر میں بھی ہوئے ان کے کوائف یہ ہیں:

۱۔	''غالب کی اُردو اور فارسی شاعری کا تقابلہ مطالعہ اور ذرائع کی تحقیقات''	عبداللہ شیدا، کشمیر، ۱۹۶۷ء
۲۔	''غالب کے اُردو خطوط کا تنقیدی مطالعہ''	زاہد شمیم، کشمیر، ۱۹۷۳ء
۳۔	''غالب کی تنقید کا مطالعہ''	بجن کور، کشمیر، ۱۹۸۰ء

ذیل میں پاکستان کی جامعات میں ہونے والی غالبیاتی مقالات کا جائزہ لیا جارہا ہے۔ جس سے غالب شناسی کی روایت مستحکم اور پائیدار بنیادوں پر استوار ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔

پاکستانی جامعات اور غالب

پاکستان کی جامعات میں غالب پر جو کچھ کام ہوا ہے، ان میں پی ایچ۔ڈی۔ کے مقالات، ایم۔فل اور ایم۔اے کے تحقیقی مقالات شامل ہیں۔اگرچہ پاکستانی جامعات میں مطالعہ ءغالب کی روایت دیر سے شروع ہوئی ہے لیکن جو کام ہوا وہ نہایت وقیع اور قابلِ قدر ہے ان میں سے اکثر مقالات غیر مطبوعہ ہیں، اس لیے ان کے کوائف یہاں بلا تبصرہ درج کیے جا رہے ہیں البتہ کتابی صورت میں طبع ہونے والے مقالات پر جامع تبصرہ کتابی جائزوں میں موجود ہے۔ ذیل میں پی ایچ۔ڈی، ایم۔فل اور ایم۔اے کے مقالات کا الگ الگ جائزہ زمانی ترتیب کے ساتھ کیا جا رہا ہے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

i)-پی ایچ۔ڈی مقالات:

غالب پر پی ایچ۔ڈی کی سطح کا پہلا تحقیقی کام قیامِ پاکستان کے پچیس سال بعد ۱۹۷۲ء میں انجام پایا۔ پاکستان میں غالب پر پی ایچ۔ڈی کی پہلی سندِ فضیلت حاصل کرنے کا اعزاز ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کو حاصل ہوا۔مقالے کا عنوان ہے:

"غالبیات کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ"

یہ کام سندھ یونیورسٹی کے تحت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نگرانی میں مکمل ہوا۔یہ مقالہ "غالب کا علمی سرمایہ" کے نام سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہو چکا ہے (۴۲)۔

غالب پر پی ایچ۔ڈی کا دوسرا تحقیقی کام پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں ڈاکٹر وحید قریشی کی زیرِ نگرانی مکمل ہوا۔ڈاکٹر محمد ایوب شاہد مقالہ نگار ہیں اور مقالے کا عنوان "غالب کی اُردو شروح کا تقابلی مطالعہ" ہے۔ یہ مقالہ بھی "شارحینِ غالب کا تنقیدی جائزہ" کے نام سے کتابی صورت میں دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے (۴۳)۔

پاکستان میں غالب پر پی ایچ۔ڈی کا تیسرا تحقیقی کام پنجاب یونیورسٹی، لاہور میں ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری کی زیرِ نگرانی پایہء تکمیل کو پہنچا۔ڈاکٹر محمد شکیل پتافی مقالہ نگار ہیں اور مقالہ کا

عنوان ''پاکستان میں غالب شناسی...... (تحقیق وتنقید)'' ہے۔ یہ مقالہ کل چھ ابواب پر مشتمل ہے جس میں قیام پاکستان سے لے کر ۲۰۰۵ء تک پاکستان میں ہونے والے غالبیاتی کام کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ (زیرِ نظر کتاب میں ۲۰۱۳ء تک کا مواد شامل کیا گیا ہے)۔

پاکستان میں غالب پر ہونے والا چوتھا کام ''تفہیمِ غالب کی روایات میں علی گڑھ کی خدمات'' کے زیرِ عنوان ہے۔ ڈاکٹر فرح ذبیح نے یہ کام بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان سے ڈاکٹر عقیلہ جاوید کی زیرِ نگرانی مکمل کیا ہے۔

ان کے علاوہ پاکستان کی بعض جامعات سے ایسے موضوعات پر پی ایچ۔ڈی کے مقالے لکھے گئے ہیں جو براہِ راست تو غالب سے متعلق نہیں ہیں لیکن صاحبِ موضوع کا غالب سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رہا ہے، ان میں ایک مقالہ ایم۔اے کا بھی ہوا ہے:

۱۔ مولانا غلام رسول مہر ''حیات اور کارنامے'' مقالہ نگار: ڈاکٹر شفیق احمد (مطبوعہ: لاہور، ۱۹۸۸ء)

۲۔ مسعود حسن رضوی ادیب ''حیات اور کارنامے'' مقالہ نگار: ڈاکٹر طاہر تونسوی (مطبوعہ: لاہور، ۱۹۸۹ء)

۳۔ نیاز فتح پوری ''شخصیت اور فن'' مقالہ نگار: ڈاکٹر عقیلہ شاہین (مطبوعہ: کراچی، ۱۹۹۵ء)

۴۔ شیخ محمد اکرام (مقالہ برائے ایم۔اے اردو) مقالہ نگار: نسیم کوثر، نگران: محمد فخر الحق نوری شعبہ اُردو، اورینٹل کالج، لاہور، ۱۹۸۵ء۔

مذکورہ چاروں صاحبانِ موضوع کی دیگر علمی خدمات سے قطع نظر ایک جہت ''غالب شناسی'' بھی ہے۔ جس سے پاکستان میں غالب شناسی کی بنیادیں مستحکم ہوئی ہیں۔

---

ii)۔ ایم۔فل کے مقالات:

پاکستان میں ایم۔فل (اُردو) کے لئے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے اولاً جو بنیاد قائم کی اس کے نتیجے میں حوصلہ مندانہ نتائج سامنے آئے اور دیگر موضوعات کے علاوہ غالب پر کام کرنے کے مواقع بھی پیدا ہوئے۔ چنانچہ پاکستان میں اب تک غالبیات پر آٹھ مقالہ نگاروں کو ایم۔فل کی سند مل چکی ہے جن میں سے سات مقالے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں پیش ہوئے۔ تمام مقالات کی تفصیل یہ ہے۔

..............(۱)..............

موضوع : "غالب پر سوانحی کتب کا تنقیدی جائزہ"

مقالہ نگار : محمد یار گوندل

نگران : پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید

مرکز تحقیق : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سال تکمیل: ۱۹۹۸ء

ضخامت : ۳۵۳ صفحات

مندرجات :

(۱) فنِ سوانح نگاری

(۲) غالب پر سوانحی کتب کا جائزہ

فصل اوّل: معروف سوانح عمریاں

فصل دوم: نامکمل سوانح عمریاں

فصل سوم: مرتب شدہ آپ بیتیاں

(۳) غالب پر سوانحی کتب کا مجموعی جائزہ

ضمیمہ۔ کتابیات

..............(۲)..............

موضوع : "تین اہم غالب شناس (غلام رسول مہر، مالک رام، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن)"

مقالہ نگار : نیر پرویز

نگران : پروفیسر مرغوب راحت

مرکز تحقیق : شاہ عبداللطیف بھٹائی یونیورسٹی خیر پور، سندھ

سال تکمیل: ۲۰۰۰ء

ضخامت : ۳۴۱ صفحات

مندرجات:

پہلا حصہ : مولانا غلام رسول مہر کا سرمایہء غالب

(۱) مولانا غلام رسول مہر، مختصر سوانح

(۲) حیاتِ غالب کی تدوین

(۳) اُردو خطوط غالب کی جمع و ترتیب

(۴) اُردو دیوانِ غالب کی ترتیب و تشریح

(۵) کلامِ غالب (فارسی) سے شغف

(۶) متفرق غالبیاتی کام

(۷) بطور غالب شناس، مولانا مہر کا رتبہ

دوسرا حصہ : مالک رام اور مطالعہء غالب

(۱) مالک رام کا مختصر سوانحی خاکہ

(۲) سوانحِ غالب اور مالک رام

(۳) ''تلامذہء غالب'' کا تذکرہ

(۴) اُردو تصانیف غالب کی تدوین اور مالک رام

(۵) غالب کی فارسی کتابوں کی تدوین و ترتیب

(۶) غالب سے متعلق مالک رام کے مجموعہ ہائے مضامین

(۷) بطور غالب شناس مالک رام کا رتبہ

تیسرا حصہ : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن اور غالبیات

(۱) ڈاکٹر سید معین الرحمٰن: مختصر سوانحی خاکہ

(۲) اشاریہء غالب (۱۹۶۹ء) سے غالب پیمائی (۱۹۹۸ء) تک

(۳) ڈاکٹر معین کا غالب پر پی ایچ۔ڈی کا کام

(۴) ''غالب اور انقلاب ستاون'' ایک اہم معروضی مطالعہ

(۵) غالب سے متعلق ڈاکٹر معین الرحمٰن کے مجموعہ ہائے مضامین

(۶) غالب کے بارے میں ڈاکٹر معین کے کچھ تالیفی اور ادارتی کام

(۷) دیوانِ غالب کی متنی تحقیق وتدوین۔ایک نمایاں پیش رفت

(۸) غالب پرڈاکٹر معین کی نگرانی میں ہونے والا تحقیقی کام

(۹) بطور غالب شناس،ڈاکٹر معین الرحمٰن کا مقام ومرتبہ

کتابیات۔

............(۳)............

موضوع : "کتب خانہ لطیف الزماں خاں میں گوشہ غالبیات کا توضیحی وتشریحی اشاریہ"

مقالہ نگار : فرح ذبیح

نگران : ڈاکٹر طاہر تونسوی

مرکزِ تحقیق : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد

سالِ تکمیل : ۲۰۰۰ء

ضخامت : ۶۶۳ صفحات

مندرجات :

باب اوّل : غالب شناسی کی روایت میں ذاتی کتب خانوں کی اہمیت

باب دوم : لطیف الزماں خان کا کتب خانہ......ایک تعارف

باب سوم : لطیف الزماں خان کے کتب خانے (ذخیرہ غالبیات) کی توضیحی وتشریحی فہرست

(i) دیوانِ غالب اُردو

(ii) منظوم فارسی کلام مع دیوانِ فارسی

(iii) نثرِ غالب

(iv) تحقیقی کتب

(v) تنقیدی کتب

(vi) شرحِ غالب

(vii) نظم ونثر کا انتخاب

(viii) رسائل کے غالب نمبرو گوشہ غالب

(ix) رسائل غالب نامہ

(x) انفرادی مضامین

(xi) غالبیات کی فائلیں

(xii) غیر مطبوعہ مقالات

(xiii) طرح غالب (غالب پر لکھے گئے ڈرامے، ناول، تماثیل اور کارٹون وغیرہ)

(xiv) غالب کی تصاویر/ کیسٹ آڈیو/ ویڈیو/ صادقین کے مصورانہ اشعار کا فریم دیگر کارڈز، تصاویر اور اشیاء

(xv) انگریزی کتب

باب چہارم: سرمایہ غالب کی اہمیت اور افادیت
کتابیات، ضمیمہ

............(۴)............

موضوع : رسالہ "غالب" کی ادبی خدمات مع اشاریہ (۱۹۷۵ء تا ۱۹۹۰ء)

مقالہ نگار : ساجدہ پروین

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سال تکمیل : ۲۰۰۱ء

ضخامت : ۳۶۸ صفحات

مندرجات :

دیباچہ : حدود کار، کام کی نوعیت اور اہمیت

مآخذ و منابع: رسالہ "غالب" کے کوائف اور رسالے کا امتیاز اور اختصاص
مدیر "غالب" مرزا ظفر الحسن کی خدمات...... ایک خاکہ

پہلا حصہ : مصنف وار اشاریہ

دوسرا حصہ : موضوع وار نگارشات

پہلا باب : مطالعاتِ غالب و غالبیات
دوسرا باب : شخصیات وادبیات کا مطالعہ (۱)
تیسرا باب : شخصیات وادبیات کا مطالعہ (۲)
چوتھا باب : علمی وادبی کتابوں پر تبصرے
پانچواں باب: خطوط، علمی، ادبی، رسمی، تہنیتی
چھٹا باب : افسانے
ساتواں باب: غزلیں
آٹھواں باب: نظمیں، گیت، قطعات، رباعیات
نواں باب : متفرقات ضمیمہ کتابیات

............(۵)............

موضوع : یادگارِ غالب کا تنقیدی جائزہ
مقالہ نگار : صائمہ شمس
نگران : ڈاکٹر تحسین فراقی
مرکزِ تحقیق : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
سالِ تکمیل: ۲۰۰۱ء
ضخامت : ۲۶۲ صفحات
مندرجات : (۱) حالی بطور سوانح نگار
(۲) یادگارِ غالب میں سوانحِ غالب کا تنقیدی وتحقیقی پہلو
(۳) حالی کی تنقیدی تصورات
(۴) غالب کے شعری اور نثری کارناموں پر حالی کا محاکمہ
(۵) یادگارِ غالب کا مابعد کی سوانحِ غالب سے تقابل
کتابیات

............(۶)............

موضوع : غالب اور معاصرہ علما (باہمی روابط اور اثرات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

مقالہ نگار : رضا اللہ حیدر

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سال تکمیل : ۲۰۰۲ء

ضخامت : ۲۷۳ صفحات

مندرجات :

باب اوّل : غالب، عہد غالب اور مذہبی فکر

باب دوم : غالب، فضل حق اور شاہ اسماعیل دہلوی

باب سوم : غالب اور علمائے دہلی

باب چہارم : غالب اور علمائے روہیل کھنڈ اور لکھنو

باب پنجم : غالب اور صوفیاء

باب ششم : غالب کے شاگرد علماء

............(۷)............

موضوع : دیوانِ غالب اُردو "نسخہ عرشی کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ"

مقالہ نگار : محمد سعید

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سال تکمیل : ۲۰۰۵ء

ضخامت : ۲۶۵ صفحات

مندرجات :

(۱) مولانا امتیاز علی خان عرشی............ماہ و سال کے آئینے میں

(۳) نسخہ عرشی پر پہلا مطبوعہ تبصرہ

(۴) مولانا عرشی کا عکس تحریر

(۵) مولانا عرشی کے نام چند قلمی خطوط کے عکس

(۶) مقالے کے سلسلے میں بعض اہل علم سے مراسلت (عکس)

............(۸)............

موضوع : غالب کا اسلوب حیات: تحقیقی اور تنقیدی جائزہ

مقالہ نگار : غازی محمد نعیم

نگران : ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر

مرکز تحقیق : علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سال تکمیل: ۲۰۰۵ء

ضخامت : ۴۵۶ صفحات

مندرجات: (۱) غالب کا ذہنی ارتقاء

(۲) غالب کا اسلوب حیات اور سلیقہ حیات

(۳) غالب کا درس حیات

(۴) حرف مکرر

کتابیات

---

iii)- ایم۔اے کے مقالات:

پاکستانی جامعات میں ایم۔اے کی سطح پر غالب پر بہت زیادہ کام ہوا ہے۔ ۱۹۶۴ء سے ۲۰۰۳ تک کم و بیش پچاس سے زائد مقالات لکھے جا چکے ہیں ان میں سب سے زیادہ مقالے شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج لاہور کے رہین منت ہیں۔ تقریباً ستائیس مقالات ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی زیر نگرانی تکمیل کو پہنچے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ایم۔اے کے ان مقالات میں صرف تین مقالے طلباء نے تحریر کیے ہیں۔ باقی مقالات طالبات کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ اس سے واضح ہوتا

ہے کہ ایم۔ اے کی سطح پر لڑکیوں میں غالب شناسی کا رجحان غالب نظر آتا ہے۔ اس سارے کام کی تفصیل اس طرح سے ہے:

............(۱)............

موضوع : کتابیات متعلقہ غالب
مقالہ نگار : مس تفسیر النعیم
نگران : ڈاکٹر سید عبداللہ، سید وزیر الحسن عابدی
مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور
سال تکمیل : ۱۹۶۴ء
ضخامت : صفحات
مشمولات: (۱) سوانح حیات
(الف) اعزا اور رشتے دار
(ب) روابط و تعلقات
(ج) زمانہ، ماحول
(د) شخصیت، عادات وغیرہ
(ی) ماخذ، تذکرے
(۲) ممدوحین و احباب
(۳) شاگرد اور مقلدین
(۴) تصانیف
(الف) نثر، مکاتیب، مجموعے، عام رسائل
(ب) نظم، دیوان (متن)
(۵) ترجمے
(۶) شاعری
(الف) تنقید (ب) تنقید۔ اثرات
(ج) تنقید۔ اکتساب کے سرچشمے (د) انتخابات

(ر) خمریات　　　(س) شاگرد اور مقلدین

(م) شرح　　　(ن) متن

(۷) نثر (تنقید)

(۸) ناقدین

(۹) غالب بحیثیت نقاد

(۱۰) غالب بحیثیت زبان دان و زبان ساز

(۱۱) غالب بحیثیت لغت نگار

(۱۲) غالب بحیثیت مزاح نگار

(۱۳) غالب بحیثیت مکتوب نگار

(۱۴) غالب بحیثیت فن شناس

(۱۵) سوانح عمریاں

(۱۶) شارحین

(۱۷) غالب اور اقبال

(۱۸) متفرقات

(۱۹) بر عکس عنوانات

(۲۰) اضافات

............(۲)............

موضوع : اُردو مکتوب نگاری غالب سے اقبال تک

مقالہ نگار : گیتی آرا

نگران : ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور

سال تکمیل : ۱۹۶۴ء

ضخامت : ۶۸۸ صفحات

مشمولات : پیش لفظ　　　خاکہ

باب اوّل : خطوط نگاری کا فن

باب دوم : غالب اور ان کے معاصرین کی خطوط نگاری

باب سوم : سرسید احمد خان اور ان کے معاصر

باب چہارم: ابوالکلام آزاد، اقبال اور معاصرین

پانچواں باب: اُردو خطوط نگاری کی روایت اور اہمیت

............(۳)............

موضوع : خطوطِ غالب (اُردو)

مقالہ نگار : نصرت فاطمہ ملک

نگران : پروفیسر خلیل صدیقی

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ملتان

سالِ تکمیل : ۱۹۶۹ء

ضخامت : ۴۱۳ صفحات

مشمولات : پیش لفظ خاکہ

باب اوّل : خطوط نگاری کا فن

باب دوم : غالب سے پہلے ہندوستان میں خط نگاری کا انداز

باب سوم : خطوط نگاری کا تاریخی تجزیہ

باب چہارم: خطوط نگاری کی ادبی و معاشرتی اہمیت

باب پنجم : غالب کی انشاء پردازی خطوط کے آئینے میں

باب ششم : خطوط غالب کے متعلق ادبا اور نقادوں کی آراء

خاتمہ کتابیات

............(۴)............

موضوع : اُردو رسائل کے غالب نمبر.....ایک اشاریہ

مقالہ نگار : شمیم اختر

نگران : ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۷۰ء

ضخامت : ۲۱۸ صفحات

مشمولات : (۱) دیباچہ، تعارف

(۲) فہرست منابع

(۳) غالب کے کلام نظم ونثر کا انتخاب

(۴) سوانحی وتاریخی مقالات

(۵) تواریخ بہ ولادت ووفاتِ غالب

(۶) معاصرین واعزہ غالب

(۷) تلامذہ غالب

(۸) تنقیدی وتحقیقی مقالات: اُردو کلامِ نظم ونثر ومتفرقات

(۹) مکاتیبِ غالب

(۱۰) غالب کے فارسی کلام نظم ونثر پر تنقید

(۱۱) تشریحاتِ غالب

(۱۲) مزاحیہ مضامین اور خاکے

(۱۳) ڈرامے

(۱۴) نذرِ غالب: غزلیات در عقیدتِ غالب، بہ زمینِ غالب

(۱۵) تضمین بر اشعار وغزلیاتِ غالب

(۱۶) کتابیاتِ غالب

...........(۵)...........

موضوع : غالب کی امیجری

مقالہ نگار : زرینہ خٹک

نگران : ڈاکٹر عبادت بریلوی

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۷۰ء

ضخامت : ۱۶۴ صفحات

مشمولات : دیباچہ

پہلا باب: امیجری کیا ہے؟

دوسرا باب: غالب کی امیجری کے محرکات

تیسرا باب: غالب کی شاعری میں روایتی تصویریں

چوتھا باب: غالب کی شاعری، نئی تصاویر اور غالب کی امیجری کی خصوصیات

پانچواں باب: غالب کی امیجری کا جائزہ

کتابیات

...........(۶)...........

موضوع : کلامِ غالب میں فکری عناصر

مقالہ نگار : صابرہ بانو

نگران : پروفیسر سجاد باقر رضوی

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۷۱ء

ضخامت : ۱۱۹ صفحات

مشمولات : دیباچہ

پہلا باب : غالب کا عہد

دوسرا باب : غالب کی شاعری کی بنیادی خصوصیات

تیسرا باب : غالب کی شاعری میں فکری عناصر

چوتھا باب : غالب کے اثرات بیسویں صدی میں

............(۷)............

موضوع : تنقیدِ غالب کی روایت (۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۷ء تک)

مقالہ نگار : منور سلطانہ

نگران : سہیل احمد خان

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۷۲ء

ضخامت : ۱۷۴ صفحات

مشمولات : (۱) حرفے چند

(۲) پہلا باب: تنقیدِ غالب کی روایت (۱۹۴۷ء سے قبل)

(i) غالب، تاریخ، تہذیب وادب کا ایک مستقبل باب

(ii) غالب بحیثیت نقاد

(iii) غالب کا فن، معاصرین کی نظر میں

(الف) تنقیدِ غالب کی باقاعدہ روایت کا آغاز

(ب) ۱۹۴۷ء تک تنقیدِ غالب میں مختلف رویے

(۳) دوسرا باب: تنقیدِ غالب کے بیس سال (۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۷ء تک)

(i) غالب کا ترقی پسندانہ مطالعہ

(ii) غالب کا نفسیاتی مطالعہ

(iii) غالب معتقدانِ میر کی نظر میں

(iv) غالب، استادوں کی نظر میں

(v) غالب کا فلسفیانہ مطالعہ

(vi) غالب کا اخلاقی مطالعہ

(vii) غالب کے بھارتی نقاد

(ix) غالب کا موازنہ دیگر اساتذہ فن سے

(۴) تیسرا باب: تنقیدِ غالب کے نئے گوشے

(i) غالب کے نئے نقاد

(ii) غالب ذاتی تاثرات کے آئینے میں

(iii) غالب کا مطالعہ بیرونِ ممالک

(iv) غالب کا مطالعہ علاقائی زبانوں میں

(v) دیوانِ غالب کے اہم نسخے

کتابیات

............(۸)............

موضوع : خطوطِ غالب

مقالہ نگار : زبیدہ خانم

نگران : ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۷۳ء

ضخامت : ۱۴۰ صفحات

مشمولات : دیباچہ

پہلا باب : اُردو میں خطوط نگاری

دوسرا باب : غالب کے خطوط کے مجموعے اور اہم مکتوب الیہ

تیسرا باب : غالب کے احوال و آثار

چوتھا باب : غالب کے اسلوب نگارش

پانچواں باب: غالب کے افکار و نظریات خطوط کے حوالے سے

............(۹)............

موضوع : مطالعہ غالب......انیسویں صدی میں

مقالہ نگار : نجمہ نیاز

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج لائل پور

سال تکمیل : ۱۹۷۴ء

ضخامت : ۳۰۱ صفحات

مشمولات : دیباچہ

پہلا باب : غالب کی اولین پہچان۔ میر کی روایت

دوسرا باب : تذکروں میں غالب کا تذکرہ

تیسرا باب : معاصر اخبارات و رسائل اور کتب میں غالب کا ذکر

چوتھا باب : تصانیفِ غالب پر معاصرین کی تقریظیں اور تاریخیں

پانچواں باب: غالب اپنے ملاقاتیوں اور نادیدہ شاگردوں کی نظر میں

چھٹا باب : غالب کی وفات کے بعد غالب کا تذکرہ

ساتواں باب: غالب پر انیسویں صدی کی پہلی کتاب "یادگار غالب"

کتابیات

............(۱۰)............

موضوع : مولانا غلام رسول مہر بطور غالب شناس

مقالہ نگار : نیر سلطانہ

نگران : پروفیسر ڈاکٹر معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج لائل پور

سالِ تکمیل : ۱۹۷۴ء

ضخامت : ۲۰۳ صفحات

مشمولات :

پہلا باب : مولانا غلام رسول مہر کا مختصر سوانحی خاکہ

دوسرا باب : مطالعہء غالب کی روایت ۱۹۳۵ء تک

تیسرا باب : حیاتِ غالب کی تدوین اور مولانا مہر

چوتھا باب : خطوطِ غالب کی جمع و ترتیب اور مولانا مہر

پانچواں باب: دیوانِ غالب (اُردو) کی ترتیب و تشریح

چھٹا باب : کلامِ غالب (فارسی) کی تدوین اور مولانا مہر

ساتواں باب: غالب کے بارے میں مولانا مہر کے مقالات و مضامین

آٹھواں باب: بطور غالب شناس مولانا مہر کا مقام و مرتبہ

کتابیات

............(۱۱)............

موضوع : ڈاکٹر ایس۔ ایم اکرام بطور غالب شناس

مقالہ نگار : قمر النساء شیخ

نگران : پروفیسر ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج لائل پور

سالِ تکمیل : ۱۹۷۴ء

ضخامت : ۲۱۸ صفحات

مشمولات : دیباچہ

پہلا باب : شیخ محمد اکرام کا سوانحی خاکہ

باب دوم : پس منظر: مطالعہء غالب انیسویں صدی میں

تیسرا باب : بیسویں صدی میں مطالعہء غالب

چوتھا باب : ''غالب نامہ'' طبع اوّل......ایک جائزہ

پانچواں باب: ۱۹۴۷ء کے بعد "غالب نامہ" کی دیگر اشاعتیں اور صورتیں
چھٹا باب : ۱۹۴۷ء تک "غالب نامہ" کی کیفیت اور صورت
ساتواں باب: بطور غالب شناس اکرام کا مقام و مرتبہ
کتابیات

............(۱۲)............

موضوع : پاکستانی رسائل: سلسلہ غالب صدی
مقالہ نگار : فرزانہ انور
نگران : ڈاکٹر وحید قریشی
مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، اورینٹل کالج لاہور
سال تکمیل : ۱۹۷۵ء
ضخامت : صفحات
مشمولات :

باب اوّل : تمہید
باب دوم : سرسری جائزہ
باب سوم : تنقیدی جائزہ
باب چہارم: تحقیقی جائزہ
باب پنجم : فہرست مضامین و مضمون نگار
باب ششم : مضامین و مضمون نگار
باب ہفتم : رسائل
کتابیات

............(۱۳)............

موضوع : غالب کے سفر
مقالہ نگار : ریاض حسین
نگران : ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ

مرکزِ تحقیق : بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

سالِ تکمیل : ۱۹۸۵ء

ضخامت : ۱۰۹ صفحات

مشمولات : مقدمہ

باب اوّل : انسانی زندگی میں سفر کی ضرورت و اہمیت

باب دوم : غالب کے سفر

باب سوم : میرٹھ اور رام پور کے سفر

باب چہارم : غالب کی شخصیت اور ذہن پر سفر کے اثرات

کتابیات

............(۱۴)............

موضوع : غالب کی سوانح عمریاں

مقالہ نگار : سعد مسعود غنی

نگران : ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ

مرکزِ تحقیق : بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

سالِ تکمیل : ۱۹۸۵ء

ضخامت : ۱۵۲ صفحات

مشمولات :

باب اوّل : فن سوانح نگاری (تعارف، مختصر تاریخ)

باب دوم : انیسویں صدی میں غالب کی سوانح عمریاں

(۱) اُردو شعراء کے تذکروں میں غالب کا ذکر

(۲) آبِ حیات

(۳) یادگارِ غالب

(۴) حیاتِ غالب

باب سوم : بیسویں صدی میں غالب کے سوانح عمریاں

(۱) حیاتِ غالب

(۲) حیاتِ غالب

(۳) ذکرِ غالب

(۴) غالب

(۵) کہانی میری۔زبانی میری

باب چہارم: حاصل مطالعہ

(۱) سوانح

(۲) جائزہ

فہرست کتب

............(۱۵)............

موضوع : غالب کی اُردو شاعری کی مابعد الطبعیاتی روایت

مقالہ نگار : تنویر جہاں قریشی

نگران : پروفیسر ساجد علی

مرکزِ تحقیق : شعبہ فلسفہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۸۷ء

ضخامت : ۲۲۷ صفحات

مشمولات : دیباچہ (پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟)

(۱) عربی فارسی شاعری میں فکر کا عنصر

(۲) اُردو شاعری کی فکری روایت

(۳) غالب کی اُردو شاعری کی مابعد الطبعیاتی روایت

(۴) حاصل کلام

(۵) کتابیات

..............(۱۶)..............

موضوع : رسالہ نقوش میں ذخیرہ غالبیات

مقالہ نگار : نائلہ انجم

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۸۷ء

ضخامت : ۳۸۸ صفحات

مشمولات :...... نقوش اور غالب سے متعلق کچھ تصاویر اور دستاویزات

......: بنیادی ماخذ و مصادر کا گوشوارہ

حصہ اوّل : مصنف وار ذخیرہ غالبیات کی نشاندہی

حصہ دوم : موضوع وار ذخیرہ غالبیات کی تقسیم و تفصیل

(۱) تحقیق غالب: تحقیقی مزاج کی تحریریں

(۲) تنقید غالب: تنقیدی نوعیت کے مضامین

(۳) غالب اور دیگر اکابر: تقابلی یا مماثلی

(۴) غالب شناس اہل قلم کا تذکرہ

(۵) شارحینِ غالب کا ذکر

(۶) بیاضِ غالب سے متعلق مباحث

(۷) نایاب نگارشاتِ غالب

(۸) غالب کی عکسی تحریریں وغیرہ

(۹) تصانیفِ غالب کے حوالے

(۱۰) غالب سے متعلق تصانیف یا متفرق مضامین

(۱۱) تصاویرِ غالب، عکسی/قلمی/اسکیچ

(۱۲) متفرقات، باقیات، متعلقاتِ غالب

ضمیمہ : نقوش اور مطالعہ غالب، ماخوذ نقوش، شمارہ ۱۳۵

کتابیات

............(۱۷)............

موضوع : مالک رام بحیثیت غالب شناس

مقالہ نگار : ربیعہ نصرت

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۸۸ء

ضخامت : ۱۶۰ صفحات

مشمولات :

پہلا باب : مالک رام۔ سوانحی خاکہ

دوسرا باب : غالب کی شناسی کی روایت ۱۹۳۸ء تک

تیسرا باب : ذکر غالب اور مالک رام

چوتھا باب : ''تلامذہ غالب'' کا جائزہ

پانچواں باب : غالب کی اُردو تصانیف کی ترتیب اور تدوین

چھٹا باب : غالبیات کے متعلق مالک رام کے تحقیقی و تنقیدی مضامین

ساتوں باب : مالک رام کا مقام و مرتبہ

کتابیات

............(۱۸)............

موضوع : مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی۔ بطور غالب شناس

مقالہ نگار : نجمہ اقبال

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۸۸ء

ضخامت : ۲۰۲ صفحات

مشمولات : دیباچہ

پہلا باب : مولانا فاضل لکھنوی کا مختصر سوانحی خاکہ

دوسرا باب : ۱۹۵۰ء تک غالب شناسی کی روایت

تیسرا باب : مولانا مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کا سرمایہء غالب

چوتھا باب : غالبیات سے متعلق مولانا فاضل لکھنوی کے متفرق مقالات و مرتبات

پانچواں باب: خطوطِ غالب کی جمع و ترتیب اور مولانا فاضل لکھنوی

چھٹا باب : غالب کے فارسی کلام کی جمع و ترتیب اور مولانا فاضل لکھنوی

ساتواں باب: بطور غالب شناس مولانا فاضل لکھنوی کا مقام و مرتبہ

کتابیات

............(۱۹)............

موضوع : ڈاکٹر شوکت سبزواری بطور غالب شناس

مقالہ نگار : شہناز اختر

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۸۸ء

ضخامت : ۱۹۲ صفحات

مشمولات : دیباچہ

پہلا باب : ڈاکٹر شوکت سبزواری (۱۹۰۸ء۔۱۹۷۳ء)

(الف) سوانحی خاکہ

(ب) سیرت و شخصیت

دوسرا باب : ڈاکٹر شوکت سبزواری کا تصنیفی سرمایہ

تیسرا باب : مطالعہ غالب کی روایت ۱۹۴۵ء تک

چوتھا باب : فلسفہ کلامِ غالب کا جائزہ

پانچواں باب: "غالب۔فکروفن" کا تجزیہ

چھٹا باب: غالبیات سے متعلق ڈاکٹر شوکت سبزواری کے متفرق مقالات ومضامین

ساتواں باب: غالبیات سے متعلق ڈاکٹر شوکت سبزواری کا مقام ومرتبہ

کتابیات

..............(۴۰)..............

موضوع : آل احمد سرور بطور غالب واقبال شناس

مقالہ نگار : لبنیٰ ناز لودھی

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۸۸ء

ضخامت : ۳۱۱ صفحات

مشمولات : دیباچہ

ا۔ حیات اور شخصیت

(۱) آل احمد سرور۔ سوانحی خاکہ (۲) آل احمد سرور سیرت وشخصیت (۳) آل احمد سرور کا تصنیفی اور تالیفی سرمایہ

۲۔ آل احمد سرور غالب شناس

(۱) آل احمد سرور تک۔ غالب شناسی کی روایت (۲) سرور صاحب کا مرتبہ: مجموعہ مضامین "عرفانِ غالب"

(۳) سرور صاحب کا انتخاب: خطوطِ غالب "عکسِ غالب"

(۴) سرور صاحب کے متفرق مقالات، متعلق بہ غالب اور ان کا مرتبہ

۳۔ آل احمد سرور کی اقبال شناسی

(۱) اقبال شناسی کی روایت، آل احمد سرور تک

(۲) اقبال پر سرور صاحب کے مجموعہ ہائے مضامین

(۳) سرور صاحب کے خطباتِ اقبال

(۴) اقبال پر سرور صاحب کی مرتبہ کتابیں اور سرور کے دیباچے

(۵) رسالہ "اقبالیات" کی تدوین و ادارت

(۶) بطور غالب شناس سرور صاحب کا ادبی مقام و مرتبہ

کتابیات

............(۲۱)............

موضوع : اشاریہ خطوطِ غالب مولانا غلام رسول مہر، جلد اوّل

مقالہ نگار : ہما اخلاق

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۸۹ء

ضخامت : ۱۶۰ صفحات

مشمولات : دیباچہ (حدودِ کار اور کام کی نوعیت اور اہمیت)

غالبیات کے حوالے سے مولانا غلام رسول مہر کا مختصر سوانحی خاکہ

خطوطِ غالب، مرتبہ، مولانا مہر۔ ترتیب و اشاعت کی روداد

اشاریہ خطوط (ابواب/عنوانات)

۱۔ اسماء الرجال (افراد اور اشخاص) ۲۔ کتابیں، اخبارات، رسالے

۳۔ اُردو مصرعے ۴۔ اُردو اشعار

۵۔ فارسی مصرعے ۶۔ فارسی اشعار

۷۔ اسماء اللسان (زبانیں) ۸۔ اماکن (مقامات، ملک، شہر)

۹۔ محلے، مطابع، ادارے، علاقے، عمارتیں کتابیات

............(۲۲)............

موضوع : اشاریہ خطوطِ غالب مولانا غلام رسول مہر، جلد دوم

مقالہ نگار : ساجدہ پروین

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۸۹ء

ضخامت : ۱۶۵ صفحات

مشمولات : دیباچہ (حدودکار، کام کی نوعیت اور اہمیت)

غالبیات کے حوالے سے مولانا غلام رسول مہر کا مختصر سوانحی خاکہ

خطوطِ غالب، مرتبہ، مولانا مہر۔ ترتیب و اشاعت کی روداد

اشاریہ خطوط (ابواب/عنوانات)

۱۔ اسماء الرجال (افراد اور اشخاص) ۲۔ تصانیفِ غالب

۳۔ اسماء الکتب (علاوہ غالب) ۴۔ اخبارات و رسائل

۵۔ اُردو مصرعے ۶۔ اُردو اشعار

۷۔ فارسی مصرعے ۸۔ فارسی اشعار

۹۔ اسماء اللسان (زبانیں) ۱۰۔ اماکن (مقامات، ملک، شہر)

۱۱۔ محلے، مطابع، ادارے، علاقے، عمارتیں (کنایات)

..............(۲۳)..............

موضوع : اُردو کلامِ غالب کا ابجدی اشاریہ

مقالہ نگار : سیدہ نغمہ واسطی

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۸۹ء

ضخامت : ۳۷۳ صفحات

مشمولات :

۱۔ حرفے چند: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ۲۔ دیباچہ: سیدہ نغمہ واسطی

۳۔ مصرعے وار ابجدی اشاریہ کلامِ غالب (اُردو)

............(۲۴)............

موضوع : دیوانِ غالب۔ موضوعاتی تدوین (مع سن تخلیق، تراکیب و فرہنگ)
مقالہ نگار : روبینہ تبسم
نگران : محمد ساجد خان
مرکزِ تحقیق : بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
سالِ تکمیل : ۱۹۹۱ء
ضخامت : ۲۶۶ صفحات
مشمولات : کچھ یادیں، کچھ باتیں۔ تعارف
باب اوّل : عشقیہ شاعری باب دوم : غم کی شاعری
باب سوم : غالب کا جہانِ آرزو باب چہارم : تفکرِ غالب
باب پنجم : متفرق موضوعاتِ غالب باب ششم : متفرقات
ضمیمہ اوّل : تراکیبِ غالب ضمیمہ دوم : فرہنگ دیوانِ غالب
کتابیات

............(۲۵)............

موضوع : غالب کے تین اہم سوانح نگار: مہر، اکرام، مالک رام
مقالہ نگار : شازیہ اشفاق
نگران : ڈاکٹر انور محمود خالد
مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد سال
تکمیل : ۱۹۹۲ء
ضخامت : ۲۱۸ صفحات
مشمولات :
پہلا باب : فنِ سوانح نگاری
دوسرا باب : مولانا غلام رسول مہر اور "غالب"
تیسرا باب : شیخ محمد اکرام اور "غالب نامہ"

چوتھا باب : مالک رام اور ذکرِ غالب

پانچواں باب: تینوں کتابوں کا موازنہ

کتابیات

ضمیمہ جات

(۱) عکسِ تحریر، مولانا غلام رسول مہر (۲) عکسِ تحریر، شیخ اکرام

(۳) عکسِ تحریر، مالک رام

............(۲۶)............

موضوع : مجلّہ غالب نامہ (نئی دہلی) تجزیاتی مطالعہ

مقالہ نگار : عاصمہ اعجاز

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۹۴ء

ضخامت : ۴۵۳ صفحات

مشمولات: ابتدائیہ

دیباچہ (حدودِ کار، کام کی نوعیت اور اہمیت)

مآخذ و منابع: ''غالب نامہ'' کے کتابیاتی کوائف

''غالب نامہ'' امتیاز اور اختصاص ''غالب نامہ'' اداریوں کا جائزہ اور تجزیہ

پہلی منزل ابجدی ترتیب سے مصنف وار نگارشات کی نشاندہی

دوسری منزل موضوع وار ذخیرہ، غالبیات، توضیح و تجزیہ :

(۱) غالب اور عہدِ غالب: نشاۃِ ثانیہ، فکری و سماجی مسائل

(۲) حیاتِ غالب اور متعلقین غالب: اعزہ، بعض معاصرہ اور تلامذہ

(۳) غالب کے اہم معاصر: ظفر، ذوق اور مومن

(۴) تحقیقِ غالب: تحقیقی مزاج کی تحریریں

(۵) تنقیدِ غالب: تنقیدی نوعیت کے مضامین

(۶) تحقیق و تنقیدِ غالب: فارسی شعر و ادب

(۷) تراجم، شرحیں، شارحین اور تشریحاتِ غالب

(۸) کچھ قدیم اور جدید غالب شناس

(۹) محققین غالب، امتیاز علی عرشی، قاضی عبدالودود

(۱۰) تصانیف غالب اور غالب سے متعلق کتابوں پر تبصرے

(۱۱) متفرقاتِ غالب: عکس ہائے تحریر، تصاویر، تقاریر، تقاریب

تیسری منزل غالبیات کے علاوہ دیگر مشمولات: موضوع وار جائزہ

(۱) شخصیات وادبیات : تنقید و تحقیق

(۲) خصوصی مطالعہ : حافظ محمود شیرانی

(۳) فارسی زبان اور علم وادب: تنقید و تحقیق

(۴) مطبوعات کا جائزہ : تبصرے

(۵) متفرقات : عکس تحریر، تقریر، تقریبات

اختتامیہ "غالب نامہ" کے مشیر اور مدیر: سوانحی خاکے

مشیروں اور مدیروں کی قلمی تحریروں کا عکس "غالب نامہ" کے کچھ شماروں کے سرورق

کتابیات

............(۲۷)............

موضوع : عبدالرحمٰن چغتائی۔ بطور غالب شناس

مقالہ نگار : حنا سرور

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۳ء

ضخامت : ۱۹۷ صفحات

مشمولات : دیباچہ

عبدالرحمٰن چغتائی کی تصاویر اور عکس تحریر

۱۔ عبدالرحمٰن چغتائی (۱۸۹۷ء۔۱۹۷۵ء) سوانحی خاکہ

۲۔ غالب شناسی کی روایت۔ بیسویں صدی کا ربع اوّل

۳۔ کلامِ غالب کی اولین مصور صورت: اثر چغتائی

۴۔ دیوانِ غالب مصور: مرقع چغتائی: تعارف اور جائزہ

۵۔ نقشِ چغتائی: دیوانِ غالب کا دوسرا مصور نسخہ

۶۔ کار چغتائی: کلام غالب کا ایک نا تمام نقش

۷۔ بحوالہ غالب، چغتائی کی فن کاری اور نقش گری

۸۔ غالبیات میں چغتائی کے اثرات اور احسانات

ضمیمے

(۱) مرقع چغتائی کے ''Foreword'' از علامہ اقبال کا ابتدائی متن

(۲) ''مرقع چغتائی'' طبع اوّل ۱۹۲۸ء کی تقریظ

(۳) ''نقشِ چغتائی'' طبع اوّل ۱۹۳۵ء کی استدعا

(۴) غالب کے متعلق چغتائی کی آخری تصویر۔ ۲رجون ۱۹۷۴ء

(۵) چغتائی اور کلامِ غالب کی مصوری (تصویر سے تصویر کاری تک) از: ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی

(۶) غالب کی تصویر مرقع تحریر، عبدالرحمٰن چغتائی

(۷) بخطِ چغتائی ''کار چغتائی'' کے سلسلے کی قلمی تحریریں

کتابیات

............(۲۸)............

موضوع : ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو۔ بطور غالب شناس

مقالہ نگار : شمیلہ ستار

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۹۳ء

ضخامت : ۱۶۵ صفحات

مشمولات :

۱۔ ڈاکٹر مختار الدین: سوانحی خاکہ

۲۔ غالب شناسی کی روایت: بیسویں صدی کے نصف اوّل تک

۳۔ ''علی گڑھ میگزین'' غالب نمبر ۴۹۔۱۹۴۸ء کا جائزہ

۴۔ ''احوالِ غالب'' اہم مجموعہ مضامین

۵۔ ''نقدِ غالب'' تنقید و تحقیق کا ایک سنگِ میل

۶۔ دو موجودہ مجموعے: نوادرِ غالب اور گنجینہ غالب

۷۔ غالب کے بارے میں مختار الدین احمد کی غیر مرتب تحریریں

۸۔ غالبیات میں مختار الدین احمد کا مقام و مرتبہ

ضمیمہ نمبر ۱ غالب سے متعلق مختار الدین احمد کی قدیم ترین تحریر۔ ۱۹۴۱ء

ضمیمہ نمبر ۲ معروف غالب شناس مالک رام کی یاد میں تازہ ترین تحریر، مئی ۱۹۹۳ء

کتابیات

............(۲۹)............

موضوع : غالب کا تنقیدی شعور (خطوط کے آئینے میں)

مقالہ نگار : حمیرا کیانی

نگران : ڈاکٹر روبینہ ترین

مرکزِ تحقیق : بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

سالِ تکمیل : ۱۹۹۳ء

ضخامت : ۷۵ صفحات

مشمولات :

باب اوّل : تنقید اور مشرقی تنقید کی روایت

باب دوم : مشرقی تنقید۔ چند بنیادی مباحث

باب سوم : غالب کی تنقید

باب چہارم: اُردو تنقید میں غالب کا مقام

............(۳۰)............

موضوع : پروفیسر سید وقار عظیم بطور غالب شناس

مقالہ نگار : روشینہ ریاض

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۴ء

ضخامت : ۱۳۱ صفحات

مشمولات :

۱۔ سید وقار عظیم۔ سوانحی خاکہ

۲۔ سید وقار عظیم۔ سیرت و شخصیت

۳۔ غالب سے سید وقار عظیم کی ذہنی وابستگی اور جذباتی شگفتگی

۴۔ غالب کے فن اور شخصیت سے متعلق سید وقار عظیم کی اہم تحریریں

۵۔ غالب کے بارے میں سید وقار عظیم کی متفرق نگارشات

۶۔ بطور غالب شناس سید وقار عظیم کا مقام و مرتبہ

ضمیمہ : غالب پر سید وقار عظیم کے اولین مطبوعہ مقالے کا متن (تحریر ۱۹۳۴ء)

کتابیات

............(۳۱)............

موضوع : غالب کی فارسی اور اُردو غزلیات کی مشترک خصوصیات کا تقابلی مطالعہ

مقالہ نگار : فریحہ خان

نگران : محمد ساجد خان

مرکز تحقیق : بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

سال تکمیل : ۱۹۹۴ء

ضخامت : ۱۹۸ صفحات

مشمولات : سپاس نامہ سرگزشت مقالہ

باب اوّل : غالب کی فارسی اور اُردو غزلیات کا تقابلی مطالعہ

باب دوم : عشقیہ شاعری

باب سوم : غالب کی شاعری میں غم

باب چہارم: غالب کا جہانِ آرزو

باب پنجم : تفکرِ غالب

باب ششم : متفرق موضوعاتِ غالب کتابیات

..............(۳۲)..............

موضوع : ڈاکٹر سید عبداللہ بطور غالب شناس

مقالہ نگار : شکیلہ جہاں

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۹۵ء

ضخامت : ۱۸۷ صفحات

مشمولات : دیباچہ تصویر اور عکس تحریر۔ڈاکٹر سید عبداللہ

پہلا باب : ڈاکٹر سید عبداللہ۔سوانحی خاکہ

دوسرا باب : ڈاکٹر سید عبداللہ۔کردار اور شخصیت

تیسرا باب : غالب شناسی کی روایت ۱۹۳۶ء تک

چوتھا باب : "اطرافِ غالب" تجزیاتی مطالعہ (۱)

پانچواں باب: "اطرافِ غالب" تجزیاتی مطالعہ (۲)

چھٹا باب : غیر مرتب اور متفرق نگارشات متعلق بہ غالب

ساتواں باب: بطور غالب شناس ڈاکٹر سید عبداللہ کا مرتبہ

ضمیمہ: بسلسلہ غالبیات ڈاکٹر سید عبداللہ کے دو قدیم اور نایاب خطوط (۱۹۳۷ء) بنام شیخ محمد اکرام

............(۳۳)............

موضوع : ڈاکٹر وحید قریشی بطور غالب شناس

مقالہ نگار : حنا انیس

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۵ء

ضخامت : ۱۱۹ صفحات

مشمولات : دیباچہ تصویر اور عکسِ تحریر

پہلا باب : ڈاکٹر وحید قریشی۔ سوانحی خاکہ اور شخصیت

دوسرا باب : غالب شناسی کی روایت قیام پاکستان تک

تیسرا باب : ''نذر غالب'' کا تجزیاتی مطالعہ

چوتھا باب : ''صحیفہ'' کے غالب نمبر اور ڈاکٹر وحید قریشی

پانچواں باب: ڈاکٹر وحید قریشی کی متفرق نگارشات غالب

چھٹا باب : بطور غالب شناس ڈاکٹر وحید قریشی کا مرتبہ

کتابیات

............(۳۴)............

موضوع : ڈاکٹر فرمان فتح پوری: بطور غالب شناس

مقالہ نگار : سیدہ افصح وحید

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۶ء

ضخامت : ۲۶۴ صفحات

مشمولات :

۱۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ۔ سوانحی خاکہ

۲۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ۔ کردار اور شخصیت

۳۔ پاکستان میں غالب شناسی کی روایت مئی ۱۹۵۲ء تک

۴۔ ''غالب شاعر امروز و فردا'' کا تجزیاتی مطالعہ (۱)

۵۔ ''غالب شاعرِ امروز و فردا'' کا تجزیاتی مطالعہ (۲)

۶۔ ''تمنا کا دوسرا قدم اور غالب'' ۔ ایک جائزہ

۷۔ شرح دیوانِ غالب اُردو، فرمان کا تازہ علمی کارنامہ

۸۔ سلسلہء غالب: ڈاکٹر فرمان کے غیر مرتب مقالات

۹۔ غالبیات سے متعلق ڈاکٹر فرمان کے تبصرے

۱۰۔ متعارفات، متعلق بہ غالب اور ڈاکٹر فرمان

۱۱۔ بطور غالب شناس ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مقام و مرتبہ

ضمیمہ اوّل : ''غالب شاعرِ امروز و فردا'' پر سید وقار عظیم کی ایک اہم نگارش

ضمیمہ دوم : ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شناسی ۔ تحریر ڈاکٹر معین الرحمٰن

کتابیات

............(۳۵)............

موضوع : نیاز و نگار اور غالب شناسی

مقالہ نگار : فہمیدہ عبدالحسین

نگران : ڈاکٹر معین الدین عقیل

مرکزِ تحقیق : کراچی یونیورسٹی، کراچی

سالِ تکمیل : ۱۹۹۶ء

ضخامت : ۱۰۷ صفحات

مشمولات :

باب اوّل : تعارف ۔ نیاز فتح پوری

باب دوم : نگار کا اجراء اور ادبی صحافت میں اس کا مقام

باب سوم : اُردو میں غالب شناسی کی روایت

باب چہارم: نگار اور غالب شناسی

باب پنجم : نیاز و نگار کے اثرات موجودہ دور کی غالب شناسی پر

کتابیات

............(۳۶)............

موضوع : ٹیلی ویژن ڈراما۔ مرزا غالب (تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

مقالہ نگار : حمیرا قدیر خان

نگران : ڈاکٹر عبدالرؤف شیخ

مرکزِ تحقیق : بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

سالِ تکمیل : ۱۹۹۷ء

ضخامت : ۲۶۶ صفحات

مشمولات : گزارش۔ احوالِ واقعی

حصہ اوّل : ٹیلی ویژن ڈرامہ "مرزا غالب" کی سترہ اقساط کا فنی اور تنقیدی مطالعہ

حصہ دوم : ٹیلی ویژن ڈرامہ "مرزا غالب" تحقیق کے آئینے میں

حوالہ جات مجموعی جائزہ کتابیات

............(۳۷)............

موضوع : کالی داس گپتا رضا بطور غالب شناس

مقالہ نگار : عظمت رُباب

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۱۹۹۷ء

ضخامت : ۳۶۹ صفحات

مشمولات : دیباچہ تصویر اور عکس ہائے تحریر کالی داس گپتا رضا

پہلا باب : کالی داس گپتا رضا۔ سوانحی خاکہ
دوسرا باب : دیوانِ غالب اُردو کی زمانی ترتیب اور گپتا رضا
تیسرا باب : تصانیفِ غالب۔ متعارفاتِ رضا
چوتھا باب : توقیت اور سوانحِ غالب۔ امتیازاتِ رضا
پانچواں باب: جہانِ غالب اور غالبیات۔ متفرقاتِ رضا
چھٹا باب : بسلسلۂ غالب گپتا رضا کے زیرِ طبع و ترتیب کام
ساتواں باب: گپتا رضا۔ ذخیرۂ غالبیات اور ان کی غالب شناسی
ضمیمے : (اضافی مطالعہ) کالی داس گپتا رضا۔ احوال اور شخصیت

............(۳۸)............

موضوع : صادقین بطور شاعر اور مصورِ غالب
مقالہ نگار : محمد طاہر
نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
مرکزِ تحقیق : شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور
سالِ تکمیل : ۱۹۹۸ء
ضخامت : ۲۲۳ صفحات
مشمولات : پیش لفظ

۱۔ سفرنامۂ حیات، صادقین ۱۹۳۰ء تا ۱۹۸۷ء
۲۔ غالب کی غالبیات
۳۔ مصوری اور شاعری
۴۔ غالب کے اشعار کینوس پر
۵۔ صادقین۔ ایک ہمہ گیر شخصیت
۶۔ صادقین۔ رنگ اور لکیریں
۷۔ غالب کا قلم اور صادقین کا برش
۸۔ دشتِ شاعری اور آبلہ پا صادقین

پہلا ضمیمہ : غیر مطبوعہ سرمایہ ٔ صادقین: عطیہ محترمہ نصرت علی

دوسرا ضمیمہ : صادقینی نسخہ ٔ غالب، مخزونہ ذخیرہ ٔ غالبیات، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

تیسرا ضمیمہ : یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ کی ڈائری سے کچھ صادقینی نوادر کتابیات

(۳۹)

موضوع : ڈاکٹر گیان چند۔ غالبیاتی مطالعہ

مقالہ نگار : سیدہ مصباح رضوی

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۹ء

ضخامت : ۱۱۳ صفحات

مشمولات : دیباچہ۔ عرض حال

۱۔ ڈاکٹر گیان چند۔ احوال اور مزاج

۲۔ تفسیر غالب۔ ایک مطالعہ

۳۔ "رموزِ غالب" کے بھید بھاؤ

۴۔ "غالب شناس مالک رام" کا جائزہ

۵۔ گیان چند غیر مرتب تحریریں اور مقام و مرتبہ کتابیات

(۴۰)

موضوع : مرزا ظفر الحسن کی خدمات (غالب کے خصوصی حوالے سے)

مقالہ نگار : نسیمہ رحمان

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۹ء

ضخامت : ۱۲۷ صفحات

مشمولات : دیباچہ
۱۔ حیات نامہ مرزا ظفر الحسن
۲۔ ادارہ یادگارِ غالب اور مرزا ظفر الحسن
۳۔ غالب لائبریری اور مرزا ظفر الحسن کا ذوقِ جنوں
۴۔ رسالہ "غالب" کے مشمولات کا جائزہ
۵۔ "غالب" میں شامل مرزا ظفر الحسن کی تحریریں
کتابیات

............(۴۱)............

موضوع : ڈاکٹر سلیم اختر اور مطالعہ غالب و اقبال
مقالہ نگار : محمد سعید
نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن
مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور
سالِ تکمیل : ۱۹۹۹ء
ضخامت : ۱۷۵ صفحات
مشمولات : دیباچہ
۱۔ سوانحی خاکہ: ڈاکٹر سلیم اختر
۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر اپنی نظر میں
۳۔ ۱۹۶۵ء تک غالب کا نفسیاتی مطالعہ
۴۔ ڈاکٹر سلیم اختر کا غالبیاتی مطالعہ ۱۹۶۶ء تا حال
۵۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی غالب شناسی: ارتکاز اور امتیاز
۶۔ ڈاکٹر سلیم اختر کا اقبالیاتی سرمایہ
۷۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی اقبال شناسی، اثرات اور پھیلاؤ
کتابیات

............(۴۲)............

موضوع : فیض اور غالب کے ذہنی رابطے

مقالہ نگار : انیلہ بٹ

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۹ء

ضخامت : ۷۱ صفحات

مشمولات : کام کی نوعیت

۱۔ فیض احمد فیض۔ سوانحی خاکہ

۲۔ فیض اور غالب کے ذہنی رابطے

۳۔ غالب کے بارے میں فیض کی نگارشات کتابیات

............(۴۳)............

موضوع: غالب ایک تنقیدی تعارف (سید فیاض محمود کی انگریزی کتاب کے ایک حصے کا اُردو ترجمہ)

مقالہ نگار : فاطمہ انیس

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، ڈاکٹر محمد خاں اشرف، سید طارق حسین زیدی

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۱۹۹۹ء

ضخامت : ۹۴ صفحات

مشمولات :

۱۔ دیباچہ ۲۔ سید فیض محمود۔ سوانحی خاکہ

۳۔ ترجمہ متن: گروپ کیپٹن سید فیاض محمود کی انگریزی کتاب

Ghalib A Critical Introduction کے ایک باب

"The Poet- Early Period" کا اُردو ترجمہ

..............(۴۴)..............

موضوع : ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم۔غالبیاتی مطالعہ

مقالہ نگار : صائمہ سلیم

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۲۰۰۰ء

ضخامت : ۳۴۰ صفحات

شمولات : دیباچہ

۱۔ خلیفہ عبدالحکیم۔سوانحی خاکہ

۲۔ خلیفہ عبدالحکیم کا تصنیفی سرمایہ

۳۔ پاکستان میں خلیفہ عبدالحکیم تک مطالعہء غالب کی روایت

۴۔ ''افکار غالب'' کی چار اشاعتوں کے کتابی کوائف

۵۔ ''افکار غالب'' کے موضوعات کا جائزہ

۶۔ ''افکار غالب'' میں شامل فارسی اشعار کی تشریح

۷۔ ''افکار غالب'' میں شامل اُردو اشعار کی شرح

۸۔ ''افکار غالب'' میں شامل رباعیات کی شرح

۹۔ خلیفہ عبدالحکیم: مقام و مرتبہ

ضمیمہ نمبر ۱ غالب کی مدح میں خلیفہ عبدالحکیم کی نظم، ۱۹۱۵ء

ضمیمہ نمبر ۲ انتقال پر تعزیتی تحریروں کے تراشے / عکس

کتابیات

............(۴۵)............

موضوع: ڈاکٹر محمد صادق کی کتاب: ہسٹری آف اُردو لٹریچر کے ایک باب کا اُردو ترجمہ اور تعارف

مقالہ نگار : سمیرا انوار الحسن

نگران : ڈاکٹر محمد خان اشرف

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۲۰۰۰ء

ضخامت : ۱۵۰ صفحات

مشمولات :

۱۔ تصاویر اور عکسِ تحریر، ڈاکٹر محمد صادق اور غالب

۲۔ پیش لفظ

۳۔ ڈاکٹر محمد صادق۔ احوال

۴۔ ڈاکٹر محمد صادق۔ آثار

۵۔ عہدِ غالب (ترجمہ)

۶۔ حوالہ جات

۷۔ کتابیات

............(۴۶)............

موضوع : غالب شناسی کی روایت اور خواتین (پاکستان میں)

مقالہ نگار : لبنیٰ کنول

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۲۰۰۱ء

ضخامت : ۳۰۸ صفحات

مشمولات : پیش لفظ

۱۔ غالب سے متعلق خواتین کی مطبوعہ کتابیں

۲۔ ادبی رسائل کے غالب نمبر اور خواتین
۳۔ بسلسلہ غالب شناسی، پی ایچ۔ڈی (اُردو) کے جزوی تھیسس
۴۔ ایم۔فل (اُردو) کے تھیسس بسلسلہ غالب وغالبیات
۵۔ ایم۔اے (اُردو) طالبات کی تھیسس: یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور
۶۔ ایم۔اے (اُردو) طالبات کے تھیسس، گورنمنٹ کالج، ملتان
۷۔ ایم۔اے (اُردو) طالبات کے تھیسس، گورنمنٹ کالج، لاہور
۸۔ ایم۔اے (اُردو) طالبات کے تھیسس، گورنمنٹ کالج، فیصل آباد
۹۔ ایم۔اے (اُردو) طالبات کے تھیسس، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
۱۰۔ ایم۔اے (اُردو) طالبات کے تھیسس، ڈگری ایوارڈنگ، گورنمنٹ کالج، لاہور
۱۱۔ ایم۔اے (فلسفہ) طالبات کے تھیسس، گورنمنٹ کالج، لاہور
۱۲۔ ایم۔اے (فلسفہ) طالبات کے تھیسس، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۱۳۔ غالب اور غالبیات پر پاکستانی خواتین کا علمی کام

ثانوی اطلاعات کتابیات

............(۴۷)............

موضوع : مشکور حسین یاد کی غالب شناسی

مقالہ نگار : طاہرہ کلثوم

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

مرکزِ تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سالِ تکمیل : ۲۰۰۱ء

ضخامت : ۱۵۱ صفحات

مشمولات : دیباچہ اظہارِ تشکر

۱۔ سوانحی خاکہ ۲۔ غالب بوطیقا......ایک جائزہ
۳۔ غالب کا ذوقِ الٰہیات۔ایک جائزہ ۴۔ غالب کی طبع نکتہ جو۔ایک جائزہ
۵۔ مشکور حسین یاد کا اسلوبِ نگارش کتابیات

............(۴۸)............

موضوع : غالب پر پچاس غیر مطبوعہ تھیسس

مقالہ نگار : راحیلہ ارشاد

نگران : ڈاکٹر سید معین الرحمن

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج، لاہور

سال تکمیل : ۲۰۰۲ء

ضخامت : ۲۰۴ صفحات

مشمولات : پیش لفظ

۱۔ غالب پر پی ایچ۔ڈی (اُردو) کا غیر مطبوعہ مقالہ

۲۔ غالب پر ایم۔فل (اُردو) کے غیر مطبوعہ مقالات

۳۔ غالب پر ایم۔اے (اُردو/فلسفے) کے غیر مطبوعہ مقالات

۴۔ اشاریہ نمائے ماخذ (کتابیات)

(الف) پی ایچ۔ڈی (اُردو) کا مقالہ

(ب) ایم۔فل (اُردو) کے مقالے

(ج) ایم۔اے (اُردو) کے مقالے

............(۴۹)............

موضوع : کلامِ غالب کے منظوم پنجابی تراجم

مقالہ نگار : ثمن زاہد

نگران : ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری

مرکز تحقیق : شعبہ اُردو، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور

سال تکمیل : ۲۰۰۳ء

ضخامت : ۱۲۲ صفحات

مشمولات :

۱۔ پنجابی تراجم کی روایت

۲۔ کلامِ غالب کے منظوم پنجابی تراجم

۳۔ کلامِ غالب کے منظوم پنجابی تراجم کا تحقیقی جائزہ

۴۔ کلامِ غالب کے منظوم پنجابی تراجم کا تنقیدی جائزہ

۵۔ کلامِ غالب کے منظوم پنجابی تراجم کا تقابلی جائزہ۔۶

ماحصل

(انگریزی مقالات)

پنجاب یونیورسٹی کے تحت گورنمنٹ کالج لاہور میں ایم۔اے کی سطح کے کچھ مقالات انگریزی میں بھی تحریر ہوئے ذیل میں ان کے کوائف دیے جاتے ہیں۔

50- "Metaphysics of Ghalib in his Urdu Poetry":

Research Scholor: Arifa Parveen

Department: Philosophy

Year: 1963

Pages: 78

CONTENTS:

(i) Introduction (ii) Pantheism

(iii) The Problem of Good & Evil.

(iv) The Problems of Free Will.

(v) Inner Light. (vi) Retrospection.

Biblography.

51- "GHALIB's PHILOSOPHY OF BEAUTY":

Research Scholor: Abida Shah

Department: Philosophy

Year: 1967

Pages: 96

CONTENTS:

(iv) زیرِ تحقیق مقالات

پاکستان کی بعض جامعات میں اس وقت غالب کے حوالے سے پی ایچ۔ڈی اور ایم۔فل کے کچھ مقالات زیرِ تکمیل ہیں۔ ابھی ان پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔قوی امکان ہے کہ تکمیل کے بعد مقالہ نگاروں کو بہت جلد سندیں دے دی جائیں گی۔زیرِ تحقیق مقالات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(الف) پی ایچ۔ڈی مقالات:

۱۔موضوع : ''اُردو لفظیاتِ غالب کا تحقیقی و ساختیاتی مطالعہ''

مقالہ نگار : مقصود صفدر علی شاہ

نگران : ڈاکٹر نثار قریشی (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)

۲۔موضوع: ''مکاتیب غالب کا فنی، علمی، ادبی، ثقافتی، سوانحی، معاشرتی، تاریخی اور تنقیدی جائزہ''

مقالہ نگار : سلمٰی ناز

نگران : ڈاکٹر یونس حسنی (کراچی یونیورسٹی)

(ب) ایم۔فل مقالات:

۱۔موضوع : ''مرزا اسداللہ غالب اور خواجہ غلام فرید کے افکار کا تقابلی مطالعہ''

مقالہ نگار : نوشابہ سمیع

نگران : ڈاکٹر اسلم انصاری (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)

۲۔ موضوع: ''انیسویں صدی کی اُردو مزاح نگاری میں غالب کا مقام''

مقالہ نگار : شوکت محمود

نگران : صدیقہ ارمان (کراچی یونیورسٹی)

۳۔ موضوع: ''حیاتِ غالب از شیخ اکرام...... حواشی و تعلیقات''

مقالہ نگار : عبدالرحیم

نگران : ڈاکٹر وحید قریشی (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد)

۴۔ موضوع: ''دبستانِ غالب''

مقالہ نگار : لیلیٰ خورشید

نگران : ڈاکٹر اسلم فرخی (کراچی یونیورسٹی)

مجموعی جائزہ

پاکستان میں غالب پر تحقیقی کام کی صورتِ حال حوصلہ افزاء ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد لگاتار ایسی نادر کتب منظرِ عام پر آئیں جنہیں ذخیرہ، غالبیات میں سرمایہ فخر کہا جا سکتا ہے۔ ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر سب سے زیادہ کتب شائع ہوئیں۔ غالب پر تحقیقی کام داخلی اور خارجی دو پہلوؤں کے ساتھ مکمل ہوا ہے۔ داخلی پہلو میں یہ تحقیقی کام غالب کی اپنی تحریریں، خطوط اور بعض اشعار کے ذریعے سے تکمیل پاتا ہے۔ اس تحقیق میں غالب کی ذات، شخصیت اور حالات اور فن کے بارے میں ان کی اپنی تحریروں کو مآخذ بنایا گیا ہے۔ غالب شناسی میں تحقیق کی یہ داخلی جہت اس بنا پر بھی اہمیت اختیار کر جاتی ہے کہ غالب شناسی کی خارجی جہت اس کے بغیر گہرائی سے عاری نظر آتی ہے۔ چنانچہ خارجی سطح پر غالب کی ذات، شخصیت اور فکر و فن کے تمام پہلوؤں پر عرق ریزی سے کام کیا گیا ہے۔

پاکستان میں غالب پر زیادہ تر کام ان کے سوانح اور عہد پر ہوا ہے۔ کم و بیش تین درجن کتابیں تصنیف ہوئیں جن کے ذریعے غالب کی ذاتی زندگی، گھریلو زندگی، اخلاق و عادات، سفر، احباب، شاگرد ار مقدمہ، پنشن جیسے اہم امور زیرِ بحث آئے ہیں۔ اس سوانحی تحقیق میں بے شمار باتیں سامنے آئی ہیں۔ بعض غلطیوں کا ازالہ ہوا ہے اور کئی نئے انکشافات منظرِ عام پر لائے گئے ہیں۔ سوانح پر کام کرنے والوں نے جزئیات میں جانے کی کوشش کی ہے۔ یعنی غالب کے شمائل، جانور پالنے کا شوق اور ان کے مسلک وغیرہ تک کو موضوعِ بحث بنایا۔ مشکلاتِ غالب کے حل کے لیے فرہنگ ترتیب دیے گئے، ایک درجن کے قریب اشاریے مرتب ہوئے۔ اسی طرح غالب کی اُردو شاعری کو عالمی تناظر میں پرکھنے کے لیے بڑی محنت سے کام کیا گیا۔ "دیوانِ غالب نسخہ، خواجہ" کی تائید اور تردید میں نصف درجن سے زیادہ کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اُردو کی نسبت غالب کے فارسی سرمائے (نظم و نثر) پر بہت کم توجہ دی گئی۔ ایک دو کتب کے علاوہ

کوئی اہم کام سامنے نہیں آیا۔ سید قدرت نقوی، ڈاکٹر معین الرحمٰن، نادم سیتاپوری، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر اکبر حیدری، ڈاکٹر گوہر شاہی، ڈاکٹر خلیق انجم، مشفق خواجہ، مالک رام اور رشید حسن خان جیسے قابل قدر محققین نے نہایت محنت، جذبے اور لگن سے کام کیا ہے جسے پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو بہت فروغ ملا ہے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ انگریزی، فارسی، بنگالی اور پاکستان کی علاقائی زبانوں میں بھی غالب کو پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔

نجی تحقیق کے علاوہ پاکستانی جامعات نے بھی غالب شناسی کے سلسلے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مختلف تعلیمی اداروں میں پی ایچ۔ڈی، ایم۔فل اور ایم۔اے کی سطح کے ساتھ کے لگ بھگ مقالات تحریر ہوئے ہیں۔ جامعات میں زیادہ تر کام غالب کے قلمی سرمائے پر ہوا ہے۔ علاوہ ازیں غالب کی زندگی اور فن کے دیگر پہلو بھی تحقیق کا موضوع بنے ہیں۔ کچھ مقالے بعض غالب شناسوں پر تحریر ہوئے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کو ایک یہ اعزاز بھی حاصل ہوا ہے کہ اس جامعہ کے شعبہ اُردو کے علاوہ شعبہ فلسفہ میں بھی غالب پر دو مقالے لکھے گئے ہیں۔ اس طرح جامعات میں بھی غالب شناسی کی روایت نہایت محکم اور متوازن حالت میں رو بہ کمال ہے۔ جس سے آئندہ کے لیے نئے امکانات کی تخم ریزی میں بڑی مدد ملتی ہے۔

☆......☆O☆......☆

(ب) تنقید

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ فن کی تخلیق، گہری تنقیدی بصیرت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ خود تخلیق کار کے اندر ایک اہل نظر نقاد موجود ہوتا ہے جو موضوع و مواد الفاظ و بیان اور فن پارے کی ہیئت کے حسن میں مسلسل اضافہ کرتا رہتا ہے۔ ایک بڑا فنکار نہ صرف ان کے مروجہ اور روایتی اصولوں سے پوری طرح آگاہ ہوتا ہے بلکہ یہ اس کی فنی بصیرت کا اعجاز ہوتا ہے کہ بعد میں اس کے فن کو ناقدانہ نظر سے دیکھنے کا رواج عام ہو جاتا ہے اور یہی معاملہ اگر غالب جیسے عظیم فنکار کے ساتھ پیش آ جائے تو تنقید نگاری ایک عام رواج نہیں بلکہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ تنقید دراصل کھوٹے اور کھرے اور اصل اور نقل کو الگ کر کے معیارات کا تعین کرتی ہے جس سے فن پارے کی بنیادی سچائیاں ارتقاء پذیر ہو کر نکھرنے لگتی ہے اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تنقید ایک مثبت عمل ہے اور ہر ہر قدم پر اسی کی اہمیت مسلم ہے۔

ڈاکٹر عبادت بریلوی کے مطابق:

> ''تنقید کا وجود زندگی کے لئے بہت ضروری اور اہم ہے۔ اگر انسان کو اچھائی اور برائی میں امتیاز کرنے کی تمیز نہ ہوگی، اگر برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر دینے کا خیال نہ آئے گا...... تو گویا اس نے زندگی کی اصلی اور حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ ان خصوصیات کا ہر انسان کے اندر ہونا ضروری ہے۔ اسی کو تنقید کہتے ہیں (۱)''۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ تنقید کی آڑ میں سراسر تنقیص پر اُتر آتے ہیں اور فنکار کی ریاضتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے فن پارے کے صرف معائب پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات محض اچھائیوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ نقائص سے صرف نظر کر جاتے ہیں مثلاً ایڈیسن کے مطابق:

"صحیح نقاد وہی ہے جو خوبیوں پر نظر رکھتا ہے اور معائب کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے"(۲)۔

ایڈیسن کا یہ بیان ایک سراسر جانبدارانہ رویہ ہے جس سے گریز بہتر ہے کیونکہ ایک نقاد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی فن پارے کے محض محاسن کو نمایاں کرنے پر زور صرف کر دے۔ انسانی تخلیق نقائص سے ماورا نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک بالغ نظر نقاد حسن کے ساتھ ساتھ نقائص کی دریافت میں بھی عار محسوس نہیں کرتا۔ وہ فن پارے کو مختلف زاویوں سے دیکھ کر اس کا اس انداز سے تجزیہ کرتا ہے کہ محاسن و معائب دونوں سامنے آجاتے ہیں جہاں تک غالب پر تنقیدی نقطہء نظر سے لکھے جانے کا تعلق ہے تو اس سے یہ بات بڑے واضح انداز میں سامنے آتی ہے کہ بعض نقادوں نے بلاشبہ غیر جانبدارانہ روش اختیار کرتے ہوئے غالب کی تخلیقات میں حسن و قبح کے امتیازات کو صحیح طریقے سے برقرار رکھا۔ لیکن کچھ نقادوں نے محض تعصب کی بنا پر غالب کی شخصیت اور فن کے بارے میں منفی رجحانات کو ہوا دی۔ کبھی کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ انسان اپنے کسی مخصوص نظریے کے ہاتھوں مجبور ہو کر تعصب کی راہ پر چل پڑتا ہے اور تنقید کا صحیح حق ادا نہیں کر پاتا۔

بقول ڈاکٹر سید عبداللہ:

"تنقید میں نقاد کے تعصب کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ تنقید بالآخر اور ہر طور مصنف کے ذاتی میلانات اور تعصبات سے یا اس کے تاثرات سے متاثر ہوتی ہے۔ یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ تنقید کرنے والے ریاضی کے مانند ہر ادب پارے پر فارمولوں کا اطلاق کر کے معین اور قطعی جواب دے دے اور دو + دو = چار کے اصولوں پر فیصلہ صادر کر دے"(۳)۔

غالب کے معاملے میں تعصب کی یہ فضا ان کے ہم عصروں میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ غالب پر تنقید نگاری کا آغاز ان کے عہد میں ہو چکا تھا۔ بعض تذکروں کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ غالب کے فن نے اپنے ہم عصروں کے دلوں میں ایک جگہ بنائی تھی اور وہ اس کی اندازہ دانی کے لئے ذہنی طور پر بھی تیار تھے۔ اس عہد کے تذکرہ نگار اگرچہ ان کی پہلو دار شاعری کو سمجھتے تھے اور ان کی شاعری کے اس انداز کو خاصی اہمیت بھی دیتے تھے لیکن بعض تذکرہ نگاروں نے صرف اور صرف ان کے نقائص کی جمع آوری پر توجہ کی۔ یہی وجہ ہے کہ غالب کے عہد ہی میں

''غالب شناسی'' کے ساتھ ساتھ ''غالب شکنی'' بھی تنقید کا ایک موضوع بن کر سامنے آئی۔

غالب کے متعلق باقاعدہ تنقید کا آغاز حالی سے ہوتا ہے۔ ''یادگارِ غالب'' کے اشاعت کے بعد بہت ساری ایسی کتابیں منظرِ عام پر آ گئیں جن کے ذریعے سے غالب کے فکر و فن کی مختلف جہتیں سامنے آئیں۔ حالی کے بعد تنقید نگاری کا یہ سلسلہ مسلسل آگے بڑھتا رہا۔ عبدالرحمٰن بجنوری، ڈاکٹر عبداللطیف، شیخ محمد اکرام، رشید احمد صدیقی، پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر حمید احمد خان، ممتاز حسین، پروفیسر احتشام حسین اور مولانا غلام رسول مہر جیسے اہل قلم نے غالب شناسی کی روایت کو آگے بڑھایا اور غالب کے تنقیدی مطالعے میں نئے امکانات کو تلاش کیا(۴)۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ غالب پر تنقیدی کتب کی ایک سینچری مکمل ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں غالب کی شخصیت اور شاعری کا تنقیدی مطالعہ مختلف لکھنے والوں نے مختلف انداز میں کیا ہے اور مختلف نتائج اخذ کئے ہیں۔ ان کتب کے مطالعے سے تنقید کے تاثراتی، تاریخی اور تہذیبی رجحانات کا ایک نہایت حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ جس کے ذریعے سے غالب کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں غالب پر سب سے زیادہ تنقیدی کام ان کی اُردو شاعری پر ہوا ہے۔ علاوہ ازیں فارسی شاعری اور اُردو نثر بالخصوص خطوط پر جزوی نوعیت کا کام ہوا ہے۔ ذیل میں ان تمام تنقیدی کتب کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جو پاکستان میں شائع ہوئیں۔ ان میں بعض کتب ایسی بھی ہیں جن کی اولین اشاعت بھارت سے ہوئی۔ لہٰذا ان کے بھارتی ایڈیشنوں کا حوالہ حواشی میں درج کیا جائے گا۔ یہ کتابی جائزہ قیامِ پاکستان سے ۲۰۰۵ء تک کی تنقیدی کتب پر مشتمل ہے۔ بعض ایسی کتابیں جو تنقیدی اور تحقیقی امتزاج کی حامل ہیں، انہیں کثرتِ مواد کے اعتبار سے تنقیدی حصے میں جگہ دی جا رہی ہے۔ یہ سارا جائزہ کتب کے اجمالی تعارف پر مبنی ہوگا۔ یہ تعارف کتب کے بنیادی کوائف کے اندراج، فہرست، مندرجات کی تفصیل اور اہم نکات کی صراحت کے ساتھ کرایا جائے گا۔ تاہم اس مختصر مگر جامع تعارف سے یہ اندازہ بخوبی ہو جائے گا کہ پاکستان میں اس تنقیدی مطالعے نے کیا کیا صورتیں اختیار کیں اور غالب شناسی کے حوالے سے کون کون سے رجحانات پیدا ہوئے اور انہوں نے کس کس طرح سے غالب کی شخصیت اور فن کے خد و خال کو نمایاں انداز میں پیش کیا۔ یہ کتابی جائزہ زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ البتہ جن کتب پر سالِ اشاعت درج نہیں، انہیں آخر میں مصنفین کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔ ابتداً اُردو کتب اور ازاں بعد انگریزی کتب درج کی جائیں گی۔

اُردو کتب کا جائزہ

1-ارمغانِ غالب:

محبوب الٰہی کی کتاب ہے۔ گیلانی الیکٹرک پریس، لاہور سے ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۰۸ ہے۔ ابتداء میں مصنف کا تحریر کردہ پیش لفظ ہے جس میں انہوں نے غالب کے فکر وفن پر اجمالاً بحث کرتے ہوئے اسے انیسویں صدی کا بہت بڑا شاعر قرار دیا ہے۔ ازاں بعد مختلف عنوانات کے تحت غالب کی شاعری اور نثر کے مختلف پہلوؤں پر جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اب تک اس کتاب کا صرف ایک ہی (زیرِ نظر) ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں تنقیدِ غالب پر نقشِ اوّل کی حیثیت رکھتی ہے۔

2- حکیم فرزانہ:

شیخ محمد اکرام کی تصنیف ہے۔ ۱۹۵۷ء میں اسے پاکستان کے دو اداروں فیروز سنز لاہور اور ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور نے علیحدہ علیحدہ شائع کیا (۵)۔ صفحات کی تعداد ۳۲۳ ہے۔ یہ کتاب غالب پر جدید تنقیدی نقطۂ نظر سے تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑے خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تخلیق سے مصنف نے غیر جانبدار نقاد ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ ''حکیم فرزانہ'' بنیادی طور پر ''غالب نامہ'' (۶) کا ایک جزو ہے۔ احمد ندیم قاسمی نے اس کا پیش لفظ لکھا ہے جس میں انہوں نے کتاب کی اہمیت پر جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کو چھ بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ''غالب کا ادبی ارتقاء'' کے عنوان سے ہے جس میں سولہ (۱۶) ذیلی عنوانات کے تحت غالب کی زندگی کے پانچ ادوار گنوائے گئے ہیں۔ پہلا دور بیدلؔ اور غالبؔ کے بارے میں ہے۔ دوسرے دور میں غالب کا فنی ارتقاء۔ تیسرے دور میں فارسی شاعری سے متعلق ہے۔ چوتھا دور درباری زندگی اور پانچواں دور غالب کی اُردو نثر بالخصوص خطوط نگاری سے متعلق ہے۔ اسی طرح کتاب کا دوسرا حصہ ''عام تبصرہ'' کے عنوان سے ہے جس میں غالب کی مقبولیت کے اسباب اور کلامِ غالب پر اعتراضات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ''غالب کا فلسفہ'' کتاب کا تیسرا حصہ ہے۔ اس حصے میں فلسفۂ غالب کی تدوین، جزئیاتِ غالب، نظریۂ نعم البدل اور غالب کا مذہب اہم موضوعات ہیں جن پر جامع انداز میں بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا چوتھا حصہ ''غالب اور مشاہیر اُردو شعراء'' کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں غالب کا میر، سودا، مومن سے

موازنہ کیا گیا ہے۔اسی طرح ''غالب اور مشاہیر فارسی شعراء'' کے تحت غالب کا خسرو، فیضی اور اقبال سے موازنہ کیا گیا ہے۔''مغلیہ تہذیب وتمدن کا ترجمان'' کتاب کا آخری حصہ ہے۔اس میں غالب کی نفاست پسندی، خوش معاشی، ہموار طبعی، رواداری اور غالب کی ترقی پسندی جیسے موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی معیاری اور قابل قدر کتاب ہے جسے ذخیرہ، غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

3-یومِ غالب:

سید اظہر حسین زیدی کی مرتبہ کتاب ہے۔ انجمن اُردو کراچی یونیورسٹی نے، ۲۳رفروری ۱۹۶۰ءکو اسے شائع کیا۔کراچی یونیورسٹی کے نئے کیمپس میں منتقلی کے بعد شعبہ اُردو کا پہلا پروگرام ۲۳رفروری ۱۹۶۰ءکو''یومِ غالب'' کے نام سے منعقد کیا گیا۔اس تاریخی پروگرام میں جو مقالات پیش کیے گئے انہیں زیرِ نظر کتاب میں شائع کر دیا گیا۔مقالات کی تفصیل یہ ہے:

(۱) غالب کی شاعری کا طنزیہ پہلو (آنسہ کلثوم)

(۲) غالب کا تنقیدی شعور (آنسہ حفیظ خاتون اسدی)

(۳) غالب کی شخصیت (آنسہ عارفہ عباس)

(۴) غالب کی جمالیاتی شاعری (آنسہ خورشید احسن صدیقی)

(۵) غالب اور ان کے قصائد (محمد غفران)

(۶) Ghalib a Metaphysical poet (پروفیسر احمد علی)

اس کتاب میں جہاں غالب کی زندگی اور شاعری کا ناقدانہ جائزہ سامنے آتا ہے وہاں اہلِ قلم طلباء وطالبات کی فکری اور فنی کاوشوں کا تعارف بھی ہوتا ہے۔

4-غالب فکروفن:

ڈاکٹر شوکت سبزواری کی تصنیف ہے۔انجمن ترقی اُردو، پاکستان نے اسے ۱۹۶۱ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ یہ کتاب چند مضامین پر مشتمل ہے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب محقق کی حیثیت سے　(۲) زبان و ادب، شعر و فن سے باخبری
(۳) ذال معجم فارسی　(۴) میر و غالب
(۵) غالب اور میرٹھ　(۶) غالب کے اُردو کلام کی اشاعت
(۷) غالب کی شخصیت　(۸) غالب خطوط کے آئینے میں

تمام مقالات فنکار غالب کے فکر و فن کے مختلف گوشوں کو روشن کرتے ہیں۔ پہلے دو مقالات غالب کی فارسی دانی، قاطع برہان، زرتشت مذہبی عقائد اور عربی صرف و نحو کی اصطلاحوں سے متعلق مبحث پر مبنی ہیں۔ ''غالب اور میرٹھ'' میں خطوطِ غالب کے اولین مجموعے کی اشاعتی روداد قلم بند کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک مضمون میں غالب کے عہد میں شائع ہونے والے دواوین کا ذکر کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخری دو مقالے غالب کی شخصیت اور ان کی سیرت کے بارے میں نمایاں پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب غالب شناسی کی روایت میں اہم مقام رکھتی ہے۔

5- تجزیہ کلامِ غالب:

سید رفیع الدین بلخی کی تصنیف ہے۔ اسے اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ کراچی نے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۸ ہے۔ یہ کتاب غالب کے فکر و فن کے گہرے مطالعے پر مبنی ہے۔ اس کتاب کے چار ابواب کے تحت غالب کے فن کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلے باب میں ۲۳ عنوانات کے تحت سماجی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے غالب کے نظریہء زندگی کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں ۵۳ عنوانات کے تحت کلامِ غالب کے فنی محاسن خاص طور پر غزل کے حوالے سے حسن و عشق کے معاملات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ تیسرا باب ۱۳ موضوعات پر مشتمل ہے۔ جن کے تحت زندگی کی بے ثباتی اور نظریہء زندگی سے متعلق بحث موجود ہے اور اس ضمن میں کلام غالب سے مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ چوتھے باب میں سولہ (۱۶) عنوانات، توحید، تصورِ الٰہی، عبادت، دعا، وحدت الوجود وغیرہ سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب مطالعہء غالب میں اہم مقام رکھتی ہے۔

6-مقامِ غالب:

محمد موسیٰ خاں کلیم کی تصنیف ہے۔ ادارہ دینی تحریریں پشاور کے اہتمام سے نقوش پریس لاہور نے نومبر ۱۹۶۵ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۵۶ ہے۔ زیرِ نظر کتاب چھ مقالات کا مجموعہ ہے جس سے غالب کی شخصیت اور فن پر روشنی پڑتی ہے۔ کتاب کا پہلا مضمون ''کچھ فن کے بارے میں'' کے عنوان سے ہے جس میں زندگی کی حقیقت تک پہنچنے کے چار طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں پیغمبرانہ، فلسفیانہ، فنکارانہ اور سائنسی طریقہ شامل ہیں۔ دوسرا مضمون ''اُردو شاعری کا پس منظر'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں شعر کی ماہیت بیان کی گئی ہے اور ہندوپاک کے چار مختلف ادبیات سنسکرت، عربی، ہندی اور فارسی کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ''غالب کا ماحول اور معاصرین'' کتاب کا تیسرا مضمون ہے اس بحث میں جغرافیائی ہیئت، سیاسی حالت، اقتصادی کیفیت، علمی وادبی رنگ اور مذہبی وثقافتی کشمکش کے آئینے میں غالب کے عمومی ماحول سے متعلق رائے قائم کی گئی ہے۔ نیز غالب کے چار نامور معاصر (۱) شاہ اسماعیل شہید (۲) نواب مصطفیٰ خان شیفتہ (۳) مولانا فضل حق خیرآبادی (۴) سرسید احمد خان کو شامل بحث کیا گیا ہے۔ کتاب کا چوتھا مضمون ''شخصیت کی تعمیر'' ہے جس میں غالب کی شخصیت پر پانچ چیزوں کے اثرات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ غالب کی شخصیت پر ان کے ماحول، ماحول کی روح میں قدیم رجحانات، جدید مشینی میلانات کا تصادم، غالب کی ادبی معرکہ آرائیوں اور غدر کے حالات کا گہرا اثر رہا ہے۔ اسی طرح پانچواں مضمون ''فکرِ غالب پر ایک نظر'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں تصورِ وحدت الوجود سے بحث کی گئی ہے اور اس کے حوالے سے فکرِ غالب کے سات رنگ بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح کتاب کا آخری مضمون ''غالب اور آرٹ'' کے عنوان سے ہے جس میں آرٹ کا مقصد اور پھر غالب کی شخصیت کی تربیت میں ایرانی شاعروں کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اسی طرح رنگِ بیدل، روانی اظہار اور کامل گویائی جیسی خوبیاں غالب میں تلاش کی گئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

7-آیاتِ غالب:

بریگیڈیئر نذیر علی شاہ کی تصنیف ہے۔ مکتبہ جدید پریس، لاہور نے اسے دسمبر ۱۹۶۵ء میں شائع کیا(۷)۔ صفحات کی تعداد ۹۸ ہے۔ اس کتاب میں غالب کی زندگی کے ابتدائی حالات اور اس کے بعد اس کے فن پر تنقیدی تبصرہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں آٹھ مضامین ہیں جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) مرزا کی زندگی کے مختصر حالات	(۲) کتاب کی پیدائش
(۳) شوخیٔ تحریر	(۴) واقعات در واقعات
(۵) تشنگیٔ ذوق	(۶) غالب آرائیاں
(۷) انتسابِ لاجواب	(۸) غالب کے فارسی اشعار کا انتخاب

ان میں ''شوخیٔ تحریر''، ''غالب آرائیاں''، ''انتسابِ لاجواب'' اور ''تشنگیٔ ذوق'' خاص طور پر اہم ہیں۔ آخر میں دس صفحات پر مشتمل ایک انگریزی تحریر بعنوان "A Challenge" موجود ہے۔ کتاب میں کہیں کہیں اشعار اور مزاحیہ تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ بحثیت مجموعی اچھی کتاب ہے۔

8-احوال ونقدِ غالب:

پروفیسر حیات محمد خاں سیال کی مرتبہ کتاب ہے۔ نذر سنز لاہور نے جنوری ۱۹۶۷ء میں اس کتاب کو شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۸۳۵ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں نامور مصنفین کے ساٹھ سے زائد مقالات ومضامین یکجا کیے گئے ہیں جن سے غالب کے فکر ونظر کی عظمت کے نئے گوشے بھی واضح ہوتے ہیں اور بعض پہلوؤں پر نکتہ چینی بھی کی گئی ہے۔ گویا اس کتاب میں مرزا غالب کے موافق اور مخالف دونوں نقطہ ہائے نظر کا عکس موجود ہے۔ کتاب میں شامل مقالات ومضامین کی فہرست یہ ہے:

(۱)	احوالِ غالب	(محمد حیات خان)
(۲)	ادبی کارنامے	(محمد حیات خان)
(۳)	غالب کا تہذیبی ماحول	(ڈاکٹر خورشید الاسلام)
(۴)	اخلاق وعادات	(الطاف حسین حالی)

(۵) غالب کون ہے؟ (سید قدرت نقوی)
(۶) غالب اپنے زمانے میں (ڈاکٹر اعجاز حسین)
(۷) غالب اپنے اشعار کے آئینے میں (ڈاکٹر ناظر حسین زیدی)
(۸) غالب اپنے خطوط کے آئینے میں (ڈاکٹر شوکت سبزواری)
(۹) غالب کی شخصیت (ڈاکٹر وزیر آغا)
(۱۰) غالب ایک تہذیبی قوت (ممتاز حسین)
(۱۱) غالب کی عظمت (آل احمد سرور)
(۱۲) غالب کا تفکر (احتشام حسین)
(۱۳) غالب کی فنکاری (اختر اورینوی)
(۱۴) غالب کی شاعری کے بنیادی عناصر (اسلوب احمد انصاری)
(۱۵) غالب اور عصر جدید (خلیل الرحمٰن اعظمی)
(۱۶) اُردو شاعری میں غالب کی اہمیت (آفتاب احمد خان)
(۱۷) غالب کا ذہنی ارتقاء (آل احمد سرور)
(۱۸) غالب کا شاعرانہ لب ولہجہ (یوسف زاہد)
(۱۹) غالب کی اُردو نثر (ڈاکٹر سید عبداللہ)
(۲۰) نقش ہائے رنگارنگ (ڈاکٹر ابواللیث صدیقی)
(۲۱) غالب کی شاعرانہ شاعری (ڈاکٹر ایس ایم اکرام)
(۲۲) اُردو غزل اور غالب (شجاع احمد زیبا)
(۲۳) غالب کے تغزل میں شوخی کا پہلو (ڈاکٹر عبادت بریلوی)
(۲۴) غزل پر غالب کے احسانات (عطا محمد شعلہ)
(۲۵) غالب، غزل سے قصیدے تک (فتح محمد ملک)
(۲۶) غالب کے اُردو قصیدے (خواجہ محمد زکریا)
(۲۷) غالب کے فارسی قصیدے (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان)
(۲۸) غالب کی فارسی شاعری (شہرت بخاری)
(۲۹) مکاتیب غالب (حمید احمد خان)

(۳۰) خطوطِ غالب کی اہم خصوصیات (مولانا غلام رسول مہر)

(۳۱) غالب اور بیدل (عابد علی عابد)

(۳۲) میر و غالب (اثر لکھنوی)

(۳۳) ذوق و غالب (احتشام حسین)

(۳۴) مومن و غالب (عبدالباری آسی)

(۳۵) غالب و اقبال کی ہم آہنگی (افضل حسین اظہر)

(۳۶) موازنہ اقبال و غالب (عبدالغنی)

(۳۷) غالب کا تصورِ غم (ڈاکٹر محمد حسن)

(۳۸) غالب اور قنوطیت (شریف رزمی)

(۳۹) ولی بادہ خوار (نیاز فتح پوری)

(۴۰) غالب کا نظریۂ شعر (ڈاکٹر وحید قریشی)

(۴۱) غالب اور رشک (محی الدین قادری زور)

(۴۲) غالب کا فلسفہ (ابو محمد سحر)

(۴۳) غالب کی مصوری (عبدالرحمٰن بجنوری)

(۴۴) غالب کا انداز (ڈاکٹر صابر علی خان)

(۴۵) غالب کی جدتِ ادا (ڈاکٹر یوسف حسین خان)

(۴۶) اخلاقیاتِ غالب (اقبال سلیمان)

(۴۷) حیوانِ ظریف (ڈاکٹر احسن فاروقی)

(۴۸) غالب اور غمِ دوراں (سمیع اللہ قریشی)

(۴۹) غالب کا شعور (راجندر ناتھ شیدا)

(۵۰) غالب اور نفسیاتی کشمکش (ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی)

(۵۱) کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ (رشید احمد صدیقی)

(۵۲) غالب کے پہلودار اشعار (الطاف حسین حالی)

(۵۳) غالب کا آرٹ (کلیم الدین احمد)

(۵۴) کیا غالب کا کلام الہامی ہے (شہناز ہاشمی)

(۵۵) غالب کی شاعری (ڈاکٹر سید عبداللطیف)

(۵۶) آزاد وبنا غالب (مالک رام)

(۵۷) غالب کی بت شکنی (احتشام حسین)

(۵۸) غالب کا نظریہ شعر (اسماعیل حسن خان)

(۵۹) غالب کی شاعری میں حسن وعشق (حمید احمد خان)

(۶۰) غالب کا ذوقِ تجسس (صلاح الدین ندیم)

(۶۱) غالب کے چند اہم نقاد (ڈاکٹر محمد حسن)

زیر نظر کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک اہم کاوش ہے جو غالب کی حیات اور شاعری نیز نثر کے بارے میں ایک جامع تاثر قائم کرتی ہے۔ بلاشبہ پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں اسے اہم مقام حاصل ہے۔

9- دیوانِ غالب اور غالب کی غزل پر تنقیدی مضامین:

قیوم نظامی کی مرتبہ کتاب ہے۔ دار الادب، لاہور نے اسے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۸۸ ہے۔ زیر نظر کتاب میں ''کلامِ غالب'' (۸) کے علاوہ مختلف غالب کی غزل گوئی پر تنقیدی مضامین بھی شامل ہیں۔ یہ مضامین مختلف اہل قلم کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہیں جنہیں کلام کے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ مضامین کی تفصیل یہ ہے:

(۱) غالب کی شاعری میں حسن وعشق (حمید احمد خان)

(۲) غالب کی عظمت (آل احمد سرور)

(۳) غالب کا نظریہ شعر (وحید قریشی)

(۴) غالب کی مقبولیت کے اسباب (شیخ محمد اکرام)

(۵) غالب اُردو غزل کے آئینے میں (قیوم نظامی)

ان مقالات کے ذریعے غالب کی اُردو شاعری کے محرکات کو سمجھنے اور ان کے فکر وفن پر روشنی پڑتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک اچھی کتاب ہے۔

10- تماشائے اہلِ کرم:

مرزا ظفر الحسن کی مرتبہ کتاب ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب نے اسے ۱۹۶۸ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ شروع میں "ابتدائیہ" کے عنوان سے ادارہ کی طرف سے کتاب کی غرض و غایت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کے بعد "تماشائے اہلِ کرم" کے عنوان سے سید محمد جعفری کی ایک نظم ہے۔ ازاں بعد تین مبسوط مضامین شاملِ کتاب ہیں جنہیں مختلف اہلِ قلم نے تحریر کیا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب ہمارا تہذیبی ورثہ (پروفیسر کرار حسین)

(۲) غالب کی شخصیت: شعر اور خطوط کے آئینے میں (محمد عمر مہاجر)

(۳) انگریز، اُردو، انگلستان (سید ہاشم رضا)

ان مضامین کے بعد کتاب کے صفحہ نمبر ۳۶ تا ۹۲ مختلف اخبارات و جرائد سے تراشے نقل کیے گئے ہیں جن سے غالب کی شخصیت اور فن پر روشنی پڑتی ہے۔ آخر میں مختلف دانشوروں کے تاثرات یکجا کر کے غالب شناسی کی روایت کو آگے بڑھایا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

11- اطرافِ غالب:

ڈاکٹر سید عبداللہ کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب گلوب پبلشرز لاہور سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی (۹)۔ تاہم اس کا ایک ایڈیشن بھارت سے بھی شائع ہوا ہے (۱۰)۔ صفحات کی تعداد ۳۲۰ ہے۔ یہ کتاب سترہ (۱۷) مضامین کا مجموعہ ہے، جن میں سے تیرہ (۱۳) مضامین غالب کی شاعری خصوصاً غزل کے حوالے سے غالب کا مقام متعین کرتے ہیں۔ تین (۳) مضامین ایسے ہیں جن میں میر، بیدلؔ اور ناسخؔ کے ساتھ غالب کا تقابلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح دیگر مضامین بھی غالب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے فن کی مختلف جہتوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب میر اراز داں (۲) غالب کی غزل (۳) غالب کی تصویر آفرینی (۴) غالب کا تصورِ فن (۵) غالب کا حاسہ انتقاد (۶) غالب دو زبان شاعر (۷) غالب کی

فارسی شاعری (۸) میر و غالب کی چند ہم طرح غزلیں (۹) غالب معتقد میر (۱۰) غالب پیشرو اقبال (۱۱) غالب کی نثر (۱۲) غالب کی سوانح عمریاں (۱۳) انتخاب یا کاروبار رسوائی (۱۴) غالب کا ایک شعر (۱۵) دیوانِ غالب کا اہم نسخہ (۱۶) خط نگاری اور غالب کی خط نگاری (۱۷) شرح ناتمام۔

بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

12-غالب کا فن:

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ گلوب پبلشرز لاہور نے دسمبر ۱۹۶۸ء میں شائع کی۔ جبکہ اس کا دوسرا ایڈیشن ادارہ ادب و تنقید لاہور سے جون ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۲۸۵ ہے۔ کتاب کو دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں مجموعی طور پر غالب کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱) اہمیت (۲) عوامل اور محرکات (۳) موضوع اور فن کی ہم آہنگی (۴) وزن و آہنگ (۵) روایت کے اثرات (۶) علامات و اشارات (۷) رمزیت و ایمائیت (۸) تصویر کاری (۹) پیکر تراشی (۱۰) زبان و بیان

پہلے باب میں غالب کے فن کی اہمیت کا مختصر خاکہ کھینچا گیا ہے کہ غالب ابلاغ و اظہار کا سلیقہ رکھتے تھے۔ وہ رمزیت، ایمائیت، استعارات و تشبیہات اور جذبات و احساسات کا بیان بڑی گہرائی سے کرتے تھے۔ دوسرے باب میں ان عوامل اور محرکات کی تفصیل ہے جس سے غالب کی فن کی تشکیل ہوئی۔ ان محرکات میں سماجی و تہذیبی پس منظر کو بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں موضوع اور فن کی اس ہم آہنگی کا ذکر ہے جس سے غالب کا فن پہچانا جاتا ہے۔ اس باب میں غالب کی شاعری کے ان موضوعات سے بحث ہوئی ہے جن کو غالب نے بڑے توازن کے ساتھ اپنی شاعری میں سمو دیا ہے۔ چوتھے باب میں وزن و آہنگ کی تفصیل دی گئی ہے اور اس حقیقت کا جائزہ لیا گیا ہے کہ اس وزن و آہنگ میں غالب کے فن میں کیا کام کیا ہے؟ پانچویں باب میں یہ بات باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ روایت کے اثرات نے غالب کے فن کو کس طرح متاثر کیا اور اس نے ان کی شاعری میں کیا صورتیں اختیار کیں۔ چھٹے باب میں علامات و اشارات کے جمالیاتی پہلوؤں پر تنقیدی بحث ہے جس سے شاعر اپنے تجربات کا اظہار کا

سہارا علامتوں کو بناتا ہے۔ ساتواں باب رمزیت اور ایمائیت کی جمالیاتی اہمیت کی وضاحت کرتا ہے۔ آٹھویں اور نویں باب میں غالب کی تصویر کاری، پیکر تراشی اور زبان و بیان کے جمالیاتی پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخری باب اس پوری بحث کا حاصل ہے جس میں اس پوری بحث کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

13- نذرِ غالب:

غلام جیلانی اصغر کی مرتبہ تصنیف ہے۔ سرگودھا اکادمی نے جنوری ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۲ ہے۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں نامور مصنفین کے آٹھ مضامین ترتیب دیے گئے ہیں جبکہ محمد قاسم رضوی کا ''پیش لفظ'' ان کے علاوہ ہے۔ دوسرے حصے میں ''غالب کی طرح میں'' کے عنوان سے آٹھ شعراء کی غزلیں شامل کی گئی ہیں۔ مضامین کی تفصیل یہ ہے:

(۱)	غالبؔ ایک جدید شاعر	(ڈاکٹر وزیر آغا)
(۲)	غالبؔ کی دو رنگی	(ڈاکٹر سہیل بخاری)
(۳)	غالب ایک آدمی ایک انسان	(غلام جیلانی اصغر)
(۴)	غالبؔ کی مشکل پسندی	(انور سدید)
(۵)	غالبؔ کی ایک مثنوی	(قیوم شاکر)
(۶)	غالبؔ کی انا	(اختر امان)
(۷)	غالب، ابعادِ ثلاثہ کا شاعر	(سجاد نقوی)
(۸)	غالب کی داستانِ حیات	(وقار النساء آغا)

''غالبؔ کی طرح میں'' جو غزلیں کہی گئی ہیں ان میں وزیؔر آغا، رشید قیصرانی، غلام جیلانی اصغؔر، انور سدیؔد، نوازش علی زیدی، اختر اماؔن، وزیؔر شیرانی اور کریم بخش مضطؔر کی غزلیں شامل ہیں۔ تمام مضامین غالب کے فکر و فن سے متعلق ہیں۔ ان میں کلامِ غالب کی جدت، رمز و ایمائیت، حسنِ بیاں کی انفرادیت وغیرہ کو اس انداز سے متعارف کرایا گیا ہے جس سے غالب اپنے متقدمین اور متاخرین میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

14- محاسنِ کلامِ غالب:

ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کی معروف تصنیف ہے۔ جسے صدی ایڈیشن کے طور پر زاہد علی نے مرتب کر کے شائع کیا۔ یہ کتاب اگرچہ پہلی مرتبہ ۱۹۲۵ء میں بھارت سے شائع ہوئی تھی اور بھارت سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے (۱۱)۔ اس پر تفصیلی تبصرہ باب اول میں ہو چکا ہے لیکن پاکستان میں یہ کتاب فخری پرنٹنگ پریس، کراچی سے غالب صدی کے موقع پر فخری ایڈیشن کے طور پر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ اس کتاب میں بجنوری نے ارسطو، شیکسپیئر، کانٹ، پالوریس، وینس وغیرہ کی شاعری اور نظریہء شعر کا موازنہ کرتے ہوئے غالب کا مقام متعین کیا ہے۔ نیز انہوں نے غالب کی شاعری کو الہام بھی کہا ہے۔ اس کتاب کو ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے بھی مرتب کیا اور خیابانِ ادب، لاہور سے ۱۹ء میں شائع کیا۔

15- فلسفہء کلامِ غالب:

ڈاکٹر شوکت سبزواری کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اُردو، کراچی سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں بریلی سے شائع ہوا (۱۲)۔ زیرِ نظر دوسرے (پاکستانی) ایڈیشن میں دو ضمنی ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۹۹ ہے۔ ''حرفِ چند'' جمیل الدین عالی اور ''پیش لفظ'' نیاز فتح پوری کا تحریر کردہ ہے۔ کتاب میں مختلف عنوانات کے تحت مباحث جمع کر کے غالب کے کلام کی فلسفیانہ توجیہات کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

(۱) تصورِ کائنات (۲) وجود اور ہستی (۳) بقا اور فنا (۴) نظریہء حیات (۵) اخلاقی قدریں (۶) فن اور فلسفہ (۷) نظریہء حسن و عشق (۸) مسلک شعری (۹) فنی تجزیہ (۱۰) غزل سرائی (۱۱) رنگین نوائی (۱۲) طلسمِ گنجینہء معانی

بحیثیت مجموعی اس کتاب میں غالب کی فلسفیانہ فکر پر جامع انداز میں بحث کی گئی ہے اور غالب کی شاعرانہ عظمت کا تعین کرتے ہوئے انہیں اس عہد کا عظیم شاعر قرار دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہء غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

16-نذرِ غالب:

رضی الدین واحمد ذاکر اس کتاب کے مرتبین ہیں جسے حیدر آباد (سندھ) کے ایک ادارے مکتبہ جلیسان ہم مشرب نے مارچ ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۷ ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں بزمِ جلیسان کے رفقائے دیرینہ کا تعارف کرایا گیا ہے اور کتاب کے دوسرے حصے میں جشنِ غالب (۱۳۸۸ھ) کے سلسلے میں جو مضامین پڑھے گئے انہیں یکجا کر دیا گیا ہے۔ ان مضامین کی تعداد آٹھ ہے اور تفصیل یہ ہے:

(۱) غالب کی کہانی غالب کی زبانی (سید ابرار حسین صابر) (۲) غالب کے اشعار کی زبان (لئیق احمد شاہد) (۳) بدیہاتِ غالب (قدیر الاسلام راشد) (۴) جائزہ غالب اشعار کی روشنی میں (نصیر الدین انور) (۵) غالب اپنے مقطعوں میں (محمد اقبال قاسم) (۶) غالب کی اصلاحیں (احمد ذاکر) (۷) غالب کے تنقیدی اشارات (حبیب راشد) (۸) غالب کی نگارشات میں غدر دہلی کے حالات (شمس الدین اعجاز)

محولہ بالا مضامین میں سے پہلا مضمون "غالب کی کہانی، غالب کی زبانی" نثار احمد فاروقی کی مرتب کردہ آپ بیتی "اسد اللہ خان" کے انداز پر لکھا گیا ہے۔ مضمون میں تسلسل قائم رکھنے کے لئے بعض اقتباسات کی ترتیب کو بدل دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی تمام مضامین نئے لکھنے والوں کی عمدہ کاوشِ فکر کا نتیجہ ہیں۔

17-غالب اور مطالعہ غالب:

ڈاکٹر عبادت بریلوی کی تصنیف ہے۔ اسے پہلی مرتبہ رائٹرز اکیڈمی لاہور نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ بعد ازاں کتاب کا دوسرا ایڈیشن ادارہ ادب و تنقید لاہور سے ستمبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۵۰۶ ہے۔ یہ کتاب انیس (۱۹) مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں غالب کی شخصیت اور شاعری پر ناقدانہ نظر ڈالی گئی ہے۔ مضامین کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) حیاتِ غالب پر چند خیالات (۲) غالب کے حالاتِ زندگی اور شخصیت (۳) غالب کا ماحول (۴) غالب کی تصانیف (۵) غالب کی شاعرانہ عظمت (۶) غالب کی شاعر

ی کا آفاقی پہلو (۷) غالب کی شاعری کے نئے زاویے (۸) غالب کی شاعری میں شوخی اور شگفتگی کے عناصر (۹) غالب کی شاعری میں اجتماعی شعور (۱۰) غالب کی شاعری میں غم دوراں (۱۱) غالب کی عشقیہ شاعری (۱۲) غالب کی شاعری کا جمالیاتی پہلو (۱۳) غالب کی تصویر کاری (۱۴) غالب کے فنی اضافے (۱۵) غالب اور ان کے خطوط (۱۶) غالب کے خطوط کی ادبی اہمیت (۱۷) غالب کا ایک اہم خط، نامہء غالب (۱۸) غالب کے اہم نقاد (۱۹) مطالعہء غالب کے سو سال

ان میں ابتدائی چودہ مضامین غالب کی شاعری سے متعلق ہیں جن کے ذریعے سے ان کی شاعری کی مختلف خصوصیات اور فکر وفن کی نئی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ اس کے بعد تین مقالات غالب کے خطوط کے بارے میں نادر معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ آخری دو مضامین میں غالب کے اہم ناقدین کا تعارف اور مطالعہء غالب کی سو سالہ پیش رفت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب ذخیرہء غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

18- غالب ذاتی تاثرات کے آئینے میں:

عبدالشکور احسن اور سجاد باقر رضوی کی مرتبہ تصنیف ہے۔ اسے مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی لاہور نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۷۹ ہے۔ اس کتاب میں غالب صدی کے موقع پر چوبیس (۲۴) افراد کے ذاتی تاثرات پر مبنی مضامین شائع کیے گئے ہیں۔ جن میں اہل قلم اور اہلِ ذوق حضرات نے غالب سے اپنی انفرادی اور ذاتی وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ جن حضرات کے تاثرات شامل کیے گئے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

(۱) ڈاکٹر محمد اقبال (۲) پروفیسر حمید احمد خان (۳) مولانا غلام رسول مہر (۴) میاں بشیر احمد (۵) ڈاکٹر محمد وحید مرزا (۶) علی عباس حسینی (۷) جسٹس ایس اے رحمان (۸) ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد (۹) ڈاکٹر سید عبداللہ (۱۰) مولانا سعید احمد اکبر آبادی (۱۱) ڈاکٹر محمد باقر (۱۲) سید وقار عظیم (۱۳) ن۔م راشد (۱۴) احمد ندیم قاسمی (۱۵) اختر رائے پوری (۱۶) شیخ منظور الٰہی (۱۷) الطاف گوہر (۱۸) ڈاکٹر محمد اجمل (۱۹) ڈاکٹر شمس الدین صدیقی (۲۰) صدیق کلیم (۲۱) ڈاکٹر وزیر آغا (۲۲) جیلانی کامران (۲۳) ڈاکٹر فرمان فتح پوری (۲۴) نظیر صدیقی

ان تاثراتی مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب بچپن کے ساتھی، جوانی کے دوست اور بڑھاپے کے ہم نوا ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کی تحریر میں جو پختہ ذوق اور بالغ نظر اصحاب کے تاثرات ہیں۔ غالب کو عمر کی ہر منزل میں اپنا رفیق اور ہم نوا گردانتے ہیں۔

19-غالب نام آور:

علی مظہر رضوی کی مرتبہ کتاب ہے جسے مجلس یادگار غالب حیدرآباد (سندھ) نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات ۹۶ ہے۔ زیرِ نظر کتاب مشاہیر ادب کی آراء پر مشتمل ہے۔ غالب کی صد سالہ برسی کے سلسلہ میں مجلس نے ایک محفل مذاکرہ اور کل پاکستان مشاعرہ منعقد کرایا تھا۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ غالب کی شخصیت اور کلام پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو اقتباسات کی شکل میں یکجا کر دیا جائے۔ پھر بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ اس کتاب میں غالب کی نثر اور شاعری پر مشاہیرِ ادب کی آراء کے اقتباسات دیے گئے ہیں جن سے غالب کی شخصیت اور فن پر گہری روشنی پڑتی ہے۔

20-تنقیدِ غالب کے سو سال:

سید فیاض محمود اور اقبال حسین کی مرتبہ کتاب ہے۔ مجلسِ یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے اسے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۲۸ ہے۔ گزشتہ سو سال میں غالب پر جو کچھ لکھا گیا، زیرِ نظر کتاب میں پینتیس (۳۵) افراد کی تحریروں کی صورت میں اس کا انتخاب شائع کیا گیا ہے۔ یہ انتخاب زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ آخر میں ضمیمہ ہے جس میں پانچ (۵) اہل قلم کی تحریروں کے مزید اقتباسات شامل کیے گئے ہیں۔ ان سب کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) مرزا غالب (اقبال) (۲) دیباچہ اُردوئے معلّٰی (۱۸۶۹ء) میر مہدی مجروح (۳) غالب میرزا اسداللہ خاں دہلوی (۱۸۷۶ء) سید محمد صدیق حسن خاں (۴) غالب (۱۸۸۱ء) سید نورالحسن خان (۵) غالب (۱۸۷۹ء) امیر احمد امیر مینائی (۶) نجم الدولہ دبیر الملک مرزا اسد اللہ خاں غالب (۱۸۸۰ء) محمد حسین آزاد (۷) غالب علیہ الرحمۃ (۱۸۸۳ء) سید فرزند احمد صفیر بلگرامی (۸) مرزا کے کلام پر

ریویو (۱۸۹۷ء) الطاف حسین حالی (۹) غالب (۱۸۹۷ء) سید امداد امام اثر (۱۰) ختم الشعراء میرزا نوشہ (۱۹۰۳ء) میرزا حیرت دہلوی (۱۱) غالب (۱۹۱۲ء) صلاح الدین خدا بخش (۱۲) مرزا غالب دہلوی کی شاعرانہ عظمت (۱۹۱۲ء) پیارے لال شاکر (۱۳) غالب کا فلسفہ (۱۹۱۳ء) عبدالماجد دریابادی (۱۴) محاسنِ کلامِ غالب (۱۹۲۱ء) عبدالرحمٰن بجنوری (۱۵) مرزا اسداللہ خاں غالب (۱۹۲۱ء) سید الحیٔ (۱۶) غالب کا فلسفہ (۱۹۲۵ء) سید ہاشمی فرید آبادی (۱۷) غالب کی شاعری (۱۹۲۸ء) سید عبداللطیف (۱۸) غالب کی شاعری کے چار دور (۱۹۳۶ء) شیخ محمد اکرام (۱۹) غالب کی شاعری میں حسن و عشق (۱۹۴۹ء) حمید احمد خان (۲۰) غالب کی عظمت (۱۹۴۹ء) آل احمد سرور (۲۱) مقدمہ خطوطِ غالب (۱۹۵۱ء) غلام رسول مہر (۲۲) غالب کا تفکر (۱۹۵۲ء) احتشام حسین (۲۳) غالب کا نظریہء شعر (۱۹۵۳ء) وحید قریشی (۲۴) غالب کی عظمت (۱۹۵۳ء) خواجہ احمد فاروقی (۲۵) نقش ہائے رنگا رنگ (۱۹۵۵ء) ابواللیث صدیقی (۲۶) غالب کی مثنوی نگاری (۱۹۶۱ء) نیاز فتح پوری (۲۷) مولانا آزاد بنام غالب (۱۹۶۲ء) مالک رام (۲۸) غالب کے کلام میں استفہام (۱۹۶۳ء) فرمان فتح پوری (۲۹) غالب کی عظمت (۱۹۶۵ء) عبادت بریلوی (۳۰) غالب: ایک مابعد الطبعیاتی شاعر (۱۹۶۶ء) احمد علی (۳۱) کلامِ غالب کا ایک رخ (۱۹۶۸ء) اسلوب احمد انصاری (۳۲) غالب نئی داخلیت کی آواز (۱۹۶۸ء) محمد حسن (۳۳) غالب کی فارسی شاعری (۱۹۶۸ء) سید محمد عبداللہ (۳۴) کلام غالب میں تمثال شعری کا مقام (۱۹۶۹ء) اختر اقبال کمالی (۳۵) غالب کی غزلوں میں قیس و فرہاد کا تصور (۱۹۶۹ء) سید وقار عظیم

ضمیمہ

(الف) اسداللہ خاں اسد (۱۸۲۱ء) میر محمد خاں سرور

(ب) اسداللہ خان (۱۸۳۷ء) محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ

(ج) اسد (۱۸۴۵ء) کریم الدین

(د) تقریظ دیوان ریختہ اسداللہ خاں غالب (۱۸۴۷ء) سر سید احمد خان

(ھ) میرزا اسداللہ خاں (۱۸۵۵ء) مرزا قادر بخش صابر

زیر نظر کتاب کا پیش لفظ علامہ علاؤالدین صدیقی نے لکھا ہے جبکہ تعارف حمید احمد خان کا تحریر کردہ ہے۔

دیباچے میں سید فیاض محمود نے تنقید کے پانچ زاویوں کا حوالہ دے کر بتایا ہے کہ غالب کے بارے میں ہر تنقیدی نقطۂ نظر سے لکھا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں ایسے مضامین کے اقتباسات بھی شامل ہیں جو غالب کے خلاف تحریر کیے گئے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کو سمجھنے کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔

21-ذکر ان کا...... باتیں ان کی:

معتمد مجلس ادب کی مرتبہ کتاب ہے۔ اس کتاب کو مجلس ادب (جس کا سابقہ نام ''یادگار غالب'' تھا) نے حیدر آباد (سندھ) سے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۲ ہے۔ زیر نظر کتاب کے چار حصے ہیں، جن میں دنیائے ادب کی چار نامور شخصیات غالبؔ، اقبالؔ، حسرتؔ موہانی اور نظیرؔ اکبر آبادی کے بارے مجلس ادب کی منعقدہ تقریبات کی روداد شائع کی گئی ہے کتاب کا پیش لفظ نامدار خاں نے لکھا ہے اور ''احوال واقع'' اختر انصاری اکبر آبادی کا تحریر کردہ ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ ''غالب کی صد سالہ برسی مذاکرہ اور شاعری'' کے عنوان سے ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح سے:

(۱)	صدارتی تقریر	(مسرور حسن خان)
(۲)	استقبالیہ تقریر	(مسعود احمد قریشی)
(۳)	غالب اور ادبی نشاۃ الثانیہ	(محمد احسن فاروقی)
(۴)	غالب کی فارسی شاعری	(ڈاکٹر نبی بخش قاضی)
(۵)	غالب ایک زندہ استعارہ	(سجاد باقر رضوی)
(۶)	مرزا غالب بے پور	(الیاس عشقی)
(۷)	غالب نام آورم	(علی مظہر رضوی)
(۸)	انتخاب مشاعرہ	(غالب کی برسی کے موقع پر

کتاب میں تقریبات کی تصاویر بھی موجود ہیں۔

22-غالب ایک مطالعہ:

پروفیسر ممتاز حسین کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اردو، کراچی نے اسے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کیا (۱۳)۔ تاہم ہندوستان سے بھی اس کا ایک ایڈیشن شائع ہوا

(۱۴)۔ صفحات کی تعداد ۱۷۱ ہے۔ زیر نظر کتاب پانچ مضامین کا مجموعہ ہے جن میں بحیثیت مجموعی غالب کے فکر و فن سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ پہلا مضمون ''تاریخ کی رزم گاہ میں غالب کا موقف'' کے عنوان سے ہے جس میں مصنف نے اس تغیر کو ابھارنے کی کوشش کی ہے جو انگریزوں کے تسلط سے انیسویں صدی کے نصف اوّل میں برصغیر کے لوگوں پر رونما ہوا۔ نیز واضح کیا گیا ہے کہ غالب نے اس تغیر کا کیا اثر لیا۔ مصنف نے کلامِ غالب کے حوالے سے اس تغیر کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ دوسرا مضمون ''غالب کا ردِ عمل'' کے عنوان سے ہے جس میں نادر شاہ، احمد شاہ ابدالی اور مرہٹوں کے حملوں سے جو تباہی پھیلی اور دہلی کئی مرتبہ برباد ہوا۔ اس پر غالب کے ردِ عمل کو موضوع بحث بناتے ہوئے کلام غالب کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ آخری تین مضامین ''غالب کا آئینۂ فن'' ''احساس ظرف اور طنز'' اور ''احساسِ غم'' میں مصنف نے اس سیاسی، سماجی اور اقتصادی تناظر میں بتایا ہے کہ غالب فطرت کے اسی ابدی قانونِ تغیر کے تحت سماجی تغیر کو قبول کرتے تھے۔ اسی تناظر میں غالب کی شاعری کے چند پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی غالب کا تصورِ غم جس نے غالب کو قنوطی بنانے کے بجائے زندگی کی طرف گامزن رہے اور دکھوں سے مقابلہ کرنے کے راز سکھا دیے، ان سب کو آخری تین مضامین میں بیان کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی غالبیات کے مطالعہ کے لئے یہ کتاب ایک اہم تصنیف کا درجہ رکھتی ہے۔

23- محاسنِ الفاظِ غالب:

پروفیسر نذیر احمد کی تصنیف ہے۔ کتابیات، لاہور نے مئی ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۷۱ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل چھ ابواب پر مشتمل ہے:

(۱)	باب اوّل	الفاظ کا حسن اور اس حسن کے مختلف پہلو
(۲)	باب دوم	فارسی شاعری میں صنائع بدائع لفظی و معنوی
(۳)	باب سوم	اُردو شاعری میں صنائع بدائع
(۴)	باب چہارم	غالب کی صناعی
(۵)	باب پنجم	کلام غالب سے صنائع بدائع لفظی کی مثالیں
(۶)	باب ششم	کلام غالب سے صنائع بدائع معنوی کی مثالیں

کتاب کے ابتدائی تین ابواب میں صنائع بدائع کی حقیقی حیثیت کو مثالوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ نیز بتایا گیا ہے کہ فارسی اور اُردو شاعری میں صنائع بدائع کی کیا حیثیت رہی ہے۔ آخری تین ابواب میں غالب کے اُردو اور فارسی کلام سے مثالیں دے کر ہر صنعت کو سامنے لایا گیا ہے اور کلام غالب کے فنی محاسن پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب اس لحاظ سے بھی منفرد حیثیت رکھتی ہے کہ اس سے پہلے اس موضوع پر ذخیرہء غالبیات میں کوئی کتاب موجود نہیں تھی۔ کتاب کا انداز نگارش خاصا دل پذیر اور جاذب توجہ ہے جس کے باعث ٹھوس اور دقیق مباحث کے بیان میں بھی اکتاہٹ پیدا نہیں ہوتی۔

24-غالب خستہ:

ریاض صدیقی کا مرتبہ ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے۔ حلقہء ادب لاڑکانہ (سندھ) نے اسے جولائی ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۴ ہے۔ اس کتابچے میں غالب کی زندگی کے ناخوشگوار مسائل پر ناقدانہ بحث کی گئی ہے اور غالب کو ان مسائل کے مقابلے میں نہایت کمزور و ناتواں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ ایک لحاظ سے "غالب شکنی" کی بنا پر تحریر کیا گیا ہے۔

25-محاسنِ خطوطِ غالب:

ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی تصنیف ہے۔ مکتبہ خیابانِ ادب، لاہور نے اسے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا (۱۵)۔ صفحات کی تعداد ۲۲۰ ہے۔ زیر نظر کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ لیکن قبل ازیں "غالب خستہ کے بغیر" کے عنوان سے غالب کے فکر و فن پر جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب کے پہلے حصے میں چار عنوان ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

(۱) خطوطِ غالب کے مجموعے (۲) غالب کی اُردو نثر (۳) محاسنِ خطوط غالب (۴) غالب کا اجتماعی احساس

ان مضامین میں غالب کے مجموعہ ہائے خطوط کا تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ غالب کی نثر نگاری کی فنی خصوصیات سمیت مختلف محاسن بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب کے دوسرے حصے میں غالب کے خطوط کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ اس حصے میں ۱۹، افراد کے نام ۱۱۸، خطوط دیے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں تشریحات اور مکتوب الیہم کا مختصر تعارف بھی دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ایک کامیاب کوشش ہے جس کے باعث ذخیرہ، غالبیات میں اہم درجہ رکھتی ہے۔

26-غالب کے سات رنگ:

ڈاکٹر سہیل بخاری کی تصنیف ہے۔ آزاد بک ڈپو، لاہور نے جون ۱۹۷۰ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ یہ کتاب سات مضامین کا مجموعہ ہے۔ تمام مضامین فکروفن سے متعلق نادر مباحث کا مجموعہ ہیں۔ مضامین کے عنوانات یہ ہیں:

(۱) غالب کی دورنگی (۲) غالب کے کلام میں مضامین کی تکرار (۳) غالب ایک ڈرامہ نگار (۴) غالب اور بولوں کا کھیل (۵) غالب کے شعروں کی اُردو (۶) غالب کی ایک الجھن (۷) غالب کی سوچ کا دھارا

ان مضامین میں غالب کی شخصیت اور فن کے سات رنگ دکھائے گئے ہیں۔ یعنی غالب کے وہ اشعار جن میں انہوں نے دو مضمونوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی اور بعض اشعار میں انہوں نے محض بولوں کے ذریعے سے بات بنانے کی کوشش کی، یا غالب کے وہ اشعار جن میں رعایتِ لفظی، تضاد اور ایہام موجود ہے یا پھر وہ اشعار جن میں غالب نے نجی باتیں کی ہیں اور وہ اشعار آپ بیتی لگتے ہیں اور ڈرامائی فضا پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں، ان ساری خصوصیات کو مصنف نے سات عنوانات کے تحت تقسیم کر کے تنقیدی انداز میں بحث کی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ، غالبیات میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔

27- نذرِ غالب:

ڈاکٹر وحید قریشی کی تصنیف ہے، سنگِ میل پبلی کیشنز نے ۱۹۷۰ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۱۸ ہے۔ یہ کتاب آٹھ مقالات و مضامین کا مجموعہ ہے جن میں سے اکثر تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ ان مضامین میں تاریخی اور ثقافتی ماحول کے پس منظر میں شخصیت اور فن کو دیکھا گیا ہے اور نفسیاتی انداز تنقید سے کلام غالب پر بحث کی گئی ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) عہد ابوظفر بہادر شاہ (۲) غالب اور نسخہ شیرانی (۳) پنجاب یونیورسٹی کے دو گلدستے۔ تلامذہ غالب (۴) یادگار غالب، ایک تحقیقی مطالعہ (۵) غالب اور اس کا ماحول (۶) غالب کا ایک شعر (۷) غالب کا ایک اور شعر (۸) غالب کا نظریہ شعر

بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔ جس ذریعے سے غالب کے فکر وفن کی لازوال جہتیں سامنے آتی ہیں۔

28- سرو وصنوبر:

سید محمود رضوی مخمور اکبر آبادی کی تصنیف ہے۔ مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی سے ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۴۳۱ ہے۔ یہ کتاب تین مقالات اور نو ضمیموں پر مشتمل ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کے فن کے چند غیر معروف پہلو (۲) غالب اور گوئٹے

(۳) غالب کا ذوق ابداع وتمامیت

ضمیمے:

(۱) ایک تبصرہ (۲) صدا بہ صحرا (۳) اکبر آباد ما عجب شہر ست (۴) حکایتِ فرد حکیم (۵) تضمین (۶) تمنا (۷) کمالِ سخن (۸) متاعِ ہنر (۹) ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں

زیرِ نظر کتاب میں غالب کے فکر وفن پر بحث کی گئی ہے۔ پہلا مقالہ کسی قدر تحقیقی نوعیت کا ہے۔ جس میں غالب کے فن کے چند گمنام اور غیر معروف پہلو سامنے لائے گئے ہیں باقی تحریریں تنقیدی ہیں۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب میں فنی وجمالیاتی نظر سے غالب کے کلام کا توضیحی مطالعہ کیا گیا ہے۔ وضاحت کے لئے صناعی اور نقاشی کے فن کے حوالے سے بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

29- غالب کون......؟:

سلیم احمد کی کتاب ہے۔ المشرق، کراچی سے ستمبر ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۵۹ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل سولہ مضامین کا مجموعہ ہے۔

(۱) شاعری اور شخصیت (۲) شخصیت مثبت اور منفی (۳) شخصیت انا اور اصولِ حقیقت۔ (۴) شخصیت انا اور اصولِ حقیقت۔۲ (۵) شخصیت، انا، شعور (۶) شخصیت۔ انا اور

لاشعور(۷)شخصیت اور اسلوب (۸)شخصیت اور فریضہء قربانی (۹) غالب نام آورم (۱۰)آشوبِ آگہی(۱۱)مسائلِ تصوف (۱۲) آئینہ زدودن(۱۳)خندہ ہائے بے جا (۱۴)اندازِ بیاں اور(۱۵)عندلیبِ گلشن نا آفریدہ(۱۶)فرزند آذر

یہ سولہ مضامین صرف ایک سوال کے جواب میں تحریر کیے گئے ہیں کہ "غالب کون ہے؟" ان مضامین میں شخصیت کو مختلف انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے پانچویں اور چھٹے مضمون میں شخصیت کا نفسیاتی حوالے سے مطالعہ کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کی شخصیت، فن اور فکر کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

30-غالب کی تہذیبی شخصیت:

جیلانی کامران کی تصنیف ہے۔ یہ خالد اکیڈمی، راولپنڈی سے پہلی بار ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی جبکہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن کشاف پبلی کیشنز، لاہور سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا(۱۶)۔ صفحات کی تعداد ۷۰ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے غالب کی شخصیت کا جائزہ اس کے تہذیبی پس منظر کی روشنی میں لیا ہے۔ مصنف نے غالب کی شخصیت کو دو طریقوں سے پرکھا ہے۔ پہلے طریقے کے مطابق غالب کو سائنسی طرز پر جانچا گیا ہے یعنی غالب کو معروضی شے سمجھتے ہوئے تاریخ کے دھارے سے باہر نکال کر کسی مادی شے کی طرح جانچا گیا ہے۔ دوسرا طریقہ غالب کو تاریخی حوالے سے پڑھنے کا ہے جس میں مغلیہ عہد کے زوال کو بطورِ خاص سامنے رکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں ابنِ عربی کی "فتوحاتِ حکم" کے اُردو ترجمے کے مناسب حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ غالب کی وہ کون سی تشریح ہے جس کی اساس ہماری اپنی تہذیب میں ہے، یعنی ہم غالب کو اپنی نگاہوں سے کس طرح دیکھ سکتے ہیں اور پھر اس دنیا پر کس طرح واضح کر سکتے ہیں جو غالب کی دنیا ہے اور غالب کے رشتے سے ہماری اور ہماری تہذیب کی دی ہوئی دنیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن اپنی انفرادیت اور اہمیت میں جامع حیثیت رکھتی ہے۔

31- عرفانِ غالب:

سلطان صدیقی کی تصنیف ہے۔ الحمرا اکیڈمی لاہور نے جنوری ۱۹۷۴ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۷۶ ہے۔ یہ کتاب سات مضامین کا مجموعہ ہے جن میں غالب کی شخصیت کی قدر و منزلت استدلالی طور پر متعین کی گئی ہے۔ مضامین کے نام یہ ہیں:

(۱) غالب اور خدا (۲) غالب کا سماجی شعور (۳) غالب خستہ کے بغیر (۴) خطوطِ غالب میں ظرافت (۵) انسان ہونا (۶) غالب۔ تہذیبی سنگم پر (۷) جہانِ غالب

کتاب کے مطالعے سے غالب کی شخصیت جس انداز سے ابھر کر سامنے آتی ہے اس میں بنیادی وصف ان کی انسان دوستی ہے۔ کتاب کے پہلے مضمون میں خدا اور مذہب کی بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ فطرت اور خدا وسیع المشرب ہیں اور اسی مسلک کے تحت غالب میں ہمدردی اور خود پسندی کی خوبیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اس طرح ''غالب خستہ کے بغیر'' میں غالب کے احساس غم کو ابھارا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ غالب کی غزل اور اس کا احساس غم انسان دوستی کے جذبے کا مظہر ہیں۔ مصنف کے خیال کے مطابق غالب کا انسان خدا پرست بھی ہے اور انسان دوست بھی اور یہی دونوں خوبیاں غالب کی شخصیت میں بطور خاص تلاش کی جاسکتی ہیں۔ بحیثیت مجموعی مصنف نے غالب کی شخصیت کا مطالعہ تہذیبی، سماجی اور سیاسی پس منظر میں کیا ہے۔ اس اعتبار سے زیرِ نظر کتاب غالب کی شخصیت کے نفسیاتی مطالعے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

32- غالب شخص اور شاعر:

مجنوں گورکھپوری کی کتاب ہے۔ اسے مکتبہ ارباب قلم نے ۱۹۷۴ء میں کراچی سے شائع کیا۔ جبکہ اس کا ایک ایڈیشن ہندوستان میں بھی شائع ہوا (۱۷)۔ صفحات کی تعداد ۱۲۶ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل پانچ مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب کا عہد اور غالب (۲) غالب، فکر و فن (۳) غالب، انداز بیان
(۴) غالب اور ہم (۵) حق تو یہ ہے

کتاب کے تمام مضامین ایک نئے اور اچھوتے انداز میں ہم کو غالب سے متعارف کراتے ہیں۔ پہلا مضمون غالب کے ہم عصر شعراء کے تناظر میں فارسی اساتذہ بالخصوص بیدلؔ کے

رنگ سے متاثر ہونے پر مشتمل ہے۔ نیز اس مضمون میں تین قسم کے بوڑھوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ایک بوڑھوں کی وہ جماعت جو نئی نسل کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ دوسری وہ جماعت جو نئی نسل کے مزاج کو سمجھ نہیں پاتے۔ تیسری وہ جماعت جو نئی نسل کے لیے بہت کچھ چھوڑ جاتے ہیں، اس حوالے سے غالب کی شخصیت کو پرکھا گیا ہے۔ دوسرے مضمون میں وحی اور الہام کی اصطلاحوں کی بحث چھیڑ کر بجنوری کی رائے سے اتفاق کیا گیا ہے اور غالب کی شاعری کو "وید مقدس" کے تناظر میں پرکھا گیا ہے۔ تیسرے مضمون میں تشبیہ، استعارہ، صنائع و بدائع، حسنِ جمال اور شعری صنعتوں کے حوالے سے غالب کے انداز بیان کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چوتھے مضمون میں مصنف نے انسان کے تین گروہ بنا کر غالب کا دیگر شاعروں اور ان کے اپنے شاگردوں سے موازنہ کیا ہے اور ساتھ ہی غالب کے دوستوں سے تعلقات کو بھی واضح کیا گیا۔ آخری مضمون میں مصنف نے اپنی روداد سنائی ہے کہ ان کے پہلے مضمون کا کیا حشر ہوا جو انھوں نے پہلی بار محنت کے بعد غالب کے لیے لکھا تھا اور اب دوسری بار اس سے کہیں زیادہ محنت کر کے لکھا ہے اور اسے کتاب میں شائع کیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں اس دوگنی محنت کے باوجود وہ غالب کا حق ادا نہ کر سکے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے ساری کتاب میں غالب کے متقدمین اور متاخرین کے موازنے کو ساتھ ساتھ رکھا ہے اور اسی آئینے میں غالب کی شخصیت اور شاعری کو پرکھا ہے۔

33- غالب فکر و فن کے آئینے میں:

حبیب الرحمٰن کی تصنیف ہے۔ مکتبہ شاہین پشاور سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۸۰ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل آٹھ مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب کا ذوقِ جمال (۲) غمِ عشق (۳) فلسفیانہ کلام (۴) شوخی و ظرافت (۵) اوضاعِ بنائے زماں (۶) غالب دو متضاد آراء (۷) یہ مسائلِ تصوف (۸) نقش ہائے رنگارنگ

ان مضامین میں غالب کی فکری و فنی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے کلام کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور ان کی شاعرانہ عظمت کو منظرِ عام پر لایا گیا ہے۔ مزید یہ کہ اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اگرچہ غالب کو اہلِ زمانہ کے ہاتھوں کئی صدمے اٹھانے پڑے، معاصرین میں سے اکثر نے ان کی طرز اور روش کو نشانہ تنقید بنایا اور بعض اوقات تضحیک و تشنیع تک نوبت آئی لیکن اس کے باوجود غالب بددل نہ ہوئے اور فکر و فن کی پختگی کے ساتھ اپنے تخلیقی سفر کو جاری رکھا۔ بحیثیت مجموعی اچھی اور اچھوتی کتاب ہے۔

34- میر، غالب اور اقبال (تقابلی مطالعہ):

ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف کی تصنیف ہے اسے بیکن بکس نے ۱۹۷۷ء میں ملتان سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۷ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل دو مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) میر اور غالب کا تقابلی جائزہ (۲) غالب اور اقبال کا تقابلی جائزہ

زیرِ نظر کتاب میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ اُردو زبان کے تین بڑے شاعر میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ ہیں۔ میرؔ اٹھارویں غالب انیسویں اور اقبال بیسویں صدی کے شاعر ہیں۔ تینوں کے زمانے الگ ہیں اور تینوں کے شعری رویے اور عادات بھی مختلف ہیں۔ لہٰذا مصنف نے تینوں کا مطالعہ ایک خاص زاویے کے ساتھ کیا ہے۔ پہلے مضمون میں مصنف نے میر کی شاعری کو جذبے کی شاعری اور غالب کی شاعری کو جذبے اور فکر دونوں کو متحرک کرنے والی شاعری ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ میر اور غالبؔ مختلف رویوں کے شاعر ہیں اور زندگی اور فن کے بارے میں دونوں کا نقطۂ نظر مختلف ہے۔ مصنف نے دونوں شعراء کے اشعار سے اپنے مؤقف کی تائید حاصل کی ہے۔ کتاب کا دوسرا مضمون غالبؔ اور اقبالؔ کے تقابلی مطالعے پر مشتمل ہے۔ اس مضمون میں بھی مصنف نے دونوں شعراء کو مختلف رویوں کا شاعر قرار دیا ہے۔ حالانکہ کچھ اہلِ نظر نے غالب اور اقبال میں مشترک رویے تلاش کیے ہیں اور دونوں کو ایک ہی مکتب کا پیروکار قرار دیا ہے لیکن مصنف کا مؤقف ہے کہ غالبؔ محض شاعر ہیں جبکہ اقبال شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فلسفی بھی ہیں۔ غالب کی شاعری کسی مقصد کی پابند نہیں جبکہ اقبالؔ کو ایک پیغام کی ترسیل کا فرض ادا کرنا تھا۔ دونوں شعراء کا جائزہ ان کے کلام کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود ایک اہم کتاب ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔

35- غلط چی:

وزیر الحسن سیدؔ کی مرتبہ کتاب ہے۔ ڈیسنٹ پریس، کراچی نے اسے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا۔ یہ کتاب بنیادی طور پر غالب کی مخالفت میں لکھی گئی ہے۔ اس میں غالب کی عادات مثلاً قمار بازی، شراب نوشی، قرض خواہی وغیرہ جیسے موضوعات کو اُجاگر کرتے ہوئے غالب کی شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب غالب شکنی میں ایک اضافہ ہے۔

36- پیغمبرانِ سخن:

علی سردار جعفری کی کتاب ہے۔ اولاً بھارت سے شائع ہوئی (۱۸)۔ پاکستان میں اسے دو مختلف اداروں مکتبہ اُردو ادب، لاہور (صفحات ۱۷۴) اور مکتبہ دانیال، کراچی (صفحات ۱۷۸) نے ۱۹۸۳ء میں شائع کیا۔ یہ کتاب تین عظیم شعراء کبیرؔ، میرؔ اور غالبؔ کے بارے میں ہے۔ فہرست عنوانات اس طرح سے ہے:

کبیرؔ۔ (حرف محبت) ۔ میرؔ۔ (صبا در بدر) ۔ غالبؔ (تمنا کا دوسرا قدم)

کتاب کے ابتدائی صفحات کبیرؔ اور میرؔ کے فکر وفن کے بارے میں ہیں جبکہ بقیہ صفحات میں غالبؔ کی شاعری پر جامع تبصرہ ہے۔ مصنف نے غالب کو اس کے عہد کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی ہے اور ان کی شاعری کے لازوال پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں اس عہد کا عظیم شاعر قرار دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی معیاری کتاب ہے۔

37- غالب دہلوی، اقبال لاہوری اور خیال امروہوی میری نظر میں:

سید عبدالمجید راتی کی مرتبہ کتاب ہے۔ شمع ادب، ملتان سے ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۲۹۶ ہے۔ یہ کتاب اُردو کے تین شعراء غالبؔ، اقبالؔ اور خیالؔ کے فکر وفن پر مصنف کے ذاتی افکار کا مجموعہ ہے۔ متوخر الذکر دونوں شعراء سے قطع نظر مصنف نے غالب کی شخصیت اور ان کی شاعری پر جامع گفتگو کرتے ہوئے انہیں آفاقی شاعر قرار دیا ہے۔ ابتداء میں انہوں نے غالب کے مختصراً حالاتِ زندگی تحریر کیے ہیں۔ ازاں بعد غالب کے اسلوب بیاں کی خصوصیات کا جائزہ لیا ہے۔ بحیثیت مجموعی معیاری کتاب ہے۔

38- غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات:

ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی تصنیف ہے۔ اولاً اس کتاب کا ایک ایڈیشن ہندوستان سے شائع ہوا (۱۹)۔ پاکستان میں یہ کتاب نگارشات، لاہور سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۸۳ ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر دو خطبوں پر مشتمل ہے۔ پہلا خطبہ ''ہیئت و اسلوب کی تخلیقی توانائی'' کے عنوان سے ہے جس میں غالب اور اقبال کے کلام پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے ثابت کیا ہے کہ دونوں استادوں نے اپنے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے مروجہ اسلوب کو ناکافی

خیال کیا ہے اور اس کے لیے انہوں نے اپنا الگ انداز بیاں اختیار کیا ہے۔ جس میں بلند آہنگی، جوشِ تازگی اور قدرتِ تازگی کے ملے جلے احساسات شامل ہیں۔ یہ اسلوب کی قوت اور توانائی قاری کو حیرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوسرا خطبہ ''متحرک جمالیات'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں غالب اور اقبال کے کلام سے مثالیں پیش کی گئی ہیں اور ان استعاروں اور عالمی پیکروں کی نشاندہی کی گئی ہے جن سے حرکت و عمل، آرزو مندی اور آزادی کی اقدار کا اظہار ہوتا ہے۔ دونوں کے نزدیک انسانی عظمت کا دائمی راز کشاکش اور اضطراب میں پوشیدہ ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب اور اقبال دونوں کو سمجھنے میں جہاں خاص اہمیت رکھتی ہے وہاں دونوں شعراء کے درمیان فکری وفنی مماثلت کو بھی واضح کرتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا ایک ایڈیشن ملتان سے بھی شائع ہو چکا ہے (۴۰)۔ مصنف نے مندرجہ بالا خطبے علی الترتیب ۲۹ راکتوبر ۱۹۷۷ء اور ۳۱ راکتوبر ۱۹۷۷ء کو غالب اکادمی کے زیر اہتمام دیے تھے۔ جنہیں ان کی وفات کے بعد زیرِ نظر کتاب کی شکل میں شائع کر دیا گیا ہے۔

39-غالب کا جہاں اور......:

ڈاکٹر انور سدید کی کتاب ہے۔ کاروانِ ادب، ملتان نے ۱۹۸۶ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ یہ کتاب سات مضامین کا مجموعہ ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کا عہد (۲) غالب کی مشکل پسندی (۳) غالب کا ذوقِ جمال (۴) غالب کا تصورِ مرگ (۵) غالب اور آم (۶) وحشت کلکتوی اور تقلیدِ غالب (۷) غالب اور شاہ عبدالعزیز

کتاب کا پیش لفظ ڈاکٹر سہیل بخاری کا تحریر کردہ ہے۔ جس میں انہوں نے کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے مصنف کے وسیع مطالعے کے بارے میں نادر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ پہلے مضمون میں غالب کے عہد کو اس انداز سے سامنے لایا گیا ہے جیسے یہ عہد زندہ و تابندہ ہو کر آنکھوں کے سامنے آ گیا ہے۔ دہلی کا عروج و زوال، لال قلعے کی بربادی، غالب کی فکر کو متاثر کرنے والے ایسے عوامل ہیں جن سے غالب کی شاعری میں توانائی آ گئی ہے۔ دوسرے مضمون میں غالب کی مشکل پسندی کا ذکر کرتے ہوئے مصنف نے اس کا ذمہ دار غالب کے عہد کو ٹھہرایا ہے۔ کتاب کے تیسرے اور چوتھے مضامین فلسفیانہ موضوعات پر مبنی ہیں۔ پہلا غالب کی حسن پرستی سے مواد فراہم کرتا ہے۔ جس کی بنیاد جنسی جذبے پر قائم ہے جبکہ دوسرے فلسفیانہ مضمون میں

مصنف اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالب موت سے خائف نہیں بلکہ انہوں نے اس کا سامنا کرنے کی جرات پیدا کی ہے۔ کتاب کے چھٹے مضمون میں مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ غالب کو وحشت کلکتوی کی تقلید سے الگ رکھ کر ان کے اصل رنگ میں پرکھا جائے۔ آخری مضمون میں مصنف نے ثابت کیا ہے کہ غالب اور شاہ عبدالعزیز دونوں ہستیاں آنے والے دور کا ادراک رکھتی تھیں۔ اس طرح یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں انفرادی مقام رکھتی ہے۔

40-غالب ایک شاعر، ایک اداکار:

انیس ناگی کی تصنیف ہے اسے سنگِ میل پبلی کیشنز نے جنوری ۱۹۸۷ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۰ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل دس مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب کا مطالعہ (۲) غالب کا کلکتہ کا سفر (۳) غالب کی علالت (۴) غالب کی ازدواجی زندگی (۵) غالب اور انگریز (۶) غالب ایک شاعر ایک اداکار (۷) غالب کی غزل (۸) غالب کی شاعری میں ابہام (۹) غالب کی نثر (۱۰) غالب اور پنجاب آرکائیوز

اس کتاب میں مصنف نے غالب کی شخصیت کی نفسیاتی تصویر کھینچی ہے اور کہا ہے کہ غالب اپنا سامنا کرنے کا حوصلہ نہ رکھتے تھے۔ مصنف کے نزدیک غالب مبالغہ آمیز زندگی بسر کرتے تھے جس کے باعث انہیں اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا کہ ان کی شخصیت میں زندگی کا ہر دکھ رچ بس گیا۔ اسی طرح انہوں نے غالب کی شخصیت اور زندگی کے بعض ایسے گوشوں کو ہوا دی ہے جس سے غالب کی شخصیت کا حسن ماند پڑتا دکھائی دیتا ہے۔ اس کتاب کا مجموعی مزاج ''غالب شکنی'' کی روایت کو آگے بڑھاتا نظر آتا ہے۔ جسے مصنف کے ذاتی افکار و نظریات کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

41-مرزا غالب اور مغل جمالیات:

شکیل الرحمٰن کی تصنیف ہے (۴۱)۔ ادارہ فروغ اُردو نے لاہور سے اسے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۵ ہے۔ اس کتاب کے درج ذیل دو حصے ہیں:

(۱) دامنِ صد رنگ گلستان...... مغل مصوری عرفان

(۲) جلوہ صد رنگ...... رنگ اور روشنی

پہلے حصے میں مغل تہذیب اور غالب کی شخصیت اور ذوق کو جوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہند مغل تہذیب اور اسکی جمالیات کا تخلیقی رشتہ وسط ایشیا اور خصوصاً ایران کی فنی روایت سے جڑا ہوا تھا۔ چنانچہ ان دو بڑے نظاموں کی آمیزش برصغیر کی مٹی میں موجود تھی اس لیے مصنف کے نزدیک غالب اس امیزش کی علامت تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ غالب کے ہاں مضامین کی جو پہلوداری پائی جاتی ہے۔ اس میں مغلیہ تہذیب کے رنگ ڈھنگ اور شعری تجربوں کی خوبصورتی موجود ہے۔ کتاب کے دوسرے حصے میں لہو اور سرخ رنگ کے حوالے سے غالب کو ان دونوں رنگوں کے استعاروں کا بڑا شاعر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس حصے میں میکسیکو کے دیوتاؤں کی لہو کی روایت، لوسی فرائی ساؤ، گوتم بدھ اور سیتا وغیرہ کے لہو رنگ امیج جو سامنے آتے ہیں، ان کی روشنی میں غالب کو لہو اور سرخ رنگ دونوں پر عاشق اور ان استعاروں کا بڑا شاعر کہا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک غالب کی شاعری میں عشق، دل، فریاد، رخ یار، انگشت حنائی، بہار، غنچہ گل، گلستان، صحرا، شراب، گرمی، اندیشہ، آتش، عرفانِ غم، نشاطِ غم، لذتِ الم، احساسِ الم، زندگی، کائنات، آفتاب وغیرہ ایسے موضوعات پائے جاتے ہیں جنہیں چھوتے ہی لہو اور سرخ رنگ کے ترمرے متحرک ہو جاتے ہیں۔ اس حصے میں غالب کے اشعار لہو اور سرخ رنگ کی مثالیں دی گئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کی شخصیت اور شاعری کے منفرد پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔

42- غالب۔ فکر و فن:

رشید حسن خان کی مرتبہ کتاب ہے۔ اس کتاب کو غالب اکیڈمی نے ۱۹۸۷ء میں کراچی سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد 119 ہے۔ یہ کتاب مختلف اہل قلم کے لکھے ہوئے پانچ مضامین کا مجموعہ ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) نشاط کا شاعر (ڈاکٹر ظ۔ انصاری)

(۲) غالب اور سبک ہندی (پروفیسر امیر حسن عابدی)

(۳) غالب، حالی، شیفتہ اور ہم (ڈاکٹر عابد پشاوری)

(۴) تیغ تیز پر ایک نظر (کاظم علی خان)

(۵) غالب اور تذکرہ آفتاب عالم تاب (ڈاکٹر شریف حسین قاسمی)

زیر نظر کتاب کے تمام مضامین میں غالب کے فکر و فن کے متعلق بڑی جامع اور مکمل بحث کی گئی ہے۔ ان مضامین میں عہد بہ عہد کے فنی ارتقاء کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ کتاب رشید حسن خاں کی اجازت کے بغیر شائع کی گئی ہے۔ اس لیے مرتب مذکور اسے ایک جعلی کتاب کہا کرتے ہیں (۴۲)۔

43-مرزا غالب کا داستانی مزاج:

شکیل الرحمٰن کی تصنیف ہے۔ ادارہ فروغ اُردو نے نومبر ۱۹۸۷ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۷۴ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل سات تحریروں کا مجموعہ ہے:

(۱) فسونِ طلسم نظارہ تحیر (۲) داستانیت کا عرفان اور فسوں اور تحیر کے تجربے (۳) روایات اور مرزا غالب (۴) داستانی روایت اور نئی داستانیت (۵) داستانیت اور غالب کی بصیرت (۶) صحرانوردی کے جمالیاتی تجربے (۷) علامت، استعارہ اور پیکر

زیر نظر کتاب میں بتایا گیا ہے کہ غالب کے عہد تک داستانوں کا طویل سلسلہ جاری رہا ہے۔ اس عہد میں فارسی اور عربی داستانیں گھروں میں پڑھی جاتی رہی ہیں۔ داستانِ امیر حمزہ اور بوستانِ خیال تو خود غالب کے مطالعہ میں رہی تھیں۔ چنانچہ ہندوستانی تہذیب اور اسلامی تہذیب سے ایک نئی تہذیب نے جنم لیا جس میں مغل جمالیات کے داستانی طلسمات، قدیم قصوں، حکایتوں، فسانوں اور داستانوں کا ایک طویل سلسلہ قائم ہوا۔ مغل جمالیات کا ظہور ان کی مصوری، موسیقی، ثقافت، رقص اور فن تعمیر میں صاف نظر آتا ہے۔ اسی طرح فورٹ ولیم کالج کی داستانیں مغلیہ عہد میں عام تھیں۔ انہیں حوالوں سے مصنف نے غالب کے مزاج اور ان کی داسانی پہلوؤں کا مطالعہ کرنے کے بعد غالب کے شعروں میں داستانی روایات کو تلاش کیا ہے۔ غالب کے شعری تجربوں میں انہوں نے استعارات اور تشبیہات کے جو پیکر کھینچے ہیں وہ مغلیہ دور کی علامت لگتے ہیں۔ غالب کی نثری تحریروں بالخصوص "دستنبو" اور "مہر نیم روز" میں داستانی مزاج ملتا ہے۔ مصنف کے نزدیک غالب نے مغلیہ دور کو اپنی شاعری میں یوں جگہ دی کہ صورت پیکر، محاکات، تمثال کی ایک انتہائی خوبصورت اور معنی خیز کائنات تخلیق کروالی، اس طرح یہ کتاب اساطیری روایت اور اجتماعی لاشعور کے حوالے سے غالب کے فکر و فن کے مطالعہ میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔

44-غالب فن اور شخصیت:

علامہ نیاز فتح پوری کی تصنیف ہے، اُردو اکیڈمی سندھ نے اسے دسمبر ۱۹۸۷ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۱۹ ہے۔ یہ مصنف کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جنہیں وہ وقتاً فوقتاً اپنے جریدے "نگار" کے لیے لکھتے تھے۔ اس کتاب میں چھوٹے بڑے

انیس (۱۹) مضامین شامل ہیں۔ پہلے چار مضامین میں غالب کے احساسِ خودی، مسائل تصوف اور غزل گوئی کو فارسی اور اُردو ادب کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے۔ ان مضامین میں غالب کی انفرادیت پسندی واضح ہوتی ہے۔ ایک مضمون ''غالب کی شوخ نگاری'' کے عنوان سے ہے جس میں انہوں نے غالب کی شوخی کو ایسی خصوصیت قرار دیا ہے جو نہ تو ایران میں پیدا ہوئی اور نہ ہی ہندوستانی شعراء نے اسے اپنایا۔ ''شوخی وظرافت اُردو کلام میں'' کی عنوان سے مصنف نے یہ بات واضح کی ہے کہ غالب کی ظرافت اُردو کی نسبت فارسی میں زیادہ ہے۔ ''غالب، ولی، بادہ خوارہ'' میں انہوں نے غالب کے ایک شعر کے حوالے سے غالب کے تصوف کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ غالب کو تصوف کا ذوق زیادہ نہ تھا اور غالب نے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لیے یہ مضمون باندھا ہے'' غالب کا نہاں خانہ ازل'' میں غالب کے ان مضامین کا بیان ہے جو انہوں نے قدما کے اثر سے باندھے اور بعد میں جنہیں غالب کی اپنی اختراع سمجھا گیا۔ کتاب میں ایک مضمون ''غالب کی مثنوی نگاری'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں قدما کی مثنویوں کے ساتھ غالب کی دس مثنویوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ''غالب اور مومن کی فارسی ترکیبیں'' میں وضاحت کی ہے کہ اس زمانے میں فارسی ترکیبوں کا رواج عام تھا اس حوالے سے دونوں شعرء نے ان تراکیب کو بھرپور انداز میں بیان کیا ہے۔ ''مشکلاتِ غالب'' میں غالب کے منتخب مشکل اشعار کی شرح بیان کی گئی ہے کتاب کے آخر میں انتخاب فارسی، انتخاب اُردو اور انتخاب نسخہ حمیدیہ شامل کیا گیا ہے۔

45-غالب اور اقبال:

ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف کی تصنیف ہے۔ بیکن بکس نے ملتان سے ۱۹۸۸ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۴ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل گیارہ مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب اور اقبال کا تقابلی مطالعہ (۲) غالب کا فن۔ سیاسی اور سماجی تناظر میں (۳) کلامِ غالب میں تمثال شعری کی بہترین مثال (۴) غالب، عصر حاضر کے آئینے میں (۵) فلسفہ اقبال اور اس کے مآخذ (۶) مسجد قرطبہ۔ اقبال کی شہکار نظم (۷) معروضی رشتوں کا شاعر اقبال (۸) اقبال کا نظریہ خیر وشر (۹) اقبال کا نظریہ تعلیم (۱۰) تنقید اقبال کی ایک نئی جھلک (۱۱) روڈولف پان وچ اور اقبال

کتاب کا پہلا مضمون غالب اور اقبال کے فکر و فن کے تقابلی مطالعے پر مبنی ہے، جس میں دونوں شعراء کو الگ الگ رویوں کا شاعر کہا گیا ہے۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے تین مضامین غالب کے بارے میں ہیں جبکہ کتاب کے باقی سات (۷) مضامین اقبال کی شعری کمالات کو ظاہر کرتے ہیں۔ کتاب کا آخری مضمون ڈاکٹر این۔ میری شمل کی تحریر ہے۔ جس میں انہوں نے پان وچ اور اقبال کی شاعری کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ غالب کے بارے میں لکھے گئے مضامین ایک اعتبار سے انفرادیت کے حامل ہیں جن کے باعث یہ کتاب غالب شناسی میں ایک اہم اضافہ ہے۔

46- غالب آشفتہ نوا:

ڈاکٹر آفتاب احمد کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اُردو نے اسے ۱۹۸۹ء میں کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۳ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل نو (۹) مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب کی عشقیہ شاعری (۲) اُردو شاعری میں غالب کی اہمیت (۳) غالب کا غم (۴) غالب کے زمانہ اسیری کی یادگار نظم (۵) غالب کے اُردو خطوط (۶) غالب کی بزمِ خیال (۷) غالب ذاتی تاثرات کے آئینے میں (۸) غالب اور مغلیہ تہذیب و تمدن کی ترجمانی (۹) غالب۔ آشوبِ آگہی

ابتدا میں حرفِ چند مصنف کے قلم کا اور پیش لفظ پروفیسر کرار حسین کا تحریر کردہ ہے۔ ان مضامین میں کچھ ریڈیو پر نشر ہونے والی تقریریں ہیں جنہیں اضافہ و ترمیم کے بعد مضامین کی شکل دی گئی ہے۔ ان مضامین میں میر اور غالب کی زندگی کا موازنہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح چوتھے مضمون میں غالب کی زندگی کو بہت بڑے Crisis کا سنگِ میل قرار دیا گیا ہے۔ ''غالب کا غم'' کے زیرعنوان مضمون میں مصنف نے غالب کے غم اور آشوبِ آگہی پر مفصل بات کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ غم غالب کی داخلی کشمکش کا نتیجہ ہے، یہی وہ غم ہے کہ جس کو غالب اپنی زندگی میں حرکت پیدا کرنے والا محرک سمجھتا تھا۔ مختصر یہ کہ ان مضامین میں غالب کی زندگی کے حالات، تباہی، ویرانی، دہشت و غارت گری اور غالب کی زندگی میں آنے والی مشکلات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ان مضامین سے غالب کی زندگی کے اہم گوشوں کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام رکھتی ہے۔

47-باقیاتِ غالب:

اثر فاضلی کی کتاب ہے۔ ادارہ فکر و نظر نے ۱۹۹۱ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ یہ کتاب غالب کی حیات اور فکر و فن سے متعلق چھوٹے بڑے اٹھائیس (۲۸) مضامین کا مجموعہ ہے۔ ابتداء میں ''پیش لفظ'' شہاب جمالی کا تحریر کردہ ہے۔ جس میں انہوں نے غالب کی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہوئے زیرِ نظر کتاب کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کے مندرجات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) خطوطِ غالب پر ایک نظر (۲) غالب ایک نابغہ روزگار اور باغ و بہار شخصیت (۳) غالب شناسی کا آغاز (۴) شعرائے مابعد نے غالب کا تتبع کیا (۵) غالب کی وفات (۶) غالب اور فارسی (۷) غالب کی اُردو شاعری اور نثر نگاری (۸) غالب اور اقبال (۹) غالب ایک آفاقی شاعر ہیں (۱۰) غالب کی ادبی شان (۱۱) خطوطِ غالب سے اقتباسات (۱۲) غالب کی فی البدیہہ شعر گوئی (۱۳) غالب کی ازدواجی زندگی (۱۴) کیا مرزا نے دو تخلص استعمال کیے (۱۵) مرزا کے شاگرد (۱۶) زمانہ غدر کے حالات (۱۷) چودھری عبدالغفور سرور کا ذکر (۱۸) خطوط میں جزئیات کو رقم کرنا (۱۹) غالب کے سوانح حیات ان کی اپنی زبانی (۲۰) حکیم غلام نجف خاں کے نام خط (۲۱) مزاج و ظرافت (۲۲) غیاث اللغات کا مقدمہ (۲۳) غالب کی خصوصیات کلام (۲۴) غالب عصرِ جدید کے ناقدین کی نظر میں (۲۵) مرزا غالب اور شمالی ہند کے شعراء (۲۶) غالب کی صد سالہ تقریبات اور بھارت کی مکروہ سازشیں (۲۷) غالب کے بارے میں مولانا ابوالکلام کے انکشافات (۲۸) مرزا کے بارے میں حرفِ آخر

مصنف نے ان مضامین میں جہاں غالب کی زندگی کے بعض گوشوں پر قلم اُٹھایا ہے اور نادر معلومات بہم پہنچائی ہیں وہاں غالب کی نظم و نثر کی نمایاں خصوصیات کو اجاگر کرتے ہوئے انہیں آفاقی شاعر اور عظیم نثر نگار قرار دیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

48-غالب پریشاں:

انیس ناگی کی تصنیف ہے۔ مکتبہ جمالیات لاہور نے اسے ۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۵۰ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل نو مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) امراؤ بیگم کی مشکلات (۲) غالب ہاتھ میں خوشبو ۱۸۵۷ء (۳) غالب اور محکمہ تعلیم (۴) غالب کی پنشن (۵) نسخہ حمیدیہ (۶) اداسی کا شاعر (۷) غالب اور نسخہ امروہہ (۸) غالب کے دشمن (۹) غالب کی قماربازی

کتاب سے پہلے "غالب کا دفاع" کے عنوان سے مصنف نے وضاحت کی ہے کہ ان کی پہلی کتاب جس کے عنوان میں انہوں نے غالب کو ایک اداکار کہا تھا، اس پر انہیں کئی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ اُن کا کہنا یہ ہے کہ ہم اگر اپنی پسندیدہ شخصیات کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کریں تو اصل حقائق سامنے آسکتے ہیں۔ کتاب کے پہلے مضمون میں بتایا گیا ہے کہ غالب کی امراؤ بیگم (بیوی) سے اختلاف کی وجہ کم عمری کی شادی ہے۔ دوسرا مضمون "دستنبو" کے بارے میں ہے۔ تیسرے مضمون میں "قاطع برہان" لکھنے کے بعد کی مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے۔ چوتھے مضمون میں پنشن کے مقدمے کا بیان ہے۔ پانچویں مضمون میں مصنف نے "نسخہ حمیدیہ" کو بیدلؔ کے کلام کے اثر کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح چھٹے مضمون میں کہا گیا ہے کہ غالب کی اُداس شاعری لکھنوی دھول دھپے والی شاعری سے منفرد ہے۔ ساتویں مضمون میں "نسخہ امروہہ" کے اصلی یا نقلی ہونے کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ آٹھویں مضمون میں غالب کے دو دشمنوں نواب احمد بخش اور خواجہ حاجی کا ذکر ہے۔ آخری مضمون میں مصنف نے غالب کی قماربازی کا نفسیاتی جائزہ لیتے ہوئے کہا ہے کہ غالب اپنے گھر میں جوئے کی بیٹھک لگانے کو اپنی روزگار کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ بحیثیت مجموعی اچھی اور معیاری کتاب ہے۔

49-غالب کی نفسیاتِ غم:

پروفیسر سمیع اللہ قریشی کی تصنیف ہے۔ سنگِ میل پبلی کیشنز نے ۱۹۹۲ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۱ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے غالب کی نفسیات کو چار مضامین میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے تین مضامین "افسردگی"، "رومانیت" اور "غمِ دوراں" کے عنوانات سے ہیں جن میں مصنف نے واضح کیا ہے کہ غالب دکھ اور غم کی وجہ سے میرؔ کی طرح قنوطیت پسند نہیں ہو جاتے تھے بلکہ غم اور ناکامی کو ایسی قوت قرار دیتے تھے جو انسان کو آگے بڑھنے کی جستجو مہیا کرتی ہے۔ یہ جستجو غمِ جاناں سے غمِ روزگار کا سفر طے کرتی ہے، کتاب کا چوتھا

مضمون "تجریدیت" کے عنوان سے ہے۔اس میں غالب کے تجریدی رویے کو مختلف ادوار کے اثرات سے جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ غالب مسلسل تجربات کے شاعر ہیں اور وہ تجربات لفظوں کی دروبست اور بحور کی موسیقیت کی بنا پر کرتے ہیں۔ کتاب سے پہلے ڈاکٹر محمد حسن کا لکھا "مستعاریہ" ہے۔جس میں انہوں نے غالب کے غم حیات کو زندگی کا لازمی جزو قرار دیا ہے۔مصنف کا پیش لفظ "آئینہ خانہ" کے عنوان سے ہے جس میں انہوں نے غالب کی نفسیات غم کو مزید واضح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ الم انگیز ان کی شاعری کے پس پشت ایک قوت ہے جو ان کے قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

50-غالب و تلمیحاتِ غالب:

حمید اللہ خاں ضیاء اسلام پوری کا کتابچہ ہے۔اسے گلستان پریس سرگودھا نے ۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔صفحات کی تعداد ۵۲ ہے۔اس کتابچے میں مصنف نے وہ مضامین شامل کیے ہیں جو انہوں نے ایک ہفت وار اخبار "اخبار تعلیم لاہور" کے لیے لکھے تھے۔ یہ کتابچہ نو (۹) درج ذیل مضامین پر مشتمل ہے:

(۱) غالب سن وسال کے آئینہ میں (۲) مرزا اسد اللہ خاں غالب (۳) غالب اور جذباتِ رشک (۴) غالب اور عشق (۵) زندگی اور غالب (۶) تلمیحاتِ غالب (۷) غالب کی ایک پیشگوئی (۸) غالب کے چند نشتر (۹) غالب کے چند مبہم اشعار

یہ کتابچہ اگر مختصر ہے لیکن اس میں غالب کی زندگی اور کلام کی چند اہم خصوصیات بڑی خوبی کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔ غالب کے دیوان میں تلمیحات کا بغور مطالعہ کیا گیا ہے اور یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ ان کے دیوان میں صفت تلمیح کا استعمال اتنی مقدار میں ہے کہ جس کا کفیل ان کا دیواں ہو سکتا تھا۔ "غالب کے چند نشتر" کے عنوان سے غالب کے تیرہ (۱۳) اشعار کا حوالہ دیا گیا ہے۔اسی طرح "غالب کے چند مبہم اشعار" میں آٹھ (۸) اشعار کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ مختصر سا کتابچہ ایک اچھی اور معیاری کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔

51- عظمتِ غالب:

ڈاکٹر عبدالمغنی کی تصنیف ہے۔ القمر انٹر پرائزز نے ستمبر ۱۹۹۳ء میں لاہور سے شائع کی۔ صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ اس سے قبل یہ کتاب ۱۹۹۰ء میں بھارت (دلی) سے شائع ہو چکی ہے (۲۳)۔ یہ کتاب درج ذیل چودہ (۱۴) مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) عظمتِ غالب (۲) ہم اسد اللہم و ہم اسد اللہیم (۳) شخصیت اور ماحول (۴) غالب کی انسان دوستی (۵) مطالعہ غالب (۶) غالب کا عقیدہ (۷) غالب کا احساسِ عصر (۸) سرمایہ علم و فن (۹) غالب کا اخلاقی نقطہ نظر (۱۰) غالب کا تغزل (۱۱) طرزِ غالب (۱۲) غالب کی اُردو خطوط نگاری (۱۳) غالب کی فارسی شاعری (۱۴) عظمتِ غالب کی حقیقی بنیاد

زیرِ نظر کتاب میں مصنف نے غالب کے فکر و فن کو نئے اور اچھوتے انداز میں پیش کیا ہے۔ مصنف نے ابتدائی مضامین میں غالب کی شخصیت اور ان کے ماحول کا مختصر لیکن جامع جائزہ پیش کیا ہے۔ اسی طرح غالب کی اُردو شاعری کے ساتھ ساتھ فارسی شاعری اور اُردو خطوط نگاری کے محاسن بھی الگ الگ مضامین میں بیان کیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

52- غالب نکتہ بیں:

سجاد مرزا کی تصنیف ہے۔ فروغِ ادب اکادمی نے ۱۹۹۴ء میں اسے گوجرانوالہ سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۴ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل گیارہ مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب مردم گزیدہ (۲) غالب کا ہے انداز بیاں اور (۳) غالب نکتہ بیں (۴) مطلع دیوانِ غالب (۵) دیوانِ غالب کی شرحوں پر نظر (۶) غالب کا مسلک (۷) غالب کی ظرافت (۸) غالب کی شرح میں طنزیہ عناصر (۹) خطوطِ غالب میں مزاحیہ عناصر (۱۰) غالب کی غزل میں مزاحیہ عناصر (۱۱) پرتوِ غالب

پہلا مضمون اپنے عنوان سے قطع نظر غالب کی حمایت میں لکھا گیا ہے۔ دوسرا اور تیسرا مضمون اندازِ بیاں اور اسلوب کے اعتبار سے منفرد انداز کے حامل ہیں۔ چوتھے مضمون میں مصنف نے غالب کے پہلے شعر پر تقابلی بحث میں پورا مضمون قلم بند کر ڈالا ہے۔ پانچویں مضمون میں

مصنف نے شرحوں کے سن اشاعت اور ناشرین کا ذکر کیا ہے اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ چند الفاظ میں اپنی رائے دی ہے۔ چھٹے مضمون میں غالب کے مذہب کو متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتویں سے دسویں مضامین میں غالب کے طنزیہ اور مزاحیہ لب ولہجہ کو موضوع بنایا گیا ہے۔ غالب کے ہاں مزاح کی چاشنی ان کے شدید غم کو گوارا بناتی ہے یہ نقطہ نظر مصنف کی غالب سے محبت اور عقیدت کو ظاہر کرتا ہے۔ آخری مضمون غالب کے اثرات اور مصنف کی اپنی محبت کے اظہار پر مشتمل ہے۔

53-غالب شناسی کے کرشمے:

افتخار احمد عدنی کی تصنیف ہے۔ پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی نے اپریل ۱۹۹۵ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۳۱ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ جس کے تحت آٹھ مضامین شامل ہیں۔ دوسرا حصہ ''غالب شناسی کی جھلکیاں'' کے عنوان سے ہے۔ اس میں بھی آٹھ مضامین شامل ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

غالب شناسی کے کرشمے:

(۱) غالب اور عصمت (۲) غالب شناسی (۳) غالب شناسی کی زد میں ایک نشست (۴) فارسی غزل اور ترجمہ (۵) غالب کے تصرفات (۶) ایک قہقہہ انداز کی تاریخی دریافت (۷) غالب کا وہی شعر (۸) غالب اور فرہاد

غالب شناسی کی جھلکیاں:

(۱) غالب اور تصوف (۲) غالب کی شاعری میں حمد ونعت کی جلوہ گری (۳) فارسی غزلیں اور ترجمہ (۴) ایک منفرد فارسی غزل کا پس منظر (۵) فارسی غزل اور ترجمہ (۶) غالب کی منفرد فارسی غزل (۷) غالب، اقبال اور ذہین (۸) صبا اکبرآبادی کا ایک شعر۔ غالب کی زمین میں

اس کتاب میں مختلف موضوعات پر سولہ (۱۶) مضامین شامل ہیں۔ اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں غالب کی کچھ فارسی غزلوں کے منظوم تراجم بھی شامل کیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی ایک اچھی اور معیاری کوشش ہے۔

54-غالب کا سائنسی شعور:

ڈاکٹر سید حامد علی شاہ کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اردو پاکستان نے ۱۹۹۵ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۵۱ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل آٹھ مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب سے میرا تعارف (۲) غالب میرے ساتھ لندن میں (۳) غالب کے متعلق چند باتیں (۴) غالب کے سائنسی شعور کا مظاہرہ (۵) غالب کے سائنسی شعور پر تحقیق (۶) غالب کے سائنسی اشعار کی تشریح (۷) غالب کے کلام کا مستقبل (۸) منقبتِ کلامِ غالب

زیرِ نظر کتاب اس اعتبار سے اہمیت کی حامل ہے کہ اس کی تحقیق ایک صفِ اول کے سائنسدان کی عمر بھر کی ادبی سوچ اور ذوق کے اظہار کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں حرفِ چند، از جمیل الدین عالی، چند تاثرات، از سید محمد تقی، عرضِ سدید، از ڈاکٹر انور سدید، تجربہ، از ڈاکٹر پیرزادہ قاسم اور غالب کی زندگی کا عکس، از ڈاکٹر گوہر نوشاہی جیسی تحریریں بھی موجود ہیں، جن میں کتاب کی اہمیت و افادیت کے بارے میں خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ کتاب کے مضامین میں غالب کا کلام سائنسی بھی ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے ڈاکٹر یوسف حسین خاں بجنوری اور ڈاکٹر محمد عزیز (علیگ) نے غالب کے چند سائنسی اشعار کو چھیڑا تھا مگر وہ اس کی واضح طور پر تشریح نہ کر سکے۔ لیکن سید حامد علی شاہ نے غالبؔ کے نوے (۹۰) اشعار کی تشریح عام فہم زبان میں کردی ہے (۲۳)۔ سائنس سے مراد یہ نہیں لینا چاہیے کہ غالب کی زبان سائنسی تھی یا وہ سائنس کا باقاعدہ علم رکھتے تھے بلکہ اس کتاب کے ذریعے واضح کیا گیا ہے کہ وہ سائنسی شعور رکھتے تھے۔ مصنف کے نزدیک وہ ایک سوال کو اٹھاتے اور پھر اس کا جواب ڈھونڈنے لگتے۔ غالب کے ان رویوں کو سامنے رکھتے ہوئے مصنف نے چالیس سالہ "غالب رفاقت" کے بعد یہ کتاب لکھ کر غالبیات میں ایک عمدہ اضافہ کیا ہے۔

55-غزل، غالب اور حسرت:

پروفیسر رشید احمد صدیقی کی تصنیف ہے جسے ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے متعارف کرایا ہے۔ الوقار پبلی کیشنز نے اسے ۱۹۹۵ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۵۹ ہے۔ یہ کتاب تین مضامین اور ایک ضمیمہ پر مشتمل ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) جدید غزل (۲) غالب کی شاعری
(۳) حسرت اوران کی شاعری (۴) ضمیمہ......کچھ جدید غزل کے بارے میں

کتاب کا پہلا مضمون "جدید غزل" کے عنوان سے ہے، یہ وہ لیکچر ہے جو مصنف نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں دیا تھا۔ علاوہ ازیں غالبؔ اور حسرتؔ کی شاعری کے بارے میں مصنف کی دو الگ تحریریں اضافے کے ساتھ پیش کر کے ان سب کو ایک کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ہندوستان میں عمل میں آئی (۴۵)۔ پاکستان میں سید معین الرحمٰن نے اسے پہلی مرتبہ ترمیم شدہ ایڈیشن کی شکل میں زیرِ نظر کتاب کے روپ میں شائع کیا ہے۔ غالبؔ کی شاری کے بارے میں رشیدؔ احمد صدیقی نے نہایت عمدہ انداز میں تبصرہ کیا ہے۔ انہوں نے اپنی فکروبصیرت کی روشنی میں غالب کی شاعری کا جائزہ لیا ہے۔

56- فغانِ غالب:

بریگیڈیر گلزار احمد کی تصنیف ہے۔ مکتبہ الختار، کھولا، ضلع چکوال سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۹۲ ہے۔ سید ضمیرؔ جعفری نے ابتداء میں "ایک نظر" کے عنوان سے ابتدائیہ تحریر کیا ہے۔ "فغانِ غالب ایک مطالعہ" کے عنوان سے نثار جمیلؔ نے کتاب کا تعارف اور اس کے محاسن بیان کیے ہیں۔ "شکست کی آواز" ڈاکٹر عطش درانی کا تحریر کردہ پیش لفظ ہے۔ جس میں انہوں نے کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں غالب کے اشعار کے حوالے سے ان کے ذاتی اوران کے اطراف میں پھیلے ہوئے تجربوں سے بحث کی گئی ہے۔ مصنف نے ثابت کیا ہے کہ غالب اپنے اشعار میں صرف اپنی بات نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اطراف میں پھیلے ہوئے حالات کا بخوبی جائزہ لیتے اور گردونواح کے محرومیوں کو اپنی شاعری میں جگہ دیتے۔ اس کتاب میں مصنف نے چند ایسے اشعار کی نشاندہی کی ہے جو غالب کے اس پہلو کو ظاہر کرتے ہیں جو ملک وملت کی زبوں حالی اور غیر ملکی غاصبوں کی چیرہ دستیوں کے نتیجے میں اس دور کے ہر اہلِ دانش کے ذہن میں ردِعمل کے طور پر پیدا ہو سکتے ہیں۔ غالب نے ان تمام حالات کو اپنی غزل میں ڈھالا ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب منفرد اوراچھوتے تصورات کی حامل ہے اور ذخیرہء غالبیات میں ایک اہم اضافے کا باعث ہے۔

57-نقدِ غالب:

پروفیسر مختار الدین احمد کی مرتبہ کتاب ہے۔ الوقار پبلی کیشنز نے ۱۹۹۵ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ جبکہ اس سے قبل یہ کتاب ہندوستان بھی شائع ہوئی (۲۶)۔ صفحات کی تعداد ۳۶۴ ہے۔ یہ کتاب مختلف محققین و ناقدین کے تحریر کردہ تیرہ (۱۳) مضامین کا مجموعہ ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱)	غالب کا تفکر	(پروفیسر احتشام حسین)
(۲)	غالب معتقد میر	(ڈاکٹر سید محمد عبداللہ)
(۳)	غالب کی شاعری میں حسن و عشق	(پروفیسر حمید احمد خان)
(۴)	غالب کی عظمت	(پروفیسر آل احمد سرور)
(۵)	غالب کی عشقیہ شاعری	(ڈاکٹر عبادت بریلوی)
(۶)	غالب کا نظریہ شعر	(ڈاکٹر وحید قریشی)
(۷)	غالب کا نظریہ شعر	(پروفیسر مختار حسین)
(۸)	غالب کی فنکاری	(ڈاکٹر اختر اورینوی)
(۹)	غالب کی شاعری کے چند بنیادی عناصر	(ڈاکٹر اسلوب احمد انصاری)
(۱۰)	غالب اور عصر جدید	(ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی)
(۱۱)	دیوانِ ناظم میں غالب کا حصہ	(ڈاکٹر شیخ محمد اکرام)
(۱۲)	کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا	(پروفیسر رشید احمد صدیقی)
(۱۳)	اُردو شاعری میں غالب کی اہمیت	(ڈاکٹر آفتاب احمد)

یہ مضامین غالب کے فکر و فن پر تنقیدی نقطہ نظر سے روشنی ڈالتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں منفرد مقام رکھتی ہے (۲۷)۔

58- تمنا کا دوسرا قدم اور غالب:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصنیف ہے۔ حلقہ نیاز و نگار نے ۱۹۹۵ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۴ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل نو (۹) مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) کلامِ غالب میں لفظ تمنا کی تکرار بطور استعارہ فلسفہ آثار (۲) غالب کی شاعری اور مسائل تصوف (۳) غالب کے اثرات جدید اُردو شاعری پر (۴) ہم عصر سماجی تہذیبی مسائل کا ادراک اور غالب (۵) کیا دیوانِ غالب نسخہ امروہہ واقعی جعلی ہے؟ (۶) کلامِ غالب میں استفہام (۷) غالب کا اسلوبِ طنز و ظرافت (۸) غالب کا اندازِ فکر اور استقبالِ فردا (۹) نسخہ حمیدیہ سے چند اشعار

زیرِ نظر کتاب غالبؔ کے فکر و فن کے کئی پہلوؤں پر تنقیدی نقطہ نظر سے بحث کرتی ہے۔ اس کتاب کے اکثر مضامین تنقیدی نوعیت کے حامل ہیں جن کے مطالعے سے غالبؔ کے فکر و فن کی تہہ در تہہ جہتیں سامنے آتی ہیں۔ اس کتاب میں غالبؔ کی جن خصوصیات کو سامنے لایا گیا ہے۔ ان میں رنگِ تصوف، طنز و ظرافت، تکرار لفظی اور تہذیبی مسائل سے شناسائی زیادہ اہم ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

59- میرؔ، غالبؔ اور اقبالؔ:

ڈاکٹر آفتاب احمد کی تصنیف ہے۔ یہ انجمن ترقی اُردو، کراچی سے ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۷۰ ہے۔ یہ کتاب دراصل مصنف کے ایک لیکچر پر مبنی ہے جو انہوں نے انجمن ترقی اُردو کے ایک اجلاس میں ۱۹۹۶ء میں دیا تھا۔ اس لیکچر میں انہوں نے تینوں شعراء کے فارسی کلام سے قطع نظر کرتے ہوئے ان کی اُردو شاعری کو موضوع بنایا تھا۔ اس میں انہوں نے تینوں شعراء کے انحطاطی دور سے متعلق بحث کی ہے۔ مصنف کے نزدیک غالب کا دور ۱۹ویں صدی کا وہ زمانہ ہے جس میں مغلوں کی سلطنت کی شمع ٹمٹمانے لگی اور آخر کار ۱۸۵۷ء کے ہنگامے نے دہلی اور اس کے آس پاس کے مکینوں کی حالت کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ چنانچہ غالب نے زوال آثار معاشرے میں آنکھ کھولی اور اس معاشرتی انحطاط میں ان کی شاعری پروان چڑھی۔ اس طرح مصنف نے غالب سمیت تینوں شاعروں کے فلسفہ فکر و فن کے مختلف گوشوں کو انحطاطی دور کی رہینِ منت قرار دیا ہے۔

60-غالب نکتہ داں:

پروفیسر رشید احمد صدیقی کی تصنیف ہے جسے مہر الٰہی ندیم اور لطیف الزماں خان نے مرتب کر کے مکتبہ دانیال، کراچی سے جنوری ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۲ ہے۔

یہ کتاب درج ذیل چھ (۶) مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟ (۲) غالب اور علی گڑھ (۳) غالب۔ ایک عظیم صاحب طرز انشا پرداز (۴) غالب کی خوش بیانی (۵) غالب مشاعرے کا افتتاحی خطبہ (۶) غالب کی شخصیت اور شاعری

پہلے مضمون میں غالب کو شاعر نہیں بلکہ پورا ایک عہد قرار دیتے ہوئے غالب کے دل کی وسعت کا اندازہ یوں لگایا گیا ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے بدلتے ہوئے حالات محسوس کیے اور رنگ و نسل کی تفریق کیے بغیر انسانیت پر آنسو بہائے۔ دوسرے مضمون میں مصنف نے علی گڑھ کے ان دوستوں کو سراہا ہے جنہوں نے غالب کی حیات و شاعری پر کام کیا ہے۔ تیسرے مضمون میں غالب کی خطوط نویسی میں سادگی اور لطف کی خصوصیات سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ چوتھا مضمون ''غالب کی خوش بیانی'' کے عنوان سے ہے جس میں غالب کو دوزخ اور جنت کے راستوں پر چلاتے ہوئے خدا سے کلام کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ کتاب کا پانچواں مضمون اس مشاعرے کے افتتاحی خطبے پر مبنی ہے جو ۲۲ رفروری ۱۹۶۹ء کو لال قلعے دہلی میں منعقد ہوا تھا۔ آخری مضمون غالب کی شخصیت اور شاعری سے متعلق نادر معلومات پر مبنی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام رکھتی ہے۔

61-ماہ وسالِ عندلیب:

ڈاکٹر نجیب جمال کی کتاب ہے۔ سطور پبلی کیشنز نے ۱۹۹۷ء میں اسے ملتان سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۹۳ ہے۔ یہ کتاب مصنف کے چھ (۶) مضامین کا مجموعہ ہے۔ تفصیل یہ ہے:

(۱) غالب کی شاعری اور فن کے عناصر ترکیبی (۲) غالب کی انفرادیت (۳) غالب کی تخیل پسندی (۴) غالب کی حقیقت پسندی (۵) غالب کا تصور حسن و عشق (۶) غالب عہد آفریں

تمام مضامین غالب کی شاعری کے تنقیدی جائزے پر مبنی ہیں جن سے تفہیم غالب کے نئے مطالب اور نئے نکات سامنے آتے ہیں۔ ان مضامین میں زیادہ تر غالب کے لفظوں،

ترکیبوں، علامتوں، تمثالوں اور مصرعوں کے مفاہیم کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے تفہیم غالب کی نئی راہیں روشن ہوتی نظر آتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں غالب کی شاعری کے مختلف پہلوؤں مثلاً غالب کی انفرادیت، تخیل پسندی، حقیقت پسندی، عہد آفرینی اور عناصرِ ترکیبی کو شاعر کی زندگی کے سماجی پس منظر میں رکھ کر پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب فکر غالب کے نئے اور اچھوتے گوشوں کو سامنے لانے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

62-غالب کا ذوقِ تماشا:

ڈاکٹر وزیر آغا کی تصنیف ہے۔ اقبال اکادمی پاکستان نے ۱۹۹۷ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۰ ہے۔ یہ کتاب غالب پر لکھے گئے آٹھ (۸) مضامین کا مجموعہ ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) وہ زندہ ہم ہیں
(۲) غالب کا ذوقِ تماشا
(۳) غالب کی آوارہ خرامی
(۴) غالب ایک جدید شاعر
(۵) غالب کے بارے میں ایک سوال
(۶) کلامِ غالب۔ شخصیت کے آئینے میں
(۷) غالب اور فیض
(۸) غالب اور تصوف کی روایت

یہ کتاب غالب کی ۲۰۰ ویں سالگرہ کے موقع پر منظرِ عام پر لائی گئی۔ اس کتاب کے تمام مضامین میں ایسے بے شمار نکات پر بحث کی گئی ہے جو غالب کے فن اور اس کی شخصیت کے بارے میں اہم معلومات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا کا اسلوب نہایت عمدہ اور نکتہ سنجی انتہائی دلفریب اور معلومات افزا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

63-وقارِ غالب:

پروفیسر سید وقار عظیم کی تصنیف ہے۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے اسے مرتب کر کے گورا پبلشرز، لاہور سے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۱۱ ہے۔ یہ کتاب غالب کی دوسوویں ولادت کے موقع پر شائع کی گئی۔ یہ کتاب مصنف کی چالیس سالہ ریاضتِ فکر کا نتیجہ ہے۔ اس میں ''غالب کی شخصیت'' کے عنوان سے چار ''خطوط غالب'' کے عنوان سے تین اور ''نقدِ غالب'' کے تحت چھ مضامین شامل ہیں۔ ان کے علاوہ متفرقات میں تین تحریریں مزید ہیں۔ آخر میں ضمیمہ بھی موجود ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

غالب کی شخصیت:

(۱) غالب اپنے معاصرین کی نظر میں (۲) غالب اپنے شاگردوں کی مجلس میں
(۳) غالب، اپنے شارحین کی نظر میں (۴) غالب کی فیاضانہ طبیعت

خطوطِ غالب:

(۱) غالب کے خطوط اوران کی احباب پرستی (۲) غالب خطوں کی روشنی میں (۳) غالب کے خط

نقدِ غالب:

(۱) غالب کا تنقیدی مزاج (۲) غالب کی غزل میں قیس وفرہاد کا تصور (۳) غالب شاعر امروز وفردا
(۴) کلامِ غالب کی اثر آفرینی (۵) غالب کی تلاش (۶) غالب کی صد سالہ برسی کیوں؟

متفرقات:

(۱) غالب اور انقلاب ستاون (۲) غالب صدی کا تحقیقی اور تنقیدی کام۔ مکالمہ (۳) شذرات، متعلق بہ غالب وغالبیات

ضمیمے (متعلقات غالب ووقار عظیم (عکس ہائے تحریر)):

(۱) مجلس یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی کی ہیئت حاکمہ، ۱۹۶۹ء (۲) توثیق نامہ غالب پروفیسر شپ، بہ سید وقار عظیم، ۱۹۶۹ء (۳) مقالہ وقار عظیم: مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، سرورق کا عکس (۴) بسلسلہ "نیساں" ڈاکٹر مسیح الزماں کے خط کا عکس (۵) مقالہ: "غالب کے خط" عکس تحریر سید وقار عظیم (۶) تعارف (کلام غالب کی اثر آفرینی)، عکس تحریر وقار عظیم (۷) غالب پر وقار عظیم کے پہلے مطبوعہ مقالے کا عکس

بحیثیت مجموعی معیاری اور عمدہ کتاب ہے۔ اسے پاکستان میں غالب شناسی میں اہم مقام حاصل ہے۔

64-غالب نما:

پروفیسر اسرار آسہاروی کی تصنیف ہے۔ فروغ ادب اکادمی نے ۱۹۹۸ء میں اسے گوجرانوالہ سے شائع کیا۔ کتاب کے صفحات ۱۲۸ ہیں۔ یہ کتاب درج ذیل دس مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب کا نفسیاتی تجزیہ (۲) کلام غالب کے خوبصورت تضادات (۳) غالب کا طنز و مزاح (۴) غالب کا اظہار فن (۵) چند اشعار کی تشریح (۶) غالب کی تجزیہ نگاری (۷) فارسی دیوانِ غالب کے مسترد اشعار (۸) غالب کی غایت پرستی (۹) غالب علی کل غالب (۱۰) غالب کا مسلک خطوط کے آئینے میں

زیر نظر کتاب کے اکثر مضامین میں مصنف نے کلامِ غالب پر اسلامی نقطہ نظر سے بات کی ہے۔ ان مضامین کی تخلیق سے تنقید کے ایک نئے زاویے کی بنیاد استوار ہوئی ہے۔ کتاب کے کچھ مضامین تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ یہ کتاب ایک اچھی تحقیق اور مستحکم تنقید کے معیار پر پوری اُترتی نظر آتی ہے۔

65-غالب شناسی اور نیاز و نگار:

ڈاکٹر سلیم اختر کی مرتبہ کتاب ہے۔ الوقار پبلی کیشنز نے ۱۹۹۸ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۸۵ ہے۔ یہ کتاب ماہنامہ "نگار" کے پچھتر (۷۵) سالہ خدمات کے ضمن میں شائع کی گئی ہے۔ پہلا حصہ "نگاہ نیاز" کے عنوان سے ہے جس میں نیاز فتح پوری کے آٹھ مقالات شامل ہیں۔ دوسرا حصہ "قدر و معیار کی جستجو" کے عنوان سے ہے جس میں مختلف اہل قلم کی سولہ (۱۶) تحریریں شامل ہیں۔ "غالب اور روسی مستشرقین" کے عنوان سے روسی دانشوروں کی آٹھ (۸) فکری کاوشوں کو پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کا آخری حصہ "شخصیت" کے عنوان سے ہے جس کے تحت چار مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ آخر میں "نگار" میں مطبوعہ مقالات کا اشاریہ دیا گیا ہے۔ کتاب کے ان تمام مندرجات کی ترتیب اس طرح سے ہے:

نگاہِ نیاز:

(۱) غالب کا طرز شاعری اور شاعرانہ خصوصیات (نیاز فتح پوری)

(۲) کلامِ غالب کا خورد بینی مطالعہ (نیاز فتح پوری)

(۳) غالب کا آہنگ و لب ولہجہ (نیاز فتح پوری)

(۴) غالب اور الہامی شاعری (نیاز فتح پوری)
(۵) غالب اور شاعری کا معیار حقیقی (نیاز فتح پوری)
(۶) غالب اور بیدل (نیاز فتح پوری)
(۷) مومن و غالب کی فارسی ترکیبیں (نیاز فتح پوری)

قدر و معیار کی جستجو:

(۱) انسان کی خلافتِ الٰہیہ اور غالب (مالک رام)
(۲) غالب کا معیار شعر و سخن (امتیاز علی عرشی)
(۳) غالب بحیثیت نقاد (غلام رسول مہر)
(۴) غالب ہمہ رنگ (مجنوں گورکھپوری)
(۵) غالب کا ذہنی ارتقاء (آل احمد سرور)
(۶) غالب کی بت شکنی (احتشام حسین)
(۷) غالب کے کلام میں استفہام (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)
(۸) انداز گفتگو کیا ہے؟ (شمس الرحمٰن فاروقی)
(۹) بہادر شاہ ظفر کی کتاب پر غالب کی تقریظ (کاظم علی خاں)
(۱۰) موازنہ غالب و میر (عبدالباری آسی)
(۱۱) غالب کی زبان پر فارسی اثرات، انگریزی الفاظ کا استعمال (ڈاکٹر خلیق انجم)
(۱۲) مرزا غالب کا مذہب (سراج الحق مچھلی شہری)
(۱۳) غالب اور سقوط دہلی (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن)
(۱۴) کلامِ غالب کی شرحیں (آفتاب احمد خان)
(۱۵) غالب کا اسلوب (خلیل صدیقی)
(۱۶) نسخۂ حمیدیہ اور اس کی اہمیت (ڈاکٹر ابو محمد سحر)

غالب اور روسی مستشرقین:

(۱) سوویت یونین میں غالب کی تخلیقات کا مطالعہ (جی وائی علی اوف)
(۲) سوویت یونین میں غالب کی مقبولیت (باباجان غفاروف)
(۳) انیسویں صدی کا ہندوستانی ادب اور مرزا غالب (ای چیلی شیف)
(۴) غالب کا فلسفہء حیات (ایل آر گوردن پولنسکایا)
(۵) غالب ایک مطالعہ (باباجان غفاروف)
(۶) فارسی میں غالب کا رنگ تغزل (غضنفر علی اوف)
(۷) حالی اور مرزا غالب (اے سوخاچیف)
(۸) غالب اور اقبال (این پریگرینا)

شخصیت:

(۱) غالب کی شخصیت (شوکت سبزواری)
(۲) غالب کی افتادِ طبع (عبدالقادر سروری)
(۳) غالب پھر اس دنیا میں (فراق گورکھپوری)
(۴) اسداللہ خاں تمام ہوا (پروفیسر حمید احمد خان)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہء غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

66-مرزا غالب:

ڈاکٹر نتالیا پریگارنا کی تصنیف ہے۔ مصنفہ ایک روسی خاتون ہیں۔ کتاب بنیادی طور پر روسی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ محمد اسامہ فاروقی نے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ مکتبہ دانیال نے اپریل ۱۹۹۸ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۷۴ ہے۔ کتاب کے مندرجات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) تیر شکستہ نیاگاں (۲) آگرے کی تصویریں (۳) شاعر اور عجم کے آتش کدے (۴) سبک ہندی (۵) عشق مجازی (۶) اوراقِ پژمردہ (۷) کائنات، شاعر اور شخصیت

(۸) چراغِ دیر (۹) بادِ مخالف (۱۰) گدائے بے نیاز (۱۱) نوحہء زنداں (۱۲) ابرِ گہربار (۱۳) دشنبو (۱۴) شمع سحر

مصنف نے اس کتاب میں غالب کی شخصیت اور اس کے فن کو عہد بہ عہد بیان کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اس زمانے کے انسان کی روحانی دنیا کو بھی سمجھا جا سکے۔ بحیثیت مجموعی ایک اچھی اور کامیاب کوشش ہے۔

67-عالمی غالب سیمینار:

اطہر رضوی کی مرتبہ کتاب ہے۔ جاوداں کمپوزرز، کراچی نے اسے ۱۹۹۸ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۶ ہے۔ غالب اکیڈمی (کینیڈا) کے زیر اہتمام ۱۸/اگست ۱۹۹۶ء کو، ٹورانٹو (کینیڈا) میں ایک عالمی سیمینار منعقد ہوا جس میں غالب کی شخصیت اور شاعری کے بارے میں مقالات پڑھے گئے۔ فاضل مرتب نے ان مقالات کو یکجا کر کے زیر نظر کتاب کی صورت میں شائع کر دیا۔ ابتداء میں "بیادِ شاعر امروز و فردا" کے عنوان سے مقدمہ ہے جسے اطہر رضوی نے تحریر کیا ہے۔ اس میں انہوں نے سیمینار کی غرض و غایت کے ساتھ ساتھ زیر نظر کتاب کے بارے میں تعارف کرایا ہے اور غالب کے فن کے بارے میں ناقدانہ رائے کا اظہار کیا ہے۔ اس کتاب میں دس مقالات اور ایک نظم شامل ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱)	غالب کا سومناتِ خیال	(علی سردار جعفری)
(۲)	غالب کا نظریہء فکر و فن	(ڈاکٹر فرمان فتح پوری)
(۳)	غالب کی خاطر آگاہ اور ہنگامہء سنہ ستاون	(پروفیسر گوپی چند نارنگ)
(۴)	غالب اور صلہء بے پور	(قدرت نقوی)
(۵)	غالب از "مہر"	(کالی داس گپتا رضا)
(۶)	تفہیم غالب	(ڈاکٹر شان الحق حقی)
(۷)	شہید جلوہء فرداو تازہ آئینہ	(اکرام بریلوی)
(۸)	غالب (منظوم)	(محسن احسان)
(۹)	غالب۔ ایک سراپا سوال	(ڈاکٹر خالد سہیل)

(۱۰) بیادِ غالب اور اطہر رضوی (اکرام بریلوی)

(۱۱) اُردو ادب میں غالب کی انفرادیت (خاطر غزنوی)

کتاب کو معیاری کتابت اور عمدہ کاغذ کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ کتاب میں سیمینار کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔

68- میر، غالب اور اقبال (مطالعات):

ڈاکٹر اے۔ بی۔ اشرف کی تصنیف ہے، بیکن بکس ملتان سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۲۱۶ ہے۔ زیرِ نظر کتاب درج ذیل چودہ (۱۴) مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) میر اور غالب کا تقابلی مطالعہ (۲) میں...... معترف میر (۳) غالب اور اقبال کا تقابلی مطالعہ (۴) غالب کا فن (۵) کلام غالب میں تمثال شعری کی بہترین مثال (۶) غالب، عصرِ حاضر کے آئینے میں (۷) فلسفہء اقبال اور اس کے مآخذ (۸) اقبال کا شعورِ انقلاب (۹) اقبال کا نظریہء خیر وشر (۱۰) اقبال کا نظریہء تعلیم (۱۱) تنقید اقبال کی ایک نئی جھلک (۱۲) اقبال اور ترکمانِ سخت کوش (۱۳) مسجد قرطبہ، اقبال کے شاہکار نظم (۱۴) روداد ولف پان وچ اور اقبال

مصنف کی دو کتابیں ''غالب اور اقبال'' اور ''میر، غالب اور اقبال'' کے مضامین کو یکجا کر کے زیرِ نظر کتاب مرتب کی گئی ہے جس میں دونوں کتابوں کے مضامین آ گئے ہیں۔ اس میں کچھ ترمیم و اضافہ کے ساتھ دو مضامین کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں تینوں شاعروں کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے مندرجات پر تبصرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

69- غالب کا ذوقِ الٰہیات:

مشکور حسین یاد کی کتاب ہے۔ اس کے ناشر ذوالفقار علی شیخ (کیولری گراؤنڈ لاہور) ہیں۔ انہوں نے اسے ستمبر ۱۹۹۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۶ ہے۔ ابتداء میں پندرہ (۱۵) صفحات کا دیباچہ ہے۔ یہ کتاب ستائیس (۲۷) مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں غالب کے فکر و فن پر جامع انداز میں بحث کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب میں مصنف نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ غالب نے بحیثیت شاعر حقیقت عظمیٰ سے کس طرح کا تعلق قائم رکھا ہے اور کس طرح وہ اس

تعلق کو روز مرہ زندگی میں استعمال کرنے کے داعی ہیں۔ کتاب کا کوئی مضمون چھ صفحات سے زیادہ نہیں ہے۔ بحیثیت مجموعی معیاری کتاب ہے اور ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

70-غالب کی طبع نکتہ جو:

سید مشکور حسین یاد کی تصنیف ہے۔ آغا امیر حسین اس کے ناشر ہیں۔ انہوں نے کلاسک لاہور سے ستمبر ۲۰۰۰ء میں اسے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ کتاب میں تنقیدی نوعیت کے مضامین ہیں جن کی تعداد تیئس (۲۳) ہے۔ ابتداء میں "چراغ سے آفتاب" کے عنوان سے ایک دیباچہ ہے۔ مضامین کے نام یہ ہیں:

(۱) غالب کو سمجھنے کا اچھوتا انداز (۲) خیال کہ مضمون (۳) غالب اور غنی کاشمیری (۴) ہجرت کا جدید تصور (۵) غالب کے ہاں تاریخ اور تاریخیت (۶) حلقہ دام خیال (۷) تخلیقی عمل کا پیش رو (۸) کشید معنی کا لذیذ ترین عمل (۹) غالب کی بے خودی ...... ایک توجہ (۱۰) بے خودی ...... ایک مژدہ (۱۱) غالب کا تصور بندگی (۱۲) پامال مضمون کی بات (۱۳) جدید ترین تصور ارتقاء (۱۴) غالب کی طبع نکتہ جو (۱۵) در و دیوار کا استعارہ (۱۶) عافیت فردا کی ضمانت (۱۷) غالب کا جدید اور اچھوتا طرز احساس (۱۸) غالب کا انکسار محکم (۱۹) غالب کا زور تخیل (۲۰) خاک سے تعلق خاطر (۲۱) حوصلہ دید (۲۲) نقد ماضی کا اسلوب غالب (۲۳) کچھ غالب خستہ کے بارے میں

یہ کتاب بھی چھوٹے چھوٹے مضامین کا مجموعہ ہے جن سے غالب کی شخصیت اور فن کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

71-بر سبیل غالب:

ڈاکٹر سید معین الرحمن کی کتاب ہے۔ جسے سید وقار معین نے مرتب کر کے الوقار پبلی کیشنز، لاہور سے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ یہ کتاب دراصل پرتھوی چندر کی تصنیف "جاگیر غالب" کی اشاعت کے سلسلے میں لاہور کے ایک رسالے "سورج" میں شائع ہونے والے ایک اعتراض کے جواب میں ترتیب دی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ "بادِ سموم" کے عنوان سے ہے، جس میں سولہ (۱۶) عنوانات کے تحت "جاگیر غالب" کے بارے میں بحث چھیڑی گئی ہے۔ دوسرا حصہ "بادِ ہوائی" کے عنوان سے ہے جو چار عنوانات پر

مشتمل ہے۔ جن میں پروفیسر لطیف الزماں خان کے خلاف غالب شناسی کے حوالے سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا تیسرا حصہ "بادِصبا" کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں "غالب سے وابستگی" اور "مخطوطہ نسخہ خواجہ کی حفاظت اور "بازیافت" کے عنوانات سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا آخری حصہ "بادِشمال" ہے۔ اس حصے میں مختلف زعماء کی ڈاکٹر معین الرحمٰن کے بارے میں آراء شامل ہیں، جن سے ان کی شخصیت اور فن کے بارے میں نیک خواہشات کا اظہار کیا گیا ہے۔

72- جہاتِ غالب:

ممتاز حسن کی مرتبہ کتاب ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے ۲۰۰۰ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۰۵ ہے۔ یہ کتاب انگریزی زبان میں "Aspects of Ghalib" کے نام سے ۱۹۷۰ء میں پاکستان امریکن کلچرل سنٹر کراچی کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ اب دوبارہ اسے ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے۔ شاہ محی الحق فاروقی مترجم ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر کراچی میں پاکستان کلچرل سنٹر کی طرف سے غالب سے متعلق خطبات کا ایک پروگرام مرتب کیا گیا تھا جس میں ممتاز اہل علم نے حصہ لیا۔ پانچ مقالات مختلف نشستوں میں پڑھے گئے۔ ممتاز حسن نے ان مقالات کو ترتیب دے کر شائع کیا جو اب ترجمے کے ساتھ زیر نظر کتاب کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ مقالات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کے کلام میں طرز اور اسلوب کا مسئلہ (پروفیسر احمد علی)
(۲) غالب اور اقبال (بشیر احمد ڈار)
(۳) شاعری کی مدد سے فہم تاریخ بحوالہ غالب (اینسلی ٹی ایمبری)
(۴) غالب شخص اور شاعر (پروفیسر حمید احمد خان)
(۵) غالب ایک انفرادیت پسند (ممتاز حسن)

تمام مضامین نگاروں نے غالب کی شخصیت اور ان کی شاعری کو سراہتے ہوئے انہیں اچھوتے انداز میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ یہ کتاب غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

73-غالب اور اقبال:

پروفیسر نظیر صدیقی کی تصنیف ہے۔ روحانی پرنٹرز، اسلام آباد نے اسے اکتوبر ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۹ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں صفحہ نمبر ۱۴۸ تک غالب کا تذکرہ ہے۔ اس کے بعد اقبال کے فکر وفن کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ غالب پر جن موضوعات کے حوالے سے بحث کی گئی ہے ان کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کی فنکارانہ ہمہ گیری (۲) غالب کے ردکردہ اشعار (۳) کلام غالب کے نکتہ چیں (۴) غالب ایک منفرد نثر نگار (۵) غاب کی شخصیت خطوط کے آئینے میں (۶) مکتوب نگاری میں غالب کے جانشین (رشید احمد صدیقی) (۷) غالب اور غم دوراں (۸) کچھ غالب کے بارے میں (۹) غالب سے متعلق کچھ خیالات (۱۰) غالب کی فارسی غزل عظیم فارسی گویوں کی نظر میں

کتاب میں غالب سے متعلق تمام مضامین کو نہایت سلیقے کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جن سے غالب کی شخصیت اور فن کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کتاب میں چند ایک مضامین کو تحقیقی اصولوں کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ جبکہ اکثر مضامین تنقیدی ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

74-آئینہء افکارِ غالب:

شان الحق حقی کی تصنیف ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب نے ۲۰۰۱ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔ یہ کتاب بارہ (۱۲) مضامین کا مجموعہ ہے۔ جن میں غالب کے فکروفن پر نئے انداز سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ فہرست عنوانات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کی ندرتِ تخیل (۲) غالب کی ابہام گوئی (۳) غالب کا محبوب (۴) غالب کے مقدرات (۵) غالب کے بعض بدنام اشعار (۶) غالب کے استعارات کا بھید (۷) کلام غالب کا لسانی تجزیہ (۸) شرح نکاتِ غالب (۹) بیانِ غالب پر ایک نظر (۱۰) غالب کا قطعہء معذرت (۱۱) غالب کی ایک غزل (۱۲) غالب کے دو شعر

کتاب کے تمام مضامین انفرادیت کے حامل ہیں لیکن سب سے اہم مضمون "غالب کے استعارات کا بھید" ہے۔ اس میں مصنف نے بڑی دقت نظری کے ساتھ غالب کی

شاعری میں استعارے کی وقعت اور اہمیت پر بحث کی ہے اور اس بحث میں انہوں نے مستند مغربی اور مشرقی نقادوں کی تصریحات کو پیش نظر رکھا ہے۔ کتاب کا پہلا مضمون ''غالب کی ندرتِ خیال'' کے عنوان سے ہے۔ یہ بھی دراصل استعارے ہی کی بحث سے متعلق ہے۔ مصنف نے یہاں ندرتِ خیال کو غالب کی اصل شناخت قرار دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ مجموعہء مضامین تفہیم غالب کے سلسلے میں ایک نہایت وقیع اور قابل قدر باب کا اضافہ ہے۔

75-غالب کے چند پہلو:

شمس الرحمٰن فاروقی کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اُردو، کراچی سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۰۸ ہے۔ کتاب کا آغاز ''حرفِ چند'' کے عنوان سے ہوا ہے جسے جمیل الدین عالی نے تحریر کیا ہے۔ یہ کتاب ملے جلے سات مضمون کا مجموعہ ہے۔ تفصیل مضامین اس طرح سے ہے:

(۱) غالب زمانہء حال کا مقبول ترین شاعر (۲) نو آبادیاتی ذہن اور تہذیبی بحران (۳) ذہنی جغرافیے اور رسوم میں تبدیلی (۴) کلامِ غالب اور نئی لسانیات (۵) مطالعات غالب، سبک ہندی اور پیروی ءمغرب (۶) سوانح غالب کا ایک پہلو اور مالک رام (۷) غالب افسانہ

کتاب کے اکثر مضامین غالب کے شاعرانہ ذہن کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مصنف نے اس تنقید میں افسانوی انداز اپنایا ہے جس سے کتاب میں روانی اور تسلسل پیدا ہو گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہء غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

76-غالب ''غالب'':

مظفر احمد کی کتاب ہے۔ مکتبہ زکریا، ڈیرہ غازی خان نے ۲۰۰۱ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ کتاب کا آغاز مصنف کے تحریر کردہ ''پیش لفظ'' سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے غالب کو برصغیر بلکہ پورے ایشیاء کے کلاسیکی ادب کی جان قرار دیا ہے۔ اس کے بعد ''غالب شناسی کا ایک حوالہ'' کے عنوان سے آفتاب حسین سرائی نے اس کتاب کی خصوصیات بیان کی ہیں اور اسے غالب شناسی کے سفر میں اہم مقام عطا کیا ہے۔ اس کے بعد جن موضوعات کو احاطہء تحریر میں لایا گیا ہے ان کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) نرگسیت (۲) تصورِ غم (۳) حسن و عشق (۴) تمثال / محاکات نگاری (۵) طنز و مزاح (۶) استفہامیہ رنگ (۷) رشک کا تصور (۸) غالب اور تصور (۹) غالب کا اسلوب / جدید نثر اُردو کا آغاز (۱۰) خطوط شخصیت کے آئینہ دار / سوانحی اہمیت / آپ بیتی (۱۱) خطوط غالب میں مزاح نگاری (۱۲) انقلابِ ستاون اور مکاتیب نگاری (۱۳) غالب کے تعزیت نامے

مضامین کے بعد ۲۶ غزلیات بطور نمونہ کلام اور چھ مکتوب الیہان کے نام کچھ خطوط کے اقتباسات دیے گئے ہیں۔ آخر میں ''تحسین'' کے عنوان سے مشاہیر ادب کی تحریروں کے اقتباس دیے گئے ہیں جن سے غالب کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابتداء میں چار صفحات پر غالب کی ''بائیو گرافی'' بھی دی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

77- تعبیراتِ غالب:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصنیف ہے۔ ادارہ یادگارِ غالب نے ۲۰۰۲ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۰۴ ہے۔ یہ کتاب مصنف کے غالب پر اکیس (۲۱) مضامین کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے اکثر مضامین مصنف کی غالب پر ابتدائی دو کتابوں ''غالب شاعرِ امروز و فردا'' اور ''تمنا کا دوسرا قدم اور غالب'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ تاہم زیرِ نظر کتاب کی فہرست مضامین اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کا نظریہ فکر و فن (۲) غالب کا اندازِ فکر اور استقبالِ فردا (۳) غالب کے کلام میں استفہام (۴) ہم عصر سماجی و تہذیبی تبدیلیوں کا ادراک اور غالب (۵) کلامِ غالب میں لفظ ''تمنا'' کی تکرار بہ طور استعارہ، فلسفہ آثار (۶) غالب کی شاعری اور مسائل تصوف (۷) پرِ مرغِ تخیل کی رسائی اور غالب (۸) غالب کے طلسمِ معنی پر ایک نظر (۹) غالب کا اسلوبِ طنز و ظرافت (۱۰) غالب کے اثرات جدید اُردو شاعری پر (۱۱) غالب کا نفسیاتی مطالعہ (۱۲) غالب نسخۂ حمیدیہ کی روشنی میں (۱۳) غالب اور اقبال۔۱ (۱۴) غالب اور اقبال۔۲ (۱۵) غالب کے مقطعے (۱۶) غالب کی فارسی شاعری اور فکر انگیزی و ندرتِ اسلوب (۱۷) کیا دیوانِ غالب ''نسخۂ امروہہ'' واقعی جعلی ہے؟ (۱۸) غالب کے اولین تعارف نگار (۱۹) غالب: نو دریافت بیاض کی روشنی میں (۲۰) غالب اور [illegible] کے اُردو شعراء، (۲۱) اے کاش! اگر معرضِ اظہار میں آوے

[illegible] کتاب ہے جس کے ذریعے غالب شناسی کی روایت پروان

78-غالب صد رنگ:

سید قدرت نقوی کی تصنیف ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے اسے ۲۰۰۲ء میں کراچی سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۹۲ ہے۔ زیر نظر کتاب میں مصنف نے غالب پر پندرہ (۱۵) مضامین قلم بند کیے ہیں۔ جن سے غالب کی زندگی، شاعری اور تصانیف سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ فہرست مضامین اس طرح سے ہے:

(۱) عظمتِ غالب (۲) غالب کی بہتر سالہ زندگی (۳) غالب۔ نقادِ فن (۴) غالب اور تنقید (۵) غالب کے کلام کا مطالعہ (۶) غالب۔ انداز بیاں (۷) نیرنگی تقدیر چشم غالب (۸) تماشا کہیں جسے (۹) رنگِ شکستہ (۱۰) غالب کا ذہنی ارتقاء (۱۱) غالب کے متعلق میر کی رائے (۱۲) قران السعدین (۱۳) غالب کا رابطہ فرنگ (۱۴) غالب اور ذال معجم (۱۵) غالب اور مسئلہ تذکیر و تانیث

اس کتاب سے غالب کی شخصیت اور فکر و فن کی مختلف خصوصیات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

79-غالب نظر اور نظارہ:

ڈاکٹر حنیف فوق کی کتاب ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے ۲۰۰۳ء میں اسے کراچی سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۷۶ ہے۔ زیر نظر کتاب مصنف کے درج ذیل آٹھ (۸) مقالات کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب اور سلسلہ نظر (۲) غالب: نظر اور منظر (۳) نظر غالب اور نظارہ، عصر حاضر (۴) غالب اور غالب کی ایک غزل (۵) غالب اور نقشِ نو آئین (۶) جنونِ ساختہ و فصل گل قیامت ہے (۷) افسانہ طراز غالب (۸) غالب کا تصورِ انسان

غالب شناسی کے حوالے سے مصنف کی زیر نظر کتاب مطالعہ غالب میں یقیناً ایک خوشگوار اضافہ ہے۔ غالب اپنی متضاد شخصیت اور فکری میلان کے لحاظ سے منفرد انسان تھے۔ غالباً یہی وجہ ہے ان کی شاعری کا بنیادی موضوع بھی انسان ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں اپنے وسیع تر مطالعے اور عالمی ادب کے پس منظر میں مطالعہ غالب میں جس وسعتِ نظر کو ملحوظ خاطر رکھا ہے وہ ادبی فکر کو نئی سمت عطا کرتی ہے۔ کتاب میں شامل تمام مضامین میں کوشش کی گئی ہے کہ مطالعہ غالب کے کچھ نئے گوشے اور غالب کی شاعری کے کچھ نظارہ اور منظر کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سے غالب کے تصورِ انسان کو نمایاں کرنے کی سعی ملتی ہے جو تفہیم غالب میں کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ کتاب فکر غالب کے نمایاں پہلوؤں کو سامنے لاتے ہوئے غالب شناسی میں اہم اضافے کا درجہ رکھتی ہے۔

80-غالب اور آج کا شعور:

ڈاکٹر محمد علی صدیقی کی کتاب ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے ۲۰۰۴ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔ فہرست مندرجات یوں ہے:

(۱) غالب التباس اور حقیقت کے درمیان (۲) غالب، سرسید تحریک کی پہلی آواز (۳) میر اور غالب (۴) خطِ فاصل کا مطالعہ (۵) غالب کا شعری مزاج (۶) غالب کی جمالیات (۷) غالب، دہلی اور رستخیز جائزہ (۸) غالب اور اقبال ایک تقابلی مطالعہ (۹) غالب اور یگانہ چنگیزی (۱۰) غالب اور انسانی مقدر (۱۱) غالب اور آج کا شعور (۱۲) تین آوازیں، تین لہجے (۱۳) غالب اور فیض (۱۴) فیضانِ غالب، ایک مطالعہ

کتاب کے جملہ مضامین میں غالب کی شاعرانہ عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مختلف شعراء پر غالب کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے انہیں آج کا شاعر ثابت کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں "توقیتِ غالب" مرتبہ کالی داس گپتا رضا شامل کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

81-غالب اور غالبیات:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصنیف ہے۔ بیکن بکس، نے ۲۰۰۵ء میں اسے ملتان سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۴ ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب سے متعلق مختلف نگارشات کا مجموعہ ہے۔ کتاب چھ بڑے حصوں پر مشتمل ہے جن میں ضمنی عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب سے متعلق ادارتی شذرات:

(۱) دگر دانائے راز آید کہ ناید (۲) دیوانِ غالب سے بھی فال نکال سکتے ہیں (۳) غالب کے خطوط مرتبہ ڈاکٹر خلیق انجم (۴) سوویت یونین میں غالب کی مقبولیت (۵) غالب کی فارسی شاعری اور سید حامد (۶) غالب اور تصوف (۷) کچھ غالب کے بارے میں (۸) بحوالۂ غالبیات

(۲) غالب سے متعلق کتابوں پر تبصرے:

''احوال و نقدِ غالب''۔ ''روح المطالب فی شرح دیوانِ غالب''۔ ''نذرِ غالب''۔

''فلسفہ کلامِ غالب''۔

''غالب ڈائری''۔ ''غالب اور مطالعہ غالب''۔ ''ہنگامہ دل آشوب''۔

''صحیفہ سہ ماہی غالب نمبر''۔

''محاسنِ کلام غالب''۔ ''غالب کون''۔ ''نقوش۔غالب نمبر''۔ ''ادبِ لطیف غالب نمبر''۔

''دیوانِ غالب نسخہ حمیدیہ''۔ ''غالب اور انقلاب ستاون''۔

''حیاتِ غالب کا ایک باب''۔ ''اشاریہ غالب''

(۳) غالب سے متعلق مصنفین کا تعارف:

☆ مولانا حامد حسن قادری اور غالب شناسی ☆ دیوانِ غالب نسخہ خواجہ اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ☆ نخنے بیادِ غالب ☆ دام آگہی: مغرب میں غالب شناسی کی تازہ مثال

(۴) غالب سے متعلق اپنی کتابوں کے دیباچے:

☆ غالب: شاعر امروز و فردا ☆ تمنا کا دوسرا قدم اور غالب ☆ شرح و متن غزلیات غالب ☆ تعبیراتِ غالب

(۵) غالب سے متعلق مضامین جو میری کسی کتاب میں شامل نہیں:

☆ غالب اور محاسن کلامِ غالب ☆ آسی کی شرح دیوانِ غالب ☆ نقش ہائے رنگ رنگ ☆ غالب کی اُردو رباعیاں ☆ غالب اور ڈاکٹر الیس کے نیازی

(۶) غالب سے متعلق میری اپنی تحریروں پر چند ناقدین کے تاثرات:

☆ غالب شاعر امروز و فردا (سید وقار عظیم)

☆ ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شناس (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن)

☆ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب شناسی کے چند پہلو (ڈاکٹر اسلم انصاری)

☆ بسلسلہ غالب، ڈاکٹر فرمان کے غیر مرتب مقالات و تعارفات (سیدہ اصلح وحید)

کتاب کے آخر میں "غالبیات فرمان فتح پوری کا اشاریہ" کے عنوان سے فاضل مصنف کی مطبوعات غالب کا اشاریہ دیا گیا ہے جسے عاصمہ وقار نے مرتب کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

82-برسبیلِ غالب:

لیث قریشی نے القمر پبلی کیشنز کراچی سے اسے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۰ ہے۔ اس کتاب میں مختلف موضوعات کے تحت غالب کے فکروفن پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف نے واضح کیا ہے کہ مرزا غالب نا صرف اس صدی کا بلکہ آنے والے کئی زمانوں کا شاعر ہے۔ ایسے شاعر کبھی نہیں مرتے۔ بحیثیت مجموعی اہم کتاب ہے۔

83-ترتیبِ غالب:

فوزیہ سحر، ملک کی تصنیف ہے۔ ادیبوں کا اشاعتی ادارہ، فیصل آباد میں اسے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ زیر نظر کتاب میں مصنفہ نے غالب کے بارے میں ان کی زندگی اور فن کے حوالے سے نادر معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ یہ کتاب غالب کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

84-مطالعہ اقبال وغالب:

طاہر محمد خان کی تصنیف ہے، شاد پبلی کیشنز، جناح روڈ، کوئٹہ نے ۲۰۰۶ء میں اسے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۳۲ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے اولاً اقبال اور غالب کی الگ الگ خصوصیات گنوائیں پھر دونوں کا موازنہ کرتے ہوئے اقبال پر غالب کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

85- کلامِ غالب کا فنی وجمالیاتی مطالعہ:

ذکاء صدیقی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کو شہزاد بی/۱۵۵، گلشن اقبال، کراچی نے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۸۲ ہے۔ اس کتاب میں غالب کے فن پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ ازاں بعد غالب کی جمالیاتی حس کو اُجاگر کرتے ہوئے انہیں رومان پسند شاعر ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے فکرِ غالب کے فنی اور جمالیاتی پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

86-غالب کا جمالیاتی شعور:

مشکور حسین یاد اس کتاب کے مصنف ہیں۔ اُردو سائنس بورڈ، لاہور نے اسے ۲۰۰۷ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۴۴ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے غالب کو جمال پسند شاعر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ اگر غالب نے جمالیاتی شعور بدرجہ اتم نہ ہوتا تو جو مقام و مرتبہ غالب کو آج میسر ہے وہ کبھی بھی اسے حاصل نہ ہوتا۔ غالب نے ہمیشہ جمالیاتی شعور کے بل بوتے پر آفاقی اور ارفع شاعری کی ہے۔ وہ اس عہد کے سب سے بڑے جمالیاتی شاعر ہیں۔

87-غالب اور ثنائے خواجہ:

سید صبیح الدین رحمانی اس کتاب کے مصنف ہیں۔ نعت ریسرچ سنٹر، کراچی نے اسے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے غالب کی نعتیہ شاعری کو موضوع بحث بناتے ہوئے انہیں حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بلند مقام پر پایا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالبیاتی سرمائے میں اہم اضافہ ہے۔

88-صد شعر غالب:

حامد سعید اختر اس کتاب کے مصنف ہیں۔ فیروز سنز لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۱۲ ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے غالب کے سو اہم اشعار کو موضوع بحث بناتے ہوئے اسے آفاقی شاعر قرار دیا ہے۔ مصنف کے نزدیک غالب کی فکر میں اتنی وسعت اور توانائی ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا شاعر بھی ان کے ہم پلہ نہیں ہو سکتا۔

89-بارے غالب کا کچھ بیاں ہو جائے:

پرتو روہیلہ کی تصنیف ہے۔ انجمن ترقی اُردو نے ۲۰۱۲ء میں اسے کراچی سے شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں پرتو نے غالب کو بہت اونچے مقام پر رکھتے ہوئے اسے آنے والے عہد کا معتبر شاعر قرار دیا ہے۔ مصنف نے غالب کی اُردو اور فارسی تخلیقات کا ذکر کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ غالب اپنے عہد میں بھی ایک بہت بڑا فنکار تھا اور آنے والے وقتوں میں بھی اس کا کوئی

ثانی نہیں ہے۔نظم ہو یا نثر، اُردو ہو یا فارسی غالب نے ہر جہت میں اپنا لوہا منوایا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

اس جائزے میں اب ان کتب کو زیر بحث لایا جا رہا ہے جن پر سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔لہٰذا یہاں انہیں مصنفین کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

90-مختصرِ غالب:

احمد غریب نواز خان کی کتاب ہے۔ ملک نذیر احمد نے اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔سال اشاعت درج نہیں۔ یہ کتاب غالب کا مختصر تعارف ہے۔جس میں غالب کی زندگی اور فن کے بارے میں مختصراً بحث کی گئی ہے۔ نیز غالب کی تصانیف کا تعارف بھی کرایا گیا ہے۔ایک عام آدمی کے لئے غالب کو سمجھنے میں یہ کتاب معاون ثابت ہوتی ہے۔

91-مرزا غالب، حالاتِ زندگی......شاعری پر ایک نظر اور چھ غزلیں شرح کے ساتھ:

ابوالخیر کشفی کی تصنیف ہے۔ اُردو اکیڈمی سندھ نے اسے کراچی سے شائع کیا۔ سال تصنیف درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۱۰ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کے حالات اور شاعری سے متعلق ناقدانہ بحث کی گئی ہے۔ یہ حصہ ۱۶۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں غالب کی چھ غزلوں کی شرح کی گئی ہے(۴۸)۔ پہلے حصے کے مندرجات اس طرح ہیں:

(۱) مرزا غالب کے حالاتِ زندگی اور ان حالات کا اثر ان کی شاعری پر (۲) شاعری کے ادوار (۳) کچھ غالب کی شاعری کے بارے میں

غالب کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے مصنف نے درج ذیل چھ عنوانات پر بحث کی ہے:

☆ فلسفیانہ شاعری ☆ حزنیہ اور عشقیہ شاعری ☆ غالب کی شاعری میں شوخی،طنز اور ظرافت ☆ غالب کی شاعری کے دوسرے پہلو ☆ غالب کے اثرات اُردو شاعری پر ☆ اُردو تنقید اور غالب

کتاب کے آخر میں جن غزلوں کی شرح کی گئی ہے،ان کے مصرع ہائے اولیٰ یہ ہیں:

☆ نوید امن ہے بیدادِ دوست جاں کے لیے ☆ دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی ☆ نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے ☆ خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے ☆ سب کہاں کچھ لالہ وگل میں نمایاں ہوگئیں ☆ مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے

بحیثیت مجموعی یہ کتاب سلیس، رواں اور عام فہم انداز میں لکھی گئی ہے۔ غالب کی زندگی اوران کی شاعری کے بارے میں نادر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔

92-غالب کی شخصیت اور شاعری:

پروفیسر رشید احمد صدیقی کی تصنیف ہے۔ ابتداً ہندوستان سے شائع ہوئی (۲۹)۔ پاکستان میں یہ چوہدری اکیڈمی لاہور سے شائع ہوئی۔ سال اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۰۴ ہے۔ یہ کتاب مصنف کے ان دو خطبات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ''غالب کی شخصیت'' اور ''غالب کی شاعری'' پر ٹیگور ہال میں دیے تھے۔ ترتیب یوں ہے:

(۱) ٹیگور ہال:

جمعرات ۱۳ ر فروری ۱۹۶۹ء ساڑھے ۴ بجے شام...... ''غالب کی شخصیت'' (۱ تا ۴۵)

(۲) ٹیگور ہال:

جمعہ ۱۴ ر فروری ۱۹۶۹ء ساڑھے ۴ بجے شام...... ''غالب کی شاعری'' (۴۹ تا ۹۶)

یہ خطبات غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر دیے گئے تھے۔ ان میں غالب کی شخصیت اوران کی شاعری پر عہد بہ عہد بحث کرتے ہوئے غالب کی پوری زندگی کا نقشہ تنقیدی انداز میں ہمارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک غالب شاعر ہونے کے اعتبار سے بے مثل، شخص ہونے کے اعتبار سے صلح پسند، عافیت جو، بامروت اور غیر معمولی حد تک ذہین تھے۔ یہ کتاب سلسلۂ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

93-غالب شعور اور لاشعور کا شاعر:

ڈاکٹر سلیم اختر کی تصنیف ہے۔ فیروز سنز نے اسے کراچی سے شائع کیا ہے۔ سال اشاعت درج نہیں۔ صفحات کی تعداد ۱۸۰ ہے۔ یہ کتاب درج ذیل دس مضامین کا مجموعہ ہے:

(۱) غالب کا نفسیاتی مطالعہ (۲) شعور و لاشعور کا شاعر (۳) غالب خطوط کے آئینے میں (۴) غالب کی نرگسیت (۵) مرد عاشق کی مثال، غالب (۶) غالب کی شاعری میں جنس (۷) غالب۔ مکتب غم دل میں (۸) غالب۔ آتش زیر پا (۹) بیاض غالب کا تجزیاتی مطالعہ (۱۰) غالب اور چغتائی کے ذہنی رابطے

پہلے آٹھ مقالات غالب کی شخصیت میں بنیادی نوعیت کے بعض نفسی رجحانات کو اجاگر کرتے ہیں۔ان میں غالب ''شخص'' کی بجائے غالب ''مرد'' کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آخری دو مقالات میں ''بیاضِ غالب کا تجزیاتی مطالعہ'' ۱۹۶۹ء میں دریافت شدہ اس بیاض پر مبنی ہے جو بخطِ غالب ہے اور جس میں ۱۹ برس کی عمر تک کا کلام ہے۔ یہ مقالہ خالصتاً تحقیقی نوعیت کا ہے۔ دسویں مضمون میں بظاہر چغتائی کی تصاویر کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے لیکن درحقیقت اسے تخلیقی عمل کا مطالعہ سمجھنا چاہیے۔ گویا یہ بھی ایک طرح کا تحقیقی مضمون ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب پر نفسیاتی تنقید کے تناظر میں مرتب کی گئی ہے جسے پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

94- بزمِ فردوس:

ڈاکٹر شجاع ناموس کی کتاب ہے۔ شیخ مبارک علی نے اسے لاہور سے شائع کیا۔ سال اشاعت درج نہیں ہے۔ اس کتاب میں غالب کو دیگر شعراء کی مجلس میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہے۔ یہ مجلس جنت میں منعقد کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب زیادہ تر تصوراتی مناظر پر مشتمل ہے تاہم اس سے غالب کی شخصیت اور ان کے فن کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

95- خیابانِ غالب:

شمس الدین صدیقی کی کتاب ہے۔ یہ عظیم پبلشنگ ہاؤس، پشاور سے شائع ہوئی۔ طباعت کا سال درج نہیں۔ اس کتاب میں غالب کی شاعری اور نثر نگاری کے اہم پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ ابتدا میں ''پیش لفظ'' کے عنوان سے ایک جامع شذرہ ہے جس میں غالب کی زندگی اور فن کے بارے میں مختصراً بحث کی گئی ہے۔ کتاب کے آخری میں غالب کے متفرق اشعار بھی دیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی معیاری اور عمدہ کتاب ہے۔

96- صحیفہء ادب:

شیخ عبدالرحمٰن طارق کی تصنیف ہے اس کی اولین اشاعت قیامِ پاکستان سے قبل ہوئی (۳۰)۔ ازاں بعد چوہدری اکیڈمی لاہور سے دوبارہ شائع ہوئی۔ سال اشاعت درج نہیں۔ صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

باب اوّل: (۱) مبادیات (۲) علم النفس (۳) شعر کی ماہیت اور شاعری کے لوازمات (۴) فصاحت (۵) بلاغت (۶) شعر کی ماہیت (۷) بعض دیگر شرطیں (۸) آمد اور آورد میں فرق

باب دوم: (۱) مرزا غالب کی شاعری (۲) عشقیہ (۳) صوفیانہ (۴) اخلاقیات (۵) فلسفیانہ (۶) بہاریہ (۷) شوخی اور ظرافت (۸) وجدانیات (۹) محاکات (۱۰) آرٹ (۱۱) تخیل (۱۲) موسیقی اور ترنم (۱۳) تشبیہیں اور استعارات (۱۴) الفاظ اور ترکیبیں (۱۵) بلاغت (۱۶) حسنِ استدلال (۱۷) معنی آفرینی (۱۸) سہل ممتنع (۱۹) زورِ کلام (۲۰) تسلسل اور روانی (۲۱) صنائع بدائع (۲۲) فلسفۂ غم (۲۳) خاتمہ

کتاب کے پہلے باب میں فنِ شاعری کی حقیقت اور ماہیت سے متعلق بحث ہے جبکہ دوسرے باب میں مرزا غالب کی شاعری کی خصوصیات گنوائی گئی ہے۔ اس کتاب کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کلام غالب کے وہ نکات سامنے لائے گئے ہیں جن سے غالب کے فلسفیانہ خیالات کا اظہار مطلوب ہے۔ علاوہ ازیں اس باب میں مصنف نے اہلِ مغرب کے اقوال اور مشرقی شعراء کے اشعار سے غالب کے کلام کا موازنہ کیا ہے۔ غالب کے دقیق اشعار کی شرح، عمدہ اشعار کا انتخاب، صنائع بدائع غرض ہر فنی پہلو جس کا شعر سے تعلق ہے، نہایت شستہ، عام فہم اور سلیس زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی غالب پر لکھی جانے والی اولین کتابوں میں یہ کتاب اہم مقام رکھتی ہے۔

97- جہاتِ غالب:

ڈاکٹر عقیل احمد نے اس کتاب کو مرتب کیا۔ اولاً یہ کتاب ہندوستان سے شائع ہوئی (۳۱)۔ پاکستان میں اسے شاہد پبلی کیشنز نے لاہور سے شائع کیا۔ سال اشاعت درج نہیں۔ صفحات کی تعداد ۲۶۴ ہے۔ یہ کتاب مختلف اہل قلم کی اٹھارہ (۱۸) تحریروں کا مجموعہ ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب صدیوں کے آئینے میں (پروفیسر محمد حسن)

(۲) غالب خوش گفتار (ڈاکٹر مغیث الدین فریدی)

(۳) غالب کے تین شعر (ڈاکٹر کمال احمد صدیقی)

(۴) تفہیم غالب (اقبال کے حوالے سے) (پروفیسر عبدالحق)

(۵)	تمنا کہیں جسے	(پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی)
(۶)	مرزا غالب داستانی مزاج	(پروفیسر شکیل الرحمٰن)
(۷)	غالب اور جدید فکر	(پروفیسر شیم حنفی)
(۸)	غالب اور جدید ذہن	(ڈاکٹر تنویر احمد علوی)
(۹)	نیا ادبی تناظر اور غالب	(پروفیسر قاضی افضال حسین)
(۱۰)	غالب کے سوانحی کوائف	(ڈاکٹر تنویر احمد علوی)
(۱۱)	بیاضِ غالب ایک مطالعہ	(ڈاکٹر کمال احمد صدیقی)
(۱۲)	آزادیِ اظہار کا مسئلہ اور مرزا غالب	(پروفیسر صادق)
(۱۳)	غالب کی کلام میں تطابق بہ نفی کی صورتیں	(پروفیسر عتیق اللہ)
(۱۴)	غالب، تنقید کے جہات	(افضال حسین)
(۱۵)	غالب کی عصری حیثیت	(پروفیسر شارب ردولوی)
(۱۶)	غالب کا رویائے زیست	(پروفیسر نقی حسین جعفری)
(۱۷)	غالب سے ہمارا رشتہ	(پروفیسر شیم حنفی)
(۱۸)	غالب کی فارسی شاعری۔ایک تعارف	(نثار احمد فاروقی)

کتاب کے تمام مضامین غالب کی شاعرانہ عظمت کو اجاگر کرتے ہیں۔بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالبیاتی سرمائے میں اہم اضافہ ہے۔

98-غالب اور آہنگِ غالب:

ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی تصنیف ہے۔ابتداً اس کتاب کے دو ایڈیشن ہندوستان سے شائع ہو چکے ہیں (۳۲)۔پاکستان میں یہ کتاب کاروانِ ادب نے ملتان سے شائع کی۔سالِ اشاعت درج نہیں۔صفحات کی تعداد ۴۴۷ ہے۔زیرِ نظر کتاب درج ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

پہلا باب: ☆غالب کا زمانہ ☆سیاسی اور معاشرتی حالات ☆شعر وسخن کی محفلیں

دوسرا باب: ☆غمِ عزت اور غمِ روزگار ☆پنشن کا قضیہ ☆قیدِ فرنگ ☆شہرت کی خواہش

تیسرا باب: ☆غمِ عشق ☆مجازی عشق ☆رشک ☆طنز ☆عشق کے متعلق مضامین

چوتھا باب: ☆غالب کا تغزل ☆تخیلی فکر ☆تخیل کی اندرونی رمز ☆تخیل کی خارجی رمز ☆جدت ادا ☆لفظ اور معانی ☆غم کی پر چھائیاں ☆خیالی پیکروں کا مقابلہ ☆علامتی لفظ ☆رنگ و بو کے شعری محرک ☆غزل کے دوسرے اساتذہ سے موازنہ ☆شاعرانہ تخلیق اور ہیت

پانچواں باب: ☆حکیمانہ شاعری ☆وحدت وجود ☆انسانی عظمت ☆حرکی تخیل اور روح کی آزادی ☆حکیمانہ نکتہ آفرینیاں ☆غالب کی عظمت

زیر نظر کتاب میں مجموعی طور پر غالب کی تخیل پروازی کے مختلف پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ غالب کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تخیل کو اپنے تابع کر لیا۔ مصنف کا کہنا ہے کہ غالب کی مقبولیت کی ایک بڑی وجہ ان کی حکیمانہ طرز ادا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب کے فکر و فن کو سمجھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

دیگر زبانوں میں تنقید

99- "Ghalib (A Critical Introduction)":

Written by: Sayyid Fayyaz Mahmood

Published by: University of the Punjab' Lahore

Year: 1969 **Pages:** 518

CONTENTS:

زیرِ نظر کتاب مجلسِ یادگارِ غالب، پنجاب یونیورسٹی نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع کی۔ یہ کتاب غالب کی حیات اور فن کے بارے میں تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھاتی ہے۔

100- "The Problem of Style and Technique in Ghalib":

Written by: Ahmad Ali

Published by: Akrash Press, Karachi

Year: 1969 **Pages:** 23

غالب کے اسلوبِ بیان اور ان کے طرزِ تحریر کے بارے میں یہ ایک تنقیدی نوعیت کا مضمون ہے جسے ایک کتابچے کی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

101- "Aspects of Ghalib":

Compiled by: Sol Schindler

Published by: Pakistan American Cultural Centre, Karachi

Year: 1970 **Pages:** 94

CONTENTS:

(1) The Problem of Style and Technique in Ghalib *(Ahmed Ali)*

(2) Ghalib and Iqbal *(B.A Dar)*

(3) The Uses of Poetry for Historical Undrestanding: The Case of Ghalib *(Ainsilc T,Embree)*

(4) Ghalib: Man and Poet *(Hamid Ahmad Khan)*

(5) Ghalib: An Individualist *(Mumtaz Hasan)*

زیرِ نظر کتاب مختلف اہلِ قلم کے لکھے پانچ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جس میں غالب کی شخصیت اور فن پر بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب پاکستان میں ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

102- "Hundred Gems From Ghalib":

Written by: S.Rahmatullah

Published by: National Book Foundation, Karachi

Year: 1980 **Pages:** 186

زیر نظر کتاب میں غالب کی سو غزلوں کو درج کر کے ان پر جامع انداز میں بحث کی گئی ہے اور غالب کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان سو غزلوں کو غالب کی شاعری کا نمائندہ کہا گیا ہے۔

103- "Ghalib":

Written by: Khawaja Tariq Mahmood

Published by: Bazm-i-Ilm-o-Fan, Pakistan' Islamabad (2nd Edition)

Year: 1997 Pages: 88

زیر نظر کتاب غالب کے منتخب اشعار کا انگریزی میں ترجمہ ہے۔ ابتداء میں غالب کی زندگی کا اجمالی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب پر جامع تبصرہ باب چہارم میں موجود ہے۔

104- "Mirza Ghalib a Creative Biography":

Written by: Natalia Prigarina

Translated by: Usama Farooqi

Published by: Oxford University Press, Karachi.

Year: 2001 Pages: 361

یہ کتاب بنیادی طور پر روسی زبان میں شائع ہوئی۔ قبل ازیں پاکستان میں اس کا اُردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے (تفصیل گزشتہ صفحات میں موجود ہے)۔ اُسامہ فاروقی اس کے مترجم تھے۔ اب یہ کتاب انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر شائع کی گئی ہے۔ مصنفہ نے اس کتاب میں غالب کی شخصیت اور ان کے فن کو عہد بہ عہد بیان کیا ہے۔

105- "Wine of Passion":

Written by: Sarfraz Khan Niazi

Published by: Feroze Sons, Lahore

Year: 2012

یہ کتاب مصنف کے علم و دانش کا اہم شاہکار ہے۔ اس میں مصنف نے غالب کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی شخصیت اور فن پر اہم روشنی ڈالی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

☆......☆O☆......☆

مجموعی جائزہ

پاکستان میں غالب پر تحقیقی کام کی طرح تنقیدی کاوشوں کی رفتار بھی تیز رہی۔ نصف صدی میں ایک سو کے لگ بھگ کتب تصنیف ہوئیں۔ لکھنے والوں نے مجموعی طور پر غالب کے فکر وفن کی خصوصیات کو اجاگر کیا اور انہیں قدیم اور جدید شعری ادب کے تناظر میں پرکھا۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ تنقیدی کام غالب کی اُردو شاعری پر ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ غالب کی شاعری ان کے اپنے عہد کے شعری رویوں کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ زمانے کے شعرو ادب پر بھی واضح اثرات مرتب کرتی ہے۔ اس لئے آج کا نقاد غالب کے شعری محاسن سے صرف نظر نہیں کرسکتا۔ غالب کے شعری محاسن میں ان کا فکری حسن اور فنی خوبیاں دونوں شامل ہیں۔ غالب کی شعری قدر و قیمت کا جائزہ لینے کے لئے پاکستانی نقاد ایک طرف تو عرفیؔ، نظیریؔ، ظہوریؔ اور بیدلؔ کے غالب پر اثرات کو پرکھنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف مابعد کے شعراء بالخصوص اقبالؔ، فیضؔ، حالیؔ اور حسرتؔ کی شاعری پر غالب کے اثرات کو تلاش کرنے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ بعض ناقدین نے غالبؔ کو میرؔ، ناسخؔ اور شیفتہؔ کے تقابلی جائزے کے ذریعے پرکھا اور غالب کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں موجودہ عہد کا عظیم شاعر قرار دیا۔

پاکستان میں غالبؔ کی فکر کے ساتھ ساتھ ان کے فن پر بھی تنقید کی گئی۔ ان کے فنی محاسن پر لکھنے والوں نے ان کے شعری آہنگ، لفظیات، تراکیب، صنائع، بدائع اور لسانیات کے دیگر پہلوؤں کو سامنے رکھا اور شعرِ غالب کے فنی محاسن کو موضوعِ بحث بناتے ہوئے اس پر کھل کر لکھا۔ بعض حضرات نے غالبؔ کی شاعری کے ذریعے سے ان کے مغربی اور سائنسی شعور کو پرکھنے کی کوشش کی اور دلائل و براہین کے ساتھ انہیں شعری ادب میں جدید سائنسی فکر کا علمبردار قرار دیا۔

پاکستان کے کچھ ذہین نقادوں نے غالب کے حالاتِ زندگی سے قطع نظر کرتے ہوئے انہیں ان کی شاعری کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کی۔ اس طرح ان کی شخصیت کی وہ تصویر جو اشعار کے دھندلکوں میں پوشیدہ تھی، نکھر کر سامنے آ گئی۔ یہ کام بلاشبہ مستحسن اور انفرادیت کا حامل ہے۔ اس سلسلے میں سلیم احمد، جیلانی کامران، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر وزیر آغا کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے علی الترتیب ''غالب کون ہے؟''، ''غالب کی تہذیبی شخصیت''، ''غالب شعور اور لاشعور کا شاعر''، ''نذرِ غالب'' اور ''غالب کا ذوقِ تماشا'' جیسی نادر کتب لکھ کر غالب کی شخصیت کو مارکسی اور نفسیاتی تنقید کی روشنی میں سمجھنے کا حق ادا کر دیا۔ تاہم اس روش کے برعکس نیاز فتح پوری، سلطان صدیقی اور انیس ناگی جیسے اہلِ قلم نے غالب کی شخصیت کے منفی پہلوؤں پر زیادہ گہری نظر رکھی اور ''غالب شکنی'' کی روایت کو آگے بڑھایا۔

غالب کی شاعری اور شخصیت پر جتنا کام ہوا اس کے مقابلے میں ان کی فارسی شاعری اور اُردو نثر پر بہت کم توجہ دی گئی۔ پاکستان میں غالب پر جو تنقیدی کتب شائع ہوئیں ان میں سے بعض کتابیں ہندوستان میں بھی اشاعت پذیر ہوئیں۔ اسی طرح بعض ہندوستانی ادیبوں کی نادر کتب کو پاکستان میں شائع کیا گیا۔ دیگر موضوعات کی طرح ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر سب سے زیادہ تنقیدی کتب شائع ہوئیں۔ اس موقع پر ایک درجن سے زیادہ کتابیں منظرِ عام پر آئیں۔

پاکستان میں تنقیدِ غالب پر کام کرنے والے مذکرہ بالا اہلِ قلم کے علاوہ ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر آفتاب احمد اور مشکور حسین یاد جیسے قابلِ قدر اہلِ قلم نے نہایت اچھوتے اور منفرد انداز میں غالب پر لکھا اور غالب شناسی کا حق ادا کیا۔ اُردو کتب کے ساتھ ساتھ بعض مصنفین نے انگریزی کتب تصنیف کیں جن میں سید فیاض محمود کا نام اہمیت سے خالی نہیں ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(تحقیق)

(۱) تفصیل "باب اوّل" میں موجود ہے۔

(۲) ممتاز احمد، ڈاکٹر۔ "تحقیق و تنقید"، حافظ محمود شیرانی، مرتب: (پٹنہ: بہار اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۲ء)،ص ۸۷

(۳) جمیل جالبی، ڈاکٹر۔ "تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر لکھنے کے اصول"، "اُردو میں اصول تحقیق"، جلد اوّل، ڈاکٹر ایم سلطانہ بخش، مرتب: (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)، ص ۲۷

(۴) تفصیل "باب دوم" میں موجود ہے۔

(۵) (i) (لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، مئی ۱۹۳۶ء) صفحات ۳۷۹

(ii) (لاہور: عزیمین پریس، مارچ ۱۹۴۱ء) صفحات ۳۸۳

(iii) (لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، ۱۹۴۴ء) صفحات ۳۸۰

(iv) (لاہور: عالمگیر الیکٹرک پریس، دسمبر ۱۹۳۶ء) صفحات ۳۸۰

(۶) (کانپور: نامی پریس، ۱۸۹۷ء) صفحات ۴۳۰

(۷) تفصیلی تبصرہ "باب اوّل" میں موجود ہے۔

(۸) چند قابل ذکر ہندوستانی اشاعتوں کی تفصیل یہ ہے:

(i) (لکھنو: مطبع ادبیہ، ۱۹۶۴ء)۔ صفحات ۳۵۴

(ii) (الہ آباد: رائے صاحب لالہ رام دیال اگروالا، ۱۹۵۸ء)، صفحات ۳۱۰

(iii) (دہلی: مکتبہ جامعہ، اگست ۱۹۷۱ء، (حصہ اُردو)، صفحات ۲۱۹

(iv) (دہلی: مکتبہ جامعہ، اگست ۱۹۷۱ء (حصہ فارسی) صفحات ۲۲۵ تا ۳۶۳

(v) (دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۶ء) صفحات ۴۳۸

(۹) (i) (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، سن اشاعت ندارد) صفحات ۲۰۰

(ii) (لاہور: کشمیر کتاب گھر، سن اشاعت ندارد) صفحات ۲۴۴

(۱۰) (لکھنو: نگارستان پریس، ۱۸۹۹ء)

(۱۱) ماہنامہ "ماہِ نو"، (کراچی، جلد نمبر ۱۷، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۶۴ء)

(۱۲) (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، جولائی ۱۹۷۰ء)

(۱۳) (ملتان: امروز پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۸ء)

(۱۴) (لکھنو: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۳ء)، صفحات ۲۸۸

(۱۵) (آگرہ: عزیزی پریس، ۱۹۳۲ء)، صفحات ۹۶

(۱۶) (دہلی: باردوم، غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۶۹ء)، صفحات ۳۹۱

(۱۷) (لکھنو: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۶۲ء)، صفحات ۲۰۷

(۱۸) (لکھنو: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۶۵ء)، صفحات ۳۶۵

(۱۹) (دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، طبع اوّل ۱۹۳۸ء)، صفحات ۱۰۳۔ طبع دوم، اکتوبر ۱۹۵۰ء، صفحات ۲۳۲ طبع سوم، جنوری ۱۹۵۵ء، صفحات ۲۸۳، طبع چہارم، ستمبر ۱۹۶۴ء، طبع پنجم، فروری ۱۹۷۶ء صفحات ۲۷۹

(۲۰) (i) (لاہور: فیروز سنز، سن ندارد)، صفحات ۲۴۷

(ii) (دہلی: جہانگیر ڈپو، سن ندارد)، صفحات ۲۴۷

(۲۱) (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو (ہند) جون ۱۹۵۳ء)، صفحات ۴۹۵

(۲۲) زیرِ نظر پاکستانی اشاعت میں قاضی عبدالودود کا مضمون ''ہر مزد ثم عبدالصمد'' شامل نہیں کیا گیا۔

(۲۳) اشاعت اوّل۔ (لکھنو: مکتبہ جامعہ ۱۹۳۹ء)، صفحات ۱۳۰

(۲۴) اشاعت ثانی۔ (کراچی: فضلی سنز، ۱۹۹۸ء)

(۲۵) (دہلی: مکتبہ پیامِ تعلیم، سن ندارد)۔

(۲۶) (دہلی: لکشمی پرنٹنگ ورکس، سن ندارد)، صفحات ۳۱۱

(۲۷) (دہلی: مہتہ آفسٹ ورکس، ۱۵ر فروری ۱۹۶۸ء)

(۲۸) اس کتاب کا ایک ایڈیشن مکتبہ ندیم، کراچی سے بھی شائع ہوا ہے۔

(۲۹) (دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، فروری ۱۹۷۶ء)، صفحات ۳۲۳

(۳۰) قدرت نقوی، سید، دیوانِ غالب ...... نسخۂ خواجہ یا نسخۂ مسروقہ، (کراچی: مکتبہ تخلیق ادب، ۲۰۰۰ء)، ص ۴۷

(۳۱) (بمبئی: ساکار پبلی کیشنز، ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۰ء)

(۳۲) (بمبئی: ساکار پبلی کیشنز، باراوّل، ۲۷ر دسمبر ۱۹۸۹ء)

(۳۳) (دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۷ء)، صفحات ۶۷ (دیوناگری رسم الخط)

(۳۴) (دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۲۰۰۵ء)، صفحات ۴۵۳

(۳۵) (حیدرآباد دکن: افضل برقی مشین پریس، ۱۹۵۰ء)

(۳۶) (لکھنؤ: مرکز تصنیف و تالیف، ۱۰ اردسمبر ۱۹۷۷ء)، صفحات ۳۱۴

(۳۷) (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، جنوری ۱۹۷۷ء)

(38) (Karachi: The Azam Book Corporation, 1956) Pages-294

(۳۹) (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء)، صفحات ۳۲۹

(۴۰) (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو (ہند)، ۱۹۶۰ء)، صفحات ۲۸۴

(۴۱) خورشید الاسلام، ڈاکٹر۔ غالب: ابتدائی دور، (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو (ہند) ۱۹۶۰ء)، ص ۳

(۴۲) (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)، صفحات ۶۲۴

(۴۳) (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)، صفحات (جلد اوّل) ۳۴۸، (جلد دوم) ۳۳۹ تا ۶۰۷

(تنقید)

(۱) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ اُردو تنقید کا ارتقاء، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۰ء)، ص ۳۵

(۲) ایضاً، ص ۳۶

(۳) عبداللہ، ڈاکٹر سید۔ اشاراتِ تنقید، (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۷۶ء)، ص ۸

(۴) ان ناقدین کی غالب شناسی پر تفصیلی بحث "باب اوّل" میں موجود ہے۔

(۵) اشاعتِ ثانی، (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۷۷ء)، صفحات ۴۰۷

(۶) (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، اشاعتِ اوّل ۱۹۳۱ء، دوم ۱۹۳۹ء)، صفحات ۳۱۶

(۷) اشاعتِ ثانی، (بہاول پور: ادارہ حلیمہ سعدیہ عرفانیہ، ۲۵ دسمبر ۱۹۶۸ء)

(۸) تفصیل باب دوم (ترتیب و تدوین) میں موجود ہے۔

(۹) اشاعتِ ثانی، (لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۷۹ء)، صفحات ۳۲۰

(۱۰) (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۴ء)

(۱۱) (i) (اورنگ آباد: انجمن اُردو پریس، ۱۹۲۵ء)، صفحات ۱۰۵

(ii) (اورنگ آباد: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۳۵ء)، صفحات ۱۰۶

(iii) (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، مئی ۱۹۵۴ء)، صفحات ۷۱

(۱۲) (بریلی: قومی کتب خانہ، طبع اوّل، ۱۹۳۶ء)

(۱۳) (i) اشاعتِ ثانی، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۳ء)

(ii) اشاعتِ ثالث، ایضاً، ۲۰۰۳ء

(۱۴) (لکھنو: نصرت پبلشرز، ۱۹۸۶ء)

(۱۵) اشاعتِ ثانی، (لاہور: بزمِ اقبال، مارچ ۲۰۰۳ء)، صفحات ۲۰۴

(۱۶) حالیہ اشاعت اضافہ شدہ ہے۔ دس صفحات بڑھائے گئے ہیں اور اسے ملٹی میڈیا افیئرز، لاہور نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔

(۱۷) (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۵ء)، صفحات ۱۳۶

(۱۸) (بمبئی: مکتبہ گفتگو، فروری ۱۹۷۰ء)، صفحات ۲۰۲

(۱۹) (دہلی: غالب اکیڈمی، اپریل ۱۹۷۹ء)، صفحات ۲۰۸

(۲۰) (ملتان: کاروانِ ادب، ۱۹۸۶ء)، صفحات ۱۸۳

(۲۱) یہ کتاب معصوم پبلی کیشنز سے فروری ۱۹۸۷ء میں سری نگر (کشمیر) میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۵۸۸ تھی۔ لیکن پاکستان میں اس کے دو حصے الگ الگ کتابی شکل میں شائع کیے گئے ہیں۔ ایک حصہ ''مرزا غالب اور مغل جمالیات'' کے عنوان سے اور دوسرا ''مرزا غالب کا داستانی مزاج'' کے عنوان سے الگ کتابی شکل میں ہے۔

(۲۲) فرح زبیح، نادر ذخیرہ غالبیات، (ملتان: شعبہ اُردو، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۸۳

(۲۳) (نئی دہلی: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۹۰ء)

(۲۴) اس کتاب کو ''شروح'' میں شامل کر کے سید حامد علی شاہ کے شارح ہونے کی حیثیت سے تفصیلی تبصرہ باب چہارم میں موجود ہے۔

(۲۵) (علی گڑھ: ایجوکیشنل بکس، ۱۹۷۷ء)

(۲۶) (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۵۶ء)

(۲۷) علی گڑھ والے ایڈیشن میں ''غالب بطور محقق'' از، قاضی عبدالودود اور ''غالب کا تفکر'' از، سید احتشام حسین شامل تھے لیکن پاکستانی ایڈیشن میں انہیں شامل نہیں کیا گیا۔

(۲۸) کشتی کی شرح نگاری پر بحث، باب چہارم (ترجمہ و تشریح) میں موجود ہے۔

(۲۹) (دہلی: شعبہ اُردو دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء)، صفحات ۹۶

(۳۰) (لاہور: ہندکی دروازہ، ۱۹۳۵ء)، ص ۳۲۲

(۳۱) (دہلی: غالب اکیڈمی، جولائی ۲۰۰۳ء)، صفحات ۲۶۴

(۳۲) اشاعتِ اوّل: (نئی دہلی: غالب اکیڈمی، دسمبر ۱۹۶۸ء)

اشاعتِ دوم: ایضاً ستمبر ۱۹۷۱ء

باب چہارم:

ترجمہ وتشریح

(الف) ترجمہ

(i) منثور اُردو تراجم
(ii) منظوم اُردو تراجم
(iii) منثور انگریزی تراجم
(iv) منظوم انگریزی تراجم
(v) علاقائی زبانوں میں تراجم
(vi) مجموعی جائزہ

(ب) تشریح

(i) اُردو کلام کی شرحیں
(ii) متفرق اُردو شرحیں
(iii) فارسی کلام کی شرحیں
(iv) مجموعی جائزہ

☆...... حوالہ جات وحواشی

(الف) ترجمہ

ترجمہ نگاری نہایت مشکل اور ادق فن ہے۔ اس کے لیے کسی زبان کے مفہوم کو کسی دوسری زبان کے الفاظ میں بیان کر دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ صاحب بصیرت مترجم کی کوشش ہوتی ہے کہ مفہوم کو نئے الفاظ کے سانچے میں ڈھال کر وہی پہلا تاثر اور وہی پہلی سی چاشنی برقرار رکھ سکے۔ اگر چہ کلیتاً ایسا ہونا ناممکن ہے لیکن ایسا ہونے کے لیے جتنی محنت درکار ہوتی ہے اتنی ہی محبت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یقیناً کسی ترجمے کے پس پردہ جب تک محنت اور محبت دونوں عناصر کارفرما نہیں ہوں گے، ترجمہ ادب پارہ نہیں بلکہ محض ترجمانی کہلائے گا۔ محبت کے اسی جذبے کو ظ۔ انصاری نے ''جذبِ اندروں'' کہا ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''ترجمہ بھی اس طرح اصل کی ایک نقل ہے جیسے مصوری یا اداکاری۔ مصوری میں تو قلم سے، اداکاری میں جسم کی حرکات وسکنات سے اور ترجمے میں زبان دانی کی صلاحیت سے کام لینا پڑتا ہے۔ لیکن حقیقت کی کوئی نقالی مکمل طور پر نہیں ہو سکتی جب تک اس سے نقل کرنے والے کا ''جذبِ اندروں'' شامل نہ ہو''(۱)۔

ویسے دیکھا جائے تو ترجمہ نگاری ایک طرح کا تخلیقی کام بھی ہے کیونکہ نئی زبان میں مفہوم کی تاثیر کو قائم رکھنے کے لیے جن الفاظ کا چناؤ درکار رہتا ہے وہ خالصتاً تخلیقی مزاج کا متقاضی ہے جس سے ایک باصلاحیت مترجم عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اصل عبارت کے لیے تخلیقی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ترجمہ نگاری بھی ایک تخلیقی عمل ہے۔ سید غفران الجیلی نے ایک جگہ ''فنِ ترجمہ کے اصول ومبادیات'' کے زیرِ عنوان ایک اچھے ترجمے

کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

"ایک اچھا ترجمہ ہمیشہ تخلیقی ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ترجمہ سے متبادل اور مترادف الفاظ کی تلاش کرنا نہیں بلکہ ان افراد کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے جو دوسری زبان کو نہیں جانتے۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسے افراد کے لیے غیر زبان کے مفاہیم کو ان کی اپنی زبان اور اسلوب بیان میں بتانا پڑتا ہے اور یہ ایک اعتبار سے بازیافت کا عمل ہے۔ اصل کو پڑھ کر اسے ترجمے کی زبان میں اس کے روزمرہ اور محاورے کے مطابق بیان کرنا کسی تخلیق سے کم نہیں ہوتا" (۲)۔

جہاں تک مترجمین غالب کا تعلق ہے پاکستان میں بہت کم اہل قلم ایسے ہیں جنہوں نے غالب کی بعض نگارشات کا ترجمہ کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ وجہ یہ ہے کہ غالب نے اپنی تخلیقات بالخصوص شاعری میں مشکل پسندی کے رجحان کو ملحوظ خاطر رکھا۔ انہوں نے فارسی اور عربی کے مشکل الفاظ استعمال کیے ہیں۔ یہ طرز عمل اگرچہ ان کی صلاحیت سے بالاتر نہ تھا لیکن ایک مترجم کے لیے پہلے اس رجحان کی تفہیم اور پھر ایک اور زبان میں اس کا اظہار دوہری مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جہاں فکر یا تخیل کی کارفرمائی ہو، وہاں مترجم کا کام نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اقبالؔ کا ترجمہ غالبؔ کے ترجمے سے آسان ہے۔ کیونکہ غالبؔ کے یہاں صرف فکر ہی نہیں بلکہ اس کا مخصوص استعاراتی نظام اور پیکر تراشی ہے اور وہ اقبالؔ سے زیادہ پہلودار شاعر ہیں۔ جن مترجمین نے غالبؔ کی شاعری کے تراجم کیے ہیں انہوں نے اشعار کی پہلوداری کی طرف دھیان نہیں دیا اور جو اشعار ایک سے زیادہ مفاہیم کے حامل تھے ان سے صرف نظر کرتے ہوئے ترجمے میں صرف اشعار کے سطحی مفہوم کو اجاگر کیا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر ناقدین ادب کا کہنا ہے کہ شاعری کا ترجمہ کرنا ناممکن ہے۔ منیرا ے شیخ کے مطابق:

"ناقدین ادب کی اکثریت کم و بیش اس بات پہ متفق ہے کہ شاعری کا ترجمہ

ہو ہی نہیں سکتا۔ زیادہ سے زیادہ ایک زبان کی شاعری کا مفہوم دوسری زبان تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ مگر شاعری جیسے نازک فن کی نزاکتیں، اس کے لہجے، اس کا انداز، اس کی چاشنی ترجمے میں منتقل نہیں ہوسکتی'' (۳)۔

پاکستان میں سب سے زیادہ غالب کے اُردو کلام کے تراجم ہوئے ہیں۔ یہ تراجم انگریزی زبان کے علاوہ علاقائی زبانوں میں ہوئے ہیں۔ اگرچہ غالب کی فارسی شاعری کے بعض تراجم ہوئے لیکن ایک تو وہ کتابی شکل میں موجود ہیں دوسرا ان کے فارسی کلام کی اُردو میں شرحیں لکھی گئی۔ اگرچہ یہ بھی ترجے ہی کی ایک شکل ہے لیکن چونکہ وہ بنیادی طور پر شرحیں ہیں اس لیے آگے شرحوں کے ضمن میں ان کا جائزہ الگ انداز میں لیا جائے گا۔ اس باب کے زیر بحث حصے میں منثور و منظوم اُردو تراجم، منثور و منظوم انگریزی تراجم اور کچھ علاقائی زبانوں کے تراجم (جو کتابی شکل میں موجود ہیں) کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ جائزہ سالِ تصانیف کی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جائے گا۔

سابقہ ابواب میں جو کتب زیرِ بحث لائی گئی ہیں ہم نے ان کا سطحی جائزہ لیتے ہوئے صرف کتب کے کوائف اور بنیادی معلومات بیان کی ہیں، لیکن تراجم کی جائزہ کاری میں مثالیں دینا ضروری ہے، اس لئے زیرِ نظر باب میں تمام کتب کا جائزہ نسبتاً تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ اگرچہ مقالے کی ضخامت اس کی متحمل نہیں لیکن مترجمین کی ترجمہ نگاری پر مثالوں کے ساتھ بحث کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ہم کم سے کم مثالیں دینے پر اکتفا کریں گے۔

☆......☆O☆......☆

(i) منثور اُردو تراجم

غالب کی بعض فارسی تصانیف کی اہمیت اور عوام و خواص میں ان کی مقبولیت کے پیش نظر ان کے ترجموں کا اعزاز پاکستانی اہل علم کو حاصل ہوا ہے۔ یہ سارے تراجم اُردو نثر پر مشتمل ہیں، الگ کتابی شکلوں میں ترتیب دیے گئے ہیں اور مختلف اوقات میں شائع ہو کر اب تک ان کی تعداد بارہ (۱۲) ہو چکی ہے ان میں زیادہ تر غالب کی فارسی نثری تصانیف ہیں جو اُردو میں ترجمہ ہوئی ہیں۔ البتہ صرف ایک ترجمہ غالب کے فارسی قصائد کا ہوا ہے۔ جو صرف ترجمہ ہے۔ تشریح نہیں ہے، ورنہ اسے شرحوں میں درج کیا جاتا۔ باقی گیارہ (۱۱) نثری تصانیف ہیں جو فارسی سے اُردو کے قالب میں ڈھالی گئیں۔ ان میں غالب کے فارسی مکاتیب کے پانچ، ''دستنبو''، ''مہر نیم روز'' اور ''پنج آہنگ'' کے دو، دو تراجم ہوئے ہیں۔ یہ سارے تراجم مختلف اہل علم کی دیدہ ریزی اور محنت و محبت کا ثمر ہیں اور پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں مثالی کردار ادا کرتے ہیں۔ آئندہ سطور میں ان تراجم کو سالِ اشاعت کی زمانی ترتیب کے ساتھ شاملِ تبصرہ کیا جاتا ہے۔ یہ جائزہ ۲۰۰۵ء تک شائع ہونے والی کتب پر مشتمل ہے۔

1-باغِ دودَر:

سید وزیر الحسن عابدی کی ترتیب دی ہوئی کتاب ہے۔ پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۶۸ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۴۰ ہے۔ یہ کتاب دراصل غالب کے ادبی آثار میں آخری یادگار ہے اور چونکہ ان کی نظم و نثر دونوں پر مشتمل ہے اس لیے ''باغ دودَر'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس کا دوسرا حصہ منثورات پر مشتمل ہے جن میں مختلف احباب کے نام غالب کے ساتھ فارسی مکاتیب شامل ہیں۔ زیر بحث کتاب میں تعلیقات کے علاوہ نثری حصے کا ترجمہ بھی دیا گیا ہے جو اس وقت ہمارا موضوع ہے۔ یہ ترجمہ ''تحقیق نامہ باغ دودَر'' کے عنوان سے کتاب کے آخر میں

درج کیا گیا ہے، جسے فارسی خطوط کی تلخیص کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ تحقیق نامے کے ضمیمہ "ترتیب نامہ" کے صفحہ "ک" پر عابدی کے یہ الفاظ دیکھیے:

> "شروع کے دو خط تلخیص کے انداز میں پیش کرنے کے بعد ہم نے محسوس کیا کہ تحقیقی مقاصد کے لیے بہتر ہوگا کہ ہر اصل خط کو تمام و کمال اُردو میں سامنے لایا جائے۔ اس لیے باقی تمام اُردو خطوط فارسی کی ہو بہو ترجمہ ہیں" (۴)۔

لیکن اس کے مطالعے سے جو بڑا نقص سامنے آتا ہے وہ ترجمے کا بے جا اختصار ہے۔ یہ نہ تو لفظی ترجمہ ہے اور نہ ہی بامحاورہ بلکہ فارسی عبارت کے مفہوم کا ملخص اُردو جملوں میں بیان کر دیا گیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ترجمہ نہ تو لغوی ہے اور نہ ہی لفظی...... مثلاً چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

> (۱) حضرت سلامت، رافت نامه که از جے پور بال روانی کشوده بود بدل فریبی و اُمید افزائی نه تنهاغم از دل بلکه دل از من ربود.
>
> ترجمہ: "حضرت سلامت تفقد نامہ جے پور سے آیا اور میرے لیے غم زدہ اور دل ربا بن کر آیا" (۵)۔
>
> (۲) آئینه پیش رو نهادم و بسر پیچیدم و کله بر سامان فگندم وهم بدیں صورت که گفتم به نامه نگاری رو آوردم۔
>
> ترجمہ: "آئینہ سامنے رکھا اور بصد فخر سر پر باندھ کر یہ عریضہ لکھنا شروع کیا" (۶)۔

پاکستان میں غالب کے فارسی خطوط کا ترجمہ کرنے کی یہ ابتدائی کاوش ہے اس لیے عابدی کا یہ کام قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ بعد کے مترجمین مثلاً پرتو روہیلہ نے بھی اسی ترجمے سے استفادہ کرنے کا دعویٰ کیا ہے (۷)۔

2- پنج آہنگ (آہنگ پنجم):

محمد عمر مہاجر کا ترجمہ ہے۔ ادارہ، یادگارِ غالب، کراچی نے مارچ ۱۹۶۹ء میں اسے کتابی شکل میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۰ ہے۔ یہ غالب کی تصنیف ''پنج آہنگ'' کے آہنگ پنجم میں شامل ۱۶۰ فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ ہے۔ پنج آہنگ کی اولین اشاعت (دہلی: ۱۸۴۹ء) کے بعد سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے باوجود کسی غالب شناس کا دھیان اس کے ترجمے کی طرف نہیں گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ غالب کے فارسی خطوط میں مشکل تراکیب کی بھرمار نے ترجمہ کرنے والوں کے لیے کئی ایک مشکلات کھڑی کر دیں۔ جس کے باعث کسی صاحب علم نے ان خطوط کے ترجمے کو ہاتھ لگانا آسان نہیں سمجھا بلکہ سبط حسن نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا کہ:

> ''کسی غالب شناس کو اب تک اس کے ترجمے کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔ مشکل کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ہمارے اربابِ قلم اپنی اُردو تحریروں میں غالب کے فارسی خطوط کے اقتباس دینے میں تو بخل نہیں کرتے لیکن ترجمہ کرنے سے گریز کر جاتے ہیں'' (۸)۔

پاکستان میں غالب کے فارسی خطوط کا یہ پہلا باقاعدہ ترجمہ ہے۔ مترجم نے نہایت سلیقے کے ساتھ بامحاورہ ترجمے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کو ضخامت سے بچانے کے لیے فارسی متن کے بغیر صرف ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ متن میں موجود فارسی اشعار کا ترجمہ نہیں کیا گیا بلکہ یہ اشعار اپنی اصلی حالت میں اپنے موقع پر درج کیے گئے ہیں۔ اہم نکات کی وضاحت کے لیے حواشی بھی نہیں دیے گئے۔ ذیل میں مولوی محمد علی خاں کے نام لکھے گئے ایک خط (نمبر ۰۷) کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

> ''قبلہ، خدا پرستاں وکعبہ، حق جویاں سلامت! گزارشِ مراسمِ نیاز کو تقریب کامیابی اور حصولِ سعادت کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ حاملِ مکتوب گواہ ہے کہ میں یہ خط کس حالت میں لکھ رہا ہوں۔ جمعرات کو موڑہ پہنچا اور اتوار تک وہیں ٹھہرا رہا۔ پیر کی صبح کو موڑہ سے چلا اور رات ایک گاؤں میں گزاری۔ منگل کو چلا تارا پہنچا۔ اگر زندگی باقی رہی تو کل صبح فتح پور روانہ ہو جاؤں گا۔ زیادہ حدِ ادب'' (۹)۔

یہ ترجمہ جس قدر آسان عام فہم اور بامحاورہ ہے، اس خط کے القاب کو ترجمے میں ڈھالنا شاید اتنا ہی مشکل تھا کہ مترجم نے اسے اپنی اصلی حالت میں رہنے دینا مناسب سمجھا۔ جس طرح انہوں نے دیگر خطوں کے القاب کا ترجمہ کیا ہے اسی طرح انہوں نے یقیناً اس کے ترجمے کی کوشش بھی کی ہوگی لیکن مشکل تراکیب کے ہاتھوں شاید وہ ایسا نہیں کر پائے۔ بہرحال یہ کتاب اصولِ ترجمہ نگاری کے بہت سے معیارات کو برقرار رکھنے کی ایک اہم اور کامیاب کوشش ہے۔ کتاب کے آخر میں "رجال"، "کتب ورسائل"، "مقامات" اور "ادارے" کے ذیلی عنوانات کے تحت ایک اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

3- دستنبو:

مخمورؔ سعیدی، مترجم ہیں۔ علی ناصرؔ عابدی کی ترتیب و تدوین کے ساتھ یہ کتاب غالب اکیڈمی، کراچی سے اگست ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۲۱ ہے۔ ابتداء میں "سرگزشتِ غالب" کے زیرِ عنوان وزیر آغا نے دستنبو کی تصنیف کے مقاصد کو اجاگر کرتے ہوئے غالب کے اسلوب کا جائزہ لیا ہے۔ اس کے بعد ناصر عابدی نے "خاندان ونسب" کے عنوان سے غالب کے حالاتِ زندگی اور ان کی تصانیف وغیرہ کا تعارف کرایا ہے۔ اس کے بعد امتیاز علی عرشی نے "کلامِ غالب کا انتخاب کس نے کیا" کے زیرِ عنوان ایک جامع شذرہ رقم کیا ہے کہ مولانا آزاد کی یہ رائے درست نہیں کہ غالب کے کلام کا انتخاب مولانا فضلِ حق خیر آبادی اور مرزا افاقی نے کیا تھا، بلکہ عرشی کے مطابق اپنے کلام کا انتخاب غالب نے خود کیا تھا۔ زیرِ بحث کتاب میں ان مقالات کے بعد دستنبو کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے۔ مترجم موصوف نے اسے عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے لیکن فارسی الفاظ وتراکیب نے اس کو بوجھل کر دیا ہے۔ بعض مقامات پر تو فارسی الفاظ کی آمیزش نے عبارت کے حسن کو بری طرح متاثر کر ڈالا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

> "شروع سے آخر تک اس کتاب میں وہی کچھ ہے جو مجھ پر گزرتا ہے۔ یاد ہوگا، سننے میں آتا ہے۔ میں دادگیرے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اور سچائی میں نجات کا خواہاں۔ اس تحریر میں میرا سرمایہ شنیدہ باتیں ہیں ناشنیدہ بھی بہت باقی ہیں" (۱۰)۔

اس انداز کے ترجمے کی ثقالت کو املا اور کتابت کی اغلاط نے اور زیادہ قبیح بنادیا ہے۔ مثلاً:

''اس کی دلجوئی کے لئے کسی فرشتے کو بھیج اور اس کی روح کو ہمیشہ کے لیے جنت میں جا کر دے۔ دائے یہ نیک حو۔''(۱۱)۔

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ ''جگہ''''تا کہ''اور''ہو'' کی املا غلط لکھی گئی ہے لیکن یہ اور اس جیسی کئی اغلاط نے ترجمے کے معیار کو کم کردیا ہے۔ بہت کم ایسے مقامات ہیں جہاں سلاست اور روانی کی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں اگر اس طرح کا متوازن معیار تمام ترجمے میں برقرار رکھا جاتا تو بلاشبہ یہ ایک شاہکار ترجمہ ہوتا۔ مثلاً یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

''۲۷ فروری کو جب سنیچر کا دن رات میں تبدیل ہوگیا اور رات کے تین پہر گزر گئے دادخواہوں کے دلوں کا دھواں دلوں کے روشن کرنے والے چاند پر اس طرح چھا گیا کہ دیکھنے والے بے اختیار چیخ اٹھے کہ چاند گہن میں آگیا''(۱۲)۔

اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ متن میں موجود فارسی اشعار کا بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ملکہ معظمہ انگلستان کی مدح میں غالب کا ایک فارسی قصیدہ درج کیا گیا ہے۔

4-مہرِ نیم روز:

پروفیسر سید عبدالرشید فاضل اس تصنیف کے مترجم ہیں۔ انجمن ترقی اُردو، پاکستان نے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۰۲ ہے۔ ''حرفے چند'' جمیل الدین عالی کا تحریر کردہ ہے۔ جس میں وہ اسے مہرِ نیم روز کا پہلا ترجمہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے علم کے مطابق یہ غالب کی مشہور تصنیف ''مہرِ نیم روز'' کا پہلا اُردو ترجمہ''(۱۳)۔

یہ بلاشبہ غالب کی ایک ادق فارسی تحریر کا اُردو ترجمہ ہے جس میں فارسی اندازِ بیاں کی جملہ نزاکتیں اور موشگافیاں، مطالب کے ساتھ سادہ اُردو زبان میں موجود ہیں۔ یہ ترجمہ بھی فارسی متن کے بغیر ہے البتہ جہاں فارسی اشعار آئے ہیں وہاں انہیں اپنی اصل حالت میں درج کرنے کے بعد اُردو ترجمہ بھی دیا گیا ہے۔ مثلاً

کام نہ بخشیدہ، گنہ چہ شماری
غالب مسکین بالتفات نیرزد

"اے اللہ! تو نے ہم کو مراد و مدعا سے تو ہم کنار کیا نہیں (پھر) ہمارے گناہ کیا شمار کرتا ہے! غالب مسکین التفات کے قابل نہیں ہے" (۱۴)۔

اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مترجم نے اہم نکات کی وضاحت کے لیے حواشی ترتیب دیے ہیں۔ یہ حواشی کتاب کے آخر میں (صفحہ ۲۴۲ تا ۲۸۶) دیے گئے ہیں اور صفحہ وار ہیں۔ مثلاً نثری ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو جس میں ایک حاشیے کے لیے ایک حوالہ بھی دیا ہوا ہے۔

"اے ژرف نگاہ (صاحب بصیرت) لوگو! اقبال خداداد کی عجوبہ کاری دیکھنے کے قابل ہے کہ جو لوگ کل تک جب شہنشاہ چاہتا تھا کہ تخت پر پیر اور سر پر تاج رکھے تو اس کی اس خواہش پر نکتہ چینی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خلاف عہد نامہ کیونکر کریں اور سپہ سالار زادے کو بادشاہ کیونکر گوارا کریں۔ یہ سر مغفر کے لائق ہے نہ کہ تاج کے اور یہ ہاتھ خنجر کا سزاوار ہے نہ کہ نگیں کا (۱۵)۔

کتاب کے آخر میں دیے گئے حواشی کے تحت مذکورہ حوالہ (۲) کے تحت لکھا ہے "اس کو بادشاہ نہیں، سپہ سالار ہونا چاہیے" (۱۶)۔

بحیثیت مجموعی یہ ایک اچھا اور معیاری ترجمہ ہے جسے عالمانہ حواشی کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔ آخر میں (صفحہ ۲۸۷ تا ۳۰۱) "فرہنگ" کے عنوان سے مشکل الفاظ کے معنی دیے گئے ہیں۔

5- غالب اور انقلابِ ستاون:

یہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی کتاب ہے۔ اولاً ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی (۱۷)۔ زیر نظر ایڈیشن کچھ اضافوں کے ساتھ الفیصل، لاہور سے جنوری ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۳۹۲ ہے۔ اس کتاب کے چار حصے ہیں۔ پہلا حصہ انقلابِ ستاون سے متعلق غالب کے فارسی روزنامچے "دستنبو" کے تعارف پر مشتمل ہے۔ دوسرا حصہ "دستنبو" کے فارسی متن اور اس کے ترجمے پر مبنی ہے۔ تیسرا حصہ ۱۸۵۷ء کے بارے میں غالب کے غیر رسمی نقطہ نظر کا حامل ہے اور آخری حصہ انقلابِ ستاون اور غالب کے شعری رویے سے بحث سے متعلق ہے۔ جہاں تک "دستنبو" کے

زیرِ بحث اُردو ترجمے کا تعلق ہے تو اس ضمن میں پہلے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے ملاحظہ ہو:

"ڈاکٹر معین الرحمٰن نے دستنبو کو پہلے اُردو میں منتقل کیا پھر اس ترجمے کو ضروری حواشی وتعلیقات اور مقدمے کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کردیا۔ اس طرح "دستنبو" کے مطالب ومباحث تک عام وخاص سب کی رسائی ہوگئی اور غالب کے بارے میں کئی ایسی باتیں سامنے آگئیں جو صرف نئی نہیں بلکہ بعض وجوہ سے حیرت انگیز بھی ہیں۔ دستنبو کو اُردو میں منتقل کرنا، اس کے نکات کو سمجھنا اور اس کے پس منظر پر وثوق سے گفتگو کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہ تھی" (۱۸)۔

متن میں شامل فارسی اشعار کا ترجمہ بھی کردیا گیا ہے اور نثری عبارت کے ترجمے میں بعض مقامات پر جملہ ہائے معترضہ کے ذریعے سے غالب کے مؤقف کی تائید کی گئی ہے۔ ترجمہ کو بامحاورہ بنایا گیا ہے اور ضروری مقامات پر حواشی بھی درج کیے گئے ہیں۔ ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

"کچھ مسکین، گوشہ نشین جن کو انگریزی حکومت کی مہربانی سے کچھ نان و نمک میسر تھا، شہر کے مختلف علاقوں میں ایک دوسرے سے دور زندگی کے دن گزار رہے تھے (ایسے مسکین وصلح پسند (۱۹)) جو تیر وتبر کے فرق سے ناواقف تھے اور اندھیری راتوں میں چوروں کے شوروغل سے ڈر جاتے تھے، جن کے ہاتھ تیر وتلوار سے خالی تھے۔ سچ پوچھو تو ایسے لوگ ہر گلی کوچے اور شہر کے ہر حصے میں ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں جو لڑائی کے ارادے سے کمر کس کر تیار ہوسکیں (۲۰)۔

"غالب اور انقلاب ستاون" میں شامل دستنبو کے اس اُردو ترجمے کے بارے میں ایک انکشاف یہ بھی ہوا ہے کہ یہ ترجمہ دراصل رشید حسن خاں کا ہے جس کا حوالہ دیے بغیر سید معین الرحمٰن نے اسے اپنی کتاب میں شامل کرکے اسے اپنے نام سے منسوب کردیا ہے۔ اس امر کا انکشاف معروف غالب شناس لطیف الزمان خاں نے بھی کیا ہے (۲۱)۔ ویسے ۱۹۶۰ء میں خواجہ احمد فاروقی کی ادارت میں دہلی سے شائع ہونے والے ایک رسالے "اُردوئے معلی" میں یہ ترجمہ رشید حسن خاں کے نام سے شائع ہوچکا ہے (۲۲)۔ جس سے اس انکشاف کی تصدیق ہوجاتی ہے۔ علاوہ ازیں پون کمار ورما نے بھی رشید حسن خاں کے مذکورہ ترجمے کا حوالہ اپنی کتاب "غالب، شخصیت اور عہد" میں دیا ہے (۲۳)۔

6- مکتوباتِ غالب:

لطیف الزماں خان مترجم ہیں۔ یہ کتاب دانیال، کراچی سے دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ یہ غالب کے ''نامہ ہائے فارسی'' مرتبہ: سید اکبر علی ترمذی کا اُردو ترجمہ ہے۔ یہ وہ خطوط ہیں جو غالب نے سفرِ کلکتہ اور قیامِ کلکتہ کے دوران اپنے احباب کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے غالب کے سفرِ کلکتہ کے بارے میں نادر معلومات ملتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب کے آغاز میں ''معروضات'' کے عنوان سے مترجم نے کتاب کا تعارف کرایا ہے۔ ''پیش لفظ'' قاضی عبدالودود نے لکھا ہے۔ جبکہ ''مقدمہ'' اور ''تعارف'' سید اکبر علی ترمذی (مرتب) کے تحریر کردہ ہیں۔ اس ترجمے کو نہایت سلیقے اور مہارت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ متن میں موجود ادق اور مشکل تراکیب کو نہایت اچھوتے اور عام فہم انداز میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے۔ اس ترجمے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے حواشی اور حوالہ جات کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ مترجم نے اہم نکات کی وضاحت کے لیے دیدہ ریزی کے ساتھ نہایت عالمانہ حواشی درج کیے ہیں۔ خطوط کا فارسی متن نہیں دیا گیا۔ البتہ فارسی اشعار اور ان کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

''خرسندی غالب نه بود زیں همه گفتن
یک بار بفرمائی که ای هیچ کس ما
جو کچھ آپ نے کہا اس ساری تعظیمی گفتگو سے غالب خوش نہیں ہے آپ
صرف ایک بار اتنا ہی کہہ دیں کہ اے ہمارے ادنیٰ غلام'' (۴۴)۔

اسی طرح نثری عبارت کا ترجمہ بھی با محاورہ اور سہل بیانی کا مظہر ہے۔ فارسی عبارت کے پیچیدہ نکات کو احسن طریقے سے اُردو کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ ترجمے کا ایک نثری اقتباس ملاحظہ ہو۔ یہ نواب سید علی اکبر خاں طباطبائی کے نام ایک خط کا اقتباس ہے:

''جی ہاں! مجھ فقیر کا نام اسد اللہ خاں ہے اور لقب مرزا نوشہ ہے اور تخلص غالب، لیکن یہ چوں کہ چار حروف سے مل کر بنتا ہے اس لیے بعض بحروں میں نہیں کھپتا۔ اس لیے میں کلمہ اسد کو جو کہ میرے نام کا مخفف ہے اور تین حروف سے مل کر بنتا ہے کبھی کبھی بطور تخلص استعمال کرتا ہوں۔ اگر یہ میرا

قصور ہے تو معاف کیا جائے اور اگر یہ میرا فعل جائز ہے تو انصاف کا طالب ہوں۔ باقی امید رکھتا ہوں کہ نام کے تبدیل کرنے کی ذلت کے داغ کو میرے دامن سے دھوڈالیں اور اس کے بعد جو جی چاہے کہیں" (۲۵)۔

عبارت کی روانی سے ترجمے کی افادیت دوچند ہوگئی ہے۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

7-نامہ ہائے فارسی غالب (اُردو ترجمہ):

سید اکبر علی ترمذی کے ترتیب دیے ہوئے غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ ہے۔ پرتو روہیلہ اس کے مترجم ہیں۔ ادارہء یادگار غالب نے ۱۹۹۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ قبل ازیں لطیف الزماں خاں بھی اس فارسی مجموعہ خطوط کا ترجمہ کر چکے ہیں۔ پرتو روہیلہ نے اسمیں کوئی نیا اور منفرد کارنامہ سرانجام نہیں دیا بلکہ انہوں نے بعض فارسی تراکیب کا ترجمہ کیے بغیر انہیں اپنی اصلی حالت میں رہنے دیا ہے۔ چنانچہ کتاب کی ابتداء میں "پیش گفتار" کے زیرِ عنوان وہ اپنے ترجمے کی غرض وغایت کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> "یہ ترجمہ، جو آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں، ایک بنیادی مفروضے پر مبنی ہے اور وہ مفروضہ یہ ہے کہ اس ترجمے کو پڑھنے والا ایک اوسط درجے کی علمی استطاعت کا قاری ہوگا، یعنی کوئی پرائمری کا طالب علم اس کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اس مفروضے پر اس ترجمے کی بنیاد رکھنا اس لیے ضروری تھا کہ ہر لفظ اور ہر فقرے کا ترجمہ کرنا اصل متن کی روح کو زخمی کرنے کے مترادف تھا........ اس خیال کے مدِ نظر میں نے متعدد الفاظ، بہت سے فقروں، اکثر القاب و آداب کو جوں کا توں رکھا، ان کا ترجمہ کرنا مناسب نہیں سمجھا" (۲۶)۔

اس بیان میں مترجم کی توجیہ اپنی جگہ لیکن بعض فقروں کا ترجمہ کرنا اور بعض کو بغیر ترجمہ کیے چھوڑ دینا ترجمہ نگاری کے اصولوں کے منافی ہے۔ اس انداز سے ایک طرف تو علم وادب کے ضابطوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور دوسری طرف ترجمہ کیے جانے کے باوجود عبارت کی تفہیم میں ویسی ہی دشواریاں برقرار رہتی ہیں جو اصل متن کو سمجھنے میں پیش آتی ہیں۔ تفہیم کے لیے مترجم کو

بعض مقامات پر ''جملہ ہائے معترضہ'' کے طور پر اپنی طرف سے چند وضاحتیں کرنی پڑتی ہیں لیکن ترجمے میں مترجم کے اپنے وضاحتی کلمات کا اضافہ بھی ترجمہ نگاری کے خلاف ہے۔ مثلاً نثری ترجمے کا یہ اقتباس دیکھیے:

> ''قبلہ پرستوں کے قبلہ اور جویانِ حق کے کعبہ (خدا آپ کو) سلامت (رکھے)! (یہ فدوی) اپنے آپ کو (آپ کی) خاطرِ خطیر میں یاد دلانے کو وجودِ سعادت کے لوازم میں سے سمجھ کر گزارشِ مراسمِ نیاز کو حصولِ مدعا کی تقریب قرار دیتا ہے'' (۴۷)۔

غور فرمائیے کس قدر ثقیل اور ادق عبارت ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے اس عبارت کو مزید ترجمے کی ضرورت ہے، ورنہ ادب کا ایک عام قاری ترجمے کی موجودہ شکل کو نہیں سمجھ سکتا۔ غالب کے فارسی خطوط کے اس ترجمے کو اگر سادہ اور عام فہم الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کی جاتی تو بلاشبہ اس کی اہمیت میں بہت اضافہ ہو جاتا۔

8-باغِ دودَر میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ:

پرتو روہیلہ مترجم ہیں۔ بزمِ علم و فن پاکستان نے ۲۰۰۰ء میں اسے اسلام آباد سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۴۰ ہے۔ کتاب کا دیباچہ ڈاکٹر وحید قریشی کا تحریر کردہ ہے۔ وہ وزیر الحسن عابدی کے ''باغِ دودَر'' کے ترجمے پر تنقید کرتے ہوئے پرتو روہیلہ کی ترجمہ نگاری کی خصوصیات کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''وزیر الحسن عابدی نے غالب کی آخری کتاب ''باغِ دودَر'' کو اول دو قسطوں میں اورینٹل کالج میگزین میں ۱۹۶۰ء۔۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔ اس کی دوسری اشاعت کی نوبت ۱۹۶۸ء میں آئی جس میں تعلیقات کے علاوہ نثری حصے کا ترجمہ بھی شامل تھا۔ پرتو روہیلہ صاحب نے کتاب کے ہر دو ایڈیشنوں کا تقابل کر کے دونوں کے اختلاف کی نشاندہی کی ہے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اس کی پہلی اشاعت کا متن زیادہ صحیح ہے اور دوسری اشاعت میں وہ احتیاط نہیں برتی گئی جس کی توقع عابدی جیسے غالب شناس سے تھی ...... پرتو روہیلہ ایک کہنہ مشق شاعر ہی نہیں

فارسی زبان پر عالمانہ دسترس رکھنے والے عالم بھی ہیں۔ تفہیم غالب کے حوالے سے ان کی مساعی کسی تعارف کی محتاج نہیں" (۲۸)۔

پرتو روہیلہ نے اس ترجمے کو خالصتاً تحقیقی انداز میں ترتیب دیا ہے جو ان کی محققانہ بالغ نظری کا ثبوت ہے۔ ابتدا میں (صفحہ ۱۹ تا ۱۱۶) خطوط کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے اور اس کے بعد (صفحہ ۱۱۷ تا ۲۰۶) خطوط کا فارسی متن درج کیا گیا ہے۔ ازاں بعد مکتوب الیہم کے سوانح دیے گئے ہیں۔ آخر میں "فرہنگ" کے زیر عنوان مشکل الفاظ کے معنی دیے گئے ہیں۔ اہم مقامات پر وضاحت طلب امور کے لیے حواشی کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے یہ ایک جامع اور مربوط کتاب بن گئی ہے۔

"نامہ ہائے فارسی غالب" کے ترجمے کی نسبت پرتو روہیلہ کا زیر بحث ترجمہ نہایت عمدہ، سلیس اور رواں ہے۔ ایک تو ان خطوط کا کوئی جملہ ایسا نہیں جسے پرتو روہیلہ نے ترجمے کے قالب میں نہ ڈھالا ہو اور دوسرا یہ کہ اسے انہوں نے بڑی محنت اور دیدہ ریزی کے ساتھ عام فہم اور بامحاورہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً منشی ہیرا سنگھ کے نام لکھے گئے ایک چھوٹے سے خط کا اصل متن اور ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

"سعادت و اقبال نشان منشی هیرا سنگھ صاحب سلمه الله تعالیٰ بعد سلام و آرزوی دیدار باور کنند ویقین دانند که دل بسوی شما نگرانست. ایا چه روی داد که چهار روز برابر گذشت و تشریف نیاورند. اگر گناهی کرده ام گناه مرا ببخشند و اگر نیامدن را وجهی دیگر است مرا ازاں خبر دهند و اگر ایں چنیں نیست، بیایند و بار غم از دلم بردارند. والسلام بیگناه و روسیاه و عذر خواه" (۲۹).

اب اس فارسی عبارت کا اُردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

"سعادت مند و صاحب اقبال منشی ہیرا سنگھ خدا اس کو سلامت رکھے۔ سلام اور آرزوئے دیدار کے بعد باور کریں اور یقین جانیں کہ دل تمہاری طرف نگراں ہے۔ نہ معلوم کیا واقعہ ہوا کہ پے در پے چار روز گزر گئے اور تشریف نہ لائے۔ اگر مجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے تو مجھے بخش دیں اور اگر نہ

آنے کی کوئی اور وجہ ہے تو مجھے اس سے آگاہ کریں اور اگر ایسا نہیں ہے تو آئیں اور بارِ غم کو میرے دل سے دور کریں۔ والسلام اسد اللہ بے گناہ ورو سیاہ و عذر خواہ'' (۳۰)۔

تمام خطوط میں ترجمے کا یہی انداز ہے۔ پرتو روہیلہ نے اس ترجمے کے وقت سید وزیر الحسن عابدی کے ترجمے کو بھی پیش نظر رکھا اور اس سے استفادہ بھی کیا۔ لکھتے ہیں:

''زیرِ نظر ترجمے میں عابدی صاحب کے ترجمے سے ایک خاص مدد لی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو توضیحاتی الفاظ فاضل مرتب نے قلابین [ ] میں لکھے ہیں ان کو بغیر کسی تصدیق و تحقیق کے من و عن اسی طرح ترجمے میں شامل کرلیا ہے'' (۳۱)۔

بلاشبہ یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں اہم مقام رکھتی ہے۔

9- مہرِ نیم روز:

لطیف الزماں خاں اس کے مترجم ہیں۔ ملتان آرٹس فورم، ملتان نے جون ۲۰۰۳ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۴۴ ہے۔ اس وقت دنیا میں ''مہر نیم روز'' کا یہ واحد نسخہ ہے جو مترجم کی ملکیت ہے۔ انہوں نے زیر بحث کتاب میں اس نسخے کا عکس بھی شائع کیا ہے اور آخر میں بامحاورہ اُردو ترجمہ بھی دیا ہے۔ کتاب کی ابتداء میں ''مہرِ نیم روز نسخہ لطیف الزماں خان'' کے زیرِ عنوان مترجم اور کالی داس گپتا رضا نے الگ الگ نسخے کا تعارف کرایا ہے جس سے مہر نیم روز کی علمی اہمیت کے ساتھ ساتھ اس مخطوطے کی موجودہ حالت پر گہری روشنی پڑتی ہے۔

کتاب میں صفحہ نمبر ۴۷ تا ۱۶۸ مہرِ نیم روز کا اصل متن دیا گیا ہے جبکہ اس کے فوراً بعد صفحہ ۱۶۹ سے ترجمہ شروع ہو کر صفحہ ۳۴۱ تک اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ اس ترجمے کا اہم وصف یہ ہے کہ مترجم نے اہم نکات کی وضاحت کے لیے حواشی درج کیے ہیں۔ متن میں موجود فارسی اشعار کو ترجمے والے حصے میں دوبارہ درج کر کے ترجمہ کیا گیا۔ ان اشعار کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم الفاظ میں ہے، نمونہ ملاحظہ ہو:

"بُرد آدم از امانت هر چه گردو بر نتافت
ریخت می بر خاک چون در جام گنجیدن نه داشت

آدم نے وہ بارِ امانت اُٹھالیا جسے آسمان نہ اُٹھاسکا۔ ساقی نے شراب کی وہ مقدار جو جام میں نہ سماسکی زمین پر بہادی" (۳۲)۔

اسی طرح ایک نثری اقتباس اور اس کے ترجمے کا ایک نمونہ بھی ملاحظہ فرمایئے:

"رنگھا بروی هم ریخته و نقشهابه پهلوی هم انگیخته، شهری چون نگار خانهء چین برنگ و بو آراسته و بآراستگی از مانی و بهزاد رونما خواسته خنیا گران بهنجار نغمه سرائی هوشمندانه در دف زدن و تماشائیان از روئے ذوق افزائی بیخودانه در کف زدن" (۳۳).

لکھتے ہیں:

"ہر طرف نئی قسم کی سجاوٹ کی گئی تھی۔ شہر مثل نگار خانہء چین کی طرح آراستہ کیا گیا تھا اور اپنی آراستگی کی وجہ سے مانیؔ اور بہزادؔ سے رونمائی مانگتا تھا۔ گانے والے فن موسیقی کے اصول پر نہایت ہوش مندی سے دف بجانے میں مصروف تھے اور تماشائی انتہائی شوق میں بحالتِ بے خودی تالیاں بجارہے تھے" (۳۴)۔

بحیثیت مجموعی مترجم نے اپنے منفرد اسلوب کے باعث ترجمے میں جاذبیت پیدا کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ اس میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ پاکستان میں ذخیرہء غالبیات میں اہم مقام رکھتا ہے۔

10- نقش ہائے رنگا رنگ:

ڈاکٹر صابر آفاقی مترجم ہیں اور یہ غالب کے فارسی قصائد کا اُردو ترجمہ ہے۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان نے ۲۰۰۴ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۴۰ ہے۔ مترجم نے ابتداء میں "مرزا غالب کے فارسی قصائد" کے زیرِ عنوان سترہ صفحات کا ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں غالب کی فارسی قصیدہ نگاری کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے قصائد کا تعارف کرایا گیا ہے۔ مترجم نے غالب کے اکہتر (۷۱) قصائد کی دستیابی کا ذکر کیا ہے جن میں سے کلیاتِ نظم (مطبوعہ: ۱۸۶۳ء) میں سے چونسٹھ (۶۴) اور مزید سات قصیدے "سبد چیں" اور

''باغِ دو دَر'' میں سے لیے گئے ہیں۔ ان اہم قصائد میں سے بارہ (۱۲) دینی موضوعات پر ہیں۔ پندرہ (۱۵) بہادر شاہ ظفر کی شان میں۔ تین (۳) ملکہ وکٹوریا کی تعریف میں۔ سولہ (۱۶) قصائد ان انگریزوں کی ستائش میں جو برصغیر پر حکمرانی کرتے رہے ہیں۔ دو (۲) قصیدے واجد علی شاہ اور اسی طرح نصیر الدین حیدر، شیودھان سنگھ، شیفتہ، آرزو اور ضیاء الدین نیر وغیرہ کے نام ایک ایک قصیدہ شامل ہے۔ مترجم نے نہایت آسان الفاظ میں اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اپنے ترجمے کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرا یہ ترجمہ نہ اتنا لفظی ہے کہ بے مزہ ہو جائے اور نہ ہی اس قدر بامحاورہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اسے اصل سے ملا کر سمجھنا چاہے تو اسے مشکل پیش نہ آئے۔ ان دونوں باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے کوشش کی ہے کہ میں فارسی کی رہنمائی غالب کی گنجینۂ معنی تک کردوں۔ میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ قارئین حضرات ہی کرسکیں گے'' (۳۵)۔

مترجم موصوف نے ترجمے میں بچے تلے الفاظ سے کام لے کر اس کے اندر جامعت پیدا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ یہ ترجمہ اصل متن کے بغیر ہے۔ صرف ہر قصیدے کا مطلع متن کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ اگر قصائد کا متن بھی دیا جاتا تو اس کتاب کے معیار میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا۔ ترجمہ کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے:

''دوش در عالم معنی کہ ز صورت بالاست
عقل فعال سرا پردہ زدہ بزم آراست

کل عالم معنی میں جو ظاہری عالم سے بلند تر ہے.......... عقلِ فعال نے خیمہ لگایا اور بزم آراستہ کی'' (۳۶)۔

ایک اور قصیدے کا مطلع اور اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''ہر چہ در مبداء فیاض بود آنِ من است
گل جدا ناشدہ از شاخ بہ دامانِ من است

جو چیز بھی مبداء فیاض میں ہے وہ میری ہی ہے.......... پھل شاخ سے جدا بھی نہیں ہوتا کہ میرے دامن میں آ جاتا ہے'' (۳۷)۔

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ بھی ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے اور پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

11- آہنگِ پنجم:

پرتوؔ روہیلہ کا ترجمہ ہے، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی نے اسے ۲۰۰۴ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۸۲ ہے۔ یہ غالب کی کتاب "پنج آہنگ" میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ ہے۔ ابتداء میں پچاسی (۸۵) صفحات پر مشتمل پیش لفظ ہے، جسے بڑی محنت اور دیدہ ریزی سے لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں ۳۷ اشخاص کے نام غالب کے خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ یہ ترجمہ بھی پرتوؔ روہیلہ کے دیگر تراجم کی طرح اپنی اہمیت وافادیت کا حامل ہے۔

12- متفرقاتِ غالب:

پرتوؔ روہیلہ کا ترجمہ ہے، ادارہ یادگارِ غالب، کراچی نے اسے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ یہ سید مسعود حسن رضوی ادیب کے مرتبہ: غالبؔ کے غیر مطبوعہ فارسی مکتوبات کا اُردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں غالب کے پانچ افراد کے نام انچاس (۴۹) خطوط کا ترجمہ شامل ہے۔ ان میں مولوی سراج الدین احمد کے نام اکیس (۲۱)، مرزا احمد بیگ خان کے نام چھ (۶)، مرزا ابوالقاسم کے نام بیس (۲۰) اور جامع جہاں نما و شیخ ناصر کے نام ایک، ایک خط شامل ہے۔

اس کتاب میں پرتوؔ نے صرف خطوط کا ترجمہ کیا ہے، جبکہ رضویؔ کی مرتبہ کتاب میں فارسی منظومات بھی موجود تھیں، جن سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔ سابقہ تراجم کی نسبت پرتوؔ کا یہ ترجمہ نہایت بلیغ اور سلیس اُردو میں ہے۔ حسبِ ضرورت قوسین بھی استعمال کی گئی ہیں۔ سراج الدین احمد کے نام خط (نمبر۴) کے ترجمے کا ایک اقتباس بطورِ نمونہ ملاحظہ ہو:

> "وہ جان کہ جس کے اجزاء کا لطیف ترین حصہ تحلیل ہو گیا اور شراب سے تلچھٹ کی طرح اور آگ سے راکھ کی صورت جو کچھ باقی رہ گیا ہے اگر دوست کے قدموں پر بکھیر (بھی) دوں تو ڈرتا ہوں کہیں اس کے پائے نازک کو زحمت نہ ہو اور اگر اس قربانی کے لیے تیار نہیں ہوتا تو دنیائے محبت

میں نادم ہوں گا'' (۱/۳۷)۔

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

13- کلیاتِ مکتوباتِ فارسیِ غالب:

پرتو روہیلہ مترجم ہیں۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد نے اسے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۸۱۳ ہے۔ اس میں غالب کے تمام فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ آخر میں مکتوبات الیہم کے حالاتِ زندگی نہایت احتیاط اور سلیقے کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔ سب سے آخر میں مکتوبات کا فارسی متن دیا گیا ہے۔ اس کلیات میں ''پنج آہنگ (آہنگ پنجم)''، ''باغِ دودر''، ''مآثرِ غالب'' اور ''متفرقاتِ غالب'' کے کل ۳۴۱ خطوط یکجا ہو کر ان کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ پرتو نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ آسان اور عام فہم ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً مولوی ولایت حسین کے نام ایک خط (خط نمبر ۳) کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

> ''قبلۂ حاجات۔ ہر چند فراق (دوست) میں زندہ رہنا مشکل ہے اور یہ بھی جانتا ہوں کہ بغیر دوست کے زندہ رہا بھی نہیں جا سکتا لیکن اپنی حد تک میں عہدِ ارادت کو اتنا محکم دیکھتا ہوں کہ اگر بفرضِ محال میرے سو سال کیا ایک لاکھ سال بھی فراق میں گزر جائیں، دل اسی طرح مائلِ وفا رہے گا اور محبت اسی طرح روز افزوں رہے گی اور اُمید کرتا ہوں کہ آپ کی ہمدردی اور التفات میں بھی اسی طرح ہر روز بروز اضافہ ہوتا رہے گا......'' (۲/۳۷)۔

(ii) منظوم اُردو تراجم

ترجمہ نگاری کے کٹھن اور صبر آزما مراحل میں جہاں نثری ترجمے کئی مشکلات پیدا کر دیتے ہیں وہاں منظوم ترجمے تو اور زیادہ مشکل تر اور بعض اوقات ناممکن ہو جاتے ہیں۔ اُردو شاعری کے بارے میں عام نقطۂ نظر یہ ہے کہ ''آمد'' کی بجائے اگر ''آورد'' کے زیرِ اثر شعر کہے جائیں تو ان میں فصاحت تام کا عنصر از خود غائب ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے کسی اجنبی زبان کی شاعری کا کسی دوسری زبان میں منظوم ترجمہ لامحالہ ''آورد'' کے رجحان کو جنم دیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں مترجم قافیہ، ردیف، بحر اور وزن وغیرہ جیسی کئی پابندیوں میں اُلجھ کر رہ جاتا ہے نتیجتاً اس کے ترجمہ کیے گئے اشعار بلاغت سے خود بخود عاری ہو جاتے ہیں۔

لیکن ان تمام دقتوں سے عہدہ برآ ہونے کے باوجود اگر کوئی مترجم اشعار کے عروضی نظام میں اُلجھ کر بھی فصیح و بلیغ شعر کہہ لیتا ہے تو بلاشبہ اس کا ترجمہ لائقِ صد تحسین ہوگا اور اگر اس حوالے سے زیرِ بحث موضوع کی طرف دیکھیں تو واضح نظر آتا ہے کہ کلامِ غالب کا منظوم ترجمہ کرنے والے ہمارے بعض اُردو شعراء نے بڑے کامیاب ترجمے کیے ہیں۔ جہاں غالب کے شعری تخیل کو اپنے الفاظ میں نظم کیا ہے وہاں انہوں نے خیال کی ندرت کو لفظوں کی چاشنی میں اتارنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

پاکستان میں غالب کی اِکا دُکا منظومات کے جزوی ترجمے تو بے شمار ہوئے ہیں لیکن اُردو کے ایسے منظوم تراجم جو کتابی حجم میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آئے ہیں اور آج ہمارے موضوع کا حصہ بنیں گے، صرف چھ ہیں۔ یہ سارے تراجم غالب کے فارسی کلام پر مشتمل ہیں۔ ان میں تین تراجم فارسی غزلیات کے ہاں۔ ایک فارسی مثنوی ''ابرِ گہربار'' کا اور ایک غالب کی فارسی رباعیات کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح ایک غالب کی متفرق منظومات کے انتخاب کو ترجمے کی صورت میں نظم کیا گیا ہے۔ یہ سارا جائزہ کتب کی زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1-ابرِ گہر بار:

رفیق خاور، اس فارسی مثنوی کے مترجم ہیں۔ رائٹرز بیورو، کراچی نے اسے غالب صدی کے موقع پر اگست ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۶ ہے۔ ابتدا میں غالب کے تحریر کردہ فارسی دیباچے اور تقریظ کو ترجمہ کر کے شائع کیا گیا ہے۔ اس کے بعد صفحہ نمبر ۱۱ سے مثنوی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مثنوی کے اختتام پر "سخن ہائے گفتنی" کے عنوان سے مترجم نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے جس میں مثنوی کا تعارف کراتے ہوئے غالب کی فارسی شاعری کی خصوصیات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں وہ لکھتے ہیں:

> "غالب کے سلسلے میں اس کی طویل ترین مثنوی "ابر گہر بار" غیر معمولی حیثیت رکھتی ہے اور صرف اس ایک مثنوی سے جو روشنی غالب کی شخصیت اور فکر و فن پر پڑتی ہے وہ اسے سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ اس کی حیثیت ایک داخلی روداد کی ہے.........اس مثنوی میں جس شرح و بسط سے واشگاف طور پر غالب کی نفسی پردہ کشائی کی گئی ہے، وہ اسے ایک بہت ہی قریب سے کھنچا ہوا عکس بنا دیتی ہے" (۳۸)۔

زیرِ نظر کتاب مثنوی کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔ مترجم نے اصل متن شامل نہیں کیا۔ یہ ترجمہ انتہائی عام فہم انداز اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ کہیں بھی ترجمے کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واقعہء معراج اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غزوات سے متعلق کسی شاعر کا ایک تخلیقی طبع زاد ادب پارہ ہو۔ "توصیفِ براق" کے زیرِ عنوان جو اشعار ترجمہ ہوئے ہیں ان میں سے چند ایک بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:

یہ ترجمہ جس قدر رواں ہے اس قدر کئی ادبی و علمی نکات کا حامل بھی ہے۔ مثلاً درج بالا ٹکڑے میں کوئی لفظ بھرتی کا نظر نہیں آتا۔ تراکیب چست اور الفاظ کی بست و کشاد میں ایک خاص سلیقہ موجود ہے۔ مترجم نے اس کے لیے "بحرِ متقارب" کا انتخاب کیا ہے جو ایک رواں اور پر اثر ردم کی بحر ہے۔ ساری مثنوی میں واقعات کے تسلسل کو برقرار رکھا گیا ہے جس سے ترجمہ نگار کی اعلیٰ صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

2- شش جہاتِ غالب:

چوہدری نبی احمد باجوہ مترجم ہیں۔ آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس نے ۱۹۷۲ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ یہ غالب کے فارسی کلام کا ایک ہمہ جہتی انتخاب اور اس کا منظوم ترجمہ ہے۔ اس میں غالب کے فارسی کلام کی چھ مختلف اصناف کو نمائندگی دی گئی ہے اور ان میں سے منظومات کا انتخاب کر کے ان کا منظوم اُردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ ابتداء میں اس کی اہمیت وافادیت کا تذکرہ کرتے ہوئے چوہدری نبی احمد لکھتے ہیں:

> "غالب کی ہر طرزِ ادا، ہر رنگِ بیاں، ہر جدتِ فکر وفن اور ہر ندرتِ خیال و جمال کو آشکار کرنے کے لیے مرزا کی فارسی شاعری کے جہانِ شش جہات سے (۱) قطعات (۲) مثنویات (۳) غزلیات (۴) رباعیات (۵) قصائد اور (۶) ترکیب بند کے شش گانہ ابواب وطبقات یعنی جملہ اصنافِ سخن کے عمدہ اور چیدہ اقتباسات اُردو ترجمے کے ساتھ مصرعہ بہ مصرعہ، شعر بہ شعر اور نظم بہ نظم جلوہ گر ہیں" (۴۰)۔

یہ غالب کے دو ہزار فارسی اشعار کا ترجمہ ہے جسے مختلف حصوں میں تقسیم کر کے زیرِ نظر کتاب ترتیب دی گئی ہے۔ ابتداء غزلیات سے ہوتی ہے جس میں ردیف "ا، ب، پ، ت، ج، خ" اور "ذ" کی غزلوں کا انتخاب شامل ہے۔ اس کتاب کا بڑا وصف یہ ہے کہ ترجمے کے ساتھ اصل متن بھی دیا گیا ہے ایک صفحے پر اصل متن اور اس کے برابر والے صفحے پر ترجمہ دیا گیا ہے۔ بطور نمونہ غزل کے چند اشعار دیکھیے:

با من کہ عاشقم سخن از ننگ و نام چیست
در امرِ خاص حجتِ دستورِ عام چیست
دِل خستہ و غمیم و بود مے دوائے ما
با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست (۴۱)

اب ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

عاشق ہوں مجھ کو مخمصہ، ننگ و نام کیا
ہے امرِ خاص حجتِ دستورِ عام کیا

بیمار غم ہیں ہم، ہے ہماری دوا شراب
دفعِ مرض میں، بحثِ حلال و حرام کیا (۴۲)

اس کتاب میں ترجمے کا ایک بڑا فنی نقص دیکھنے میں آیا ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض غزلوں کے تراجم میں "قوافی" موجود نہیں ہیں۔ صرف بحر اور ردیف سے کام چلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ امر نہ صرف قابلِ حیرت ہے بلکہ افسوس ناک بھی ہے کہ شاعری میں بالعموم اور غزل میں بالخصوص قافیے کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے کوئی صاحبِ علم انکار نہیں کر سکتا لیکن مترجم نے اس پابندی کو روا نہیں رکھا۔ مثلاً ایک غزل کے ابتدائی تین اشعار ملاحظہ ہوں:

سحر دمیده و گل در دمید نست مخسپ
جهان جهان گل نظاره چید نست مخسپ
مشام را به شمیم گلے نوازش کُن!
نسیم عالیه سا دروزید نست مخسپ
تو محوِ خواب و سحر در تاسف از انجم
به پشت دست بدندان گزید نست مخسپ
(۴۳)

اب ان اشعار کا ترجمہ دیکھیے:

دمک اُٹھی ہے سحر، گُل چٹک رہے ہیں نہ سو
چُنیں نظارہ کے پھولوں کو ایک ایک نہ سو
مشامِ جاں کو ذرا تو شمیمِ گل سے نواز
نسیمِ غالیہ سا آیا چاہتی ہے نہ سو
تو سو رہا ہے، سحر سوگ میں ستاروں کے
ہے کاٹ کھانے کو اپنے ہی ہاتھ، جاگ نہ سو (۴۴)

مطلع کے دونوں مصرعوں اور بعد کے دونوں شعروں میں قافیے کا کوئی وجود نہیں ہے۔ یہی حال ساری غزل کا ہے اور بعض دوسرے مقامات پر بھی اس طرح کے نقائص دیکھنے میں آئے ہیں۔ تاہم ان نقائص سے قطع نظر کرتے ہوئے بحیثیت مجموعی مختلف اصنافِ سخن کے منظوم تراجم کا یہ ایک اچھا اور اچھوتا انداز ہے جسے قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔

3- ہم کلام:

صبا اکبر آبادی کا ترجمہ ہے۔ بختیار اکیڈمی، کراچی نے اسے فروری ۱۹۸۶ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۲۰ ہے۔ یہ غالب کی ایک سو چار (۱۰۴) فارسی رباعیات کا منظوم اُردو ترجمہ ہے۔ ابتداء میں اپنی اس کوشش کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے صبا لکھتے ہیں:

"کلامِ غالب کے محاسن اور بلندی، اظہار کے لیے نہ مجھ ہیچمداں کا علم کافی ہے نہ مجھے یہ دعویٰ ہے کہ میں نے رباعیات کا ترجمہ اُردو رباعی میں کر کے بڑا تیر مارا ہے۔ یہ ایک طالب علمانہ کوشش ہے۔ خدا کرے کہ اہل نظر کو پسند آئے اور پھر اگر زندگی وفا کرے تو غالب کے قطعات، نوحہ جات، مثنویات وغیرہ کا اُردو ترجمہ کر سکوں" (۴۵)۔

رباعیات کا یہ ترجمہ اصل متن کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اس ترجمے کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ صبا اکبر آبادی نے رباعیات کا ترجمہ رباعی ہی کی بحر میں کیا ہے۔ فنی اعتبار سے رباعی ایک بہت مشکل صنف ہے۔ کسی شاعر کے لیے رباعی کہنا اور اسے اس کی مخصوص بحر میں سنبھالنا نہایت پیچیدہ کام ہے لیکن صبا نے بڑے اعتماد اور بڑے جذبے کے ساتھ اس کام میں ہاتھ ڈالا ہے اور ترجمہ نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

جانیست مرا زغم شمارے دورے
اندیشہ فشاندہ خار زارے دروے
ہر پارۂ دل کہ ریزد از دیدۂ مَن
یا بندِ نفس ریزہ چو خارے دروے

ترجمہ دیکھیے:

ہے زیست غموں کی ایک دنیا، جس میں
تخئیل ہے پھیلا ہوا صحرا، جس میں
آنکھوں سے ٹپکتا ہے جو دل کا ٹکڑا
اک پھول ہے ایسا کہ ہو کانٹا جس میں (۴۶)

یہ کتاب خوبصورت دبیز کاغذ اور خوشخطی کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ صفحے پر اوپر فارسی متن میں ایک رباعی اور نیچے اسی صفحے پر اس کا اُردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ رباعیات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ صباؔ کی فکر میں بھی آہنگ ہے اور بیان میں بھی۔ اسی لیے ان ترجموں کی شان یہ ہے کہ یہ داخلی اور خارجی آہنگ کے امتزاج کی ایک خوبصورت تصویر ہے۔ کتاب کے آغاز میں مجنون گورکھپوری نے صبا اکبرآبادی کی اس ترجمہ نگاری کو ان الفاظ میں سراہا ہے:

> ''غالب کی ان رباعیات کا ترجمہ پڑھیں تو ان رباعیات کی پہلی خوبی یہی نظر آئے گی کہ یہ اس مزاج کو سمجھ کر لکھی گئی ہیں جو خود غالب کا مزاج تھا۔ غالب اور صبا صاحب کے مزاج کی ہم آہنگی کا تجزیہ کیجیے تو ان دونوں کی مشترکہ اقدار میں بھی یہ بات سامنے آتی ہے کہ اجتہادی قوت الگ ہے اور زبان و بیان پر قدرت الگ ہے۔ اس لیے مجھے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر غالبؔ بھی اپنی فارسی رباعیات کا ترجمہ کرتے تو اس طرح کرتے جیسے صباؔ نے کیا ہے''(۴۷)۔

4-غالب کی فارسی غزلوں سے انتخاب ترجموں کے ساتھ:

یہ غالب کی فارسی غزلوں کا انتخاب ہے جس کا اُردو اور انگریزی دو زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اُردو ترجمہ افتخار احمد عدنیؔ نے کیا ہے جبکہ رالف رسلؔ اس کے انگریزی مترجم ہیں(۴۸)۔ انجمن ترقی اُردو پاکستان نے ۱۹۹۹ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی کل تعداد ۱۶۵ ہے۔ اس میں ایک صفحے پر فارسی متن اور اُردو ترجمہ دیا گیا ہے جبکہ اس کے برابر والے صفحے پر انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔

زیرِ بحث منظوم اُردو ترجمہ نہایت فصیح و بلیغ اندازِ فکر کا متحمل ہے۔ مترجم نے بڑی مہارت اور سلیقے کے ساتھ اسے نبھایا ہے۔ بعض منظوم تراجم سطحی نوعیت کے ہوتے ہیں جن میں قافیہ پیمائی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن افتخار احمد عدنیؔ کے اسلوبِ بیاں اور اندازِ تکلم سے شاعرانہ وجاہت ٹپکتی نظر آتی ہے۔ اگر متن سامنے نہ بھی ہو تو بھی یہ ترجمہ ایک الگ تخلیقی پارہ دکھائی دیتا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

میر بایم بوسہ و عرضِ ندامت میکنم
اختراعے چند، در آدابِ صحبت میکنم
سنگ و خشت از مسجدِ ویرانه می آرم به شهر
خانہء در کوئے ترسایاں عمارت میکنم
کردہ ام ایمانِ خود را دستمزد خویشتن
می تراشم پیکر از سنگ و عبادت میکنم

ان اشعار کا اب ترجمہ دیکھیے:

بوسہ لے کر ہم نے اظہار ندامت کردیا
معذرت کو شاملِ آدابِ صحبت کردیا
مسجدِ ویراں سے سنگ وخشت لائے شہر میں
کوچہ کافر میں پھر اک گھر عمارت کردیا
اپنے ہی ہاتھوں سے کی تکمیلِ ذوقِ بندگی
بُت تراشا اور سامانِ عبادت کردیا (۴۹)

افتخار احمد عدنی کے ہاں زبان کی سادگی اور لفظوں کی روانی سے اس ترجمے کے معیار اور حسن میں اضافہ ہوگیا ہے۔ بعض مقامات پر انہوں نے لفظوں میں معمولی سی تبدیلی پیدا کر کے بڑی مہارت اور چابکدستی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ یہ انداز بظاہر آسان نظر آتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو بڑا مشکل ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

مرد آنکه در هجوم تمنا شود هلاک
از رشک تشنهء که بدریا شود هلاک

اب ترجمہ دیکھیے:

ہے مرد وہ جو فرطِ تمنا سے ہو ہلاک
یا تشنگی میں ساحلِ دریا سے ہو ہلاک (۵۰)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی کی روایت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

5-غزلیاتِ فارسیِ غالب (منظوم اُردو ترجمہ):

ڈاکٹر خالد حمید اس کے مترجم ہیں۔ بزم علم وفن پاکستان نے ۲۰۰۰ء میں اسے اسلام آباد سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۵۵ ہے۔ یہ غالب کی فارسی غزلیات کا سب سے ضخیم ترجمہ ہے جسے بڑی مہارت اور دیدہ ریزی کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ مترجم نے اسے اس وقت مکمل کیا جب وہ امریکہ میں مقیم تھے۔ وہ اپنے اس ترجمے کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں:

> "غالب دقیق و عمیق ہی نہیں، پیچیدگی اور الجھاؤ میں بھی سب سے آگے ہیں۔ ان کی تو اُردو کی بات بھی میرے سر سے اوپر ہوتی ہے۔ فارسی پڑھنا تو سر پھوڑنے کے برابر ہے۔ مولانا حالی کی شرح ناپید ہے۔ مگر خدا بخشے صوفی تبسم کو کہ وہ مرزا غالب کا یہ خزانہ اپنے ہم عصر اُردو والوں کے لیے کھول گئے .... اس ترجمے میں، میں نے صوفی تبسم کی پیروی کی ہے اور دل و جان سے کی ہے............ اس مجموعہ میں غالب کی قریباً ساڑھے تین سو فارسی غزلوں میں سے پونے تین سو پیش کر رہا ہوں" (۵۱)۔

یہ ترجمہ بھی اصل فارسی متن کے ساتھ دیا گیا ہے۔ ایک ہی صفحے پر فارسی اور اُردو دونوں متن دیے گئے ہیں۔ ایک غزل کے چند اشعار کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

راز خویت از بد آموزِ تو می جوئیم ما
از تو می گوئیم گر باغیر می گوئیم ما

تا چها مجموعهٔ لطفِ بهاراں بوده ای
تابه زانو سو ده پائے ماومی بوئیم ما

زحمتِ احباب نتواں داد غالب پیش ازیں
هرچه می گوئیم بهرِ خویش می گوئیم ما

اب ان اشعار کا ترجمہ دیکھیے:

کھوج میں رازِ طبیعت کی ترے رہتے ہیں ہم
پوچھتے ہیں غیر سے، اس کے ستم سہتے ہیں ہم

وہ جو اک مجموعہ لطفِ بہاراں ہے، اُسے
دشت کی ویرانیوں میں ڈھونڈے پھرتے ہیں ہم
داد کی غالبؔ توقع جب نہ یاروں سے رہی
جو بھی اب کہتے ہیں، اپنے واسطے کہتے ہیں ہم (۵۲)

اس ترجمے کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ فارسی غزل جس بحر میں ہے، ترجمہ بھی اسی بحر میں کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر تھوڑی سی الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ترجمہ کیا گیا ہے۔ مثلاً دو شعر دیکھیے:

دیگر از گریہ بدل رسمِ فغاں یاد آمد
رگِ پیمانہ زدم، شیشہ بفریاد آمد
داغم از گرمی شوق تو کہ صدرہ بہ دلم
ہمچناں بر اثرِ شکوہء بیداد آمد

ترجمہ ملاحظہ ہو:

شب جو ساقی کو مرا طورِ فغاں یاد آیا
فصدِ پیمانہ کھلی، شیشہ بفریاد آیا
سوختہ کرنے اسے، عشق بصدرہ دل میں
باوجودِ اثرِ شکوہء بیداد آیا (۵۳)

خالد حمید کا یہ ترجمہ اگرچہ ایک اوسط درجے کا کام ہے لیکن بعض منفرد خوبیوں کے باعث اسے پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

6- غالب نقش ہائے رنگ رنگ:

افتخار احمد عدنی، مترجم ہیں۔ یہ غالب کی فارسی غزلیات کا ایک معیاری ترجمہ ہے۔ پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور نے اسے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۶۵ ہے۔ کتاب کے آغاز میں افتخار احمد عدنی کے فنِ ترجمہ نگاری پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر آفاق صدیقی لکھتے ہیں:

"عدنی صاحب کی غالب شناسی اور بالخصوص فارسی کلام سے اتنی دلچسپی کہ "نقش ہائے رنگ رنگ" سے پہلے ہی دو قابلِ قدر کتابوں سے جو دلکش منظوم اُردو تراجم غالب کے کلام کی فکری و فنی رعنائیوں کے مظہر ہیں، ان کو دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مترجم کو ترجموں میں تخلیقی محاسن پیدا کرنے کا سلیقہ ہے جو اب زیادہ نکھر کر پیشِ نظر تراجم میں اُبھرا ہے"(۵۴)۔

افتخار احمد عدنی کی منظوم ترجمہ نگاری پر اگرچہ اس سے پہلے تبصرہ ہو چکا ہے لیکن زیرِ بحث ترجمہ چونکہ پہلے ترجمے سے بہت بعد کا ہے اس لیے اس میں ان کے اسلوب کی برجستگی، روانی اور موزونیت مزید نکھر کر سامنے آئی ہے۔ ان کا یہ ترجمہ لفظی نہیں بلکہ بہت حد تک معنوی ہے۔ لگتا ہے انہوں نے یہ کام نہایت مہارت اور دلجمعی سے کیا ہے کہ محاسنِ شعر برقرار رکھے ہیں اور جو بات غالب نے فارسی میں کہی ہے انہوں نے اسے اُردو میں بڑی عمدگی سے ادا کیا ہے۔

چند فارسی اشعار اور ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:

تاجرِ شوق بدان رہ بہ تجارت نرود
کہ رہ انجامد و سرمایہ بغارت نرود
دل بدان گونہ بیالائے کہ در خواهش دید
دیدہ خوں گردد و از دیدہ بصارت نرود

فرماتے ہیں:

طبع عشاق کبھی سوئے تجارت نہ گئی
زندگی کیا جو تری رہ میں اکارت نہ گئی
خواہشِ دید ہے کس درجہ مرے دل میں صنم
غرق خوں ہو گئیں آنکھیں پہ بصارت نہ گئی (۵۵)

عدنی نے بھی دیگر مترجمین کی طرح بعض مقامات پر چند لفظی تبدیلیوں کے ساتھ کام چلانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً ان اشعار کو دیکھیے:

ایں گوہرِ ہُنر فروغ بار ب
آلودہء خاک و آب تا کے

ایں راہرو مسالک قدس

وامانده، خورد و خواب تاکے

اب ان کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

یہ گوہر پہ فروغ یارب
آلودہء خاک و آب کب تک
مسالکِ قدس کا یہ رہرو
واماندہء خورد و خواب کب تک (۵۶)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب عدنی کی پرزور کاوشِ فکر کا منہ بولتا ثبوت ہے اس جیسے تخلیقی تراجم بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں۔ بلاشبہ یہ ترجمہ پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

☆......☆O☆......☆

(iii) منثور انگریزی تراجم

پاکستان میں غالب پر انگریزی زبان میں جو کام ہوا ہے اس میں تحقیق و تنقید کے علاوہ کچھ نثری تراجم بھی ہیں جنہیں بڑے سلیقے اور معیار کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ نثری تراجم چار ہیں۔ جن میں سے ایک غالب کی منتخب نظم و نثر کا مخلوط ترجمہ ہے، غالب کے اُردو کلام پر مبنی ہیں جن میں سے ایک مترجم نے سارے دیوان کا ترجمہ کیا ہے باقی دو تراجم جزوی نوعیت کے ہیں لیکن چونکہ کتابی حجم میں شائع ہوئے ہیں اس لیے ہمارے موضوع کا حصہ ہیں۔ ذیل میں ان تمام نثری تراجم کا ترتیب وار جائزہ لیا جارہا ہے اور یہ ترتیب زمانی اعتبار سے ہے صرف ایک کتاب پر سالِ اشاعت درج نہیں اسے حسبِ معمول آخر میں زیرِ بحث لایا جائے گا۔

1- "Love Sonnets of Ghalib":

Translated by: Sarfaraz Khan Niazi

Published by: Feroz Sons (Pvt.) Ltd., Karachi.

Year: 2002 **Pages:** 844

یہ مکمل دیوانِ غالب کا انگریزی ترجمہ ہے۔ مترجم نے اسے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔ اکثر اشعار کا ترجمہ دو سطور اور بعض کا آٹھ، دس سطور تک پھیلا ہوا ہے۔ مترجم نے اسے نہ تو لفظی بنایا ہے اور نہ ہی بامحاورہ رکھا ہے۔ بلکہ شعر میں موجود غالب کے مفہوم کو اپنے الفاظ میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے لفظوں کے چناؤ میں انہیں جس دشواری کا سامنا ہوا ہے اس کے حل کے لیے انہوں نے لفظوں کا پورا جال پھیلا دیا ہے۔ یہ صورتِ حال انہیں اس مقام پر پیش آئی ہے جہاں شعر کا مفہوم ان کے دو سطری الفاظ میں نہیں سما رہا تھا۔ پھیلتے ہوئے مفہوم کو انہوں نے الفاظ کے پھیلاؤ میں جکڑ لینے کی جو کوشش کی ہے وہ اس میں یقیناً کامیاب ہوئے ہیں۔ تاہم اکثر اشعار کا ترجمہ انہوں نے دو سطور ہی میں کیا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو:

کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

لکھتے ہیں:

"I require not of my forefearance to the
incessant hammering in the loneliness.
Turning night into day is like unearthing a
channell of milk." (57)

سرفراز نے اس کتاب میں ایک منفرد کام بھی کیا ہے جو بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر اُردو شعر کے نیچے اُسے انگریزی رسم الخط میں دوبارہ لکھا ہے، تا کہ انگریزی داں طبقہ جو اُردو رسم الخط سے واقفیت نہیں رکھتا، شعر کو اُس کے اُردو تلفظ میں ادا کر سکے۔ سرفراز نے اس کے لیے بڑی محنت صرف کی ہے۔

سرفراز کے ترجمہ میں مشکل پسندی کا رجحان بھی ہے اور کہیں کہیں عام لب و لہجے کی چاشنی بھی نظر آ جاتی ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

دیکھ کر تجھ کو چمن بس کہ نمو کرتا ہے
خود بخود پہنچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

اب اس کے ترجمے کے لیے الفاظ کا چناؤ ملاحظہ ہو:

"Looking at you, the garden just begins to
sprout, of their own accord, the flowers reach
to touch the edge of your turban" (58)

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ ہر اعتبار سے منفرد خصوصیات کا حامل ہے۔ غالب کے سارے اُردو کلام کو انگریزی جامہ پہنانے کی یہ اولین اہم اور قابلِ قدر کوشش ہے۔ اس اعتبار سے یہ ترجمہ پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

2- "Ghalib's Philosophy of Beauty":

Translated by: Abeeda Syed

Published by: Multi Media Affairs, Lahore.

Year: 2003 **Pages:** 96

یہ غالب کے منتخب اُردو اشعار کا ترجمہ ہے۔ البتہ بعض اشعار کے مفاہیم کو ترجمے میں ترجمانی کی حد تک پھیلا دیا گیا ہے جس سے شرح کا انداز پیدا ہو گیا ہے۔ ہم اسے کلامِ غالب کی باقاعدہ انگریزی شرح تو نہیں کہہ سکتے البتہ غالب کی خیالات کی جامعت کو وسیع لفظوں کا جامع پہنا دیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں "Rainbowe of Beauty" کے زیرِ عنوان ڈاکٹر محمد اجمل کا ایک جامع تبصرہ ہے۔ لکھتے ہیں:

> "Abeeda has worked very hard in selecting the best known verses from Ghalib. she has translated them into English and writtten a very through and philosophical commentary upon them". (59)

مترجمہ کا اندازِ بیان بڑا فلسفیانہ ہے۔ اس نے غالب کی زندگی کا حسین فلسفہ بیان کرتے ہوئے کہیں کہیں مغربی شعراء کے ساتھ ان کا موازنہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ذیل میں ایک شعر اور اس کا ترجمہ بطور نمونہ درج کیا جاتا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

لکھتی ہیں:

> "A simple rendering of the live reads: All paper-clad beings are victims of unfair deals

of their Marker. all men are paper-clad beings. all men are rictims of unfair deals of their marker". (60)

مترجمہ نے ایسے اشعار کا ترجمہ کیا ہے جن میں فکر اور امیجری کے عناصر موجود تھے۔ اس انتخاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زیادہ تر غالب کا ابتدائی دور کا کلام زیر بحث آ گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اہم اور قابل قدر ترجمہ ہے جسے ترجمانی کے انداز میں تنقیدی خطوط پر ترتیب دیا گیا ہے۔ یہ ایک لحاظ سے بعض اشعار کے تنقیدی تبصرے ہیں۔

3- "Mirza Ghalib (Selected Lyrics and Letters)":

Translated by: K.C Kanda

Published by: Paramount Books, Karachi.

Year: 2004 **Pages:** 513

یہ غالب کے اُردو کلام اور منتخب اُردو خطوط کا انگریزی ترجمہ ہے۔ ابتداء میں "Acritique of Ghalibs Art and Life" کے عنوان سے ایک جامع شذرہ موجود ہے جس میں مصنف نے غالب کی شخصیت اور فن پر پُر مغز بحث کی ہے۔ اس کے بعد منتخب کلام کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے جو کلام ترجمہ کیا گیا ہے اس میں ایک سو چار (۱۰۴) غزلیں، دو مثنویاں، ایک سہرا اور ایک قصیدہ شامل ہیں اس کے بعد بائیس (۲۲) افراد کے نام غالب کے اڑسٹھ (۶۸) اُردو خطوط بھی ترجمہ کیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ کتاب انگریزی تراجم میں اہم مقام رکھتی ہے۔

کتاب کے ایک صفحے پر متن اور اس کے برابر والے صفحے پر انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ یہ اگرچہ اشعار کا نثری ترجمہ ہے لیکن لفظی ہوتے ہوئے بھی اپنے اندر شعریت کا حسن رکھتا ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

"I am not forever lying at your door.
Accurred be this life, I'm not a stone." (61)

مذکورہ بالا ترجمہ مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم اور سلیس انداز اختیار کیے ہوئے ہے۔ لیکن بعض مقامات پر مشکل انگریزی الفاظ کی بھرمار سے مفہوم کے ابلاغ میں کئی اُلجھنیں پیدا

ہو جاتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مترجم نے کم وبیش تمام اشعار کے تراجم میں ایک جیسے حجم کو اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔نتیجتاً بعض اشعار کا مفہوم مشکل الفاظ کے باعث بوجھل ہو کر رہ گیا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

کرنے لگا ہے باغ میں تو بے حجابیاں
آنے لگی ہے نکہتِ گل سے حیا مجھے

اب ترجمہ ملاحظہ ہو:

"You are indulging in reckless amours in the garden park, the brege blowing across, makes me shrink and start." (62)

بحیثیت مجموعی مترجم نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ ترجمے کو معیاری اور پر اثر بنانے کی کوشش کی ہے۔انہوں نے لفظی آہنگ کے ذریعے سے فکری جذبے کی ترجمانی کرنے کا حق ادا کیا ہے۔اس طرح خطوط کے تراجم میں بھی مترجم نے غالب کے نقطہ نظر کی تائید میں وہی انداز اختیار کیا ہے جس سے قاری کا ذہن کسی واقعاتی الجھن کا شکار ہونے کی بجائے خطوط کی روح تک پہنچ جاتا ہے۔بلاشبہ یہ کتاب پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں مستحکم کردار ادا کرتی ہے۔

4- "The Life and Odes of Ghalib":

Translated by: Abdullah Anwar Beg

Published by: Urdu Academy, Lahore.

Year: .... **Pages:** 181

یہ غالب کے اُردو دیوان میں سے منتخب غزلوں کا انگریزی ترجمہ ہے۔کتاب کے ابتدائی اسی (۸۰) صفحات میں غالب کی زندگی کے بارے میں ایک جامع تبصرہ موجود ہے جس سے حیاتِ غالب کے کئی نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔صفحہ ۸۳ سے منتخب غزلوں کا ترجمہ شروع ہو جاتا ہے۔بطور نمونہ ایک غزل کا مطلع دیکھیے:

کہتے ہیں نہ دیں گے ہم دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجیے ہم نے مدعا پایا

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"You say that you would not hand over the heart, if found lying; where is the heart that we lose? we have gained your object." (63)

یہ ترجمہ سلیس اور رواں انداز بیاں کا رہین منت ہے۔ مترجم نے وضاحت طلب نکات کے اظہار کے لیے قوسین بھی استعمال کیے ہیں تا کہ مختصر اور جامع الفاظ میں شعر کی روح تک پہنچا جا سکے۔ شعر کی وسعت کو جچے تلے لفظوں میں بیان کر دینا ایک مشکل فن ہے لیکن مترجم نے اسے نہایت محنت اور دیدہ ریزی سے نبھایا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک لفظ سوچ سمجھ کر لکھا ہو۔ ایک مثال دیکھیے:

سادگی و پُرکاری، بیخودی و ہشیاری
حسن کو تغافل میں جرات آزما پایا

فرماتے ہیں:

"Simplicity, skilfulness, ecstacy and wakefulness. Beauty, in its languor, has been found testing the (Lover's) daring." (64)

انور بیگ کے یہ تراجم کہیں کہیں معریٰ یعنی "Blank Verse" کی صورت اختیار کر لیتے ہیں ہم انہیں کلیتہً منظوم تو نہیں کہہ سکتے البتہ نثری شاعری کے ذیل میں انہیں رکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

ہم کو ان سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

لکھتے ہیں:

"We expect faith from those who know not what faith is!"(65)

(iv) منظوم انگریزی تراجم

پاکستان میں انگریزی نثری تراجم سے کہیں زیادہ کلامِ غالب کے منظوم تراجم منظرِ عام پر آئے ہیں۔ اس وقت آٹھ منظوم تراجم ہمارے زیرِ نظر ہیں۔ ان میں سے ایک غالب کی منتخب فارسی غزلوں کا ترجمہ ہے جبکہ باقی سات اُردو کلام کے تراجم ہیں۔ سب کے سب منتخب کلام کے جزوی تراجم ہیں۔ کسی مترجم نے پورے دیوان کو انگریزی زبان میں منظوم جامعہ نہیں پہنایا۔

جہاں تک ان تراجم کی فنی ساخت کا تعلق ہے تو اکثر مترجمین نے خیال کو واضح کرنے کے لیے اپنی طرف سے وضاحتی اضافے کیے ہیں۔ بعض مقامات پر ایک شعر کا ترجمہ ایک نظم کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ مترجمین نے دراصل شعر کے خیال کو انگریزی پیرائے میں نظم کرنے کی کوشش کی ہے اور لفظوں میں ردم اور صوتی آہنگ پیدا کرنے کے لیے بہت سارے الفاظ کا سہارا لیا ہے۔ ذیل میں ان تمام منظوم تراجم کو زمانی ترتیب کے ساتھ زیرِ بحث لایا جا رہا ہے۔ ان میں ایک "غیر مطبوعہ" ترجمہ بھی ہے جسے آخر میں درج کیا جائے گا۔

1- "Ghalib Reverberations":

Translated by: Daud Kamal

Published by: Golden Block Works Ltd., Karachi.

Year: 1970 **Pages:** No Paging

یہ غالب کے منتخب اُردو اشعار کا پہلا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ ابتداء میں فیض احمد فیض "Foreword" کے زیرِ عنوان داؤد کمال کی ترجمہ نگاری پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "Daud Kamal has, very wisely I think, not attempted a translation in the accepted sense of the word. Unlike the scholars he has not tethered his randering to the length, rhyme scheme are verbal appoximations of Ghalib's couplets .... It is a valuable addition of our classical poets." (66)

جہاں تک داؤد کمال کی ترجمہ نگاری کا تعلق ہے تو کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے منتخب اشعار کے ترجمے کی قابلِ قدر کوشش کی ہے۔ وہ اکثر مقامات پر اشعار کی روح تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اشعار کے انتخاب میں ایک ہوش مندی ملتی ہے جسے نہایت سلیقے کے ساتھ انگریزی جامہ پہنایا گیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

لکھتے ہیں:

"Old agae has converted my hot tears into cold sighs, Convincing me of the transmutation of water into air." (67)

داؤد کمال اپنے ترجمے میں بعض اشعار کے مفاہیم کو قدرے وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے جس کے باعث ایک شعر کا ترجمہ پھیل کر پوری ایک نظم بن گیا ہے۔ مثلاً یہ شعر:

ہر چند سبک دست ہوئے بت شکنی میں
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہے سنگِ گراں اور

ترجمہ ملاحظہ ہو:

An unflinching iconoclast,
I have ever been,
And many a veil of hypocrisy
I have ripped to sheds
Many a phantom
Laid to the dust.
But one colossal idol yet remains
Upon the perilous path of enlightenment,
And that is a projection of myself
Hewn out of the rock of my own being.

بحیثیت مجموعی غالب کے اُردو اشعار کو انگریزی جامع پہنانے کی یہ ایک کامیاب کوشش ہے۔

2- "Hundred Verses of Mirza Ghalib":

Translated by: Sufia Sadullah

Edited by: Suraiya Nazar

Published by: Time Press, Karachi.

Year: 1975 **Pages:** 120

یہ غالب کے منتخب سو (۱۰۰) اُردو اشعار کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ ابتدا میں "Preface" کے زیرِ عنوان A.M.Sadullah نے صوفیہ کی اس کاوش کو سراہتے ہوئے لکھا ہے:

> "She, however, carried on with this work, unaunted, persevering and spending more and more time towards its fulfilment. She was not a great believer in blank verses, and in any case, she though that an English translation of the verses of classical poet like Ghalib should appropriately be in rhymes." (68)

صوفیہ نے ہر شعر کا ترجمہ انگریزی کے چار مصرعوں میں کیا ہے اور قافیے کی پابندی بھی کی ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

ترجمہ دیکھیے:

"As strangers let us meet beloved
So that our Secret none can trace!
But when the Satrlight gleams, Beloved
Come to my arms---- in all your Grace!"(69)

صوفیہ نے ترجمے کے لیے شاعرانہ زبان استعمال کی ہے۔ ان کا انداز بیانیہ اور پُر کشش ہے۔ فنی اعتبار سے انہوں نے اکثر مقامات پر دوسرے اور چوتھے مصرعے کو ہم قافیہ رکھا

ہے لیکن کہیں کہیں پہلا اور تیسرا مصرع بھی ہم قافیہ ہو جاتے ہیں۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"I am at a loss, being lonely
How much of Grief can I express
If it lay in my power - only
I'd get one, my Sorrws to impress."(70)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب انگریزی ادب میں غالب فہمی کے لیے بہت اہم ہے اور پاکستان میں بلاشبہ ذخیرہ، غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

3- "Hundred Gems From Ghalib":

Translated by: S. Rahmatullah

Published by: National Book Foundation, Karachi.

Year: 1980 **Pages:** 187

یہ غالب کے سو منتخب اُردو اشعار کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسے خوبصورت اور دلکش تصاویر کے ساتھ آراستہ کیا گیا ہے۔ غالب کے اشعار کو جہاں انگریزی الفاظ کا جامہ پہنا کر مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہاں بیگم رحمت اللہ کے ہاتھ کی بنائی ہوئی خوبصورت تصاویر سے بھی اشعار کے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں بطور نمونہ صادقین اور چغتائی کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ ایک صفحے پر شعر اور اس کا انگریزی ترجمہ دیا گیا ہے اور اس کے برابر والے صفحے پر خوبصورت تصویر کے ذریعے شعر کے مفہوم کو واضح کیا گیا ہے۔ ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"With every traviler I go,
And for some distance with him run:

But since my guide I do not know

His guidance I am quick to shun."(71)

مترجمہ نے کہیں کہیں انگریزی ادب کی قدیم اصطلاحیں اور Thou وغیرہ جیسے متروک الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے۔ اسے ہم ضرورت شعری تو نہیں کہہ سکتے لیکن یہ الفاظ چونکہ انگریزی کے شعری ادب میں کافی استعمال کیے اور سمجھے جاتے ہیں اس لیے مترجمہ نے بھی وہی لب ولہجہ اپنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک شعر کا ترجمہ بطور نمونہ پیش ہے:

اک نو بہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ
چہرہ فروغ مے سے گلستاں کیے ہوئے

"O how I whish that thou couldst stand

Brimful of wine, that I could see

They face so flushed with roses fanned

As in a garden ----- all for me!."(72)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب منظوم ترجمہ نگاری کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں اسے نمایاں مقام حاصل ہے۔

4- "Ghalib Interpretations":

Translated by: Riaz Ahmad

Published by: Feroz Sons (Pvt.) Ltd., Lahore.

Year: 1996 **Pages:** 122

یہ غالب کے منتخب اُردو اشعار کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ مترجم نے ہر شعر کو انگریزی کے چار مصرعوں میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ دوسرا اور چوتھا مصرع ہم قافیہ ہیں۔ ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو، غالب کا شعر ہے:

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے، تو کیا!
بات کرتے، کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا

ترجمہ دیکھیے:

"You should have given rains to your tongue
Cause for your lips, utterances a thirst I had been,
Like the post of lighterning youd gone past
No more then a shaft of light, I had seen."(73)

ریاض نے ترجمے کے لیے انگریزی الفاظ کے چناؤ میں مشکل پسندی کے رجحان کو غالب رکھا ہے۔ بلاشبہ اس سے معیار کا تاثر ضرور قائم ہوتا ہے لیکن جہاں معاملہ ترجمے کا آ جائے تو اس وقت مترجم کی کوشش ہونی چاہیے کہ وہ اپنی علمیت جتلانے کی بجائے شاعر کی منشا کو پیش نظر رکھے اور مفہوم کو سلیس اور واضح انداز میں بیان کر دے۔ ریاض نے غالب جیسے مشکل پسند شاعر کے کلام کا ترجمہ کیا ہے اور ترجمے میں مشکل الفاظ کے استعمال سے مفہوم کو اور زیادہ مشکل بنا دیا ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

حسد سزائے کمالِ سخن ہے، کیا کیجیے!
ستم بہائے متاعِ ہنر ہے، کیا کہیے

لکھتے ہیں:

"Blue envy is the lot of those
Who dread the poetry path,
And those that higher skills achieve
Get jealousy and wrath."(74)

بحیثیت مجموعی اسے ایک معیاری ترجمہ کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ مترجم نے بہت سارے مقامات پر شاعرانہ کمال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور غالب کے خیالات سمجھنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

5- "Ghalib":

Translated by: Khawaja Tariq Mahmood

Published by: Bazm-i-Ilam-o-Fan, Islamabad.

Year: 1997 **Pages:** 88

یہ غالب کی منتخب اُردو غزلوں کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ چند اضافوں کے ساتھ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن فیروز سنز نے ۲۰۰۵ء میں لاہور سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲۷

ہوگئی ہے۔ کتاب کے ایک صفحے پر غالب کی غزل اور اس کے ساتھ برابر والے صفحے پر منظوم انگریزی ترجمہ دیا گیا ہے۔ مترجم کے اسلوب میں روانی اور سلاست موجود ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے؟
آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

ترجمہ ملاحظہ ہو:

"O wayward heart, what is your predicament
What for this aliment is the right medicament
I hold tongue in check in cheek
I whish you ask for emotive statement."(75)

مترجم نے اپنے ترجمے کی ہیئت غزل نما رکھی ہے۔ جس طرح غزل میں پہلے مطلع اور اس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ ترجمے میں بھی ایسی ہی صورت اختیار کی گئی ہے۔ اس کے بعد ہر شعر کے آخر میں نیا انگریزی قافیہ لایا گیا ہے۔ البتہ ردیف کا اہتمام نہیں ہے۔ غالب کے دو شعر ملاحظہ ہوں:

مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے
جوشِ قدح سے بزم چراغاں کیے ہوئے
کرتا ہوں جمع پھر جگرِ لخت لخت کو
عرصہ ہوا ہے دعوتِ مژگاں کیے ہوئے

ترجمہ دیکھیے:

"Tis long since outr beloved was our honoured guest
Tis long since the party was enlivened with our zest
Tis Long since we acted as a host to our beloved
For long has our soul been subjected to a test."(76)

مترجم نے اسی طرح کا انداز تمام کتاب میں یکساں قائم رکھا ہے۔ منظوم انگریزی ترجمہ کرنا اور پھر فنی قواعد کی پابندی کرنا نہایت مشکل کام تھا لیکن مترجم نے اسے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ سرانجام دیا ہے......اس اعتبار سے یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔

6- "Selections from the Persian Ghazals of Ghalib with Translations":

Translated by: Ralph Russell

Published by: Anjuman Taraqqi-e-Urdu, Pakistan, Karachi

Year: 1999 **Pages:** 152

یہ غالب کی منتخب فارسی غزلوں کا منظوم انگریزی ترجمہ ہے۔ اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مترجم نے بعض اشعار پر عالمانہ حواشی لکھ کر قارئین کو بڑی سہولت فراہم کی ہے۔ ایسے قاری جو مشرقی شاعری بالخصوص فارسی روایات سے واقفیت نہیں رکھتے وہ شعر کے مفہوم کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے اس لیے ضروری تھا کہ اشعار کا انگریزی ترجمہ اور اس سے متعلقہ حواشی ایک ہی صفحے پر درج ہوں۔ چنانچہ طباعت میں اسی نوع کا اہتمام برتا گیا ہے۔
ملاحظہ فرمایئے۔ غالب کا ایک فارسی شعر، اسی کا انگریزی ترجمہ اور اس شعر پر مترجم کا ایک حاشیہ:

دلِ خستہء غمیم و بود مے دوائے ما
با خستگاں حدیثِ حلال و حرام چیست

ترجمہ دیکھیے:

"We who are crushed by grief drink wine to
heal the pain of grief
What have permitted' and 'forbidden' things
to do with us?"(77)

فارسی لفظ ''حرام'' کی وضاحت میں اسی صفحے پر نیچے یہ حاشیہ درج ہے:

"In any case the use of things normally "Haram" is permitted in the treatement of sickness"-

رسؔل نے چونکہ منتخب اشعار کی بجائے غزلوں کا ترجمہ کیا ہے اس لیے ردیف کی پابندی کو نبھاتے ہوئے انہوں نے انگریزی ترجمہ بھی فارسی غزل کے انداز میں کیا ہے۔یعنی ردیفوں کا اہتمام کیا ہے۔البتہ قوافی کا خیال نہیں رکھا۔مثلاً غالب کی ایک غزل میں ''نمانده است'' ردیف ہے۔رسؔل نے اپنے ترجمے میں No longer there کی ردیف باندھی ہے (78)۔ترجمے کے آخر میں دس صفحات پر مشتمل "Explanatory Index" کے عنوان سے ایک وضاحتی فہرست دی گئی ہے جو تین مقاصد لیے ہوئے ہے۔یعنی الفاظ کے معنی، الفاظ کا فارسی تلفظ اور کسی خاص لفظ یا ترکیب کے حوالے سے متعلقہ شعر کی طرف رہنمائی۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب تفہیم غالب اور غالب شناسی دونوں کے لیے ایک نادر شاہکار ہے جسے پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

7۔ منتخب کلامِ غالب (منظوم انگریزی ترجمہ):

مطلوب الحسن سیدؔ اس کے مترجم ہیں۔الوقار پبلی کیشنز، لاہور نے اسے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔صفحات کی تعداد ۱۸۶ اور ۱۶۰ ہے۔یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کی سینتالیس (۴۷) اُردو غزلوں کا منظوم ترجمہ ہے جبکہ دوسرے حصے میں ضمناً دس فارسی شعراء کے منتخب کلام کے تراجم دیے گئے ہیں۔ان فارسی شعراء میں غالبؔ کے علاوہ بیدلؔ، عرفیؔ، سعدیؔ، نظیریؔ، خسروؔ، کمال اصفہانیؔ، عمر خیامؔ، نعمت علی خان عالیؔ اور مولانا رومؔ کے نام شامل ہیں۔ ''حرفے چند'' سید معین الرحمٰن کا تحریر کردہ ہے۔جس میں انہوں نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے مترجم کے اسلوب بیاں کی خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ ''کچھ مطلوب الحسن سید کے بارے میں'' کے زیرِ عنوان طارق زیدی کا ایک جامع مضمون ہے۔ "Forward" کے تحت مترجم نے گیارہ صفحات کا ایک شذرہ رقم کیا ہے۔

اس کتاب کا ایک افادی پہلو جو دیگر تراجم میں نظر نہیں آتا یہ ہے کہ مترجم نے بعض اشعار کا ترجمہ کرنے کے بعد اہم نکات کی وضاحت کا اہتمام بھی کیا ہے۔ چنانچہ یہ ایک لحاظ سے ترجمہ بھی ہے اور چند اشعار کی شرح بھی۔ پہلے غالب کا شعر لکھا جاتا ہے اس کے نیچے چار سطروں میں منظوم انگریزی ترجمہ اور حسبِ ضرورت نیچے سلیس انگریزی نثر میں اس شعر کی وضاحت کردی

جاتی ہے۔ وضاحت کا اہتمام صرف چند اشعار میں کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کتاب کو شرحوں کے ضمن میں درج نہیں کیا جا رہا۔ ذیل میں غالب کے ایک شعر کا انگریزی ترجمہ اور اس کے نیچے دی ہوئی وضاحت کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی، تو کہیں دوچار ہوتا

Yes, who could see Him after all
He's One and Unity.
He would be surely face to face
If near duality.

نیچے وضاحت میں لکھتے ہیں:

"This verse is a addressed to Divine Beloved, and expresses Unity of God".(79)

مطلوب الحسن کا انداز بیاں نہایت اچھوتا اور لب ولہجہ بڑا توانا ہے۔ انہوں نے ہر شعر کا ترجمہ چار منظوم مصرعوں میں کیا ہے۔ دوسرے اور چوتھے مصرعے کو ہم قافیہ رکھا ہے۔ ایک اور شعر کا نمونہ ملاحظہ ہو:

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا
گر نہیں ہیں مرے اشعار میں معنی نہ سہی

لکھتے ہیں:

Not earning for any return,
Nor any praise to be,
if there's no meaning in my verse
It matters not to me.(80)

بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں ایک نادر اضافہ ہے۔

8- "Fifty Odes of Ghalib":

رفیق خاور کا یہ ایک ''غیر مطبوعہ'' ترجمہ ہے۔ یہ نسخہ اس وقت پروفیسر لطیف الزماں خاں کے ذخیرہ غالبیات (ملتان) میں محفوظ ہے۔ مترجم نے غالب کی پچاس منتخب اُردو غزلوں کا منظوم انگریزی ترجمہ کیا ہے۔ یہ مسودہ بڑے سائز کے کاغذ کی شکل میں ہے۔ ایک صفحے پر مترجم کے ہاتھ کی لکھی غالب کی غزل ہے اور دوسرے صفحے پر مشین کے ذریعے ٹائپ کیا ہوا اس کا انگریزی ترجمہ ہے۔ ترجمے کے بعض نکات کی وضاحت کے لیے صفحے کے نیچے حواشی بھی دیے گئے ہیں۔ اس طرح یہ ترجمہ نہایت محنت اور دقت ریزی سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ترجمے کا نمونہ ملاحظہ ہو:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

لکھتے ہیں:

Of whose sharp-pointed touch complain
The figures cost in Paint?
Each figure wears a paper dress;
The emblem of complaint. (81)

خاور نے غزلوں کے تراجم مختلف ہیئتی تبدیلیوں کے ساتھ کیے ہیں۔ وہ کہیں ایک شعر کا ترجمہ چار مصرعوں میں کر جاتے ہیں (جیسا کہ اوپر مثال موجود ہے) اور کہیں عام شعر کے انداز میں دو مصرعوں میں بات مکمل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات قوافی کا اہتمام کرتے ہیں اور بعض اوقات معریٰ مصرعے (Blank Verse) نظم کرنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ بہر حال ان کی یہ کاوش ان کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اگر یہ مسودہ کتابی صورت میں شائع ہو جائے تو بلاشبہ ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہوگا۔

(۷) علاقائی زبانوں کے تراجم

پاکستان کی علاقائی زبانوں میں بھی کچھ تراجم ہوئے ہیں۔ یہ سارے تراجم غالب کے اُردو کلام کے ہیں اور سب کے سب منظوم ہیں۔ ویسے تو علاقائی زبانوں میں سے کوئی زبان ایسی نہیں جس میں غالب کے کسی نہ کسی تخلیق پارے کا غیر رسمی اور اکا دکا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ لیکن ہمارے پیشِ نظر چونکہ کتابی جائزہ ہے اس لیے علاقائی زبانوں کے حوالے سے بھی ہم ان تراجم کو زیرِ بحث لائیں گے جو کتابی شکل میں منظرِ عام پر آ چکے ہیں یا زیادہ سے زیادہ غیر مطبوعہ ہیں لیکن کتابی حجم میں محفوظ ہیں۔ اس وقت کلامِ غالب کے علاقائی زبانوں میں کچھ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تراجم پیشِ نظر ہیں جنہیں ترتیب وار زیرِ بحث لایا جا رہا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1- غالب دیاں غزلاں (سرائیکی):

دلشاد کلانچوی مترجم ہیں۔ یہ غالب کی چوبیس (۲۴) منتخب اُردو غزلوں کا سرائیکی منظوم ترجمہ ہے۔ مکتبہ میری لائبریری لاہور سے غالب صدی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ مترجم نے اس میں کوئی خاص کارنامہ انجام نہیں دیا بلکہ متن کے اصل اوزان و بحور سے ردیف وقوافی سے اور الفاظ و معنی سے کافی استفادہ کر کے اصل اور ترجمہ کے داخلی اور خارجی پہلوؤں میں ہم آہنگی اور یکسانیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابتداء میں ''اشاراتِ خواندگی'' کے زیرِ عنوان چند وضاحتیں دی گئی ہیں مثلاً میکوں (مجھے)، ساکوں (ہمیں)، کیندا (کس کا) وغیرہ۔ تا کہ ان اشارات کی مدد سے ترجمے کو آسانی سے سمجھا جا سکے۔

ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے دلشاد کے اس ترجمے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''لطف یہ ہے کہ انہوں نے غالب کی غزلیات کا منظوم ترجمہ، غالب ہی کی زمین میں کیا ہے۔ ترجمہ، اور وہ بھی منظوم، پھر اس التزام کے ساتھ کہ اصل اوزان و بحور اور ردیف وقوافی بھی حتی الوسع ہاتھ سے نہ جانے پائیں'' (۸۴)۔

دلشاد نے پہلے غالب کا شعر لکھا اور اسی کے نیچے اس کا ترجمہ درج کیا ہے۔ چند اشعار کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

(۱) حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں
"حیران ہاں جو دل کوں پٹاں یا جگر کوں میں
ہستی ہووے تاں نال رکھاں نوحہ گرکوں میں" (۸۱)

(۲) دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے
"کالھا دل تیکوں تھی گیا کیا ہے
آخر ایں درد دی دوا کیا ہے"

میں بھی منہ میں زباں رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟
"میں وی منہ وچ زباں رکھدا ہاں
کجھ تاں پچھو جو مدعا کیا ہے" (۸۴)

کتاب کی ابتداء میں مسعود حسن شہاب نے "مقدمہ" کے زیرِ عنوان مترجم کی محنت اور کاوش کو سراہا ہے۔

2-دیوانِ غالب (پنجابی):

اسیر عابد، مترجم ہیں۔ یہ غالب کے سارے اُردو دیوان کا منظوم پنجابی ترجمہ ہے۔ مجلس ترقی ادب، لاہور نے اسے مئی ۱۹۸۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۱۱ ہے۔ کتاب کی ابتداء میں "ترجمے کا اعجاز" کے زیرِ عنوان احمد ندیم قاسمی کا ایک جامع شذرہ ہے جس میں وہ اسیر عابدؔ کی ترجمہ نگاری کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اسیر عابد کے اس طرح کے سچے اور اچھے تراجم سے میں مسحور ہو کر رہ گیا۔ میں سوچنے لگا کہ جس طرح شعر کہنا قدرت کی طرف سے ودیعت کی ہوئی قوتوں کا اظہار ہے۔ اسی طرح اچھے شعر کا اچھا ترجمہ بھی قدرت کی اس ودیعتِ خاص کے بغیر ممکن نہیں اور اسیر عابدؔ اس ودیعتِ خاص سے پوری طرح آراستہ ہے" (۸۵)۔

بلاشبہ اسیر عابد کا یہ فن پارہ ایک بہت بڑا علمی و ادبی کارنامہ ہے، انہوں نے جس محنت، لگن اور جانکاہی سے غالب کے اشعار کو پنجابی زبان کے قالب میں ڈھالا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ ان کا ذوقِ شعر کتنا پاکیزہ اور نکھرا ہوا ہے۔ غالب کا مطالعہ انہوں نے صحیح زاویے، بچے تلے اور بھرپور انداز سے کیا ہے۔ چند اشعار کا ترجمہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو، غالب کے اشعار ہیں:

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا
آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
کی مرے قتل کے بعد ان نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

اب ان اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''اوکھی گل اے کم کوئی آسان ہووے
ایہوی سوکھا نہیں، بندہ انسان ہووے
اِک میرا سر کپ کے تائب ہو بیٹھا
ربا! ایہہ پچھتان کوئی پچھتان ہووے''(۸۶)

اگرچہ صوفی تبسم، رشیدہ سلیم سیمیں، سلیم کاشر، رشید انور، رؤف شیخ اور مرزا حمید وغیرہ نے بھی غالب کی بعض اُردو فارسی غزلوں کے منظوم پنجابی تراجم کیے ہیں اور یہ تراجم مختلف اخبارات و رسائل میں شائع بھی ہوتے رہے ہیں لیکن اسیر عابد نے کلامِ غالب کو ایک حیاتِ تازہ بخشی ہے اور اشعار کو نہایت سادگی اور پرکاری کے ساتھ اپنے تخلیقی ترجمے کی گرفت میں لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

کتاب میں ایک صفحے پر غالب کی اُردو غزل اور اس کے برابر والے صفحے پر پنجابی ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ باقی تمام فنی خوبیوں کے علاوہ اس ترجمے کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ اسیر عابد نے بعض قابلِ وضاحت نکات یا پنجابی کے مشکل الفاظ کے معانی کے لیے حواشی کا اہتمام کیا ہے تاکہ مفہوم کو سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہ رہے۔ اس وقت مطلع سر دیوانِ غالب مع ترجمہ اور اس کا ایک وضاحتی حاشیہ بطور مثال ملاحظہ ہو:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا
''چتر اجیہڑا اے، چیتر کاریح کیہڑے کھیکھن گُھنیا وچ تحریر سائیں

چولے کاغذی ساری مُورتاں دے بے ڈیاں بے تقصیر سائیں
نیچے حاشیہ میں ''چتر'' کے معنی نقش۔تصویر اور ''چتر کار'' کے مصور۔نقاش
درج کیے گئے ہیں''(۸۷)۔

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ آئندہ کئی صدیوں تک ترجمے کا اعلیٰ معیار قرار دیا جاتا رہے گا۔اس سے عیاں ہے کہ اسیر عابد اُردو کی انتہائی گہری اور گمبھیر شاعری کی تفہیم وتحسین پر حاوی ہیں۔انھی خصوصیات کی بنا پر اسے پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔

3- چوبھ سوئی دی (پنجابی):

ڈاکٹر محمد افضل شاہد اس کے مترجم ہیں۔یہ غالب کی منتخب اُردو غزلیات کا منظوم پنجابی ترجمہ ہے جسے راوی کتاب گھر، شیخوپورہ سے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا گیا۔صفحات کی تعداد ۹۳ ہے۔ مترجم نے اس کی ترتیب میں بڑی لگن اور محنت سے کام کیا ہے۔ترجمے کا ایک ایک لفظ جہاں ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کا ثبوت فراہم کرتا ہے وہاں اس سے ان کی غالب فہمی اور غالب آشنائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ترجمے کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو،غالب کا شعر ہے:

کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

لکھتے ہیں:

کیہڑا اے جو آکھے پوری چیندی اے
کیہڑا کیہڑے دا گھر پورا کرے کوئی (۸۸)

کلامِ غالب کو پنجابی ترجمے کی یہ ایک منفرد اور معیاری کوشش ہے۔اس اعتبار سے غالب شناسی کی روایت میں اہم مقام حاصل ہے۔

4- کلامِ غالب (پنجابی):

اُستاد دامن کا پنجابی ترجمہ ہے جو ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔یہ غالب کے منتخب اُردو کلام کا منظوم ترجمہ ہے۔ استاد دامن نے اپنی زندگی میں اسے کتابی شکل دے دی تھی۔ ڈاکٹر معین الرحمٰن کے مطابق اُردو مرکز، لاہور سے اس کی اشاعت کا اہتمام ہو رہا تھا (۸۹)۔لیکن تا حال اسے شائع نہیں کیا گیا۔

استاد دامن کا اسلوب بڑا سادہ اور منفرد ہے۔ انہوں نے الفاظ کے چناؤ کا خاص خیال رکھا ہے، ایک مثال ملاحظہ ہو، غالب کا ایک شعر ہے:

ہر چند ہر ایک شے میں تو ہے
پر تجھ سی تو کوئی شے نہیں ہے

لکھتے ہیں:

بھانویں توں ہر شے وچ دِسنا ایں
تیرے جیسی پر شے کوئی دِسدی نئیں (۹۰)

5-دیوانِ غالب (پنجابی):

منظور احمد واصبؔ (گوجروی) اس کے مترجم ہیں۔ یہ کلامِ غالب کا مکمل پنجابی ترجمہ ہے۔ واصب نے ابھی تک اسے طبع نہیں کرایا۔ اس لیے یہ ابھی تک غیر معروف ہے۔ انہوں نے اپنے ترجمے میں تراکیب کے استعمال میں شعوری کاوش سے کام لیا ہے۔ وہ غالب کی پیش کردہ داخلی کیفیات، اسرار و رموز اور خیالات کو من و عن بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نمونہ:

پھر اس انداز سے بہار آئی
کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی

ترجمہ:

فیر بہار اس رنگوں آئی
دیہوں چن وکھے تے اَکھ لائی (۹۱)

یہ اگرچہ ترجمے کے تمام فنی تقاضوں پر پورا نہیں اُترتا لیکن اسے ہم غالب کے پنجابی تراجم کی ذیل میں ایک بہتر اضافہ کہہ سکتے ہیں۔

6-دغالب کلام (پشتو):

شیر محمد خاں مینوشؔ، مترجم ہیں۔ یہ غالب کے مکمل اُردو دیوان کا منظوم پشتو ترجمہ ہے۔ یہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے اور اس کی ایک نقل ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے ذخیرہ، غالبیات میں موجود ہے۔ نصف صفحے پر غالب کی اُردو غزل اور ساتھ ہی صفحے کے دوسرے نصف حصے پر ہر شعر کا پشتو

ترجمہ دیا ہوا ہے۔ غالب کے اشعار میں جہاں کہیں مشکل الفاظ آئے ہیں، حاشیے میں ان کے معنی واہم نکات کی تشریح پشتو زبان میں کردی گئی ہے۔ تلمیحات کی وضاحت اور بعض شخصیات کا مختصر تعارف بھی حاشیے میں موجود ہے۔

یہ ترجمہ میتوش کی کاوش فکر اور فن کارانہ عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہوں نے غالب جیسے مشکل پسند شاعر کی مشکل اُردو شاعری کو بڑی مہارت کے ساتھ پشتو دان طبقہ کے لیے آسان بنادیا ہے۔ اس مشکل کو ان کی ہمہ گیر طبیعت، بے پناہ شعری حس اور ان کے علمی وشعری ذوق نے بہت حد تک آسان کردیا ہے۔ ایک نمونہ ملاحظہ ہو، غالب کا شعر ہے:

کہتے ہیں نہ دیں گے ہم، دل اگر پڑا پایا
دل کہاں کہ گم کیجیے، ہم نے مدعا پایا

پشتو ترجمہ ملاحظہ ہو:

وائی درپہ نہ کڑم زڑہ درلہ کہ او موندلوما
زڑہ دے چرتا چہ بدواک شی شوہ خکارہ مدعا (۹۲)

اس ترجمے میں صرف ایک لفظ "مدعا" غیر پشتو ہے، ورنہ سارے الفاظ ٹھیٹھ زبان کے آئینہ دار ہیں۔ اسی طرح ایک اور شعر دیکھیے:

جذبہ بے اختیار شوق دیکھا چاہیے
سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

پشتو ترجمہ ملاحظہ ہو:

دا بے واکہ جوش دمینے زما ہم دے ولید لو
دتوری بسمل شوے دے بہرم دم د شمشیر (۹۳)

بحیثیت مجموعی یہ ترجمہ پاکستان میں غالب شناسی کی روایت میں ایک نادر کام ہے۔ اگر اسے شائع کیا جائے تو پشتو میں فکرِ غالب کی تفہیم کے کئی امکانات روشن ہو جائیں گے۔

☆......☆O☆......☆

مجموعی جائزہ

پاکستان میں غالب کے آثار کو کامل اور جزوی تراجم کی صورت میں منظرِ عام پر لانے کی جو کاوشیں ہوئیں ان سے تفہیمِ غالب کا دائرہ وسیع ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں میں غالبیات کے حوالے سے فکروآگہی کے نئے امکانات روشن ہوئے۔ اگرچہ دنیا کی کئی زبانوں مثلاً عربی، فارسی، بنگالی، ہندی، مرہٹی، روسی، فرانسیسی، ترکی، جرمن، اطالوی اور انگریزی وغیرہ میں غالب کی نظم ونثر کے تراجم ہو چکے ہیں لیکن پاکستان میں جو تراجم ہوئے وہ ایک خاص لسانی اور فکری رجحان کا نتیجہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں پاکستانی مترجمین نے عوام کے مذاق اور ان کی لسانی ضرورتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ترجمے کیے ہیں۔ چنانچہ قومی سطح پر اُردو اور انگریزی اور علاقائی سطح پر مقامی زبانوں میں تراجم سامنے آئے ہیں تاکہ پاکستان کے اطراف واکناف میں فکرِ غالب کی تفہیم ممکن اور آسان ہو جائے۔

جہاں تک غالب کی فارسی نظم ونثر کے اُردو تراجم کا تعلق ہے تو نثر میں مکتوباتِ غالب کو زیادہ اہمیت دی گئی اور اس شعبے میں لطیف الزماں خاں اور پرتو روہیلہ کا کام خاصا معیاری اور قابلِ قدر ہے۔ "دستنبو" اور "مہرِ نیم روز" کے اُردو تراجم اگرچہ جنگِ آزادی اور قلعہ معلی کے حالات سے عوامی دلچسپی کے نتیجے میں تخلیق ہوئے لیکن افسوس کہ پاکستان میں انہیں کوئی خاص پذیرائی نہیں ہوئی، کیونکہ اولین اشاعتوں کے بعد انہیں دوبارہ شائع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ اسی طرح پاکستان میں منظوم اُردو تراجم زیادہ تر غالب کی فارسی غزلیات کے ہوئے ہیں، البتہ مثنوی اور رباعیات کے اکادکا تراجم ان میں شامل ہیں۔ منظوم ترجمہ نگاری کے باب میں افتخار احمد عدنی اور صبا اکبرآبادی کے نام سرِفہرست ہیں۔ یہ منظوم تراجم ان کی شعرفہمی اور شعرگوئی کی عمدہ مثال ہیں۔ تاہم ڈاکٹر خالد حمید کو غالب کے سارے دیوانِ فارسی کے منظوم ترجمے کا اعزاز حاصل ہے۔

انگریزی زبان کے نثری تراجم مقدار میں کم اور معیار میں اوسط درجے کے حامل ہیں۔ صرف سرفراز خان نیازی کا ترجمہ کئی پہلوؤں سے مفرد خصوصیات رکھتا ہے۔ ایک تو یہ مکمل اُردو دیوان کا ترجمہ ہے اور دوسرا اس میں مترجم کے اسلوب اور موثر لب و لہجے نے جو جاذبیت پیدا کی ہے اس نے اسے بامِ عروج تک پہنچا دیا ہے۔ انگریزی کے نثری تراجم کے مقابلے میں منظوم تراجم تعداد میں کافی زیادہ ہیں اور پاکستان میں انہیں خاصی پذیرائی حاصل ہوئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں انگریزی تراجم نگاری کا رجحان نثر کی بجائے نظم کی طرف زیادہ حد تک رہا ہے۔ درصل عوامی ذوق اس بات کا متقاضی ہے کہ غالب جیسے عظیم شاعر کی شاعری کا ترجمہ شاعری ہی کی کسی صنف میں کیا جائے تو اچھا ہے۔ منظوم ترجمہ دراصل منظوم خراج تحسین ہوتا ہے جسے ایک زبان کا شاعر کسی دوسری زبان کے شاعر کو ہدیۂ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ منظوم انگریزی تراجم کی صف میں صوفیہ سعد اللہ، خواجہ طارق محمود اور مطلوب الحسن سید ایسے نام ہیں جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

علاقائی زبانوں کے ترجمہ نگاروں میں اسیر عابدؔ (پنجابی) اور مینوشؔ (پشتو) کا کام نہایت وقیع اور ہر پہلو سے دادطلب ہے۔ حسب روایت پاکستان میں ترجمہ نگاری کا زیادہ تر کام ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر ہوا اور اب تک یہ سلسلہ سست سہی لیکن مسلسل جاری ہے۔

(ب) تشریح

غالب اُردو کا ایک ایسا شاعر ہے جس کے کلام کی تشریح وتوضیح میں درجنوں شرحیں لکھی گئیں۔ اس کی وجہ ایک تو کلام غالب کی عمومی شہرت تھی اور دوسرے غالب کی مشکل پسندی، جس کے باعث ان کے اشعار کو سمجھنے کے لئے لوگوں نے اپنے اپنے زاویہ نظر سے تشریح کی۔ جہاں تک غالب کی مشکل پسندی کا سوال ہے تو اس کے پس پردہ بہت سے عوامل کارفرما نظر آتے ہیں جو ناقدین کے لئے نئے فکری زاویے فراہم کرتے ہیں۔ غالباً، غالب کا یہ مشکل پسندانہ رویہ ان کے کلام سے یوں مربوط ہے کہ وہ اپنے دور کے مروجہ فکری اور فنی سانچوں سے الگ اپنا اختراعی عمل شروع کرتے ہیں۔ چنانچہ فنی سطح پر کافی زیادہ اور فکری سطح پر کسی حد تک وہ اس کوشش میں کامیاب ہوئے ہیں۔ اس کامیابی کا ثبوت وہ ردعمل ہے جو ان کے اسلوب کے خلاف خود ان کے عہد میں سامنے آیا اور جس سے وہ ''گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل'' کی الجھن سے دوچار ہوئے۔ غالب کی مشکل پسندانہ اسلوب میں بیدلؔ کی تقلید کا عنصر نمایاں طور پر شامل ہے۔ سید عابد علی عابد کے مطابق:

> ''بیدلؔ میں اس کو وہ معیاری فنکار، شاعر اور مفکر نظر آیا جو اس (غالب) کے وجودِ معنوی میں مثالی تصویر کی طرح زندہ رہتا تھا''۔(۱)

غالب کا عہد فارسی شاعری کا زریں دور تھا۔ فارسی شاعری کا مذاق عام تھا لیکن اس کے باوجود اس عہد میں بھی غالب کی شاعری کو دقیق اور مشکل خیال کیا گیا۔ اب جبکہ فارسی کا مذاق ختم ہوتے ہوتے مٹنے کو ہے، اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تفہیم کلامِ غالب میں جدید شارحین کے لیے کیا کیا دشواریاں نہ ہوں گی۔ اس احساس کو رام بابو سکسینہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''اچھا ہوا کہ اس قسم کی زبان جس پر فارسیت کا اس قدر رنگ غالب تھا، رواج پذیر نہ ہوئی ورنہ پھر اُردو اور فارسی میں فرق کیا رہ جاتا۔ اسی فارسیت کے غلبے کی وجہ سے مومنؔ اور غالبؔ کا اکثر کلام سمجھ میں نہیں آتا''(۲)۔

اگر لسانی سطح پر غور کیا جائے تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ لفظ کے ساتھ غالب کے تعلق کی ایک تخلیقی نوعیت بھی ان کی شاعری کو مشکل بنا دیتی ہے۔ دراصل غالب نے اکثر اوقات لفظوں کو ان کے تمام تر معنوی امکانات کے ساتھ برتنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح جب لفظ اپنے تمام مفاہیم کے ساتھ تکلم ہوتا ہے تو مضمون میں گوناگوں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔ قاری بیک وقت اس کا پوری طرح احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس سے تاویلات کے دروازے کھلتے ہیں۔ شارحینِ دیوانِ غالب کے یہاں جو ایک شعر کے کئی کئی مفاہیم ملتے ہیں تو اس کی ایک وجہ تو الفاظ کا ایسا استعمال ہے جس کی تاویل ممکن ہے اور دوسری طرف خیالات کی وہ وسعت ہے جو تہ در تہ معنویت کو قبول کرتی ہے۔ خود غالب بھی اپنی اس صلاحیت سے واقف تھا۔ اس لیے اسے کہنا پڑا:

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار میں آوے

غالب کی اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر ابو محمد سحر نے ایک جگہ لکھا ہے:

"غالب کے کلام کی شرحوں میں متعدد اشعار کے ایک سے زیادہ معنی بیان کیے جاتے ہیں، کچھ اشعار فی الحقیقت اتنے الجھے ہوئے ہوتے ہیں کہ شارحین کو عقلی گدا لگانے کے سوا چارہ ہی نہ تھا۔ کچھ اشعار کی معنویت اور تہہ داری نے کئی کئی معنی لکھنے پر مجبور کیا ہے" (۳)۔

فنی سطح پر غالب کی مشکل پسندی کا تعلق تشبیہات و استعارات کی جدت اور غرابت سے بھی ہے۔ وہ نہ صرف مروجہ تشبیہات و استعارات کو تخلیقی شعور کی ساتھ نئے سیاق و سباق میں برتتے ہیں بلکہ تشبیہ سازی کا عمل بھی ان کی شاعری کا حصہ ہے۔ تشبیہات و استعارات کے ضمن میں ایک بات پیش نظر رکھنی ضروری ہے کہ اگر یہ شعری لوازمات واقعی زندگی اور تجربے کا حصہ ہوں یا روایت میں ان کا وجود ہو تو ان سے غرابت پیدا نہیں ہوتی۔ تشبیہ کا دارومدار مشبہ بہ کے وجود پر ہے۔ اگر شاعر کے یہاں مشبہ بہ کا احساس کمزور ہے یا وہ اس کے تشبیہی امکانات کو واضح نہیں کرتا تو غرابت پیدا ہوگی اور یہی چیز الجھاؤ کا باعث بنتی ہے۔ استعارہ میں یہی صورت مستعار منہ کے ساتھ ہوتی ہے۔ غالب کا ابتدائی کلام چونکہ صراطِ مستقیم سے ہٹا ہوا تھا اس لیے تشبیہ و استعارہ کا استعمال ان نقائص سے بری نہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ غالب کا کلام واقعاتی اور تجرباتی زندگی کی بجائے محض قیاسی اور تخیلاتی کرشمہ سازیوں سے عبارت ہے۔ بقول مولانا حالی:

"ان کے ابتدائی ریختہ میں جو تشبیہیں دیکھی جاتی ہیں وہ اکثر غرابت سے خالی نہیں، مثلاً سانس کو موج سے، بے خودی کو دریا سے، گرداب کو شعلہ، جوالہ سے، مغز سر کو پنبہ، بالش سے، دانہ، انگور کو عقدِ وصال سے اور اسی قسم کی اور بہت سی عجیب و غریب تشبیہیں ان کے ابتدائی ریختہ میں پائی جاتی ہیں" (۴)۔

غرض، یہ اس نوعیت کی تشبیہات ہیں جنہوں نے کلام غالب کی تفہیم کو مشکل بنا ڈالا ہے۔ اس کے علاوہ اگر کہیں تشبیہات میں خوبصورتی ہے تو تشبیہ در تشبیہ کا عمل کلام کو مشکل بنا دیتا ہے۔ مثلاً

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مستِ طرب
شیشہ مے سرو سبز جوئبار نغمہ ہے

ڈاکٹر وحید قریشی شعر میں تشبیہی سلسلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شعر کی ساخت تشبیہات کے دو تین متوازی سلسلوں کی مرہونِ منت ہے۔ نشہ شاداب رنگ ہے، ساز مست طرب ہے، نغمے کی ندی بہہ رہی ہے اور شیشہ، مے اس ندی کے کنارے ایک سرو سبز ہے" (۵)۔

بہر حال کلام غالب کی جتنی بھی شرحیں لکھی گئیں ان میں ایک بات ضرور ہے کہ ہر شارح اپنی علمی و ذہنی سطح، تجربے اور ظرف کے مطابق کلام غالب سے فیض یاب ہوا ہے۔ یہاں یہ بھی ضروری نہیں کہ معنویت کے انکشاف میں سب کو کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ کیونکہ شارحین غالب کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ بڑے بڑے عالم فاضل شارحین بھی تفہیم غالب سے قاصر رہے ہیں۔ ایک ہی شعر کے بارے میں ادنیٰ و اعلیٰ، بامعنی و بے معنی ایسی آراء پڑھنے کو ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالب اپنے مطالعے کے لئے ایک خاص ذوقِ شعری کا مطالبہ کرتے ہیں۔

تمام شرحوں کو اگر بیک نظر دیکھا جائے تو یہ بات واضح طور پر دکھائی دیتی ہے کہ کم و بیش ایک سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود غالب کے افکار کی معنویت میں اب بھی اختلاف موجود ہے، فکر غالب کے جس قدر نئے گوشے سامنے آتے جا رہے ہیں یہ اختلاف اس قدر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ عہد غالب میں لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ غالب کی شاعری

جو عام روش سے ہٹ کر ہے اپنے اندر مفاہیم کا بیش بہا خزانہ لیے ہوئے ہے۔ چنانچہ غالب کی وفات کے بعد جہاں غالب پر تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کا کام شروع ہوا وہاں شارحینِ غالب بھی اپنے میدان میں کمر بستہ ہو گئے اور یکے بعد دیگرے کئی ایک شرحیں معرضِ وجود میں آ گئیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد غالب شناسی کی روایت مستحکم بنیادوں پر استوار رہی ہے اور پاکستان میں فکرِ غالب کے تمام پہلوؤں پر تیزی کے ساتھ کام کرنے کا ذوق نمایاں نظر آتا ہے۔ جہاں تنقید و تحقیق کے ضابطے غالب شناسی کو حق شناسی کے آئینے میں پرکھتے ہیں وہاں شارحینِ غالب کی ایک خاصی تعداد میدانِ عمل میں کمر بستہ نظر آتی ہے۔ کم و بیش تین درجن شرحیں ایسی ہیں جو پاکستان کی غالب شناس فضاؤں میں لکھی گئیں اور شہرت کے بامِ عروج کو پہنچیں۔

یہاں اس حقیقت کا اعتراف بھی کرنا پڑے گا کہ غالب کی دقتِ نظری اور متنوع اسلوب اس امر کا متقاضی رہا ہے کہ ہر عہد میں ان کے کلام کو سمجھنے اور اس میں نئے معنی تلاش کرنے کی روایت نہ صرف زندہ رہے بلکہ روز افزوں اس میں اضافہ بھی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ درجنوں شرحیں لکھی جانے کے باوجود کلام کی وسعت ''ھل من مزید'' کا تقاضا کرتی ہے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد کے مطابق:

> ''غالب کی مشکل پسندی اور ان کے اشعار کی معنوی تہ داری نے غالب کے ہم عصروں سے لے کر آج تک کے لکھنے والوں اور غالب کے پرستاروں کو ایک تحیر آمیز اور نشاط انگیز ذہنی پیچ و خم میں ڈال رکھا ہے۔ پندرہ سولہ سو اشعار پر مشتمل مختصر سا دیوان، سو سال سے زائد ہوئے غالب فہمی کے سلسلے میں ایک پورا دبستاں کھولے ہوئے ہے .... تبھی تو ان کے اشعار کی شرح پر شرح لکھی جا رہی ہیں۔ لطف یہ ہے کہ نہ لکھنے والے تھکتے ہیں نہ پڑھنے والے سیراب ہوتے ہیں۔ شرح نویسی کا جو سلسلہ غالب کی زندگی میں قائم ہو گیا تھا آج تک قائم ہے''(۶)۔

قدیم و جدید شرحوں کو سامنے رکھنے سے ایک بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ پاکستانی شارحین، غالب فہمی میں متقدمین سے زیادہ کامیاب نظر آتے ہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس عہد تک آتے آتے شرحوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا جس سے کلامِ غالب کی مشکلات پر روشنی پڑی اور ان کے مختلف حل بھی سامنے آئے۔

ذیل میں پاکستان میں لکھی گئی شرحوں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے جس سے ایک طرف تو غالب فہمی کے مختلف مدارج کا ادراک ہو سکے گا اور دوسری طرف پاکستان میں غالب شناسی کی صحت مند اور توانا روایت کا ثبوت فراہم ہو جائے گا۔ تراجم کی طرح شروح کا جائزہ بھی طوالت کا متقاضی ہے کیونکہ اس جائزے میں شارحین کی شرح نگاری کی خصوصیات واضح کرنے کے لیے مثالیں دینا پڑیں گی۔ تاہم مثالوں کے اندراج میں اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

(i) اُردو کلام کی شرحیں

پاکستان میں سب سے زیادہ غالب کے اُردو کلام کی شرحیں لکھی گئیں۔ ہر شارح نے اپنی شرح میں انفرادیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ تاہم غالب شناسی کے اس جائزے میں یہاں جن شرحوں کا تنقیدی مطالعہ درپیش ہے ان میں قیام پاکستان کے بعد لکھی جانے والی شرحوں کے علاوہ کچھ ایسی شرحیں بھی شامل ہیں جو تقسیم سے قبل ہندوستان میں شائع ہوئیں لیکن ان کی افادیت کے پیش نظر انہیں دوبارہ پاکستان میں بھی شائع کیا گیا۔ ان شرحوں کی پاکستان میں طباعت بلاشبہ غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تمام شرحیں سالِ طباعت کے اعتبار سے زمانی ترتیب کے ساتھ درج کی جارہی ہیں البتہ جن شرحوں پر سالِ اشاعت درج نہیں ان کا آخر میں جائزہ لیا جائے گا۔ کلام غالب کی مکمل اور باقاعدہ شرحیں تفصیل تبصرے کی رہینِ منت ہیں اس لیے ان پر تفصیلی مگر جامع تبصرہ کیا جائے گا۔ جبکہ جزوی شرحوں کا جائزہ مختصر ہوگا۔

1- بیانِ غالب:

آغا محمد باقر کی شرح ہے جو اولاً قیام پاکستان سے قبل شائع ہوئی (۷)۔ پاکستان میں اسے پہلی بار عالمگیر پریس، لاہور سے ۱۹۴۸ء میں شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۶۰۸ ہے۔ اس شرح کو پاکستان کے دو اور اشاعتی اداروں نے بھی شائع کیا (۸)۔ اس شرح کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ باقر نے اسے لکھتے وقت اپنے پیشِ نظر بہت ساری شرحوں کو رکھا اور ان سے سند لینے کی

روایت قائم کی۔ ان کا منفرد کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مختلف شارحین کی شروح کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ وہ خود اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دیوانِ غالب کی یوں تو بہت سی شرحیں ہیں لیکن ان میں سے اکثر ایک دوسرے کے خوشہ چین ہیں۔ تمام شرحوں کا موازنہ کرنے کے بعد میں نے طباطبائی، آسی، بے خود، سعید، حسرت موہانی اور مولانا حالی کی شرح کو سامنے رکھا۔ ویسے کچھ اور شرحیں بھی میرے پاس تھیں.......... بیانِ غالب کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ اس میں مشہور شرحوں کی تلخیص ہے، طرزِ بیان آسان اور سادہ ہے۔ اس کا مطالعہ روحانی حسرت اور قلبی تسکین کا ذریعہ ہے"(۹)۔

باقر کے اس بیان کے باوجود ان کی شرح کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ذہن پر بھی نظم طباطبائی کے اثرات غالب رہے۔ اگرچہ انہوں نے اکثر مقامات پر نظم طباطبائی کو رد کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کے باوجود وہ نظم کے حصار سے باہر نہیں نکل سکے۔

باقر کے ہاں مطالب کی صحت دوسرے شارحین کی نسبت زیادہ ہے۔ انہوں نے اشعار کی لفظی اور معنوی خصوصیات کی جانب اشارہ بھی کیا ہے لیکن کہیں کہیں ان سے اختلاف بھی کیا جا سکتا ہے۔ خاص کر ایسے مقامات پر جہاں انہوں نے ایک سے زیادہ مفاہیم کی تلاش میں جستجو کی ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"درد سے مراد عشق ہے، اپنے دل کو ملامت کرتے ہیں کہ اے نادان! تجھے ہوا کیا ہے؟ ہوش کر...... باز آ! جس مرض میں تو مبتلا ہے اس کا کوئی علاج نہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ تجھے ہوا ہی کیا ہے، جس کا معالجہ کیا جائے، تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اے دلِ نادان تجھے کیا ہو گیا ہے، اپنا مرض بتا، زیادہ نہ چھپا، تاکہ میں اس کا علاج کروں، یا یہ کہ تو اپنی حرکتوں سے باز آئے تو تیرے علاج کی طرف رجوع ہو سکے"(۱۰)۔

پہلے مفہوم میں "ہوش کر، باز آ، جس مرض میں تو مبتلا ہے اس کا کوئی علاج ہی نہیں" کا شعر سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا مفہوم بالکل غلط ہے۔ تیسرے مفہوم میں تو اپنی حرکتوں سے باز آئے تو تیرے علاج کی طرف رجوع کیا جا سکے۔ درست نہیں بلکہ شعر کے معنی سے بے تعلق ہے۔ اس قسم کی مثالیں اکثر مقامات پر موجود ہیں۔ بحیثیت مجموعی "بیانِ غالب"، تفہیم اشعار اور طرزِ بیان کے اعتبار سے اوسط درجے کی شرح ہے۔

2- مطالب الغالب:

مولانا ممتاز احمد سہا بلند شہری کی شرح ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۱۶ء میں قلیل تعداد میں شائع ہوئی۔ لیکن مقبولیت کے باعث اسے ۱۹۲۲ء اور ۱۹۳۱ء میں شائع کیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد اس شرح کو چوتھی اشاعت کے طور پر شیخ مبارک علی نے لاہور سے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۹۹ ہے۔ اس شرح کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ مفہوم کی وضاحت، مشکل الفاظ، محاورات اور تراکیب کی وضاحت کا انتظام جو اس میں ہے اس سے قبل کی شرحوں میں نہیں پایا جاتا۔

مولانا سہا، غالب کے بہت بڑے مداح تھے۔ اس طرفداری میں انہوں نے متقدمین میں سے میر، سودا اور میر درد کو غالب سے کم مرتبے پر سمجھا ہے۔ اس طرح معاصرین میں سے وہ مومن اور ذوق کو بھی غالب سے ہیچ سمجھتے تھے اور تو اور انہوں نے اُردو شعراء پر ہی غالب کی برتری ثابت نہیں کی بلکہ دوسری زبانوں کے شعراء مثلاً فردوسی اور عمر خیام وغیرہ کو بھی وہ غالب کے مقام میں کم تر تصور کرتے تھے (۱۱)۔

مولانا سہا کی شرح کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ غالب کے اشعار کو متصوفانہ تاویلات کے ذریعے نئے معنی دیتے ہیں۔ اس سے قبل اس نوعیت کا رجحان کسی شارح کے ہاں نظر نہیں آتا۔ ان کے بعد اس روایت کو بے خود دہلوی اور یوسف سلیم چشتی نے قبول کیا۔ لیکن تاویل کے چکر میں وہ بعض اوقات ایسے معنی بیان کر جاتے ہیں، جن کا شعر کسی بھی صورت میں متحمل نہیں ہوتا۔ مثلاً غالب کا شعر ہے:

یوسف اس کو کہوں اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی\
گر بگڑ بیٹھے تو میں لائقِ تعزیر بھی تھا

یہاں ان کی تاویل ملاحظہ ہو:

"جمالِ یوسفی سے اس حسنِ مطلق کی تمثیل توہین ہے۔ میں اس غلط تشبیہ کا مجرم ضرور تھا" (۱۲)۔ ملاحظہ فرمایئے کہ کہاں یوسف کی تشبیہ حسنِ مطلق سے اور کہاں اس کا مفہوم غلام ہوتا............زمین آسمان کا فرق ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا سہاؔ نے اشعار کی تشریح بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کی ہے۔ اکثر مقامات پر ان کی زبان نہایت خوبصورت اور دلکش ہے۔ اس طرح اشعار کو بھی بعض مقامات پر نہایت عمدگی سے واضح کرتے ہیں، لیکن اس تفصیل اور پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اختصار اور اختصار بے جا کی مثالیں بھی ان کے یہاں موجود ہیں اور بعض مقامات پر تو محض ایک آدھ لفظ کے معنی لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مولانا سہاؔ کے سامنے اگرچہ متقدمین شارحین کی شروح بھی موجود تھیں، جن پر انہوں نے حسب موقع تنقید بھی کی ہے لیکن نہ تو انہوں نے دوسرے شارحین کی شرح نقل کی ہے اور نہ ہی انہوں نے کسی کی شرح سے استفادہ کا اقرار کیا ہے، ایک آدھ مقام پر خود غالب کی شرح کا حوالہ ضرور دیا ہے۔ بحیثیت مجموعی مولانا سہاؔ کی شرح قابلِ اعتبار اور کئی حوالوں سے بہتر اور معیاری شرح ہے۔

3-مطالبِ غالب:

قاضی سعید الدین کی شرح ہے جو پہلے ۱۹۲۶ء اور بعد ازاں ۱۹۵۲ء میں یونائیٹڈ پبلشرز، لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ شرح بطور خاص طلباء کی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی۔ چنانچہ قاضی سعید نے شرح لکھنے کا جواز ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

"بی۔ اے کی ڈگری کے واسطے دیوانِ غالب اپنی مخصوص اہمیت کے اعتبار سے داخلِ نصاب کیا گیا۔ اس زمانے میں راقم الحروف بی۔ اے کلاس میں تعلیم پاتا تھا۔ اگرچہ اس وقت دیوانِ غالب کی بہت سی شرحیں موجود تھیں لیکن ان میں کوئی بھی اس قدر جامع نہ تھیں جو طلباء کی ضروریات کو پورا کرسکتی ہو" (۱۳)۔

شرح سے قبل تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل ایک تبصرہ ہے جو غالب کے حالات اور شاعری کا احاطہ کرتا ہے اور جسے یادگارِ غالب سے من وعن نقل کر دیا گیا ہے۔

قاضی سعید نے اپنی شرح میں اپنے مآخذ اور ان سے استفادہ کرنے کا اقرار کھلے لفظوں میں کیا ہے۔ اپنی شرح کو جامع اور متنوع بنانے کے لئے انہوں نے کئی ایک شروح کو سامنے رکھا ہے۔ تاہم زیادہ تر انہوں نے جن شارحین سے استفادہ کیا ہے ان میں مولانا حالی، نظم طباطبائی، حسرت موہانی، مولانا سہا، مولانا آسی، مولانا نظامی اور شوکت میرٹھی شامل ہیں۔ ان میں صرف مولانا حالی ایسے شارح ہیں جنہیں انہوں نے خاص عقیدت کے ساتھ قبول کیا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے شارحین سے انہوں نے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ بعض مقامات پر اختلافی امور میں وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کوئی نہ کوئی فیصلہ دے دیتے ہیں۔ اس طرح سے قاری کو ان کا نقطۂ نظر سمجھنے میں آسانی رہتی ہے۔ ان کا اسلوب نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ خیالات میں اعتدال اور توازن پایا جاتا ہے۔ عبارت کا ایک خاص دائرہ مقرر ہے نہ تو اختصار بے جا ہے اور نہ ہی طوالت بے جا۔ مثال کے طور پر غالب کے ایک شعر کی شرح ملاحظہ ہو:

تو اور سوئے غیر نظر ہائے تیز تیز
میں اور دکھ تری مژہ ہائے دراز کا

لکھتے ہیں:

"تو غیر کی طرف تیز تیز (خشم آلود) نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ مگر ہم اس سے بھی محروم ہیں۔ یعنی عاشق ازراہِ رشک اپنے معشوق کا رقیب کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا بلکہ یہی چاہتا ہے کہ وہ جو کچھ کرے، خواہ وہ غصہ ہی کیوں نہ ہو، سب اسی کے ساتھ کرے، کسی طرح سے بھی غیر کی مداخلت پسند نہیں کرتا" (۱۴)۔

شارحین غالب میں سے نظم طباطبائی ایسے شارح تھے جو غالب کے بعض اشعار کو مہمل کہنے میں پیش پیش تھے لیکن ان کے بعد قاضی سعید ہیں جنہوں نے عام روش سے ہٹ کر یا پھر نظم کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے غالب کے بعض اشعار کو مہمل کہا ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر اور سعید کی شرح ملاحظہ ہو:

شب خمار شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیطِ بادہ صورت خانہ خمیازہ تھا

''یہ شعر مہملات غالب میں سے ہے لیکن تاویلات کی بہت کچھ گنجائش ہے۔ جو کچھ اس کے معنی ہو سکتے ہیں وہ یہ کہ رات کو ساقی کی آمد سے خمار شوق نے قیامت برپا کر رکھی تھی، ہر چیز حتی کہ شراب تک بھی خمیازہ کش معلوم ہوتی تھی۔ گویا کہ شراب خانہ میں صورت خانہ خمیازہ کی کیفیت نظر آ رہی تھی۔ ساقی کو مخاطب بھی کہہ سکتے ہیں یعنی شب خمار شوق اے ساقی رستخیز اندازہ تھا''(۱۵)۔

بحیثیت مجموعی سعید کی شرح درمیانے درجے کی شرح ہے اسے دیگر شرحوں کے مقابلے میں اہم مقام تو حاصل نہیں ہو سکا البتہ یہ شرح جس مقصد کے لیے لکھی گئی ہے کسی حد تک اس کے تقاضے پورے کرتی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر ایوب شاہد کا اس پر جامع تبصرہ ملاحظہ ہو:

''اس عہد کے شارحین میں مطالب کی کم سے کم اغلاط جس شارح میں پائی جاتی ہیں وہ سعید الدین ہی ہیں اور اس کی وجہ شاید یہ بھی ہے کہ انہوں نے تمام شروح غالب کو سامنے رکھ کر یہ شرح لکھی ہے۔ اس لیے اس کو نظم طباطبائی اور حسرت موہانی وغیرہ کے مقام پر تو نہیں رکھا جا سکتا کیونکہ ان شارحین کا اپنا نقطۂ نظر اور مزاج ہے، البتہ یہ ایک ایسی شرح ہے جس سے غالب کے اشعار کو بخوبی سمجھا جا سکتا ہے اور چونکہ شرح کا مقصد یہی ہوتا ہے، اس لیے اس حوالے سے یہ دوسری تمام شرحوں سے زیادہ واضح اور کامیاب ہے''(۱۶)۔

4-افکارِ غالب:

خلیفہ عبدالحکیم کی شرح ہے مکتبہ معین الادب، لاہور سے ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی (۱۷)۔ صفحات کی تعداد ۵۳۵ ہے۔ یہ کتاب مصنف کے غالب کے بارے میں افکار و نظریات کے علاوہ منتخب اُردو اور فارسی اشعار کی شرح ہے۔ جہاں تک اُردو اشعار کی شرح کا تعلق ہے تو مصنف نے اس میں اپنے مخصوص فلسفیانہ نقطۂ نظر سے غالب کے افکار کو مربوط طریقے سے پیش

کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ بعض نقادوں کے نزدیک افکارِ غالب کو اس سلسلے کی کامیاب کڑی قرار نہیں دیا جا سکتا، لیکن چونکہ خلیفہ صاحب کا شاعرانہ ذوق اور فلسفیانہ تجزیہ ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں اس لحاظ سے اس کو نئی اور اچھوتی کوشش کہا جا سکتا ہے۔ ویسے کلامِ غالب کو عصری علوم سے ہم آہنگ کرنے اور اس کی فلسفیانہ جہتوں کو اجاگر کرنے کی بنیادیں عبدالرحمٰن بجنوری نے استوار کی تھیں۔ خلیفہ عبدالحکیم کے ہاں فکری پس منظر اس درجہ مبالغہ آمیز تو نہیں لیکن ان کی شرح کو بڑی حد تک اسی روایت کا احیاء تصور کیا جا سکتا ہے۔

''افکارِ غالب'' میں اشعار کی شرح سے قابل کم و بیش ۲۰ صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ ہے، جس میں کلامِ غالب کے فکری پہلو اور خاص طور پر غالب کے تعلق سے تصورِ وحدت الوجود پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ خلیفہ صاحب کی شرح سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے قدم قدم پر عظمتِ غالب کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے تشریح کے لیے جو انتخاب پیش کیا ہے اور اسے جو عنوان دیا ہے اس سے ان کے اندازِ فکر کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ''غالب کے منتخب حکیمانہ اشعار کی شرح'' محسوس ہوتا ہے کہ لفظ حکیمانہ ان کے مزاج پر اس قدر اثر انداز ہو گیا ہے کہ انہوں نے اشعارِ غالب میں سے دنیا بھر کے فلسفیانہ اور سائنسی علوم کو تلاش کر لیا ہے۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خلیفہ عبدالحکیم نے اشعارِ غالب کی شرح کے پردے میں اپنے خیالات و افکار اور عصری علوم کو یکجا کرنے کی سعی کی ہے۔ مثال کے طور پر غالب کا یہ شعر:

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولا برقِ خرمن کا ہے خونِ گرم دہقاں کا

اس کی شرح میں انہوں نے ہیگل کا فلسفہ، قرآنِ حکیم کا نظریہ اور کارل مارکس کا جدلیاتی نظام پیش کیا ہے اور پانچ صفحات پر اس کی تشریح کی ہے۔ اول تو یہ فکری رجحان غالبؔ کا نہیں۔ دوسرا ستم یہ کہ انہوں نے شدتِ جذبات اور خطیبانہ جوش میں بعض متضاد اور غیر متعلق باتیں بھی لکھ ڈالی ہیں۔ مثلاً لکھتے ہیں:

''ادھر دہقان کا خونِ گرم بجلیاں پیدا کر رہا ہے جو خرمنِ گندم کو تو نہیں لیکن ظالمانہ زمینداری اور جاگیرداری کے خرمن کو جلا دیں گی اور دوسری جانب کاریگروں اور مزدوروں کا خونِ گرم سرمایہ داری کے لیے برق افگن ہو رہا ہے'' (۱۸)۔

شعر کی تشریح میں مارکسی اور اشتراکی فکر کی آمیزش خلیفہ صاحب کے خودساختہ طرزِ فکر کا نتیجہ ہے۔
اس شرح کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس میں بنیادی مباحث کے علاوہ بہت سی ضمنی اور غیر متعلق بحثیں بھی درج ہوگئی ہیں۔ مثلاً حکمت اور شاعری کا تعلق، شاعروں اور عارفوں کا وجدان، عشق اور ہستی کا تضاد یا اتحاد، فن اور زندگی، طلب اور سعی، دوام، خدا، مادہ، جسم، عقل اور نفس، جذبے کی اہمیت اور ماہیت، فلسفہ، جدل، خدا کی تمنائے تخلیق، عشق اور تخلیق، زمان و مکان کی بحث ...... غرض اپنے بنیادی موضوع سے ہٹ کر انہوں نے دیگر موضوعات سے کتاب کو بھر دیا ہے۔
ڈاکٹر محمد ایوب شاہد لکھتے ہیں:

> ''خلیفہ عبدالحکیم نے افکار غالب کا سہارا لے کر دراصل اپنے افکار و نظریات بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور چونکہ خیالاتِ غالب کا خیال رکھنا بھی ضروری تھا اس لیے وہ فکری استحکام بھی برقرار نہ رکھ سکے''(۱۹)۔

5-روحِ غالب:

عبدالحکیم نشتر جالندھری کی شرح ہے جو ۱۹۵۴ء میں تاج بک ڈپو، لاہور سے شائع ہوئی۔
صفحات کی تعداد ۴۶۸ ہے۔ نشتر نے شرح لکھنے کی غرض و غایت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''یوں تو دیوانِ غالب کی اشاعت کے ساتھ ہی اس کی شرحیں لکھنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا، لیکن جب سے وہ نصاب میں شامل کیا گیا ہے اس کی تشریح و توضیح کی رفتار تیز تر ہوگئی ہے۔ چنانچہ اب طلبہ کی سہولت کے لیے متعدد شرحیں طبع ہو کر بازار میں فروخت ہو رہی ہیں۔ بایں ہمہ طالب علموں کی پیاس نہ بجھی اور وہ برابر تقاضا کرتے رہے کہ ہمیں ایسی شرح چاہیے جس میں پہلے لفظوں کے معنی دیے جائیں، پھر پورے شعر کے معنی بیان کیے جائیں اور بعد میں اچھی طرح کھول کر اس کی وضاحت و صراحت کی جائے۔ یہی طلباء کا بلند آہنگ تقاضا تھا اور پکار تھی، جس نے مجھے روحِ غالب لکھنے پر آمادہ کیا''(۲۰)۔

نشتر جالندھری نے یہاں طلباء کی جن جن ضروریات کا تذکرہ کیا ہے، وہ تمام چیزیں مروجہ شرح کے اندر پہلے سے موجود تھیں۔ یہ محض اپنی شرح کا جواز پیدا کرنے والی بات ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر نشتر کی شرح کا مطالعہ کیا جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ان کی شرح بہر حال کسی حد تک ان تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔

نشتر جالندھری کے ہاں اختصار کو کافی دخل ہے اور وہ شعر کے الفاظ کے قریب رہتے ہوئے اس کے مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح نہ تو شرح میں بے جا طوالت کا عیب پیدا ہوتا ہے اور نہ ہی غیر متعلق مباحث سے قاری الجھتا ہے۔

نشتر جالندھری نے بطور خاص جن شارحین کو نقل کیا ہے ان میں مولانا حالی، نظم طباطبائی، حسرت موہانی، بے خود دہلوی، مولانا سہا، عبدالباری آسی اور سعید الدین شامل ہیں۔ نشتر کے ہاں یہ خوبی بھی نظر آتی ہے کہ وہ جن شارحین کو نقل کرتے ہیں اپنی شرح میں ان کا حوالہ ضرور دیتے ہیں اور یہ رویہ اس اعتبار سے بھی مستحسن ہے کہ اصل شرح تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔

کلامِ غالب میں جو عیوب موجود ہیں۔ ان میں سے جس عیب کو نشتر جالندھری نے بہت نمایاں کر کے پیش کیا ہے اور جس کی بنیاد پر نشتر سب میں ممتاز نظر آتے ہیں وہ ہے ''عیبِ تنافر''۔ اگرچہ متقدمین میں نظم طباطبائی نے بھی اس کے متعلق اشارہ کیا تھا لیکن جس کثرت سے نشتر جالندھری نے اس عیب کو کلامِ غالب میں تلاش کیا ہے اس کی مثال کسی دوسرے میں نہیں ملتی۔ ''روحِ غالب'' کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ دیوانِ غالب میں بہت کم غزلیں ایسی ہیں جو اس عیب سے پاک ہیں۔ نشتر نے بڑی وضاحت کے ساتھ اس عیب کی جانب اشارہ کیا ہے۔ مثلاً غالب کی مشہور غزل:

کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو
نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

میں انہوں نے چار اشعار میں تنافر کا عیب نکالا ہے، جو بہر حال ایک غزل میں کچھ زیادہ ہی ہے۔

نشتر جالندھری کا ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ انہوں نے جہاں غالب کے کلام میں عیوب سے صرف نظر نہیں کیا وہاں وہ محاسنِ کلامِ غالب کو بھی اجاگر کرنے اور کھل کر داد دینے میں کمی نہیں کرتے مثلاً غالب کا شعر ہے:

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالبؔ یہ کیا؟
کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ ''یاد نہیں''

اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اے جادو بیان کہتے ہیں کہ ایک عام اور پرانے مضمون کو حسنِ ادا سے جدت اور تازگی بخش کر شعر کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

ورائے شاعری چیزے دگر ہست

یہ چیزے دگر اسلوبِ بیاں کی پرسحر دلفریبی کے سوا کچھ نہیں'' (۲۱)۔

بحیثیت مجموعی نشتر جالندھری نے کلامِ غالب کے دونوں پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور صرف اس انداز اور طریق کار کی بنیاد پر کہ معائبِ کلامِ غالب کو بھی بیان کیا ہے اور محاسن کی بھی دل کھول کر داد دی ہے۔ اس اعتبار سے یہ شرح ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

6- شرح دیوانِ غالب:

یوسف سلیم چشتی کی شرح ہے جو عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور سے ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی (۲۲) چشتی اس سے پہلے اقبال کی تقریباً تمام کتابوں کی شرحیں لکھ چکے تھے اس لیے انہیں شعری ذوق کے ساتھ ساتھ شرح نویسی کی تکنیک بھی حاصل ہو گئی تھی۔ شرح غالب کے دوران میں انہوں نے اس مہارت سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ لیکن ایک بات جس نے ان کی شرح کو بوجھل بنا دیا وہ فلسفہ وحدت الوجود کی بحث ہے جس میں الجھ کر انہوں نے شرح کو غیر متعلق مواد سے بھر دیا ہے۔

اس سے قبل مولانا سہا کے بارے میں بھی کہا گیا تھا کہ وہ تصوف کی جانب میلان رکھنے کی وجہ سے تاویل کا شکار ہو جاتے ہیں لیکن یہ رجحان سلیم چشتی کے ہاں افراط و تفریط تک پہنچ جاتا ہے۔ بقول ناصر الدین ناصر:

''یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ جہاں کوئی تصوف کا مسئلہ آتا ہے، سہا اور چشتی بحث کو بہت طول دیتے ہیں اور بعض اوقات بلاضرورت تدقیق سے کام لیتے ہیں'' (۲۳)۔

یوسف سلیم چشتی نے بعض مقامات پر غالب کی اغلاط تلاش کرنے کی کوشش بھی کی ہے اور جہاں انہیں کوئی غلطی نظر آئی ہے، اس پر نہ صرف اعتراض کیا ہے بلکہ اصلاح کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

ہم سخن تیشے نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال، اچھا ہے

''پہلے مصرعے میں گنجلک ہے اور دوسرے میں تنافر۔ تین کاف یعنی'' کا کہ کسی'' متصل آ گئے ہیں اور مضمون بھی کچھ نہیں ہے۔ اگر دوسرے مصرعے کو یوں پڑھا جائے'' جس طرح کا بھی کسی میں ہو کمال اچھا ہے'' تو تنافر کا عیب دور ہو جائے گا'' (۴۴)۔

اسی طرح ایک اور شعر میں بھی اصلاح کی گنجائش پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملاحظہ ہو:

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا
اوروں پہ ہے وہ ظلم، کہ مجھ پر نہ ہوا تھا

''دوسرے مصرعے کو یوں پڑھنا چاہیئے اوروں پہ ہے وہ ظلم جو مجھ پر نہ ہوا تھا۔ اس کی نثر یوں ہوگی۔ وہ ظلم جو مجھ پر ہے اوروں پر نہ ہوا تھا، یہی نثر اس شعر کا مطلب ہے یعنی تو نے یوں تو کسی کو نہیں چھوڑا مگر مجھ پر سب سے زیادہ ظلم کیے ہیں'' (۴۵)۔

یوسف سلیم چشتی نے ہر شعر کی تشریح کے آخر میں اس شعر کا مرکزی خیال یا مفہوم چند سطور میں بیان کر دیا ہے۔ یہ ایک نیا انداز تفہیم ہے جس سے شعر کا بنیادی تصور چند الفاظ میں سمٹ آتا ہے۔ یہ انداز سلیم سے پہلے کسی شارح نے نہیں اپنایا البتہ ان کے بعد منظور احسن عباسی نے اس خصوصیت کو جاری رکھا ہے۔ بحیثیت مجموعی کلام غالب کی معیاری شرح ہے۔

7- مشکلاتِ غالب:

علامہ نیاز فتح پوری کی شرح ہے جو ادارہ نگار پاکستان، کراچی سے ۱۹۶۱ء میں تصنیف ہو کر منظر عام پر آئی۔ اس سال اس کا ایک ایڈیشن بھارت سے بھی شائع ہوا (۴۶)۔ پاکستان کے ایک اشاعتی ادارے دارالشعور، لاہور نے بھی اکتوبر ۱۹۹۸ء میں اسے شائع کیا۔ بہر حال اس شرح کے لکھے جانے کا جواز وہی بتایا گیا ہے جو اس سے قبل چند دیگر شارحین نے پیدا کیا تھا۔ یعنی طلباء کی تعلیمی و تدریسی ضروریات۔ چنانچہ نیاز فتح پوری اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہوتے ہیں:

''اکثر طلباء میرے پاس آئے اور انہوں نے غالب کے بعض اشعار کا مفہوم مجھ سے دریافت کیا۔ مجھے یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ ان کے اساتذہ نے جو مفہوم ان کو بتایا ہے وہ بہت الجھا ہوا ہے اور طلباء کا ذہن و دماغ آسانی سے اسے قبول نہیں کر سکتا۔ بنابراں مجھے خیال ہوا کہ غیر ضروری مباحث میں الجھے بغیر اگر سادہ الفاظ میں غالب کے مشکل اشعار کا مفہوم ظاہر کر دیا جائے تو زیادہ مناسب ہے''(۴۷)۔

نیاز فتح پوری نے اپنی شرح کے لیے جن شارحین سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا نام بھی انہوں نے نہیں لیا۔ البتہ ان کی تحریر سے پتا چلتا ہے کہ شرحوں کی خاصی تعداد ان کے زیر مطالعہ رہی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بعض شارحین پر اعتراض بھی کیا ہے۔ شارحین پر ان کا بنیادی اعتراض یہ ہے کہ وہ غالب کے اشعار میں غیر ضروری تاویلات و مبحث سے کام لیتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ شارحین غالب نے اپنے اپنے ذوق کے لحاظ سے کافی ژرف نگاہی سے کام لیا ہے۔ بعض نے لفظی ولغوی تحقیق کو سامنے رکھا، بعض نے اس عقیدہ کی بنا پر کہ غالب کے کلام میں کسی خامی کا پایا جانا ممکن ہی نہیں، اسی کے بعض بے معنی اشعار میں بھی کھینچ تان کر کوئی نہ کوئی مفہوم پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بعض شارحین ایسے بھی ہیں جن کو غالب کا ہر شعر، حکمت و فلسفہ نظر آیا اور اس کی شرح و تفسیر میں وہ غالب سے زیادہ ناقابلِ فہم ہو کر رہ گئے۔ بعض شرحوں میں بہت زیادہ اختصار و اجمال پایا جاتا ہے اور بعض میں ضرورت سے زیادہ اطناب۔ اس لیے ان تمام شرحوں کے ہوتے ہوئے بھی ایک معتدل قسم کی شرح کی ضرورت یقیناً باقی تھی''(۴۸)۔

اگرچہ نیاز فتح پوری کے اس تبصرے میں کسی حد تک صداقت تو ضرور ہے لیکن وہ خود بھی بعض مقامات پر انہی خامیوں سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ بعض اشعار کی شرح میں انہوں نے غالب پر فکری اور فنی نوعیت کے اعتراضات بھی اٹھائے ہیں اور عیوبِ کلام نمایاں کرنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کی۔ مثلاً غالب کا شعر ہے:

ہیں بسکہ جوشِ بادہ سے شیشے اچھل رہے
ہر گوشہ بساط ہے سر شیشہ باز کا

لکھتے ہیں:

''نہ مفہوم لطیف، نہ تشبیہ و استعارہ قابلِ تعریف'' (۲۹)۔

اسی طرح غالب کا ایک اور شعر ہے:

شب خمارِ شوق ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیط بادہ، صورت خانہ خمیازہ تھا

لکھتے ہیں:

''غالب کا یہ شعر دور از کار تخیل کے سوا کچھ نہیں اور اگر دونوں مصرعوں کی ردیف تھا کو بود کر دیا جائے تو فارسی کا شعر ہو جاتا ہے'' (۳۰)۔

نیاز فتح پوری نے دوسرے شارحین پر جو اعتراض اٹھائے ہیں ان میں سے ایک اعتراض بے جا اختصار کا بھی تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ بعض مقامات پر وہ خود بھی اس خامی کا شکار ہو گئے ہیں۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

بہ پیچ و تابِ ہوس، سلکِ عافیت مت توڑ
نگاہِ عجز سر رشتہ سلامت ہے

تشریح میں صرف اتنا لکھتے ہیں:

''امن و عافیت اسی میں ہے کہ حرص و ہوس کو چھوڑ دیا جائے'' (۳۱)۔

حتیٰ کہ بعض مقامات پر تو شرح کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی بلکہ صرف ایک دو مشکل الفاظ کے معنی لکھ دیے ہیں اور اسے کافی سمجھا ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

نہ گل نغمہ ہوں نہ پردہ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

آگے اتنا کچھ لکھا ہے:

''گل نغمہ سے مراد نغمہ طرب ہے۔ پردہ ساز: ساز کے پردے جس سے نغمہ پیدا ہوتا ہے'' (۳۲)۔

نیاز فتح پوری نے اگرچہ کلام غالب کی تعریف و تحسین بھی کی ہے لیکن بحیثیت مجموعی کلام غالب کے بارے میں ان کا رویہ معاندانہ رہا ہے۔ انہوں نے کلام غالب پر اعتراضات بھی کیے ہیں اور بعض مقامات پر اصلاح کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔

8-یادگارِ غالب:

یہ بنیادی طور پر غالب پر الطاف حسین حالؔی کی ایک سوانحی و تنقیدی کتاب ہے اگرچہ یہ باقاعدہ شرح نہیں ہے لیکن اسے جزوی طور پر شرح دیوانِ غالب کہا جا سکتا ہے۔ یہ اولاً ۱۸۹۷ء میں تصنیف ہو کر منظرِ عام پر آئی (۳۳)۔ پاکستان میں اسے مجلسِ ترقی ادب، لاہور نے ۱۹۶۳ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۹۷ ہے۔ حالی نے اگرچہ منتخب اشعار کی تشریح کی ہے لیکن اس کے لیے انہوں نے ایسے اشعار کا انتخاب کیا ہے جو سہل اور عام فہم تھے۔ پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ شاگرد ہونے کے ناطے انہوں نے غالب سے براہ راست استفادہ بھی کیا ہے۔ اس لیے ان کی شرح نگاری کو قابلِ اعتبار سمجھا جاتا ہے۔ سید ہاشمی فرید آبادی نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا ہے کہ:

> ''اگر کلام کی خصوصیات کو ناظرین کے ذہن نشین کرنا، شرح کے مقاصد میں داخل ہے تو اس کام کو مولوی حالی صاحب مرحوم سے بہتر کسی شارح نے انجام نہیں دیا'' (۳۴)۔

غالب سے استفادہ کرتے ہوئے حالی نے بعض ایسے اشعار کو قابلِ فہم بنانے کی سعی بھی کی ہے جن کے معنی میں مشکلات تھیں۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

قمری کفِ خاکستر و بلبل قفسِ رنگ
اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیا ہے

حالی لکھتے ہیں:

> ''میں نے خود اس کے معنی مرزا سے پوچھے تھے، فرمایا ''اے'' کی جگہ ''جز'' پڑھو معنی خود سمجھ میں آجائیں گے'' (۳۵)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حالؔی اپنے پیش رو شارحین میں بلند مقام رکھتے ہیں لیکن یہاں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حالی کی بیان کردہ شرح کی صحت کو ایک چیز نے بڑا نقصان پہنچایا ہے اور وہ حالی کا دوہرے مفاہیم تلاش کرنے کا رجحان ہے۔ اسی سلسلے میں حالؔی پہلے یہ فرض کر لیتے ہیں

کہ غالب کی شاعری میں یہ خصوصیت نمایاں ہے کہ اشعار دوہری معنویت رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے مفہوم میں کھینچا تانی سے کام لیتے ہیں۔ غالب کی اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں:

''ان کے اکثر اشعار کا بیان ایسا پہلودار واقع ہوا ہے کہ بادی النظر میں اس سے کچھ اور معنی مفہوم ہوتے ہیں مگر غور کرنے کے بعد اس میں ایک دوسرے معنی نہایت لطیف پیدا ہوتے ہیں جس سے وہ لوگ جو ظاہری معنوی پر قناعت کر لیتے ہیں لطف نہیں اٹھا سکتے'' (۳۶)۔

چنانچہ اس زعم میں حالی نے مفاہیم کے اندر جو تاویلات پیدا کی ہیں ان کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

ترے سرو قامت سے اک قد آدم
قیامت کے فتنے کو کم دیکھتے ہیں

''اس کے ایک معنی تو یہ کہ تیرے سرو قامت سے فتنۂ قیامت کمتر ہے اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ تیرا قد اسی میں سے بنایا گیا ہے اس لیے وہ ایک قدِ آدم کم ہو گیا ہے'' (۳۷)۔

اس شرح کے دوسرے معنی درست ہیں۔ پہلے معنی محض خصوصیت کو ثابت کرنے کے لیے نکالے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ حالی کی شرح کئی اعتبار سے بہتر ہونے اور بعد میں آنے والے شارحین کے لیے واضح راستہ متعین کرنے کے باوجود خامیوں سے مبرا نہیں ہے۔

9- مراۃ الغالب:

وحید الدین بے خود دہلوی کی شرح ہے اولاً بھارت میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے (۳۸)۔ پاکستان میں اسے مطبع کریمی پریس، لاہور سے مارچ ۱۹۶۴ء میں شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۳۹۵ ہے۔ بے خود نے یہ شرح دراصل نظم طباطبائی کے جواب میں لکھی ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ نظم کی لکھنوی دبستان کی شرح ہے اور بے خود دہلوی کی دبستان دہلی کی نمائندہ۔ اس شرح کے دیباچہ نگار آغا طاہر لکھتے ہیں:

''مرزا غالب دہلی کی جان، اردو کی جان، پھر اب تک کسی دہلی والے نے شرح نہیں لکھی'' (۳۹)۔

چنانچہ بے خود نے اپنی شرح میں دفاعِ غالب کے فریضے کو اپنے اوپر لازم قرار دے لیا ہے اور جہاں جہاں نظم نے غالب پر اعتراض کیا تھا،

بے خود نے رد میں غالب کی طرفداری کا خوب حق ادا کیا ہے۔ مثلاً دیوان کا پہلا شعر نظم طباطبائی کے نزدیک بے معنی اور مہمل ہے۔ لکھتے ہیں:

> ''شاعر کے تخیل بلند اور غیر معمولی جدت کا ثبوت کامل ہے۔ میری رائے میں شعر معنی خیز اور خیال اچھوتا ہے۔ اس شعر کو بے معنی کہنا انصاف کا خون کرنا ہے'' (۴۰)۔

بے خود نے ساری شرح میں انداز اپنایا ہے۔ حتی کہ غالب کے لیے متودبانہ اندازِ بیاں اختیار کیا ہے۔ مولانا سہا کی طرح بے خود دہلوی کے یہاں تصوف کے افکار کا غلبہ موجود ہے۔ لیکن اس میں نہ تو شدت ہے اور نہ ہی ذوق پر ناگوار اثرات محسوس ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں بعض مجازی رنگ کے اشعار کو بھی حقیقی رخ سے دیکھا ہے اور صوفیانہ انداز سے ان کی تشریح کی ہے۔ مثلاً

منہ نہ کھلنے پر وہ عالم ہے کہ دیکھا ہی نہیں
زلف سے بڑھ کر نقاب اس شوخ کے منہ پر کھلا

فرماتے ہیں:

> ''معشوقِ حقیقی کا حسنِ دلفریب کس نے دیکھا ہے، باوجود اس قدر پردوں کے جو ظہور و تجلیات قلبِ عشاق پر ہو رہا ہے، وہ ایسا ہے کہ اس کی صفت بیان ہو ہی نہیں سکتی'' (۴۱)۔

منہ، زلف، نقاب اور شوخ جیسے الفاظ کی موجودگی میں اس شعر کی تشریح حقیقی رنگ میں کرنا، ان کے تصوف کی جانب بڑھتے ہوئے رجحان کا عندیہ دیتا ہے۔ ان کے سوا تمام شارحین نے اس شعر کو مجازی رنگ تک ہی محدود رکھا ہے۔

جہاں تک بے خود کی زبان اور اسلوب کا تعلق ہے، نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ یہ دراصل اس لسانی رویے کی یاد دلاتی ہے جو میر امن سے شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ مقابل میں نظم طباطبائی کی زبان اپنے ہم وطن رجب علی بیگ سرور کی طرح دقیق، مشکل اور عالمانہ رنگ پر مشتمل ہے۔

قصہ کوتاہ، بے خود دہلوی کی شرح نہایت آسان اور سادہ لب و لہجہ کی حامل ہے۔ ان کی اس خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے افسر صدیقی لکھتے ہیں:

''بے خود کی شرح بہت آسان زبان میں لکھی گئی ہے، اس لیے عام لوگوں کو اس کے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی'' (۴۲)۔

10-دیوانِ غالب مع شرح:

حسرت موہانی کی شرح ہے۔ اولاً ہندوستان سے اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے (۴۳)۔ پاکستان میں الکتاب، آرام باغ روڈ کراچی نے اسے مارچ ۱۹۶۵ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۱۴ ہے۔ حال ہی میں نام کی تبدیلی کے ساتھ اس کا ایک ایڈیشن لاہور سے بھی شائع ہوا (۴۴)۔ اس شرح کا ایک بڑا نقص یہ ہے کہ حسرت نے بہت سارے اشعار کو آسان سمجھ کر ترک کر دیا ہے اور ان کی شرح نہیں کی۔ حالانکہ ان کے ترک کردہ اشعار میں ایسے بھی ہیں جن کے مفاہیم متعین کرنے میں شارحین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ حسرت کی اس خامی کا ذکر کرتے ہوئے حامد حسن قادری رقم طراز ہیں:

> ''حسرت صاحب نے شوق اختصار میں بہت سے قابل تشریح اشعار ویسے ہی چھوڑ دیے ہیں۔ قابل شرح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شارح ان کو آسانی سے سمجھ گیا یا منتہی و عالم کو سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔ اوسط درجے کے ذہنوں اور استعدادوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے'' (۴۵)۔

اسی طرح انہوں نے جہاں اشعار کی تعداد کو مختصر کیا ہے وہاں تشریح میں بھی اختصار سے کام لیا ہے جس سے بعض اوقات مفہوم واضح نہیں ہو پاتا اور ابہام باقی رہ جاتا ہے۔ حسرت نے ایک اور ستم ظریفی بھی کی ہے، وہ یہ کہ اکثر مقامات پر غالب اور حالی کی شرح اور ایک آدھ جگہ پر شوکت میرٹھی کی شرح کو من و عن نقل کر دیا ہے۔ لیکن بعض ایسے مقامات پر جہاں متقدمین کی آراء کو نقل کرنے کی ضرورت تھی وہاں صرف نظر کر گئے ہیں۔ بعض مقامات پر انہوں نے آسان اشعار کا مفہوم سمجھنے میں بھی غلطی کی ہے۔ مثلاً یہ شعر:

لے تو لوں سوتے میں اس کے پاؤں کا بوسہ مگر
ایسی باتوں سے وہ کافر بدگماں ہو جائے گا

لکھتے ہیں:

''ایک مطلب اس شعر کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر محبوب خواب میں آئے اور میں اس کے پاؤں کا بوسہ لے لوں تو وہ بدگمان ہو کر خواب میں بھی آنا چھوڑ دے گا'' (۴۶)۔

اس شرح میں غلطی یہ ہے کہ محبوب کے سوتے میں پاؤں کا بوسہ لینے کو خواب میں آنے اور اس کے پاؤں کا بوسہ لینے سے تعبیر کیا ہے جبکہ شعر میں خواب میں آنے کا کوئی حوالہ موجود نہیں ہے۔

بحیثیت مجموعی، جہاں تک شرح کی صحت کا تعلق ہے تو اس میں حسرت کا درجہ خاصا بڑھا ہوا ہے لیکن یہ ان کی فضیلت نہیں کیونکہ انہوں نے اکثر اشعار کو بغیر شرح چھوڑ دیا ہے جس میں غلطی اور اختلاف کا امکان تھا۔ اس اعتبار سے یہ ایک اوسط درجے کی شرح ہے۔

11-روح المطالب فی شرحِ دیوانِ غالب:

اولاد حسین شاداں بلگرامی کی شرح ہے، جسے انہوں نے احمد علی شیخ (مطبوعہ مظفر پرنٹرز) لاہور سے ۱۹۶۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۶۱۹ ہے۔ شرح سے قبل ''تسامحات مذلاتِ غالب'' کے عنوان سے ایک بحث شامل ہے جس میں انہوں نے معائب و محاسن پر بحث کے علاوہ عیوبِ کلام میں غیر ضروری الفاظ، تنافر، خلاف اُردو زبان، عروضی اغلاط اور توالی اضافات وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور حسبِ موقع غالب کے اشعار پیش کیے ہیں۔ شاداں نے شرح میں اپنے حالاتِ زندگی اور اپنے شاگردوں کی تعداد و تفصیل کے ساتھ ساتھ جگہ جگہ اپنے لاتعداد اشعار بھی بھر دیے ہیں اور اس کا جواز ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

''ناظرین ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ معاذ اللہ میں ان اشعار کو تقابل میں پیش کر رہا ہوں۔ کہاں غالب ایسا باکمال شاعر اور کہاں میں تک بند۔ زمین کہیں آسمان کے مقابل ہو سکتی ہے۔ صرف یہ خیال ہے کہ اگر شرح مقبول ہوئی تو اس کی بدولت یہ چند اشعار نہیں بلکہ چند موزوں اشعار میری حماقت کی یادگار باقی رہ جائے گی'' (۴۷)۔

شاداںؔ بنیادی طور پر مسلک اہل تشیع سے تعلق رکھتے تھے اس لیے اشعار غالب کی تشریح میں بھی یہی مذہبی رجحان غالب رہا ہے اور انہوں نے کھلے لفظوں میں ان نظریات کو اجاگر کرنے کی کوشش

کی ہے۔ مثلاً غالب کا مشہور شعر ہے:

کل کے لیے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوئے ظن ہے ساقیِ کوثر کے باب میں

اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''ساقیِ کوثر'' حوضِ کوثر سے شراب پلانے والے حضرت علی اسد اللہ الغالب علیہ السلام ہیں جب کہ دوسرے شارحین مثلاً یوسف سلیم چشتی اور غلام رسول مہر وغیرہ ساقیِ کوثر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لیتے ہیں''(۴۸)۔

شاداںؔ بلگرامی نے اپنی شرح میں غالب کے اشعار پر اصلاح دینے کا فریضہ بھی انجام دیا ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ رجحان دوسری شرحوں کی نسبت یہاں زیادہ ہے۔ انہوں نے جہاں کہیں بھی شعر کے مفہوم کو سمجھنے میں دشواری پیش آئی یا فارسی الفاظ کی غیر ضروری بہتات نظر آئی، فوری طور پر اپنے مصرعے لگا کر اصلاح کر دی۔ اس اصلاح کا آغاز انہوں نے دیوانِ غالب کے پہلے شعر سے ہی کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اگرچہ نقش کے لحاظ سے لفظ تحریر اور معشوق ہونے کی وجہ سے لفظ شوخی متناسب الفاظ ہیں مگر معنویت دور ہو جاتی ہے۔ جب تک کہ اس شعر میں کوئی لفظ اظہار شوق اور تقرب الٰہی کے لیے اور نفرت دنیا کے لیے نہ ہو۔ لفظ تحریر جو قافیے میں آپڑا ہے سب سے زیادہ مخل معنی ہے۔ میں اطلس میں ٹاٹ کا پیوند لگاتا ہوں۔ اربابِ کمال اگر پسند کریں تو خیر ورنہ مردود تو ہے ہی:

نقش فریادی ہے کس کی ہستیِ غم تاثیر کا
نقش فریادی ہے کس کی دوریِ دلگیر کا
نقش فریادی ہے کس کے ہجرِ دامن گیر کا''(۴۹)

شاداںؔ کی اصلاحوں کی علمی وادبی حیثیت کیا ہے۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ان کی اصلاحیں بعض اوقات نقصِ تفہیم سے بھی پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

سن اے غارت گرِ جنسِ وفا سن
شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا

لکھتے ہیں:

''مجھ میں کلام غالب کے سمجھنے کی قابلیت نہیں اور دلیری تو دیکھو اس کی شرح لکھنے بیٹھا ہوں۔ مناسب الفاظ تو ضرور ہیں، مگر میں لفظ قیمت کے مصرف کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ صرف شکستگیٔ دل کا ذکر ہونا چاہیے اس طرح بجائے خود مصرع صاف ہو جاتا ہے۔

شکست شیشۂ دل سے حیا کیا
مگر غالب کا یہ ڈھنگ نہیں''(۵۰)

بحیثیت مجموعی شاداں بلگرامی اپنے مخصوص مزاج اور منفرد لب و لہجہ کی بنا پر ایک معتدل شارح ہیں۔ جہاں تک ان کے اسلوب کا تعلق ہے تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کے ہاں غیر مانوس تراکیب اور قدرے غیر مناسب اور الجھا ہوا انداز بیان ہے جس کے باعث تفہیم میں دشواری پیدا ہو جاتی ہے۔

12-نوائے سروش:

مولانا غلام رسول مہر کی شرح ہے جو شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور سے ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۰۹۶ ہے۔ کلام غالب کی شرحوں میں ''نوائے سروش'' سب سے زیادہ ضخیم شرح ہے۔

مولانا مہر کلام غالب کی سابقہ تمام شرحوں سے نا مطمئن ہیں اور اس عدم اطمینان کا اظہار کرنے کے بعد مولانا حالی اور نظم طباطبائی کی تشریحات کو سراہتے ہیں ان کی رائے کو قابل قدر اور مستحکم قرار دیتے ہیں۔ اس ضمن میں یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

''کام شروع ہوا تو یقین ہو گیا کہ بیسیوں شرحیں چھپ جانے کے باوجود غالب کے مختصر سے اردو دیوان کی توضیح و تشریح کا حق ادا نہیں ہوا اور اغلب ہے، اس کے بعد بھی اہل فکر و نظر کا احساس یہی رہے۔.......... میں ان شرحوں پر نقد و تبصرہ کا رشتہ سنبھال نہیں سکتا، اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ پوری صف میں خواجہ حالی مرحوم اور مولانا طباطبائی مرحوم ہیں کہ ارشادات زیادہ محکم واستوار نظر آئے، جیسا کہ خود کتاب کے ملاحظہ سے یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی''(۵۱)۔

مولانا مہر بنیادی طور پر ایک محقق ہیں۔ ان کے اس تحقیقی رویے کی جھلک شرح کلام غالب میں بھی نظر آتی ہے۔ خاص طور پر جن لوگوں نے غالب کے بعض اشعار کا واقعاتی پس منظر بیان کیا ہے۔ مولانا مہر نے بنظر تحقیق اس واقعے کے جھوٹ سچ کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً غالب کا ایک شعر ہے:

ہائے اس چار گرہ کپڑے کی قیمت غالب
جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گریباں ہونا

اس شعر کے بارے میں "آب حیات" کی ایک روایت ہے کہ جب جیل سے نکلنے لگے اور لباس تبدیل کرنے کا موقع آیا تو وہاں غالب نے اپنا کرتا پھاڑ کر پھینک دیا اور مذکورہ شعر پڑھا۔ جبکہ مولانا مہر نے شعر کی تشریح میں اس روایت پر جو تبصرہ کیا ہے وہ ان کی محققانہ بالغ نظری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"یہ واقعہ صحیح نہیں کیونکہ قید میں مرزا غالب صرف نظر بند تھے اور مشقت روپے دے کر معاف کر دی گئی تھی.......... مرحوم نے یہ قصہ نقل کرتے وقت اتنا بھی خیال نہ رکھا کہ مرزا غالب کو عام قیدیوں کا لباس ملتا تو انہیں یہ لباس پھاڑ پھینکنے کی اجازت کیوں کر ہوتی۔ ہمارے زمانے تک یہی دستور رہا کہ قیدی معیادِ قید گزارنے کے بعد جیل کا لباس اُتار دیتے تھے، پھاڑ کر نہیں پھینک سکتے تھے"(۵۲)۔

مولانا غلام رسول مہر کی شرح میں دیگر خصوصیات کے علاوہ ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ انہوں نے شرح کے ساتھ ساتھ مطالب کی اطلاقی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔ یعنی شعر کی شرح کے بعد اسے ماضی کے یا عصری واقعات سے مربوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے ایک طرف تو ان کے حکیمانہ نقطۂ نظر کا پتا چلتا ہے اور دوسری طرف بدلتے شعور کے ساتھ کلامِ غالب کے ہم آہنگ ہونے کی صفت اجاگر ہوتی ہے۔ مثلاً غالب کا ایک شعر ہے:

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
آگہی گر نہیں غفلت ہی سہی

تشریح میں لکھتے ہیں:

"مرزا کہتے ہیں کہ انسان کو اپنی ذات کے سوا کسی کا خیال تک دل میں نہ لانا چاہیے۔ اگر آگاہی مقصود ہے، حقیقت فہمی منظور ہے تو وہ بھی اپنی ہی

ذات سے ہو۔ اگر غفلت و بے پروائی اختیار کرنی ہے تو وہ بھی اپنی ہی ذات سے کرنی چاہیئے .... اپنی ذات سے آگاہی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقت سے آشنا ہو جائے، سمجھ لے کہ وہ بندہ ہے اور دنیا میں اس کے پیدا کرنے کا ایک خاص مقصد و نصب العین ہے، جو پورا ہونا چاہیے اور یہ نصب العین خالق کا مقرر کیا ہوا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون O

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں''۔

عبادت سے مقصود احکام الٰہی کی پیروی ہے۔ اس طرح اصل مقصد پورا ہوتا ہے''(۵۳)۔

غالب کی زندگی اور اس کے شعری مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے غلام رسول مہرؔ کی شرح کو خود اس کی افتادِ طبع کا اظہار کہا جا سکتا ہے۔ بہر حال یہ شرح تفہیم غالب کے سلسلے میں نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ انہوں نے دوسرے شارحین سے زیادہ اس امر کی کوشش کی ہے کہ وہ اشعارِ غالب کی شرح کرتے ہوئے عظمت غالب کے فکری اور فنی اسباب کی نشاندہی کریں اور اس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں۔ کہیں کہیں نئے مطالب بھی سامنے لائے ہیں۔

13-دیوانِ غالب مع شرح:

عبدالرشید علویؔ کی شرح ہے، حق برادرز، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۸۰ ہے۔ اس عہد تک کلامِ غالب کی اگرچہ بہت سی شرحیں لکھی جا چکی تھیں لیکن اس شرح کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی۔ اس جواز کو عبدالرشید علوی نے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے:

''دیوانِ غالب کی متعدد شرحیں لکھی جا چکی ہیں، مفصل بھی اور مجمل بھی۔ مفصل شرحوں میں زیادہ ترعلمی بحثیں آئیں جن سے عام لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ مجمل اور مختصر شرحوں میں حالی کی طرح محض اشارے کر دینے پر قناعت کر لی گئی۔ عوام کے لئے وہ بھی چنداں سودمند ثابت نہ ہوئیں۔ میرے دل میں مدت سے آرزو تھی کہ کوئی ایسی شرح تیاری کی

جائے جو کم از کم الفاظ میں مشکل اشعار کے معنی ٹھیک ٹھیک واضح
کر دے.......... مجھے امید ہے کہ یہ کتاب غالب کے اُردو کلام کو سمجھنے
میں خاص مفید و معاون ہوگی'' (۵۴)۔

شارح کے بیان کے مطابق شرح مختصر الفاظ میں تیار تو ہو گئی لیکن نہ تو اس سے اشعار کے معنی ٹھیک ٹھیک واضح ہو سکے اور نہ ہی یہ غالب کے کلام کو سمجھنے میں مفید و معاون ثابت ہوئی۔

عبدالرشید علوی کی یہ شرح دراصل شعر کی نثر بنا دینے کے انداز پر مشتمل ہے۔ نثر نما شروح کی سب سے بڑی خامی یہ ہوتی ہے کہ ان سے اشعار کی تفہیم ممکن نہیں ہو سکتی۔ علوی کے ہاں بھی یہی نقص موجود ہے۔ مثلاً غالب کا شعر ہے:

دماغ عطر پیراہن نہیں ہے
غمِ آوارگی ہائے صبا کیا

لکھتے ہیں:

''صبا اگر محبوب کے پیراہن کی خوشبو اُڑائے پھرتی ہے تو ہم کو کیا غم،
پیراہن کی خوشبو کا دماغ ہی نہیں'' (۵۵)۔

شارح نے شعر کا مرکزی نقطہ جو وضاحت طلب تھا، سمجھا ہی نہیں ہے۔ یعنی ''پیراہن کی خوشبو کا دماغ نہیں'' کا ٹکڑا شعر کے بنیادی مفہوم سے تعلق رکھتا ہے جسے علوی نے واضح نہیں کیا۔

اختصار نویسی اگرچہ عیب نہیں ہے لیکن اس کے لیے بہت بڑی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ خاص پور پر مفہوم کو جچے تلے انداز میں بیان کرنے کے لیے الفاظ کا چناؤ بڑی مہارت کا متقاضی ہوتا ہے۔ علوی کے ہاں الفاظ کچھ اسی طرح سے استعمال ہوئے ہیں کہ شعر کا مفہوم ہی بدل کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

لکھتے ہیں:

''میں گناہوں کے دریا پر پہنچا اور اپنا دامن تر کرنا چاہا لیکن ابھی دامن کا
ایک گوشہ بھی تر نہ ہوا کہ دریا کا سارا پانی خشک ہو گیا'' (۵۶)۔

شرح میں دریا پر جانا اور دامن تر کرنے کی کوشش کرنا سارا عمل اس طرح شعوری بنا دیا

گیا ہے جیسے شاعر عمداً گناہ آلود ہونا چاہتا تھا اور پھر اس شرح سے شعر کا مفہوم بھی نہیں کھلتا۔ یہ شرح اگرچہ ہے تو حاشیہ نگاری، لیکن بعض تشریحات درست اور جامع بھی ہیں اور کہیں کہیں یہ اختصار حسن وخوبی کا پہلو لیے ہوئے ہے۔ مثلاً

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خود بیں ہیں کہ ہم
اُلٹے پھر آئے درِ کعبہ اگر وا نہ ہوا

تشریح میں لکھتے ہیں:

''فرمانبرداری کے باوجود ہماری آزادہ روی اور خود بینی کا یہ عالم ہے کہ جب دیکھا کعبہ کا دروازہ بند ہے تو زیارت کیے بغیر چلے آئے'' (۵۷)۔

بحیثیت مجموعی، علوی کی یہ شرح محض حاشیہ نگاری ہے۔ جس کے ذریعے سے انہوں نے کلام غالب کو سمجھانے کی کوشش کی ہے اور وہ اکثر اس کوشش میں ناکام رہے ہیں۔

14- دبستانِ غالب:

ناصر الدین ناصر کی شرح ہے، مکتبہ الفتح، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ صفحات کی تعداد ۴۳۱ ہے۔ یہ شرح کئی اعتبار سے مکمل، جامع اور کامیاب شرح ہے۔ اب تک جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں ان میں ''دبستان غالب'' کی اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔

ناصر کی شرح کا اہم وصف یہ ہے کہ انہوں نے تمام اہم شرحوں کو نقل کر کے ان کا تقابلی جائزہ لیا ہے اور بعد میں اپنی رائے کے ذریعے سے شعر کے مرکزی مفہوم تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ اس وصف کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ایوب شاہد لکھتے ہیں:

''ناصر الدین ناصر کی شرح اس لحاظ سے ممتاز اور منفرد ہے کہ اس میں تقریباً تمام اہم شارحین کو جمع کر لیا گیا ہے اور یہ اجتماع بھی اس نوعیت کا نہیں جس طرح آغا باقر وغیرہ کی شروح میں نظر آتا ہے کہ محض شارحین کی شرح نقل کر دی گئی ہو۔ بلکہ یہاں متقدمین شارحین کو تقابلی انداز میں پیش کیا گیا ہے اور پوری روایت میں شعر کی معنویت کو اجاگر کرنے کے بعد ایک رائے دی گئی ہے'' (۵۸)۔

اس طریقہ کار کو اس سے پہلے کسی شارح نے نہیں اپنایا۔ حالانکہ شارحین نے مختلف شرحوں سے استفادہ بھی کیا ہے اور دیگر شارحین کی رائے کو نقل بھی کیا ہے لیکن ان تقابلی وتنقیدی جائزہ لینا اور اس میں سے صایب رائے اخذ کرنا بہرحال ایک تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کا کام ہو جاتا ہے جو شارحین میں سے پہلی مرتبہ ناصرالدین ناصر نے سرانجام دیا ہے۔ ان کے اس تقابلی انداز کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔ غالب کا ایک شعر ہے:

خطر ہے، رشتہء الفت، رگ گردن نہ ہو جائے
غرور دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جائے

لکھتے ہیں:

''اس شعر کی دو متضاد شرحیں ہوتی ہیں۔ ایک طباطبائی کے تتبع میں معشوق سے خطاب ہے کہ میری دوستی ومحبت پر تجھے غضب کا غرور ہوا ہے اور ایسا نہ ہو کہ تو غرور میں آکر ہم سے ہمیشہ گردن ٹیڑھی رکھے اور دوسرا یہ کہ کہیں میں تیری دوستی پر مغرور نہ ہو جاؤں۔ طباطبائی کے مطلب کی جن شارحین نے پیروی کی ہے وہ ہیں حسرت موہانی، مولانا سہا، بے خود دہلوی، باقر، نشتر، نیاز، پروفیسر چشتی اور شاداں ہیں جن کے خیال میں معشوق کی دوستی پر عاشق کا مغرور ہونا قرین فہم ہے۔ ظاہر ہے طباطبائی کا مفہوم واقعیت کے خلاف ہے۔ معشوق کو عاشق کی دوستی پر غرور نہیں ہوتا البتہ عاشق اپنے معشوق کی دوستی پر مغرور ہو سکتا ہے'' (۵۹)۔

تشریح کے مذکورہ انداز سے نہ صرف شعر کا مطلب واضح ہوا ہے بلکہ اہم شرحوں کے ذریعے متقدمین کے خیالات بھی سامنے آئے ہیں۔ گویا اس طرح پوری روایت سے آگہی حاصل ہو جاتی ہے۔ متقدمین میں سے ناصر کا رجحان نظم طباطبائی کی طرف زیادہ نظر آتا ہے۔ ان کی تشریح کا انداز کچھ اس طرح ہے کہ پہلے وہ نظم کی شرح نقل کرتے ہیں بعد ازاں دیگر شارحین کے تقابل سے نظم کی رائے سے اتفاق یا اختلاف کرتے ہیں۔ اس صحت وصداقت کی جستجو میں وہ شخصیات کا بھرم رکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ چنانچہ کئی مقامات پر انہوں نے نظم طباطبائی اور دیگر اہم شارحین سے اختلاف بھی کیا ہے۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

لاف تمکیں ، فریب سادہ دلی
ہم ہیں اور راز ہائے سینہ گداز

نظم طباطبائی کی شرح نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''اس سادہ سے شعر کو طباطبائی نے مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے............ تاہم اس شعر کی شرح میں سوائے شاداں کے کسی اور شارح کو الجھن نہیں ہوئی............ اس شعر کی قابل فہم شرح سہا کی زبان میں ملاحظہ ہو............''(۶۰)۔

ناصر کی شرح ''دبستانِ غالب'' کے علمی وادبی معیار کو پرکھنے کے لیے مجموعی جائزہ کے طور پر مولانا محمد اسماعیل پانی پتی کے تبصرہ کو یہاں نقل کیا جاتا ہے جس سے اس شرح کے معیار کو سمجھنے میں آسانی رہے گی۔ مولانا فرماتے ہیں:

''اب تک کلامِ غالب کی جس قدر شرحیں لکھی گئی ہیں، ہمارے خیال میں یہ نئی طرز کی شرح ان سب میں نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ یہ غالب کے سارے اُردو کلام کی شرح نہیں ہے بلکہ شرح نگار نے بہت اعلیٰ تشریح طلب اشعار کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کر کے ان کی شرح نہایت دلآویز طریقہ سے کی ہے اور تشریح کرتے وقت جس قدر شرحیں مشاہیر ادب نے کلام غالب کی لکھی ہیں، ان کو سامنے رکھا ہے۔ کتاب میں ایسے مواقع بھی آئے کہ فاضل مصنف کو شارحین غالب سے اختلاف کی ضرورت پیش آئی ہے۔ ایسے موقعوں پر جناب مصنف نے صفائی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار تو کر دیا ہے مگر آج کل کے تنقید نگاروں کی طرح کسی کی پگڑی نہیں اچھالی۔ کتاب کو پڑھنے کے بعد اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ جناب مؤلف ناصر الدین ناصر نے کلام غالب کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ غالب کے کلام کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بڑا ضروری ہے''(۶۱)۔

15-روحِ غالب:

صوفی تبسم کی شرح ہے جو گلوب پبلشرز، لاہور سے ۱۹۶۹ء میں تصنیف ہو کر منظر عام پر آئی۔ صفحات کی تعداد ۲۵۶ ہے۔ یہ شرح اگرچہ سو (۱۰۰) منتخب اشعار پر مشتمل ہے جن میں اُردو کے ستر (۷۰) اور فارسی کے تیس (۳۰) اشعار ہیں۔ لیکن یہ شرح غالب فہمی کے سلسلے میں ایک اہم کوشش کا درجہ رکھتی ہے۔ تمام اشعار کی شرح ایک مخصوص طوالت پر مشتمل ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفی صاحب ریڈیو پر غالب کے ایک شعر کی شرح بیان فرماتے تھے اس لیے یہ طوالت مخصوص وقت صرف کرنے کی ضرورت کا نتیجہ ہے۔ بعد میں جو اشعار اس شرح میں شامل کیے گئے ان کی تشریح میں بھی کسی حد تک طوالت کے اسی رجحان کو برقرار رکھا گیا۔

اس شرح کی اہم بات اشعار کا انتخاب ہے۔ یعنی تشریح کے لیے اشعار کو منتخب کرتے ہوئے کسی خاص موضوع کو سامنے نہیں رکھا گیا۔ اشعار کے انتخاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اعجاز حسین بٹالوی "مقدمہ" میں لکھتے ہیں:

> "صوفی صاحب نے غالب کے اُردو اور فارسی کلام سے منتخب اشعار کی شرح لکھی ہے۔ پر حسنِ انتخاب اس اعتبار سے نمائندہ ہے کہ اس میں اس دور کے اشعار بھی موجود ہیں جب غالب زبان اور بیان پر جان دیتے ہوئے، اس دور کا کلام بھی شامل کرتے ہیں۔ جب زبان کا سب سے بڑا مصرف یہ تھا کہ غزالانِ خیال کسی طرح الفاظ کے دامن میں آسکیں۔ ان اشعار کے نمونے بھی موجود ہیں۔ جہاں پیچیدہ فارسی تراکیب استعمال ہوئی ہیں اور وہ اشعار بھی شامل ہیں، جن میں سادگی نے پرکاری کا کام کیا ہے" (۶۲)۔

انتخاب کی اس رنگا رنگی کا نتیجہ یہ ہے کہ غالب کے مشکل اور اختلافی اشعار کی تعداد زیادہ نہیں ہے جس کے باعث صوفی صاحب کی شرح متنازعہ ہونے سے بچ گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بعض مقامات پر وہ ایسے مفہوم بیان کرتے ہیں جو غالب کی فکر سے بھی مناسبت نہیں رکھتے: مثلاً

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترکِ رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

لکھتے ہیں:

''دین کی بنیاد توحید پر ہوتی ہے، ایک خدا، ایک کتاب، ایک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والا مومن کہلاتا ہے۔ مرزا غالب ایسے ہی مومن کو موحد کہہ کر پکارتا ہے اور اپنے بارے میں اعلان کرتا ہے کہ ہم ایک دین قیم، ایک ہی صراط مستقیم پر چلنے والے ہیں، ان کے علاوہ باقی چیزوں کو تسلیم نہیں کرتے'' (۶۳)۔

یہ شرح فکرِ غالب اور شعرِ غالب سے مناسبت نہیں رکھتی۔ بات واضح ہے کہ مفہوم میں جو فکری مغالطہ موجود ہے اس سے شعر کی تفہیم صحیح معنوں میں نہیں ہو سکتی۔ صرف یہی نہیں بلکہ بعض اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ صوفی تبسم سرے سے شعر کی تفہیم ہی سے قاصر رہے ہیں۔ مثلاً

گر تجھ کو ہے یقینِ اجابت، دعا نہ مانگ
یعنی بغیر یک دلِ بے مدعا نہ مانگ

لکھتے ہیں:

''اگر تجھے یہ امید ہے کہ جو دعا تو مانگے گا وہ پوری ہو جائے گی تو تجھے چاہیے کہ کوئی دعا نہ مانگے اور اگر مانگی ہے تو پھر ایسے دل سے مانگو کہ اس میں کوئی مدعا نہ ہو کہ نہ مدعا و مقصد ہو گا نہ اس کے پورا ہونے سے کوئی کمی یا بیشی ہو گی'' (۶۴)۔

شعر میں نہ تو دعا مانگنے کی نفی ہے اور نہ ہی اس میں یہ خیال موجود ہے کہ ایسے دل سے مانگو کہ اس میں کوئی مدعا نہ ہو۔ بلکہ اس کے برعکس ایک تو دعا کا اثبات ہے اور دوسرا ''دلِ بے مدعا'' کی طلب ہے۔

صوفی تبسم نے اپنی شرح میں دیگر شارحین سے استفادے کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کہیں کوئی ایسا موقع آیا ہے جس سے کسی شارح کے اثرات کا سراغ لگایا جا سکے۔ تاہم یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے شرح لکھتے وقت دیگر شروح کو پیش نظر نہ رکھا ہو۔ بحیثیت مجموعی یہ شرح غالب فہمی کے سلسلے میں ایک اہم اضافہ ہے۔ پاکستان میں اس کی دوسری اشاعت بھی عمل میں آئی۔ فیروز سنز، لاہور نے اسے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۲۱ ہے۔

16-شرح دیوانِ غالب:

سید غضنفر علی غضنفر کی شرح ہے جسے حاجی فرمان علی اینڈ سنز نے ۱۹۲۹ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۶۸ ہے۔ غضنفر نے اپنی شرح میں انفرادیت قائم کرنے کے لیے ایک تو عام شارحین کے برعکس الفاظ و محاورات کی وضاحت تشریح ختم کرنے کے بعد کی ہے۔ دوسرا یہ کہ تشریح کے ساتھ ساتھ غالب کے اشعار پر نقد و تبصرہ بھی کیا ہے۔ یہ تبصرہ کوئی تفصیلی بھی نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ ایک آدھ جملے میں تنقیدی جائزہ پیش کر دیتے ہیں۔ مثلاً غالب کا شعر ہے:

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو

دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''شعر صاف ہے اگرچہ بازاری ہے'' (۶۵)۔

غضنفر نے شرح کو طوالت بے جا سے بچانے کے لیے آسان اشعار کی تشریح سے گریز کیا ہے۔ اگرچہ ایسے بلا تشریح اشعار کی تعداد بہت کم ہے لیکن اس کے برعکس انہوں نے مشکل اور وضاحت طلب اشعار کی تشریح میں زور آزمائی سے کام لیا ہے۔ اس کے باوجود جو کمی اس شرح میں باقی رہ گئی ہے وہ ان کا بے جا اختصار ہے۔ بعض مقامات پر وضاحت کی کمی نے ایسا الجھاؤ پیدا کیا ہے کہ لگتا ہے شارح کے ذہن میں عقدہ مشکل کو حل کرنے کا خیال تک نہیں آیا۔ مثلاً:

جا داد بادہ نوشیِ رنداں ہے شش جہت

غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''یہ شعر بھی حقیقت میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام دنیا زندانِ مے حقیقی کی بادہ نوشی کے لیے جائیداد ہے۔ یعنی محبت الٰہی کی شراب پینے والے دنیا کی ہر شے میں جلوہ الٰہی کا دیدار دیکھتے ہیں۔ اگرچہ غافل لوگ خراب سمجھتے ہیں'' (۶۶)۔

اس تشریح میں کوئی وضاحت نہیں کہ غافل لوگ کس طرح خراب سمجھتے ہیں؟ اور رندانِ مے حقیقی کے لیے دنیا کس طرح جائیداد ہے؟ ان سوالوں کی وضاحت نہ ہونے سے شعر کا مفہوم پوری طرح

نہیں کھلتا۔ وضاحت کی کمی کے باعث تشنگی رہ گئی ہے۔ کہیں کہیں انہوں نے شعر کی صرف نثر بنا دینے سے کام چلایا ہے۔ ایسے موقعوں پر ابہام کی کیفیت موجود رہی ہے۔ ورنہ غالب جیسے شاعر کے اشعار کی صرف نثر بنا دینا فنِ شرح نگاری کے خلاف ہے۔ مثال کے طور پر غالب کا شعر اور غضنفر کی نثر ملاحظہ فرمائیے:

دیکھو تو دلفریبیء انداز نقشِ پا
موجِ خرامِ یار بھی کیا گل کتر گئی

''یار کے نقشِ پا کے انداز کی دلفریبی تو دیکھو کہ موجِ خرامِ یار کیسے دلفریب نقش بنا گئی'' (۶۷)۔

یہ صرف شعر کی نثر ہی نہیں بلکہ الفاظ وتراکیب تک کو بحال رکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے شرح نگاری کا یہ انداز قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔

ان تمام باتوں کے برعکس غضنفر کے ہاں کہیں کہیں معیاری تشریح کی جھلک بھی مل جاتی ہے۔ انہوں نے بعض ایسے اشعار کی شرح خوبصورت انداز میں کی ہے جو مختلف شارحین کے ہاں اختلافی نوعیت کے حامل تھے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

نے گلِ نغمہ ہوں نہ پردہء ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

لکھتے ہیں:

''میری آواز نہ گلِ نغمہ ہے نہ پردہ ءساز بلکہ میرے درد کا اظہار ہے، مطلب یہ ہے کہ میری کلام میں محض اظہار جذبات دلی کیا گیا ہے کوئی نغمہ یا ساز نہیں ہے'' (۶۸)۔

17- مفہومِ غالب:

صاحبزادہ احسن علی خاں کی شرح ہے۔ مکتبہ میری لائبریری، لاہور نے غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۲۰ ہے۔ احسن نے آغاز میں اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ وہ کم وبیش اڑتالیس سال تک غالب کو پڑھتے اور سمجھتے رہے ہیں اور جن اشعار کو پڑھ کر انہیں ذہنی الجھن محسوس ہوئی اسے کئی بار غور وفکر کے ساتھ حل کیا۔ اس سلسلے میں ان کا کہنا ہے:

''شعر پڑھتے وقت میں نے اس کے ایک ایک لفظ پر غور کیا۔ اس کے حالات زندگی کافی حد تک اس کے خطوط میں مل جاتے ہیں، پیش نظر رکھے اور اس طرح جو غالب کا اپنا مفہوم ان اشعار میں پوشیدہ ہے، معین کیا ہے، میں کس حد تک اس میں کامیاب ہوا، یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ جو شرحیں اب تک لکھی گئی ہیں ان سے مقابلہ کر کے دیکھا تو مجھے اپنے سمجھنے پر اطمینان ہوا اور جو میں نے سمجھا اس کو ایسے الفاظ میں بیان کیا کہ پڑھنے والوں کو میرا مفہوم سمجھنے میں وقت نہ ہو'' (۶۹)۔

''مفہوم غالب'' کی انفرادیت یہ ہے کہ احسن علی خان نے نہ صرف شارحین سے اختلاف کیا ہے بلکہ بعض مقامات پر وہ خود غالب کے بیان کردہ مفہوم کو بھی رد کر گئے ہیں۔ مثلاً دیوانِ غالب کا پہلا شعر ہے:

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

اس کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''غالب کے ذہن میں ایران کی وہ رسم کہ مظلوم اپنی مظلومیت کا اظہار زبان سے نہیں بلکہ کاغذی لباس پہن کر حال سے کرتے تھے، موجود تھی، تصویر کے دیکھتے ہی ذہن میں پہلے دوسرا مصرع آیا اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا۔

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

تصویر اگر کسی چیز کی شکایت کر سکتی تھی تو وہ مصور کی، اس کی مہارت فن کی کہ زندہ مخلوق کے بالکل مطابق بناتے ہوئے وہ اس کو زندگی کی روح نہ دے سکا۔ چنانچہ مصرع ثانی کے لیے سوال مل گیا اور اس طرح شعر موزوں کر دیا۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا'' (۷۰)

اس شعر کی تشریح میں انہوں اور بھی بہت کچھ لکھا ہے اور غالب کے تخلیقی عمل کو گرفت میں لینے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے غالب کے بعض شارحین کے بارے میں یہ رائے

قائم کی ہے کہ صاحب علم اور صاحب ذوق ہونے کے باوجود انہوں نے شعر کو مہمل کہا ہے اور بعض نے کلامِ عارفانہ خیال کر کے وہ معنی لیے ہیں جن کے شعر کے الفاظ متحمل نہیں ہو سکتے۔

احسن نے اپنی شرح میں ایک انفرادیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ غالب کی شاعری میں معرفت اور تصوف کے قائل نظر نہیں آتے۔ چنانچہ انہوں نے بعض اشعار کے حقیقی مفہوم کو مجازی نظر سے دیکھا ہے۔ اس سے ایک نقصان یہ ہوا ہے کہ اشعار کا پس منظر یا ان کا مخاطب بدل گیا ہے۔ جس سے شعر حقیقی معنوں سے اُتر کر مجازی سطح پر آ جاتے ہیں۔ مثلاً غالب کا شعر ہے:

دل ہر قطرہ ہے سازِ انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

لکھتے ہیں:

"مصرعہ ثانی میں ضمیر "اُس" خداوند تعالیٰ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور محبوب کی طرف بھی" (۷۱)۔

اس شعر میں قطرہ و بحر کی تمثیل حقیقت کے سوا کوئی اور مفہوم نہیں رکھتی لیکن احسن نے مجاز کا تذکرہ کر کے شعر کو سطحی نوعیت کا بنانے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ آگے تشریح میں انہوں نے صرف حقیقی مفہوم لیا ہے کیونکہ مجازی رنگ میں تشریح بالکل ممکن نہ تھی۔

انہوں نے بعض مقامات پر اشعار کی صحت واملا کا بھی خیال نہیں رکھا جس کی بنا پر ان کی شرح میں نقائص در آئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ انہوں نے غالب کا شعر اس طرح نقل کیا ہے:

سن اے غارت گرِ جنسِ وفا سن
شکستِ شیشۂ دل کی صدا کیا؟

اصل ترکیب "شکستِ قیمتِ دل" ہے، مگر انہوں نے "شکستِ شیشۂ دل" لکھ کر شعر غلط نقل کیا ہے اور کوتاہی کا لازمی نتیجہ شعر کی غلط تشریح کی صورت میں سامنے آیا ہے۔ مفہوم یکسر بدل کر رہ گیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"تو نے بے وفائی کر کے میرا دل توڑا ہے، اب اس کے ٹوٹنے کی آواز سن یعنی میرے اشعار دلِ شکستہ کی آواز ہیں" (۷۲)۔

احسنؔ کی شرح کا مجموعی انداز دوسرے شارحین سے ملتا جلتا ہے، تشریح سے قبل حل لغت لکھنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور پوری غزل لکھنے کی بجائے علیحدہ علیحدہ شعر لکھ کر اس کی تشریح کرتے ہیں۔ اسلوب نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ عربی و فارسی الفاظ کی ویسی بھرمار نہیں جو نظمؔ طباطبائی یا شاداںؔ بلگرامی کے ہاں نظر آتی ہے۔ شرح میں بے جا طوالت اور غیر ضروری اختصار بھی نہیں اور مفہوم کو آسان اور عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ شرح کا اپنا مقام ہے اور اغلاط و نقائص کے باوجود بیشتر مطالب درست لکھے گئے ہیں۔

18-الہاماتِ غالب:

پروفیسر عنایت اللہ ملک کی شرح ہے۔ اگرچہ پہلی مرتبہ ۱۹۳۶ء میں لاہور سے شائع ہوئی تھی (۷۳)۔ لیکن غیر معروف اور نایاب ہونے کی وجہ سے علمی حلقوں سے اوجھل رہی ازاں بعد ایجوکیشنل پریس کراچی سے ۱۹۷۱ء میں اسے دوبارہ شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۴۶۳ ہے۔ یہ شرح بنیادی طور پر طلباء کی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی۔ چنانچہ عنایت اللہ خود لکھتے ہیں:

> ”کالج کے بعض ادب شناس طلباء نے مجھے دیوانِ غالب کی شرح لکھنے کی تحریک کی، لیکن میں سمجھتا تھا کہ دیوانِ غالب کی کافی شرحیں لکھی جا چکی ہیں اور اس میدان میں مزید طبع آزمائی کی ضرورت نہیں مگر احباب نے باوجود میری معذرت کے، پیہم اصرار اور مسلسل تقاضا سے مجھے کچھ اس طرح مجبور کر دیا کہ میں نے اس مشکل کام کے انجام دینے کا وعدہ کر لیا“ (۷۴)۔

عنایت اللہ نے شرح کے دیباچے میں اگرچہ اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ شرح میں جس مقام پر دوسرے شارحین غالب سے انہوں نے اختلاف کیا ہے اور ان پر تنقید بھی کی ہے وہاں اپنی رائے ظاہر کرنے سے گریز نہیں کیا۔ لیکن صورتِ حال اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ اختلاف اور تنقید تو دور کی بات ہے، بعض مقامات پر تو انہوں نے دیگر شارحین کو من و عن نقل کر دیا ہے اور حوالہ تک نہیں دیا۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

سن اے غارت گرِ جنسِ وفا سن
شکستِ قیمتِ دل کی صدا کیا

نظم طباطبائی نے اس شعر کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

''یعنی تو جو یہ کہتا ہے کہ ہمیں شکستِ دل کی خبر نہیں تو کہیں شکست دل میں آواز ہوتی ہے جو تجھے سنائی دیتی۔ مصنف نے شکستِ دل کو شکستِ قیمتِ دل سے تعبیر کیا ہے اور اس لیے جنس و غارت اس کے مناسبات ذکر کیے ہیں، دوسرا پہلو اس بندش میں یہ نکلتا ہے کہ شکستِ دل کی صدا تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے تو دل شکنی تو کیے جا اور سن بھلا دل کی اور صدائے شکستِ دل کی کیا حقیقت ہے جو تو تامل کرے'' (۷۵)۔

اب شرح میں عنایت اللہ ملک کے الفاظ دیکھیے:

''یعنی تو جو کہتا ہے کہ ہمیں شکستِ دل کی خبر نہیں تو کہیں شکستِ دل میں بھی آواز ہوتی ہے جو تجھے سنائی دیتی۔ شکستِ دل کو شکستِ قیمت دل سے تعبیر کیا ہے اور اس لیے جنس و غارت اس کے مناسبات ذکر کیے ہیں۔ دوسرے معنی اس کے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ شکستِ دل کی صدا تجھے اچھی معلوم ہوتی ہے تو دل شکنی کیے جا، بھلا دل کی اور صدائے شکستِ دل کی حقیقت کیا ہے، ہمیں تو تیری خوشی منظور ہے'' (۷۶)۔

شارح نے نظم طباطبائی کو بغیر حوالے کے نقل کیا ہے جو درست نہیں۔ دوسرے شارحین نے بھی ایسا کیا ہے لیکن جب بھی کسی کو نقل کیا ہے اس کا حوالہ دیا ہے۔ جس طرح ''بیانِ غالب'' میں آغا محمد باقر نے دیگر شارحین کو حوالہ دے کر نقل کرنے کی روایت قائم کی ہے۔

جہاں تک شارحین سے اختلاف کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس سلسلے میں بھی یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انہوں نے ایسا انداز اور رویہ اپنایا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

واں پہنچ کر جو غش آتا پئے ہم ہے ہم کو
صد رہ آہنگِ زمیں بوسِ قدم ہے ہم کو

لکھتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ کوچہ محبوب میں مجھے جو پے در پے غش آتا ہے اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ میں سو طرح سے اپنی قدم بوسی کروں کیونکہ اپنے قدموں کی بدولت مجھے کوچہ محبوب نصیب ہوا'' آسی صاحب، قاضی

صاحب اور جناب نظم صاحب نے اس شعر سے قریب قریب یہی معنی لیے ہیں۔ لیکن ہمیں ان معنوں اور اس شرح میں تامل ہے، اگر اس اختلاف کو درج کیا جائے تو بحث بہت طویل ہو جائے گی" (۷۷)۔

یہ طریقہ شرح نگار کے شایانِ شان نہیں۔ اگر ایک شرح کو درست خیال نہیں کیا جاتا تو اسے درج کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر اختلاف کو ظاہر کیا ہے تو اسے بھرپور انداز میں واضح کیا جائے۔ طوالت کے ڈر سے محض اشارہ کر دینا اور بحث کو ادھورا چھوڑ دینا اچھا نہیں ہے۔ بحیثیت مجموعی شرح کا معیار درمیانے درجے سے زیادہ نہیں ہے۔ اسلوب سادہ اور عام فہم ہے۔

19-مُرادِ غالب:

منظور احسن عباسی کی شرح ہے جو ۱۹۷۵ء میں سید سنز پرنٹرز، لاہور سے شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۴۳۲ ہے۔ شرح سے قبل انہوں نے "مقدمہ کتاب" کے زیرِ عنوان ایک جامعہ شذرہ قلم بند کیا ہے۔ غالب کی شاعری کی خصوصیات بھی بیان کی ہیں اور ساتھ ہی شارحین ونقادین کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ جن شارحین پر تنقید کی ہے ان میں نظم طباطبائی، بیخود دہلوی، مولانا سہا، آسی، نیاز فتح پوری، مولانا مہر اور احسن علی خاں وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ ناقدین میں سے عبدالصمد صارم پر بہت زیادہ اعتراضات اُٹھائے ہیں۔

منظور احسن عباسی نے یوسف سلیم چشتی کی طرح شرح کے آخر میں بنیادی تصور لکھنے کا طریقہ کار اپنایا ہے لیکن یوسف سلیم چشتی سے بسا اوقات اختلاف کر جاتے ہیں۔ بنیادی تصور لکھتے ہوئے انہوں نے زیادہ سے زیادہ اختصار سے کام لینے کی کوشش کی ہے جس کے نتیجے میں انہوں نے فارسی اضافتوں کا استعمال کیا ہے۔ اس لیے مفہوم ومعنی اور اسلوب ہر دو لحاظ سے تفہیم مشکل ہو گئی ہے۔ مثلاً غالب کا شعر ہے:

کیوں کر اس بت سے رکھوں جان عزیز
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز؟

یوسف سلیم چشتی نے "بنیادی تصور" یہ لکھا ہے:

"جاں نثاری عین ایمان ہے" (۷۸)

منظور احسن عباسی کا "بنیادی تصور" دیکھیے:

"فخرِ جاں نثاری" (۷۹)۔

واضح طور پر نظر آ رہا ہے کہ چشتی نے جو بنیادی تصور پیش کیا ہے وہ زیادہ قرین قیاس اور قابلِ قبول ہے۔ اس کے برعکس عباسی ابہام کا شکار ہو گئے ہیں۔

غالب کی شاعری کے بارے میں عباسی کا نقطۂ نظر واضح اور ہمدردانہ ہے اور یوں وہ اس روایت کے شارح ہیں جس کی ابتداء بے خود دہلوی سے ہوتی ہے اور جس میں آغا محمد باقر اور غلام رسول مہر کے نام آتے ہیں۔ نظم طباطبائی اور سعید الدین کے برعکس ان کا خیال ہے:

"اس عاجز نے پورے دیوان کی شرح مکمل کی ہے اور کوئی شعر مہمل نظر سے نہیں گزرا۔ البتہ کلامِ غالب کی صرفی اور نحوی غلطیاں اور تصرف بے جا کی جو مثالیں دی گئی ہیں ان میں معدودے چند بظاہر نا قابلِ رفع معلوم ہوتی ہیں تاہم جواز تلاش کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔ مثلاً

فروغ عشق سے ہوتی ہے حلِ مشکلِ عاشق
نہ نکلے شمع کے پا سے نکالے گر نہ خار آتش

دیوانِ غالب کے تمام نسخوں میں "ہوتی ہے" درج ہے حالانکہ "ہوتا ہے" ہونا چاہیے.......... غالب نے یہ غلطی کیوں کی؟ ممکن ہے سہواً ایسا ہوا ہو یا اس لیے نظر انداز کر دی گئی ہو کہ اس شعر میں چونکہ غلطی گراں خاطر معلوم نہیں ہوتی اس لیے انہوں نے اپنی عادت کے مطابق دانستہ یہ عیب رہنے دیا" (۸۰)۔

یہ تھا منظور احسن عباسی کے ہاں طرف داری، غالب کا ایک عجیب انداز کہ غالب کی غلطی کے لیے جواز تلاش کیا گیا اور ساتھ ہی غالب کو یہ رائے دی گئی کہ وہ اپنے اشعار میں دانستہ عیب چھوڑنے والے تھے۔

بحیثیت مجموعی منظور احسن عباسی کی شرح کئی اعتبار سے ایک متوازن شرح ہے جو غالب کے کلام کو سمجھنے میں حتی المقدور کامیاب کوشش کا درجہ رکھتی ہے۔

20-غالب کا سائنسی شعور:

ڈاکٹر سید حامد علی شاہ کی شرح ہے، انجمن ترقی اُردو، کراچی سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ یہ شرح اندازِ فکر اور اسلوب بیاں کے اعتبار سے ان تمام شروح سے بالکل مختلف ہے جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ اس شرح کا انفرادی پہلو یہ ہے کہ حامد شاہ نے غالب کے اشعار میں سائنسی فکر کو تلاش کر کے ان کی تشریح سائنسی اصولوں پر کی ہے۔

شرح سے پہلے انہوں نے کلامِ غالب کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول سیدھے اور سہل اشعار، دوم مشکل زبان والے اشعار اور سوم مشکل تر سائنسی اشعار۔ آگے تفصیل میں وہ سائنسی اشعار کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''غالب کا کلام کیونکہ اپنی تحریر اور دوسری خصوصیات کی بنا پر سائنسی شعور کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے، لہٰذا ان کے کلام پر کام کرنے والے اکثر و بیشتر سائنس سے ناواقف ہوتے ہوئے شش و پنج میں پڑے ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہیں اور کچھ نے تو سائنسی اشعار کو چھوا ہی نہیں۔ جن میں مولانا الطاف حسین حالی بھی شامل ہیں۔ حالانکہ جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے کہ غالب کی غزلوں میں تقریباً پندرہ فی صد اشعار سائنسی مظہر اور سائنسی عمل پر منحصر ہیں''(۸۱)۔

ڈاکٹر حامد شاہ کے پیشِ نظر وہی پندرہ فی صد اشعار ہیں جن کی کل تعداد نوے (۹۰) بنی ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے یہ ایک جزوی نوعیت کی شرح ہے جس کے ذریعے سے فکرِ غالب کا سائنسی پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شارح خود بنیادی طور پر ایک انجینئر تھے اور سائنس کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے سائنس کے ان شعبوں کی تفصیل بھی بتائی ہے جن سے غالب کو واقفیت حاصل تھی اور وہ ان علوم کے نظریات و مبادیات کو اپنے اشعار میں بیان کرتے تھے۔ ڈاکٹر حامد شاہ لکھتے ہیں:

''غالب کے وہ اشعار جنہوں نے سائنس کے مختلف شاخوں کا ذکر کیا ہے مثلاً علم طبعیات (Physics) علم کیمیا (Chemistry) علم فلکیات (Astronomy) علم آب (Hydrology) علم ادویات (Medicine) علم قیافہ (Physiognomy) علم الارض (Geology) علم ارتقاء (Evolution) علم حیاتیات (Biology) اور علم نفسیات (Psychology) کی کچھ مثالیں اور تشریحات یہاں پیش کی جاتی ہیں''(۸۲)۔

ذیل میں شرح کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ہر قدم دوریء منزل ہے نمایاں مجھ سے
میری رفتار سے بھاگے ہے بیاباں مجھ سے

لکھتے ہیں:

''غالب نے اس شعر میں نسبتی حرکت (Relatic Movement) یا نظریہء اضافت کا مظاہرہ جگہ کے متعلق کیا ہے۔ مشاہدے میں آیا ہے کہ جو چیز چلتی ہے اس کا چلنا اس کی آس پاس کی چیزوں کی نسبت سے ظاہر ہوتا ہے جو ساکت ہوتی ہیں۔ مثلاً ریل گاڑی کی حرکت ساکت پلیٹ فارم کی نسبت سے ظاہر ہوتی ہے۔ کار کی حرکت سڑک کے کنارے لگے ہوئے درختوں اور میل کے پتھروں وغیرہ سے جو ساکت ہوتے ہیں نمایاں ہوتی ہے۔ غالب کہتے ہیں کہ ہر قدم پر منزل کی دوری یعنی فاصلہ میری نظر میں آتا ہے جا رہا ہے (جیسے کار چلانے والے کی نظر میں میل کے پتھروں کی مدد سے فاصلہ نظر آتا ہے) میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میری رفتار سے بیاباں مجھ سے پیچھے کی طرف (پلیٹ فارم وغیرہ کی طرح) بھاگ رہا ہے۔ یعنی غالب آگے منزل کی طرف اور بیاباں پیچھے کی طرف بھاگ رہا ہے''(۸۳)۔

اسی طرح غالب کا ایک اور شعر اور اس کی تشریح ملاحظہ ہو:

ضعف سے گریہ مبدل بہ دمِ سرد ہوا
باور آیا ہمیں پانی کا ہوا ہو جانا

لکھتے ہیں:

"یہ غالب کا مشہور شعر ہے جو ان کے سائنسی شعور کے ظاہر کرنے کے لئے اکثر سنایا جاتا ہے۔ اس کا آسان مفہوم یہ ہے کہ کمزوری سے آنسو سرد سانس میں بدل گئے جس سے ہمیں یقین ہو گیا کہ پانی ہوا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ پانی کا ہوا میں تبدیل ہو جانا ایک طبعی کیمیائی (Physio-Chemical) عمل ہے۔ غالب نے آنسوؤں کو سرد سانس میں بدلنے کو کہہ کر سائنسی اعتبار سے کمال ہی کر دیا ہے۔ جب کوئی رقیق مادہ (Liquid) ہوا یا گیس میں تبدیل ہوتا ہے تو اس سائنسی عمل کے دوران ٹھنڈک پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم ہوا سے پسینہ خشک (Evaporate) ہوتے ہوئے محسوس کرتے ہیں" (۸۴)۔

یہ تشریحات سائنسی نقطہ نظر سے درست سہی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا غالب کے ذہن میں ان اشعار کی تخلیق کے وقت کیا تھا؟ اگر سائنسی اصول و مبادیات تھے تو پھر ڈاکٹر حامد شاہ سے قبل دیگر شارحین کا دھیان اس طرف کیوں نہیں گیا؟ یہ ٹھیک ہے کہ غالب کے عہد میں انگریزی تہذیب و ثقافت کے ساتھ ساتھ سائنسی ایجادات سامنے آ رہی تھیں لیکن یہ چیزیں اتنی پر کشش نہیں ہو سکتیں کہ ایک شاعر ان سے متاثر بھی ہو اور اس قدر متاثر ہو کہ سائنسی اصول و نظریات اس کی شاعری کا محرک بن جائیں۔

ڈاکٹر حامد شاہ کے غالب سے متعلق سائنسی نظر کو مختلف نقادوں نے اپنے اپنے زاویہ نظر سے دیکھا ہے۔ ان کے اختلافی مبحث کو سامنے لاتے ہوئے سب سے پہلے ڈاکٹر انور سدید کی ناقدانہ رائے پیش کی جاتی ہے۔ وہ کتاب کے آغاز میں "عرضِ سدید" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

"غالب کی پیدائش کے وقت مغرب میں سائنس بہت ترقی کر چکی

تھی .... برصغیر پر انگریزوں کی گرفت مضبوط اور ان کی سلطنت کی طنابیں کڑی ہوگئیں تو نئی ایجادات کا فیض مشرق بھی اٹھانے لگا۔ غالب اس نئے تناظر کا شاہد بھی تھا اور تماشائی بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ غالب نے سائنس نہیں پڑھی تھی لیکن گمان کیا جاسکتا ہے کہ جب بجلی، ریل، سٹیم انجن، مقناطیسی قوت، کشش ثقل اور ٹیلی فون وغیرہ مشرق میں متعارف ہوچکے تھے تو غالب ان کی شناسائی سے کس طرح محروم رہ سکتا تھا۔ چنانچہ غالب کے مشرقی شعور نے بالواسطہ طور پر سائنسی شعور کا مشاہدہ بھی کیا اور پھر یہ ان کی شاعری میں لاشعوری طور پر سماتا چلا گیا'' (۸۵)۔

اس کے برعکس جمیل الدین عالی اس رویے پر تنقید کرتے ہوئے اسے محض کھینچا تانی سے تعبیر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سید حامد علی کے اس طریقہ کار کی پیروی میں جس شاعر کو چاہے جتنا سائنسی شعور کا علمبردار بنادیا جائے۔ گویا ان کے نزدیک اس سے بے جا تاویل کا دروازہ کھل جاتا ہے جو تفہیم کلام میں مانع ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ''حرف چند'' کے تحت لکھتے ہیں:

''بلاشبہ ڈاکٹر سید حامد علی شاہ نے اس تفہیم غالب کے حوالے سے اپنے خاص انداز بیاں میں بعض محترم پیش رووں کی ایسی ہی توسیع تعبیر میں بیش بہا اضافے کیے ہیں۔ ان کی یہ تعبیر سے متفق ہونا تو ضروری نہیں کہ بعض اوقات کھینچ کھانچ کر دوسرے شعراء کے غیر متعلق اشعار پر بھی یہی مشق کی جاسکتی ہے اور وہ مگس کو باغ میں جانے نہ دینا جیسی معنویتی مشقوں سے بھی آگے چلی جائے گی'' (۸۶)۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ غالب کو غالب ہی رہنے دیا جائے۔ ایک سائنس دان ثابت کرنے سے نہ تو ان کا قد کاٹھ بڑھ سکتا ہے اور نہ ان کی شاعری کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔ سید حامد علی شاہ کی کوشش قابل ستائش سہی لیکن اگر اسی رجحان کو عام کیا گیا تو کل کلاں ہر پیشے کا آدمی غالب کے اشعار کو اپنی من مانی تاویلات کے کھونٹے پر لٹکانے سے دریغ نہیں کرے گا۔

21- دیوانِ غالب مع شرح:

لبھو رام جوشؔ ملیسانی کی شرح ہے جو اولاً بھارت سے شائع ہوئی (۸۷)۔ پاکستان میں اسے سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور نے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۴۳۰ ہے۔ جوشؔ نے اس شرح کو ایک خاص مقصد کے لیے ترتیب دیا ہے اور وہ ہے طالب علموں کی تعلیمی ضروریات۔ اس سلسلے میں وہ خود لکھتے ہیں:

''شارحین نے دیوانِ غالب کی متعدد شرحیں لکھی ہیں اور سب اپنی اپنی جگہ قابل قدر ہیں مگر ایک بڑی کمی ان سب میں ہے کہ ہندو پاکستان کے اُردو خواں طالب علموں کی تعلیمی ضروریات کو کسی نے مدِ نظر نہیں رکھا اور صرف اشعار کی شرح لکھ دینے پر اکتفا کیا، طالب علموں کی تعلیمی ضروریات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ شرح اشعار کے علاوہ ایسا سیر حاصل تبصرہ بھی اس میں شامل کیا جائے جس سے ان میں کلامِ غالب کو سمجھنے کا ذوق بھی پیدا ہو اور وہ اس کلام کی خصوصیات کو بھی ذہن نشین کر سکیں نیز انہیں کتاب سے متعلق امتحانی سوالات کا جواب دینے میں مدد مل سکے'' (۸۸)۔

اگر چہ یہ دعویٰ اس سے پہلے قاضی سعید الدین اور پروفیسر عنایت اللہ بھی کر چکے ہیں کہ اُردو خواں طالب علموں کی ضروریات کے پیشِ نظر انہوں نے شرح غالب لکھی ہے لیکن اس سلسلے میں بنیادی بات یہ ہے کہ شرح کو تبصرہ اور تنقید کے لیے مخصوص کر دینا شرح کے منصب سے مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ کام الگ کتاب کا تقاضا کرتا ہے اور اس موضوع پر بے شمار کتابیں پہلے سے موجود ہیں۔ جوشؔ نے اکثر مقامات پر اپنی رائے کے برعکس دیگر شارحین کے نقطۂ نظر کو قبول کیا ہے۔ مثلاً غالب کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

مولانا حالی لکھتے ہیں:

''بندگی پر نمرود کی خدائی کا اطلاق کرنا بالکل نئی بات ہے'' (۸۹)۔

اب جوشؔ کی شرح ملاحظہ فرمایئے:

''عبودیت کو خدائی دعویٰ قرار دینا معنی آفرینی اور جدتِ خیال کا کرشمہ ہے''(۹۰)۔

مولانا حالی کے علاوہ ان کی شرح پر بے خود دہلوی کے اثرات بڑے گہرے ہیں وہ اکثر ان کے مطالب کو اپنے الفاظ میں استعمال کرتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے اپنے اسلوب کو آسان اور قابلِ فہم بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

22- فکرِ غالب:

خورشید علی خان کی شرح ہے۔ ذیشان کتاب گھر، کراچی سے ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔ اس میں غالب کی ۳۸۱ غزلوں کی تشریح کی گئی ہے۔ اس کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اشعار کی نہایت آسان اور سادہ لفظوں میں تشریح کی گئی ہے۔ بعض مقامات پر خود غالب کے اپنے اشعار بطور وضاحت درج کیے گئے ہیں۔ مثلاً شعر ہے:

ہوا ہوں عشق کی غارت گری سے شرمندہ
سوائے حسرتِ تعمیر، گھر میں خاک نہیں

اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''عشق میرے گھر کو برباد کرنا چاہتا ہے مگر میں اس کے سامنے سخت شرمندہ ہوں، کیونکہ میرا تو گھر ہی نہیں اور میرے پاس صرف گھر تعمیر کرنے کی آرزو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی خیال کو ایک اور جگہ اس طرح بیان کیا ہے:

گھر میں تھا کیا کہ ترا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے''(۹۱)

خورشید کے ہاں ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے جو اسے دیگر شارحین سے منفرد کرتی ہے وہ یہ کہ وہ غالب کے مشکل سے مشکل اشعار کو بھی نہایت آسان لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ الفاظ کی سلیقہ مندی سے فقروں کی ساخت پر بڑا اچھا اثر پڑا ہے جس سے شعر کے مفہوم کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوئی ہے۔

خورشید علی خان نے شعر اور اس کے غزلیاتی ماحول کو سامنے رکھتے ہوئے اندرونی شہادت سے شعر کے معنی اخذ کیے ہیں، یہ طرزِ تشریح قارئین کے لیے اہمیت کا حامل ہے۔

مختصر یہ کہ یہ شرح اسلوب بیاں کے اچھوتے پن اور فکری وفنی توازن کے باعث ایک کامیاب شرح ہے جس سے تفہیم غالب کے نئے دریچے وا ہوتے نظر آتے ہیں۔ قارئین کے لیے اسے مفید قرار دیا جاسکتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں کتابت کی غلطیوں کی وجہ سے الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔

23-غالب بوطیقا:

مشکور حسین یاؔد کی شرح ہے۔ الحمد پبلی کیشنز، لاہور نے ۱۹۹۸ء میں اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۹ ہے۔ یہ غالب کے صرف تینتیس (۳۳) اشعار کی ایک جزوی شرح ہے۔ ابتدا میں یاؔد کا تحریر کردہ "پیش لفظ" ہے جس میں انہوں نے شارحین غالب کی بوکھلاہٹ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "عظمتِ غالب سے مرعوب ہو کر ہمارے شارحین اور نقاد کس کس انداز میں بوکھلائے ہیں، یہ بھی ایک بہت ہی دلچسپ معاملہ ہے۔ شارحین نے تو غالب کی شرح کرتے وقت غالب کی حکمت و دانش کو منکشف کرنے کے بجائے عموماً اپنے علم وفن کا اظہار زیادہ کیا ہے۔ کاش! ان حضرات نے اپنے علم وفضل کا اظہار کرنے کے بجائے غالب کے اشعار کے ایک ایک لفظ پر غور کیا ہوتا تو پھر ان محترم حضرات کو اپنے مظاہرہ علمی کے ضمن میں اس طرح ورزش اور کرتب نہ دکھانے پڑتے جیسے کہ انہوں نے دکھائے .... عظمتِ غالب سے بوکھلانے کی ایک صورت ان شارحین کی شرحیں بھی ہیں جنہوں نے ضرورت سے زیادہ اختصار سے کام لیا ہے" (۹۲)۔

مشکور حسین یاؔد نے دراصل شارحین کی اختصار پسندی کو ان کی بوکھلاہٹ کہا ہے۔ حالانکہ معکوس بوکھلاہٹ میں وہ خود بھی مبتلا ہو گئے ہیں۔ اختصار پسندی ان کے نزدیک عیب ہے لیکن طوالتِ بے جا تو اس سے کہیں زیادہ خوفناک عمل ہے، کیونکہ شعر کے مفہوم کو جہاں چند سطور میں احسن طریقے سے بیان کیا جاسکتا ہو وہاں اس کی تشریح کا دائرہ کئی صفحات پر پھیلا دینے سے ایک تو تاویل کا در کھلے گا جس کے نتیجے میں مفہوم کیا سے کیا ہو جائے گا اور دوسرا یہ کہ قاری غیر متعلق مبحث میں اُلجھ کر شعر کے مرکزی مفہوم سے دور ہٹ جائے گا۔

مشکور حسین یاؔد نے اپنی شرح میں جو انداز اپنایا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلے سے ٹھانی ہوئی تھی کہ ایک شعر کے مفہوم کو پھیلا کر اس پر ایک پورا مضمون قلم بند کرنا ہے جس کے نتیجے میں اکثر اشعار کی شرح پانچ یا چھ صفحات سے کم نہیں ہے۔ انہوں نے جن شارحین کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے ان میں شمس الرحمٰن فاروقی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

پیکرِ عشاق سازِ طالعِ ناساز ہے
نالہ گویا گردشِ سیارہ کی آواز ہے

اس کے دوسرے مصرعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارے شمس الرحمٰن فاروقی صاحب نے اس مصرع پر کچھ فرمایا بھی ہے تو ان کے ارشادات سے مصرع کے معنی پر اتنی روشنی نہیں پڑتی جتنی کہ موصوف کی ہمہ دانی پر۔ زیرِ بحث شعر کی تفہیم کے آغاز میں فاروقی صاحب فرماتے ہیں ''اس شعر میں غلط فہمی کا سنگِ بنیاد طباطبائی نے یہ کہہ کر رکھ دیا کہ ''ساز'' بمعنی ''باجا'' ہے''۔ اپنے اس بیان کو درست ثابت کرنے کے لیے اس کے بعد فاروقی صاحب نے شعرِ زیرِ بحث کے معنی واضح کرنے میں وہ وہ ٹھوکریں کھائی ہیں کہ خدا کی پناہ'' (۹۳)۔

اس معاندانہ طرزِ اظہار کے بعد وہ طباطبائی کے وضع کردہ مفہوم کو درست مانتے ہوئے بحث کو بلا جواز طوالت سے بھر دیتے ہیں۔ یعنی شعر کے جس مفہوم کو طباطبائی نے پانچ سطروں میں بیان کیا تھا۔ یاؔد نے پانچ صفحوں تک اسے پھیلا دیا ہے۔

مشکور حسین یاؔد نے اپنی شرح میں اکثر شارحین کے قائم کردہ مفاہیم کی پیروی کی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہر شعر کو مختلف زاویوں سے دیکھا ہے اور اسے جدید علوم کی سطح پر سمجھنے کی کوشش کی ہے، یہی اس شرح کی منفرد خصوصیت ہے۔ وہ شعر کے سطحی مفہوم تک محدود نہیں رہتے بلکہ معنی در معنی وسعتوں میں جھانکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

رفتارِ عمر قطعِ رہِ اضطراب ہے
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

لکھتے ہیں:

''بظاہر تو غالب کے اس شعر کا یہی مفہوم نظر آتا ہے جیسا کہ عام شارحین نے لکھا ہے کہ ہم انسانوں کی عمر تیزی سے گزر رہی ہیں اور بس ایسی ہے جس طرح کہ ایک لمحہ کو بجلی چمکتی ہے اور بجھ جاتی ہے۔ گویا یہ تو اس شعر کا عام مفہوم ہوا جیسا کہ غالب کا عام انداز ہوتا ہے کہ وہ اپنے شعر کا آغاز ایک عام بات سے کرتا ہے، مگر پھر اسی بات سے معنی در معنی کی فضا پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔..........'' (۹۴)۔

مشکور حسین یاؔد نے ہر شعر کو ایک عنوان کے ساتھ درج کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اوسط درجے کی شرح ہے۔ جس میں غالب کے اشعار کو نئے زاویوں سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس منفرد طرزِ تشریح میں بعض غیر ضروری مبحث بھی شامل ہو گئی ہیں۔

24- شرح دیوانِ غالب۔ طلسمِ گنجینۂ معانی:

محمد بشیر احمد بٹؔ کی لکھی ہوئی شرح ہے جو جنوری ۲۰۰۰ء میں الفیصل لاہور سے شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۸۳ ہے۔ بشیر بٹ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے مہتاب بٹ کی کوشش سے یہ شرح سامنے آئی ہے۔ بشیر حسین ناظم نے شرح کے مقدمہ میں لکھا ہے:

''محترم محمد بشیر احمد بٹ مرحوم چونکہ خود اچھے شاعر تھے اور شعر کے اسرار و رموز اور غوامض کو جانتے تھے لہٰذا انھوں نے شرح دیوان غالب کی اس لیے جرات کی کہ ان خیال کے مطابق بعض شارحین نے اپنی نافہمی کی وجہ سے بعض اشعار کو مہمل قرار دیا'' (۹۵)۔

اس میں غالب کی صرف غزلوں کی شرح کی گئی ہے۔ اس شرح کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں تشریح کی بجائے اشعار کا مطلب لکھا گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ ایک ڈیڑھ سطر پر مشتمل ہوتا ہے۔ البتہ کہیں کہیں یہ مطلب طویل ہو کر تشریح کا انداز بھی اختیار کر جاتا ہے۔

بشیر بٹ نے اپنی شرح میں مفہوم کو واضح کرنے کے لیے ہم معنی اشعار کا سہارا بھی لیا ہے لیکن ان اشعار کا حوالہ درج نہیں کہ شاعر کون ہیں؟ مثلاً اس شعر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی
گھر ترا خلد میں گر یاد آیا

لکھتے ہیں:

"مطلب: خوب لڑائی ہوگی اس بناء پر کہ وہ کہے گا کہ بہشت اچھی ہے اور میں کہوں گا کہ نہیں میرے معشوق کا گھر اچھا ہے.........دیگر

کم نہیں جلوہ گری میں ترے کوچہ سے بہشت
یہی نقشہ ہے مگر اس قدر آباد نہیں"

(۹۶)

بشیر بٹ نے بعض اشعار کے ایک سے زیادہ مطالب بھی درج کیے ہیں لیکن ان کا باہمی موازنہ کر کے اپنی ناقدانہ رائے کا اظہار نہیں کیا۔ اسی طرح بعض اشعار کی شرح میں شارحین کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے ان کا ذکر تو کیا ہے لیکن اس اختلاف کی وجہ نہیں لکھی کہ شارحین شعر کے مفہوم میں کیا اختلاف رکھتے تھے۔ مثلاً:

گرچہ ہے طرزِ تغافل پردہ دارِ رازِ عشق
پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ وہ پا جائے ہے

لکھتے ہیں:

"اس شعر کے معنی میں اختلاف ہے۔ مولانا فضل الحسن حسرت موہانی اور حیدر علی طباطبائی اور نظامی بدایونی تینوں کی رائے میں تغافل سے مراد تغافل عاشق ہے" (۹۷)۔

یعنی تغافل کے بارے میں اگر تینوں شارحین کی ایک ہی رائے ہے تو پھر شعر کے معنی میں اختلاف کس طرح کا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اول تو بشیر صاحب نے سابقہ شارحین کی شروح کو بھی سامنے رکھا ہے لیکن اپنی شرح کی اختصار پسندی میں انہوں نے الجھے ہوئے معاملات کو مزید الجھا دیا ہے۔

تاہم اس شرح کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اشعار میں موجود صنائع بدائع کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ مثلاً اس شعر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

واں وہ غرورِ عز و ناز، یاں یہ حجابِ پاسِ وضع
راہ میں ہم ملیں کہاں، بزم میں وہ بلائے کیوں

"اس شعر میں صنعتِ لف و نشر غیر مرتب ہے" (۹۸)۔

اسی طرح بعض اشعار کے ایک سے زیادہ مطالب بھی درج کیے ہیں مثلاً یہ شعر:

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

لکھتے ہیں:

"اس شعر میں سے جو معنی فوراً متبادر ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں:

مطلب: کہ جس دشت میں ہم ہیں وہ اس قدر ویران ہے کہ اسے دیکھ کر گھر یاد پڑتا ہے یعنی خوف طاری ہو جاتا ہے کہ چلو گھر کو واپس ہو چلیں۔

مگر ذرا غور کرنے کے بعد اس سے یہ معنی نکلتے ہیں۔

مطلب: ہم تو اپنے ہی گھر کو سمجھتے تھے کہ ایسی ویرانی کہیں نہیں ہوگی مگر دشت بھی اس قدر ویران ہے کہ اسے دیکھ کر گھر کی ویرانی یاد آتی ہے۔ گھر یاد آنے میں صنعتِ ایہام ہے" (۹۹)۔

مختصر یہ کہ یہ شرح اس شعوری کوشش کے تحت لکھی گئی ہے کہ مختصر سے مختصر الفاظ میں شعر کا مفہوم سمجھا دیا جائے۔ اس کا لازماً ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ کئی کئی صفحات پر پھیلی ہوئی تشریحات سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ لیکن بہر حال غالب جیسے فکر انگیز اور فلسفی شاعر کے اشعار اس قدر بھی سہل نہیں ہیں کہ بس چند ایک لفظوں میں بات سمجھا دی جائے۔ بہر حال بشیر بٹ کی اس شرح کو عام نوعیت کی عام شرح تصور کیا جا سکتا ہے جس سے غالب کو سمجھنے والا ایک مبتدی قاری فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

25- شرح و متن غزلیاتِ غالب:

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی شرح ہے، جو ۲۰۰۰ء میں بیکن بکس ملتان سے شائع ہوئی (۱۰۰)۔ صفحات کی تعداد ۴۳۲ ہے۔ اس شرح کی انفرادیت یہ ہے کہ اس کے لکھنے میں کسی

شرح سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ شرح سے قبل ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے انکشاف کیا ہے کہ یہ شرح انہوں نے قیامِ امریکہ کے دوران میں اس وقت لکھی جب ان کے پاس سوائے دیوانِ غالب کے اور کوئی امدادی کتاب موجود نہیں تھی۔ شاید اسی لیے انہیں اپنی اس شرح کے اطمینان بخش ہونے میں ذرا سا شک بھی ہے۔ لکھتے ہیں:

"............ چونکہ دیوانِ غالب کے سوا کوئی دوسری امدادی کتاب میری دسترس میں نہ تھی اس لیے میرا ذہن بعض اشعار کی تفہیم و تشریح میں بڑی الجھن محسوس کرتا تھا پھر بھی میں بار بار غور کر کے اطمینان بخش تفہیم تک رسائی حاصل کر لینے کی کوشش کرتا رہا۔ اب خدا جانے یہ شرح دوسروں کے لیے بھی اطمینان بخش ثابت ہوگی یا نہیں" (۱۰۱)۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے شرح کو اختصار و طوالت سے بچانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور وہ اس کوشش میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں لیکن بعض مقامات پر وہ خود بھی اختصار نویسی کا شکار ہو کر شعر کے مفہوم کو واضح نہیں کر پائے۔ بات دراصل یہ ہے کہ اختصار نویسی کے لیے فارسی تراکیب کا سہارا لینا پڑتا ہے جس سے طوالت تو ختم ہو جاتی ہے لیکن شعر کی تفہیم صحیح طریقے سے نہیں ہو پاتی۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

رُخِ نگار سے ہے سوزِ جاودانیِ شمع
ہوئی ہے آتشِ گل، آبِ زندگانیِ شمع

لکھتے ہیں:

"شمع کو محبوب کے رخسارِ دمیدہ سے نور و سوزِ جاودانی میسر آیا ہے اور محبوب کا آتشیں چہرہ ہی شمع کے حق میں آبِ حیات کا کام کر رہا ہے" (۱۰۲)۔

ایک تو شعر مشکل ہے دوسرا شرح میں الفاظ کی تراکیب و بندش نے مفہوم کو الجھا دیا ہے جس سے عام قاری پر بات واضح نہیں ہو پاتی۔ اس طرح فرمان صاحب نے بعض اشعار کی شرح میں صرف شعر لکھ دینا کافی سمجھا ہے۔ حالانکہ شرح کے دوران تائیدی اشعار دیے جاتے ہیں لیکن شرح میں صرف شعر پر اکتفا کرنا ٹھیک نہیں رہتا۔ مثلاً غالب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں، ہے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشقِ بیمار کے پاس

لکھتے ہیں:

''بالکل اسی مضمون کا یہ شعر ''ت'' کی ردیف میں آچکا ہے کہ:

منْد گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالبؔ

یار لائے مرے بالیں پہ اسے پر کس وقت'' (۱۰۳)

ان سب باتوں سے ہٹ کر اس شرح کا مجموعہ مزاج عمدہ اور اپنے اندر ایک طلسمی کیفیت لیے ہوئے ہے۔ یہ رواں اور سلیس انداز میں لکھی گئی شرحوں میں سب سے معیاری اور سب سے جامع شرح ہے۔ ڈاکٹر فرمان نے اکثر مقامات پر محاسنِ شعری سے صرف نظر کرتے ہوئے سیدھے سادے الفاظ میں شعر کے مفہوم کو قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ انہوں نے ایک ہی مفہوم کے حامل دیگر اشعار کو مثالاً درج نہ کرنے کی خود کمی محسوس کی ہے اور باوجود اس پر قادر ہونے کے اپنے اوپر ایک جبر کیا ہے، لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ہم معنی اشعار درج کرنے سے اصل شعر کا حقیقی لطف ختم ہو جاتا ہے اور شرح ایک غیر ضروری طوالت کے باعث بوجھل ہو کر رہ جاتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے چچے تُلے لفظوں میں شرح نگاری کا فریضہ سرانجام دے کر غالب شناسی کی عمدہ مثال قائم کی ہے۔ کہیں کہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شعر کی شرح جس انداز میں کر دی گئی ہے اس سے نہ تو ایک لفظ نکالا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے شرح کے لیے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ بہت عمدہ ہے۔ یعنی پہلے ساری غزل درج کر لی ہے پھر نمبروار ہر شعر کی الگ الگ شرح بیان کی ہے۔ حسب ضرورت پہلے مشکل الفاظ کے معنی بھی درج کیے ہیں۔ جس سے عام قاری پر کلامِ غالب کی تفہیم آسانی ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی شرح کی سب سے بڑی خوبی سادگی اور جامعیت ہے۔ انہوں نے مشکل پسند غالب کو اپنے اسلوب کے طلسماتی قالب میں اتار کر بہت آسان اور عام فہم کر دیا ہے۔ اسی طرح جامعیت کے کمال سے چچے تلے لفظوں میں شعر کا مفہوم درج کر دیا ہے۔ بجائے اس کے کہ قواعد کی بحثیں چھیڑ کر شرح کو بے جا طویل کیا جاتا انہوں نے نہایت احسن طریقے سے شرح نگاری کا حق ادا کیا ہے۔ اس سلسلے میں خود بھی لکھتے ہیں:

''شعر کی مطلب نگاری کے سلسلے میں علم بیان و بدیع کی لمبی لمبی بحثیں چھیڑنا اور تشریح کو تنقید بنانا مجھے اچھا نہیں لگتا۔ حتی الوسع میں نے شرح کو بس شرح کی حدود میں رہنے دیا ہے'' (۱۰۴)۔

بحیثیت مجموعی یہ شرح عام وخاص قارئین کے لیے عام فہم سادہ اور جامع ہے۔ یہ شرح غالب شناسی میں اہم مقام رکھتی ہے۔

26-مشکلاتِ غالب:

پرتو روہیلہ کی لکھی ہوئی یہ شرح نقوش پریس، لاہور سے اگست ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔ ۳۱۶ صفحات پر مشتمل یہ شرح غالب کے ۳۹۵ متفرق اور مشکل اشعار کی شرح ہے جسے نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ ترتیب دیا گیا ہے۔ ابتداء میں ''عرضِ ناشر'' کے تحت جاوید طفیل لکھتے ہیں:

> ''غالب کے باب میں یوں تو ہر نئی کاوش خوش آیند ہے کہ اس عظیم شاعر کی فکر کسی نہ کسی پوشیدہ پہلو کو نمایاں کرتی ہے لیکن زیرِ نظر تخلیق اس لیے بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ پرتو روہیلہ نے والہ حیدر آبادی سے لے کر شمس الرحمٰن فاروقی تک، کہ ہمارے ہم عصر غالب شناسوں میں سرخیل ہیں، سب کی تشریحات کو پیشِ نظر رکھ کر غالب کے مشکل اور متنازع فیہ اشعار کو سمجھنے کی کوشش کی ہے'' (۱۰۵)۔

پرتو نے بلاشبہ روایتی مرتبے اور شہرت سے مرعوب ہوئے بغیر انتہائی ادبی دیانتداری کے ساتھ غالب کے مزاج اور شخصی میلانات کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی رائے کا برملا اظہار کیا ہے۔ مثلاً غالب کا شعر ہے:

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتنِ گلہائے ناز کا

لکھتے ہیں:

> ''باوجود اس کے کہ شعر کا مفہوم بہت سادہ ہے، شارحین نے اس کی تشریح میں بڑی عجیب ٹامک ٹوئیاں ماری ہیں اور ان میں مشاہیر بھی شامل ہیں'' (۱۰۶)

آگے چل کر وہ نیاز فتح پوری، آسی لکھنوی، احمد حسن شوکت، بے خود دہلوی اور غلام رسول مہر کی الگ الگ تشریحات نقل کرنے کے بعد اپنی الگ رائے قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''میں اس خیال آرائی کی (بعض شارحین کی طرح) قطعی ضرورت نہیں سمجھتا کہ مندرجہ بالا شارحین نے کس بنا پر رنگِ شکستہ کو عاشق سے نسبت

دی ہے۔.........اگر شارحین کرام صرف اس امر پر نظرِ ثانی کر لیتے تو شاید تفہیمِ مطالب میں ان سے وہ غلطیاں نہیں ہوتیں جو بیان کردہ مطالب میں آشکار ہیں"(۱۰۷)۔

اس اعتبار سے پرتو نے ہر شعر کی تشریح میں اپنی الگ رائے کا اظہار کیا ہے چنانچہ ان تشریحات کو پڑھنے سے قاری بلاشبہ ایک خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تشریح کا انداز نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ ہر شعر کی تشریح سے پہلے مشکل الفاظ کے معنی بھی دیے گئے ہیں۔

پرتو نے اشعار کی تشریح میں دیگر تشریحات کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے اور شارحین کا حوالہ دیتے ہوئے اپنی رائے کا برملا اظہار کیا ہے۔ تشریحات میں کہیں کہیں قرآنی آیات کا حوالہ (متن اور ترجمے کے ساتھ) دیا گیا ہے(۱۰۸)۔ اشعار کی تشریح کہیں مختصر اور کہیں چار چار صفحات پر بھی پھیلی ہوئی ہے۔

پرتو نے یہ شرح لکھ کر ایک لحاظ سے شارحین کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے جس سے بنیادی طور پر اس شرح کا مقام بلند ہو جاتا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ شرح غالب کے متنازعہ اور مشکل اشعار کی جامع اور کارآمد شرح ہے۔ اس سے غالب شناسی کی روایت میں اہم اضافہ ہوا ہے۔

27- شرح دیوانِ غالب:

سید محمد الیاس ناصر دہلوی کی تحریر کردہ شرح ہے۔ شاہد پرنٹنگ سروسز، کراچی نے اسے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۵۴۲ ہے۔ ابتدا میں "عرضِ حال" کے عنوان سے مصنف نے شرح کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے اسے اپنے استادِ محترم سلیم شاہجہان پوری کی فرمائش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس شرح کو لکھنے کا اور کوئی جواز انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ تاہم اس کوشش کو انہوں نے اپنا ذاتی نقطۂ نظر کہا ہے اور قارئین کو اپنے نقطۂ نظر کی طرف ان الفاظ سے متوجہ کرانے کی کوشش کی ہے، لکھتے ہیں:

"میں قارئین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بھی میرے نقطۂ نظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے میری شرح کا مطالعہ فرمائیں تاکہ غالب کو سمجھنے میں میرے پیش کردہ نقطۂ نظر سے مدد ملے اور اس زاویہ سے بھی غالب شناسی کا حق ادا ہو جائے"(۱۰۹)۔

یہ غالب کے تمام اُردو کلام کی شرح ہے۔ غزلیات کے ساتھ ساتھ قصائد، قطعات، سہرا اور رباعیات کی بھی تشریح کی گئی ہے۔ ناصر کی شرح نگاری کا انداز روایتی قسم کا ہے۔ ابتداء میں شعر درج کرنے کے بعد نیچے مختصر معنی لکھ دیے اور پھر ''مطلب'' کا عنوان دے کر جچے تلے الفاظ میں اس کی وضاحت کردی۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا

شعر درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''معنی: کاوکاو۔ کاوش وکاوش کا مخفف ہے۔
مطلب: مطلب یہ ہے کہ عاشقِ صادق کا صبح کرنا شام کا یعنی ایک رات تنہائی میں گزارنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ فرہاد کا پہاڑ کو کاٹ کر دودھ کی نہر نکالنے کے مترادف ہے''(۱۱۰)۔

ناصر دہلوی نے چند ایک مقامات پر شعر کے مفہوم کو پھیلا کر لکھنے کی کوشش کی ہے ورنہ اکثر اشعار کی شرح ایک دو سطور سے زیادہ نہیں ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ شرح، شعر کو نثر میں ڈھال دینے کی کامیاب کوشش ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر:

عمر ہر چند کہ ہے برقِ خرام
دل کے خوں کرنے کی فرصت ہی سہی

لکھتے ہیں:

''عمر کی تیز رفتاری واقعی بجلی کی چمک کے مانند ہے۔ پھر بھی دل کے خون کرنے کی فرصت اگر مل جائے تو وہ بھی غنیمت ہے''(۱۱۱)۔

ناصر دہلوی کی شرح نگاری سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ہر شعر کے مرکزی مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور ساتھ یہ بھی کوشش کی ہے کہ مفہوم کو آسان، رواں اور سلیس پیرائے میں بیان کردیا جائے۔ ان کا بنیادی مقصد قاری پر اپنی علمیت جھاڑنا نہیں بلکہ شعر کا مفہوم سمجھانا ہے۔ چنانچہ بعض مقامات پر ہر وہ شعر کے مفہوم کو سمجھانے کی غرض سے اسی موضوع پر دیگر شعراء کے اشعار بھی نقل کردیتے ہیں۔ مثلاً غالب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام
ایک مرگِ ناگہانی اور ہے

تشریح میں لکھتے ہیں:

"اس شعر میں غالب نے مرگ کو بھی منجملہ از آفات تصور کیا ہے جبکہ موت بلا نہیں بلکہ بلاؤں سے نجات دلانے والی ہے۔ میر سوز نے بھی فرمایا ہے:

جب تلک آنکھیں کھلی ہیں دکھ پہ دکھ دیکھیں گے لوگ
مند گئیں جب انکھڑیاں تب سوز سب آنند میں

یا اکبرالٰہ آبادی کا شعر ہے:

اپنے غم خانہ کا دروازہ کرو بند اکبر
اب سوا موت کے کوئی نہیں آنے والا" (۱۱۲)

بحیثیت مجموعی یہ کلامِ غالب کی عام فہم اور قابلِ قدر شرح ہے اور ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

28- گفتۂ غالب:

حمید اللہ شاہ ہاشمی کی شرح ہے۔ یہ ۲۰۰۳ء میں شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور سے شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۵۷۵ ہے۔ یہ اُردو کلامِ غالب کی مکمل شرح ہے جس میں غزلوں کے علاوہ قصائد، مثنوی، قطعات اور رباعیات وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اس شرح کا تعارف کراتے ہوئے حمید اللہ شاہ ہاشمی لکھتے ہیں:

"دیوانِ غالب" کی کافی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ اس میدان میں مزید طبع آزمائی کی ضرورت نہیں۔ لیکن میرے دوست شیخ ابوبکر صاحب (مالک شیخ محمد بشیر اینڈ سنز) کی رائے ابتداء سے یہی تھی کہ ایک ایسی مختصر نئی شرح ہونی چاہیے جو یوں تو ہر ایک کے پسند خاطر ہو لیکن خاص کر کالج اور یونیورسٹی میں اُردو پڑھنے والے طلباء/ طالبات بھی اس شرح سے استفادہ پا سکیں" (۱۱۳)۔

اس شرح کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ دیوانِ غالب کے قدیم نسخوں کے ساتھ ساتھ طاہر ایڈیشن، نسخہ حمیدیہ، مالک رام، مولانا عرشی، غلام رسول مہر اور حامد علی خاں کے مرتب کردہ دواوین کو سامنے رکھ کر اشعار اور مصرعوں کے اختلاف کو کم سے کم کرنے کی سعی کی گئی ہے اور یہ اختلاف حاشیہ میں واضح کردیے گئے ہیں۔ گویا یہ ایک تحقیقی نوعیت کی شرح بن گئی ہے۔ جس سے مختلف دواوین کے فرق کے ساتھ ساتھ غالب شناسوں کا نقطہ نظر یکجا ہو کر سامنے آ گیا ہے۔ مثلاً ایک شعر ہے:

مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے
ہوئی صبح اور گھر سے، کان پر رکھ کر قلم نکلے

اس شعر کے پہلے لفظ "مگر" کے بارے میں جو بحث حاشیہ میں درج ہے، وہ ان الفاظ میں ہے:

"نسخہ مہر میں "مگر" کی جگہ "اگر" چھپا ہے لیکن نسخہ حمیدیہ، نسخہ عرشی، نسخہ مالک رام، نسخہ نظامی (۱۸۶۲ء)، نسخہ حسرت موہانی، نسخہ بے خود دہلوی اور دیگر تمام پیشِ نظر قدیم وجدید نسخوں میں "مگر" ہی چھپا ہے۔ البتہ نسخہ طباطبائی (لکھنو ۱۹۶۱ء) میں نسخہ مہر ہی کی طرح "اگر" چھپا ہے۔ اس نسخے میں اغلاط کتابت کی کثرت ہے۔ غالباً ان دونوں ہی نسخوں میں "اگر" غلط کاتب ہے" (۱۱۴)۔

ہاشمی صاحب نے اس شرح کو ایک محققانہ تصنیف بنانے میں بڑی حد تک کامیاب کوشش کی ہے۔ یہ واحد شرح ہے۔ جس کے آخر میں "کتابیات" کے عنوان سے ایک سو آٹھ کتابوں کے نام تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ جن میں قدیم وجدید تینتیس (۳۳) شروح بھی ہیں جن کی روشنی میں یہ شرح لکھی گئی ہے۔

ہاشمی صاحب نے یہ شرح بڑی تقطیع کی جلد میں شائع کی ہے۔ جس کے ابتدائی ستر صفحات میں غالب کی حیات، شخصیت اور فکر وفن پر جامع انداز میں محققانہ بحث کی گئی ہے۔

اس شرح کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے اشعار میں رموز وعلائم، اوقاف اور حرکات وغیرہ کا حتی المقدور استعمال کیا گیا ہے۔ تاکہ عام قاری کو شعر کی تفہیم میں سہولت اور شعر کی صحت برقرار رہے۔ اسی طرح تمام مشکل الفاظ کے معنی بھی دیے گئے ہیں۔ اس شرح کے لیے خود

ہاشمی صاحب نے ترجمہ کا لفظ استعمال کیا ہے یہ درست ہے کہ انہوں نے آسان اشعار کا مفہوم چند سطور میں بیان کر دیا ہے لیکن مشکل اور وضاحت طلب اشعار کی شرح میں وضاحت سے بھی کام لیا ہے۔ بہر حال اکثر اشعار کی شرح بہت مختصر ہے۔ مثلاً:

وہ سحر مدعا طلبی میں نہ کام آئے
جس سحر سے سفینہ رواں ہو سراب میں

لکھتے ہیں:

''جس جادو سے ناممکن کام ممکن ہو جاتا ہے، سراب میں کشتی چل سکتی ہے،
ہمارا مقصد اس جادو سے بھی حاصل نہیں ہوتا'' (۱۱۵)۔

حسب ضرورت تشبیہات و استعارات، رمزیں اور کنائے جہاں جہاں بھی اشعار میں نظر آئے ہیں یا جو الفاظ ذو معنی ہیں ان کی وضاحت شرح میں کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں شرح میں اگر کسی شارح کی رائے نقل کی گئی ہے یا کسی شاعر کا شعر درج کیا گیا ہے تو ان صورتوں میں حوالہ ضرور دیا گیا ہے۔ جس سے یہ شرح ایک تحقیقی مزاج کی حامل قرار پائی ہے۔

ہاشمی صاحب نے بعض اشعار کی پہلو داری کے باعث ان کے ایک سے زیادہ مطالب درج کیے ہیں۔ حتیٰ کہ غالب کے ایک شعر:

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

کے چھے مفہوم لکھتے ہیں (۱۱۶):

مختصر یہ کہ یہ شرح ہر اعتبار سے ایک متوازن اور قابل اعتبار ہے جو زبان کی سادگی، سلاست، روانی اور جامعیت کے باعث ایک کامیاب کوشش ہے جس سے ہر غالب شناس بالخصوص مبتدی قاری بھرپور انداز میں مستفید ہو سکتا ہے۔

29- گفتۂ غالب:

سید مقبول حسین احمد پوری کی شرح ہے۔ شیما مجید نے اسے ترتیب دے کر ادارہ یادگار غالب، کراچی سے ۲۰۰۳ء میں شائع کرایا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ یہ دیوان غالب کی ابتدائی بتیس

(۴۴)غزلوں کی ایک جزوی شرح ہے۔ یہ شرح ابتداً لاہور کے ایک ادبی رسالے میں مختلف عنوانات کے تحت قسط وار شائع ہوتی رہی (۱۱۷)۔ اس لیے اسے کتابی شکل میں بھی عنوانات کے تحت ترتیب دیا گیا ہے۔ چند غزلوں کے عنوانات اس طرح سے ہیں:

رمزِ حیات، رازِ ناکامی، نیرنگِ دل، اندوہِ وفا، کاوشِ مژگاں، ذوق و بیزاری، سازِ حجاب، گنجینہء گوہر، نوش ونیش، خونابہء دل، سرابِ آرزو، تمنائے ناتمام، نشاطِ شکوہ، وفورِ استغنا، آشوبِ آگہی وغیرہ۔ غزلوں کے علاوہ انہوں نے ہر شعر کو بھی ایک نئے عنوان کے تحت درج کیا ہے۔ مثلاً غزل نمبر ۴۴ کے تحت انہوں نے غزل کو اس انداز سے درج کیا ہے۔

غیرتِ عشق

۱۔ درد منت کشِ دوا نہ ہوا — میں نے اچھا ہوا برا نہ ہوا (غیوریت)

۲۔ جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کو — اک تماشا ہوا گلہ نہ ہوا (طنز)

۳۔ ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا (آرٹ و بیاں)

۴۔ ہے خبر گرم ان کے آنے کی — آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا (تاسف)

۵۔ جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا (تشکر)

۶۔ زخم گر دب گیا، لہو نہ تھما — کام گر رُک گیا، روا نہ ہوا (تمثیل واقعہ)

۷۔ رہزنی ہے کہ دلستانی ہے — لے کے دل، دلستاں روانہ ہوا (علم النفس)

۸۔ کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں — آج غالبؔ غزل سرا نہ ہوا (کنایہ بالذات)

(۱۱۸)

اس شرح کی ایک انفرادیت یہ ہے کہ مقبول احمد پوری پہلے ہر غزل کو مندرجہ بالا طریقے سے لکھتے ہیں۔ پھر "تمہید" کے عنوان سے مختصر تعارف کراتے ہیں جس میں غزل کی بحر، وزن، معنی خیزی اور دیگر خصوصیات کے ساتھ ساتھ غزل کے مجموعی مزاج کے بارے میں نادر معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ نمبر وار ہر شعر کا مفہوم درج کر کے اس کی تشریح کرتے ہیں۔

اس شرح کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ مقبول احمد پوری نے غالب کی فکر تک رسائی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اشعار کے فنی نکات پر بھی نظر رکھی ہے اور جہاں کہیں ضرورت

محسوس کی ہے فنی مباحث اور لسانی قواعد کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً ایک مثال ملاحظہ ہو:

"گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویراں ہوتا

بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیاباں ہوتا

(تضاد مقابلہ)

الفاظ "روتے" اور "بحر"، "ویران" اور "بیابان" کی ترتیب میں صنعت لف ونشر مرتب اور صنعتِ مراۃ النظیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خانہ ویرانی تو ہماری قسمت میں ہر طرح تھی، اس لیے رونے کا شکوہ فضول ہے کیونکہ اگر نہ روتے تو گھر ویران ہو کر بھائیں بھائیں کرنے لگتا" (۱۱۹)۔

"گفتہءِ غالب" اگرچہ مختصر اور جزوی نوعیت کی شرح ہے لیکن بعض اختصاص کی بناء پر اسے جو انفرادیت حاصل ہے وہ کسی اور شرح میں نہیں دیکھی جا سکی۔ شرح کے آخر میں مقبول احمد پوری کے تحریر کردہ تین مقالات بھی شامل کیے گئے ہیں۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) عیش مایوسی اور مرزا غالب (۲) اجتماع اضداد اور مرزا غالب (۳) براؤننگ اور غالب

اس جائزے میں اب ان شرحوں کو زیر بحث لایا جارہا ہے جن پر سال اشاعت درج نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں شارحین کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔

30- مکمل شرح دیوانِ غالب:

مولانا عبدالباری آسی کی شرح ہے۔ اولاً قیامِ پاکستان سے قبل مختلف اشاعتی اداروں سے شائع ہوئی (۱۲۰)۔ پاکستان میں یہ شرح مکتبہ شعر و ادب، لاہور سے شائع ہوئی۔ سال اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۴۷۲ ہے۔ مولانا آسی وہ شارح ہیں جنہیں نظم طباطبائی کے بعد شارحینِ غالب میں خاصی شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس شہرت کی ایک وجہ ان کا تنقیدی مزاج ہے۔ جس کے تحت وہ متقدمین شارحین کو نہ صرف یہ کہ خاطر میں نہیں لاتے بلکہ ان کی ناسمجھی کا رونا بھی روتے ہیں۔

شرح لکھتے وقت ان کے سامنے نظم طباطبائی اور حسرت موہانی کی شروح موجود تھیں۔ نظم سے متاثر ہو کر شاید انہوں نے یہ رجحان قائم کیا ہے کہ ہر شعر میں سے تکلف کے ساتھ ایک سے زیادہ معنی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ اکثر غلط ہی ہوتے ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ آسی کے ہاں اغلاط کی بھرمار دراصل اس نئے پن کی تلاش کا نتیجہ ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مطابق:

> ''یہ شرح باعتبار جسامت دوسری شرحوں سے بھاری بھرکم ضرور ہے لیکن نہ ان معائب سے پاک ہے جو آسی صاحب دوسری شرحوں میں پاتے ہیں اور نہ وہ مطالب کی صحت کے اعتبار سے حسرت موہانی اور نظم طباطبائی کی شرحوں سے بہتر ہے'' (۱۲۱)۔

شرح کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ مولانا آسی پر نظم طباطبائی کے اثرات بہت گہرے ہیں۔ یہی نہیں کہ انہوں نے تقریباً ہر مقام پر نظم طباطبائی کے اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے، بلکہ خود ان کی تشریحات پر بھی طباطبائی کے اثرات نظر آتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے دو دو، چار چار مفاہیم پیدا کرنے کا انداز نظم طباطبائی کی تقلید میں اپنایا ہے۔ جو بہر حال شرح کے حوالے سے ایک غیر ضروری کام ہے۔ آسی نے اپنی شرح میں غیر متعلق باتوں کو بھی جگہ دی ہے مثلاً کہیں وہ غیر ضروری لسانی مباحث میں اُلجھ جاتے ہیں۔ کہیں متروکات کی بحثیں لاتے ہیں اور کہیں عروضی مسائل پر زورِ قلم صرف کرتے ہیں۔ ایک جگہ مصوری پر دو تین صفحات لکھ مارے ہیں۔

بحیثیت مجموعی آسی کی شرح میں دیگر شرحوں کی طرح ہر دو پہلو موجود ہیں۔ یعنی مطالب میں صحت بھی ہے اور اغلاط بھی موجود ہیں۔ لیکن ان کے ہاں دوسروں کی نسبت اغلاط کا تناسب قدرے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ذرا زیادہ کاوش سے معنی کی جستجو کرتے ہیں، جس کا مقصد انفرادیت قائم کرنا ہوتا ہے۔ مولانا حامد حسن قادری نے اس شرح پر جامع تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''آسی صاحب نے بڑی مفصل شرح لکھی ہے، مطالب اشعار میں کہیں طول لائق اور کہیں اختصار نامناسب ہے۔ لیکن اکثر جگہ بقدر ضرورت لکھا ہے۔ جا بجا غالب کے ہم مضمون اشعار بھی لکھے ہیں۔ یہ اضافہ دلچسپ ہے۔ لیکن جگہ جگہ اپنے اشعار بھی درج کیے ہیں اور اس میں سے بہت سے بے محل ہیں۔ دوسرے شاعروں کے ہم معنی اشعار بھی اکثر مقامات پر اضافہ کیے ہیں۔ اس

میں بھی مضائقہ نہ تھا۔ لیکن اس میں سے بہت سے اشعار نظم طباطبائی کی شرح سے نقل کیے ہیں اور اس بات کا اعتراف نہیں کیا۔ یہ مصنفانہ اور منصفانہ اخلاق سے بعید تھا.......... آسی صاحب نے بعض اشعار کے ذیل میں طویل مباحث تحریر کیے ہیں۔ کہیں کہیں پانچ پانچ صفحے ان باتوں سے گھر گئے ہیں اور ان میں اکثر غیر ضروری ہیں۔ بہر حال ان خامیوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے، اگر شرح لکھنے کا مقصد اصلی حاصل ہو جائے لیکن افسوس ہے کہ آسی صاحب کی شرح میں ان کی کج فہمی کے اتنے نمونے ہیں کہ غالب کا مطالعہ کرنے والے گمراہ ہو جائیں گے"۔ (۱۳۲)

31-مرزا غالب، حالاتِ زندگی۔ شاعری پر ایک نظر اور چھ غزلیں شرح کے ساتھ:

ابوالخیر کشفی کی تصنیف ہے۔ اُردو اکیڈمی سندھ نے اسے کراچی سے شائع کیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے (کتاب کے پہلے حصے پر تبصرہ باب سوم میں موجود ہے) زیرِ بحث دوسرے حصے میں غالب کی چھ غزلوں کی شرح کی گئی ہے۔ یہ ایک جزوی نوعیت کی مختصری شرح ہے۔ پہلے تمام غزل کو درج کیا جاتا ہے اس کے بعد حسبِ ضرورت غزل کا تعارف اور تمام مشکل الفاظ ایک ساتھ درج کر کے سامنے ان کے معنی لکھ دیے جاتے ہیں اور آخر میں نمبر وار ہر شعر کی تشریح کی جاتی ہے۔

کشفی کی شرح کا انداز روایتی ہے۔ وہ اکثر مقامات پر نظم طباطبائی کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ دیگر شارحین کی شرحیں بھی ان کے زیرِ مطالعہ رہی ہیں۔ مثلاً غالب کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

نیند اس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں
تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں

لکھتے ہیں:

"غالب کا یہ شعر ایک عشقیہ تصویر ہے اور ایسی تصویر جس میں عشقیہ تجربے کے تمام رنگ موجود ہیں۔ پتہ نہیں کہ غالب کے بازوؤں پر وہ زلفیں بکھری

تھیں یا نہیں لیکن ان کا تخیل اس منظر سے لطف اندوز ہو سکتا تھا............

طباطبائی نے اس شعر کو "بیت الغزل" کہا ہے اور سچ وہ رات جب محبوب کی زلفیں ہمارے بازوؤں پر بکھر کر ہمارے رخساروں کو چوم لیں پوری زندگی کی قیمت ہو سکتی ہے۔ مرقع چغتائی میں عبدالرحمن چغتائی نے اس شعر کو جس طرح مصور کیا ہے وہ تصویر سب سے بہتر شرح ہے" (۱۲۳)۔

کشفی نے بعض مقامات پر چھوٹے اور ادھورے فقروں میں بات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ طوالت اور اختصار کے درمیان رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور شعر کی تفہیم کے لیے ماحول پیدا کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ مثلاً یہ شعر دیکھیے:

پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب
عرضِ متاعِ عقل و دل و جاں کیے ہوئے

لکھتے ہیں:

"عقل و دل و جاں ہر عاشق کا سرمایہ ہے اور وہ اس سرمایہ کو بیچنا چاہتا ہے۔ عشق خریدار کا آرزومند ہے اور اس سودے کی قیمت بس ایک نگاہ، ایک تبسم" (۱۲۴)۔

کشفی نے جن غزلوں کی شرح کی ہے ان کے مصرع ہائے اولیٰ یہ ہیں:

☆ نوید امن ہے بے درد دوست جاں کے لیے
☆ دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
☆ نکتہ چیں ہے غمِ دل اس کو سنائے نہ بنے
☆ خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
☆ سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
☆ مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کیے ہوئے

32-رموزِ غالب:

احسان دانش کی شرح ہے۔ یہ ان کی ابتدائی عہد کی کتاب ہے۔ یہ شرح اولاً ۱۹۳۸ء میں لاہور سے شائع ہوئی (۱۲۵)۔ لیکن اس کا دوسرا اور زیرِ نظر ایڈیشن، نوری برادرس

بک سیلرز نے، لاہور سے شائع کیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ دانش نے جن متقدمین سے استفادہ کرنے کا ذکر کیا ہے ان میں قاضی سعید الدین احمد کا نام بطور خاص شامل ہے۔ چونکہ قاضی سعید کی شرح (مطالب غالب) طالب علموں کی تدریسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی تھی اور اس اعتبار سے وہ اپنے اندر اعتدال اور توازن رکھتی ہے، اس لیے احسان دانش نے اپنی شرح کے لیے اسے قابلِ تقلید سمجھا۔ علاوہ ازیں شرح پر نظم طباطبائی کے اثرات بھی نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

شرح میں احسان دانش کا مجموعی انداز روایتی ہے۔ اس لیے ان کے ہاں تخلیقی انداز بہت کم نظر آتا ہے۔ ایسے اشعار جن کے مطالب روایتی طور پر درست تھے، دانش کے ہاں بھی ان کے مطالب درست ہیں۔ تاہم بعض اشعار کی ایسی شرح بھی نظر آتی ہے جو انہوں نے روایت سے ہٹ کر اپنے ذہن سے کی ہے، چنانچہ ایسے مقامات پر ان سے غلطیاں سرزد ہوئیں ہیں۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

میں سادہ دل آزردگیِ یار سے خوش ہوں
یعنی سبقِ شوق مکرر نہ ہوا تھا

احسان دانش اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"میں سادہ دلی سے خوش ہوں کہ میرا محبوب میرے اظہارِ شوق پر آزردہ دل ہوا ہے کیونکہ اگر وہ آزردہ دل نہ ہوتا تو مجھے دوبارہ اظہارِ شوق کرنا پڑتا اور میری خودداری پامال ہوتی" (۱۲۶)۔

اس تشریح میں خودداریِ عاشق کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر:

جب کہ کرتا ہوں میں اپنا شکوۂ ضعفِ دماغ
سر کرے ہے وہ حدیثِ زلفِ عنبر بار دوست

لکھتے ہیں:

"میں جب اپنے ضعفِ دماغ کی شکایت کرتا ہوں تو سر اس کے گیسوئے عنبر کی حدیث شروع کردیتا ہے کیونکہ عنبر ضعفِ دماغ کے لیے مفید ہے" (۱۲۷)۔

یہاں انہوں نے "سر" کو فاعل بنایا ہے حالانکہ "وہ" درست نہیں بلکہ "وہ" کا حوالہ بھی شرح میں موجود نہیں ہے۔ یہاں "سر کرنا" بمعنی شروع کرنا اور "وہ" بمعنی رقیب ہے۔

بحیثیت مجموعی درمیانے درجے کی شرح ہے۔ اندازِ تشریح روایتی ہے یعنی پہلے مشکل الفاظ کے معنی لکھے گئے ہیں پھر شرح کی گئی ہے۔ تشریح میں ایک خاص اعتدال نظر آتا ہے۔ بعض شارحین کے ہاں جو بے جا پھیلاؤ اور بے جا اختصار نظر آتا ہے وہ احسان دانش کے ہاں نہیں ہے۔

33-شرح دیوان غالب:

قاضی ذوالفقار احمد کی لکھی ہوئی شرح ہے، اسے مقبول اکیڈمی نے لاہور سے شائع کیا۔ سال تاریخ درج نہیں لیکن اکیسویں صدی میں لکھی جانے والی شروح میں سے ایک ہے۔ شرح کے شروع یا آخر میں کہیں بھی مصنف یا ناشر کی طرف سے کوئی تحریر موجود نہیں جس سے اس شرح کے لکھے جانے کی غرض وغایت کا اندازہ ہو سکے۔ تاہم یہ مکمل دیوانِ غالب کی شرح ہے جس میں غزلیات کے علاوہ دیگر اصناف بھی شامل ہیں۔

شرح سے پہلے حسب ضرورت مشکل الفاظ کے معانی دیئے گئے ہیں اور پھر جچے تلے الفاظ میں شرح بیان کی گئی ہے۔ تقریباً تمام اشعار میں شرح کا حجم ایک جیسا ہے جس کے باعث بعض مقامات پر بات کھل کر واضح نہیں ہو پاتی اور شعر کا مفہوم الجھ کر رہ جاتا ہے۔ مثلاً شعر ہے:

مرے قدح میں ہے صہبائے آتشِ پنہاں
بروئے سفرہ، کبابِ دلِ سمندر کھینچ

لکھتے ہیں:

> "شعر میں آگ کا ذکر ہے، غالب کہتے ہیں کہ میرے دل میں محبت کی آگ چھپی ہوئی ہے۔ لہٰذا اے دوست میرے لیے تو دسترخوان پر بھی آگ کے کیڑے سمندر کے دل کے کباب پیش کر.......... اندر بھی آگ ہے باہر سے بھی آگ ہی اندر لے جانے کی طلب ہے کیونکہ آگ آگ ہی کا تقاضا کرتی ہے" (۱۲۸)۔

اس تشریح میں قدح یعنی پیالے کا ذکر نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے مفہوم صحیح طریقے سے واضح نہیں ہو پاتا۔ پھر جملہ "آگ کے کیڑے، سمندر کے دل کے کباب پیش کر" کوئی مفہوم نہیں دے رہا بلکہ اس سے الجھاؤ اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔

غالب کی غزلوں کے کئی ایک اشعار ایسے ہیں جن میں معنوی پہلوداری پائی جاتی ہے اور کم و بیش اکثر شارحین نے ایسے اشعار کے ممکنہ تمام مفاہیم کو شرح میں بیان کیا ہے۔ لیکن قاضی ذوالفقار نے ہر شعر کے صرف ایک ہی معنی کو سمجھا ہے اور ایک ہی شرح پر اکتفا کیا ہے۔

اس شرح سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ قاضی ذوالفقار نے اس کو لکھتے وقت نظم طباطبائی کو خصوصاً سامنے رکھا ہے۔ اس کے لیے انہوں نے جہاں بھی نظم طباطبائی کی شرح کا حوالہ دیا ہے، وہاں صرف نظم کی شرح واوین میں درج کردی ہے۔ اس پر تبصرہ یا اختلاف نہیں کیا۔ مثلاً شعر ہے:

بیضہ آسا، ننگِ بال و پر ہے، یہ کنجِ قفس
از سرِ نو زندگی ہو، گر رہا ہو جائیے

لکھتے ہیں:

"پرندے کو پنجرے کے گوشہ یعنی انڈے کے اندر پر درکار نہیں ہوتے۔ وہ بال و پر کو ننگ سمجھتا ہے اگر مجھے بھی انڈے کی طرح کے آسمان سے رہائی ملے تو میں بھی یقیناً نئے سرے سے زندگی پاؤں۔

مولانا طباطبائی نے فرمایا ہے:

مصنف (شاعر) نے ثابت کیا ہے کہ طائر (پرندے) کی نئی زندگی بیضے (انڈے) سے نکلنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس طرح کنج قفس سے یعنی بیضہء فلک سے رہا ہونے کے بعد نئی زندگی عالمِ ارواح میں شروع ہوگی" (۱۲۹)۔

اسی طرح بعض مقامات پر غلام رسول مہر اور مولانا حالی کی تشریحات کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک معتدل اور متوازن شرح ہے۔ زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔ اگرچہ فقروں کی ساخت پر خاص توجہ نہیں دی گئی جس کی وجہ سے بعض جگہوں پر ابہام پیدا ہو جاتا ہے لیکن دیوانِ غالب کی شروح کی فہرست میں اس شرح کو بھی اہم مقام دیا جا سکتا ہے۔

☆......☆O☆......☆

(ii) متفرق اُردو شرحیں

ایسی شرحیں جو جزوی اور ثانوی حیثیت رکھتی ہیں زیر بحث عنوان کے تحت درج کی جارہی ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ شرحیں شامل ہیں جو مختلف جامعات کے نصاب کے لیے مختلف اوقات میں مصنفین یا کتب خانوں کے ناموں کے ساتھ شائع ہوتی رہی ہیں۔ مختلف جامعات میں کلامِ غالب پر مبنی جو نصاب شامل رہا ہے اس میں ردیف ''ن'' اور ''ی'' کی غزلیں شامل ہیں۔ چنانچہ زیر بحث شروح زیادہ تر انہی مقاصد کے تحت لکھی گئیں جن کا اجمالاً ذکر بصورتِ ذیل ہے۔

34- خوش مطالب شرح دیوان ردیف (ن):

پروفیسر عاصی کرنالی کی شرح ہے، جدید بک ڈپو لاہور سے شائع ہوئی صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ سال اشاعت درج نہیں۔ اسے بی۔ اے کے طلبہ کے لیے لکھا گیا۔ دیباچہ میں شارح نے شرح کی پانچ خصوصیات گنوائی ہیں جو کم و بیش ہر شرح کی خصوصیات ہیں۔ یعنی مطالب کو درست پیش کرنا، حل لغت اور سوانح غالب پر مضامین شامل کرنا وغیرہ (۱۳۰)۔ شرح کا اندازِ بیاں آسان اور رواں ہے۔ عام سطح کا طالب علم اس عام فہم اسلوب سے مستفید ہو سکتا ہے۔

35- دیوانِ غالب (ردیف ن):

شارح کا نام ایم شفیق سیال ہے۔ ۱۹۶۷ء میں نذر سنز لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ شرح بھی بی۔ اے کے طلبہ کے لیے لکھی گئی۔ شرح سے قبل مرزا غالب کے مختصر حالات اور ان کے کلام کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں (۱۳۱)۔ شرح کا انداز عام فہم اور جامع ہے۔ حسب ضرورت مشکل الفاظ کے معنی بھی دیے گئے ہیں اور کہیں کہیں تشریح کے لیے ہم مضامین اشعار بھی درج کیے گئے ہیں۔

36-رموزِ غالب:

پروفیسر طفیل دارا کی شرح ہے، علمی کتب خانہ، لاہور سے اولاً ۱۹۶۷ء اور بعد ازاں ستمبر ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۷۵ ہے۔ یہ شرح کئی اعتبار سے اہم اور با اعتبار ہے۔ ڈاکٹر محمد ایوب شاہد کے مطابق:

"ردیف "ن" کی جس قدر شروح طلبہ کی ضروریات کے لیے شائع ہوئی ہیں ان میں سے اسی شرح کو سب سے بہتر قرار دیا جاسکتا ہے" (۱۳۲)۔

ابتداء میں غالب کے سوانح اور خصوصیات کلام درج ہیں۔ انہوں نے غالب کی شاعری کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے (۱۳۳)۔ بحیثیت مجموعی شرح معیاری اور طلباء کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے والی ہے۔

37- صحیفہء ادب:

عبدالرحمٰن طارق کی کتاب ہے جو دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں حالی کے مقدمہ شعر و شاعری کی طرز پر شعر کی ماہیت پر بحث کی گئی ہے اور دوسرے حصے میں "یادگارِ غالب" کے انداز میں اشعار کی شرح ہے۔ اشعار کو عشقیہ، صوفیانہ، فلسفیانہ آرٹ و تخیل وغیرہ کے عنوانات کے تحت لایا گیا ہے۔ مگر مولانا حالی سے استفادے کا اقرار نہیں کیا گیا۔ دوہرے مفاہیم تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ تصنیف ایک کثیر الاشاعت منصوبہ کا حصہ بتائی گئی ہے۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے سرمایہء ادب کو محفوظ کرنا اور ترقی دینا ہے (۱۳۴)۔

38- جانِ غالب:

انعام اللہ خاں ناصر کی لکھی ہوئی شرح ہے، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور سے شائع ہوئی۔ اشاعت کا سال درج نہیں ہے۔ یہ مکمل شرح نہیں ہے بلکہ دیوانِ غالب کی شرح کا انتخاب ہے۔ ۹۲ صفحات پر مشتمل یہ کتاب بظاہر تو شرح کے نام سے منسوب کی گئی ہے مگر یہ مکتوبات کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ یہ مکتوبات "اسد اللہ" اور "ستمگر" کے درمیان جاری رہے (۱۳۵)۔ جن میں حکایتیں اور شکایتیں موجود ہیں۔ البتہ کہیں کہیں اشعار لائے گئے ہیں اور شرح کا انداز اپنایا گیا

ہے۔ یہ انتہائی معمولی نوعیت کی شرح ہے۔ غالب کی مشکل پسندی کو بے معنویت کی حد تک دکھایا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک عام اور سطحی نوعیت کی نامکمل شرح ہے۔

ان کے علاوہ بعض ایسی شرحیں بھی ہیں جن پر صرف کتب خانوں کے نام درج ہیں جبکہ مرتبین و مترجمین کے نام غائب ہیں۔ یہ شرحیں زیادہ تر چوری کا مال دکھائی دیتی ہیں یعنی کتب خانوں نے ان کو دوسری شرحوں سے نقل کیا ہے اور خاص طور پر اس کام کے لیے آغا محمد باقر کی شرح ''بیانِ غالب'' استعمال کی گئی ہے۔ اس شرح کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بیشتر اہم شارحین کی آراء یک جا ملتی ہیں۔ چنانچہ کتب خانوں کی شروح میں اسی انداز سے تشریحات نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے کسی شرح پر سالِ اشاعت درج نہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اردو کتاب گھر، لاہور نے ''ردیف ی'' کی شرح شائع کی۔ کہیں کہیں حاشیہ موجود ہے۔ زیادہ تر مشکل الفاظ کے معنی لکھنے پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

۲۔ حاجی فرمان علی اینڈ سنز، لاہور نے ''ردیف ن'' اور ''ی'' کی الگ الگ شرحیں شائع کی ہیں۔ ابتدائی ایڈیشنوں میں کتابت کی اغلاط بہت زیادہ تھیں۔

۳۔ عشرت پبلشنگ ہاؤس، لاہور نے ردیف ''ن'' اور ''ی'' کی الگ الگ شرحیں شائع کی ہیں۔ جو قدرے معیاری اور عام فہم ہیں۔

۴۔ کشمیر کتاب گھر، لاہور نے بھی ردیف ''ن'' اور ''ی'' کی الگ الگ شرحیں شائع کی ہیں۔ جن میں ''بیانِ غالب'' کی تشریحات کو من و عن درج کر دیا گیا ہے۔

۵۔ قابل بک ڈپو، لاہور کی شرح ہے۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل یہ شرح صرف ردیف ''ن'' پر مشتمل ہے۔ شرح سے پہلے ''حالاتِ غالب'' کے عنوان سے مرزا کی تعلیم، وطن، سکونت، اخلاق و عادات، امراض اور ضعفِ پیری اور مرزا کی تصانیف کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

☆......☆O☆......☆

(iii) فارسی کلام کی شرحیں

غالب کو اپنی فارسی شاعری پر بہت ناز تھا، وہ ہمیشہ اسے اپنی اُردو شاعری پر ترجیح دیتے تھے۔ لیکن جو مقام انہیں اُردو شاعری کی وجہ سے حاصل ہوا اس کی نظیر نہیں۔ غالب کی اُردو شاعری کی مقبولیت کا اندازہ شرحوں کی کثیر تعداد سے بخوبی ہو چکا ہے۔ اس کے برعکس غالب کی فارسی شاعری مقبولِ عام کا درجہ حاصل نہیں کر سکی۔ اگرچہ اس کی ایک وجہ پاکستان میں فارسی ادب کی عدم تفہیم ہے لیکن غالب جیسے مشکل پسند شاعر کی فارسی شاعری زیادہ مشکل سمجھ کر نظر انداز کر دی جاتی ہے۔ جس کے باعث اس کی تفہیم کا ذوق پیدا نہیں کیا جا سکا۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان میں غالب کے فارسی کلام کی شرحوں کی تعداد بہت کم ہے۔ تاہم ذیل میں سالِ اشاعت کی ترتیب کے ساتھ ان شرحوں پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ باقاعدہ شرحوں کا تفصیلی اور جزوی شرحوں کا اجمالی جائزہ درج کیا جائے گا۔ آخر میں ان شرحوں پر تبصرہ کیا جائے گا جن پر سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔

1-افکارِ غالب:

خلیفہ عبدالحکیم کی شرح ہے۔ مکتبہ معین الادب، لاہور سے ۱۹۵۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کے اُردو اشعار کی شرح کی گئی ہے (۱۳۶)۔ جبکہ دوسرا حصہ غالب کے بتیس (۳۲) فارسی اشعار اور دو رباعیوں کی شرح پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ ایک جزوی نوعیت کی شرح ہے چونکہ پاکستان میں اسے غالب کے فارسی کلام کی اولین شرح ہونے کا اعزاز حاصل ہے، اس لیے اس کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

خلیفہ عبدالحکیم نے غالب کے جن فارسی اشعار کی تشریح کی ہے ان میں مختلف غزلوں کے گیارہ (۱۱) اشعار کے علاوہ قصیدوں کی تشبیہات سے اکیس (۲۱) اشعار کا انتخاب کیا گیا ہے۔ دو فارسی رباعیاں ان کے علاوہ ہیں۔ خلیفہ صاحب کا اندازِ بیاں سادہ اور عام فہم ہے البتہ انہوں

نے اپنے مخصوص فلسفیانہ نقطہ نظر سے غالب کے افکار کو مربوط طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

دریا ز حباب آبلہ پائے طلبِ تست
نورِ نظر اے گوہر نایاب کجائی

لکھتے ہیں:

"ذاتِ الٰہی جو ایک گوہر نایاب ہے۔ اس کی تلاش میں دریا اس طرح گرم رو ہے کہ اس کے پاؤں میں آبلے پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ گوہر نایاب اس دریا کی اپنی ہی گہرائیوں میں موجود ہے" (۱۳۷)۔

خلیفہ عبدالحکیم نے اس شعر کو حکیمانہ نظر سے دیکھا ہے۔ حباب اپنی ظاہری شکل وصورت میں آبلے سے مشابہ ہوتا ہے۔ اسی اچھوتے اور عمدہ خیال کو غالب نے شعر کا جامہ پہنایا ہے اور اس اعلیٰ پائے کے شعر کو خلیفہ صاحب نے اپنی فکر اور فلسفے کی روشنی میں شرح کا دیدہ زیب پیرہن عطا کیا ہے۔ غالب کی ایک فارسی رباعی اور اس کی شرح کا نمونہ دیکھیے:

یا رب تو کجائی کہ بما زر ندھی
بے رحم خدائی کہ بما زر ندھی
نے نے نہ تو غائی ونے بے رحمی
بے مایہ چو مائی کہ بما زر ندھی

فرماتے ہیں:

"کبھی روپیہ نہیں ملتا تو گستاخی پر اتر آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ خدا کہاں ہے جو میری ضرورتوں کو نہیں دیکھتا۔ لیکن یہ بات ہے کہ جانتا بھی ہے اور رحم بھی کھاتا ہے۔ لیکن خود اس کے پاس دینے کو روپیہ نہیں ہے" (۱۳۸)۔

یہ رباعی اگرچہ غالب کی شوخی اور قدرے گستاخی کا پہلو لیے ہوئے ہیں لیکن خلیفہ صاحب نے اس کی شرح میں توازن پیدا کرتے ہوئے غالب کے موردِ الزام ٹھہرائے جانے سے بچا لیا ہے۔ انہوں نے بظاہر شرح مختصر الفاظ میں کی ہے لیکن جزئیات تک بیان کر دی ہیں۔ یعنی بندے کی گستاخی، خدا کی عدم توجہی، پھر بندے کا اطمینان کہ خدا جانتا تو سب ہے لیکن مدد کرنے سے قاصر ہے کیونکہ اس کے پاس غالب کی مدد کے لیے کچھ نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ خلیفہ صاحب کی یہ شرح ایک

متوازن اور معیاری شرح ہے۔ ان کی فارسی شرح نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں:

''افکار غالب کا اُردو حصہ بھی بڑا قیمتی ہے اور فارسی حصہ تو معارف سے پر ہے جن کے طفیل ''افکار غالب'' سچ مچ گنجینۂ معنی کا طلسم بن گئی ہے اور ادبیاتِ فائقہ میں ممتاز جگہ پانے کے قابل ہے'' (۱۳۹)۔

2- شرح غزلیاتِ غالب (فارسی):

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی لکھی غالب کی فارسی غزلوں کی شرح ہے۔ پیکیجز لمیٹڈ، لاہور نے اسے ۱۹۸۱ء میں دو جلدوں میں شائع کیا۔ جلد اوّل ردیف ''خ'' تک کی غزلوں کی شرح پر مشتمل ہے جس کے صفحات کی تعداد ۴۸۴ ہے۔ جبکہ دوسری جلد ردیف ''د'' سے ''ی'' تک ترتیب دی گئی ہے۔ صفحات کی تعداد ۸۴۵ ہے۔ زیر نظر شرح کی اشاعت سے قبل صوفی تبسم کا انتقال ہو گیا تھا۔ چنانچہ جلد اوّل کی ابتداء میں تعارف کے زیر عنوان ڈاکٹر سید نذیر احمد لکھتے ہیں:

''غالب کی فارسی غزلیات کا ترجمہ اور تشریح ہمارے وقت کی ایک ایسی ضرورت تھی جسے صوفی غلام مصطفیٰ تبسم نے پورا کر کے وطن کے اہلِ علم اور اہلِ ذوق لوگوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ تبسم مرحوم فارسی کے ممتاز شاعر اور استاد تھے......غالب کی فارسی غزلیات کی تشریح کے لیے پاکستان میں شاید ہی ان سے بہتر کوئی اور شخص ہوتا'' (۱۴۰)۔

یہ اس لحاظ سے بھی قابلِ تعریف ہے کہ پاکستان میں غالب کی فارسی غزلوں کی پہلی باقاعدہ اور جامع شرح ہے۔ جسے صوفی تبسم نے نہایت محنت اور محبت سے تحریر کیا ہے۔ اشعار کے مطالب کو جچے تلے لفظوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

زحمت کشید و آں مژہ بر گشت ہمچناں
ما سخت جان و لذتِ آزار نازک است

لکھتے ہیں:

''ان کی پلکوں نے یونہی ابھر کر دیکھا اور پھر پلٹ گئیں۔ بیکار زحمت اٹھائی۔ ہم سخت جان واقع ہوئے ہیں اور معشوق کی دلآزاری کی لذت بہت نازک ہے'' (۱۴۱)۔

صوفی تبسم نے بعض مقامات پر اشعار کے دوہرے مطالب بھی بیان کیے ہیں۔ اسی طرح موضوع کی مناسبت سے بعض جگہوں پر غالب کے اُردو اشعار کا حوالہ بھی دیا ہے۔ گویا یہ انداز ان کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفی تبسم ایک ایسے شارح ہیں کہ جنھوں نے غالب کی اُردو اور فارسی دونوں غزلیات کی شرح کی ہے۔ لہٰذا فارسی غزلیات کی شرح لکھتے وقت غالب کے اُردو اشعار کو بطور ثبوت پیش کرنا ان کے لیے کوئی دقت طلب بات نہیں تھی۔ مثلاً غالب کا یہ شعر دیکھیے:

؎ عہدِ وفا ز سوئے تو نا استوار بود
بشکستی و ترا بہ شکستن گزند نیست

فرماتے ہیں:

''تیری طرف سے جو عہدِ وفا باندھا گیا تھا وہ کمزور سا تھا۔ تو نے اس عہد کو توڑ دیا اور اس سے تجھے کیا تکلیف۔ رنج (دکھ تو ہمیں ہوا) دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ عہد ہی بودا باندھا گیا تھا۔ اس کے توڑنے میں کونسی تکلیف درکار تھی۔ غالب کا یہ شعر دیکھیے:

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا'' (۱۴۲)۔

یہ شرح بے شمار خوبیوں کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ خامیوں سے مبرا نہیں ہے۔ صوفی تبسم نے بعض مقامات پر وضاحت طلب باتوں پر سرسری انداز اختیار کیا ہے جس سے مفہوم واضح نہیں ہوسکا۔ ڈاکٹر سید نذیر احمد نے بھی اسی قسم کے اعتراضات اٹھاتے ہوئے شرح کی ابتداء میں لکھا ہے:

''صوفی صاحب کی تشریحات جیسی وہ کر گئے ہیں، ان کی امانت ہیں جنھیں ہم ردوبدل کے بغیر آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں ان کا مسودہ دیکھتے ہوئے بعض جگہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی تشریح ایک اوسط درجے کے طالب علم کے لیے کافی نہ ہوگی اور اسے تشنہ رکھے گی۔ بعض دوسری جگہوں پر نظر آتا ہے کہ شارح شعر کے اصل خیال کو چھوڑ کر صرف ونحو کے کسی ضمنی مسئلے کی طرف نکل گیا ہے اور کئی جگہ تشریح کی بجائے صرف ترجمے پر اکتفا کی ہے۔ حالانکہ وہاں تشریح کی ضرورت تھی'' (۱۴۳)۔

لیکن اس کے باوجود یہ ایک معیاری اور پر اثر شرح ہے جس سے تفہیم غالب کی نئی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ اس طرح یہ شرح پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

3-شرح کلیاتِ غالب (فارسی):

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی کی لکھی شرح ہے۔ مکتبہ دانیال، لاہور نے اسے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۶۸۱ ہے۔ ابتداء میں "پیش گفتار" کے عنوان سے شارح نے اپنے کام کا جائزہ لیتے ہوئے بہت ساری باتیں کہی ہیں۔ اگرچہ ان کے پیشِ نظر صوفی تبسم کی شرح بھی تھی، اور اس سے انہوں نے استفادہ بھی کیا ہے لیکن اشعار کی تشریح میں ان کی اپنی تسلی مقدم رہی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> "راقم نے بڑی محنت وکاوش سے یہ کام انجام دیا ہے اور کوشش کی ہے کہ شعر کا مفہوم پوری طرح قاری کے ذہن میں آجائے۔ راقم نے کسی بھی شعر کی تشریح میں کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ جب تک دل کو پوری طرح تسلی نہیں ہوئی، اگلے شعر کو ہاتھ نہیں لگایا" (۱۴۴)۔

حمید یزدانی کی شرح کا انداز روایتی ہے۔ شعر درج کر لینے کے بعد "لغت" کے عنوان سے مشکل الفاظ کے معنی لکھتے ہیں اور پھر "ترجمہ" کے عنوان سے اس کی تشریح کرتے ہیں۔ "لغت" کی تحت انہوں نے بعض مشکل الفاظ اور تراکیب کے دو دو تین تین معانی دے کر انفرادیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن تشریح میں صرف وہی معنی استعمال کیے ہیں جو سیاق وسباق کے مطابق تھے۔

نموناً ایک شعر اور شرح کا انداز ملاحظہ ہو:

"چہ دودِ دل، چہ موجِ رنگ در ہر پردہ از ہستی
خیالم شانہ باشد، طرۂ خوابِ پریشاں را

لغت: دودِ دل: دل کا دھواں، غم کے سبب آہ و فریاد
موجِ رنگ: رنگ کی لہر، خوشیوں کی لہر

ترجمہ: کیا دودِ دل اور کیا موجِ رنگ، زندگی کے ہر ہر پردے میں (یعنی غم ہو یا خوشی وغیرہ) میرا خیال خوابِ پریشاں کے طرہ یعنی زلفوں کے لیے کنگھی ہے۔ جس طرح کنگھی سے منتشر اور بکھری ہوئی زلفوں کو سمیٹا یا

آراستہ کیا جاتا ہے، اسی طرح انسانی خیال مذکورہ پریشان خیالوں کی مختلف تعبیریں کر کے اپنے دل کو تسلی دیتا رہتا ہے'' (۱۴۵)۔

حمید یزدانی نے اپنی شرح میں صحتِ املا کا بہت خیال رکھا ہے۔ اس کے لیے انھوں نے مستند حوالہ جاتی کتب سے استفادہ کرنے کا دعویٰ بھی کیا ہے اور اس ضمن میں صوفی تبسم کی بعض خامیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ چنانچہ ''پیش گفتار'' میں لکھتے ہیں:

''صوفی مرحوم نے بعض تلمیحات کی وضاحت نہیں کی اور متعلقہ الفاظ ویسے ہی لکھ دیے ہیں، جس سے شعر کی کوئی وضاحت نہیں ہوئی۔ مثلاً ''دھتیاں'' ''بت کاشی'' اور ''صنعاں'' وغیرہ۔ راقم نے ان کی باقاعدہ وضاحت کی ہے۔ جس سے شعر سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس سلسلے میں راقم نے مستند حوالوں کی کتب اور لغتوں سے استفادہ کیا ہے صوفی مرحوم کی کتاب میں املا کی بھی بعض فاش غلطیاں ہیں۔ مثلاً ''آزر'' (زے کے ساتھ) کو ہر جگہ ''آذر'' (ذال کے ساتھ) لکھا ہے، بمعنی آگ، جس کا وہاں کوئی محل نہیں'' (۱۴۶)۔

اس کے باوجود بعض مقامات پر خود حمید یزدانی سے بھی املا کی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ لیکن دونوں شرحوں میں اس طرح کی اغلاط کو کتابت (کمپوزنگ) کی غلطیاں قرار دیا جا سکتا ہے۔

حمید یزدانی نے غالب کی فارسی غزلیات، قطعات اور رباعیات کی شرح کی ہے۔ کسی شعر کی شرح چار سطور سے زیادہ نہیں ہے۔ بعض اشعار کو یک سطری ترجمے تک محدود کر دیا گیا ہے اور بعض مقامات پر حمید یزدانی نے دوسرے شعراء کے اشعار بھی وضاحتاً درج کیے ہیں۔ مثلاً یہ شعر:

غالب بدیں نشاط کہ وابستہ ای کہ ای
بر خویشتن ببال و بہ بندِ بلا برقص

لکھتے ہیں:

''غالب تو نے خود کو یہ کیا عیش و نشاط سے وابستہ کر رکھا ہے، تو کیسا انسان ہے، تو اپنی ذات پر فخر کر۔ یعنی خوشیاں منا اور اپنے دکھوں کی حالت میں رقص کر۔ یہی مراد ہو سکتی ہے بقول فانی بدایوانی۔

غم بھی گذشتنی ہے خوشی بھی گذشتنی

کر غم کو اختیار کہ گزرے تو غم نہ ہو" (١٤٧)۔

بحیثیت مجموعی حمید یزدانی کی یہ شرح غالب کے فارسی کلام کی تفہیم میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور پاکستان کے ذخیرہء غالبیات میں ایک نادر اضافہ ہے۔

اس جائزے میں اب دو ایسی شرحوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر سالِ اشاعت درج نہیں ۔لہذا انہیں شارحین کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ زیر بحث لایا جاتا ہے۔

4- گنجینہء مطالب:

آقا بیدار بخت کی لکھی شرح ہے۔تاج بک ڈپو، لاہور نے اسے شائع کیا۔صفحات کی تعداد ٢٠٧ ہے۔یہ غالب کی صرف بتیس (٣٢) غزلیات (ردیف میم) کی شرح ہے۔جس میں آسان پیرائے میں اشعار کے مطالب بیان کردیے گئے ہیں۔ابتداء میں "غالب اور اس کا کلام" کے عنوان سے چھ صفحات کا ایک مقدمہ ہے جسے بیدار بخت نے تحریر کیا ہے۔اس میں انہوں نے غالب کے فارسی کلام کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی شاعرانہ خصوصیات بیان کی ہیں۔اس کے بعد اشعار کی شرح درج کی گئی ہے۔شرح میں دیگر فارسی شعراء کے اشعار بطور حوالہ درج کیے گئے ہیں۔نمونہ ملاحظہ ہو:

رفتم کہ کہنگی ز تماشا برافگنم

در بزم رنگ و بو نمطے دیگر افگنم

لکھتے ہیں:

"میں گیا، تاکہ تماشا سے پرانا انداز دور کردو اور اس رنگ و بو کی محفل میں ایک نئی طرح ڈالوں۔(مطلب) میں پرانے انداز کو پسند نہیں کرتا اور ایک

نیا انداز اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ اسی لیے تماشا کی نئی طرح ڈالوں گا۔ حافظ:

بیاتا گل بہ افشا نیم و مے در ساغر اندازیم
فلک راسقف بشگافیم و طرح دیگر اندازیم

یا عرؔ

طرح نو افگن کہ ما جدت پسند افتادہ ایم" (۱۴۸)

5-الہامات (شرح فارسی، ردیف میم):

آقائے رازی کی لکھی شرح ہے۔ ایم فرمان علی اینڈ سنز، لاہور سے شائع ہوئی۔ سال اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲۸ ہے۔ ابتداء میں "مرزا غالب" کے زیر عنوان ایک مضمون میں غالب کے مختصر احالاتِ زندگی اور ان کی فارسی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے بعد اشعار کی شرح درج کی گئی ہے۔ یہ بھی غالب کی بتیس (۳۲) فارسی غزلیات (ردیف میم) کی شرح ہے۔ شارح کا اسلوب نہایت سادہ اور پر اثر ہے۔ انہوں نے بعض اشعار کی وضاحت مختصر الفاظ میں کر دینے پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن زیادہ تر اشعار کی تشریح کئی سطور پر پھیلا دی ہے۔ وضاحت طلب نکات کو نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

غرقِ محیط وحدتِ صرفیم و در نظر
از روے بحر موجہ و گرداب شستہ ایم

فرماتے ہیں:

"ہم بحرِ وحدت میں پوری طرح ڈوبے ہوئے ہیں اور اپنی نظر میں ہم نے سمندر پر سے لہروں اور بھنور کو دھوڈالا ہے یعنی اصل وجود تو سمندر کا ہے، یہ لہریں اور گرداب سب اضافی چیزیں ہیں۔ یعنی ہم نے اس ذاتِ اقدس کی وحدت کو تسلیم کرتے ہوئے باقی کائنات سے نظریں ہٹالی ہیں" (۱۴۹)۔

6-غزلیاتِ غالب (ردیف میم):

آغا محمد باقر نبیرہ آزاد کی لکھی شرح ہے۔ شیخ مبارک علی تاجر کتب، لاہور نے اسے شائع کیا۔ سال اشاعت درج نہیں۔ صفحات کی تعداد ۱۱۸ ہے۔ یہ غالب کی فارسی غزلیات (ردیف میم) کی ایک جزوی شرح ہے جسے طلباء کی نصابی ضرورت کے لیے تحریر کیا گیا۔ ابتداء میں غالب کے مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ ازاں بعد شرح کا آغاز ہو جاتا ہے۔ باقر کا اندازِ تشریح روایتی قسم کا ہے۔ شعر درج کرنے کے بعد نیچے مشکل الفاظ کے معنی اور پھر نپے تُلے لفظوں میں شعر کا مفہوم بیان کر دیا گیا ہے۔ یہی انداز ساری شرح میں یکساں نظر آتا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

"در ہوائے قتل سر بر آستانش می نہم
تا بہ لوحِ مدعا نقشِ خدا ساز افگنم

در ہوائے قتل۔ قتل ہونے کی خواہش، لوحِ مدعا، مقصد کی تختی۔
شاعر کا کہنا ہے کہ میں محبوب کے ہاتھوں قتل ہونا چاہتا ہوں اور اس خواہش کے لیے اپنا سر اس کے آستانے پر دھرتا ہوں، تا کہ میں اپنے اس مقدر کی لوح پر نقشِ خدا بنا سکوں۔ یعنی محبوب کو اپنے قتل کا ذمہ دار نہ ٹھہراؤں بلکہ اسے اپنا مقدر بنا ڈالوں" (۱۵۰)۔

بحیثیت مجموعی یہ ایک معیاری شرح ہے۔ جس مقصد کے لیے لکھی گئی تھی اس حد تک اسے پورا کرتی ہے۔

مجموعی جائزہ

غالب کی اُردو شاعری کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کم و بیش چندرہ سو اشعار پر مشتمل ایک مختصر سے اُردو دیوان کی درجنوں شرحیں لکھی گئیں۔ فارسی کلام کی شرحیں ان کے علاوہ ہیں۔ ان میں منتخب اشعار کی جزوی شرحیں بھی ہیں اور پورے دیوان کی مکمل شرحیں بھی۔ نصابی ضرورتوں کے لیے لکھی گئی بعض شرحیں ان کے علاوہ ہیں۔ اگر چہ بعض اشعار کی شرحیں مضامین اور تبصروں کی شکل میں بکثرت دیکھی گئی ہیں اور مختلف رسائل و جرائد نے انہیں بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے لیکن ہم نے چونکہ کتابی حجم میں موجود شرحوں کا جائزہ لیا ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں جہاں غالبیات کے دیگر پہلوؤں پر نادر کام ہوا ہے وہاں اُردو، فارسی کلامِ غالب کی کم و بیش چار درجن شرحیں غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

کسی بھی شرح کا اصل مقصود یہ ہے کہ مشکل اور وضاحت طلب نکات کو آسان اور سادہ الفاظ میں بیان کر دیا جائے۔ اسی کے ساتھ شعر کے خاص خاص محاسن و معائب کی طرف اشارہ کر دینا بھی شارح کے فرائض میں شامل ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں جہاں تک ہو سکے اختصار و احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ محض انفرادیت پسندی اور جانبدارانہ رویوں کی بنا پر کوئی رائے قائم کر دینا شرح نویسی کے اصولوں کے خلاف ہے۔ شعری محاسن کی وضاحت میں بھی یہی اصول کارفرما ہے گا۔

ان اصول و ضوابط کی بنا پر اگر محولہ بالا شرحوں کو سامنے رکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ شارحین نے اس میدان میں کافی رنگا رنگی اور تنوع کا اظہار کیا ہے۔ جس طرح ہر فرد ایک مخصوص ذہنی پس منظر رکھتا ہے، اس کی کچھ اقدار ہوتی ہیں، معیاراتِ رد و قبول ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح شارحین کے اپنے اپنے رجحانات اور میلانات ہیں۔ بعض کے رجحانات اتنے واضح ہیں کہ تعصبات کا درجہ رکھتے ہیں۔ بعض بین بین رہنے والے ہیں اور بعض غالب کے اشعار کے زیرِ اثر

رہے ہیں اور غالب ان پر غالب رہا ہے۔ تاہم قیامِ پاکستان سے قبل جتنی شرحیں لکھی گئیں ان میں چند شرحیں ایسی ہیں جو ہر دور میں مقبول رہی ہیں اور اسی مقبولیت کے باعث پاکستان میں انہیں دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ عوام وخواص کے علاوہ بعد کے شارحین نے بھی ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ ان میں مولانا حالیؔ، حسرت موہانی، مولانا سہاؔ، بےخود دہلوی، قاضی سعید الدین اور عبدالباری آسیؔ ایسے نام ہیں جن کو اکثر شارحین نے اختلاف واتفاق کی کسی بھی صورت میں بطور سند پیش کیا ہے۔

پاکستان میں شرح نگاری کا کام غالبیات کے دیگر شعبوں کے مقابلے میں قدرے سست طریقے پر چلتا دکھائی دیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شرح نگاری اور پھر غالب جیسے شاعر کا شارح ہونا بہت مشکل کام ہے۔ حسبِ روایت سب سے زیادہ شرحیں غالب صدی کے موقع ۱۹۶۹ء میں منظرِ عام پر آئیں۔ ان نصف درجن شرحوں میں ناصر الدین ناصر کی شرح ''دبستانِ غالب'' اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ شارح کا اسلوب اور شرح نویسی کا تنقیدی انداز اس عہد کی باقی شرحوں کے مقابلے میں زیادہ جاندار اور پراثر ہے۔ ۱۹۷۵ء کے بعد پورے بیس برسوں میں اُردو کلامِ غالب کی کوئی نئی شرح منظرِ عام پر نہیں آئی۔ ڈاکٹر سید حامد علی نے ۱۹۹۵ء میں ''غالب کا سائنسی شعور'' لکھ کر اس جمود کو توڑ ڈالا۔ اگرچہ ڈاکٹر حامد کی یہ ایک جزوی نوعیت کی شرح ہے لیکن انہوں نے غالب کی شاعری میں سائنسی شعور کو تلاش کرنے کا جو اچھوتا انداز اختیار کیا ہے اس سے غالب پر سوچنے کی کئی نئی راہیں نکل آئیں اور اس نہج سے متاثر ہو کر بعد میں مشکور حسین یاد جیسے بعض شارحین، جدت کی تلاش میں عجیب وغریب مفاہیم پیدا کر بیٹھے۔ جس سے مطالب اشعارِ غالب میں ایک ختم نہ ہونے والا رجحان چل نکلا۔ تاہم جدت پسندی کے اس رجحان میں بعض شارحین نے مثبت انداز اپنا کر شرح نگاری میں نئے تجربے کیے اور بہت عمدہ اور نادر شرحیں رقم کیں۔ ان میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری، پرتو روہیلہ اور حمید اللہ شاہ ہاشمی قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے مشکلاتِ غالب کو حل کرنے اور تفہیمِ غالب کو عام کرنے میں مثالی کردار ادا کیا ہے۔

غالب کے فارسی کلام کی شرحوں میں صوفی تبسم کی شرح لائقِ تحسین ہے۔ البتہ خواجہ حمید یزدانی کی شرح اس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جسے فارسی شرحوں میں بلند مقام حاصل ہے۔

☆......☆○☆......☆

حوالہ جات وحواشی

(ترجمہ)

(۱) ظ۔ انصاری۔ ''ترجمے کے بنیادی مسائل''۔ ترجمہ، روایت اور فن، نثار احمد قریشی۔ مرتب؛ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۱۲

(۲) بحوالہ: ترجمہ، روایت اور فن۔ نثار احمد قریشی، ص ۷۹

(۳) منیر اے شیخ۔ کلامِ غالب کے پنجابی تراجم۔ سورج، تسلیم احمد تصور، مرتب؛ (لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۱۹۹۷ء)، ص ۶۵۶

(۴) عابدی، سید وزیر الحسن۔ مرتب: یادگار دوور، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۷ء)، ص (ک)

(۵) ایضاً، ص ۳۱۱

(۶) ایضاً، ص ۳۲۳

(۷) تفصیل آگے موجود ہے۔

(۸) عمر مہاجر، محمد۔ مترجم: پنج آہنگ (آہنگ پنجم)، (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، مارچ ۱۹۶۹ء)، ص (ع، ف)

(۹) ایضاً، ص ۸۰

(۱۰) محمود سعیدی۔ مترجم: دستنبو، (کراچی: غالب اکیڈمی، اگست ۱۹۶۹ء)، ص ۳۸

(۱۱) ایضاً، ص ۹۲

(۱۲) ایضاً، ص ۱۰۱

(۱۳) بحوالہ: فاضل، پروفیسر عبدالرشید۔ مترجم: مہر نیم روز، (کراچی: انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)، ص ۶

(۱۴) ایضاً، ص ۱۳۵

(۱۵) ایضاً، ص ۱۸۲

(۱۶) بحوالہ: فاضل، پروفیسر عبدالرشید۔ مترجم: مہر نیم روز، ص ۲۷۰

(۱۷) (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۳ء)، صفحات ۳۸۵

(۱۸) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب اور غالبیات، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۵ء)، ص ۳۱

(۱۹) یہ "جملہ معترضہ" مترجم کا اپنا اضافہ ہے۔

(۲۰) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ غالب اور انقلاب ستاون، (لاہور: الفیصل، ۱۹۸۹ء)، ص ۱۴۵

(۲۱) ملاقات: (ملتان: ۵ فروری ۲۰۰۶ء) رہائش گاہ لطیف الزمان خاں

(۲۲) (دہلی: اُردوئے معلّٰی، غالب نمبر (حصہ دوم)، جلد دوم، شمارہ نمبر ۲، ۳، ۱۹۶۰ء) صفحہ نمبر ۱۷۷ تا ۲۳۲

(۲۳) ورما، پون کمار۔ غالب، شخصیت اور عہد، اسامہ فاروقی، مترجم: (حیدرآباد دکن: ادارہ ادبیات اُردو، ۱۹۹۹ء)، ص ۲۵۵

(۲۴) لطیف الزماں خاں، مترجم: مکتوبات غالب، طبع دوم، (کراچی: دانیال، فروری ۱۹۹۹ء)، ص ۱۱۱

(۲۵) ایضاً، ص ۱۶۱

(۲۶) پرتو روہیلہ، مترجم: نامہ ہائے فارسی غالب (اُردو ترجمہ)، (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۹ء)، ص ۹

(۲۷) ایضاً، ص ۶۹

(۲۸) بحوالہ: پرتو روہیلہ۔ مترجم: باغِ دودر میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ (اسلام آباد: بزمِ علم وفن پاکستان، ۲۰۰۰ء) ص ۷، ۸

(۲۹) ایضاً، ص ۲۰۶

(۳۰) ایضاً، ص ۱۱۶

(۳۱) ایضاً، ص ۱۷

(۳۲) لطیف الزمان خان۔ مترجم: مہر نیم روز (ملتان: ملتان آرٹس فورم، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۸۰

(۳۳) ایضاً، ص ۱۵۹

(۳۴) ایضاً، ص ۳۳۲

(۳۵) صابرہ آفاقی، ڈاکٹر۔ نقش ہائے رنگارنگ، (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۳ء)، ص ۴۰

(۳۶) ایضاً، ص ۱۳۶

(۳۷) صابرہ آفاقی، ڈاکٹر۔ نقش ہائے رنگارنگ، ص ۲۳۱

(۳۷/۱) پرتو روہیلہ۔ مترجم: متفرقات غالب، (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۹

(۳۷/۲) پرتو روہیلہ۔ مترجم: کلیات مکتوبات فارسی غالب، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۱۵

(۳۸) رفیق خاور۔ مترجم: ابرِ گہربار۔ (کراچی: رائٹرز بیورو، اگست ۱۹۶۹ء)، ص ۶۵۔۶۶

(۳۹) ایضاً، ص ۳۰

(۴۰) نبی احمد باجوہ، چوہدری۔ شش جہات غالب (لاہور: آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگرس، ۱۹۷۲ء)، ص الف

(۴۱) ایضاً، ص ۷۶

(۴۲) ایضاً، ص ۷۷

(۴۳) ایضاً، ص ۳۶

(۴۴) ایضاً، ص ۳۷

(۴۵) صبا اکبرآبادی۔ ہم کلام، (کراچی: مختیار اکیڈمی، فروری ۱۹۸۶ء)، صفحہ نمبر ندارد

(۴۶) ایضاً، ص ۴۵

(۴۷) ایضاً، ص ندارد

(۴۸) رالف رسل کے انگریزی ترجمے پر تبصرہ آگے اپنے مقام پر موجود ہے۔

(۴۹) افتخار احمد عدنی۔ مترجم: غالب کی فارسی غزلوں سے انتخاب ترجموں کے ساتھ (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۲۵

(۵۰) ایضاً، ص ۱۱۳

(۵۱) خالد حمید، ڈاکٹر۔ مترجم: غزلیاتِ فارسی غالب، (اسلام آباد: بزمِ علم و فن پاکستان، ۲۰۰۰ء)، صفحہ نمبر ندارد

(۵۲) ایضاً، ص ۶۲

(۵۳) ایضاً، ص ۲۰۳

(۵۴) بحوالہ: افتخار احمد عدنی۔ غالب، نقش ہائے رنگ رنگ، (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹیو سوسائٹی، ۲۰۰۵ء)، ص ۶

(۵۵) بحوالہ: افتخار احمد عدنی۔ غالب، نقش ہائے رنگ رنگ، ص ۹۶۔۹۷

(۵۶) ایضاً، ص ۱۶۴۔۱۶۵

(57) Sarfarz Khan Niazi, Love Sonnets of Ghalib- (Karachi:Feroz sons, 2002),P-65

(58) -do- P-300

(59) Abeeda Syed, Ghalib's Philosophy of Beauty,

(Lahore:Multi Media Affairs, 2003) P-6

(60) -do- P-13

(61) K.C. Kanda, Mirza Ghalib (Selected Lyrics and Letters) (Karachi: Paramount Books, 2004) P-135

(62) -do- P-20

(63) Abdullah Anwer Beg, The Life and Odes of Ghalib, (Lahore: Urdu Academy) P-85

(64) -do- P-86

(65) -do- P-156

(66) Daud Kamal, Ghalib Reverberations, (Karachi: Golden Block Works, 1970)

(67) -do- No Page Number

(68) Sufia Sadullah, Hundred verses of Mirza Ghalib, (Karachi: Time Press, 1975) P-XIV

(69) -do- P-65

(70) -do- P-99

(71) S.Rahmatullah, Hundred Gems from Ghalib, (Karachi: National Book Foundation, 1980), P-83

(72) -do- P-179

(73) Riaz Ahmad, Ghalib Interpretations, (Lahore:Feroze Sons,1996) P-34

(74) -do- P-90

(75) Mahmood, Khawaja Tariq, Ghalib, (Lahore: Feroz Sons, 2005) P-50

(76) -do- P-81

(77) Relph Russell, Selections form the Persian Ghazals of Ghalib with Translations, (Karachi: Anjaman Taraqqi-e-Urdu,

Pakistan, 1999) P-56

(78) -do- P-42

(۷۹) مطلوب الحسن سید۔ منتخب کلام غالب (منظوم انگریزی ترجمہ)، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ص ۴۴

(۸۰) ایضاً، ص ۱۵۴

(81) Rafique Khawer, Fifty Odes of Ghalib (Un-Printed) P-2

(۸۲) معین الرحمٰن، سید۔ اشاریہ غالب (لاہور: مجلسِ یادگار غالب، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۹ء)، ص ۳۰۰

(۸۳) دلشاد کلانچوی۔ مترجم: غالب دیاں غزلاں (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۹ء)، ص ۴۴

(۸۴) ایضاً، ص ۶۵

(۸۵) بحوالہ اسیر عابد۔ مترجم: دیوان غالب۔ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء)، ص ۲۱

(۸۶) ایضاً، ص ۶۳

(۸۷) ایضاً، ص ۳۳

(۸۸) شاہد، ڈاکٹر محمد افضل۔ چو بھے سوئی دی (شیخوپورہ: راوی کتاب گھر، ۲۰۰۵ء)، ص ۷۴

(۸۹) معین الرحمٰن، سید۔ اشاریہ غالب، ص ۳۱۰

(۹۰) استاد دامن۔ کلام غالب (غیر مطبوعہ)، ص ۶۱

(۹۱) منظور احمد واصب (گوجروی)۔ دیوان غالب (غیر مطبوعہ) صفحہ ۳۰۶

(۹۲) مینوش۔ شیر محمد خان۔ دغالب کلام (قلمی نسخہ)، ص ۵

(۹۳) ایضاً، ص ۳

(تشریح)

(۱) عابد علی عابد، سید۔ ''غالب اور بیدل'' مشمولہ: ''احوال و نقد غالب'' مرتبہ: محمد حیات خان سیال (لاہور: نذر سنز، ۱۹۶۷ء)، ص ۵۱۰

(۲) رام بابو سکسینہ۔ تاریخ ادب اُردو۔ (لاہور: علمی کتاب خانہ، سن ندارد)، ص ۲۹

(۳) سحر، ڈاکٹر ابو محمد۔ گنجینہ معنی کا طلسم اور مافی الضمیر۔ مشمولہ: سہ ماہی، اُردو، (کراچی: شمارہ نمبر ۲، ۱۹۶۹ء۔ ص ۱۸۴)

(۴) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگار غالب۔ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۳۱

(۵) وحید قریشی، ڈاکٹر۔ نذر غالب۔ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء)، ص ۲۵۴

(۶) بحوالہ سلیم اختر، ڈاکٹر۔ غالب شناسی اور نیاز و نگار۔ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۲۸

(۷) امرتسر: آزاد بک ڈپو، ۲۹ مئی ۱۹۳۹ء، صفحات ۶۲۸

(۸) i) (لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۷ء) ii) (لاہور: ابلاغ پبلشرز، ۱۹۹۷ء)

(۹) باقر، آغا محمد۔ بیانِ غالب (اشاعتِ نو)۔ (لاہور: ابلاغ پبلشرز، ۱۹۹۷ء)، ص ۱۶

(۱۰) ایضاً، ص ۳۱۲

(۱۱) سہا، مولانا ممتاز احمد۔ مطالب الغالب۔ (لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، ۱۹۵۱ء)، ص ۱۸

(۱۲) ایضاً، ص ۷۹

(۱۳) سعید الدین احمد، قاضی۔ مطالب غالب۔ (لاہور: یونائیٹڈ پبلشرز، ۱۹۵۲ء)، ص ۱

(۱۴) ایضاً، ص ۶۵

(۱۵) ایضاً، ص ۷۷

(۱۶) شاہد، ڈاکٹر محمد ایوب۔ شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ، جلد اوّل۔
(لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۷۶_۱۷۷

(۱۷) i) اشاعت دوم (لاہور: مکتبہ معین الادب، اپریل ۱۹۶۳ء)
ii) اشاعت سوم ایضاً، (مئی ۱۹۷۳ء)

(۱۸) عبدالحکیم، خلیفہ۔ افکارِ غالب، طبع سوم، (لاہور: مکتبہ معین الادب، ۱۹۷۳ء)، ص ۹۷

(۱۹) شاہد، ڈاکٹر محمد ایوب۔ شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ، ص ۳۰۵_۳۰۴

(۲۰) نشتر، عبدالحکیم جالندھری۔ روحِ غالب۔ (لاہور: تاج بک ڈپو، ۱۹۵۴ء)، ص ج

(۲۱) ایضاً، ص ۴۷۳

(۲۲) اشاعت ثانی، (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، جنوری ۱۹۹۵ء)

(۲۳) ناصر الدین ناصر۔ دبستانِ غالب۔ (لاہور: مکتبہ الفتح، ۱۹۶۸ء)، ص ۳۰۳

(۲۴) یوسف سلیم چشتی۔ شرحِ دیوانِ غالب۔ (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۹ء)، ص ۷۳۰

(۲۵) ایضاً، ص ۴۷۲

(۲۶) (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ۱۹۶۱ء)، صفحات ۱۵۲

(۲۷) نیاز فتح پوری۔ مشکلاتِ غالب۔ (لاہور: دارالشعور، ۱۹۹۸ء)، ص ۴

(۲۸) ایضاً، ص ۴،۳

(۲۹) ایضاً، ص ۱۹

(۳۰) ایضاً، ص ۲۷

(۳۱) ایضاً، ص ۱۳۰

(۳۲) ایضاً، ص ۶۳

(۳۳) (کان پور: نامی پریس، ۱۸۹۷ء)، صفحات ۴۳۰

(۳۴) ہاشمی فرید آبادی، سید۔ کلامِ غالب (اُردو) کی شرحیں، مشمولہ: غالب نام آور (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)، ص ۴۰۱

(۳۵) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگارِ غالب۔ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۱۹

(۳۶) ایضاً، ص ۱۳۳

(۳۷) ایضاً، ص ۱۳۶

(۳۸) i اشاعتِ اوّل (کلکتہ: عثمانیہ بک ڈپو، ۱۹۶۴ء)، صفحات ۳۸۱

ii اشاعتِ دوم (دہلی: آزاد بک ڈپو، ۱۹۳۵ء)، صفحات ۳۹۹

(۳۹) بے خود دہلوی، وحید الدین۔ مراۃ الغالب۔ (لاہور: مطبع کریمی پریس، ۱۹۶۳ء)، ص ۷

(۴۰) ایضاً، ص ۱

(۴۱) بے خود دہلوی، وحید الدین۔ مراۃ الغالب۔ ص ۲۱

(۴۲) افسر صدیقی امروہوی۔ شارحینِ غالب، مشمولہ: قومی زبان، (کراچی: جلد ۴۰، شمارہ ۴، اپریل ۱۹۶۹ء)، ص ۳۰

(۴۳) (i) (کان پور: رئیس المطابع، ۱۹۰۳ء)۔ صفحات ۱۷۸

ii) (لکھنو: انوار المطابع، ۱۹۱۱ء)، صفحات ۱۷۶

(۴۴) حسرت موہانی۔ شرحِ دیوانِ غالب۔ (لاہور: خزینۂ علم و ادب، ۲۰۰۲ء)، صفحات ۲۹۴

(۴۵) حامد حسن قادری، مولانا۔ غالب کی اُردو نثر اور دوسرے مضامین۔ (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۱ء)، ص ۷۰

(۴۶) حسرت موہانی۔ دیوان مع شرح۔ (کراچی: الکتاب، آرام باغ، ۱۹۶۵ء)، ص ۲۷

(۴۷) شاداں بلگرامی، اولاد حسین۔ روح المطالب فی شرحِ دیوانِ غالب۔ (لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۶۷ء)، ص دیباچہ

(۴۸) ایضاً، ص ۲۱۱

(۴۹) ایضاً، ص ۹۳

(۵۰) ایضاً، ص ۱۳۹

(۵۱) مہر، مولانا غلام رسول۔ نوائے سروش۔ (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء)، ص ۱۴، ۱۵

(۵۲) ایضاً، ص ۷۵

(۵۳) ایضاً، ص ۴۹۳

(۵۴) عبدالرشید علوی۔ دیوان غالب مع شرح۔ (لاہور: حق برادرز، ۱۹۶۹ء)، ص ۳

(۵۵) ایضاً، ص ۱۶

(۵۶) ایضاً، ص ۲۶

(۵۷) ایضاً، ص ۱۳

(۵۸) شاہد، ڈاکٹر محمد ایوب۔ شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ، جلد اوّل، ص ۳۵۹

(۵۹) ناصر الدین ناصر۔ دبستان غالب۔ (لاہور: مکتبہ الفتح، ۱۹۶۹ء)، ص ۷۳۔۳۷۲

(۶۰) ایضاً، ص ۳۱

(۶۱) اسماعیل پانی پتی، شیخ محمد۔ ماہنامہ ''کتاب''۔ (لاہور: فروری ۱۹۷۰ء)، ص ۶۳۔۶۴

(۶۲) بحوالہ: تبسم، صوفی غلام مصطفیٰ۔ روح غالب۔ (لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۶۹ء)، ص ۴۳

(۶۳) ایضاً، ص ۱۳۲

(۶۴) ایضاً، ص ۱۸۹

(۶۵) غضنفر علی غضنفر، سید۔ شرح دیوان غالب۔ (لاہور: ایم فرمان علی اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء)، ص ۲۰۲

(۶۶) ایضاً، ص ۲۰۳

(۶۷) ایضاً، ص ۲۱۰

(۶۸) ایضاً، ص ۱۰۵

(۶۹) احسن علی خان، صاحبزادہ۔ مفہوم غالب۔ (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۹ء)، ص ۲۲، ۲۳

(۷۰) ایضاً، ص ۲۶

(۷۱) ایضاً، ص ۷۴

(۷۲) ایضاً، ص ۷۵

(۷۳) (لاہور: شیخ ظفر اینڈ سنز تاجران کتب، ۱۹۳۶ء)، صفحات ۴۰۰

(۷۴) عنایت اللہ ملک، پروفیسر۔ الہامات غالب۔ (کراچی: ایم۔ ایچ سعید کمپنی، ۱۹۷۱ء)، ص ۷

(۷۵) نظم طباطبائی، علی حیدر۔ شرح دیوان اردوئے غالب۔ (لکھنؤ: ادارہ فروغ اردو، ۱۹۷۷ء)، ص ۳۳

(۷۶) الہامات غالب، ص ۸۲۸۱

(۷۷) ایضاً، ص ۲۷۳

(۷۸) یوسف سلیم چشتی۔ شرح دیوان غالب، ص ۴۵۸
(۷۹) منظور احسن عباسی۔ مراد غالب۔ (لاہور: ۱۱۳۔ ڈی ماڈل ٹاؤن، ۱۹۷۵ء)، ص ۱۰۹
(۸۰) ایضاً، ص ۷۷
(۸۱) حامد علی شاہ، ڈاکٹر سید۔ غالب کا سائنسی شعور۔ (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۹۵ء)، ص ۶۰
(۸۲) ایضاً، ص ۶۱
(۸۳) ایضاً، ص ۶۱۔۶۲
(۸۴) ایضاً، ص ۶۵
(۸۵) ایضاً، ص ک
(۸۶) حامد علی شاہ، ڈاکٹر سید۔ غالب کا سائنسی شعور۔ ص ہ
(۸۷) (دہلی: آتمارام اینڈ سنز، ستمبر ۱۹۵۷ء)، صفحات ۴۳۸
(۸۸) جوش ملیسانی لبھورام۔ دیوان غالب مع شرح۔ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)، ص ۳
(۸۹) حالی، مولانا الطاف حسین۔ یادگار غالب، ص ۱۴۳
(۹۰) جوش ملیسانی لبھورام۔ دیوان غالب مع شرح، ص ۹۰
(۹۱) خورشید علی خان۔ فکر غالب۔ (کراچی: ذیشان کتاب گھر، دسمبر ۱۹۹۷ء)، ص ۲۷۸
(۹۲) یاد، منظور حسین۔ غالب بوطیقا۔ (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۰،۹
(۹۳) ایضاً، ص ۱۴۳
(۹۴) ایضاً، ص ۱۴۷
(۹۵) محمد بشیر احمد بٹ۔ شرح دیوان غالب، طلسم گنجینہ معانی۔ (لاہور: الفیصل ناشران، جنوری ۲۰۰۰ء)، ص ۴۳
(۹۶) ایضاً، ص ۹۵
(۹۷) ایضاً، ص ۲۷۴
(۹۸) ایضاً، ص ۲۲۴
(۹۹) ایضاً، ص ۹۵۔۹۶
(۱۰۰) اشاعت ثانی۔ (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۵ء)، ص ۴۳۲
(۱۰۱) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ شرح و متن غزلیات غالب۔ (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۰ء)، ص ۷، ۸
(۱۰۲) ایضاً، ص ۱۵۹
(۱۰۳) ایضاً، ص ۱۵۶

(۱۰۴) ایضاً، ص ۱۳

(۱۰۵) پرتو روہیلہ۔ مشکلات غالب۔ (لاہور: نقوش پریس، ۲۰۰۲ء)، ص ۴

(۱۰۶) ایضاً، ص ۴۴

(۱۰۷) ایضاً، ص ۴۵

(۱۰۸) ایضاً، ص ۵۷

(۱۰۹) ناصر دہلوی، سید محمد الیاس۔ شرح دیوان غالب۔ (کراچی: شاہد پرنٹنگ سروسز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۳

(۱۱۰) ناصر دہلوی، سید محمد الیاس۔ شرح دیوان غالب۔ ص ۴۳

(۱۱۱) ایضاً، ص ۲۹۱

(۱۱۲) ایضاً، ص ۳۱۳

(۱۱۳) حمید اللہ ہاشمی۔ گفتۂ غالب۔ (لاہور: شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۲

(۱۱۴) ایضاً، ص ۳۵۹

(۱۱۵) ایضاً، ص ۳۵۱

(۱۱۶) ایضاً، ص ۲۷۴

(۱۱۷) بحوالہ: ماہنامہ ''ادبی دنیا'' (لاہور: جون ۱۹۳۱ء، ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

(۱۱۸) مقبول حسین احمد پوری، سید۔ گفتۂ غالب۔ (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۳ء)، ص
۱۳۲_۱۳۳

(۱۱۹) ایضاً، ص ۱۵۴_۱۵۵

(۱۲۰) i (لکھنو: صدیق بک ڈپو۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء)، صفحات ۳۹۱

ii (لکھنو: اردو پریس۔ مارچ، ۱۹۳۱ء)، صفحات ۳۲۰

iii (لکھنو: العلوم پریس۔ ۱۹۳۱ء)، صفحات ۳۲۰

(۱۲۱) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب، شاعر امروز و فردا۔ (لاہور: اظہار سنز، ۱۹۷۰ء)، ص ۱۷۲

(۱۲۲) حامد حسن قادری، مولانا۔ غالب کی اردو نثر اور دوسرے مضامین، ص ۵۲

(۱۲۳) ابوالخیر کشفی۔ مرزا غالب، حالات زندگی۔ شاعری پر ایک نظر اور چھ غزلیں شرح کے ساتھ
(کراچی: اردو اکیڈمی، سندھ، سن ندارد)، ص ۱۹۸

(۱۲۴) ایضاً، ص ۲۰۹

(۱۲۵) (لاہور: گیلانی الیکٹرک پریس، ۱۹۳۸ء)، صفحات ۳۸۴

(۱۲۶) احسان دانش۔ رموز غالب۔ (دہلی: فاروقی پریس، ۱۹۳۸ء)، ص ۷۳

(۱۲۷) ایضاً، ص ۹۸

(۱۲۸) قاضی ذوالفقار احمد۔ شرح دیوانِ غالب۔ (لاہور: مقبول اکیڈمی، سن ندارد)، ص ۱۵۸
(۱۲۹) ایضاً، ص ۵۰۶
(۱۳۰) عاصی کرنالی، پروفیسر۔ خوش مطالب شرح دیوان ردیف (ن)۔ (لاہور: جدید بک ڈپو، سن ندارد) ص ۸
(۱۳۱) شفیق سیال، ایم۔ دیوانِ غالب (ردیف ن)۔ (لاہور: نذر سنز، ۱۹۶۷ء)، ص ۳ تا ۴
(۱۳۲) شاہد، ڈاکٹر محمد ایوب۔ شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ، جلد دوم، ص ۷۰۱
(۱۳۳) طارق، عبدالرحمٰن۔ صحیفہ ادب۔ (لاہور، تاج بک ڈپو، ۱۹۵۴ء)، ص ۱۷
(۱۳۴) دارا، پروفیسر طفیل۔ رموزِ غالب۔ (لاہور: علمی کتب خانہ، ۱۹۷۰ء)، ص ۱۵
(۱۳۵) ناصر، انعام اللہ خاں۔ جانِ غالب۔ (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، سن ندارد)، ص ۵
(۱۳۶) تفصیل ''اردو کلام کی شرحیں'' والے حصے میں موجود ہے۔
(۱۳۷) عبدالحکیم، خلیفہ۔ افکارِ غالب، طبع سوم۔ (لاہور: مکتبہ معین الادب، مئی ۱۹۷۳ء)، ص ۴۳۱
(۱۳۸) ایضاً، ص ۴۷۸
(۱۳۹) عبداللہ، ڈاکٹر سید۔ ''افکارِ غالب (از خلیفہ عبدالحکیم) پر تبصرہ'' مشمولہ اورینٹل کالج میگزین، (لاہور: جلد نمبر ۳۱، عدد ۴، اگست۔ ۱۹۵۵ء)
(۱۴۰) بحوالہ تبسم، صوفی غلام مصطفیٰ۔ شرح غزلیات غالب (فارسی)، جلد اول۔ (لاہور: پیکیجز لمیٹڈ، ۱۹۸۱ء)، ص ج
(۱۴۱) ایضاً، ص ۲۹۰
(۱۴۲) ایضاً، ص ۳۰۰
(۱۴۳) ایضاً، ص (ز)
(۱۴۴) حمید یزدانی، ڈاکٹر خواجہ۔ شرح کلیات غالب (فارسی)۔ (لاہور: مکتبہ دانیال، ۲۰۰۴ء)، صفحہ ندارد
(۱۴۵) ایضاً، ص ۶۴
(۱۴۶) ایضاً، ص ندارد
(۱۴۷) ایضاً، ص ۴۱۳
(۱۴۸) بیدار بخت، آغا۔ گنجینہ مطالب۔ (لاہور: تاج بک ڈپو، س ن)، ص ۹
(۱۴۹) آقائے رازی۔ الہامات۔ (لاہور: ایم فرمان علی اینڈ سنز، سن ندارد)، ص ۳۶
(۱۵۰) باقر، آغا محمد، نیرہ آزاد۔ غزلیاتِ غالب۔ (لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، سن ندارد)، ص ۱۱۵

باب پنجم:

متفرقات

۱۔ ہم طرح ۲۔ تضمین

۳۔ پیروڈی ۴۔ مزاح

۵۔ ناول ۶۔ ڈرامے

۷۔ لطائفِ غالب ۸۔ نصابی رہنمائی

۹۔ غالب شناسوں پر تحقیق ۱۰۔ غالبیات کے ادارے

۱۱۔ غالب شناس ۱۲۔ کتابوں میں غالب

۱۳۔ ادبی جرائد (غالب نمبر) ۱۴۔ قومی اخبارات (غالب ایڈیشن)

۱۵۔ متفرق مضامین (اشاریہ) ☆.....مجموعی جائزہ

☆..... حوالہ جات وحواشی

پاکستان میں غالب پر جو کام باقاعدگی سے ہوا ہے اور جسے غالب شناسی کی بنیادی حیثیتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی درجہ بندی کرتے ہوئے ہم نے الگ الگ باب کے تحت اس سارے کام کا جائزہ لے لیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ صفحات میں ''ترتیب وتدوین''، ''تحقیق وتنقید'' اور ''ترجمہ وتشریح'' کے تحت سارے کام پر بحث ہو چکی ہے۔ البتہ غالب شناسی کے بعض گوشے ایسے بھی سامنے آئے ہیں جو موضوع کے اعتبار سے بڑے اہم ہیں لیکن پاکستان میں ان پر جزوی نوعیت کا کام ہوا ہے۔ اہل علم نے یا تو ان موضوعات کی طرف توجہ نہیں کی یا پھر وہ غالبیات کے دیگر شعبوں میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہیں اس طرف آنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ غالبیات کا ہر شعبہ اپنے اندر اتنی وسعت اور جامعیت رکھتا ہے کہ آدمی ایک مرتبہ کسی شعبے میں داخل ہو جائے تو اس کی تہہ در تہہ وسعتوں میں ایسا کھو جاتا ہے کہ وہاں کا سحر اُسے باہر نہیں نکلنے دیتا۔ بہت کم اہل قلم ایسے دیکھے گئے ہیں کہ جنہوں نے غالبیات کے ایک سے زیادہ شعبوں میں برابر کام کیا ہے۔ بہر حال غالب کے فکروفن کی تہہ در تہہ وسعتیں اور ان کا اعجاز اپنی جگہ...... لیکن زیرِ نظر باب میں ہم غالبیات کے جن پہلوؤں کو زیرِ بحث لا رہے ہیں وہ نہ صرف اہم ہیں بلکہ اپنی متنوع جامعت کے باعث پاکستان کے ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہیں۔ یہ تمام پہلو خاصے اہم بھی ہیں اور قدرے دلچسپ بھی۔

ہم نے انہیں پندرہ (۱۵) مختلف زمروں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں ابتدائی نو (۹) زمرے الگ الگ موضوع کے حامل ہیں ان کے تحت جو جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان پر الگ الگ بحث کی جائے گی۔ ابتداً ہر زمرے کا تعارف اور ازاں بعد اس کے تحت آنے والی کتب کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ یہ جائزہ بھی حسبِ سابق زمانی ترتیب کا حامل ہوگا۔ اس باب کے دسویں زمرے کے تحت پاکستان میں غالب کے نام پر قائم ہونے والے اداروں کا تعارف اور گیارھویں زمرے میں اہم غالب شناسوں کا تعارف کرایا جائے گا۔ آخری چار، زمروں میں غالب پر لکھے گئے اہم مضامین و مقالات کی تفصیل دی جائے گی۔ ان آخری چار، زمروں میں مضامین و مقالات کی چار جہتیں متعین کی گئی ہیں۔ اوّل: ''کتابوں میں غالب'' کے عنوان سے ایسے مضامین کی نشاندہی کی جائے گی جو مختلف کتابوں میں جزوی حیثیت سے شامل رہے۔ یہ تمام مضامین کتابی کوائف کے ساتھ درج کیے جائیں گے۔ دوم: ادبی جرائد کے غالب نمبروں کا جائزہ لیتے ہوئے ان میں شائع ہونے والے مضامین و مقالات مع مصنفین کے نام کی تفصیل درج کی جائے گی۔ سوم: قومی اخبارات کے غالب نمبروں پر مشتمل ہے۔ اور چہارم، متفرق مضامین کا اشاریہ ہے۔ قیامِ پاکستان سے لے کر ۲۰۰۰ء تک ایسے مضامین جو ''غالب نمبر'' کے سوا مختلف رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ انہیں زمانی ترتیب کے ساتھ اس باب کے آخر میں درج کیا جائے گا۔ مضامین و مقالات کے ان چاروں زمروں میں اس بات کا خیال رکھا جائے گا کہ جس مضمون کا حوالہ ایک جگہ درج ہو چکا، اسے دوسرے کسی زمرے میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ اس تمام تر کام کی تفصیل اس طرح سے سامنے آتی ہے۔

ا۔ ہم طرح

پاکستان میں غالب کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ نامور شعراء نے ان کی زمینوں میں غزلیں کہی ہیں۔ غالب کے کسی مصرعے پر طرحی غزل کہہ دینا ایک عام شعار رہا ہے لیکن بعض شعراء نے تو ایسے مجموعہ ہائے کلام شائع کر ڈالے جن کی تمام تر منظومات غالب کی زمینوں میں ہیں۔ پاکستان میں یہ روایت کس طرح پروان چڑھی اور اس سلسلے میں کتنے مجموعے سامنے آئے، زمانی ترتیب کے ساتھ اس کی تفصیل اس طرح ہے:

1- شانِ غزل:

سلیمان اویسی کی ہم طرح غزلوں کا مجموعہ ہے، علمی کتاب خانہ لاہور سے جولائی ۱۹۶۹ء میں اسے شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۲۰۸ ہے۔ اس مجموعے کی صفت یہ ہے کہ ایک صفحے پر غالب کی غزل اور اس کے مقابل اویسی کی غزل ہے۔ مجموعے کی اس ترتیب سے اہلِ ذوق کے لیے کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے۔ اس طرح یہ ترتیب استنباط اور استخراج کے بعض دلچسپ ابواب وا کرنے میں مدد دیتی ہے۔ کتاب کے سرورق پر غالب کی تصویر اور بالمقابل سلیمان اویسی کی تصویر ہے۔ کتاب کا ''تعارف'' وقار عظیم کا اور ''پیش گفت'' منیر کمال کی تحریر کردہ ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ مجموعہ ایک اچھی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔

2- نذرِ غالب:

غلام جیلانی اصغر کی مرتبہ کتاب ہے، جسے سرگودھا اکادمی نے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۲ ہے۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے حصے میں نامور اہلِ قلم کی آٹھ (۸) نگارشات شامل ہیں، جبکہ دوسرے حصے میں ''غالب کی طرح میں'' کے عنوان سے

غزلیں شامل ہیں۔ یہ ہم طرح غزلیں جن شعراء کی کاوش فکر کا نتیجہ ہیں، ان کے نام یہ ہیں۔ وزیر آغا، رشید قیصرانی، غلام جیلانی اصغر، انور سدید، نوازش علی زیدی، اختر امان، وزیر شیرانی اور کریم بخش مضطر۔

3- پیامبرِ مغفرت (مخزنِ نعتِ مقبول):

ابوالعجز ساجدؔ علی اسدی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ تمام نعتیں غالب کی غزلوں کی زمینوں میں کہی گئی ہیں۔ یہ مجموعہ ۱۹۷۵ء میں بزم احباب اسدی، کراچی سے شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۱۷۶ ہے۔ جبکہ اس مجموعے میں نعتوں کی تعداد ۲۳۴ ہے۔ ساجدؔ نے غالب کی تقریباً تمام غزلوں پر نعتیں کہی ہیں۔ چونکہ غالب کی بعض غزلیں مشکل اور سنگلاخ زمینوں میں ہیں، اس لیے ان زمینوں میں نعت گوئی بہت بڑا محنت طلب کام تھا لیکن شاعر نے اس میں طبع آزمائی کا حق ادا کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ مجموعہ اپنی نوعیت کی اولین کوشش ہے جس سے دنیائے ادب اور بالخصوص ذخیرۂ غالبیات میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔

4- مدحتِ خیر البشر ﷺ:

سید اصغر حسین راغب مراد آبادی کا نعتیہ مجموعہ ہے۔ سفینہ اکیڈمی، کراچی نے اسے فروری ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۴ ہے۔ اس میں غالب کی زمینوں میں تریسٹھ (۶۳) نعتیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ چار نعتیہ رباعیاں اور ایک نعتیہ قطعہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ رباعیاں اور قطعہ بھی غالب کی زمینوں میں ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ نعتیہ مجموعہ موضوع کے اعتبار سے جہاں اپنے اندر حسن اور کشش رکھتا ہے وہاں غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں مثالی کردار ادا کرتا ہے۔

5- پیکرِ تصویر:

ظفر ترمذی کا شعری مجموعہ ہے۔ عظیم پبلشرز، جھنگ سے اکتوبر ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۲۷۹ ہے۔ ظفر ترمذی بنیادی طور پر فی البدیہہ شاعر اور علمِ عروض میں دسترس

رکھتے ہیں۔ ''تدریس العروض'' ان کی مایہ ناز کتاب ہے۔ مرزا غالب ان کے پسندیدہ شاعر ہیں۔ ''پیکرِ تصویر'' اس عقیدت کا واضح ثبوت ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے غالب کے زمینوں پر طبع آزمائی کی ہے۔ انہوں نے غالب کے تتبع میں نہ صرف ان کی زمینوں بلکہ غالب کے ڈکشن کو بھی بڑی کامیابی سے اپنانے کی کوشش کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ کلام مختلف اور منفرد حیثیت کا حامل ہے کتاب کے آغاز میں ''نقشِ فریادی'' کے عنوان سے محمد حیات خاں سیال کا ایک جامع شذرہ موجود ہے، جس میں انہوں نے کتاب کی اہمیت اور شاعر کی فن کاری کو بحث میں لاتے ہوئے کتاب کو اس عہد کا عظیم کارنامہ قرار دیا ہے۔

6- مرقعِ شہاب:

شہاب الدین رحمت اللہ کا شعری مجموعہ ہے۔ سائل بک کمپنی نے اسے ۱۹۸۱ء میں کراچی سے شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲۶ ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ میں غالب کی ہر غزل کو مصرع طرح قرار دے کر غزلیں کہی گئی ہیں۔ اس مجموعہ کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر غزل میں اشعار کی تعداد اتنی ہے جتنے اشعار غالب کی غزلوں میں ہیں۔ یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ غالب کے ہر شعر کا لاجواب، جواب لکھا ہے۔ یہ انداز بھی دراصل غالب کو خراجِ تحسین پیش کرنے اور اس کی عظمت کا اعتراف کرنے کے مترادف ہے۔ زیرِ نظر کتاب کے آغاز میں ''پیش لفظ'' ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا لکھا ہے جبکہ ''احوالِ واقعی'' میں شاعر نے غالب کے ساتھ اپنی وابستگی کو ظاہر کیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالبیانہ کاوشِ فکر کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

7- سخن در سخن:

شاہد الوری کے مرتبہ قطعات کا مجموعہ ہے۔ مکتبہ الانصار، کراچی سے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا گیا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۰ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اہم دینی، علمی، سیاسی اور دیگر شخصیات کے بارے میں منظوم تاثرات جمع کر دیے گئے ہیں۔ ہر قطعے کا اختتام مرزا غالب کے کسی مصرع پر کیا گیا ہے۔ شاہد الوری کے اپنے اشعار بھی دل پذیر ہیں، غالب کے مصرعوں سے یوں پیوست ہو گئے ہیں کہ گویا مصرع انہیں اشعار کے لیے نظم ہوا تھا۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں

اکابرین دین کو شعری تاثر میں بدلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرے حصے کے قطعات میں مختلف نقادوں کے بارے نقطہ آفرینی کی گئی ہے۔ مثلاً

۱۔	احمد ندیم قاسمی	قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا
۲۔	ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا	بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا
۳۔	سحر انصاری	یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں
۴۔	ڈاکٹر طاہر تونسوی	ہے بس کہ ہر اک ان کے اشارے میں نشاں اور
۵۔	وزیری پانی پتی	میرے دکھ کی دوا کرے کوئی
۶۔	ڈاکٹر سلیم اختر	مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں
۷۔	قمر جمیل	دردمنت کشِ دوا نہ ہوا
۸۔	مرزا ادیب	عالم تمام حلقۂ دامِ خیال ہے

بحیثیت مجموعی غالب کے مصرع طرح پر شعر کہنے کی روایت میں یہ شعری مجموعہ اپنی مثال آپ ہے۔

8-غالب کی زمینوں میں پچیس سلام:

تصویر فاطمہ کا مختصر کتابچہ ہے۔ حلقہ فکر و نظر، کراچی سے جولائی ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۶۴ ہے۔ زیرِ نظر کتابچہ میں مصنفہ نے غالب کی زمینوں میں ۲۵ سلام لکھے ہیں۔ یہ سلام آلِ محمد ﷺ سے عقیدت کا منظوم اظہار ہیں۔ غزل کی ہیئت میں کہے گئے یہ سلام نئی فکر اور نئے جذبے میں ملفوف ہیں۔ غالب کی زمینوں میں لکھنے کی قابلِ قدر کوشش نے شاعرہ کو غالب شناسی کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ بلاشبہ تصویر فاطمہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ پاکستان کی پہلی خاتون شاعرہ ہیں جنہیں غالب کی زمینوں میں سلام کہنے کا موقع ملا ہے۔ پہلے سلام کا مطلع اور مقطع ملاحظہ ہو:

میرے کلام، میرے سخن کو اثر ملے
دیکھوں حقیقتوں کو، وہ ذوقِ نظر ملے

تصویرؔ جس میں الفتِ آلِ رسول ہو
ایسا کسی کو دل ملے، ایسی نظر ملے

9- ثنائے محمد ﷺ (نعتیں):

ایاز صدیقی کی تخلیق یہ ایک نعتیہ مجموعہ ہے۔ روحانی آرٹ پریس، ملتان سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۱۱۲ ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ بانوے (۹۲) نعتوں پر مشتمل ہے۔ تمام نعتیں غالب کی زمینوں میں کہی گئی ہیں۔ اس مجموعے کی یہ خصوصیت ہے کہ ایاز صدیقی نے غالب کے غزلیہ مصرع کا مزاج بدل کر اسے اپنے مصرعے سے ہم آہنگ اور اپنی فکر میں اس طرح جذب کرلیا ہے کہ غالب کا مصرع غزل کا نہیں بلکہ نعت کا مصرع لگتا ہے۔ گویا غزل سے نعت کی جانب انعطاف اس مجموعے کی بنیادی خصوصیت ہے۔ کتاب کی ابتداء میں "حرفِ آغاز" ہے جسے ایاز صدیقی نے تحریر کیا ہے۔ ازاں بعد "نعتِ ایاز کا جائزہ" عاصی کرنالی کا قلمی ہے جس میں انہوں نے ایاز صدیقی کے اسلوب اور ان کی غالب فہمی کے بارے میں اپنی منفرد رائے کا اظہار کیا ہے۔

10- بیادِ غالب:

اطہر رضوی کی مرتبہ کتاب ہے۔ جاوداں لیزر کمپوزر، کراچی سے ۱۹۹۵ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۳۰۰ ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ان مشاعروں کی روداد ہے جن میں غالب کی زمینوں میں طرحی غزلیں پیش کی جاتی رہی ہیں۔ اس مجموعہ میں بیس سے زیادہ شاعروں کی غزلیں شامل ہیں۔ یہ مشاعرے اطہر رضوی کے ہاں کینیڈا میں منعقد کیے جاتے رہے ہیں۔ کتاب میں جو طرحی غزلیں شامل کی گئی ہیں ان میں چار زمینیں ردیف "الف" کی ہیں۔ چار ردیف "نون" کی اور سات ردیف "ی" کی ہیں۔ اس کتاب میں چار ایسے شعراء کا کلام بھی شامل ہے جنھوں نے بذاتِ خود مشاعروں میں شرکت نہیں کی بلکہ غزلیں لکھ کر بذریعہ ڈاک کینیڈا بھجوائی ہیں، ان شعراء میں جمیل الدین عالی، حمایت علی شاعر، حسین انجم اور محترمہ نجمہ خاں شامل ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

۲۔ تضمین

تضمین نگاری اُردو شاعری کا قدیم شعار ہے۔ جسے مختلف شعراء نے ہر عہد میں اختیار کیا ہے۔ معروف شعراء کے کلام کی تضمینیں اُردو شعراء کا اہم موضوع رہا ہے۔ جہاں تک کلامِ غالب کا تعلق ہے، پاکستان کے دو شعراء نے تضمینیں کی ہیں ان میں سے ایک جزوی نوعیت کی ہے جبکہ دوسری مکمل اُردو دیوانِ غالب کی تضمین ہے لیکن ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ ذیل میں دونوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1- ففٹی ففٹی:

شاہد الوری کی تصنیف ہے۔ مکتبہ الانصار، کراچی سے ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ یہ مرزا غالب اور علامہ اقبال کے پچاس پچاس مصرعوں پر تضمین کا مجموعہ ہے۔ اس میں شاعر نے بڑے عمدہ طریقے سے معاشرتی مسائل کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔ انہوں نے غالب کے مصرعوں پر بڑی ہنر مندی سے اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان تضمینوں کے ذریعے انہوں نے رشوت، کثرتِ آبادی، سمگلنگ، منشیات، فحاشی اور دیگر عمومی رجحانات کو بے نقاب کر کے معاشرتی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس مجموعے میں شاہد الوری نے قدم قدم پر احتیاط سے کام لیا ہے اور جو مصرعے انہوں نے تضمین کیے ہیں لگتا ہے کہ وہ ان کی اپنی جاگیر بن گئے ہیں۔ کتاب کی ابتداء میں نصر اللہ خان، شوکت واسطی اور منظر امکانی نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

2- تضمین دیوانِ غالب:

صبا اکبر آبادی کی تصنیف ہے۔ یہ غالب کے تمام اُردو دیوان کی تضمین ہے لیکن تا حال غیر مطبوعہ ہے۔ صبا نے ۱۹۹۴ء میں وفات پائی۔ وہ اپنی زندگی میں ہی اسے ترتیب دے گئے تھے مگر آج تک کسی ادارے نے اسے شائع نہیں کیا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ اس کا اصل مسودہ، صبا کے بیٹے تاجدار عادل (پی ٹی وی۔ پروڈیوسر) کے ہاں محفوظ ہے اور وہ فی الحال اسے شائع کرانے میں سنجیدہ نظر نہیں آتے۔ اگر یہ شائع ہو جائے تو بلاشبہ ذخیرہ غالبیات میں یہ ایک بہت بڑا اضافہ ہوگا۔ کیونکہ پاکستان میں غالبیات پر اس نوع کا اتنا بڑا کام ابھی تک کسی نے نہیں کیا۔

۳۔ پیروڈی

غالب کے اسلوب سے متاثر ہو کر پاکستانی ادیبوں نے ان کے رنگ میں لکھنے کا جو رواج قائم کیا ہے اس سے غالب شناسی کی روایت آگے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ جہاں کلامِ غالب کی تضمینیں کہی گئیں وہاں خطوطِ غالب کی پیروڈیاں بھی لکھی گئی ہیں۔ ذیل میں دو کتابوں کے کوائف پیش کیے جا رہے ہیں، جن سے ذخیرہ غالبیات میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے:

1-غالب کے نئے خطوط:

ڈاکٹر انور سدید کی تصنیف ہے۔ مکتبہ اُردو زبان، سرگودھا سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۳۶ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں جس صنفِ ادب کو آزمانے کی کوشش کی گئی ہے وہ بلاشبہ پیروڈی ہے اور اس کا ماڈل غالب کے لازوال خطوط ہیں۔ اس پیروڈی میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے غالب کے اسلوب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ مصنف نے خطوطِ غالب سے ایسے بے شمار ٹکڑے اقتباس کیے ہیں جنہیں موجودہ زمانے کے ادبی مسائل اور شخصیات پر آسانی کے ساتھ منطبق کیا جا سکتا ہے۔ انور سدید نے غالب کے اسلوب کو نبھانے اور اپنا رنگ جمانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اس میں وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔ اس کتاب میں کل پندرہ خطوط شامل کیے گئے ہیں۔ پہلا خط ۲۲ / اپریل ۱۹۷۵ء اور آخری ۶ / جنوری ۱۹۸۲ء کا محررہ ہے۔

2-مکاتیبِ خضر:

محمد خالد اختر کی تصنیف ہے۔ یہ مجموعہ خطوط، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور سے ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۲۶۲ ہے زیرِ نظر کتاب غالب کے خطوط کی پیروڈی ہے۔ یہ وہ مکاتیب ہیں جو غالب کے طرزِ خاص میں لکھے گئے ہیں۔ یہ مکاتیب تعداد میں اکاون ہیں اور ان کا زمانہ (۱۹۷۱ء تا ۱۹۸۱ء) تقریباً ایک دہائی پر محیط ہے۔ جن اصحاب کے نام یہ مکاتیب لکھے گئے

ہیں ان کا تعلق ادب، صحافت، سیاست، ثقافت، مذہب اور تاریخ سے ہے۔ کچھ خطوط گم نام اشخاص اور گھر کے ملازمین کے نام بھی لکھے گئے ہیں۔ اسلوب کے اعتبار سے ان خطوط میں گلہ و شکوہ بھی ہے۔ طنز بھی ہے، استہزائے خفی بھی ہے اور عہد کے بدلتے ہوئے سیاسی، سماجی اور ثقافتی حالات پر رائے زنی بھی ہے۔ ان ساری باتوں کی تہہ میں وہ سچ ہے جو مصنف کے دل میں موجود تھا۔ مکتوب علیہان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: فیض احمد فیض، جوش ملیح آبادی، شورش کاشمیری، ذوالفقار علی بھٹو، مولانا مودودی، وحید مراد، اشفاق احمد، سید ضمیر جعفری، محمد شاہ رنگیلا، عبدالماجد دریا آبادی، فہمیدہ ریاض، رئیس امروہوی، نپولین، ڈاکٹر ناموس وغیرہ۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

۴۔ مزاح

غالب بلاشبہ خود بھی مزاح نگار تھے کہ ان کے خطوط اور اشعار میں جا بجا ایسے نشانات مل جاتے ہیں جن سے ان کی شوخی، ظرافت اور طبیعت کی شگفتگی کا پتا چلتا ہے۔ اس اعتبار سے غالب خود کئی مرتبہ مزاح کی زد میں آئے ہیں اور ان پر ایسی لازوال تخلیقات منظر عام پر آئی ہیں کہ جن سے ذخیرہ غالبیات میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ غالب کی تخلیقات کی پیروڈیاں ہوئیں، کارٹون بنائے گئے۔ اخبارات نے مزاحیہ کالم شائع کیے، علاوہ ازیں فیچر، ڈرامے اور ہلکی پھلکی مزاحیہ تحریریں اس امر کی غماز ہیں کہ اہلِ علم نے انھیں ہر زاویے سے دیکھا اور ہر روپ میں پرکھا ہے۔ یہ غالب سے والہانہ محبت اور عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ذیل میں ان کتابوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو غالب پر کلیتاً مزاحیہ اسلوب کی حامل ہیں۔ یہ جائزہ زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے:

1-غالب پی ٹی کورس:

میجر محمد عاشق کی تصنیف ہے۔ عارف پبلی کیشنز لاہور سے پہلی بار ۱۹۵۱ء اور دوسری بار ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۱۰۳ ہے۔ مصنف نے ۱۹۵۰ء میں فوج کا پی ٹی کورس کیا تھا اور چشم تصور سے غالب کو پی ٹی کورس کی ٹریننگ کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس سارے تصوراتی

منظر کو مصنف نے بڑی مہارت سے زیرِ نظر کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے۔ ٹریننگ کے دوران میں غالب کا اپنے اشعار کا برملا اظہار کرنا مصنف کی قابلِ قدر کوشش ہے۔ کتاب کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ غالب پی ٹی کورس کے لیے اوّل دن سے بے زار ہیں اور جب بیماری کا بہانہ بنا کر ڈاکٹر کے پاس پہنچتے ہیں اور ڈاکٹر سے جو مکالمہ ہوتا ہے اس میں غالب کے اشعار کی موزونیت خوب ہے۔ ہر شعر اپنے موقع کے مطابق خوب چنا گیا ہے۔ رسہ پر چڑھنے کا منظر بہت مزے کا ہے۔ گھوڑے کی پریڈ کا موقع اور تیراکی کا منظر خوب لطف دے رہا ہے۔ ہر سین کی ابتداء شعر سے ہوتی ہے اور مکالموں میں شعر اس طرح جڑ دیے گئے ہیں کہ پڑھنے والا قہقہہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کتاب کے مندرجات کی فہرست اس طرح ہے:

(۱) پیش لفظ (۲) نامزد ہونا غالب کا پی ٹی کورس کے لیے (۳) پہنچنا غالب کا پی ٹی سکول میں (۴) پہلی پریڈ (۵) توپ کا گولہ (۶) دیوار (۷) Swimming (۸) رسہ (۹) گھوڑا (۱۰) Leadership (۱۱) جانا غالب کا بیک رپورٹ پر (۱۲) دس میل دوڑ (۱۳) رسہ

بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب پر مزاح نگاری کا عمدہ نمونہ ہے۔

2- غالب سے معذرت کے ساتھ:

احمد جمال پاشا کی مرتبہ کتاب ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن ہندوستان (۱) میں شائع ہوا۔ پاکستان میں اسے مکتبہ میری لائبریری لاہور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۳۰ ہے۔ یہ کتاب غالب پر ترپن (۵۳) مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین مختلف اہلِ قلم کے رشحات ہیں۔ ان میں سے اکثر مضامین میں غالب کو دوبارہ زندہ کر کے اس چلتی پھرتی دنیا میں لا کھڑا کیا گیا ہے۔ ان مضامین کو پڑھ کر قارئین کھلکھلائے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کتاب میں جگہ جگہ کارٹون بھی بنائے گئے ہیں اور غالب کے بعض اشعار کی پیروڈی بھی کی گئی ہے۔ فہرست مندرجات درج ذیل ہے:

۱۔	غالب کی روح اور مرچوں کا فاتحہ	ش۔م۔ا
۲۔	سوانحِ غالب	ہری چند اختر
۳۔	شعرِ غالب اور میاں فضلو	م۔ع صدیقی
۴۔	موازنۂ غالب اور میر	ثریا پروین

۵۔	غالب اور گویٹے	حاجی لق لق
۶۔	غالب جدید شعراء کی مجلس میں	کنہیالال کپور
۷۔	غالب اور مصرعے	شفیع عقیل
۸۔	غالب کے اشارے	خنداں
۹۔	غالب اور شریکِ غالب	وجاہت علی سندیلوی
۱۰۔	مرزا غالب کا خط پنڈت نہرو کے نام	فرقت کاکوروی
۱۱۔	مرزا غالب ہاسٹل میں	ضیاء الدین احمد شکیب
۱۲۔	دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے	فلک پیا
۱۳۔	غالب اور تیلن	حمیدہ سلطان
۱۴۔	غالب کے ناخن	مظفر علی سید
۱۵۔	مرزا غالب پر قاتلانہ حملہ	نامحرم راز
۱۶۔	ہوئی مدت کہ غالب مرگیا	صالحہ عابد حسین
۱۷۔	غالب داورِ محشر کے سامنے	محی الدین فاروقی
۱۸۔	مرزا غالب سے انٹرویو	نریش کمار شاد
۱۹۔	غالب کا ایک اور شعر	فکر تونسوی
۲۰۔	خطوطِ غالب	شوکت تھانوی
۲۱۔	کلامِ غالب کی شرح	اختر حسین
۲۲۔	غالب کی پیروڈی، غالب کے سامنے	حاتم علی آزاد، رضی بدایونی، حکیم آغا جان عیش
۲۳۔	پولیٹیکل مشاعرہ	اودھ پنچ
۲۴۔	چو بولے	اودھ پنچ
۲۵۔	طرحِ غالب	ظریف لکھنوی
۲۶۔	فرمودہ، غالب	علامہ اقبال
۲۷۔	مجذوب کی بڑ	یگانہ چنگیزی
۲۸۔	غالبًا غالب	شوکت تھانوی
۲۹۔	یو۔این۔او	سید محمد جعفری

۳۰۔	بطرزِ غالب	مجید لاہوری
۳۱۔	اپنا اپنا قاتل	اکبر لاہوری
۳۲۔	مدعا کیا ہے؟	عاشق محمد غوری
۳۳۔	تماشا کہیں جسے	کوہکن
۳۴۔	غالب ایک ریستوران میں ایک اینگلو انڈین حسینہ کے ساتھ	راجہ مہدی علی خاں
۳۵۔	کاکٹیل	اے۔ ڈی۔ اظہر
۳۶۔	نمک داں	قاضی غلام محمد
۳۷۔	کاذب کا خط غالب کے نام	کاذب مالوی
۳۸۔	آم اور غالب	شاہد صدیقی
۳۹۔	تربوز	ہرفن مولا
۴۰۔	بوریا نہ ہوا	آزاد بھوپالی
۴۱۔	نذرِ غالب	زبیر قریشی
۴۲۔	نذرِ غالب	عبدالوہاب فرہاد
۴۳۔	غزل	عابد نظامی
۴۴۔	مرزا غالب سے معذرت کے ساتھ	محمد افضل خان
۴۵۔	اندرونِ خانہ	اسرار بصری
۴۶۔	سخنِ غالب شکن	ع۔ خ۔ شی
۴۷۔	گدھا کیا ہے؟	ریحانہ اصغری
۴۸۔	غالب اور انیس	سید محمد جعفری
۴۹۔	برنگِ غالب	عظیم عباسی
۵۰۔	غالب باٹا شو کمپنی	راجہ مہدی علی خاں
۵۱۔	خامۂ طاؤس	علامہ بھکڑ
۵۲۔	سہیلی بوجھ پہیلی	اسرار بصری
۵۳۔	غالب کا بستر	احمد جمال پاشا

بحیثیت مجموعی زیرِ نظر کتاب ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

3-غالب کی آبرو:

اعتبار ساجد کی تحریر کردہ کتاب ہے۔ مکتبہ القریش، اُردو بازار، لاہور نے اسے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کیت عداد ۲۰۸ ہے۔ یہ کتاب ملے جلے چند مضامین کا مجموعہ ہے جنہیں مزاحیہ انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔ "غالب کی آبرو" کے زیرِ عنوان ایک مزاحیہ سا مضمون ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر غالب اپنی آبرو چاہتے تھے تو ان کے لیے ضروری تھا کہ وہ بڑے سائز کے اپنے وزیٹنگ کارڈ چھپواتے، اس سے لوگوں میں ان کا وقار بلند ہو جاتا۔ کتاب کے آخر میں منیر نیازی، احمد فراز، قتیل شفائی وغیرہ کا بھی خاکہ اُڑایا گیا ہے۔

4-غالب مزاح کی زد میں:

تسلیم احمد تصور کی مرتبہ کتاب ہے۔ سورج پبلشنگ بیورو، لاہور نے اسے جون ۱۹۹۶ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۵۶ ہے۔ یہ کتاب غالب سے متعلق مختلف مزاحیہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس میں ہلکی پھلکی مزاحیہ تحریریں، کارٹون اور مزاحیہ نظمیں شامل ہیں۔ مختلف اہلِ قلم کے لکھے یہ مزاح پارے اپنی مثال آپ ہیں۔ اس کتاب میں بعض نادرونایاب تحریریں بھی شامل ہیں، جو پہلی بار یا پھر ایک مدت کے بعد کتابی صورت میں سامنے آئی ہیں۔ ان تحریروں میں فراق گورکھپوری، سعادت حسن منٹو، صالحہ عابد حسین، ہری چند اختر، حاجی لق لق اور حمیدہ سلطان احمد جیسے معتبر نام شامل ہیں۔ معروف کارٹونسٹ ایس۔ اے۔ حمید (میر صاحب) نے کلامِ غالب کو اپنے فن کا موضوع بنایا اور اشعارِ غالب کو ایسے ایسے معانی پہنائے کہ غالب دوستوں کے چہرے کھلکھلا اٹھے۔ زیرِ نظر کتاب میں مختلف صفحات پر دس (۱۰) کارٹون زیب و زینت کا باعث ہیں۔

فہرست مندرجات اس طرح ہیں:

۱۔	غالب کے اڑیں گے پرزے	کنہیالال کپور
۲۔	مرزا غالب ایک فلمی انٹرویو میں	اختر بستوی
۳۔	غالب پھر اس دنیا میں	فراق گورکھپوری
۴۔	مرزا غالب لندن میں	شان الحق حقی
۵۔	غالب اینڈ گو ئٹے	حاجی لق لق
۶۔	نظم	دلاور فگار

۷۔	غالب جنت میں	سراج احمد دہلوی
۸۔	غالب اور ان کی بیگم	سید امتیاز علی تاج
۹۔	مرزا نوشہ اور چودھویں	سعادت حسن منٹو
۱۰۔	خرگوش کی غزل	رابعہ مہدی علی خان
۱۱۔	چھیڑ غالب سے چلی جائے	سعادت حسن منٹو
۱۲۔	غالب اپنی صد سالہ برسی میں	آغا رشید احمد دہلوی
۱۳۔	غالب جدید شعراء کی ایک مجلس میں	کنہیا لال کپور
۱۴۔	کلام غالب میں بیگم غالب کا حصہ	صالحہ عابد حسین
۱۵۔	تضمین غزل	نیاز سواتی
۱۶۔	نئی یادگار غالب	یوسف ناظم
۱۷۔	دل کے بہلانے کو غالب یہ جواب اچھا ہے	بھارت چند کھنہ
۱۸۔	دیوان غالب صاحب	صبا حسن عالم
۱۹۔	پیروڈی غالب کے خطوط کی	ڈاکٹر انور سدید
۲۰۔	غالب کا ایک شعر	فکر تونسوی
۲۱۔	غالب اور تیمن	حمیدہ سلطان احمد
۲۲۔	غالب اپنے کلام کے آئینے میں	ہری چند اختر
۲۳۔	غالب یونیورسٹی میں	انجم عرفانی
۲۴۔	غالب کا بستر	راشد مہر
۲۵۔	تضمین غزل	ڈاکٹر فرخ سلطان
۲۶۔	غالب اور عصمت	افتخار احمد عدنی
۲۷۔	شعرائی غزل	حاجی لق لق
۲۸۔	ایک اور غالب شکن	مشفق خواجہ
۲۹۔	مرزا غالب کے لطائف	غالب
۳۰۔	تضمین غزل	نیاز سواتی

بحیثیت مجموعی یہ کتاب ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

5-غالب جدید شعراء کی مجلس میں:

کنہیا لال کپور کی کتاب ہے۔ چوہدری اکیڈمی لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۱۲۵ ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں مختلف شعراء کی ایک مجلس سجائی گئی ہے جس میں غالب بھی موجود ہیں۔ یہ مجلس طنز و مزاح کی گفتگو پر مبنی ہے۔ غالب کی شوخی اور ظرافت کو نمایاں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ غالب اپنی شاعرانہ عظمت کی طرح طنز و مزاح کے میدان میں بھی سب سے بلند مرتبے پر فائز تھے۔ بحیثیت مجموعی ایک معیاری کتاب ہے۔

۵۔ناول

غالب ایک شاعر اور ایک نثر نگار تھے۔ ان کی عظمت کا اعتراف ہر رنگ اور ہر ڈھنگ سے کیا گیا ہے۔ جہاں غالب کے تخلیقی کارناموں کو سراہا گیا وہاں ان کی ذاتی اور نجی زندگی پر بے شمار تحریریں منظرِ عام پر آئیں۔ غالب کی زندگی کے مختلف گوشوں کو تحقیقی اندا میں بھی سامنے لایا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں ایک افسانوی کردار کے روپ میں بھی دیکھا گیا ہے۔ غالب کی زندگی کے رومانی پہلو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے پاکستان میں کچھ ناول تحریر کیے گئے ہیں جن میں ان کی داستانِ محبت کو رومانی اور افسانوی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ذیل میں غالب کی زندگی پر لکھے گئے ناولوں کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ ناول ذخیرہ غالبیات میں خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔

1-مرزا نوشہ:

عشرت رحمانی کا لکھا ہوا ناول ہے۔ مکتبہ خاور نے ۱۹۵۷ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۰۳ ہے۔ یہ ایک طرح کا ادبی تاریخی ناول ہے جس میں مرزا غالب کی زندگی، سیرت و کردار اور عیش و نشاط کی دلآویز داستان موجود ہے۔ ناول کا پلاٹ بڑا جاندار ہے، اس میں قیاسات سے بہت کم کام لیا گیا ہے۔ زیادہ تر واقعات حقائق پر مبنی ہیں۔ البتہ بعض امدادی کردار ڈالے گئے ہیں جو اُس ماحول کی پیداوار نظر آتے ہیں اور انہیں خود غالب کے کلام و گفتار نے جنم دیا ہے۔ واقعات میں داستان سرائی کی رنگ آمیزی بہت کم اور غالب کی اپنی سادگی؛

پرکاری کے نقوش زیادہ ہیں۔ ناول میں غالب کے علمی وادبی فضائل وکمالات کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ناول غالب کی زندگی کے رومانی وادبی پہلوؤں کو واضح کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ پاکستان میں غالب کی زندگی پر لکھا جانے والا یہ پہلا ناول ہے۔ جس سے "غالبیہ ناولوں" کی ایک نئی روایت قائم ہوئی ہے۔

2- غالب کے رومان:

عارف بٹالوی کا لکھا ناول ہے۔ الفلاح پبلی کیشنز، لاہور نے غالب صدی کے موقع پر اسے ۱۹۶۹ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۱۴ ہے۔ یہ ایک دلچسپ رومانی داستان ہے جو غالب کی زندگی کے ان گوشوں کا اجاگر کرتی ہے جن میں عیش وطرب کے چراغ فروزاں رہے ہیں۔ اس ناول کے مطالعے سے ہمیں غالب کی زندگی کے نشاط ومستی سے سرشار اور زندگی کی رمق سے بھرپور گوشے نظر آتے ہیں۔ ناول میں کہیں کہیں غزلوں اور قطعات کے ذریعے داستان کو اور زیادہ رنگین اور دلچسپ بنا دیا گیا ہے۔ ناول کی کہانی کو مختلف عنوانات کے تحت سامنے لایا گیا ہے۔ فہرست عنوانات یہ ہے:

(۱) رنگ و بو (۲) اعتراف (۳) اجدادِ غالب (۴) جامِ شراب (۵) عشق پر زور نہیں (۶) قیدِ حیات وبندِ غم (۷) تنگدستی اگر نہ ہو غالب (۸) دم لیا نہ تھا قیامت نے ہنوز (۹) پھر کس بے وفا پر مرتے ہیں (۱۰) اک شمع رہ گئی ہے (۱۱) جاتے ہیں داغِ حسرت وارماں لیے ہوئے (۱۲) اسداللہ خان حاتم (۱۳) مرہم کی جستجو میں پھرا ہوں جو دور دور (۱۴) قرض کی پیتے تھے مے (۱۵) اس ستم تن کے پاؤں (۱۶) ظلمت کدہ میں میرے شب غم کا جوش ہے (۱۷) پھر شوق کررہا ہے خریدار کی طلب (۱۸) اسبابِ گرفتاریٔ خاطر مت پوچھ (۱۹) اب تو آرام سے گزرتی ہے (۲۰) عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ (۲۱) آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا (۲۲) اسبابِ بغاوتِ ہند (۲۳) مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں۔

3- غالب:

قاضی عبدالستار کا لکھا ناول ہے۔ تخلیقات، لاہور نے اسے شائع کیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۶۰ ہے۔ اس ناول کی پہلی اشاعت ہندوستان میں ہوئی (۲)۔

یہ ناول غالب کی زندگی پر لکھا گیا ہے۔ ناول کا پلاٹ مضبوط اور جاندار ہے۔ ہر کردار اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ موجود ہے۔ دہلی کے عروج وزوال کو بڑی خوبی کے ساتھ سامنے لایا گیا ہے۔ وہاں کی محفلوں کی منظر کشی سے حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ اس ناول سے مغلیہ تہذیب کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ حسب ضرورت غالب کے اشعار کا استعمال بڑی خوبی کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ناول کے تمام تر واقعات حقیقت پر مبنی ہیں، اس میں رنگ آمیزی کا امکان بہت کم نظر آتا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ناول، غالب کی زندگی اور ان کے عہد کے اہم واقعات کو سامنے لانے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

4- غالب اور ڈومنی:

خان فضل الرحمٰن کا لکھا ناول ہے۔ مئی ۱۹۹۳ء میں لاہور سے شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ اس ناول میں غالب کی زندگی کے رومانی پہلو کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ ایک ڈومنی کے ساتھ غالب کے عشق کا اظہار ناول کا مرکزی موضوع ہے۔ پلاٹ جاندار ہے اور کرداروں کے جذباتی رجحانات سے کہانی میں جان پیدا ہوئی ہے۔ ناول کے حسن کو دوبالا کرنے کے لیے واقعات میں رنگ آمیزی اور ملمع کاری کو خاص جگہ دی گئی ہے۔ ناول کے کردار جیتی جاگتی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ غالب کا عہد ہماری نظروں کے سامنے زندہ ہو گیا ہے۔ منظر نگاری کا یہ عالم ہے کہ ہم کرداروں کو اپنے سامنے چلتا پھرتا اور باتیں کرتا ہوا دیکھ سکتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ ناول اپنے اسلوب اور واقعاتی تسلسل کی بنا پر خاصا جاندار ہے۔ بلاشبہ یہ ناول ذخیرہ غالبیات میں اہم اضافے کا درجہ رکھتا ہے۔

۶۔ ڈرامے

غالب کی زندگی کے اہم واقعات کو سامنے لانے کے لیے کئی اصناف ادب کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ پاکستان کے اہل قلم نے تحقیق وتنقید کے ساتھ ساتھ ڈراموں کے ذریعے سے بھی غالب کو چلتا پھرتا دکھایا ہے۔ غالب چونکہ موجودہ عہد کا شاعر سمجھا جاتا رہا ہے اس لیے اسے موجودہ عہد میں دیکھنے کی تمنا میں ادیبوں نے کئی ایک ڈرامے لکھے۔ ان میں سٹیج ڈرامے، ٹی وی ڈرامے اور

ریڈیو ڈرامے قابلِ ذکر ہیں۔ یہاں ایسے ڈراموں کی تفصیل پیش کی جاری ہے جو کتابی شکل میں شائع ہو کر مقبولِ عام ہوئے ہیں۔ یہ تفصیل زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کی جاری ہے:

1- غالب کے ڈرامے:

شوکت تھانوی کی ایک کتاب ہے۔ ادارہ فروغ اُردو، لاہور نے اسے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۲۲۴ ہے۔ یہ کتاب چند ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ اس میں غالب کے اشعار کو تمثیلی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں چودہ اشعار سے مختلف تمثیلی موضوع نچوڑنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ڈرامانگاری کا ایک اچھوتا انداز ہے۔ ڈرامے کے کردار اس ماحول کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ غالب کے اشعار سے منعکس ہو کر مجسم حالت میں سامنے آئے ہیں۔ جن اشعار پر ڈرامے لکھے گئے ہیں ان کی فہرست اس طرح ہے:

(۱) میں بلاتا ہوں اس کو مگر......الخ (۲) رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں......الخ
(۳) بہرا ہوں میں تو چاہیے دونا ہو التفات (۴) تاب لاتے ہی بنے گی غالب
(۵) آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک (۶) بنا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
(۷) بارہا دیکھی ہیں ان کی رنجشیں (۸) دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
(۹) بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے (۱۰) ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
(۱۱) کاو کاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ (۱۲) تم سلامت رہو ہزار برس
(۱۳) لو وہ بھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے (۱۴) یاد تھیں ہم کو بھی رنگارنگ بزم آرائیاں

یہ سب ڈرامے ریڈیو پاکستان کے لیے لکھے گئے اور نشر بھی ہوئے۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب غالب شناسی کی روایت میں اہم اضافہ ہے۔

2- غالب رائل پارک میں:

اے حمید کی لکھی کتاب ہے۔ خالد بک ڈپو، لاہور نے نومبر ۱۹۶۲ء میں اسے شائع کیا(۳)۔ صفحات کی تعداد ۲۵۵ ہے۔ زیرِ نظر کتاب غالب پر فلمائے گئے کئی فلمی سین اور مزاحیہ خاکوں کا مجموعہ ہے۔ مصنف نے اپنی چشمِ تصور سے غالب کو رائل پارک میں گھومتے دیکھا ہے۔ چنانچہ کتاب کا انتساب بھی اسی طرح کا ہے۔ لکھتے ہیں:

ہدم دیرینہ سید تصیر الحسنین کے نام جس کے ساتھ میں نے غالب کو رائل پارک میں دیکھا۔ زیرِ نظر کتاب میں اگرچہ غالب کے علاوہ بھی دیگر موضوعات پر مزاحیہ تحریریں موجود ہیں لیکن کتاب کے نام اور غالب کے بارے میں کچھ تحریروں کے باعث اسے ذخیرہ، غالبیات میں شامل کیا گیا ہے۔

3-پیکرِ غالب:

محمد عبداللطیف خاں کی کتاب ہے۔ طیبی سٹورز، حیدرآباد نے ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر اسے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ یہ کتاب دراصل چھوٹے چھوٹے ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ یہ ڈرامے دو، دو سین کے ہیں۔ ان میں غالب کی جوانی، خانگی زندگی اور دربار سے تعلق جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ان ڈراموں میں غالب کی جیتی جاگتی تصویریں نظر آنے لگتی ہیں۔ کتاب میں موجود ڈراموں کی تفصیل اس طرح ہے:

(۱) آخر گنہگار ہوں کافر نہیں ہوں میں (۲) ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا (۳) دیکھنے ہم بھی گئے پر تماشا نہ ہوا (۴) جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام (۵) قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں (۶) ہو رہا ہے کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا (۷) واقعہ سخت اور جان عزیز (۸) عزیز واب اللہ ہی اللہ ہے۔

4-مرزا غالب بندر روڈ پر:

خواجہ معین الدین کا لکھا ڈراما ہے۔ شعبہ تالیف (ڈراما گلڈ) کراچی سے ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۱۳۵ ہے۔ یہ ڈرامہ کراچی ٹیلی ویژن سے پہلی بار ۱۹/ اپریل ۱۹۷۰ء کو نشر ہوا۔ بعد میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ زیرِ نظر کتاب کی ابتداء میں مصنف کا تعارف، ڈراموں کی تاریخی پیشکش مناظر و کرداروں کی ترتیب و تفصیل اور ڈرامے میں فلمائے گئے کچھ مناظر کی تصاویر دی گئی ہیں۔ یہ ڈرامے پانچ مناظر پر مشتمل ہے۔ جن میں مرزا غالب کا پاکستان اور اہل پاکستان سے تعارف کرایا گیا ہے۔ ڈرامے کا پلاٹ مضبوط اور کرداروں کی نشست و برخاست بڑی جاندار ہے۔ کتاب کے مندرجات کی فہرست یہ ہے:

(۱) پیش لفظ ...... مختار مسعود (۲) مصنف کون؟ (۳) تاریخی یادداشت ...... ڈرامے کی مختلف پیشکشوں کے بارے میں (۴) جدول ...... ڈرامے کی مختلف پیشکشوں میں حصہ لینے والے اداکاروں کی سن وار تفصیل (۵) ایک بات اور...... مناظر کے تعلق سے (۶) منظر کی ترتیب (۷) کردار جس ترتیب سے سٹیج پر آتے ہیں (۸) کھیل کا متن...... پہلا منظر، دوسرا منظر، تیسرا منظر، چوتھا منظر، پانچواں منظر (۹) تصاویر۔

بحیثیت مجموعی یہ ایک کامیاب ڈراما ہے اور ذخیرہ غالبیات میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

5-غالب:

نذیر محمد خاں کا لکھا ڈراما ہے اولاً بھارت سے شائع ہوا (۴)۔ دانیال، کراچی سے فروری ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۸ ہے۔ یہ غالب کی شخصیت اور شاعری پر مبنی ایک علاقائی تمثیل ہے۔ کتاب کی ابتداء میں ''سرنوشت'' کے عنوان سے مصنف نے بیس صفحات پر مشتمل اپنی شخصیت کے غالب کے ساتھ میلانات کا ذکر کیا ہے۔ ''مقدمہ'' پندرہ صفحات پر مشتمل ہے جس میں اس کتاب کے لکھنے کے محرکات بیان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اس تمثیلی ڈرامے کے پانچ حصے ہیں ہر حصے میں مختلف مناظر شامل ہیں۔ ان مناظر میں غالب کی شخصیت اور فن کا بھرپور اور مکمل خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع تھا جس کی طوالت کے پیش نظر ایک ناول لکھا جاسکتا تھا لیکن مصنف نے بڑی خوبیوں اور مہارت کے ساتھ واقعات کو سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ ڈرامے کے پلاٹ، کرداروں اور مکالموں کو سامنے رکھتے ہوئے غالب کی ہفت پہلو شخصیت نے ہمارے سامنے حقیقت کا روپ دھار لیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ڈراما غالب کو سمجھنے میں اہم مقام رکھتا ہے۔

6-مرزا غالب لندن میں:

شان الحق حقی کا لکھا ایک ریڈیائی تمثیلچہ ہے۔ اولاً یہ ماہنامہ ماہِ نو، کراچی میں شائع ہوا (۵) بعد ازاں اسے ایک کتابچے کی شکل میں شائع کیا گیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں۔ اس میں مرزا غالب کو لندن کی سڑکوں پر پھرتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ یہ تمثیلچہ مزاحیہ انداز میں لکھا گیا ہے۔

۷۔ لطائف

غالب کے خطوں اور بعض دوسرے تذکروں کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ غالب ایک ظریف طبع اور بذلہ سنج آدمی تھے۔ وہ اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شگفتہ مزاج لطیفہ گو بھی تھے۔ چنانچہ مختلف اہل قلم نے مختلف خطوں اور بعض تذکروں سے لطائف جمع کر کے انہیں الگ کتابی شکل میں شائع کیا ہے جس سے غالب کی شخصیت کا ایک شگفتہ پہلو سامنے آ جاتا ہے۔ یہ کام اگرچہ تحقیقی نوعیت کا حامل تھا لیکن اہلِ قلم نے لطائف کی جمع آوری میں نہ تو تحقیقی اصولوں کا خیال رکھا ہے اور نہ ہی ان لطائف کی اصل صورت برقرار رہنے دی ہے۔ بلکہ کہیں کہیں اپنی طرف سے کمی بیشی کر کے واقعات کی ترتیب کو بدل ڈالا ہے۔ اس لیے ان لطائف کے مجموعوں کو تحقیقی کتب میں شامل کرنے کی بجائے زیرِ بحث باب میں جگہ دی جا رہی ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1-لطائفِ غالب:

مسز ایس۔ ایم۔ اے شاہ کا مرتبہ لطائف کا چھوٹا سا مجموعہ ہے اولاً یہ کتابچہ قیام پاکسان سے قبل شائع ہوا (۶)۔ جبکہ پاکستان میں اسے چودھری برادرز، لاہور نے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۳۲ ہے۔ مولانا محمد احمد دہلوی نے ''تمہید'' کے عنوان سے اس کتابچے کا پیش لفظ لکھا ہے جس میں انہوں نے غالب کی لطیفہ گوئی پر تبصرہ کیا ہے۔ اس کے بعد لطائف درج کیے گئے ہیں۔ اس مجموعے میں غالب کے سینتالیس لطائف شامل کیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اچھی اور کامیاب کوشش ہے جس سے ذخیرہ ءغالبیات میں اہم اضافہ ہوا ہے۔

2-لطائفِ غالب:

فیاض نیازی کی مرتبہ یہ کتاب خان اکادمی لاہور سے جنوری ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۹۶ ہے۔ اس کتاب کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ (صفحہ ۱ تا ۴۷) مرزا غالب کی زندگی کے اہم گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے جبکہ دوسرے حصے (صفحہ ۴۸ تا ۹۶) میں غالب کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات کو شوخی و شرارت اور ظرافت کے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ انہیں ''لطائفِ غالب'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے لطیفے جو عام بول چال کے دوران میں واقع ہوتے تھے، ان میں ہم غالب کی بذلہ سنج طبیعت کا عکس دیکھ

سکتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی اچھی کوشش ہے جسے ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔

3-غالب کے لطیفے:

انتظام اللہ شہابی کی لکھی کتاب ہے۔ پاکستان میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ تفصیل یہ ہے:

(i) مشتاق بک کارنر، لاہور، سن اشاعت ندارد۔ صفحات ۹۵

(ii) فرینڈز پبلشرز، کراچی، سن اشاعت ندارد۔ صفحات ۷۷

اس کا ایک ایڈیشن بھارت میں بھی شائع ہوا ہے(۷)۔ زیر نظر کتاب مرزا غالب کے ایک سو سولہ (۱۱۶) لطائف پر مبنی ہے۔ مصنف نے یادگارِ غالب، آبِ حیات اور اُردوئے معلّٰی سے غالب کے لطائف بیان کیے ہیں۔ یہ لطائف مرزا کی زندگی کا ایک مرقع ہیں جسے شگفتہ انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں مرزا کی ظرافت پر مبنی کچھ باتیں اور واقعات جمع کر دیے گئے ہیں۔ ان دلچسپ واقعات سے غالب کی حاضر جوابی اور بات میں بات پیدا کرنے جیسی خصوصیات ظاہر ہوتی ہیں۔ ہر لطیفے کو ایک عنوان کے تحت درج کیا گیا ہے۔ بعض عنوانات اس طرح سے ہیں:

ستم پیشہ ڈومنی، مکان کی تلاش، خدا تک پہنچنے کا زینہ، کالے کی قید، گدھا آم نہیں کھاتا، شیطان کا قید خانہ، دال، گدھے کی لات، شیطان غالب ہے، پھانسی کا پھندا، کمبل، آدھا مسلمان، موت کی آرزو۔

بحیثیت مجموعی یہ کتاب کتب لطائف میں زیادہ معتبر اور زیادہ وقیع ہے۔ اس سے پاکستان میں غالب شناسی کی روایت پروان چڑھتی نظر آتی ہے۔

۸۔ نصابی رہنمائی

تعلیم کے مختلف مدارج میں کلامِ غالب ہمیشہ سے نصاب کا حصہ رہا ہے۔ جہاں تک نصاب میں شامل کلامِ غالب کی شروح کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل گزشتہ صفحات (باب چہارم) میں گزر چکی ہے۔ البتہ ایم۔اے کی سطح پر "غالب کا خصوصی مطالعہ" ایک الگ پرچے کی حیثیت

رکھتا ہے جس کے تحت امتحانات میں غالب کی شخصیت اور فکر و فن کے حوالے سے تنقیدی نوعیت کے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں غالب کے حالاتِ زندگی، شخصیت، اسلوب بیاں کی خصوصیات اور ان کے شعری محرکات کی جائزہ کاری مطلوب ہوتی ہے۔ چنانچہ طلباء کی نصابی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے مختلف اہلِ قلم نے بعض کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یہ کتابیں جہاں نصابی رہنمائی کا کام سرانجام دیتی ہیں وہاں غالب شناسی کے حوالے سے ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ ذیل میں ان کتب کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1- غالب کا خصوصی مطالعہ:

پروفیسر جمیل احمد انجم کی کتاب ہے۔ علمی کتاب خانہ لاہور سے پہلی مرتبہ ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۲۳۲ تھی۔ اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ البتہ ۱۹۹۱ء میں مذکورہ ادارے سے اس کا ایک ایڈیشن بعض اضافوں کے ساتھ شائع ہوا جس کے تحت صفحات کی تعداد ۳۸۹ ہوگئی۔ ذیل میں تبصرہ متوخر الذکر ایڈیشن پر کیا جا رہا ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ایم۔ اے اُردو کے طلبہ کے لیے مرتب کی گئی اس لیے اس کی ترتیب میں گزشتہ پندرہ سالہ پرچوں میں دیے گئے امتحانی سوالات کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا۔ یہ کتاب اس اعتبار سے غالب کی زندگی اور فن کے تقریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس کی بنیادی صفت یہ ہے کہ جن عنوانات کے تحت بحث کی گئی ہے ان میں ایک خاص تسلسل پایا جاتا ہے جس میں عہد بہ عہد غالب کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ کتاب کے آخر میں زیرِ مطالعہ آنے والی کتب کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جن کی مدد سے کتاب کی تدوین کی گئی تھی۔ یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں غالب کے حالاتِ زندگی اور شخصیت سے متعلق دس (۱۰) عنوانات پر بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں کلامِ غالب کی پینتیس (۳۵) خصوصیات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ تیسرا حصہ آٹھ (۸) عنوانات کے تحت غالب کی غزل کو میر اور اقبال کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ آخری حصہ نو (۹) موضوعات پر مشتمل ہے جن میں غالب کے تصورِ عشق، تصورِ حسن، تصورِ محبوب، تصورِ رشک اور تصورِ رقیب سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب مجموعی طور پر غالب پر عمدہ رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔

2- خصوصی مطالعہ غالب:

ڈاکٹر رشید احمد گوریچہ کی مرتبہ کتاب ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن مجید بک ڈپو لاہور سے ۱۹۹۲ء میں شائع ہوا۔ صفحات کی تعداد ۵۵۵ تھی۔ جبکہ اس کا دوسرا ایڈیشن قدرے اختصار کے ساتھ بیکن بکس نے ۱۹۹۴ء میں ملتان سے شائع کیا ہے جس کے صفحات کی تعداد ۳۴۸ ہے۔ ذیل میں پہلے ایڈیشن پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب ایم۔اے اُردو کے طلباء و طالبات کے لیے لکھی گئی ہے تاہم غالب شناسوں کے لیے یہ کتاب دلچسپی کا باعث ہے۔ اس کتاب میں درج ذیل چودہ (۱۴) عنوانات پر بحث کی گئی ہے:

(۱) غالب کے سوانح حیات (۲) غالب کے خاندانی حالات (۵) غالب کا ذہنی ارتقاء (۶) غالب کی انفرادیت (۷) محاسنِ کلام غالب (۸) فلسفہ و تصوف (۹) غالب کی غزل (۱۰) تصوراتِ غالب (۱۱) غالب کی اُردو نثر کا مطالعہ (۱۲) خطوطِ غالب کی ادبی حیثیت (۱۳) منتخب غزلوں کی تشریح (۱۴) غالب کی قصیدہ نگاری

اس کتاب میں غالب کی زندگی، فن، تصانیف اور شاعرانہ خصوصیات کے بارے میں جامع اور مفصل بحث کی گئی ہے۔ اشعار کی تشریح میں اختصار اور جامعیت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اچھی رہنما کوشش ہے۔

3- غالب کا خصوصی مطالعہ:

پروفیسر محمد اکرم سعید کی کتاب ہے۔ فاروق سنز اُردو بازار لاہور سے شائع ہوئی۔ سال اشاعت درج نہیں۔ صفحات کی تعداد ۵۲۰ ہے۔ یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کے ایم۔اے اُردو کے طلباء و طالبات کے لیے رہنمائی کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس میں غالب کی شخصیت اور فن پر جامع تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب چھوٹے بڑے چوالیس (۴۴) مضامین پر مشتمل ہے۔ آخر میں ۳۲ غزلیات شامل ہیں۔ جن کی تشریح بڑے جامع انداز میں کی گئی ہے۔ مصنف کا اسلوب عمدہ اور پراثر ہے۔ اس سے عام طالب علم بھی استفادہ کرسکتا ہے۔

4-غالب کا خصوصی مطالعہ:

تنویر بخاری کی تصنیف ہے۔ نیو بک پیلس نے لاہور سے اسے شائع کیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۴۴ ہے۔ یہ کتاب بھی ایم۔اے اُردو کے طلباء وطالبات کے لیے امتحانی نقطہ نظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب غالب کی شخصیت اور فن کے بارے میں بارہ (۱۲) مضامین کا مجموعہ ہے۔ آخر میں منتخب غزلیات کی تشریح کی گئی ہے۔ بحیثیت مجموعی معیاری کتاب ہے۔

5- خصوصی مطالعہ غالب و میر:

اصغر علی جعفری کی مرتبہ کتاب ہے۔ صدیقی پبلی کیشنز، لاہور نے اسے شائع کیا۔ سالِ اشاعت درج نہیں ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۱۸ ہے۔ یہ کتاب ایم۔اے کے نصاب میں شامل مرزا غالب اور میر تقی میر کے فکر وفن کے بارے میں الگ الگ بحث پر مبنی ہے۔ ابتداء میں دونوں شعراء کے حالاتِ زندگی درج کیے گئے ہیں۔ ازاں بعد مختلف عنوانات کے تحت دونوں کے اسلوبِ بیاں کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ہر خصوصیت کو مدلل انداز میں واضح کرتے ہوئے موضوع کی مناسبت سے اشعار کا حوالہ دیا گیا ہے۔ بحیثیت مجموعی اچھی کتاب ہے۔

۹۔ غالب شناسوں پر تحقیق

غالب پر لکھتے لکھتے کچھ اہل قلم "غالب شناس" ہونے کی حیثیت اختیار کر گئے۔ یہ شناخت ان کی غالب شناسی کے باعث قائم ہوئی اور جامعات میں بعض اہل قلم پر غالب شناسی کے حوالے سے مقالے بھی لکھوائے گئے۔ پاکستانی جامعات میں اس وقت تک کئی اہل قلم پر غالب شناس ہونے کی حیثیت سے تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ ان میں سے چند ایک مقالے تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ کتابی صورت میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ حضرات پر

نجی نوعیت کا تصنیفی کام بھی ہوا ہے۔ یہ ساری کتابیں اگرچہ تحقیقی انداز میں ترتیب دی گئی ہیں لیکن انہیں حصہ تحقیق (باب سوم) میں زیر بحث اس لیے نہیں لایا گیا کہ ان کا تعلق براہ راست غالب سے نہیں بلکہ غالب شناسوں سے ہے۔ ذیل میں تمام کتابوں کا جائزہ زمانی ترتیب کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1- ڈاکٹر فرمان فتح پوری بطور غالب شناس:

سید واضح وحید کی کتاب ہے۔ ابلاغ پبلشرز، لاہور کی طرف سے ۲۰۰۲ء میں شائع ہوئی۔ صفحات کی تعداد ۲۱۵ ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ایم۔اے اُردو کا تحقیقی مقالہ ہے۔ جسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ کتاب کے مشمولات اس طرح ہیں:

(۱) ڈاکٹر فرمان فتح پوری (سوانحی خاکہ) (۲) ڈاکٹر فرمان فتح پور (کردار اور شخصیت) (۳) پاکستان میں غالب شناسی کی روایت، مئی ۱۹۵۲ء تک (۴) غالب "شاعر امروز و فردا" کا تجزیاتی مطالعہ نمبر ا (۵) غالب "شاعر امروز و فردا" کا تجزیاتی مطالعہ نمبر ۲ (۶) "تمنا کا دوسرا قدم۔ اور غالب" ایک جائزہ (۷) "شرح دیوانِ غالب اُردو" فرمان صاحب کا تازہ علمی کارنامہ (۸) بسلسلہ غالب، ڈاکٹر فرمان کے غیر مرتب مقالات (۹) غالبیات سے متعلق ڈاکٹر فرمان کے تبصرے (۱۰) متعلقات غالب، متعلق بہ غالب اور ڈاکٹر فرمان (۱۱) بطور غالب شناس ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا مقام و مرتبہ (۱۲) ضمیمہ اول: "غالب، شاعر امروز و فردا" پر سید وقار عظیم کی اہم نگارش (۱۳) ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شناسی: ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (۱۴) کتابیات

اس میں کوئی شک نہیں کہ غالب پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا کام نہایت اہم اور قابل قدر ہے، اس سلسلے میں مصنف نے موصوف کو غالب شناس ثابت کر کے ذخیرہ غالبیات میں ایک اہم باب کا اضافہ کیا ہے۔ کتاب میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب شناسی کے حوالے سے تمام پہلوؤں کو سامنے لایا گیا ہے۔

2- غالب شناس مالک رام:

ڈاکٹر گیان چند کی تصنیف ہے۔ ادارہ یادگار غالب نے ۲۰۰۲ء میں اسے کراچی سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۵۴ ہے۔ یہ کتاب کل پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

پہلا باب : تمہید

دوسرا باب : طبع زاد کتابیں

(۱) ذکر غالب (۲) انگریزی کتابچہ مرزا غالب (۳) تلامذہء غالب

تیسرا باب : مضامین

(۱) "وہ صورتیں الٰہی" کا ایک مضمون (۲) فسانہء غالب (۳) گفتار غالب

(۴) "تحقیقی مضامین" میں غالبیات کے مضامین

(۵) مجموعوں کے باہر متفرق مضامین، مقدمات، انگریزی مضامین

چوتھا باب : تدوین اور ادارت

(فارسی) (۱) سبد چیں (۲) دستنبو

(۳) کلیاتِ نظم غالب (غیر مطبوعہ)

(اردو فارسی مشترک) (۱) گلِ رعنا

(اردو) (۱) دیوانِ غالب (۲) خطوطِ غالب (۳) عیارِ غالب

(۴) یادگارِ غالب

پانچواں باب : مجموعی جائزہ کتابیات

اس میں کوئی شک نہیں کہ جن محققین نے غالبیات کو باقاعدہ ایک فن بنایا ہے، ان میں مالک رام کا نام بھی شامل ہے۔ انہوں نے مقدار اور معیار دونوں کے اعتبار سے غالب پر اتنا کام کیا ہے کہ اب اس موضوع پر کوئی کام بھی ان کے حوالے اور ان کی تحریروں سے استفادہ کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ زیرِ نظر کتاب میں جہاں مالک رام کی غالب شناسی کی نمایاں خصوصیات سامنے آتی ہیں وہاں غالب کے بارے میں نہایت کارآمد باتیں منصہء شہود پر لائی گئی ہیں۔ گویا یہ کتاب بھی غالب کا ایک اہم باب ہے۔

3- ڈاکٹر معین الرحمٰن اور کائناتِ غالب:

پروفیسر نیر پرویز کی تصنیف ہے۔ الوقار پبلی کیشنز نے ۲۰۰۲ء میں اسے لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۵۶ ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر مصنفہ کے ایم فل کے مقالے کا ایک

حصہ ہے۔ انہوں نے تین غالب شناسوں غلام رسول مہر، مالک رام اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن پر تحقیقی کام مکمل کر کے ایم فل کی سند حاصل کی تھی۔ زیرِ نظر کتاب اس مقالے کا تیسرا حصہ ہے۔

کتاب کے مندرجات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

پہلا باب : ڈاکٹر سید معین الرحمٰن: مختصر سوانحی خاکہ

دوسرا باب : ''اشاریہ غالب'' سے ''غالب پیمائی'' تک

تیسرا باب : ڈاکٹر معین کا غالب پی ایچ۔ڈی کا کام

(الف) غیر مطبوعہ صورت: ۱۹۷۲ء، (ب) مطبوعہ شکل: ۱۹۸۹ء

چوتھا باب : ''غالب اور انقلاب ستاون'' کا جائزہ ۱۹۷۲ء

پانچواں باب: غالب سے متعلق ڈاکٹر معین کے مجموعہ ہائے مضامین:

(الف) تحقیقِ غالب ۱۹۸۱ء، ۱۹۹۸ء (ب) تحقیق اور تلاش...... غالبیات، ۱۹۹۰ء

(ج) نقوشِ غالب۔ ۱۹۹۵ء (د) بازیافتِ غالب۔ ۱۹۹۹ء

(ہ) غالبیات، جہات و جستجو (و) غالب آشنائی

چھٹا باب : غالب کے بارے میں ڈاکٹر معین کے کچھ تالیفی اور ترتیبی کام

(الف) جاگیرِ غالب۔ ۱۹۹۴ء (ب) غزل، غالب اور حسرت۔ ۱۹۹۴ء

(ج) لطائفِ غیبی...... غالب، ۱۹۹۵ء (د) وقارِ غالب، ۱۹۹۷ء

ساتواں باب: بطور مدیر ''تحقیق نامہ'' ڈاکٹر معین کا کارنامہ غالب

(الف) تحقیق نامہ: غالب نمبر ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۷ء اور ۱۹۹۹ء

(ب) تحقیق نامہ غالب، ۱۹۹۸ء

آٹھواں باب: ''دیوانِ غالب، نسخۂ خواجہ'' کی تدوین

نواں باب : غالب پر ڈاکٹر معین الرحمٰن کی نگرانی میں ہونے والا کام

دسواں باب: بطور غالب شناس، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کا مقام و مرتبہ

ضمیمہ : اضافات بسلسلہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

زیرِ نظر کتاب میں مصنفہ نے سید معین الرحمٰن کی غالب شناسی کے جملہ اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کے تحقیقی اور تدوینی کام کو سامنے لا کر بطور غالب شناس ان کا مقام متعین کیا ہے۔ اس کاوش سے جہاں ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے بارے میں نادر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں

وہاں غالب کی حیات اور فن کے گمشدہ گوشے بھی بے نقاب ہوئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اچھی اور نمائندہ کاوش فکر ہے۔

4-ڈاکٹر معین الرحمٰن شخص و عکس:

نائیلہ انجم کی تصنیف ہے۔ الوقار پبلی کیشنز نے اسے ۲۰۰۳ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۸۴ ہے۔ یہ کتاب بنیادی طور پر ان خطوط کا مجموعہ ہے جو ڈاکٹر سید معین الرحمٰن اور مصنفہ کے درمیان مراسلت کا باعث رہے۔ ان خطوط میں زیادہ تر ذاتی اور نجی نوعیت کی باتیں ہیں اور ساتھ ہی غالب کے حوالے سے بھی بہت باتیں سامنے آئی ہیں۔ اس سے ایک طرف تو غالب شناسی کی روایت مستحکم ہوتی ہے اور دوسری طرف ایک غالب شناس کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس کتاب میں شامل تمام خطوط کو حسنِ ترتیب کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔

5-سید قدرت نقوی بطور غالب شناس:

اورنگ زیب نیازی کی لکھی کتاب ہے۔ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی نے اسے ۲۰۰۳ء میں لاہور سے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۱۴۳ ہے۔ زیرِ نظر کتاب دراصل مصنف کے ایم۔اے اُردو کی سطح کا تحقیقی مقالہ ہے۔ جسے مناسب ردوبدل کے بعد موجودہ شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ یہ کتاب درج ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) حالاتِ زندگی اور شخصیت (۲) برِ عظیم میں غالب شناسی کی روایت ۱۹۴۷ء کے بعد
(۳) سید قدرت نقوی بطور محقق غالب (۴) سید قدرت نقوی بطور مدونِ غالب
(۵) معاصر غالب شناسی میں قدرت نقوی کا مقام و مرتبہ

کتاب کے آخر میں مآخذ کی فہرست ''کتابیات'' کے عنوان سے دی گئی ہے۔ مصنف نے سید قدرت نقوی کی غالب شناسی کے حوالے سے ان کے مقام و مرتبہ کو متعین کرتے ہوئے غالب پر ان کے تحقیقی و تدوینی کام کا جائزہ لیا ہے۔ بحیثیت مجموعی یہ ایک اچھی اور معیاری کوشش ہے۔

۱۰۔غالبیات کے ادارے

پاکستان میں غالبؔ کے نام پر قائم ہونے والے ادارے اور ان اداروں کی غالبیاتی کارکردگی بھی ہمارے موضوع کا حصہ ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ پاکستان میں غالب

شناسی کی روایت کو آگے بڑھانے میں جن اشاعتی اداروں نے غالب پر کتابیں شائع کیں ان میں انجمن ترقی اُردو پاکستان (کراچی) اور مجلسِ ترقی ادب (لاہور) کا کردار بہت اہم ہے۔ بلاشبہ ان دونوں اداروں نے بہت نادر اور عمدہ کتابیں شائع کی ہیں لیکن کچھ اشاعتی ادارے غالب کے نام پر قائم ہوئے اور ان کے قیام کا بنیادی مقصد ذخیرہ ء غالبیات میں اضافہ کرنا تھا۔ ذیل میں ایسے تین اداروں کا تعارفی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

مجلسِ یادگارِ غالب (لاہور)

پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے ایک فیصلے کے مطابق "مجلس یادگارِ غالب" کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قیام کا بنیادی مقصد غالب کی صد سالہ برسی (۱۹۶۹ء) کے حوالے سے غالب کی یاد کو تازہ کرنا تھا۔ غالب کی تصانیف کی ترتیب وتدوین اور ان کی معیاری اشاعت، اس مجلس کا اولین کام تھا جسے فرض سمجھ کر احسن طریقے سے سرانجام دیا گیا۔

"مجلسِ یادگارِ غالب" کے قیام کی تحریک جنوری ۱۹۶۷ء میں ڈاکٹر آفتاب احمد خان نے کی۔ وہ مجلس کے پہلے معتمد اور سید سجاد باقر رضوی شریکِ معتمد مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد خاں کے لاہور سے ڈھاکے منتقل ہو جانے پر ڈاکٹر عبدالشکور احسن، مجلس کے دوسرے معتمد مقرر ہوئے۔ اسی طرح پروفیسر حمید احمد خاں کو مجلس کی صدارت کا اعزاز حاصل ہوا۔ جبکہ یونیورسٹی کے ایک اور فیصلے کی رو سے شعبہء اُردو میں "کرسیء غالب" قائم ہوئی جس پر پروفیسر وقار عظیم کا تقرر کیا گیا۔ مجلس کے ارکان میں درج ذیل عمائدین کے نام شامل ہیں:

(۱) جناب عبدالرحمٰن چغتائی۔ لاہور

(۲) مولانا غلام رسول مہر۔ لاہور

(۳) پروفیسر ڈاکٹر سعید اللہ، سابق صدر شعبہ فلسفہ، اسلامیہ کالج۔ لاہور

(۴) سید امتیاز علی تاج، سیکرٹری مجلس ترقیء ادب۔ لاہور

(۵) مولانا حامد علی خاں، مدیر موسسہ مطبوعات فرینکلن۔ لاہور

(۶) کیپٹن عبدالواحد، موسسہ مطبوعات فرینکلن۔ لاہور

(۷) ڈاکٹر جسٹس ایس اے رحمٰن، سابق چیف جسٹس پاکستان۔ لاہور

(۸) پروفیسر ڈاکٹر قاضی سعید الدین احمد، صدر شعبہ امور طلباء، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۹) گروپ کیپٹن سید فیاض محمود، ناظم شعبہ تاریخ ادبیات، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۱۰) پروفیسر ڈاکٹر سید عبداللہ، صدر دائرۃ المعارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۱۱) ڈاکٹر شیخ محمد اکرام، ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور

(۱۲) پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر، پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج و صدر شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۱۳) سید وقار عظیم، غالب پروفیسر اُردو، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۱۴) سید وزیر الحسن عابدی، ریڈر شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۱۵) جناب احمد ندیم قاسمی، مدیر مجلہ فنون۔ لاہور

(۱۶) پروفیسر ڈاکٹر عبادت بریلوی، صدر شعبہ اُردو، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۱۷) جناب صفدر میر، روزنامہ پاکستان ٹائمز۔ لاہور

(۱۸) پروفیسر ڈاکٹر محمد اجمل، صدر شعبہ نفسیات، گورنمنٹ کالج۔ لاہور

(۱۹) پروفیسر اختر اقبال کمالی، شعبہ انگریزی، اسلامیہ کالج سول لائنز۔ لاہور

(۲۰) ڈاکٹر وحید قریشی، صدر شعبہ اُردو، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

(۲۱) جناب انتظار حسین، روزنامہ مشرق۔ لاہور

(۲۲) جناب اقبال حسین، شعبہ تاریخ ادبیات، پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور

مجلس کے سلسلہ مطبوعات میں سب سے پہلے غالب کی تصانیف آئیں۔ ان کتابوں کو مختلف مرتبین نے نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ مرتب کیا۔ پُرمغز مقدمے لکھے اور حسب ضرورت حواشی کا اضافہ بھی کیا۔ ممکنہ حد تک دستیاب وسائل کی مدد سے متون کی تصحیح کا فریضہ بھی سرانجام دیا گیا اور کوشش کی گئی کہ غالب کی تصانیف میں سے کوئی کتاب رہ نہ جائے۔ چنانچہ "مجلسِ یادگارِ غالب" کی طرف سے شائع ہونے والی تصانیفِ غالب اور ان کے مرتبین کے ناموں کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱)	دیوانِ غالب	حامد علی خان	صفحات: ۲۲۰
(۲)	قادر نامہ	ڈاکٹر محمد باقر	صفحات: ۱۶
(۳)	درفشِ کاویانی	ڈاکٹر محمد باقر	صفحات: ۲۹۴
(۴)	خطوطِ غالب (دو جلدیں)	مولانا غلام رسول مہر	جلد اوّل ص ۵۱۸، جلد دوم ص ۴۹۳
(۵)	قصائد و مثنویاتِ فارسی (غالب)	مولانا غلام رسول مہر	صفحات: ۴۸۰

(۶) قطعات، رباعیات، ترکیب بند، ترجیع، مخمس۔ مولانا غلام رسول مہر صفحات: ۲۵۲

(۷) افاداتِ غالب سید وزیر الحسن عابدی صفحات: ۱۷۴

(۸) غزلیاتِ فارسی (غالب) سید وزیر الحسن عابدی صفحات: ۴۵۵

(۹) سبد چیں سید وزیر الحسن عابدی صفحات: ۱۷۰

(۱۰) پنج آہنگ سید وزیر الحسن عابدی صفحات: ۱۴۷

(۱۱) گلِ رعنا سید وزیر الحسن عابدی صفحات: ۲۷۶

(۱۲) مہر نیم روز عبدالشکور احسن صفحات: ۲۰۸

(۱۳) دستنبو عبدالشکور احسن صفحات: ۹۲

غالب کی تصانیف کے علاوہ مجلس کی مطبوعات میں وہ کتابیں بھی شامل ہیں جن میں غالب کی شخصی، فنی اور فکری کمال کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ انگریزی دان لوگ جو اُردو نہیں جانتے انہیں غالب کے فکر وفن سے متعارف کرایا جائے۔ یہ کتاب سید فیاض محمود کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ پھر ایک کتاب کہ جس میں متعدد غالب شناس حضرات کے ذاتی تاثرات جمع کیے گئے "غالب، ذاتی تاثرات کے آئینے میں" (صفحات: ۱۷۹) کے عنوان سے شائع کی گئی جسے عبدالشکور احسن نے ترتیب دیا۔ اسی طرح ایک اور مجموعے میں گزشتہ ایک سو برس (۱۸۶۹ء تا ۱۹۶۹ء) کی تنقیدِ غالب کا خاکہ اقتباسات کی صورت میں پیش کیا گیا۔ یہ کتاب "تنقیدِ غالب کے سو سال" (صفحات: ۶۲۸) کے عنوان سے تھی اور سید فیاض محمود نے اسے مرتب کیا۔ اسی طرح سید معین الرحمٰن کا "اشاریۂ غالب" (صفحات: ۳۹۰) کی ترتیب بھی قابلِ ذکر کام ہے۔

"مجلسِ یادگارِ غالب" کی طرف سے یہ ساری کتابیں فروری ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئیں۔ گویا ان کی تاریخِ اشاعت سے مرزا غالب کی حیات بعد ممات کی دوسری صدی کا آغاز کر دیا گیا۔ یہ بات یہاں خصوصیت کی حامل ہے کہ جس مقصد کے لیے مجلس قائم ہوئی اس مقصد کے حصول کو ممکن بنانے کے لیے تمام مصنفین نے نہایت خلوص، محنت اور محبت کے ساتھ کام کیا اور "مجلسِ یادگارِ غالب" کے پلیٹ فارم پر غالب کی یادگار سنہری حرفوں سے تعمیر کر دی۔

ادارہ یادگارِ غالب (کراچی)

یہ ادارہ جنوری ۱۹۶۸ء میں کراچی میں قائم ہوا اور یہی وہ ادارہ ہے جس نے مئی ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی نہایت اہتمام سے منائی جس میں پاک و ہند کے ادیبوں، شاعروں اور فن کاروں نے حصہ لیا۔ ممتاز غالب شناس مولانا غلام رسول مہر نے اس صد سالہ برسی کے افتتاحی اجلاس کی صدارت کی۔

''ادارہ یادگارِ غالب'' کے صدر جناب فیض احمد فیضؔ اور دیگر اراکین کی کاوشوں سے بلدیہ کراچی کی انتظامیہ نے غالب کے نام پر ایک کتب خانہ قائم کرنے کے لیے زمین عطیہ دی جس پر حبیب بنک نے دو منزلہ عمارت تعمیر کرا دی، ابھی عمارت مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ ادارے کے کارکنوں نے ''غالب لائبریری'' کے لیے کتابیں اور رسائل فراہم کرنے کی مہم شروع کر دی۔ بہت جلد ایک بہت بڑا ذخیرہ کتب جمع ہو گیا۔ ستمبر ۱۹۷۱ء میں ادارے کی زیر نگرانی ''غالب لائبریری'' کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔

''ادارہ یادگارِ غالب'' پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو زندہ رکھنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ادارے کے بانی اراکین میں فیض احمد فیضؔ، مرزا ظفر الحسن، حسام الدین راشدی، مشفق خواجہ اور تسیم احمد قابلِ ذکر ہیں۔ ان لوگوں کی ان تھک محنت اور لگن سے ادارے کا نام روشن ہے۔ ''ادارہ یادگارِ غالب'' کی مطبوعات میں جہاں دیگر کئی اہم کتب شامل ہیں وہاں غالبیات کی موضوع پر بہت ساری نادر کتابیں اہمیت سے خالی نہیں۔ یہ کتابیں غالب کی شخصیت اور فن کے اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہوئی ذخیرہ غالبیات کا اہم سرمایہ ہیں۔ اس ادارے کی طرف سے غالب پر شائع ہونے والی چند ایک کتابوں کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) یادگارِ غالب (طبع اول ۱۸۹۷ء کا عکس)	الطاف حسین حالی	صفحات: ۴۵۰
(۲) رموزِ غالب	ڈاکٹر گیان چند	صفحات: ۴۶۰
(۳) غالب شناس، مالک رام	ڈاکٹر گیان چند	صفحات: ۱۵۲
(۴) نامہ ہائے فارسی غالب	پرتو روہیلہ (مترجم)	صفحات: ۲۲۴
(۵) مآثرِ غالب	قاضی عبدالودود	صفحات: ۲۵۶
(۶) املائے غالب	رشید حسن خان	صفحات: ۲۲۰

(۷) انشائے غالب	رشید حسن خان	صفحات:۱۸۰
(۸) جہاتِ غالب	ڈاکٹر ممتاز حسن	صفحات:۱۰۶
(۹) غالب کی اُردو نثر اور دوسرے مضامین	مولانا حامد حسن قادری	صفحات:۲۰۰
(۱۰) آئینۂ افکارِ غالب	شان الحق حقی	صفحات:۱۶۰
(۱۱) غالب: شخصیت و کردار	پروفیسر لطیف اللہ	صفحات:۱۴۰
(۱۲) نوادرِ غالب	ڈاکٹر اکبر حیدری	صفحات:۲۶۴
(۱۳) غالبیات کے چند فراموش گوشے	ڈاکٹر اکبر حیدری	صفحات:۲۸۰
(۱۴) غالب صد رنگ	سید قدرت نقوی	صفحات:۲۹۴
(۱۵) تعبیراتِ غالب	ڈاکٹر فرمان فتح پوری	صفحات:۴۰۴
(۱۶) غالب نظر اور نظارہ	ڈاکٹر حنیف فوق	صفحات:۱۷۶
(۱۷) غالب کے سات رنگ	ڈاکٹر سہیل بخاری	صفحات:۱۴۰
(۱۸) غالب اور آج کا شعور	ڈاکٹر محمد علی صدیقی	صفحات:۱۶۰
(۱۹) غالب کا منسوخ دیوان	مسلم ضیائی (مرتب)	صفحات:۳۴۴

یہ ادارہ اس وقت درج ذیل افراد کی نگرانی میں چل رہا ہے:

فاطمہ ثریا بجیا (صدر نشین)   رعنا فاروقی (سیکرٹری)   سید اعجاز حسین (خازن)

ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر رؤف پاریکھ، نسیم احمد، احمد حسین صدیقی، ذوالفقار مصطفیٰ، حسن مصطفیٰ۔

''ادارہ یادگارِ غالب'' کی زیرِ نگرانی ایک شش ماہی مجلّہ ''غالب'' بھی شائع ہوتا ہے جس میں دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ غالب کے فکر و فن سے متعلق مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ اس طرح ''ادارہ یادگارِ غالب'' کی خدمات اور غالب کے سلسلے میں اس ادارے کی انفرادیت بلاشبہ غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

غالب میموریل ٹرسٹ (لاہور)

تسلیم احمد تصوّر کی کاوشوں سے ۲۰۰۱ء میں غالب میموریل کے نام سے لاہور میں ایک ٹرسٹ قائم ہوا۔ یہ ایک غیر سرکاری ادارہ ہے جس کے اخراجات غالب دوستوں کی رضا کارانہ امداد سے پورے کیے جاتے ہیں۔ قبل ازیں تسلیم احمد تصور نے غالب کے دوصد سالہ جشن ولادت کے حوالے سے ۱۹۹۶ء میں سہ ماہی "سورج" کا غالب نمبر شائع کیا۔ پہلی جلد ۱۱۱۱ صفحات پر مشتمل تھی۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد ۱۱۹۲ صفحات کی دوسری جلد بھی منظر عام پر لائی گئی۔ بلاشبہ ادبی رسائل کے غالب نمبروں میں یہ ایک منفرد اور قابل قدر کام تھا جسے پاک و ہند میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد تصوّر نے غالبیات کے فروغ میں نئے منصوبوں کا اعلان کیا اور ان کو پایۂ تکمیل تک لے جانے کے لیے مذکورہ ٹرسٹ قائم کیا۔ ٹرسٹ کے زیر اہتمام ۸ر ستمبر ۲۰۰۳ء کو لاہور میں ایک مذاکرہ ہو چکا ہے، جس میں "پاکستان میں غالب شناسی ...... ایک جائزہ" کے زیرعنوان ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ڈاکٹر طاہر تونسوی اور ڈاکٹر تحسین فراقی نے جامع مقالات پیش کیے اور صدیق جاویدؔ اور انیس ناگی نے اظہار خیال کیا جبکہ پروفیسر فتح محمد ملک نے صدارتی خطبہ پیش کیا۔ ٹرسٹ کے زیر اہتمام ابھی چند دنوں میں "غالب اور فنونِ لطیفہ" کے موضوع پر اسلم کمال کے ایک لیکچر کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ تاہم آئندہ کے لیے اس ٹرسٹ کی ترجیحات میں کئی ایک منصوبے شامل ہیں۔ جن میں تحقیق و تنقید کے ساتھ ساتھ غالب کے نثری و شعری متون کی از سر نو ترتیب و تدوین کا کام شامل ہے۔ اسی طرح بین الاقوامی سطح پر ہونے والے کام کا جائزہ، تراجم و شروح کی ترتیب نو، نوادراتِ غالب کی جمع آوری اور انٹرنیٹ پر غالبیات سے متعلق ویب سائٹوں کا قیام اس ٹرسٹ کے چند اہم مقاصد کا حصہ ہیں۔

۱۱۔ غالب شناس

پاکستان میں غالبؔ پر ہونے والے کام میں سوانح، تراجم، شروح، تنقید، تحقیق اور تدوین جیسی متعدد جہتیں شامل ہیں اور بلاشبہ تمام اہل قلم نے اپنی بساط واستطاعت کے مطابق ان میں حصہ لیا اور نہایت خلوص اور محنت کے ساتھ غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھایا۔ اس ضمن میں جو کتب تصنیف ہوئیں ان کی افادیت کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں غالبیاتی ادب نے کئی غالب شناس پیدا کیے ہیں جو اپنی لازوال دیدہ ریزی کے باوصف غالبیاتی ادب میں اپنا لوہا منوا چکے ہیں۔ ویسے تو ''غالب شناسی'' کی صف میں کئی معتبر نام گنوائے جاسکتے ہیں لیکن میں نے محض اپنے ذاتی تجربے اور مطالعے کی بناء پر جو تخصیص قائم کی ہے اس میں کام کی مقدار کے بجائے معیار کو سامنے رکھا ہے اور کوشش کی ہے کہ غالبیات کی تمام جہتوں میں سے ایک ایک دو، دو غالب شناس منتخب کیے جائیں اور ان کے غالبیاتی کام کا الگ سرسری جائزہ لیا جائے۔ ان میں بعض غالب شناس ایسے بھی ہیں جنھوں نے غالب پر لکھنے کا آغاز تخلیق پاکستان سے برسوں پہلے کر دیا تھا اور قیام پاکستان کے بعد مسلسل لکھتے رہے۔ علاوہ ازیں کچھ غالب شناس اب تک غالبیاتی ادب کو فروغ دینے میں مصروف عمل ہیں۔

اس اعتبار سے یہ جائزہ ذخیرہ غالبیات کی ہر جہت کا احاطہ کرتا ہے۔ جس میں غالب شناسوں کے نقطہ نظر، اسلوب اور غالبیاتی کام کا اجمالی جائزہ شامل کیا جائے گا۔ غالب شناسوں میں جن کا ذکر آگے تفصیلاً آرہا ہے ان کے علاوہ ڈاکٹر شوکت سبزواری، سید وقار عظیم، ڈاکٹر سید عبداللہ، خلیفہ عبدالحکیم ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر آفتاب احمد، ڈاکٹر سلیم اختر، پرتو روہیلہ، انیس ناگی، مشکور حسین یاد، افتخار احمد عدنی اور ڈاکٹر محمد ایوب شاہد کا غالبیاتی کام بھی لائق تحسین ہے۔

ا۔ مولانا غلام رسول مہر (وفات۔ لاہور: ۱۹۷۱ء)

پاکستان کے اولین غالب شناسوں میں مولانا غلام رسول مہر کا نام نہایت ادب و احترام سے لیا جاتا ہے۔ انہوں نے غالبیات کی کم و بیش تمام جہتوں پر خامہ فرسائی کی ہے اور نہایت عرق ریزی اور سلیقہ شعاری سے کام کیا ہے۔ وہ غالب کے سوانح نگار ہونے کے ساتھ ساتھ نقاد، محقق، شارح اور بعض تصانیفِ غالب کی مرتب و مدون کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے ہر جہت میں اپنے فن کا لوہا منوایا اور ذخیرہ، غالبیات میں نادر اضافہ کیا ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی کے مطابق:

> ''مہر صاحب نے غالب پر بے تکان لکھا۔ انہوں نے تخلیقِ پاکستان سے قبل غالب کے سوانح کو ان کی نظم و نثر کے حوالوں کی مدد سے بڑی دیدہ ریزی سے مرتب کیا۔ بعد ازاں غالب صدی کے موقع پر غالب کے اُردو خطوط مرتب کیے اور ان کے فکر و فن پر عمدہ تنقیدی مضامین لکھے''(۸)۔

غالب پر مولانا مہر کی پہلی تصنیف ''غالب'' (۱۹۴۱ء) ہے۔ اس میں انہوں نے پہلی مرتبہ سوانح عمری کے ایک نئے اسلوب کو متعارف کروایا۔ یہ اسلوب غالب کی خودنوشت تحریروں، نظم و نثر اور نجی خطوط کی روشنی میں سوانح مرتب کرنے پر مشتمل ہے۔ اس اسلوب سے ایک طرف مولانا مہر کی نئی طرزِ ادا کا سراغ ملتا ہے اور دوسری طرف غالب بھی اس کارنامے میں برابر شریک نظر آتے ہیں کہ وہ اس قدر جامع رقعات چھوڑ گئے ہیں کہ جن سے ان کی نجی اور ذاتی زندگی کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مولانا مہر کے اس اسلوب پر تبصرہ کرتے ہوئے الطاف فاطمہ ایک جگہ لکھتی ہیں:

> ''مولانا غلام رسول مہر نے اُردو سوانح نگاری کو ایک نئے طریقہ، کار سے روشناس کیا ہے یعنی صاحبِ شخصیت کی نظم و نثر اور نجی خطوط کی روشنی اور حوالے سے اس کی سوانح مرتب کرنا''(۹)۔

سعد مسعود غنی نے اس کتاب پر جامع تبصرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''غالب'' سے پہلے ''یادگارِ غالب''، ''حیاتِ غالب''، ''ذکرِ غالب'' جیسی اہم سوانح عمریاں موجود تھیں مگر ابھی تک ''حیاتِ غالب'' کے بہت سے پہلو تشنہ تھے اور اپنی تکمیل چاہتے تھے.......... چنانچہ ایک تفصیلی اور جامع

سوانح عمری کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی، اس ضرورت کی کمی "غالب" کی صورت میں پوری ہو گئی" (۱۰)۔

"خطوطِ غالب" (طبع اول: ۱۹۵۱ء) کی ترتیب و تدوین مولانا مہر کا دوسرا بڑا کارنامہ ہے۔ مختلف اداروں نے اس مجموعے کے کئی ایڈیشن شائع کیے۔ خطوط کو زیادہ سہل و مفید اور دلآویز بنانے کے لیے انہوں نے متن کی تصحیح، مکاتیب کی تاریخ وار ترتیب، تاریخی و ادبی تلمیحات کی مناسب تشریح اور مشکل الفاظ و تراکیب کی توضیح کا جگہ جگہ اہتمام کیا ہے۔ نیز مکتوب الیہ کے احوال و سوانح کا مختصر خاکہ بھی دیا ہے۔ یہ مجموعہ خطوط دو جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ مولانا مہر کے اس تدوینی کام کو سراہتے ہوئے ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

"باہتمام مولانا غلام رسول مہر، غالب کے خطوط تاریخ وار ترتیب اور صحتِ متن کے ساتھ یک جا کر دیے گئے ہیں۔ غالب کے خطوط کا اتنا بڑا مجموعہ اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوا" (۱۱)۔

"دیوانِ غالب" (۱۹۶۷ء) کو مولانا مہر نے نہایت دیدہ ریزی کے ساتھ مرتب کیا ہے جس سے ان کی محققانہ بالغ نظری کا ثبوت ملتا ہے۔ اس دیوان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں غالب کا کمیاب و نایاب سارا کلام یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ دیوان حواشی کے ساتھ ترتیب دیا گیا جس میں کلام کی صحیح تاریخیں اور مستند مآخذ کی تفصیل درج کر دی گئی۔

دیوانِ غالب کی ترتیب و اشاعت کے ساتھ مولانا مہر نے نوائے سروش (۱۹۶۷ء) کے عنوان سے غالب کے اُردو کلام کی شرح بھی رقم کی ہے۔ یہ ایک ضخیم شرح ہے جس میں مولانا مہر نے محققانہ انداز اپنانے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر ایوب شاہد کے مطابق:

"غلام رسول مہر بنیادی طور پر ایک محقق ہیں اور ان کے اس رجحان کا اظہار بھی ان کی شرح میں ہوتا ہے .... انہوں نے دوسرے تمام شارحین سے زیادہ اس امر کی سعی کی ہے کہ وہ اشعار غالب کی شرح کرتے ہوئے عظمتِ غالب کے فکری اور فنی اسباب کی نشاندہی کریں اور اس میں وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں" (۱۲)۔

غالب کے اُردو آثار کے ساتھ ساتھ مولانا غلام رسول مہر نے ان کے فارسی کلام کی جمع آوری اور ترتیب و تدوین میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ غالب کے

کلامِ فارسی کی کلیات کو مرتب کرنے کا اعزاز مولانا مہر کو حاصل ہوا۔ انہوں نے ''کلیاتِ غالب (فارسی)'' کے عنوان سے یہ کلام ۱۹۶۵ء میں شائع کیا ہے۔ بلاشبہ مولانا مہر کا یہ کام ترتیب و تدوین کے ضمن میں بیش بہا کارنامہ ہے۔ اسی طرح ''قصائد و مثنویاتِ فارسی'' (۱۹۶۹ء) اور ''قطعات، رباعیات، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس'' (۱۹۶۹ء) کی الگ الگ اشاعتیں بھی ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہیں۔ اس تمام فارسی کلام کی ترتیب و تدوین سے مولانا مہر کی فارسی سے دلچسپی اور فارسی میں ان کے گہرے مطالعے کا ثبوت ملتا ہے۔

مختصر یہ کہ مولانا غلام رسول مہر نے سوانح، تحقیق، تشریح اور تدوین کے ہمہ جہت پہلوؤں سے غالب کو پرکھا اور ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ کر کے غالب شناسی کا حق ادا کیا ہے۔

۲۔ پروفیسر حمید احمد خان (وفات۔ لاہور: ۱۹۷۲ء)

غالب شناسوں کی فہرست میں پروفیسر حمید احمد خان کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ غالب پر ان کا پہلا مضمون ''فلسفہ یاس'' کے عنوان سے جنوری ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا اور یہی وہ پہلا نقش ہے جو آگے چل کر ان کی غالب شناسی کو مستحکم بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ غالب پر ان کا تحقیقی و تنقیدی کام چالیس سال تک پھیلا ہوا ہے۔ غالب پر حمید احمد خان کے علمی سرمائے میں ایک کتاب (مرقعِ غالب) اور ایک دیوان (نسخہ حمیدیہ) کی ترتیب شامل ہے۔

''مرقعِ غالب'' حمید احمد خان کی نادر تحقیق کا شاہکار ہے۔ اگرچہ یہ کتاب حال ہی میں (۲۰۰۳ء) میں شائع ہوئی لیکن اس کے بیشتر مشمولات کافی عرصہ پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ غالب سے حمید احمد خان کو والہانہ عشق تھا اور یہ عشق انہیں دہلی، بھوپال، لکھنؤ اور کلکتہ تک لے گیا۔ اس سفر کے نتیجے میں انہیں غالب کے سوانح سے متعلق نادر مواد ہاتھ لگا۔ چنانچہ یہ کتاب غالب کے سوانح کے سلسلے میں منفرد اور قیمتی معلومات کا خزانہ ہے۔ حمید احمد خان نے اپنے گہرے اور لطیف تجزیوں کی بناء پر اس کتاب کے مندرجات رقم کیے۔ اس اعتبار سے یہ کتاب ان کے غیر معمولی تنقیدی شعور کا مظہر ہے۔ حمید احمد خان اگرچہ بنیادی طور پر ایک محقق کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں لیکن ان کا تنقیدی مزاج اپنی مکمل توانائی کے ساتھ ان کی تحریروں میں نمایاں نظر آتا ہے۔ غالب کا مطالعہ بھی انہوں نے تنقیدی نقطہ نظر سے کیا ہے۔ بالخصوص غالب کا دیگر شعراء سے تقابل ان کے تنقیدی شعور کا مظہر ہے۔ بقول ڈاکٹر عبادت بریلوی:

''حمید احمد خاں صاحب نے غالب کے تنقیدی مطالعے میں اُردو کے بعض دوسرے شاعروں کو بھی اپنے سامنے رکھا ہے۔ مثلاً میر حسن، جرات یا ذوق وغیرہ کو سامنے رکھ کر انہوں نے غالب کے تصوراتِ حسن و عشق پر تنقیدی بحث کی ہے اور اس طرح غالب کی انفرادیت کے نقوش کو زیادہ ابھارا ہے'' (۱۳)۔

''مرقع غالب'' میں غالب کی نجی زندگی، شخصیت اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر قابلِ قدر مواد موجود ہے جسے سامنے رکھتے ہوئے غالب کی شخصیت اور شاعری کے بعض نئے پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے اور اس مطالعے سے غالب کو سمجھنے کے بعض نئے راستے ملتے ہیں۔ مثلاً انہوں نے غالب کے بارے میں جزئیات کو یکجا کرنے کا ایسا اسلوب اختیار کیا ہے جس سے تحقیق کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ غالب کی شخصیت اور نجی زندگی کے بارے میں جب بحث کرتے ہیں تو ان کے رشتہ داروں کے نام اور دیگر افراد و اشخاص کا غالب کے ساتھ رشتہ قائم کرنے کے لیے انتہائی محنت سے مطلوبہ معلومات فراہم کرتے ہیں، ان کی کاوشوں سے سوانح غالب سے متعلق جزئیات کی مکمل تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ اسی طرح غالب کی خانگی زندگی کے بارے میں انہوں نے اپنی محنت و کاوش سے باریک بینی کے خداداد وصف کی بدولت ایسی مستند معلومات فراہم کی ہیں جو غالب کی گھریلو زندگی کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوئی ہیں۔ یہ نادر معلومات معتبر گواہوں کے بیانات اور غالب کی تحریروں کے ''خوردبینی'' مطالعے سے خود تیار کی ہیں۔ مثلاً وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''ان دونوں میاں بیوی میں ہمیشہ ان بن رہی۔ بیبیاں اس خاندان کی نہایت مہذب و شائستہ مگر کمال درجہ مغرور و متکبر تھیں'' (۱۴)۔

حمید احمد خان نے غالب اور بیگم غالب (امراؤ بیگم) کے تعلقات پر روشنی ڈال کر اوّل تو حقائق کو منظر عام پر لانے کا کارنامہ سرانجام دیا ہے ثانیاً ان قیاسات کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے جو الطاف حسین حالی اور ان کے بعد کے سوانح نگاروں کی متضاد آراء سے پیدا ہو گئے تھے۔ مثلاً حالی کا کہنا ہے:

''چونکہ شوخی و ظرافت ان (غالب) کی گھٹی میں پڑی تھی۔ ان کی زبان و قلم سے بی بی کی نسبت اکثر ایسی باتیں نکل جاتی تھیں جن کو ناواقف آدمی نفرت یا بے تعلقی پر محمول کر سکتا ہے'' (۱۵)۔

اس کے برعکس شیخ محمد اکرم کا بیان ملاحظہ ہو:

"مرزا کی کئی تحریروں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بہت مشکل نہیں کہ وہ شادی کو دام سخت ہی سمجھتے تھے" (۱۶)۔

اس قسم کے متضاد تصورات کو حمید احمد خان نے عرق ریزی کے ساتھ نہایت احسن طریقے سے سلجھایا ہے۔ چنانچہ مذکورہ متضاد بیانات کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"دولہا دلہن دونوں خود پسند اور تیز طبیعت (کے مالک تھے) قدرتاً دونوں نے ایک دوسرے پر غالب آنے کے لیے کشمکش کی اور دونوں میں سے کسی نے آخر دم تک ہار نہ مانی" (۱۷)۔

حمید احمد خان کے سرمایہ غالبیات میں دیوانِ غالب کا وہ "نسخہ حمیدیہ" خاص اہمیت رکھتا ہے جسے انہوں نے نہایت محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس کے لیے انہیں ہندوستان کا سفر بھی اختیار کرنا پڑا۔ بھوپال جا کر انہوں نے اصل قلمی نسخہ دیکھا اور مفتی انوار الحق کے مطبوعہ نسخے (۱۹۲۱ء) سے اس کا موازنہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے قلمی نسخے کے مندرجات کی صحیح ترتیب معین کی اور حاشیے اور متن کے اندراج کے سلسلے میں قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں اختلافات کی نشاندہی کرتے ہوئے اسے از سرِ نو مرتب کیا۔ مفتی انوار الحق کے مرتبہ نسخے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قلمی دیوان سے انحراف کی جتنی مختلف قسمیں تصور میں آسکتی ہیں وہ مفتی صاحب کے مطبوعہ نسخہ میں موجود ہیں، بجز اس ایک صورت کے کہ قلمی دیوان کا شاید کوئی شعر مطبوعہ نسخے سے حذف نہیں ہوا ہے" (۱۸)۔

"نسخہ حمیدیہ" کی ترتیب و اشاعت بلاشبہ حمید احمد خان کا گراں قدر تحقیقی و علمی کارنامہ ہے جس سے تفہیم غالب کے کئی ایک پہلوؤں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

"نسخہ حمیدیہ کی اشاعت سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ غالب کے فکر و فن دونوں کی ارتقائی منزلوں کو سمجھنے سمجھانے میں آسانی ہوگئی" (۱۹)۔

پروفیسر حمید احمد خان کی غالب شناسی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پنجاب یونیورسٹی میں غالب صدی (۱۹۶۹ء) کے موقع پر "مجلسِ یادگارِ غالب" کا قیام عمل میں آیا جس کا مقصد غالب

کی تصانیف کو از سرِ نو مرتب کر کے شائع کرتا تھا۔ اس مجلس کی صدارت کا اعزاز حمید احمد خان کو حاصل ہوا۔ المختصر حمید احمد خان کا غالب پر تصنیفی کام تھوڑا سہی لیکن معیار اور جامعیت کے اعتبار سے اتنا وقیع ہے کہ پاکستان میں غالبیاتی سرمائے میں اہم مقام رکھتا ہے۔

۳۔ شیخ محمد اکرام (وفات۔ لاہور: ۱۹۷۳ء)

غالب کی حیات اور ان کے فن پر کام کرنے والوں میں شیخ محمد اکرام کسی طور پیچھے نہیں ہیں۔ انہوں نے محققانہ اور ناقدانہ انداز سے غالب فہمی کے جو چراغ روشن کیے ان کی روشنی آج بھی محسوس کی جا رہی ہے۔ انہوں نے اس وقت قلم اٹھایا جب غالب کے تنقیدی مطالعے میں اعتدال اور توازن پیدا ہو چکا تھا۔ اور اس توازن کو برقرار رکھنے میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا۔ ''غالب نامہ'' ان کی اہم تصنیف ہے جو بعد میں مختلف حصوں میں تقسیم ہو کر ''حیاتِ غالب''، ''ارمغانِ غالب'' اور ''حکیم فرزانہ'' کے ناموں سے الگ الگ حصوں میں شائع ہوئی۔ چنانچہ ایک جگہ وہ خود بھی لکھتے ہیں:

> ''ہماری سعی کا ماحصل تین گلدستوں میں مرتب ہوا ہے۔ ایک (جو اصل چیز ہے) غالب کے اُردو فارسی کلام کا انتخاب ہے۔ تاریخی ترتیب سے یہ ''ارمغانِ غالب'' کے نام سے ہدیہ ارباب ذوق ہوا تھا۔ دوسری پیش نظر کتاب ''حیاتِ غالب'' تیسرا حصہ تنقیدی اور ''دیدہ و دانش'' پر زیادہ توجہ کی بنا پر اسے ''حکیم فرزانہ'' کا نام دیا گیا ہے۔ تینوں کتابوں کا مجموعی نام ''غالب نامہ'' ہے''(۲۰)۔

''غالب نامہ'' کا چوتھا ایڈیشن (تین حصوں میں تقسیم ہونے سے قبل) ۱۹۴۷ء میں بمبئی سے ''آثارِ غالب'' کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔ تاہم یہ کوئی نئی کتاب نہیں ہے۔ ''غالب نامہ'' شیخ اکرام کا بہت بڑی علمی کارنامہ ہے۔ یہ کتاب انہوں نے ایک خاص مقصد کے تحت تصنیف کی تھی تاکہ غالب کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں غالب شکنوں کے سامنے ایک عظیم شاعر کی حیثیت سے متعارف کرایا جائے۔ ڈاکٹر عبداللطیف کی کتاب ''غالب'' کی اشاعت کے بعد غالب کی شاعری کے بارے میں منفی رجحان پیدا ہونے لگ گیا تھا۔ چنانچہ اس

کے ردِ عمل میں شیخ اکرام نے ''غالب نامہ'' لکھی۔ وہ خود اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ہم نے ''غالب نامہ'' کی پہلی اشاعت کے شروع میں کہا تھا کہ ہم نے اپنی کتاب ڈاکٹر لطیف کی تصنیف ''غالب'' کے جواب میں لکھی ہے، مخالفت میں نہیں۔ ڈاکٹر لطیف کی کتاب ایک چیلنج تھا، غالب کے قدر شناسوں کے لیے ہمارا خیال تھا کہ جدید طرزِ تنقید کے جن اصولوں کی بنا پر ڈاکٹر صاحب نے غالب کو ایک گھٹیا درجے کا شاعر خیال کیا ہے، انھی اصولوں کے زیادہ صحیح استعمال اور غالب کے کلام سے وسیع تر واقفیت سے بالکل مختلف نتائج برآمد ہو سکتے ہیں'' (۲۱)۔

غالب نامہ کا ایک حصہ ''حیاتِ غالب'' کے نام سے ہے یہ غالب کی سوانح عمری ہے، اکرام نے اس کتاب کو خالصتاً تحقیقی انداز میں لکھنے کی کوشش کی ہے چنانچہ کئی ایک مقامات پر وہ اس عہد میں لکھی گئی سوانح عمریوں کے بعض اندراجات سے اختلاف بھی کر جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ ایک ایسی سوانح عمری ہے جو شروع سے لے کر آخر تک مربوط اور مسلسل ہے۔ یہ کتاب قاری کو اصل غالب سے روشناس کرانے میں بڑی مدد دیتی ہے۔ غالب کے بچپن، تعلیم، جوانی، کشمکش روزگار، شاعری کی ابتداء، ذہنی ارتقاء، خوشحالی کے دن اور بڑھاپا، غرض کہ غالب کی زندگی کے ہر دور پر لکھا گیا ہے اور کہیں یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ کوئی پہلو تشنہ رہ گیا ہے۔

شیخ اکرام کی عمومی شہرت ایک تاریخ نگار اور محقق کی حیثیت سے تھی، چنانچہ انہوں نے غالب پر تاریخ نگار کی حیثیت سے محققانہ نظر ڈالی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے ہاں تنقیدی عناصر بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحقیق میں تنقیدی آمیزش کے باعث ایک نکھار پیدا ہو گیا ہے جس سے ان کا اسلوب متوازن نظر آتا ہے۔ شیخ اکرام کے تحقیقی و تنقیدی عناصر کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''اکرام صاحب کا رجحان اس کتاب میں تحقیق کی طرف بھی معلوم ہوتا ہے اور انہوں نے تحقیق اور تنقید دونوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے اس اندازِ تنقید سے غالب کی شخصیت اور شاعری کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور ان کے تنقیدی مطالعے کے لیے نئے امکانات سامنے آتے ہیں'' (۲۲)۔

اکرامؔ نے جہاں غالب کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وہاں ان کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے انہیں نفسیاتِ محبت کا شاعر قرار دیا ہے۔ غالبؔ پر شیخ اکرام کی نثری فتوحات میں ''حکیم فرزانہ'' کو اہم مقام حاصل ہے۔ اس کتاب میں شیخ اکرام نے جدید تنقید کی تشنگی دور کردی ہے۔ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب پر اس سے پہلے وہ کچھ نہیں لکھا گیا جو لکھنا چاہیے تھا۔ غالب کی زندگی کا مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اُردو فارسی کلام کا ادبی ارتقاء کو پیش کرکے شیخ اکرام نے غالب شناسی کا حق ادا کردیا ہے۔

''ارمغانِ غالب'' شیخ اکرام کا ترتیب دیا ہوا، غالب کے اُردو، فارسی کلام کا انتخاب ہے۔ اس میں انہوں نے کلام کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کرکے غالب کو سمجھنے کے لئے آسان راستہ فراہم کردیا ہے۔ یہ انتخاب انہوں نے بڑی احتیاط اور نہایت مہارت کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ اس طرح غالب شناسی میں شیخ اکرام کی حیثیت ایک مورخ، محقق، نقاد اور ایک مرتب کی ہے جو ہر میدان میں اپنی بے پناہ صلاحیتوں کے جوہر دکھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ شیخ اکرام کا تمام کام پاکستان میں ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے شیخ اکرام کی غالبیات کا مجموعی جائزہ ان الفاظ میں لیا ہے:

> ''اکرام صاحب نے مجموعی طور پر غالب کا بہت اچھا تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے..........انہوں نے جو تنقیدی خیالات غالب کی شخصیت اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر ظاہر کیے ہیں، وہ مطالعۂ غالب کے سلسلے میں بعض نئے راستوں کو بناتے اور نئی منزلوں کی نشاندہی کرتے ہیں'' (۴۳)۔

۴۔ شیخ وزیر الحسن عابدی (وفات۔ لاہور: ۱۹۷۹ء)

غالب پر عابدیؔ کا زیادہ تر کام تدوین و ترتیب کے حوالے سے ہے۔ تدوینِ متن نہایت مشکل اور مشقت طلب کام ہے۔ اس کے لیے ایک مخصوص مزاج کا حامل ہونا ضروری ہے۔ اس کام کے لیے تحقیق اور تنقید دونوں کے عناصر کا بیک وقت موجود ہونا ضروری ہے۔ متون کی صحت اور ان کے بااعتبار ہونے کے ضمن میں بعض لوگوں نے اس کام کو سائنسی نوعیت کی تحقیق کہا ہے۔ چنانچہ مدون کے اوصاف کے حوالے سے ڈاکٹر تنویر احمد علوی اپنے تحقیقی مقالے ''متن اور روایتِ متن'' میں لکھتے ہیں:

"ترتیب متن کا کام سائنس نہ ہوتے ہوئے بھی ایک سائنسی طریق کار کا تقاضا کرتا ہے، اس کے لیے ذہنی تربیت کی ضرورت ہے، جو لوگ اہتمامِ تلاشِ جزئیات نہ کرسکیں اور جن کی طبیعت مسلسل محنت، ذہنی کاوش اور دیدہ ریزی پر آمادہ نہ ہو، انہیں اس کام سے دلچسپی کا اظہار نہ کرنا چاہیے" (۴۴)۔

لیکن جب ہم غالبیات کے حوالے سے عابدی کا کام سامنے رکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلسل محنت بھی کی ہے اور اپنی ذہنی کاوشوں کو بروئے کار لاتے ہوئے دیدہ ریزی سے بھی کام لیا ہے۔ آثارِ غالب کی تدوین میں جہاں ان کی محققانہ صلاحیتوں کا پتا چلتا ہے وہاں ان کی فارسی دانی کی کئی خصوصیات سامنے آتی ہیں۔ وہ فارسی زبان و ادب، فارسی رسم الخط اور فارسی الفاظ کی بست و کشاد سے کما حقہ، واقفیت رکھتے تھے۔ ان کی تحقیق میں خارجی شواہد کے علاوہ داخلی شہادت کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ بعض مقامات پر انہوں نے روشنائی، کاغذ کی ساخت اور رسم الخط سے بھی استفادہ کیا اور عالمانہ نتائج اخذ کیے۔ وہ بنیادی طور پر ایک محقق تھے اور تحقیق کی دقت طلب گھاٹیوں میں اُترنا انہیں بے حد پسند تھا۔ یہی تحقیقی جذبہ انہیں ترتیب و تدوین کی طرف لے آیا اور اس میدان میں انہوں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ تصانیفِ غالب کی ترتیب و تدوین ان کی تحقیقی ژرف نگاہی اور محققانہ بصیرت کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ بلا شبہ ایک مدون جتنا اچھا محقق ہوگا اتنا اچھا اور معیاری تدوینی کام سرانجام دے گا۔ بقول رشید حسن خاں:

"تدوین کا کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو آدابِ تحقیق سے بھی اسی قدر واقفیت ہو اور لگاؤ بھی ہو۔ اس کے بغیر تدوین کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا۔ حواشی، مقدمہ، متن کا زمانہ تصنیف، مصنف اور اس کے عہد سے متعلق ضروری معلومات، داخلی شواہد کا تعین اور ایسی بہت سی متعلقہ باتیں ہوں گی، جن سے ایسا کوئی شخص عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جو تحقیق سے کما حقہ، آشنا نہ ہو اور طبعاً اس سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ جو شخص تحقیقی مزاج نہیں رکھتا، وہ تدوین کا کام بھی انجام نہیں دے سکتا" (۴۵)۔

تصانیفِ غالب کی تدوین میں عابدی کا پہلا کام "باغِ دو در" کی ترتیب و تدوین ہے۔ ۱۹۳۱ء میں اس کا ایک خطی نسخہ انہیں دستیاب ہوا۔ انہوں نے ایک مقالے کے ذریعے اس کا اولین تعارف کرایا (۴۶)۔ بعد ازاں "اورینٹل کالج میگزین" کی دو اشاعتوں میں اسے شائع کرا دیا

(۲۷)۔ تاہم ۱۹۶۸ء میں اس کی از سر نو تدوین کر کے تصحیح و تحقیق کے ساتھ اسے دو الگ الگ حصوں میں شائع کرایا۔

''افادات غالب'' سید وزیر الحسن عابدی کا ایک اور نادر کام ہے۔ یہ کتاب غالب کی تین نثری تصانیف (۱) لطائف غیبی (۲) سوالات عبدالکریم (۳) تیغ تیز، کا مجموعہ ہے۔ ان تینوں رسالوں کو انہوں نے تصحیح و تحقیق کے بعد نہایت عمدگی کے ساتھ مدون کر کے شائع کیا۔ غالب کے فارسی کلام کی ترتیب و تدوین بھی عابدی کا اہم کارنامہ ہے۔ ۱۹۶۹ء میں غالب صدی کے موقع پر انہوں نے ''غزلیات فارسی''، ''سبد چیں'' اور ''گل رعنا'' کو نہایت احسن طریقے سے ترتیب دے کر شائع کیا۔ غالب کی فارسی غزلیات کو انہوں نے سات ادوار میں تقسیم کیا۔ متنی اغلاط کی حواشی میں نشاندہی کی اور جہاں ممکن ہو سکا غزل کی تاریخ بھی درج کر دی۔

''پنج آہنگ'' (۱۹۶۹ء) کی ترتیب و تدوین میں بھی عابدی نے نہایت عرق ریزی کے ساتھ کام کیا۔ ہر آہنگ کے ذیلی مندرجات میں انہوں نے متعلقہ عنوان کے مقابل صفحۂ آغاز کا شمارہ درج کیا۔ نیز آہنگ پنج میں ہر مکتوب الیہ کے نام کے خطوط اور ہر خط کے صفحۂ آغاز کی نشاندہی کر دی اور جہاں کسی کے نام ایک ہی خط تھا وہاں انہوں نے صرف مکتوب الیہ کے نام کے مقابل صفحۂ آغاز کو درج کیا۔ اسی طرح لغات و مصادر و معانی والے حصے کو فرہنگ نویسی کی طرز پر ترتیب دیا اور اضافتوں کے اظہار کا بھی التزام رکھا۔

بلاشبہ تصانیف غالب کی ترتیب و تدوین نے عابدی کو غالب شناسی کو صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ یہ ان کی محنت، محبت اور غالب سے بے لوث عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس تدوینی کام میں انہوں نے ضروری مقامات پر پُر مغز حواشی بھی رقم کیے ہیں اور اس کے علاوہ علائم و رموز، ضمیموں کی تفصیل، اختلاف نسخ، اشارات غالب، انتقادات غالب، فرہنگ غالب، عروض غالب وغیرہ جیسے عنوانات کے تحت سیر حاصل بحثیں بھی کی ہیں۔ مختلف کتب کے آخر میں اشخاص و اماکن اور ماخذ کی تفصیل بھی درج کی ہے۔

مختصر یہ کہ تصانیف غالب کی تحقیقی اشاعتیں سید وزیر الحسن عابدی کے برسوں کے ریاض اور غالب شناسی میں ان کے منفرد شغف اور حیثیت کی آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ تخلیقی اعجاز کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ بات دعوے سے کہی جا سکتی ہے کہ غالب صدی کے موقع پر جو بھی تدوینی

کام ہوا ہے اس میں موصوف کا کام معیار اور مقدار دونوں کے اعتبار سے گراں قدر اہمیت کا حامل ہے۔اس حوالے سے غالب شناسوں میں وہ اہم مقام رکھتے ہیں۔

۵۔سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی (وفات۔لاہور: ۱۹۸۷ء)

پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں مولانا فاضل لکھنوی کا نام خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ بنیادی طور پر ایک اعلیٰ پائے کے محقق اور مدون ہیں۔تصانیف غالب کی تدوین میں مولانا فاضل لکھنوی نے اپنی محققانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔جس کی بنا پر انہیں غالب شناس ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔غالب کے بارے میں مولانا فاضل کا پہلا باقاعدہ کام ''عودِ ہندی'' کی تدوین ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۶۸ء میں منظرِ عام پر آیا (۲۸)۔عودِ ہندی کا پہلا ایڈیشن (میرٹھ: ۱۸۶۸ء) اغلاط سے بھرپور تھا۔ بعد میں اس کے جتنے بھی ایڈیشن شائع ہوئے غلطیوں سے ماورا نہیں تھے۔چنانچہ مولانا فاضل نے اُسے پہلی مرتبہ حواشی وتعلیقات کے ساتھ صحیح متن میں ترتیب دے کر شائع کیا۔یہ مولانا کی محققانہ بالغ نظری تھی کہ انہوں نے تصحیح متن کے ساتھ ساتھ خطوط کی تاریخوں کے تعین، حل اشارات، فہرست مضامین اور مختلف اشاریوں کی ترتیب میں بڑی محنت اور دیدہ ریزی کا مظاہرہ کیا۔

''عودِ ہندی'' کی مقبولیت کے بعد مولانا فاضل کا دوسرا اہم کارنامہ ''اُردوئے معلیٰ'' کی تدوین واشاعت ہے۔یہ مجموعہ تین جلدوں میں ترتیب دے کر غالب صدی کے موقع پر شائع کیا گیا (۲۹)۔ ان خطوط کی تدوین میں انہوں نے بڑی محنت اور جانکاہی کا ثبوت دیا۔انہوں نے تدوینِ متن کے تمام معیارات کو برقرار رکھا۔جس سے غالب کے خطوط کی علمی وادبی اہمیت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔اگرچہ قبل ازیں مہیش پرشاد (۳۰)۔اور مالک رام (۳۱) نے بھی خطوطِ غالب مرتب کیے لیکن ان کے ہاں کثرتِ اغلاط کے باعث یہ مجموعے زیادہ قابلِ اعتبار نہیں رہے تھے۔اس کے برعکس مولانا فاضل لکھنوی نے اپنے مجموعے کی تیاری میں اُردوئے معلیٰ طبع اول (اکمل المطابع، ۱۸۶۹ء) اور حصہ دوم (مطبع مجتبائی، ۱۸۹۹ء) کو پیشِ نظر رکھا۔ان کے علاوہ قدیم رسائل سے بھی استفادہ کیا اور بڑی محنت کے ساتھ یہ مجموعہ ترتیب دیا۔''عودِ ہندی'' کی ترتیب ہو یا ''اُردوئے معلیٰ'' کی تدوین، مولانا فاضل لکھنوی نے جس دیدہ ریزی سے کام لیا اور جیسی جان کھپائی وہ ان کی سرخروئی کے لیے کافی ہے۔ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا کے مطابق:

''مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی کی ادبی کاوشیں میرے خیال میں ناقابلِ فراموش ہیں.........غالب اور محمد حسین آزاد کے مکاتیب کو انہوں نے جس سلیقے محبت اور محنت سے مرتب کیا ہے اور نہایت قابلِ قدر حواشی کے اضافے سے شائع کرایا ہے وہ ایسے نہیں کہ جن سے اُردو ادب کا کوئی باذوق قاری صرفِ نظر کر سکے'' (۳۲)۔

غالبیات میں مولانا فاضل لکھنوی کا ایک نادر کام کلیات غالب فارسی (تین جلدیں) کی ترتیب و تدوین بھی ہے۔ یہ کلیات ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی (۳۳)۔ مولانا فاضل کا یہ کام نہایت عمدہ اور نادر ہے۔ اس کلیات کی ترتیب یں انہوں نے ہر صنف کو الگ الگ مقام پہ رکھا ہی۔ قبل ازیں کلیات کے کئی ایڈیشن برصغیر میں مرتب ہو کر شائع کیے گئے لیکن مولانا فاضل کے ہاتھوں مرتبہ کلیات کو اس اہتمام کے ساتھ شائع کیا گیا کہ اس کی افادیت ان سب کلیات سے زیادہ نمایاں اور جامع ہے جو پاکستان کی علمی برتری کا ثبوت ہے۔ اسی طرح ''مثنوی ابر گہربار'' کی ترتیب و تدوین بھی مولانا فاضل کا اہم کارنامہ ہے اور ان کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مولانا فاضل کے ہاتھوں غالبیات پر ہونے والا تمام کام تحقیقی اور تدوینی نوعیت کا ہے اور تحقیق و تدوین کا کام انتہائی وقت طلب ہوتا ہے لیکن مولانا فاضل لکھنوی نے یہ سارا کام جس دیدہ ریزی سے سرانجام دیا ہے وہ ان کی عظمت کے اعتراف کے لیے کافی ہے۔ ان کے اس کام میں ان کی عرق ریزی، دقت طلبی، ژرف نگاہی، صحت و اصلاح کی پابندی، مآخذ کی تلاش، سند کی جستجو، تحقیق و تجسس اور دوٹوک رائے کا اظہار امتیازی خصوصیات ہیں اور محققین جانتے ہیں کہ تحقیق و ترتیب کے میدان میں اس کام کی کیا اہمیت ہے۔ غالب پر کتابی حجم کے علاوہ ان کے کم و بیش دو درجن کے قریب مضامین و مقالات بھی ہیں جو پاک و ہند کے مختلف جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر خلیق انجم نے مولانا فاضل کی غالب شناسی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''پاکستان کے غالب شناسوں کی صف اوّل میں ان کا شمار ہوتا ہے ....غالب ان کا خاص موضوع تھا۔ غالب پر ان کی معلومات قابلِ

رشک تھیں۔انہوں نے غالب کی کئی تصانیف کو بڑی محنت اور سلیقے سے
مرتب کیا.......... مرحوم کی وفات سے غالبیات میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ
پر نہیں ہوگا" (۳۴)۔

۶۔سید قدرت نقوی (وفات۔کراچی: ۲۰۰۰ء)

پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو آگے بڑھانے میں ایک اہم نام سید قدرت نقوی کا ہے۔ ۱۹۳۷ء میں ان کی ادبی زندگی کا آغاز اگرچہ ایک افسانہ لکھنے سے ہوا، بعد میں انہوں نے شاعری بھی کی۔لسانی مقالات بھی تحریر کیے۔ ان سب باتوں سے قطع نظر وہ ایک غالب شناس ہیں اور غالب پر تحقیق و تدقیق کرنا اس کا خاص شعار رہا ہے۔ تحقیق کے بارے میں ان کا خاص نقطہ نظر ہے، کہتے ہیں:

"تحقیق کے لیے ضروری ہے کہ وہ موضوع اختیار کیا جائے جس پر پہلے نہ لکھا گیا ہو۔اگر دوسروں کی لکھی ہوئی چیزیں جمع کر کے تحقیق نام دے دیں تو اسے تحقیق نہیں کہا جائے گا" (۳۵)۔

غالبیات پر ان کی سات تحقیقی و تدوینی اور تنقیدی کتب کے علاوہ مختلف رسائل میں شائع ہونے والے بیسیوں مضامین موجود ہیں۔ غالب سی متعلق ان کا پہلا تحقیقی مضمون "غالب اور ٹونک" ہے۔اس مضمون کے بارے میں ۸رفروری ۱۹۵۸ء کو مولانا غلام رسول مہر کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

"میں ہمیشہ گمنامی کی زندگی بسر کرنے کا عادی رہا ہوں۔ایک دوست کے اصرار سے ماہ نو میں ایک مضمون شائع کرا دیا" (۳۶)۔

پھر حاشیے میں وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ مضمون "غالب اور ٹونک" تھا۔غالبیات کے موضوع پر کتابی صورت میں ان کے مضامین کا پہلا مجموعہ "غالب کون ہے؟" کے نام سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا۔یہ مجموعہ دس تحقیقی و تنقیدی مضامین پر مشتمل ہے، جو غالب کی زندگی اور فن کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔غالب کے فن اور کلام پر اٹھائے گئے مولانا نیاز فتح پوری کے اعتراضات کا جواب قدرت نقوی نے جس مدلل انداز میں دیا ہے وہ ان کے تحقیقی و تنقیدی شعور کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

غالب پر ان کے تحقیقی مقالات کا دوسرا مجموعہ "نسخہ شیرانی اور دوسرے مقالات" ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے جس تفصیلی انداز سے نسخہ شیرانی کا تعارف کرایا۔ اختلاف نسخ اور اختلاف متن کی وضاحت حوالوں اور حواشی کی مدد سے کی، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ یہ مقالہ اگرچہ طویل ہے لیکن بے جا طوالت کا حامل نہیں ہے۔ اس کتاب کے دوسرے مضامین بھی تحقیقی و تنقیدی ہر دو، نوعیتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں جو ان کے تنقیدی شعور کے آئینہ دار ہیں۔

غالبیات سے ان کی دلچسپی اس امر سے بھی واضح ہوتی ہے کہ متعدد مسائل پر انہوں نے دیگر غالب شناسوں سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا امتیاز علی عرشی سے ہونے والی ایسی ہی خط و کتابت کا مجموعہ "غالب آگہی" کے نام سے انہوں نے شائع کیا۔ ان مکاتیب میں غالب کے فارسی خطوط کی تاریخیں، غالب کے مختلف تصورات اور غالب سے متعلق لسانی مباحث شامل ہیں۔ یہ مباحث تائیدی و تردیدی نوعیت کے ہیں۔ اگرچہ یہ مباحث نجی افہام و تفہیم کا ذریعہ تھا لیکن غالب سے متعلق ان میں عام افادیت کے کئی پہلو پوشیدہ ہیں۔ قدرت نقوی نے تحقیق کے ساتھ ساتھ تنقید غالب کا بھی حق صحیح طریقے سے ادا کیا ہے۔ "اسرار غالب" (۳۷) ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جن سے ان کا تنقیدی شعور جھلکتا نظر آتا ہے۔ کتاب دس مضامین پر مشتمل ہے۔ تمام مضامین غالب کے فکر و فن اور آہنگ کے مطالعے میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ "غالب کے صد رنگ" کے عنوان سے ان کی ایک اور کتاب ہے جو پندرہ مضامین پر مشتمل ہے۔ جن سے غالب کی شخصیت اور فن کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

سید قدرت نقوی کی غالب شناسی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب ۱۹۹۸ء میں دیوانِ غالب کا "نسخہ خواجہ" منظرِ عام پر آیا اور ڈاکٹر تحسین فراقی نے اس کے اصل حقائق سے پردہ اٹھایا تو پاک و ہند کے دوسرے نامور محققین کے ساتھ ساتھ قدرت نقوی نے بھی ایک کتابچہ "دیوانِ غالب نسخہ خواجہ یا مسروقہ" کے نام سے شائع کیا۔ انہوں نے اپنی تحقیق کی روشنی میں "نسخہ خواجہ" کے داخلی اور خارجی شواہد سے ثابت کیا کہ یہ نسخہ دراصل نسخہ لاہور ہی ہے کہ جس کا تعارف ڈاکٹر سید عبداللہ، قاضی عبدالودود اور امتیاز علی عرشی کرا چکے ہیں۔

سید قدرت نقوی کی غالب شناسی کا ایک پہلو "تدوین" ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تحقیق کا مکمل حق وہی ادا کر سکتا ہے جو تدوین کے طریقے کار سے مکمل آگاہی اور مزاجی مناسبت رکھتا ہو۔ تدوین کے لیے جن علوم سے واقفیت ضروری ہے تحقیق کے لیے نہیں۔ اس لیے ضروری نہیں کہ ہر

بڑا محقق ایک بڑا مدون بھی ہو۔ بقول رشید حسن خان:

"تحقیق کا کام کرنے والے جس قدر ہر زمانے میں ملتے ہیں، تدوین کا کام کرنے والے اتنے نہیں ملتے، کیونکہ کسی فرد میں یہ سب صفات یکجا ہوں ایسے اتفاقات کم ہوتے ہیں جو شخص تحقیق کا کام کرسکتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ وہ تدوین کا حق بھی ادا کر سکے" (۳۸)۔

قدرت نقوی میں تحقیق و تدوین کی صفات یکجا تھیں۔ انہوں نے غالب پر تحقیق بھی کی، تنقید بھی اور بعض تصانیف غالب کی تدوین میں بھی اپنا لوہا منوایا۔ تدوینِ غالب کے سلسلے میں ان کی پہلی کتاب "ہنگامہ دلِ آشوب" ہے۔ قضیہ، برہان کے سلسلے میں ۱۸۶۷ء میں منظر عام پر آنے والی کتاب "ہنگامہ دلِ آشوب" کو سید عطا حسین نے ۱۹۳۷ء میں رسالہ "اردو" میں ایک مختصر دیباچے کے ساتھ شائع کرایا تھا۔ قدرت نقوی نے اس کی غلطیوں کی نشاندہی کی اور متن کی تصحیح کر کے اس کو از سرِ نو مدون کیا۔ اہم نکات حواشی میں درج کیے نیز متعلقہ اشخاص کا تعارف بھی کرایا۔ قدرت نقوی کے اس بلند پایہ کام کو سراہتے ہوئے جمیل الدین عالی لکھتے ہیں:

"تعارف و حواشی کے لیے ہم سید قدرت نقوی کے ممنون ہیں جو برسوں سے غالبیات میں خاصا نام پیدا کر چکے ہیں۔ سید صاحب نے نہایت محنت سے متن کی تصحیح کی ہے اور دیباچے میں بڑی جامعیت کے ساتھ قاطع برہان پر بحث کی تفصیلات درج کی ہیں" (۳۹)۔

غالبیات پر قدرت نقوی کا دوسرا کام "گلِ رعنا مع آشتی نامہ، غالب" کی تدوین ہے، قدرت نقوی سے پہلے اگرچہ اس کے دو مخلوطے مدون ہو چکے تھے لیکن انہوں نے متن کی تصحیح کی، حواشی لکھے، قدیم املا کو جدید املا میں ڈھالا اور اختلافِ نسخ کی وضاحت کی۔ بلاشبہ یہ سب کام نہایت مشکل اور پیچیدہ نوعیت کے تھے لیکن قدرت نقوی نے اپنی تحقیقی اور تدوینی صلاحیتوں کی بنا پر یہ کام بخوبی سرانجام دیا۔

مختصر یہ کہ غالب پر قدرت نقوی کی یہ تحقیقی، تنقیدی اور تدوینی کتب ایک طرف ان کی اعلیٰ صلاحیتوں کا ثبوت ہیں اور دوسری طرف پاک و ہند کے ممتاز غالب شناسوں کی صف میں انہیں بلند مقام و مرتبے پر فائز کرتی ہیں۔ ظفر علی راجا نے ان کی غالب شناسی کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

"غالب پر ان کا یہ تحقیقی کام بہت سی کتب میں موجود ہے۔ ان کے تحقیقی تجسس اور معیار کو جانچنے کے لیے ان کی کتب "غالب کون ہے؟" "غالب آگہی"، "نسخہء شیرانی اور دیگر مقالات"، "دیوانِ غالب نسخہء خواجہ یا مسروقہ ایک جائزہ" کا سرسری مطالعہ ہی کافی ہے"(۴۰)۔

7-ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (وفات۔ لاہور: ۲۰۰۵ء)

عہدِ حاضر کے معروف محقق ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کو غالبیاتی تحقیق و تنقید میں اہم مقام حاصل ہے۔ انہوں نے غالب کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر مختلف جہتوں سے کام کیا ہے جس کے باعث غالبیاتی سرمائے میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ اُردو تحقیق کا دامن بلاشبہ صاحب اسلوب محققین سے خالی نہیں ہے لیکن اپنی بات کو معتبر دلائل اور خاص حسنِ ترتیب و تنظیم کے ساتھ پیش کرنے کا جو سلیقہ ڈاکٹر معین الرحمٰن کو حاصل ہے، بہت کم محققین کے حصے میں آیا ہے۔ ان کی تحقیق و تنقید کے ان اوصاف و امتیازات کو معاصرہ اہل علم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں:

"مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ رواں صدی کے آخری تین دہائیوں یعنی گزشتہ تیس برسوں میں جس تواتر و تسلسل، جس انہماک و اغراق جس مستقل مزاجی و خرد بینی، جس مطالعاتی وسعت و تنقیدی بصیرت اور حسن خیال و عمل کے ساتھ، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے کام کیا ہے ان کے کسی دوسرے ہم عمر ہم عصر نے نہیں کیا۔ ہر چند کہ غالب اور غالبیات کے تعلق سے ان کی مطبوعات کی تعداد خاصی ہو چکی ہے۔ پھر بھی ان کے کام کی رفتار میں کوئی کمی نہیں آئی"(۴۱)۔

غالب کے سلسلے میں ڈاکٹر معین الرحمٰن کا پہلا قابلِ توجہ کام "اشاریہء غالب" (۱۹۶۹ء) ہے جو اپنی نوعیت کے منفرد اور قابلِ قدر کام ہونے کے باعث علمی و ادبی حلقوں میں بہت سراہا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں ان کی کتاب "غالب اور انقلاب ستاون" شائع ہوئی۔ 1981ء میں ان کی تحقیقی مقالات کا ایک مجموعہ "تحقیقِ غالب" کے نام سے چھپا۔ ۱۹۸۹ء میں غالب کی ۱۲۰

ویں برسی کے موقع پر ان کا پی ایچ۔ ڈی کا تحقیقی کام "غالبیات کا علمی سرمایہ" کے نام سے شائع ہوا۔ ۱۹۹۰ء میں ان کے تحقیقی مقالات کا دوسرا مجموعہ "تحقیق اور تلاش" شائع ہوا، جس کا ابتدائی اور بڑا حصہ غالبیات ہی سے متعلق ہے۔ "جا گیر غالب" (۱۹۹۴ء) کے نام ان کے تعارف کے ساتھ ایک اہم کتاب مرتب ہو کر شائع ہوئی۔ نقوش غالب (۱۹۹۵ء) بھی اہم ہے، جس کے ذریعے سے غالب اور خود ڈاکٹر معین الرحمٰن کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ رسالہ "تحقیق نامہ" کے غالب نمبر بھی ان کا امتیاز ہیں۔ ان رسائل کی اہم نگارشات پر مبنی انتخاب "تحقیق نامہ، غالب" (۱۹۹۸ء) ڈاکٹر معین کا اہم کارنامہ ہے۔

جا گیر غالب (پرتھوی چندر) کی طرح "غزل، غالب اور حسرت" (رشید احمد صدیقی) اور وقار غالب (سید وقار عظیم) کی ترتیب اور اشاعت بھی ڈاکٹر معین الرحمٰن کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ لطائف غیبی (۱۹۹۵ء) اور دیوانِ غالب نسخہ خواجہ (۱۹۹۸ء) کی ترتیب و تدوین اور اشاعت غالب شناسی کی طرف ان کی ایک اہم جست اور سنگِ میل خیال کیے جاتے ہیں۔ ان تحقیقی اور تخلیقی کاوشوں کے علاوہ غالب سے ان کی بے پناہ محبت کا ایک اہم حوالہ ان کا ذخیرہ غالبیات ہے، جس کے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں:

> "چلیے مان لیا کہ میرا ذخیرہ غالبیات بہت مضبوط ہے لیکن یہ "بے مثال" بہر حال نہیں ہے۔ کراچی میں غالب کے عاشقِ صادق آفتاب احمد خاں کا ذخیرہ اور ملتان کا ایک ذخیرہ غالبیات شہرت رکھتا ہے.......... میرے شخصی ذخیرہ غالب کی سب سے قیمتی اور نادر چیز "دیوانِ غالب" کا وہ طلائی اور قلمی نسخہ ہے جس پر غالب کے اپنے قلم کی اصلاحیں ہیں، اس نسخے میں وسط ۱۸۵۲ء تک کا اُردو کلام غالب آ گیا ہے" (۳۲)۔

ڈاکٹر معین الرحمٰن نے غالبیات کے حوالے سے جو نئے تحقیقی رویے متعارف کرائے ہیں وہ ان کا سرمایہ اور ان کے غالب شناس ہونے کا ثبوت ہیں۔ انہوں نے غالبیاتی تحقیق کو جو وقار اور معیار عطا کیا ہے۔ ان کی ان خدمات کو بے حد سراہا گیا۔ پاک و ہند کے معاصرین علم و ادب نے ان کی تحقیق و تنقید کی اہمیت اور افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں ہمیشہ داد و تحسین سے نوازا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر خلیق انجم ان کی عظمت کے اعتراف میں کہتے ہیں:

''ڈاکٹر سید معین الرحمٰن ایک باصلاحیت اور ذمہ دار محقق ہیں۔ وہ اپنے موضوع کا بھرپور احاطہ کرتے ہیں۔ انہوں نے بہت سی نئی باتیں کہی ہیں لیکن وہ نئی بات کہنے کے شوق میں حقائق کو توڑ موڑ کر پیش نہیں کرتے۔ پاکستان میں غالب محققین میں ان کا نام سرفہرست ہے''(۴۳)۔

اس طرح ڈاکٹر معین الرحمٰن کی محققانہ بالغ نظری کو سراہتے ہوئے محمد علی صدیقی نے ان کے علمی کارناموں کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:

''ڈاکٹر معین الرحمٰن ان چند صفِ اول کے محققین میں سے ایک ہیں، جنہوں نے کمال سنجیدگی اور عرق ریزی کے ساتھ مختلف موضوعات پر کامیابی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن نے غالبیات کے شعبے کی جانب بطور خاص توجہ دی ہے لیکن انہوں نے دوسرے موضوعات پر بھی قابلِ تحسین کام کیا اور خوشی کی بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ جاری ہے اور زیادہ لگن اور توانائی کے ساتھ''(۴۴)۔

۸۔ ڈاکٹر وحید قریشی (وفات۔ لاہور: ۲۰۰۹ء)

اُردو زبان وادب کے خدمت گزاروں میں ڈاکٹر وحید قریشی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے دیگر علمی حیثیتوں کے علاوہ غالب شناسی کے حوالے سے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہوں نے اپنی محققانہ بالغ نظری کے نتیجے میں ''نذرِ غالب'' کے عنوان سے ایک وقیع اور جامع کتاب تصنیف کی ہے۔ یہ کتاب آٹھ مقالات پر مشتمل ہے جو ڈاکٹر وحید قریشی کی غالب سے خاص وابستگی کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر ایس۔ اے رحمان لکھتے ہیں:

''نذرِ غالب، ڈاکٹر وحید قریشی کے مقالات کا مجموعہ ہے، اس میں چند ایک تحقیقی مضامین اور متعدد تنقیدی جائزے شامل ہیں۔ کچھ اس میں سے مطبوعہ ہیں اور کچھ غیر مطبوعہ، ڈاکٹر وحید، ادیب بھی ہیں اور ساتھ ہی تیشہء تحقیق کے مردِ شیر اور میدانِ تنقید کے شہسوار بھی۔ متوخر الذکر دونوں اصنافِ تحریر میں متعدد کتابیں ان کے قلم سے نکل کر اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں''(۴۵)۔

نذرِ غالب میں شامل تمام مقالے اپنی جگہ اہم اور خاصے معلوماتی نوعیت کے حامل ہیں۔ان مقالات سے غالب شناسی کے کئی بند در وا ہوتے ہیں۔ان میں سے کوئی بھی مقالہ سطحی یا رسمی نہیں ہے۔ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ٹھیک کہا ہے کہ......

''معدودے چند حضرات ایسے ہیں جو انتقادِ غالب میں تحقیقی سرمائے سے استفادے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ڈاکٹر وحید قریشی بنیادی طور پر محقق ہیں لیکن تنقید میں بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں......مرزا غالب پر ان کے مضامین کا مجموعہ ''نذرِ غالب'' اس امر کی واضح شہادت ہے۔ اس میں تحقیقی مضامین بھی ہیں اور تنقیدی مضامین بھی لیکن دونوں جگہ تحقیق و تنقید ایک دوسرے کے سہارے چل رہے ہیں''(۴۶)۔

اس کتاب کا آخری مقالہ ''غالب کا نظریہء شعر'' زمانی اعتبار سے ڈاکٹر وحید قریشی کا قدیم ترین مضمون ہے۔یہ مئی ۱۹۵۲ء کا لکھا ہوا ہے اور ۱۹۵۳ء میں شائع ہو چکا ہے(۴۷)۔جبکہ کتاب کا دوسرا مقالہ ''غالب اور نسخہء شیرانی'' زمانی لحاظ سے کتاب کا تازہ ترین مقالہ ہے جو ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا تھا(۴۸)۔اس طرح ''نذرِ غالب'' ۱۹۵۲ء سے ۱۹۶۹ء تک کے سترہ برسوں کا حاصل ہے۔

''غالبیات'' کے سلسلے میں ڈاکٹر وحید قریشی کا ایک اہم کارنامہ رسالہ ''صحیفہ'' کی ادارت اور اس کے تحت اہم غالب نمبر شائع کرنا ہے۔ان کی ادارت میں جو نمبر شائع ہوئے ان میں ڈاکٹر وحید قریشی نے غالبیات سے شغف رکھنے والوں کے لیے ایسا تحقیقی و علمی مواد جمع کر دیا ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے خاص طور پر ممد و معاون ثابت ہوگا۔بلاشبہ یہ ڈاکٹر وحید قریشی کا ایک خاص کارنامہ ہے کہ انہوں نے بھارت اور پاکستان کے چوٹی کے ادیبوں اور نقادوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا اور قاضی عبدالودود اور اندلیب شادانی جیسے اہلِ علم سے نئے مضامین لکھوائے۔ ڈاکٹر وحید قریشی کے اس کارنامے کو سراہتے ہوئے انتظار حسین لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر وحید قریشی ایک نامی گرامی محقق ہیں۔انہوں نے اپنے مزاج کے مطابق شاعر سے انصاف کیا ہے اور کثیر تعداد میں تحقیقی مضامین فراہم کر کے غالب کے بارے میں دادِ تحقیق دی ہے''(۴۹)۔

انہوں نے "صحیفہ" کے پانچ غالب نمبر شائع کر کے غالب شناسی کا حق ادا کیا ہے۔ یہ تمام قابل قدر غالب نمبران کے حسنِ ترتیب اور غالب کے نام اور کام کو چار دانگِ عالم میں پھیلا دینے کے حوالے سے ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

المختصر، ڈاکٹر وحید قریشی نے انتہائی سچائی اور صداقت کے ساتھ غالب کی شخصیت اور فن کے کئی گمنام گوشوں کو سامنے لا کر جو گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں وہ نہ صرف لائق تحسین ہیں بلکہ غالب شناسی کی روایت کو پروان چڑھانے میں ان سے بہت مدد ملتی ہے۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کے مطابق:

> "غالب پر ہر لکھنے والے کو میں بہت عزیز جانتا ہوں، لیکن اگر آپ تحقیق غالب میں پاکستان کی حد تک لکھنے والوں میں صرف "ایک نام" سننے پر اصرار کریں تو اس حوالے سے میں "ڈاکٹر وحید قریشی" کا نام بہت احترام سے لوں گا" (۵۰)۔

۹۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری (وفات۔ کراچی: ۲۰۱۳ء)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری عہد حاضر کے نامور اہل قلم ہیں۔ ان کی دیگر علمی خدمات اپنی جگہ لیکن غالب پر ان کی محققانہ نظر ان کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کی ہمہ گیر شخصیت کا ایک متنوع پہلو تحقیق و تنقید غالب کی صورت میں اجاگر ہوتا ہے۔ جو اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر معین الرحمٰن کے مطابق:

> "ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے جس تواتر اور انہماک کے ساتھ تنقید اور تحقیق کو اپنا شغل اور شعار بنایا ہے اس کی کوئی دوسری مثال ہماری کسی یونیورسٹی کے کسی اُردو شعبے سے پیش نہیں کی جا سکتی۔ غالب سے فرمان صاحب کو ایک گونہ شغف ہے" (۵۱)۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے غالب پر جو کچھ لکھا ہے وہ یا تو کتب کی صورت میں ہے یا پھر مضامین و مقالات ہیں جو ملکی اور غیر ملکی رسائل و جرائد کی زینت بنے ہیں اور ان کی غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

غالب پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی پہلی کتاب ''غالب، شاعر امروز و فردا'' (۱۹۷۰ء) کے نام سے ہے۔ اس میں بعض تحقیقی اور بعض تنقیدی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین کے بارے میں ان کا اپنا بیان دیکھیے جو کتاب کے مقدمے میں شامل ہے:

''غالب کی زندگی اور فن کے بارے میں بعض نئی معلومات، نئے تجربے اور نئی تاویلیں بھی ملیں گے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ ان سے غالب کو نئے زاویے یا کم از کم میرے زاویے سے دیکھنے یا دکھانے میں مدد ملے گی'' (۵۲)۔

ستار طاہر نے اس کتاب کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

''غالب شاعر امروز و فردا'' ایک ایسی تصنیف ہے جو غور و فکر اور نئے خیالات اور گوشوں کو سامنے لانے کے تقاضے پورے کرتی ہے'' (۵۳)۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب پر دوسری تصنیف ''تمنا کا دوسرا قدم اور غالب'' (۱۹۹۵ء) کے عنوان سے ہے۔ یہ کتاب آٹھ مختلف مقالات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ان کی پہلی کتاب کے پچیس سال بعد شائع ہوئی۔ اس میں ان کی تنقیدی و تحقیقی بصیرت ارفع نظر آتی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں ان کے اسلوب کی توانائی محسوس کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ''تعبیراتِ غالب'' (۲۰۰۲ء) ان کی تیسری کتاب ہے۔ جو تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کے کل اکیس مقالات کا مجموعہ ہے سوائے دو چار کے باقی مقالات وہ ہیں جو اس سے قبل ان کی ابتدائی دو تصانیف میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب کی غرض و غایت اور ضرورت و اہمیت کے بارے میں ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''اردو کے ناقدین تقریباً دو سو سال سے لگے ہوئے ہیں مگر اپنی کاوشوں سے نہ تو وہ خود کو مطمئن کر سکے اور نہ دوسروں کو۔ بلکہ ہوا یہ کہ ان کی تعبیریں، کلام غالب کی مزید تعبیروں کے لیے جواز پیدا کرتی گئیں۔ زیر نظر کتاب تعبیراتِ غالب انہی تعبیرات کے سلسلے کی ایک کڑی ہے'' (۵۴)۔

''غالب اور غالبیات'' ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب پر چوتھی تصنیف ہے جو 2005ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں غالب کے حوالے سے کچھ تبصرے اور کچھ تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین شامل ہیں۔ اسی طرح ''غالبیات اور نیاز فتح پوری'' کے عنوان سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالبیات پر پانچویں کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے بڑی دیدہ ریزی سے کام کیا۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے غالبیاتی سرمائے کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ تمام کتابیں پاکستان میں غالب شناسی کی روایت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے میں بڑی مدد دیتی ہے۔ ان کتب کے ذریعے سے ایک طرف تو ڈاکٹر فرمان کی محققانہ عرق ریزی اور ناقدانہ بالغ نظری کا اندازہ ہوتا ہے اور دوسری طرف غالب کی شخصیت اور فن کے بے شمار نئے نقوش سامنے آتے ہیں۔ دیوان غالب کی شرح بھی ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا اہم کارنامہ ہے اس شرح سے بھی غالب کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ان تمام کتابوں پر جامع تبصرے متعلقہ ابواب میں موجود ہیں۔ بلاشبہ یہ تمام علمی سرمایہ ذخیرہ، غالبیات میں اہم مقام رکھتا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا غالبیاتی سرمایہ ان کے غیر معمولی تنقیدی و تحقیقی شعور کا مظہر ہے۔ ان کتب کا ایک نمایاں امتیاز ان کا جیتا جاگتا اسلوب ہے۔ ایسی روشن، صاف اور سہل علمی نثر جس کے تار و پو میں جذبے کی گرمی، نظر کی وسعت، ذوق کی صحت اور بیان کی ایمائیت گھل مل کر ایک ہو گئی ہو، اب ہمارے ہاں نایاب کے حدود میں داخل ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے غالبیات پر ہونے والی دیگر مصنفین کی تصانیف پر تبصرے بھی ان کی غالب شناسی کے غماض ہیں۔ یہ تبصرے بطور غالب شناس نہ صرف ان کے فکر و فن کے نئے زاویوں اور ارتقاء کی انوکھی منزلوں کی نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ان راستوں کا تعین بھی کرتے ہیں جو ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے قرب غالب کے لیے اختیار کیے۔ غالبیات پر مختلف کتابوں پر کیے گئے یہ تبصرے ریڈیو پر بھی نشر ہوئے اور ادبی رسائل بالخصوص ''نگار'' کے صفحات کی زینت بھی بنے۔ اس سے ان کی غالب شناسی کا دائرہ بہت وسیع ہوتا گیا بلکہ یوں کہیے کہ غالب پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی اپنی نگارشات جہاں ان کی غالب شناسی کی عکاس ہیں، وہاں انہوں نے متعدد غالب شناسوں کی تصانیف کو متعارف کرا کے غالب کی مقبولیت میں اضافہ کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

ان سب باتوں سے بڑھ اہم بات یہ ہے کہ ڈاکٹر فرمان جہاں علم و ادب کے دیگر موضوعات میں منہمک رہتے ہیں وہاں انہوں نے غالب سے اپنی والہانہ عقیدت کو بھی کم نہیں ہونے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آج تک غالب کے بارے میں سوچتے اور لکھتے چلے آ رہے ہیں۔ بقول ڈاکٹر سید معین الرحمٰن:

> ''خوش آئند بات یہ ہے کہ غالب کے بارے میں فرمان صاحب ہنوز برابر سوچ رہے ہیں، لکھ رہے ہیں اور ان کا قلم آج بھی غالب کی کھوج میں رواں دواں ہے''(۵۵)۔

۱۰۔لطیف الزماں خاں (وفات۔ملتان:۲۰۱۳ء)

غالب شناسوں کی فہرست میں پروفیسر لطیف الزماں خاں کا شمار بھی اہمیت سے خالی نہیں۔غالبیات کے حوالے سے ان کا شمار اگرچہ ایک مرتب اور مترجم کی حیثیت سے ہوتا ہے لیکن ان کی غالب شناسی کا اہم اور مستند حوالہ ملتان میں ان کا کتب خانہ ہے جو نادر ذخیرہ غالبیات سے بھرا ہوا ہے۔برصغیر کے اطراف واکناف میں غالب پر شائع ہونے والی کوئی کتاب ایسی نہیں جو ان کے ہاں موجود نہ ہو۔غالب ان کا پہلا اور آخری عشق ہے اور وہ اپنے عشق میں قیس وفرہاد سے زیادہ بے لوث اور مخلص پائے گئے ہیں۔غالب کے حوالے سے کتابیں یکجا کرنے کا جو جنوں لطیف الزمان کو ہے اس کا اندازہ فرخ ذبیح کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے:

> ''لطیف الزماں خاں کو اگر کسی کتاب کے لیے چین کا سفر بھی کرنا پڑے تو وہ بلا تامل چلے جائیں گے۔نایاب کتب کے حصول کی خاطر وہ برصغیر پاک وہند کے تمام مشاہیر ادب اور کتب خانوں سے رجوع کرتے ہیں۔ان کی لگن اس امر سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی کتاب پہلے سے موجود ہے، اس کا دوسرا یا کوئی بھی ایڈیشن چھپتا ہے تو اس کو حاصل کرنا اپنا فرضِ اولین سمجھتے ہیں''(۵۶)۔

غالب کے ساتھ ان کی محبت جس قدر والہانہ تھی وہ اس قدر فراخ دل بھی تھے۔ان کی محبت کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ جس طرح وہ غالب کو چاہتے تھے اسی طرح ان کی خواہش تھی کہ دوسرے لوگ بھی غالب کو چاہیں۔چنانچہ ان کا کتب خانہ اہل علم کے لیے ہمیشہ فرشِ راہ بنا رہا ہے۔علم کے متلاشی طلبہ کے لیے لطیف الزماں خاں کی حیثیت ایک شجر سایہ دار کی سی تھی۔ ڈاکٹر محمد ایوب شاہد نے غالب کی شرحوں پر پی ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا ہے۔دیباچے میں لکھتے ہیں:

> ''چند اہم شروح ملتان میں پروفیسر لطیف الزماں خاں کے ذخیرہ سے ملیں اور مجھے یہ سوچ کر افسوس ہوا کہ میں دوسری جگہوں کے چکر لگانے کی بجائے اگر پہلے ہی یہاں آجاتا تو میرا کام بہت آسان ہو جاتا۔حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں غالب پر اس سے بہتر ذخیرہ میں نے نہیں دیکھا''(۵۷)۔

لطیف الزماں کا یہ مخلصانہ التفات صرف طلبہ تک محدود نہیں تھا بلکہ اہل علم اور نامور اہل قلم بھی اس کتاب خانے سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔ مشاہیر ادب نے ہمیشہ اپنی نجی خطوط کے ذریعے سے ان کی غالب شناسی کو سراہا ہے اور ذخیرہ، غالبیات کے سلسلے میں ان کے گراں قدر تعاون کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ محمد انصار اللہ خاں نے جب ''غالب بلوگرافی'' پر کام کیا تو لطیف الزماں خاں کی خدمات بھی حاصل کیں۔ وہ اپنی کتاب کے آغاز میں ''گزارش'' کے زیر عنوان یوں رقم طراز ہیں:

> ''اس کام میں بھی احباب نے ہر طرح تعاون کیا ہے اور میں ان سب کا نہایت ممنون ہوں۔ تین صاحبوں یعنی پروفیسر لطیف الزماں خاں (ملتان)، ڈاکٹر حنیف نقوی، (بنارس) اور جناب مہر الٰہی (علی گڑھ) کا خصوصیت سے ذکر ضروری ہے کہ انہوں نے وہ کیا جو یہی کر سکتے تھے۔ اللہ ان کی نیکیوں کے لیے عمدہ اجر عطا کرے'' (۵۸)۔

لطیف الزماں کے ذخیرہ، غالبیات میں ہر طرح کی کتب موجود ہیں۔ یوں کہیے کہ غالب سے متعلق کون سا ایسا موضوع ہے جو ان کے پاس دستیاب نہ ہو سکے۔ مثلاً غالب کی اپنی اُردو، فارسی (شعری، نثری) تصانیف اور ان کی ہمہ قسم اشاعتیں، غالب پر لکھی گئی تحقیقی و تنقیدی کتب، تراجم، شروح، سوانح عمریاں، اشاریے، رسائل، اخبارات غرضیکہ دو ورقی مضمون سے لے کر مبسوط کتابوں تک ان کے کتب خانے کی زینت ہیں۔

ذاتی کتب خانوں میں لطیف الزماں کے کتب خانے کی اپنی پہچان ہے اور یہ پہچان غالبیات کے حوالے سے ہے۔ پاکستان میں جہاں بھی غالبیات سے متعلق بات ہوتی ہے یا نادر خیرہ، غالبیات کے حوالے سے کوئی گفتگو کی جاتی ہے تو جہاں پاکستان کے دیگر نجی کتب خانوں (۵۹)۔ کا ذکر آتا ہے وہاں لطیف الزماں خاں کا نام بطور خاص لیا جاتا ہے۔ کیونکہ غالبیات کے حوالے سے یہ کتب خانہ باقی سب میں ممتاز ہے۔

غالبیات کے حوالے سے لطیف الزماں کی غالب شناسی کا ایک حوالہ ترجمہ نگاری بھی ہے۔ انہوں نے نامہ ہائے فارسی غالب (مرتبہ: سید اکبر علی ترمذی) کا اردو ترجمہ

"مکتوبِ غالب" کے نام سے شائع کیا(۶۰)۔اس ترجمے کے ذریعے سے قارئین کو غالب کے فارسی خطوط کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔جس سے اس زمانے کے سماجی و سیاسی، معاشی اور ثقافی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ خطوط کا بامحاورہ اُردو ترجمہ ہے۔ جسے ترجمہ نگاری کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔اسی طرح "مہر نیم روز" کا اُردو ترجمہ بھی لطیف الزماں خاں کی فارسی دانی اور غالب شناسی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔یہ بات یہاں اہمیت سے خالی نہیں کہ لطیف الزماں خاں کے پاس "مہر نیم روز" کا ایک مخطوطہ موجود ہے وہ شاید دنیا بھر میں واحد معلومہ مخطوطہ ہے جس کا عکس انہوں نے کتابی شکل میں شائع کر کے آگے اس کا ترجمہ کیا ہے(۶۱)۔لطیف الزماں خاں کا غالبیات کے سلسلے میں ایک نادر کام اور بھی ہے۔انہوں نے مہر الٰہی ندیم کے ساتھ مل کر دو کتابیں ترتیب دی ہیں۔ پہلی کتاب "غالب نکتہ داں" ہے۔ یہ رشید احمد صدیقی کے غالب پر چند مضامین کا مجموعہ ہے۔ جسے مصنف نے حسن و خوبی کے ساتھ ترتیب دے کر شائع کیا۔دوسری کتاب "غالب آشفتہ سر" ہے۔ یہ کتاب نذیر احمد کی تحریر کردہ ہے۔

مختصر یہ کہ لطیف الزماں خاں کے غالبیات پر تصنیفی کام اور ملتان میں ذخیرہ، غالبیات کے لیے کتب کی جمع آوری نے انہیں غالب شناسوں کے حلقے میں شامل کر دیا ہے۔بلاشبہ ان کے کتب خانے کی اہمیت اور افادیت سے نظر نہیں چرائی جا سکتی۔ بطور غالب شناس اور غالب پرست، وہ علم و ادب کی دنیا میں ایک اثاثہ تھے اور اپنی ذات میں ایک پوری انجمن تھے۔انہوں نے اکیلے وہ کام کیا ہے جو غالب کے نام پر کھلے ہوئے ادارے بھی نہیں کر سکے۔وہ اپنی زندگی میں اپنا سارا ذخیرہ، غالبیات، بہاالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان کے سپرد کر گئے تھے۔

۱۲۔ کتابوں میں غالب

غالب شناسی کی روایت میں کچھ ایسے مضامین کی نشاندہی کی جارہی ہے جو مختلف کتابوں میں جزوی حیثیت سے شامل کیے گئے ہیں۔ یہ کتابیں مختلف مضامین کا مجموعہ ہیں اور ان میں دیگر موضوعات پر لکھے گئے مضامین بھی ہیں، ساتھ ہی ایک آدھ مضمون غالب پر بھی لکھا ہوا ملتا ہے۔ ذیل میں ان مضامین کا اشاریہ کتابی کوائف کے ساتھ دیا جارہا ہے جس سے پاکستان میں غالب شناسی کی روایت پروان چڑھتی نظر آتی ہے۔ یہ اشاریہ، مضامین نگاروں کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا جارہا ہے:

۱۔ آرزو چوہدری "غزل اور غالب"

مشمولہ: ادب کی چھاؤں لاہور: بک ورلڈ س ن

۲۔ آفتاب احمد خان "غالب کا غم"

مشمولہ: بہترین ادب (مرزا ادیب۔ مرتب) لاہور: مکتبہ اُردو ۱۹۵۴ء

۳۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر (مرتب) (۱) تین منتخب غزلیات غالب (۲) خطوطِ غالب بنام منشی حبیب اللہ ذکا

مشمولہ: جدید اُردو ادبیات کراچی: فیروز سنز لمیٹڈ ۱۹۷۱ء

۴۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر (مرتب) "میر و غالب"

مشمولہ: لکھنو کا دبستانِ شاعری کراچی: غضنفر اکیڈمی ۱۹۸۷ء

۵۔ اجمل، ڈاکٹر محمد (۱) غالب کا ذوقِ سفر (۲) غالب خستہ

مشمولہ: مقالاتِ اجمل لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ ۱۹۸۷ء

۶۔ احسن فاروقی، ڈاکٹر محمد "غالب کا مزاج"

مشمولہ: فریبِ نظر کراچی: مکتبہ اسلوب ۱۹۶۳ء

۷۔ احمد خاں، سر سید "جناب مرزا اسد اللہ خاں غالب"

مشمولہ: "تذکرہ اہلِ دہلی" کراچی: انجمن ترقی اُردو ۱۹۶۵ء

۸۔ احمد سلیم (مرتب) "غالب......ایک گفتگو"
مشمولہ: موجِ زر لاہور: نگارشات ۱۹۹۰ء

۹۔ احتشام حسین "غالب کا تفکر اور اس کا پس منظر"
مشمولہ: بہترین ادب ۱۹۵۰ء (برکت علی، مرزا ادیب مرتب) لاہور: مکتبہ اُردو ۱۹۵۱ء

۱۰۔ ارتضٰی حسین، سید "غالب کی طنزیات"
مشمولہ: مصروفیات کراچی: گلف گرافکس لمیٹڈ اپریل ۱۹۸۲ء

۱۱۔ اصغر حسین نظیر لدھیانوی "مرزا اسد اللہ غالب"
مشمولہ: جدید اُردو ادبیات کراچی: فیروز سنز لمیٹڈ ۱۹۷۱ء

۱۲۔ افضل خاں، چوہدری محمد (مرتب) "غالب کے چند تذکروں پر ایک نظر......ڈاکٹر سید عبداللہ
مشمولہ: فن تنقید اور تنقیدیں لاہور: مکتبہ عالیہ سن ندارد

۱۳۔ اکرام، شیخ محمد (مرتب) (۱) انتخابِ کلام (۲) تصویر......غالب
مشمولہ: ارمغانِ پاک کراچی: ادارہ مطبوعاتِ پاکستان ۱۹۵۹ء

۱۴۔ الطاف حسین بریلوی، ڈاکٹر "تجزیہء کلام غالب"
مشمولہ: حاصل مطالعہ کراچی: ایجوکیشنل پرنٹنگ پریس ۱۹۶۷ء

۱۵۔ انجم اعظمی "مغل تہذیب اور غالب"
مشمولہ: ادب اور حقیقت کراچی: کراچی اشاعت گھر ۱۹۷۹ء

۱۶۔ انصاری، پروفیسر اسلوب احمد "غالب"
مشمولہ: تنقیدی مقالات (مرزا ادیب۔مرتب) لاہور: لاہور اکیڈمی ۱۹۶۴ء

۱۷۔ انصاری، پروفیسر اسلوب احمد "مرزا غالب کی فارسی غزل"
مشمولہ: ارمغانِ ایران (ڈاکٹر وحید قریشی۔مرتب) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۱ء

۱۸۔ انور سدید، ڈاکٹر (۱) غالب کی مشکل پسندی (۲) غالب کا ذوقِ جمال (۳) غالب کا شعورِ مرگ
مشمولہ: فکر و خیال سرگودھا: مکتبہ اُردو زبان سن ندارد

۱۹۔ برکاتی، حکیم محمود احمد (۱) غالب کے مراسم (۲) غالب کے روابط
مشمولہ: فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون، کراچی: برکات اکیڈمی مئی ۱۹۸۷ء

۲۰۔ تنویر احمد علوی، ڈاکٹر "غالب، مومن، ذوق"
مشمولہ: ذوق۔ سوانح اور انتقاد لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۳ء

۲۱۔ تنہا، محمد یحیٰی "مرزا اسد اللہ خان غالب"
مشمولہ: سیر المصنفین (جلد اوّل) لاہور: عالمگیر الیکٹرک پریس ۱۹۴۸ء

۲۲۔ جابر علی سید (۱) غالب کی ایک غزل مسلسل اور طباطبائی کی شرح (۲) غالب اور قول محال
مشمولہ: تنقید و تحقیق ملتان: کاروانِ ادب ۱۹۸۷ء

۲۳۔ جابر علی سید (۱) غالب کی فطرت (۲) دیوان غالب اُردو کے فارسی دیباچے کا اُردو ترجمہ
مشمولہ: تنقید اور لبرلزم ملتان: کاروانِ ادب ۱۹۸۲ء

۲۴۔ جلیسی، امیر حسنین "اُردو شاعری میں غالب کا مقام"
مشمولہ: بتخانہ شکستم من کراچی: ادبی معیار پبلی کیشنز ۱۹۸۳ء

۲۵۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر "طرز غالب"
مشمولہ: نئی تنقید کراچی: پاکستان نیشنل اکیڈمی ۱۹۸۵ء

۲۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر "فارسی رباعیات غالب کا اُردو ترجمہ"
مشمولہ: معاصرِ غالب لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۹۱ء

۲۷۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر (۱) خطوطِ غالب (۲) خطوطِ غالب کی اہمیت
مشمولہ: ادب کلچر اور مسائل، خاور جمیل (مرتب) کراچی: رائل بک ڈپو ۱۹۸۶ء

۲۸۔ حمید احمد خان "مکاتیب غالب
مشمولہ: تنقیدی ادب (سردار مسیح گل۔ مرتب) لاہور: نذر سنز نومبر ۱۹۵۹ء

۲۹۔ حبیب جالب "میر و غالب بنے یگانہ بنے"
مشمولہ: عہد سزا کراچی: دانیال ۱۹۸۵ء

۳۰۔ حسن عسکری، محمد (۱) غالب کی انفرادیت (۲) میر، غالب اور چھوٹی بحر کا قصہ
مشمولہ: تخلیقی عمل اور اسلوب (محمد سہیل عمر۔ مرتب) کراچی: نفیس اکیڈمی ۱۹۸۹ء

۳۱۔ دین محمد تاثیر، ڈاکٹر (۱) غالب کے ایک شعر کی شرح (۲) غالب کے ایک اور شعر کی شرح
مشمولہ: مقالات تاثیر (ممتاز اختر مرزا۔ مرتب) لاہور: مجلس ترقی ادب جون ۱۹۷۸ء

۳۲۔ رشید احمد صدیقی "غالب کی خوش بیانی"
مشمولہ: نقش ہائے رنگا رنگ (پروفیسر نظیر صدیقی۔ مرتب) ملتان: کاروانِ ادب ۱۹۷۷ء
۳۳۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر "کلام غالب میں رشک کی صورتیں"
مشمولہ: اظہار خیال ملتان: بیکن بکس پبلی کیشنز اگست ۱۹۸۶ء
۳۴۔ ریاض صدیقی "فیض اور غالب"
مشمولہ: دیکھتا ہوں نئے دریچے سے کراچی: قمر کتاب گھر سن ندارد
۳۵۔ رئیس احمد جعفری، سید "مرزا غالب"
مشمولہ: بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد لاہور: کتاب منزل ۱۹۵۷ء
۳۶۔ زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد "غالب اور اکبر کے خطوط"
مشمولہ: اکبر الٰہ آبادی، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۶ء
۳۷۔ زکریا، خواجہ محمد "سودا اور غالب"
مشمولہ: نئے پرانے خیالات لاہور: لاہور اکیڈمی ستمبر ۱۹۷۰ء
۳۸۔ زیدی، ڈاکٹر نظیر حسین (۱) اُردوئے معلی (۲) عودِ ہندی
مشمولہ: شخصیات و مباحث کراچی: مکتبہ مسعود ۱۹۸۳ء
۳۹۔ سجاد باقر رضوی (۱) غالب کا پہلا تذکرہ نگار، حالی (۲) غالب ایک زندہ استعارہ
مشمولہ: معروضات لاہور: پولیمر پبلی کیشنز سن ندارد
۴۰۔ سجاد نقوی "غالب ابعادِ ثلاثہ کا شاعر"
مشمولہ: مطالعے لاہور: مکتبہ فکر و خیال مئی ۱۹۸۷ء
۴۱۔ سرور، آل احمد "غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں"
مشمولہ: تنقیدی ادب (سردار مسیح گل۔ مرتب) لاہور: نذر سنز ۱۹۵۹ء
۴۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر (۱) نفسیاتی تنقید کا محبوب موضوع۔ غالب
(۲) غالب کے نفسیاتی مطالعے کی اولین مثال (۳) فرائڈ، ژونگ اور غالب
(۴) غالب شناسی کے تین نفسیاتی زاویے (۵) سلیم احمد اور "غالب کون"
(۶) محمد سوی کلیم اور مقام غزل
مشمولہ: نفسیاتی تنقید لاہور: مجلس ترقی ادب فروری ۱۹۶۸ء

۴۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر (۱) شعور اور لاشعور کا شاعر (غالب)
(۲) غالب: خطوط کے آئینے میں (۳) غالب کی نرگسیت
(۴) مردِ عشق کی مثال۔ غالب (۵) غالب کی شاعری میں جنس
(۶) غالب: آتش زیرپا
مشمولہ: تخلیق، تخلیقی شخصیات اور تنقید لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۹ء

۴۴۔ سلیم اختر، ڈاکٹر (۱) غالب خطوط کے آئینے میں (۲) غالب کی نرگسیت
(۳) مردِ عشق کی مثال۔ غالب
مشمولہ: نگاہ اور نقطے لاہور: جدید ناشرین فروری ۱۹۶۸ء

۴۵۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر (۱) غالب بحیثیت نثر نگار
(۲) غالب کی نثر (۳) غالب بحیثیت صاحب اسلوب
(۴) جدید نثر کے بانی سرسید ہیں یا غالب (۵) یادگار غالب
مشمولہ: لطیفِ نثر لاہور: لاہور اکیڈمی (طبع ثانی) ۱۹۶۵ء

۴۶۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر "یادگار غالب"
مشمولہ: سرسید احمد خان اور ان کے نامور رفقا کی نثر کا فکری و فنی جائزہ
لاہور: مکتبہ کارواں دوسری بار ۱۹۶۵ء

۴۷۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر (۱) غالب۔ معتقد میر (۲) میر و غالب کی چند اہم طرح غزلیں
مشمولہ: نقدِ میر لاہور: آئینۂ ادب ۱۹۵۸ء

۴۸۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر "مرزا غالب کا سفر کلکتہ اور بیدل"
مشمولہ: ارمغانِ ایران (ڈاکٹر وحید قریشی۔ مرتب) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۱ء

۴۹۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر (۱) مرزا غالب کی اُردو نثر (۲) یادگار غالب اور دوسری سوانح عمریاں
مشمولہ: میر امن سے عبدالحق تک لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۶۵ء

۵۰۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر (۱) غالب۔ میرا دوست (۲) غالب کی تصویر آفرینی
(۳) دیوانِ غالب کا ایک نادر نسخہ
مشمولہ: چند نئے اور پرانے شاعر لاہور: اُردو مرکز ۱۹۶۵ء

۵۱۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر "غالب کی غزل"
مشمولہ: سخن ور (حصہ اوّل) لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، طبع ثانی ۱۹۷۱ء
۵۲۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر (۱) مرزا غالب کا حاسہ، انتقاد (۲) غالب کا نظریہ، فن
مشمولہ: مباحث لاہور: مجلس ترقی ادب فروری ۱۹۶۵ء
۵۳۔ شان الحق حقی (۱) غالب کے استعارے (۲) شرح نکاتِ غالب
مشمولہ: نکتہ، راز کراچی: ملت پریس ۱۹۷۴ء
۵۴۔ شیما مجید (مرتب) (۱) غالب کے تخیل کے بنیادی عناصر (۲) غالب کی ایک غزل
مشمولہ: مقالاتِ فیض لاہور: فیروز سنز بار اوّل ۱۹۹۰ء
۵۵۔ صابر علی خان، ڈاکٹر "غالب کی شاعری"
مشمولہ: سعادت یار خان رنگین کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۵۶ء
۵۶۔ طاہر تونسوی، ڈاکٹر "پاکستان میں غالب شناسی کی روایت"
مشمولہ: افکار و تجزیات لاہور: ابلاغ پبلشرز ۲۰۰۲ء
۵۷۔ طاہرہ بانو حجاب "مرزا اسد اللہ غالب"
مشمولہ: خاندانِ لوہارو اسلام آباد: فیروز سنز لمیٹڈ اگست ۲۰۰۲ء
۵۸۔ ظفر الحسن، مرزا "غالب"
مشمولہ: عمر گزشتہ کی کتاب کراچی: ادارہ یادگار غالب جنوری ۱۹۷۸ء
۵۹۔ عابد علی عابد، سید "غالب اور دربار رام پور"
مشمولہ: اسلوب لاہور: مجلس ترقی ادب دسمبر ۱۹۷۱ء
۶۰۔ عابد حسین منٹو "آج میر و غالب کہاں ہیں"
مشمولہ: نقطہ نظر لاہور: مکتبہ میری لائبریری ۱۹۸۶ء
۶۱۔ عاصی کرنالی "کلامِ غالب۔ مدحِ رسول ﷺ و آلِ رسول ﷺ"
مشمولہ: چراغ نظر کراچی: ایجوکیشن پریس ۱۹۹۲ء
۶۲۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر "غالب کی عشقیہ شاعری"
مشمولہ: روایت کی اہمیت کراچی: انجمن ترقی اُردو ۱۹۵۳ء

۶۳۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر "غالب کی عظمت"
مشمولہ: تنقیدی ادب (مسیح گل۔مرتب) لاہور: نذر سنز ۱۹۵۹ء

۶۴۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر "غالب اور غم دوراں"
مشمولہ: تنقیدی تجربے کراچی: دنیا، بہادر شاہ مارکیٹ ۱۹۵۹ء

۶۵۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر (۱) غالب کی عظمت (۲) غالب کا اجتماعی شعور
(۳) غالب کی غزل میں شوخی کے عناصر
(۴) کلامِ غالب کے نئے زاویے
(۵) غالب کی شاعری کا جمالیاتی پہلو
مشمولہ: شاعر اور شاعری کی تنقید کراچی: دنیا، بہادر شاہ مارکیٹ ۱۹۶۵ء

۶۶۔ عبدالعلیم صدیقی "غالب اور عہد جدید"
مشمولہ: تقابلی جائزے لاہور: مکتبہ عالیہ ۱۹۷۹ء

۶۷۔ عبدالغنی، ڈاکٹر (۱) بیدل اور غالب (۲) مرزا غالب کا سفر کلکتہ اور بیدل
(۳) بیدل اور غالب کی ایک مشترکہ علامت
مشمولہ: فیض بیدل لاہور: مجلس ترقی ادب جون ۱۹۸۲ء

۶۸۔ عبدالقیوم، ڈاکٹر "اُردو نثر میں خطوطِ غالب کی اہمیت"
مشمولہ: تنقیدی نقوش کراچی: انٹرنیشنل پریس ۱۹۶۳ء

۶۹۔ عتیق صدیقی "مرزا غالب مرحوم کا غیر مطبوعہ کلام"
مشمولہ: آئینۂ ابوالکلام آزاد لاہور: مکتبہ شعر و ادب سن ندارد

۷۰۔ عصمت جاوید "غالب کی عملی سوجھ بوجھ فن کے نہاں خانے میں"
مشمولہ: فکرِ پیما حیدر آباد: اعجاز پریس ۱۹۷۱ء

۷۱۔ عقیل، ڈاکٹر معین الدین (۱) غالب اور اُردو کلام کی تصحیح (۲) غالب کی نثری متون
(۳) غالب، ان کے معاصرین اور تلامذہ
(۴) غالب کے متون
مشمولہ: پاکستان میں اُردو تحقیق کراچی: انجمن ترقی اُردو ۱۹۸۷ء

۷۲۔ علی عباس جلال پوری، پروفیسر سید (۱) مرزا غالب اور نظریہ وحدت الوجود
(۲) مرزا غالب کی جمالیات
(۳) مرزا غالب کا کلامِ منقبت
مشمولہ: مقالات جلال پوری لاہور: آئینہ ادب ۱۹۷۹ء

۷۳۔ عندلیب شادانی، ڈاکٹر ''مرزا غالب اور دوسرے غالب''
مشمولہ: تحقیق کی روشنی میں لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۶۳ء

۷۴۔ غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر ''غالب (دہلوی)''
مشمولہ: چند فارسی شعراء حیدرآباد۔ سندھ: المصطفیٰ اکیڈمی ۱۹۸۹ء

۷۵۔ فتح محمد ملک (۱) غالب سے منیر نیازی تک (۲) غالب کے بغیر
مشمولہ: تعصبات لاہور: مکتبہ فنون جون ۱۹۷۳ء

۷۶۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ''غالب کے کلام میں استفہام''
مشمولہ: تحقیق و تنقید کراچی: ماڈرن پبلی کیشنز ۱۹۶۳ء

۷۷۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر (۱) میر و غالب کا درمیانی عہد اور اُردو غزل
(۲) غالب کا اندازِ فکر اور اسلوبِ غزل
(۳) اُردو غزل۔ غالب اور اقبال کا درمیانی عہد
مشمولہ: اُردو غزل کی شعری روایت کراچی: حلقہ نیاز و نگار ۱۹۹۵ء

۷۸۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ''غالب، ذوق، ظفر، انیس و دبیر بحیثیت رباعی نگار''
مشمولہ: اُردو رباعی کراچی: مکتبہ سنگِ میل سن ندارد

۷۹۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ''ایوانِ غالب اور غالب سیمینار''
مشمولہ: دید و باز دید ملتان: کاروانِ ادب ۱۹۸۳ء

۸۰۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ''غالب'' نو دریافت بیاض'' کی روشنی میں
مشمولہ: نیا اور پرانا ادب کراچی: قمر کتاب گھر ۱۹۷۴ء

۸۱۔ فخر الحق نوری، ڈاکٹر ''حیاتِ غالب کی دو صدیاں''
مشمولہ: مطالعات لاہور: پولیمر پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء

۸۲۔ فیض احمد فیض (۱) غالب لائبریری کا افتتاح (۲) غالب لائبریری کی دوسری سالگرہ (۳) انگریزی روزنامے "ڈان" کے لئے فیض سے غالب تک کے موضوع پر ایک گفتگو کا اُردو ترجمہ

مشمولہ: متاعِ لوح و قلم کراچی: مکتبہ دانیال دسمبر ۱۹۷۳ء

۸۳۔ فیض احمد فیض "غالب اور زندگی کا فلسفہ"

مشمولہ: میزان لاہور: ناشرین منہاس سٹریٹ، طبع اوّل، فروری ۱۹۶۲ء

۸۴۔ قاسمی، احمد ندیم (۱) غالب خستہ کے بغیر (۲) غالب کی صد سالہ برسی
(۳) پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟ (۴) جیتا جاگتا غالب
(۵) فکر و فن کا امتزاج۔ غالب (۶) غالب کی حسرتِ تعمیر
(۷) غالب انداز گل افشانیٔ گفتار (۸) غالب کی جستجوئے جمال
(۹) سخن ناشناسی

مشمولہ: پسِ الفاظ لاہور: اساطیر اپریل ۲۰۰۳ء

۸۵۔ قدرت نقوی، سید "غالب سے عبدالحق تک...... اسلوب و ارتقاء"

مشمولہ: نقدِ عبدالحق (ڈاکٹر معین الرحمٰن۔ مرتب) لاہور: نذر سنز اگست ۱۹۶۸ء

۸۶۔ قدرت نقوی، سید (۱) غالب سے مولوی عبدالحق تک (۲) احوالِ غالب اور مولوی عبدالحق

مشمولہ: مطالعہ عبدالحق کراچی: انجمن ترقی اُردو ۱۹۹۷ء

۸۷۔ قدرت نقوی، سید "غالب کا رابطہ فرنگ"

مشمولہ: سب رنگ (عرش صدیقی۔ مرتب) ملتان: پاکستان رائٹرز گلڈ ۱۹۶۴ء

۸۸۔ قدرت نقوی، سید "غالب اور زوالِ عجم"

مشمولہ: لسانی مقالات (حصہ اوّل) اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان جون ۱۹۸۸ء

۸۹۔ قدرت نقوی، سید "غالب اور مسئلہ تذکیر و تانیث"

مشمولہ: لسانی مقالات (حصہ دوم) اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان اگست ۱۹۸۸ء

۹۰۔ کوثر، ڈاکٹر انعام الحق (۱) فغانی اور غالب (۲) گوئٹے اور غالب (۳) غالب اور ناطق (۴) مرزا غالب کے مقطعے (۵) غالب کا ایک شعر (۶) غالب دل گداختہ

مشمولہ: جوئے کوثر کوئٹہ: بابر سٹیشنری مارٹ ۱۹۷۶ء

۹۱۔ محمد حسین خان "اسد اللہ غالب"
مشمولہ: ریاض الفردوس (مرتضیٰ حسین فاضل۔ مرتب) لاہور: شیخ مبارک علی ۱۹۶۸ء
۹۲۔ محمد علی صدیقی (۱) غالب کی جمالیات (۲) غالب اور اقبال ایک تقابلی مطالعہ
مشمولہ: توازن کراچی: ادارہ عصر نو اکتوبر ۱۹۷۶ء
۹۳۔ محمد علی صدیقی (۱) غالب التباس اور حقیقت کے درمیان (۲) غالب اور شاہ ولی اللہ کی تحریک
مشمولہ: مضامین کراچی: ادارہ عصر نو ۱۹۹۱ء
۹۴۔ محمد منور "مرزا غالب کا اسلوبِ نگارش (پنج آہنگ میں)"
مشمولہ: ارمغان ایران (ڈاکٹر وحید قریشی۔ مرتب) لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۱ء
۹۵۔ محمد منور "اقبال اور مرزا غالب"
مشمولہ: علامہ اقبال کی فارسی غزل کراچی: ایوانِ اُردو ۱۹۷۷ء
۹۶۔ محمود شیرانی، حافظ "مرزا غالب کا کلام اُردو و فارسی"
مشمولہ: مقالاتِ شیرانی (جلد سوم) مظہر محمود شیرانی۔ مرتب) لاہور: مجلس ترقی ادب، جولائی ۱۹۶۹ء
۹۷۔ مرتضیٰ زیدی، ڈاکٹر سید "غالب کے ڈرامے"
مشمولہ: شوکت تھانوی لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی ۱۹۸۸ء
۹۸۔ مسیح گل "خصوصیاتِ کلام غالب"
مشمولہ: تنقیدی ادب لاہور: نذر سنز پبلی کیشنز ۱۹۵۹ء
۹۹۔ مظفر علی سید "غالب کے ناخن"
مشمولہ: اُردو کا بہترین انشائی ادب (ڈاکٹر وحید قریشی۔ مرتب) لاہور: مکتبہ میری لائبریری ۱۹۶۴ء
۱۰۰۔ معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید (۱) غالب کے اصلاح دیوان کا ایک اہم قلمی نسخہ
(۲) غالب اور مجروح کی نودریافت نگارشات
(۳) "دستنبو" کا ایک منفرد قیمتی ایڈیشن
(۴) جاگیرِ غالب میں غالب کی قلمی تحریر اور مہریں
(۵) قدر نامہ غالب اور اسکی ابتدائی اشاعتیں
(۶) دیوانِ غالب کی معاصر اشاعتیں
مشمولہ: تحقیق و تلاش لاہور: مقبول اکیڈمی ۱۹۹۰ء

۱۰۱۔ ممتاز حسین، پروفیسر ''غالب کا نظریہ شعر''
مشمولہ: نئی قدریں لاہور: استقلال پریس ۱۹۵۳ء

۱۰۲۔ ممتاز حسین، پروفیسر ''غالب ایک تہذیبی قوت''
مشمولہ: ادب اور شعور کراچی: ایجوکیشنل پریس نومبر ۱۹۶۴ء

۱۰۳۔ ممتاز حسین، پروفیسر ''غالب ایک آفاقی شاعر''
مشمولہ: نقدِ حرف کراچی: مکتبۂ اسلوب ۱۹۸۵ء

۱۰۴۔ منظور حسین، خواجہ ''غالب''
مشمولہ: اُردو غزل کا خارجی روپ بہروپ لاہور: مکتبۂ کاروان ۱۹۸۱ء

۱۰۵۔ منظور حسین، خواجہ ''غالب۔ امیرن کی سہرا افگنی کا شعر کے ایمائی پیرائے میں ذکر سب سے پہلے غالب کی نو دریافت بیاض میں ملتا ہے''۔
مشمولہ: تحریکِ جدوجہد بطور موضوعِ سخن لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن سن ندارد

۱۰۶۔ منظور حسین، خواجہ ''اقبال اور غالب کا موازنہ''
مشمولہ: اقبال اور بعض دوسرے شعراء اسلام آباد: بنیادِ ملی کتب ۱۹۷۷ء

۱۰۷۔ منہاس، غلام حسن ''غالب کی تاریخ گوئی''
مشمولہ: فنِ تاریخ گوئی لاہور: نقوش پریس ۱۹۸۹ء

۱۰۸۔ ن۔ بخاری (۱) غالب کی شاعری کا سیاسی وسماجی پس منظر (۲) یادگارِ غالب کی افادیت
مشمولہ: اشارات میر پور خاص: پاک یونین سٹور پبلشرز ۱۹۶۷ء

۱۰۹۔ ناصر، سعادت خان ''مرزا نوشہ اسد اللہ خان تخلص غالب''
مشمولہ: خوش معرکہ زیبا لاہور: مجلس ترقی ادب مارچ ۱۹۷۲ء

۱۱۰۔ نظیر صدیقی (۱) غالب کی فنکارانہ ہمہ گیری (۲) غالب کے رد کردہ اشعار
(۳) کلام غالب کے نکتہ چیں
مشمولہ: تفہیم و تعبیر ملتان: کاروانِ ادب ۱۹۸۳ء

۱۱۱۔ نعیم الدین زبیری، حکیم ''غالب پر چھپنے والے خاص نمبر پر مختصر تبصرے''
مشمولہ: اشاعت ہائے خاص اُردو رسائل کراچی: ہمدرد فاؤنڈیشن ۱۹۸۴ء

۱۱۲۔ نیازی، پروفیسر اے۔ جی (۱) غالب کا تخیل (۲) غالب کا نفسیاتی مطالعہ (۳) غالب کے ہاں نظر اور نظارے (۴) غالب کے ہاں عشق کی حیثیت (۵) غالب کے ہاں زندگی (۶) غالب کی خودی اور انانیت

مشمولہ: تنقیدی رس لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس ۱۹۶۵ء

۱۱۳۔ وحید قریشی، ڈاکٹر "یادگارِ غالب"

مشمولہ: کلاسیکی ادب کا تحقیقی مطالعہ لاہور: مکتبہ ادب جدید ۱۹۶۶ء

۱۱۴۔ وحید قریشی، ڈاکٹر "یادگارِ غالب......ایک تحقیقی مطالعہ"

مشمولہ: مطالعہ حالی لاہور: استقلال پریس ۱۹۶۱ء

۱۱۵۔ وزیر آغا (۱) وہ زندہ ہم ہیں (۲) غالب کی آوارہ خرامی (۳) غالب کا ذوقِ تماشا

مشمولہ: نئے مقالات سرگودھا: مکتبہ اُردو زبان ۱۹۷۲ء

۱۱۶۔ وزیر آغا "غالب کا شاعرانہ مزاج"

مشمولہ: اُردو ادب میں طنز و مزاح لاہور: جدید ناشرین ۱۹۶۶ء

۱۱۷۔ وزیر آغا "غالب کی شخصیت"

مشمولہ: تنقید اور احتساب لاہور: جدید ناشرین ۱۹۶۸ء

۱۱۸۔ وقار احمد رضوی "اسماعیل میرٹھی۔ غالب کے شاگرد"

مشمولہ: تاریخ جدید اُردو غزل کراچی: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۸۸ء

۱۱۹۔ ہما اخلاق حسین "اسداللہ خان۔ ردیف وار غزلیات"

مشمولہ: جوئبار کراچی: فیروز سنز سن ندارد

120- Sir Abdul Qadir (1) Ghalib as a Poet

(2) Ghalib as a Master of Urdu Prose

Added in: "Famous Urdu Poets and Writers"

Published by: New Book Society' Lahore

Year: 1969 Pages: 209

۱۳ا۔ ادبی جرائد (غالب نمبر)

پاکستان میں غالب شناسی کی روایات کو زندہ رکھنے میں ادبی رسائل و جرائد نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ غالب کی وفات فروری (۱۸۶۹ء) میں ہوئی۔ اس نسبت سے زیادہ تر پاکستانی جرائد نے فروری ۱۹۶۹ء میں غالب نمبر شائع کیے۔ ویسے دیکھا جائے تو غالب صدی کے اس موقع پر جہاں تصنیف و تالیف کے سلسلے میں بیش بہا کام ہوا ہے اور مختلف تصانیف کی اشاعت سے غالب کی شخصیت و فن کو سراہا گیا ہے، وہاں ادبی جرائد نے نامور اہلِ قلم سے تنقیدی اور تحقیقی نوعیت کے مضامین لکھوا کر شائع کیے اور غالب کو خراجِ تحسین عطا کیا۔ اس سلسلے میں بعض ماہانہ رسائل ایسے بھی ہیں، جنھوں نے ہر سال فروری کے شمارے کو "غالب نمبر" ہونے کے اہتمام سے شائع کیا ہے اور یہ تسلسل رسالے کے آغاز سے اب تک جاری رکھا ہوا ہے۔ البتہ بعض رسائل نے اپنی زندگی میں صرف ایک مرتبہ "غالب نمبر" شائع کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام رسائل نے غالب نمبروں کی اشاعت میں بڑی محنت اور لگن کا مظاہرہ کیا ہے۔ مضامین کے علاوہ غالب کی سادہ و رنگین تصاویر رسائل کے اندر یا سرورق کی زینت بنائی جاتی رہی ہیں۔ مختلف مصوروں کی بنائی ہوئی غالب کی شبیہیں اور اشعارِ غالب پر مبنی خطاطی کے اعلیٰ نمونے بھی ان رسائل میں جگہ پاتے رہے ہیں۔

ذیل میں تمام ادبی جرائد کے "غالب نمبروں" کی تفصیل پیش کی جارہی ہے۔ البتہ ایسے جرائد جو ہر سال فروری میں "غالب نمبر" کی حیثیت سے شائع کیے جاتے رہے ہیں، یہاں صرف ان کے اہم اور قابلِ ذکر شماروں کی تفصیل بیان کی جارہی ہے جبکہ ان دیگر شماروں میں غالب پر لکھے گئے مضامین کو متفرق مضامین کے اشاریے میں درج کیا جائے گا۔ "غالب نمبروں" کا یہ جائزہ رسائل کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ پہلے اُردو رسائل اور ازاں بعد انگریزی رسائل درج کیے جائیں گے۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

1-ادب لطیف......لاہور: (جلد ۶۹، شمارہ ۱۱۔۱۲، سال ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۳۴۴)

ناصر زیدی کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ ماہنامہ نامور قلم کاروں کی نگارشات پر مشتمل ہے ابتداء میں غالب کی نعت، منقبت، نوحہ اور غزل شامل ہیں۔ اس کے بعد تنقیدی و تحقیقی مضامین جن کی تعداد ۱۹ ہے، رسالے کا اہم حصہ ہیں۔ ''بحضور غالب'' کے عنوان سے دس شعراء اکرام کا غالب کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد غالب کی ایک غزل'' یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا'' کا انگریزی ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔ ایک ڈرامہ ''شمع ہر رنگ میں جلتی ہے'' کے عنوان سے شامل ہے۔ جس میں غالب کے عہد کے عروج و زوال کے ساتھ ایک شاعر، ایک ادیب اور ایک انسان کی کہانی پیش کی گئی ہے۔ اس کہانی کو چھ ادوار میں پیش کیا گیا ہے۔ رسالے میں ''گلِ نغمہ'' کے عنوان سے غالب کی زمینوں میں اکسٹھ (۶۱) غزلیں کہی گئی ہیں۔ رسالے کی ابتدا میں اٹھارہ افراد کی تصاویر شائع ہوئی ہیں جنہوں نے ان نگارشات میں حصہ لیا ہے۔ جبکہ رسالے کے آخر میں غالب سے متعلق دس کتابوں پر تبصرے شائع کیے گئے ہیں۔

رسالے کے مشمولات کی فہرست اس طرح ہے:

سخن میں خامہ غالب کی آتش فشانی:

(۱) نعت......غالب (۲) منقبت......غالب (۳) نوحہ......غالب (۴) غزل......غالب

رشکِ فارسی:

انتخاب کلام غالب اُردو	پروفیسر مرزا محمد منور

نقش ہائے رنگا رنگ:

انتخاب اشعار، غزل فارسی غالب	پروفیسر مرزا محمد منور

ذکر اس پری وش کا:

(۱) غالب کی کہانی، غالب کی زبانی	(غالب کے خطوط سے مرتبہ)
(۲) غالب سارے جہاں کے	ڈاکٹر قیوم صادق احمد پوری
(۳) غالب ایک شان ایک قدر	ڈاکٹر آمنہ خاتون
(۴) غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے	ظہیر کاشمیری

(۵) غالب، بت شکن — نوشابہ اختر
(۶) غالب کی ایک پیش گوئی — سید صمد حسین رضوی
(۷) غالب کے کلام کا مطالعہ — سید قدرت نقوی
(۸) غالب کا ایک شعر — سید وزیر الحسن عابدی
(۹) غالب اور قول محال — پروفیسر سید جابر علی جابر
(۱۰) غالب کا جذبہء رشک — ذوالفقار علی آغا ایم۔اے
(۱۱) غالب کا فلسفہ غم — نجمہ جعفری ایم۔اے
(۱۲) غالب جاگیرداری نظام کا مترجہ خواں — پروفیسر اے۔بی۔اشرف
(۱۳) غالب کے چند علمی مباحث (عود ہندی میں) پروفیسر سید نظیر حسنین زیدی
(۱۴) غالب اور سر راس مسعود — محمد حنیف شاہد ایم۔اے
(۱۵) غالب مالہ، وماعلیہ — پروفیسر منظور احسن عباسی
(۱۶) غالب کا خزانہ مستعد — ڈاکٹر ش۔م عارف ماہر آروی
(۱۷) غالب کے چند شاگرد — محمد ایوب قادری
(۱۸) غالب کا ایک شاگرد "یار محمد خان شوکت" عبدالقوی دسنوی
(۱۹) غالب کا ایک گمنام شاگر، صبغت عظیم آبادی ڈاکٹر مناظر عاشق سرگانی
بحضور غالب: اکسٹھ (۶۱) شعراء اکرام کا غالب کو خراج عقیدت
پردہء ساز: شمع ہر رنگ میں جلتی ہے (ڈرامہ)......عشرت رحمانی

-2 (i) اُردو (سہ ماہی) کراچی:

(انجمن ترقی اُردو، کراچی، جلد ۴۵، شمارہ نمبر ا جنوری۔مارچ ۱۹۶۹ء ص ۵۵۱)

یہ رسالہ مشفق خواجہ اور جمیل الدین عالی کے ادارہء تحریر میں شائع ہوا۔ رسالے کے سرورق پر غالب کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ اس رسالے میں مختلف قلم کاروں کی اٹھائیس (۲۸) نگارشات شامل ہیں جو غالب کی شخصیت اور فن کے بارے میں بعض نئے پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ اس شمارے میں تلامذہ غالب کے بارے میں مکاتیب بھی شامل کئے گئے ہیں۔ اس رسالے کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں "سبد باغ دودر" جو غالب کی تصنیف ہے، سید امتیاز علی عرشی کی

تخلیص اور حواشی کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ رسالے کے مشمولات کی فہرست درج ذیل ہے:

(۲۵)	غالب اور تفتہ	سید مرتضیٰ حسین فاضل
(۲۶)	مطالعہ غالب اور اثر لکھنوی	نثار احمد فاروقی
(۲۷)	غالب کی جمالیات	محمد علی صدیقی
(۲۸)	کچھ تلامذہ غالب کے بارے میں	کلب علی خاں فائق
(۲۹)	سید باغ دودر۔ تصنیف: مرزا اسداللہ خاں غالب، تعارف، تلخیص، حواشی (امتیاز علی عرشی)	

3- (ii) اُردو (سہ ماہی) کراچی:

(انجمن ترقی اُردو کراچی، جلد ۴۵، شمارہ نمبر ۲، اپریل۔ جون ۱۹۶۹ء ص ۳۲۴)

یہ رسالہ مشفق خواجہ اور جمیل الدین عالی کے ادارہ تحریر میں شائع ہوا۔ یہ رسالہ غالب کا خصوصی شمارہ حصہ دوم کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اس رسالے میں سولہ (۱۶) مضامین شامل ہیں۔ جن میں غالب کی شخصیت اور فن کا ہر رنگ بھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ ان مضامین میں غالب کی تہذیب کے عروج و زوال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ رسالے کے مشمولات کی فہرست یہ ہے:

(۱) تورانی کون تھے (ڈاکٹر ریاض الحسن) (۲) غالبیہ سے چند نوادر (اکبر علی خان)
(۳) اوج قبول (سید صمد حسین رضوی)۔ (۴) غالب کا سفر کلکتہ (ڈاکٹر محمود الٰہی)
(۵) غالب اور اقبال (بشیر احمد ڈار) (۶) غالب کی انانیت (سلیم احمد)
(۷) غالب کے دو قلمی دیوان اور میر علی بخش خان رنجور (ڈاکٹر سید حامد حسین)
(۸) آشوب آگہی (سید قدرت نقوی) (۹) کچھ غالب کے متعلق (محمد ایوب قادری)
(۱۰) گنجینہ معانی کا طلسم اور مانی الضمیر (ابو محمد سحر) (۱۱) طرز غالب (جمیل جالبی)
(۱۲) سخن در سخن (جمیل جالبی) (۱۳) غالب، حیات و کلام پر ایک قدیم تحریر (ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار)
(۱۴) فیضی کا مذہب (ڈاکٹر اے ڈی ارشد) (۱۵) اُردو کا پہلا ساقی نامہ اور مصنف (حسینی شاہد)
(۱۶) آدینہ بیگ کامل (حالات و کلام)...... محمد اکرم چغتائی

4- (iii) اُردو (سہ ماہی) کراچی:

(انجمن ترقی اُردو، جلد ۴۶، شمارہ نمبر ۱ جنوری۔ مارچ ۱۹۷۰ء ص ۳۹۶)

یہ رسالہ ادارہ کی زیر نگرانی شائع کیا گیا ہے۔ اس شمارہ کا سرورق نو دریافت شدہ دیوان

غالب (نسخۂ عرشی زادہ) کا آخری صفحہ ہے۔ اس شمارے میں غالب پر مختلف افراد کے پانچ (۵) مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ آخر میں "رفتارِ ادب" کے عنوان سے غالب پر لکھی گئی مختلف کتابوں پر تبصرے شامل ہیں۔ رسالے کے مندرجات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب زبان پہلوان (قاضی عبدالودود) (۲) دیوانِ غالب (قلمی نسخہ بھوپال)

(۳) ترمیمیں اور اضافے (ڈاکٹر ابو محمد سحر) (۴) مقدمہ نسخۂ عرشی زادہ (اکبر علی خاں)

(۵) غالب کے اُردو قصیدے (مخمور اکبر آبادی)

5- (i) افکار کراچی:

(مکتبہ افکار کراچی، شمارہ نمبر ۱۷۵۔۱۷۴، سال ۲۱، اشاعت فروری۔ مارچ ۱۹۶۶ء ص ۳۴۰)

یہ جریدہ صہبا لکھنوی کی ادارت میں شائع کیا گیا جسے دس (۱۰) ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ابتداء میں واقعاتِ غالب کے عنوان سے غالب کی زندگی، شخصیت اور فن کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس شمارے میں نئے مضامین کے علاوہ ہر سال فروری کے مہینے میں افکار میں شائع ہو کر مقبول ہونے والے کچھ مضامین بھی یکجا کر دیے گئے ہیں۔ ان میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جو اُردو میگزین علی گڑھ میں شائع ہوئے تھے۔ اس شمارے کے مقالات سے غالب کی زندگی اور فن کی مکمل تصویر کشی ہو جاتی ہے۔ رسالے کے مندرجات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

گوہر نایاب:

(۱) غالب، خودنوشتہ سوانح عمری کا ایک ورق (مولوی عبدالحق) (۲) غالب کا زائچہ (مسلم ضیائی) (۳) منقبتی قصیدہ (غالب) (۴) روئیداد مقدمہ مرزا غالب (ڈاکٹر مولوی عبدالحق) (۵) غالب کا ایک نادر خط (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۶) غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر (تحسین سروری) (۷) آخری خط (غالب)

رعنائی خیال:

(۱) غالب شناسی (ڈاکٹر سید عبداللہ) (۲) غالب، ایک مکالمہ (فیض احمد فیض، مختار زمن) (۳) غالب ایک مابعد الطبیعاتی شاعر (پروفیسر احمد علی) (۴) غالب کی شخصیت (ڈاکٹر وزیر آغا) (۵) مغل تہذیب اور غالب (انجم اعظمی) (۶) غالب، معلوم سے محسوس

تک (سحر انصاری) (۷) غالب پر میر کا اثر (نریش کمار شاد) (۸) غالب کا فارسی کلام (نظیر صدیقی) (۹) غالب اور ظرافت (لطیف اللہ) (۱۰) یورپ میں غالب کا مطالعہ (آغا افتخار حسین) (۱۱) بلائے جاں ہے غالب (عبدالحق افروز)

مجموعۂ خیال:

(۱) غالب کی فارسی شاعری (پروفیسر محمد اسلم قریشی) (۲) غالب کی فارسی تصانیف (مالک رام) (۳) گل رعنا (مالک رام)

نقش ہائے رنگ رنگ:

(۱) انتخاب کلام فارسی (مسلم ضیائی)

گزرگاہ خیال:

(۱) غالب کی عظمت (پروفیسر آل احمد سرور) (۲) دیوان غالب اور اُردو غزل (مجنوں گورکھ پوری) (۳) غالب، حیات وشاعری کے چند پہلو (عبادت بریلوی) (۴) غالب اور ہم (مجتبیٰ حسین) (۵) غالب (رضیہ سجاد ظہیر) (۶) غزل پر غالب کے احسانات (عطا محمد شعلہ) (۷) غاب کا ایک منظوم خط (مسلم ضیائی) (۸) غالب کا انداز (ڈاکٹر صابر علی خاں) (۹) غالب کی تخلیقات (سید محمد تقی) (۱۰) غالب کا غم (ڈاکٹر قاضی عبدالستار) (۱۱) غالب کی عشقیہ شاعری (ڈاکٹر راہی معصوم رضا) (۱۲) غالب، ذوق اور تاریخ (محمد انصار اللہ ناظر) (۱۳) غالب کے خطوط کی ازلی اہمیت (عبادت بریلوی) (۱۴) غالب خطوط کے آئینے میں (اقرار احمد عباسی)

ریختہ رشکِ فارسی: (۱) انتخاب کلام اُردو (صہبا لکھنوی)

خندہ ہائے گل (طنز و مزاح):

(۱) ترقی پسند غالب (کنہیا لال کپور) (۲) شریک غالب (وجاہت علی سندیلوی)
(۳) غالب لالوکھیت میں (مختار زمن)

نوائے سروش:

(۱)دو فارسی غزلیں (غالب) (۲) منظوم ترجمے (رفیق خاور) (۳) اے دبیر الملک (محشر بدایوانی) (۴) احوال واقعی (عبدالرؤف عروج) (۵) لافانی ہے تو (جوہر سعیدی) (۶) غالب، ایک نیا انسان (شبنم رومانی) (۷) مرزا غالب (حزیں لدھیانوی) (۸) نذر غالب (آرزو اکبرآبادی)

انتظاریہ: (۱) الہامی کتاب (عبدالرحمٰن چغتائی)

اخبارِ غالب: (۱) ادبی خبرنامہ (ص۔ل)

6- (ii) افکار کراچی:

(مشہور آفسٹ پریس کراچی، شمارہ نمبر ۲۱۱۔۲۱۰، اشاعت فروری۔ مارچ ۱۹۶۹ء ص ۳۳۲)

یہ رسالہ صہبا لکھنوی کی ادارت میں شائع ہوا۔ اس رسالے میں غالب کی نادر و نایاب تحریریں بھی شامل ہیں۔ ''نذر غالب طرحی غزلیں'' جو گیارہ شعراء نے لکھی ہیں ''گوشہ بساط'' کے عنوان سے گیارہ (۱۱) نئے مضامین شامل ہوئے ہیں جو غالب کے فکر و فن سے متعلق ہیں ''زبان یاس'' کے عنوان سے غالب کو منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ جو نظم و غزلیں اس عنوان سے دی گئی ہیں ان میں غالب کے لئے نئے انداز میں خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ''محشر خیال'' میں تین منتخب مضامین شامل ہیں جس میں غزل کے علاوہ قصیدہ کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ دستنبو کا اُردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔ فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

(۱) اشاریہ (صہبا لکھنوی) (۲) واقعاتِ غالب (سحر انصاری)

متاعِ خانہ:

(۱) ذکرِ غالب، کچھ نئے حالات (مالک رام) (۲) غالب کی ایک نئی تحریر (مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی) (۳) فارسی کلام (غالب) (۴) اعتبار نغمہ (نذر غالب)......طرحی غزلیں

گوشہ بساط (نئے مضامین):

(۱) فکر غالب کی معجز نمائیاں (مولانا غلام رسول مہر) (۲) مسائل اسلوب اور بیان غالب (پروفیسر احمد علی) (۳) دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں (سید محمد یوسف) (۴) غالب،

شاعر بت شکن (بیگم افضل کاظمی) (۵) غالب اور آزادی (افتخار احمد مدنی) (۶) غالب بحیثیت غزل گو (عرش ملیسانی) (۷) غالب کا ذہن (عتیق احمد) (۸) غالب کے تین نقاد (سحر انصاری) (۹) غالب و ناطق (ڈاکٹر انعام الحق کوثر) (۱۰) غالب میری سوت (بلقیس جہاں) (۱۱) مرزا غالب، جو ہوتے اب تو کیا ہوتا (مختار زمن)۔

زمانِ سپاس (منظوم خراجِ عقیدت):

(۱) سخن مبہم (قمر ہاشمی) (۲) غالب سے (عزیز قیسی) (۳) سایہ شاخِ گل (شبنم رومانی) (۴) غالب (محسن احسان) (۵) احتساب غالب (عرفانہ عزیز) (۶) اعتراف (ابوالخیر کشفی) (۷) نذرانہ عقیدت (زہیر کنجاہی) (۸) تضمین غالب (صبا اکبر آبادی) (۹) مرزا غالب (احمد سلیم)

محشرِ خیال:

(۱) محاسنِ کلام غالب (ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری) (۲) غالب شکن (میرزا یگانہ چنگیزی) (۳) کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا (پروفیسر رشید احمد صدیقی) (۴) دستنبو، مستند اُردو مع ترجمہ فارسی اشعار (۵) قصیدہ تہنیت (غالب) (۶) اُردو ترجمہ (ادارہ اُردو معلّٰی) (۷) دلفریبی عنوان (ادبی خبر نامہ) (۸) اخبار غالب (کوثر انصاری)

7- الزبیر (سہ ماہی) بہاولپور:

(اُردو اکیڈمی، بہاولپور، شمارہ نمبر ۱۵۰، اشاعت ۱۹۶۹ء صفحات ۱۳۶)

یہ رسالہ محمد ضیاء الدین خان کی سرپرستی میں شائع ہوا۔ اس رسالے میں غالب سے متعلق چار مضامین شامل ہیں جس میں غالب کی قد آور شخصیت سے ہم روشناس ہوتے ہیں۔ ان مضامین میں پہلا مضمون "غالب اور بچوں کا ادب" بچوں کے لئے دلچسپی لیے ہوئے ہیں۔ آخری مضمون "غالب کے چند بے رحم نقاد" غور طلب مضمون ہے فہرست مندرجات درج ذیل ہے:

(۱) غالب اور بچوں کا ادب (پروفیسر رحمت فرخ آبادی) (۲) غالب اور غدر (مسعود حسن شہاب) (۳) غالب ایک قد آور شخصیت (عبدالحمید ارشد) (۴) غالب کے چند بے رحم نقاد (صدیق طاہر)

8- الشجاع (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۱۷،شمارہ ۱۔۲،اشاعت ۱۹۶۹ء ص ۱۶۰)

یہ رسالہ ایس ایم غیاث الدین اور سلطان الارشد نے ترتیب دیا۔ الشجاع غالب نمبر ضخامت میں تو زیادہ نہیں لیکن متنوع مضامین نظم ونثر کے حوالے سے یہ شمارہ یقیناً اہمیت کا حامل ہے۔ گزشتہ سو سال میں غالب پر بہت کچھ لکھا گیا لیکن پھر بھی ان کی شخصیت اور شاعری کے بہت سے پہلو ایسے ہیں جن پر لکھنے کی گنجائش ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالب پر آج بھی تحقیقی وتنقیدی کام بڑے جوش وخروش سے ہو رہا ہے۔ اس شمارے میں غالب پر لکھی گئی نگارشات کو ۹ (نو) حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ فہرست مشمولات حسب ذیل ہے:

اسد کا قصہ طولانی ہے لیکن مختصر یہ ہے......

(۱) سرگزشتِ غالب (ناصر عابدی) (۲) خلاصہء غالب (ہربنس لال نارنگ)
(۳) کلامِ غالب کا انتخاب (امتیاز علی عرشی)

شاعر تو وہ اچھا ہے پر بدنام بہت ہے......

(۱) تفہیم غالب (شوکت تھانوی) (۲) ترقی پسند غالب (کنہیالال کپور)
(۳) ماہر غالبیات (وجاہت علی سندیلوی) (۴) غالب اور بیوی (راجہ مہدی علی خان)
(۵) نذر غالب (مزاحیہ غزلیں) بے ڈھب لکھنوی، فرحت قمر (۶) غالب کے لطیفے (ن۔و)

زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے......

(۱) بیان غالب (رفعت سروش) (۲) غالب (شاعر لکھنوی) (۳) غالب زندہ ہے (شبنم رومانی) (۴) غالب کیلئے (رؤف خیر) (۵) غزل اور غالب (حرمت الاکرام) (۶) دوھے (تاج سعید) (۷) ایک صدی (خورشید احمد جامی) (۸) زندہ جاوید (روشن نگینوی) (۹) شاعرِ شیریں نوا (غلام مہدی راز) (۱۰) صریرِ خامہ (شرر نعمانی) (۱۱) غالب خستہ کے بغیر (شمیم نوید) (۱۲) غالب غالب ہے (ضبط سہارنپوری) (۱۳) غالب (حزیں لدھیانوی)

زندگی جب اپنی اس شکل سے گزری غالب...... (۱) عہد غالب (تمثیل)......ڈاکٹر محمد اشرف

ہے تخیل کہ غالب کہیں جسے......

(۱) غالب کی شخصیت (آل احمد سرر) (۲) غالب کا انداز بیان (کوثر چاند پوری) (۳) غالب کا نظریہ حیات (ڈاکٹر وحید الدین) (۴) غالب کی شاعری میں غم (ڈاکٹر محمد حسن) (۵) غالب کی انانیت (ڈاکٹر احتشام احمد) (۶) غالب کی انفرادیت (ڈاکٹر میمونہ انصاری) (۷) غالب کے خطوط (ڈاکٹر تنویر احمد) (۸) غالب کی عشقیہ شاعری (ڈاکٹر راہی معصوم رضا) (۹) غالب کی اُردو نما فارسی شاعری (شہیر نیازی) (۱۰) غالب کی جدت طرازی (وقار راشدی) (۱۱) غالب دیوان کے آئینے میں (پروفیسر احتشام حسین)

گنجینۂ معنی کا طلسم اس کو سمجھئے......

(۱) انتخاب کلام غالب (پروفیسر شاہد عشقی) (۲) نواب رامپور کے نام (غالب) (۳) لکھنو (غالب) (۴) تضمین بر غزل ظفر (غالب) (۵) قطعہ فارسی (غالب) (۶) منظوم ترجمہ (نسیم جمالی)

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور......

(۱) تابش دہلوی (شاعر لکھنو) (۲) حرمت الاکرام (مظفر حنفی) (۳) رفعت سروش (خورشید جامی) (۴) خمار انصاری (منظر ایوب) (۵) تحسین سروری (شہیر نیازی) (۶) روشن نگینوی (تابش الوری) (۷) فرید کشفی (شرر نعمانی) (۸) حزیں لدھیانوی (ضبط سہارنپوری) (۹) وقار خلیل (سعادت علی خان) (۱۰) شاہد ماہلی (شارب قریشی)

صادق ہوں اپنے قول میں غالب خدا گواہ......

(۱) دشنبو (مالک رام) (۲) قصیدہ فارسی (غالب) (۳) ترجمہ دشنبو (مخمور سعیدی)

9- العلم (سہ ماہی) کراچی:

(جنوری تا مارچ، اپریل تا جون ۱۹۶۹ء ص ۲۳۲)

یہ رسالہ سید الطاف علی بریلوی کی ادارت میں شائع ہوا۔ پیش نظر رسالہ ''العلم'' غالب نمبر۔ بتقریب صد سالہ کے موقع پر شائع ہوا۔ اس رسالہ میں نو (۹) عنوانات کے تحت تقریباً اکیاسی (۸۱) مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین میں غالب کے فکروفن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں اکثر مضامین نہایت جامع اور فکر انگیز ہیں۔ ان مضامین کے مطالعے سے غالب کے حالات زندگی، فکروفن میں نئی تنقیدی و تحقیقی راہیں منور ہوئی ہیں۔ اس رسالہ میں ''نگاہ اولین'' کے عنوان سے پانچ مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ ان مضامین میں غالب کے فن کے

مختلف پہلوؤں سے آشنائی پیدا کی گئی ہے۔ ''مرقع غالب'' کے عنوان سے چودہ مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ اس حصہ میں غالب کے حالات وسوانح کے کئی پہلوؤں کو سماجی وسیاسی تناظر میں سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''غالب اور رنگین نوا'' اس رسالے کا تیسرا عنوان ہے۔ جس کے تین حصے بنائے گئے ہیں (الف۔ب۔ج) اس حصے میں چوبیس (۲۴) مضامین شامل ہیں جو مختلف افراد کی تحریریں ہیں۔ ''عصرِ غالب،، اس رسالہ کا چوتھا عنوان ہے جس میں دس (۱۰) مضامین شامل ہیں۔ اس حصے میں تلامذہ واحباب کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''نقوشِ غالب'' اس رسالے کا پانچواں عنوان ہے۔ اس عنوان کے تحت پانچ مضامین شامل ہیں۔ اس حصے میں تحریرات ودواوین شامل ہیں۔ اس رسالے کا چھٹا باب ''منظومات'' کے عنوان سے ہے جس میں پندرہ (۱۵) مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین میں غالب کی نعت گوئی، قصیدہ گوئی کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ ''تراشے'' اس رسالے کا آخری عنوان ہے جس میں دس (۱۰) مضامین شامل ہیں۔ ان مضامین میں غالب کی شخصیت، غالب کا فن بحیثیت شاعر، بحیثیت خطوط نگار کو موضوع بنایا گیا ہے۔ فہرست مشمولات درج ذیل ہے:

مرقع غالب......حالات وسوانح:

(۱) غالب کے آباؤ اجداد (نصیب اختر ایم۔اے) (۲) غالب (پروفیسر ممتاز حسین) (۳) غالب خستہ حال (شیخ وحید احمد مسعود بدایوانی) (۴) غالب میری نظر میں (پروفیسر حبیب اللہ خان غضنفر) (۵) کیا غالب ولی تھا (مولوی اختر الدین احمد شاغل جھپوری) (۶) غالب کا قیام دلی میں (نصیب اختر ایم۔اے) (۷) مثنوی غالب در تائید مسائل اختلافیہ (مولوی حفیظ اللہ پھلواروی) (۸) غالب اور ۱۸۵۷ء کے مسائل (ابوسلمان شاہ جہانپوری) (۹) غالب کا کتب خانہ (الحاج محمد زبیر) (۱۰) چھیڑ غالب سے چلی جائے (فضل احمد صدیقی ایم۔اے) (۱۱) مرزا غالب کے حالات میں پہلا مضمون (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۱۲) غالب اخبارات کے آئینے میں (سید مصطفیٰ علی بریلوی) (۱۳) غالب کی قدر وفات کے بعد (مولوی محمد عبداللہ قریشی) (۱۴) غالب کی آخری آرام گاہ (نادم سیتاپوری)

غالب رنگین نوا......

(الف) شعر و شاعری:

(۱) کشاف راز فطرت (ڈاکٹر سید محمود) (۲) داستان فرہاد اور غالب کا تصور محبت (مولانا غلام رسول مہر) (۳) غالب اور گوئٹے (مخمور اکبرآبادی) (۴) غالب اور صہبائی (ڈاکٹر پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں (۵) غالب نام آورم (سید علی حسین ردولوی) (۶) شاعر نغز گوئے خوش گفتار (پروفیسر طاہر حسین نقوی) (۷) کلام غالب میں تصوف کا عنصر (شاہ الحق صدیقی ایم۔اے) (۸) غالب اور مسائل حیات (لطیف اللہ ایم۔اے) (۹) غالب کی فلسفیانہ شاعری (کلیم زیدی) (۱۰) غالب کی شاعرانہ مقبولیت و عظمت (مولوی سید رفیع الدین بلخی) (۱۱) غالب اور اُردو شاعری (سید آل حیدر) (۱۲) کلام غالب میں شاعرانہ تعلّی (ناظر انصاری جلگانوی)

(ب) علم و فن:

(۱) مرزا غالب اور علم نفسیات (پروفیسر سردار احمد خاں) (۲) مرزا غالب اور علم نجوم (ابراہیم خلیل) (۳) مرزا غالب کا علم کلام (مولانا سعید انصاری) (۴) کلام غالب کی مقبولیت (شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) (۵) اوراق گل (خورشید زہرا) (۶) خطوط غالب میں اشعار غالب (سہیل برکاتی)

(ج) زبان و بیان:

(۱) غالب نے اُردو میں خط و کتابت کب سے شروع کی (قاضی عبدالودود) (۲) کلام غالب کے وہ الفاظ جو اب متروک ہیں (محمد حبیب اللہ رشدی) (۳) کلامِ غالب اور لفظی و معنوی صنائع (مولانا ماہر القادری) (۴) اُردوئے معلّٰی پر ایک نظر (پروفیسر نظیر حسین زیدی) (۵) کلامِ غالب اور ضلع و رعایت (محمد قطب الدین) (۶) کتنے شیریں ہیں تیرے لب (سید انیس شاہ جیلانی)

عصرِ غالب......تلامذہ و احباب وغیرہ......

(۱) غالب کے ہمعصر سندھ کے اُردو شعرا (پروفیسر میمن عبدالمجید سندھی) (۲) غالب کے دیکھنے والے جنہیں میں نے دیکھا (ملا واحدی دہلوی) (۳) مرزا تفتہ، خطوط کے آئینے میں (محمد سجاد ساجد) (۴) حکیم غلام نجف خاں (حکیم محمود احمد برکاتی) (۵) منشی بالمکند بے صبر

(پرشاد سکینہ بدایوانی) (۶) صوفی منیری (مولوی محمد عثمان رخشاں ابدالی) (۷) خورشید دہلوی (قاضی محمد فضل حق قریشی) (۸) مرزا غالب سے معاصری کی ادبی چھیڑ چھاڑ (محمد ایوب قادری) (۹) پیروان بیدل و غالب دکن میں (محمد سخاوت مرزا) (۱۰) غالب کا ایک پرستار، عرش بریلوی (سید مصطفیٰ علی بریلوی)

نقوشِ غالب (تحریرات ودواوین):

(۱) تذکرہ مظہر العجائب اور مرزا غالب (مسلم ضیائی) (۲) نسخہ حمیدیہ اور بجنوری (مولانا امتیاز علی عرشی) (۳) دیوانِ غالب کے مختلف ایڈیشن (محمد عالم مختار) (۴) مرزا غالب کی چند معدوم تحریریں (پروفیسر معین الرحمٰن) (۵) کتابیات، غالب کانفرنس کے کتب خانے میں (سید مصطفیٰ علی بریلوی)

منظومات:

(۱) نعت (غالب) (۲) قدسی کی نعتیہ غزل پر تضمین (غالب) (۳) غزل (قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی) (۴) غزل (غلام بسم اللہ بسمل بریلوی) (۵) غالب مرحوم کی یاد میں (رضا علی وحشت) (۶) غزل (دردکاکوروی) (۷) تنہائی کی وادی میں (حفیظ ہوشیارپوری) (۸) غالب کی صد سالہ یادگار کی تقریب میں (رئیس امروہوی) (۹) قصیدہ بیادگارِ حضرت غالب (تابش دہلوی) (۱۰) جشن صد سالہ بیاد غالب (سید ہاشم رضا) (۱۱) غالب (شاعر لکھنوی) (۱۲) مرزا غالب (علامہ اقبال) (۱۳) رہنے دو ابھی ساغر و مینا (سیٹھ ایس ایم یوسف) (۱۴) تضمین بر غزل غالب (ڈاکٹر سید انعام احسن حریف) (۱۵) غالب (خورشید خاور امروہوی)

تراشے:

(۱) غالب کی شاعری (مولانا حسرت موہانی) (۲) غالب کی طنز و ظرافت (پروفیسر رشید احمد صدیقی) (۳) غالب کی خطوط نگاری (پروفیسر ضیاء احمد بدایوانی) (۴) غالب کا تنقیدی شعور (پروفیسر آل احمد سرور) (۵) عرفانیات غالب (شیخ محمد اکرم) (۶) غالب کی شخصیت (ڈاکٹر شوکت سبزواری) (۷) غالب اور رقیب (مالک رام) (۸) غالب اور اُردو غزل (جلیل قدوائی) (۹) مرزا غالب قید فرنگ میں (ملا واحدی دہلوی) (۱۰) نقد و نظر (شاہ الحق، مخمور اکبر

آبادی، محمد ایوب قادری)(۱۱) بزم کانفرنس (سید محمود و مولانا غلام رسول مہر وغیرہ)(۱۲) غالب کا فلسفہ (خلیفہ عبدالحکیم)

10- اوراق...... لاہور:

(دفتر اوراق چوک اُردو بازار، لاہور، اشاعت اپریل ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۱۰۰)

یہ مجلہ وزیر آغا اور عارف عبدالمتین کی زیر ادارت شائع ہوا ہے۔ اس شمارے میں غالب پر لکھی گئی تحریروں کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ (الف) "سوال یہ ہے" کے عنوان سے ہے۔ پروفیسر غلام جیلانی اکبر نے سوال کیا: غالب کی صد سالہ برسی کیوں؟ اور پھر خود ہی اس کا جواب فراہم کرنے کی کوشش کی۔ بحث میں حصہ لینے والوں نے سوال کی اہمیت کو تسلیم کیا لیکن اس کے جواب کو زیر غور لانا لازمی سمجھا۔ چنانچہ ایک نہایت دلچسپ بحث معرضِ وجود میں آ گئی۔ دوسرا حصہ "نذرِ غالب" کے عنوان سے ہے جس میں دس افراد کی غزلیں موجود ہیں۔ تیسرے حصے میں چھ تحقیقی و تنقیدی نوعیت کے مضامین شامل ہیں جس میں غالب کے فن پر نئے انداز میں بحث کی گئی ہے۔ فہرست مندرجات درج ذیل ہے:

"سوال یہ ہے......"

(۱) محرک بحث (غلام جیلانی اصغر)

(۲) شرکائے بحث (وقار عظیم، ریاض احمد، عشرت رحمانی، عرش صدیقی، نظیر صدیقی، شہزاد احمد، صلاح الدین ندیم، اعجاز فاروقی)

نذرِ غالب:

(۱) غالب (محسن احسان)(۲) غالب زندہ ہے (شبنم رومانی)(۳) غزل ترجمہ (جعفر طاہر)(۴) غزل (انجم رومانی)(۵) غزل (اکبر حمیدی)(۶) غزل (بشیر احمد بشیر) (۷) غزل (سبط احمد)(۸) غزل (عارف عبدالمتین)(۹) غزل (وزیر آغا)(۱۰) غزل (جمیل یوسف)

نقدِ غالب:

(۱) مرزا غالب کا مقام شعر گوئی (مولانا غلام رسول مہر)(۲) حیاتِ غالب پر چند خیالات (ڈاکٹر عبادت بریلوی)(۳) غالب (ڈاکٹر محمد اجمل)(۴) غالب اور مضامین مسرت (پروفیسر محمد منور)(۵) غالب کا ذوق جمال (انور سدید)(۶) غالب کی انا (اختر امان)

11- بیادِ غالب وفیض...... کراچی:

(ادارہ یادگار غالب، کراچی، اشاعت ۱۸۔۱۹، فروری ۱۹۸۷ء ص ۵۵)

یہ رسالہ ایک ادارہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ اس رسالے کے شروع میں غالب اور اقبال کی تصاویر ہیں۔ اس کے بعد واقعاتِ غالب کے عنوان سے غالب کی زندگی، شخصیت اور فن کا مستند جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ''غالب کے خودنوشتہ حالات'' بخطِ غالب شائع ہوئے ہیں جو دو صفحات پر مشتمل ہیں۔ فیض کا خط بخطِ فیض بھی شامل ہیں جو انہوں نے قاسمی کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ ساتھ ہی دو تصاویر بھی شامل ہیں۔ فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

(۱) واقعاتِ غالب (سحر انصاری) (۲) فیض احمد فیض (صہبا لکھنوی) (۳) غالب کے خودنوشت حالات (مرزا اسداللہ غالب) (۴) فیض کا خط احمد ندیم قاسمی کے جواب میں (۵) فیض اور غالب (ڈاکٹر آفتاب) (۶) غالب کے کلام میں استفہام (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۷) گنج سخن (فیض احمد فیض) (۸) کلام غالب کی شرحیں (آفتاب احمد خاں) (۹) غالب لائبریری (زیر اہتمام ادارۂ یادگارِ غالب) (۱۰) انگریزی خط اُردو خط مرزا ظفر الحق (۱۱) فیض احمد فیض اور روایتی شعری زبان (محمد علی صدیقی) (۱۲) مقدمہ نقشِ فریادی (ن۔م راشد)

12- (i) تحقیق نامہ...... لاہور:

(شمارہ نمبر ۵۰، اشاعت ۹۶۔۱۹۹۵ء۔ صفحات ۲۱۲)

یہ رسالہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی ادارت میں شائع کیا گیا ہے۔ یہ ایک شعبہ جاتی تحقیقی مجلہ ہے۔ ۱۹۹۷ء میں ولادت غالب کا دوصد سالہ جشن منایا گیا۔ اس مناسبت سے ''تحقیق نامہ'' کی اس اشاعت کا ابتدائی حصہ غالبیات کے لئے مخصوص کیا ہے جو جہانِ غالب کے کچھ نوادر کی دریافت، غالب اور غالب شناسوں اور غالب سے متعلق بعض کتابوں کے جائزہ پر مبنی ہے۔ ۱۲ نگارشات غالب سے متعلق ہیں جو غالب کے فکروفن سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ مقالات غالبیات میں اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ فہرست مندرجات اس طرح ہے:

(۱) غالب کے خطوط اور ان کی احباب پرستی (پروفیسر سید وقار عظیم) (۲) جہان غالب، کچھ نوادر کی بازیافت (ڈاکٹر معین الرحمٰن) (۳) بسلسلہ غالبیات، ڈاکٹر سید عبداللہ کے

نادر خطوط (عاصمہ وقار) (۴) ڈاکٹر سید عبداللہ کی غالب شناسی (شکیلہ شاہجہان) (۵) ڈاکٹر وحید قریشی بطور غالب شناس (حنا انیس) (۶) غزل، غالب اور حسرت، از رشید احمد صدیقی (میرزا ادیب) (۷) لطائفِ غیبی، مرزا اسداللہ غالب (جمیل الدین عالی، مشفق خواجہ) (۸) نقوش غالب، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (جمیل الدین عالی، فرازیہ بشیر، ربیعہ نسرین) (۹) نقدِ غالب، مرتبہ: ڈاکٹر مختار الدین احمد (جمیل الدین عالی) (۱۰) غالب نامہ، تجزیاتی مطالعہ، عاصمہ وقار (ڈاکٹر نجم الاسلام) (۱۱) غالب، آج بھی غالب ہے (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۱۲) مستقبل کا غالب شناس، علی حیدر (فرازیہ بشیر)

13- (ii) تحقیق نامہ......لاہور:

(شمارہ نمبر ۶۔۷، اشاعت ۹۸۔۱۹۹۷ء۔ صفحات ۳۸۴)

یہ رسالہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کی ادارت میں شائع کیا گیا ہے۔ یہ ایک شعبہ جاتی تحقیقی مجلّہ ہے۔ ۱۹۹۷ء اور ۱۹۹۸ء کو غالب کے دوصد سالہ جشن ولادت کے طور پر منانے کا اہتمام ہوا۔ "تحقیق نامہ" کی زیرِ نظر اشاعت اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ پاکستان سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور بھارت سے کالی داس گپتا رضا کی خدماتِ غالب پر خصوصی گوشے قائم کیے ہیں جن کی غالب سے متعلق کتابیں ۱۹۶۹ء کے بعد منظرِ عام پر آئیں۔ تحقیق نامے کے باقی حصے بھی اپنے اندر کشش کا بڑا سامان رکھتے ہیں لیکن فہرست میں انھی عنوانات کا شمار کیا گیا ہے جو غالب سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

تراجم غالب:

(۱) غالب کے بتیس فارسی خطوں کا اُردو ترجمہ (پرتو روہیلہ) (۲) غالب کے کچھ فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ (سید علی صفدر) (۳) کچھ تراجم غالب، ایک جائزہ (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (الف) فارسی نگارشات، غالب کے تراجم (ب) علاقائی زبانوں میں غالب (ج) انگریزی میں مطالعہ غالب (د) جاپانی زبان میں غالب کا مطالعہ

مطالعاتِ غالب:

(۱) غالب سے متعلق کچھ خیالات (پروفیسر نظیر صدیقی) (۲) اعلیٰ مدارج میں مطالعہ غالب کی روایت (ڈاکٹر معین الرحمٰن) (۳) مرزا غالب کا ایک مقلد، مرزا رسوا (پروفیسر حق نواز) (۴) غالب، انفرادی رومانویت کا منفرد مظہر (ڈاکٹر محمد خان اشرف) (۵) ن۔م۔راشد بطور غالب شناس (ڈاکٹر فخر الحق نوری) (۶) غالب کے ایک شعر کا اساطیری پس منظر (قاضی عابد)

جہانِ غالب:

(۱) بیادِ غالب: اطہر رضوی (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۲) وقارِ غالب: سید وقار عظیم (ڈاکٹر انور سدید) (۳) غالب شناسی اور نیاز و نگار: سلیم اختر (ڈاکٹر احسان الحق) (۴) "راوی" :غالب نما (انبساط عباسی) (۵) غالب پر "ماہِ نو" کا انتخاب (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور غالب شناسی:

(۱) فرمان فتح پوری، شخصیت اور شخصی وجاہت (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۲) غالبیات فرمان کا اشاریہ (عاصمہ وقار) (۳) غالب کی شرح نویسی: تازہ جہت (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۴) شرح دیوان غالب، کیوں اور کیسے (فرمان فتحپوری) (۵) گنجینۂ معنی کا طلسم اور غالب (فرمان فتحپوری) (۶) "غالب، شاعر امروز و فردا" روداد نگار: احسان بی۔اے (میرزا ادیب، سید وقار عظیم، غلام رسول مہر) (۷) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب شناسی (ڈاکٹر معین الرحمٰن) (۹) متعارفات، متعلق بہ غالب اور ڈاکٹر فرمان (سیدہ افصح وحید)

گپتا رضا اور غالبیات:

(۱) گپتا رضا، تخلیقی و تحقیقی شخصیت (انور ظہیر خان) (۲) تالیفات رضا۔ اشاریہ نما (ندرت سجاد) (۳) غالب کے سفرِ کلکتہ کی توقیت (کالی داس گپتا رضا) (۴) غالب اور لکھنو (کالی داس گپتا رضا) (۵) بہ سلسلۂ غالب، ڈاکٹر ظ۔ انصاری (کالی داس گپتا رضا) (۶) دیوانِ غالب کی تدوین اور گپتا رضا (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۷) گپتا رضا کی دو غیر مطبوعہ تالیفات (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۸) گپتا رضا، ذخیرہ غالبیات اور غالب شناسی (عظمت رباب)

نادراتِ غالب:

(۱) غالب پر انیسویں صدی کی ایک اہم تحریر (سید احمد شفیع فرید آبادی) (۲) غالب کی غزل پر پچاسی برس قدیم خمسہ (متعارفہ: انبساط عباسی) (۳) غالب پر ن۔م۔راشد کی دو قدیم تحریریں (متعارفہ: معین الرحمن) (۴) ایک غالب نمبر، چوتھائی صدی قدیم تبصرہ (ظہور الحق شیخ)

14- تہذیب الاخلاق (ماہنامہ) لاہور:

(جلد ۲۴، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۸۶ء۔ ص ۵۰)

اس رسالے کے بانی سر سید احمد خان ہیں۔ زیر نظر شمارے میں چار مضامین غالب سے متعلق ہیں۔ یہ چاروں مضامین اپنی افادیت کے اعتبار سے اہم ہیں۔ "مرزا غالب ایک تعارف" میں مرزا اسد اللہ خان غالب کی زندگی کے حالات اور فکر و فن پر مفصل تعارف دیا گیا ہے۔ دوسرا مضمون "غالب کی حسرتِ تعمیر" احمد ندیم قاسمی کا لکھا ہوا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ غالب اپنی حسرتِ تعمیر سے کہیں بھی دست کش نہیں ہوتا آخر کیوں؟ وہ بظاہر آشوبِ موت اور آشوبِ روزگار کے سامنے جگہ جگہ سپر انداز نظر آتا ہے مگر اتنے شدید درد و کرب کے عالم میں بھی تعمیر تو کی حسرت ایسے زندہ رکھتی ہے اور وہ اس حسرتِ تعمیر کو اپنا اثاثہ قرار دیتا ہے۔ باقی دو مضامین غور طلب ہیں اور غالبیات میں اضافہ کا باعث ہیں۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) مرزا غالب (پروفیسر محمد ذاکر) (۲) غالب کی حسرتِ تعمیر (احمد ندیم قاسمی) (۳) غالب کا نفسیاتی مطالعہ (ڈاکٹر سلیم اختر) (۴) مطائبات غالب (لطائف)......والی آسی

15- دبستان...... لاہور:

(اشاعت جولائی ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۲۳۶)

پروفیسر حافظ منظر الحق کی زیرِ سرپرستی شائع ہونے والا یہ رسالہ گورنمنٹ انٹر کالج وحدت روڈ کا "غالب نمبر" ہے۔ یہ میگزین ادبی روایت میں ایک درخشاں باب کا اضافہ ہے۔ اس شمارے میں جن اہلِ قلم کے مضامین شامل ہیں ان سے کالج کے پرنسپل اور ادارہ "دبستان" کی ادبی کاوش اور حسنِ انتخاب کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس رسالے کے تین حصے ہیں۔ پہلا حصہ

مقالات کے عنوان سے ہے۔ جس میں بائیس (۲۲) تنقیدی و تحقیقی مقالات ہی جو مختلف محققین اور طلباء کے لکھے ہوئے ہیں۔ دوسرا حصہ "نالہء دل" کے عنوان سے ہے۔ جس میں تین عنوان ہیں۔ تیسرے حصے میں جو "دود چراغ محفل" کے عنوان سے ہے غالب کی زمینوں میں گیارہ غزلیں دی گئی ہیں۔ یہ شمارہ غالبیات میں اضافے کا باعث ہے۔ مشمولات اس طرح ہے:

مقالات:

(۱) مرزا غالب کی والدہ ماجدہ، ایک ضروری سوال (مولانا غلام رسول مہر) (۲) غالب (ڈاکٹر سید عبداللہ) (۳) کچھ غالب کے بارے میں (سید عابد علی عابد) (۴) مطالعہء غالب کے بنیادی مسائل (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۵) غالب اپنے معاصرین کی نظر میں (پروفیسر سید وقار عظیم) (۶) ریختہ رشک فارسی (ڈاکٹر وزیر الحسن عابدی) (۷) غالب کا ذوقِ سفر (ڈاکٹر محمد اجمل) (۸) غالب کا ایک شعر (ڈاکٹر وحید قریشی) (۹) غالب، حالی اور اقبال (مولانا سعید اکبر آبادی) (۱۰) غالب کی شاعری میں جمالیاتی پہلو (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۱۱) غالب غمگین اور فلسفہء رشک (پروفیسر یوسف جمال انصاری) (۱۲) غالب اور قنوطیت (ڈاکٹر رانا م۔ن۔ احسان الحق) (۱۳) غالب کی شخصیت کا ایک اہم پہلو (پروفیسر حافظ منظور الحق عثانی) (۱۴) مرزا غالب کی اُردو نثر (سید اختر جعفری) (۱۵) غالب کی متصوفانہ شاعری (اسرار احمد) (۱۶) غالب کی انانیت (ملک نور خاں شاہین) (۱۷) نامہء غالب بنام اختر حسین رضوی "مدیر دبستان" (اسرار احمد) (۱۸) اسداللہ خان تمام ہوا (ملک نور خان شاہین) (۱۹) غیب کے مضامین (افسر رضوی) (۲۰) غالب کے نظم و نثر میں مزاحیہ عناصر (مقصود جنید) (۲۱) غالب کی خود بینی (جاوید احمد خان) (۲۲) غالب کا نفسیاتی مطالعہ (تسنیم حمید)

نالہء دل (رشحات غالب):

(۱) حیاتِ غالب اُردو خطوط کے آئینے میں (مرتبہ: عمر فیضی) (۲) کتاب دستنبو کا ترجمہ (مرتبہ: جاوید احمد خان) (۳) انتخاب کلام غالب (مرتبہ: عمر فیضی)

دودِ چراغ محفل (نذر غالب): (۱) غالب کی زمینوں میں گیارہ (۱۱) غزلیات

16- (i) راوی......لاہور:

(جلد ۶۲، شمارہ نمبر ۲، اشاعت اپریل ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۲۶۹)

پروفیسر منور ایم۔اے کی زیرِ نگرانی شائع ہونے والا یہ رسالہ گورنمنٹ کالج لاہور کا علمی وادبی مجلہ ہے۔ زیرِ نظر شمارہ غالب کی صد سالہ برسی کے موقع کی یادگار ہے۔ اس رسالے کی تمام نگارشات غالب سے متعلق ہیں۔ جن میں تنقیدی وتحقیقی مضامین کے علاوہ مختلف شعراء کرام کی غالب کی زمینوں میں کہی گئی ۲۳ غزلیں شائع کی گئی ہیں۔ فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

جہانِ معنی (نقد ونظر):

(۱) عظمتِ غالب (ڈاکٹر سید عبداللہ) (۲) غالب کی یادوں کی ایک شمع (پروفیسر سید وقار عظیم) (۳) غالب کے فنی اضافے (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۴) سن ہمایم نگس چرا باشم (غالب) ......ڈاکٹر عبدالغنی (۵) غالب کے چند جمالیاتی تصورات (ڈاکٹر نصیر احمد ناصر) (۶) مرزا غالب اپنے کلام کے آئینے میں (ڈاکٹر ناظر حسین زیدی) (۷) اے کاش! کبھی معرضِ اظہار میں آوے (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۸) غالب کی انفرادیت کے چند پہلو (انور سدید) (۹) غالب کے اسلوب نثر نگاری کا مسئلہ (نصیر احمد راز) (۱۰) غالب کی شاعری می مذہبی عقائد کی جھلکیاں (ڈاکٹر عبداللہ خان) (۱۱) غالب جدید تنقید کی نظر میں (صدیق کلیم) (۱۲) ہمارے لیے غالب کی حیثیت (جیلانی کامران) (۱۳) غالب مغلوب (محمد منور) (۱۴) غالب اور اس کا فارسی کلام (ڈاکٹر آغا حسین) (۱۵) غالب اور نغمہ ہائے غم (ڈاکٹر عتیق بابری) (۱۶) غالب خستہ (ڈاکٹر محمد اجمل) (۱۷) غالب کی چند معدوم تصنیفات (سید معین الرحمٰن) (۱۸) غالب کی صد سالہ برسی (اطہر وقار)

نوحہ گل (پنکھڑیاں):

(۱) نالہ حزن انگیز بروفات غالب (مولانا الطاف حسین حالی) (۲) غالب مرحوم (جگر مراد آبادی) (۳) عقیدت کے پھول (خلیفہ عبدالحکیم ایم۔اے) (۴) یوم غالب (سید حسن عسکری) (۵) التجاء (رؤف انجم) (۶) نذر غالب (امجد اسلام امجد) (۷) ایک سو سال کے بعد (اشرف عظیم) (۸) آخری ہچکیاں (ارشاد صدیقی) (۹) روح غالب سے معذرت کے ساتھ (مستنصر مہر) (۱۰) غالب دی غزل دا پنجابی روپ (منظور احمد خالد)

ہوائے شہر (انشائے لطیف):

(۱) غالب (انشائیہ) ڈاکٹر وزیر آغا (۲) مرزا غالب کا ایک خط (سجاد باقر رضوی) (۳) مرزا غالب کا پیغام (مدیر راوی کے نام) (۴) غالب خستہ کے بغیر (مشکور حسین یاد) (۵) غدر کے بعد (غلام الثقلین نقوی) (۶) خوداری کا مجسمہ (ممتاز اقبال ملک) (۷) غالب سے ایک انٹرویو (اختر وقار عظیم) (۸) غالب اور قبولِ عام (اجمل نیازی)

زمینِ غزل (نئے پھول): اس حصے میں ۱۲۳ افراد نے غالب کی زمین میں غزلیں لکھی ہیں۔

17- (ii) راوی......لاہور:

(جلد ۸۵، شمارہ اول، اشاعت جنوری ۱۹۹۸ء۔ صفحات ۱۴۳)

ڈاکٹر سعادت سعید کی نگرانی میں شائع ہوا۔ گورنمنٹ کالج لاہور کا یہ ادبی رسالہ مرزا غالب کے دوصد سالہ جشنِ ولادت کی مناسبت سے شائع ہوا۔ مقالہ نگاروں میں طلباء کے مضامین بھی شامل ہیں اور محققین کے بھی۔ رسالے میں مرزا غالب کی غزلوں کے علاوہ ۲۷ مقالات شامل ہیں۔ یہ مقالات سلسلہ غالبیات کی ایسی کڑی ہیں جن سے مزید دعوت تحقیق کے لئے راہ نکلتی ہے۔ ان مضامین میں متقدمین اور متاخرین کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے آج کے دور میں غالب کا مقام متعین کرنے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ مقالات میں ایک مقالہ ''جہان غالب'' کے عنوان سے ہے۔ جس میں غالب کی محفل ناسخ، عارف باقر، شاداں اور نیر، میر، وحشت اور شیفتہ، ظہوری، نواب بہادر، تجمل حسین خان کے ساتھ سجائی گئی ہے۔ ان شعراء کی محفل میں غالب ان کا اثر قبول کرنے کے باوجود اپنے مزاج کی دنیا خود سجاتے ہیں۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) اداریہ (مدیر مسئول) (۲) نذرِ غالب (محمد صلاح الدین ایوبی) (۳) توقیت غالب (کالی داس گپتا رضا) (۴) کلامِ غالب میں فلسفہ حکمت کی باتیں (ڈاکٹر الف۔د۔نسیم) (۵) جہانِ غالب (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۶) کیا آج غالب کی ضرورت ہے؟ (ڈاکٹر سلیم اختر) (۷) غالب کی قمار بازی (ڈاکٹر انیس ناگی) (۸) دیوانِ غالب نسخہ شیرانی (ڈاکٹر مظہر محمود شیرانی) (۹) سرسید اور غالب (ڈاکٹر خورشید رضوی) (۱۰) اسلوب غالبؔ کی ابلاغی جہت (فرخندہ لودھی) (۱۱) سامنا ہونا ہے اب اس سے میری تدبیر کا...... (سید طارق حسین زیدی) (۱۲) موت کا

دراگرچہ دانہ ہوا (فرحت بیگ) (۱۳) تو جو بچھڑ تو میری سوچیں پریشان ہو گئی (تیمور حسین تیمور) (۱۴) صحرا میں سر کے واسطے دیوار بھی نہیں (فرزانہ فردوس) (۱۵) چاہے جو گہری جھیل میں اترا کرے کوئی (سفیر حیدر نقوی) (۱۶) پوچھتے ہو حال صاحب کیا میری تقدیر کیا (عزیز احسن) (۱۷) غالب منظر و پس منظر (سراج منیر) (۱۸) غالب بحیثیت شاعرِ غم (اشن کمار) (۱۹) غالب کا فن نعت گوئی (ڈاکٹر آغا سہیل) (۲۰) غالب کا مذہب (ڈاکٹر معراج منیر زیدی) (۲۱) غالب کے قصائد (ڈاکٹر سعادت سعید) (۲۲) غالب کی اُردو نثر نگاری (م۔ش۔ دانش) (۲۳) غالب ایک دردمند انسان (زرش گل) (۲۴) غالب کا تصورِ حسن و عشق (ثمینہ خورشید) (۲۵) غالب کی اہمیت (پروفیسر جیلانی کامران) (۲۶) غالب، کلاسیکی روایت کا آخری شاعر (شہزاد احمد) (۲۷) غالب، زندگی کا شاعر (محمد حنیف رائے) (۲۸) غالب کی تمثال نگاری (فرخ خورشید)

18- (i) سورج......لاہور:

(جلد ۲۵، شمارہ نمبر ۴، اشاعت اپریل۔مئی ۱۹۹۶ء۔ صفحات ۱۱۱۱)

یہ رسالہ تسلیم احمد تصور کی تحقیق و تدوین میں شائع ہوا ہے۔ پیشِ نظر رسالہ ''سورج'' میں گیارہ عنوانات کے تحت تقریباً چھیاسٹھ (۶۶) مضامین شامل ہیں۔ یہ رسالہ غالب کی دوصد سالہ جشن ولادت پر خصوصی اشاعت ہے۔ اس رسالے کے اکثر مضامین نہایت جامع اور فکر انگیز ہیں۔ تحقیق پر کام کرنے والوں کے لئے رہنمائی کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان مضامین میں غالب کی ادبی خصوصیات اور ان کی زندگی کے بعض پہلوؤں پر نئے زاویے سے روشنی پڑتی ہے۔ ان مضامین کو اچھی تنقید اور مستحکم تحقیق کی بنیاد پر قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور خصوصاً غالب سے لگاؤ رکھنے والے کو اپنے مطلوبہ عنوان میں کافی مدد ملے گی۔

اس رسالے میں غالب کے فن اور شخصیت کو علم نجوم کی روشنی میں پرکھا گیا ہے۔ جو ایک انوکھا انداز ہے اور غالب کی عظمت کا اعتراف بھی ہے۔ رسالے کی خاص بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ اس میں ''جاگیر غالب'' کا اصل نسخہ منظرِ عام پر آیا ہے۔ اس رسالے میں ایک باب ''غالب اور کارٹون'' کے عنوان سے شامل ہے، جو فکرِ غالب کا نیا انداز ہے۔ فہرست مندرجات درج ذیل ہے:

حیاتِ غالب:

(۱) حیاتِ غالب، سنین کے آئینے میں (گوہر نوشاہی)

(۲) مرزا اسداللہ بیگ کی خودنوشتہ سوانح کا ایک نادر ورق (مولوی عبدالحق)

غالب اور ستارے:

(۱) غالب کا زائچہ (تاریخ پیدائش)......(مسلم ضیائی) (۲) غالب کی صحیح تاریخ پیدائش (سید صمد حسین رضوی) (۳) مرزا غالب کا زائچہ (امتیاز علی عرشی) (۴) اوج قبول (سید صمد حسین رضوی)

غالب، عہدِ غالب:

(۱) عہد غالب میں لال قلعے کی معاشرتی زندگی (سید ضمیر حسین دہلوی) (۲) رنگا رنگ بزم آرائیاں (ڈاکٹر خلیق انجم) (۳) غالب اور ان کی ہم عصر صحافت (ڈاکٹر عبدالسلام خورشید) (۴) عہد غالب میں دینی فکر اور سماجی مسائل (پروفیسر اقتدار حسین) (۵) ذکرِ غالب ۱۸۶۲ء کے اودھ اخبار میں (محمد عتیق صدیقی) (۶) غالب کا کلکتہ (پروفیسر احمد خان) (۷) غالب کے عہد میں ڈاک کا نظام (ڈاکٹر حنیف نقوی)

غالب تحقیق کے آئینے میں:

(۱) غالب کے اولین تعارف نگار (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) (۲) غالب وظفر کے منظوم کتبے (ضیاء الدین ڈیسائی) (۳) مرزا غالب کی بازیافت ان کے آبائی وطن میں (ڈاکٹر قمر رئیس) (۴) غالب کے سفارش نامے (مسلم ضیائی) (۵) رونمد اور مقدمہ مرزا غالب (ڈاکٹر مولوی عبدالحق) (۶) غالب، مرات الاشباہ اور حکیم احسن اللہ (ڈاکٹر عبداللہ چغتائی) (۷) غالب اور غالب تخلص کے اُردو شعراء (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۸) آغا مرزا، غالب کا ایک شناسا خطاط (محمد مشتاق بخاری) (۹) لطائف غیبی "قاطع برہان" کے سلسلے کی ایک کتاب (مولانا غلام رسول مہر) (۱۰) غالب کے دو قلمی دیوان اور میر علی بخش رنجور (ڈاکٹر سید حامد حسین) (۱۱) غالب کا المعاتی کلام۔ایک داستان (جلیل قدوائی) (۱۲) مرزا عباس بیگ مرحوم (کالی

داس گپتا رضا) (۱۳) جان غالب (حمیدہ سلطان احمد) (۱۴) غالب کے بعض غیر مطبوعہ شعر اور لطیفے (مولوی احتشام الدین حقی دہلوی) (۱۵) عارف اور فرزندی غالب (کالی داس گپتا رضا) (۱۶) غالب اور لکھنو (ڈاکٹر آصف زمانی) (۱۷) میرزا غالب (مالک رام)

غالب اور لکیریں: ملک کے ممتاز کارٹونسٹ حمید نے غالب کے اشعار کو اپنے کارٹونوں کا موضوع بنایا۔

غالب ڈرامے:

(۱) غالب اور ان کی بیگم (سید امتیاز علی تاج) (۲) مرزا غالب (ڈاکٹر محمد حسن) (۳) مرزا غالب لندن میں (شان الحق حقی) (۴) مرزا غالب (ڈاکٹر اعجاز حسین) (۵) غدر کے بعد (غلام الثقلین نقوی)

نقدِ غالب:

(۱) غالب کے سیاسی افکار (میر محمد حسین عنقا بلوچ) (۲) غالب کا جذبہ حب الوطنی اور سنہ ستاون (گوپی چند نارنگ) (۳) غالب اور وفا کا تصور (ڈاکٹر ظ۔ انصاری) (۴) گوئٹے اور غالب (ڈاکٹر انعام الحق کوثر) (۵) خوفزدہ غالب اور عصری صورتحال (ڈاکٹر وحید قریشی) (۶) غالب کے زمانہ اسیری کی ایک یادگار نظم (ڈاکٹر آفتاب احمد) (۷) دستنبو اور دساتیر (پروفیسر نذر محمد) (۸) غالب کی شاعری اور جنس (ڈاکٹر سلیم اختر) (۹) عندلیب گلشن نا آفریدہ (احمد ہمدانی) (۱۰) غالب کا تصور جنت و دوزخ (غلام رسول مہر) (۱۱) مرزا غالب کی ایک انجمن (ڈاکٹر سہیل بخاری) (۱۲) غالب کے ادبی معرکے (مالک رام)

کلام غالب کے تراجم:

(۱) غالب کی اُردو شاعری کے انگریزی تراجم (پروفیسر آل احمد سرور) (۲) کلام غالب کے بنگلہ تراجم (پروفیسر کلیم سہسرامی) (۳) کلام غالب کے کشمیری ترجمے (محمد یوسف ٹینگ) (۴) کلام غالب کے پنجابی تراجم (پاکستان میں)......منیر احمد شیخ

نوادراتِ غالب: آنجہانی پرتھوی کی مایہ ناز کاوش "جاگیر غالب"۔

انتظاریہ:

(۱) غالب یونیورسٹی میں (انجم عرفانی) (۲) غالب بنام فکر (فکر تونسوی) (۳) مرزا غالب (اختر بستوی) (۴) غالب اور اس کا ماحول (ڈاکٹر وحید قریشی) (۵) غالب کے اڑیں گے

پرزے (کنہیا لال کپور)(۶) غالب کا بستر (ارشد میر)(۷) غالب اور انکم ٹیکس (اظہر حسن صدیقی)(۸) غالب کے متعلق چند غیر معتبر روایات (نادم سیتاپوری)(۹) عہد غالب کے چند مسائل (ڈاکٹر انور سدید)(۱۰) نوادر غالب (ڈاکٹر نثار احمد فاروقی)(۱۱) مثنوی چراغ دیر، ایک جائزہ (ڈاکٹر تحسین فراقی)(۱۲) ماہر غالبیات، پروفیسر لطیف الزمان خان کا ایک اہم خط

19- (ii) سورج......لاہور:

(جلد ۲۵، شمارہ نمبر ۵۰، اشاعت سال ۲۰۰۳ء۔ صفحات ۱۱۹۲)

تسلیم احمد تصور کی تحقیق و تدوین میں شائع ہونے والا یہ رسالہ غالب کے دو صد سالہ جشن ولادت کی ایک کڑی ہے۔ یہ متذکرہ بالا رسالے کا حصہ دوم ہے۔ یہ شمارہ چھ حصوں پر مشتمل ہے۔ ''سرگزشت غالب'' رسالے کا پہلا حصہ ہے جس میں مختلف اہل قلم کی اٹھارہ (۱۸) تحریریں شامل ہیں جن میں حیاتِ غالب کے مختلف پہلوؤں پر جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ رسالے کا دوسرا حصہ ''تلاش غالب'' کے عنوان سے ہے جو اٹھائیس (۲۸) نادر تحریروں پر مشتمل ہے۔ ان مقالات میں غالب کی شخصیت و فن کے کئی گمشدہ پہلوؤں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ ''غالب ڈرامے'' رسالے کا تیسرا حصہ ہے۔ اس میں غالب کے حوالے سے دو سٹیج ڈرامے، ایک چار مناظراتی تمثیل اور ایک ٹیلی ویژن ڈراما شامل ہیں۔ رسالے کا آخری حصہ ''نقد غالب'' کے عنوان سے ہے جس میں (۳۵) مضامین شامل ہیں۔ بلاشبہ یہ حصہ رسالے کا اہم اور قابل قدر حصہ ہے جس میں غالب کے فن کے بارے میں ناقدانہ اور محققانہ جائزے پیش کیے گئے ہیں۔ ''نوادرات غالب'' کے عنوان سے خطوط غالب میں سے چند کا عکس شائع کیا گیا ہے اور آخر میں ''خصوصی پیشکش'' کے عنوان سے پرتھوی چندر کی ''مرقع غالب'' اور خواجہ حسن نظامی کی کتاب ''غالب کا روزنامچہ'' شائع کیے گئے ہیں۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

غالب کے خطوط، غالب شناسوں کی نظر میں:

سرگزشتِ غالب:

(۱) جو غالب کے خطوط سے ترتیب دی گئی (ناصر عابدی) (۲) غالب نے اُردو میں خط و کتابت کب سے شروع کی؟ (قاضی عبدالودود)(۳) غالب خطوط کے آئینے میں (اقرار احمد عباسی) (۴) دلی کی سماجی زندگی، خطوط غالب کے آئینے میں (تقی حسن نقوی) (۵) جنگ

آزادی کی کہانی، مکاتیب غالب کی زبانی (غلام رسول مہر) (۶) غالب اور کلکتہ (ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی) (۷) خطوط غالب میں اشعار غالب (سہیل برکاتی) (۸) مرزا تفتہ، خطوط غالب کے آئینے میں (محمد سجاد ساجد) (۹) نامہ غالب (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۱۰) غالب کا ایک منظوم خط (مسلم ضیائی) (۱۱) نامہ برا کثر کھلا (پروفیسر سجاد باقر رضوی) (۱۲) چند بیرنگ خطوط مرزا صاحب کے (ابن انشاء) (۱۳) تفہیم غالب (شوکت تھانوی) (۱۴) مرزا غالب بنام آئی ایم ایف (ضیاء اکرام) (۱۵) غالب کے خطوط کی ادبی اہمیت (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۱۶) غالب کے فارسی مکاتیب (ڈاکٹر تحسین فراقی) (۱۷) غالب کے اُردو، فارسی مراسلات (سیف اللہ خالد) (۱۸) خطوط غالب کا تنقیدی مطالعہ (ڈاکٹر خلیق انجم)

تلاش غالب:

(۱) پہلا غالب پرست (محمد قاسم صدیقی) (۲) غالب کی شاعری (مولانا حسرت موہانی) (۳) غالب پر سرسید کا ایک سو بارہ سال پرانا مضمون (ادارہ) (۴) غالب کا تنقیدی شعور (آل احمد سرور) (۵) حضرت غوث علی شاہ قلندر اور غالب (مختار الدین احمد آرزو) (۶) غالب کا طنز و ظرافت (رشید احمد صدیقی) (۷) غالب کا جہان دیر و کعبہ (پروفیسر احتشام حسین) (۸) غالب کی داستان محبت (مسلم ضیائی) (۹) غالب کی ہم عصریت (صدیق کلیم) (۱۰) غالب (ڈاکٹر محمد اجمل) (۱۱) غالب اور رقیب (مالک رام) (۱۲) کلام غالب کے صوتی آہنگ کا ایک پہلو (مسعود حسین خان) (۱۳) عرفانیات غالب (شیخ محمد اکرام) (۱۴) مرزا غالب کا مذہب (میکش اکبر آبادی) (۱۵) غالب کی شخصیت (ڈاکٹر شوکت سبزواری) (۱۶) غالب کے سفر (مرزا سجاد علی خان اختر) (۱۷) غالب اور طب قدیم (حکیم محمود احمد برکاتی) (۱۸) غالب اور اُردو غزل (جلیل قدوائی) (۱۹) غالب سے ملئے (مالک رام) (۲۰) مرزا غالب قید فرنگ میں (ملا واحدی دہلوی) (۲۱) غالب کے دیکھنے والے جنہیں میں نے دیکھا (ملا واحدی دہلوی) (۲۲) کلام غالب کا انتخاب کس نے کیا (امتیاز علی عرشی) (۲۳) غالب کی بہو سے ایک ملاقات (پروفیسر حمید احمد خاں) (۲۴) غالب (بچوں کے لئے) رضیہ سجاد ظہیر (۲۵) غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر (تحسین سروری) (۲۶) نجات کا طالب غالب، مرزا غالب کے کردار و سیرت کا سرسری مطالعہ (عشرت رحمانی) (۲۷) غالب کے انتقال پر پہلا مضمون (سید مسعود حسن رضوی) (۲۸) غالب کی آخری آرامگاہ (نادم سیتاپوری)

غالب ڈرامے:

(۱) حسرت تعمیر، غالب کی شخصیت اور آرٹ پر ایک سٹیج ڈرامہ (ڈاکٹر حامدی کاشمیری) (۲) ترقی پسند غالب (کنہیالال کپور) (۳) عہد و سوانح غالب (ڈاکٹر محمد اشرف) (۴) اچھا کہیں جسے (الصبار عبدالعلی)

نقدِ غالب:

(۱) غالب کی تحقیقات مابعدالطبیعی پس منظر میں (سید محمد تقی) (۲) داستان فرہاد اور غالب کا تصور محبت (مولانا غلام رسول مہر) (۳) غالب اور علم نفسیات (پروفیسر سردار احمد خان) (۴) غالب اور علم نجوم (ابراہیم خلیل) (۵) غالب کی ابتدائی شاعری کا نفسیاتی پس منظر (مسلم ضیائی) (۶) یورپ میں غالب کا مطالعہ (آغا افتخار حسین) (۷) بنگلہ شاعری پر غالب کا اثر (اَمل برن گنگولی) (۸) کشمیری شاعری پر غالب کا اثر (غالب نبی خیال) (۹) مرزا غالب کا علم کلام (مولانا سعید انصاری) (۱۰) غالب پر میر کا اثر (نریش کمار شاد) (۱۱) محاوراتِ غالب (ضیاء احمد بدایوانی) (۱۲) کلام غالب میں شری پیکر تراشی (فضیل جعفری) (۱۳) غالب کی شخصیت (آل احمد سرور) (۱۴) غالب کے بغیر (فتح محمد ملک) (۱۵) غالب کی بغاوت (مظفر علی سید) (۱۶) غالب اور حرم (نورالعین نوید) (۱۷) غالب ایک جدید شاعر (ڈاکٹر وزیر آغا) (۱۸) غالب کے کلام میں تحریف و تصرف (نادم سیتاپوری) (۱۹) ماہر غالبیات (وجاہت علی سندیلوی) (۲۰) غالب، ذوق اور ناسخ (محمد انصار اللہ ناظر) (۲۱) غالب ایک مابعدالطبیاتی شاعر (پروفیسر احمد علی) (۲۲) فیض اور غالب (پروفیسر جعفر بلوچ) (۲۳) غالب اور حافظ کا ایک تقابلی مطالعہ (سعید احمد اکبر آبادی) (۲۴) شیخ محمد اکرم اور تنقید غالب (ڈاکٹر انور سدید) (۲۵) غالب کی جمالیات (سید علی عباس جلالپوری) (۲۶) منفرد شاعر (ڈاکٹر گیان چند) (۲۷) دیوان غالب اور اُردو غزل (مجنوں گورکھپوری) (۲۸) غالب کی شاعرانہ انفرادیت (ڈاکٹر میمونہ انصاری) (۲۹) غالب کی مثنوی درد و داغ (محمد عبداللہ قریشی) (۳۰) غالب کی فارسی تصانیف (مالک رام) (۳۱) فکر تونسوی غالب کے شعر کی شرح کرتے ہیں (فکر تونسوی) (۳۲) غالب کا ایک مکالمہ، فیض احمد فیض سے انٹرویو (مختار زمن) (۳۳) غالب کی محبوبہ (حمیدہ سلطان) (۳۴) تنہائی کی

وادی میں (ادارہ) (۳۵) مرزا غالب کا قصیدہ شمس الامراء (حمید احمد خان)

نوادرات غالب: خطوط غالب کا عکس

خصوصی پیشکش: (الف) مرقع غالب (پرتھوی چندر) (ب) غالب کا روزنامچہ (خواجہ حسن نظامی)

20- (i) صحیفہ (حصہ اوّل)......لاہور:

(مجلس ترقی ادب، شمارہ ۴۶، اشاعت جنوری ۱۹۶۹ء، صفحات ۵۰۰)

ڈاکٹر وحید قریشی کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ ایک اہم رسالہ ہے جو چھبیس مقالات پر مشتمل ہے۔ یہ مضامین مختلف محققین کے تحریر کردہ ہیں۔ پاک و ہند کے غالب شناسوں کی ان نگارشات میں غالب کے متعلق ناقدانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ ان نگارشات میں غالب کے حالات زندگی غالب کے عہد کو سیاسی و سماجی تناظر میں رکھتے ہوئے بیان کیا ہے۔ ان مضامین میں محاسن کلام غالب، محاسن خطوط غالب، غالب کے اسلوب نگارش پنج آہنگ کا حوالہ دیتے ہوئے غالب کا جدید شعراء میں مقام بھی متعین کیا گیا ہے۔ اس رسالے میں غالب اپنی مکمل شخصیت اور فن کے ساتھ نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان مقالات میں غالب کے متعلق ناقدانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ جس سے غالب سے دلچسپی رکھنے والے قاری کے لئے یہ مقالات کارگر ثابت ہوں گے۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کا زمانہ (۱۷۹۷ء تا ۱۸۶۹ء) ڈاکٹر محمد شمس الدین صدیقی (۲) آب حیات کے مسودے میں غالب کے حالات (آغا محمد باقر نبیرہ آزاد) (۳) مرزا غالب کی ایک نئی غزل (ڈاکٹر حکم چند نیر) (۴) بسلسلہ غالب (اکبر علی خان) (۵) غالب کی تاریخ گوئی (کسری منہاس) (۶) غالب اور ان کی ہم عصر صحافت (ڈاکٹر عبدالسلام خورشید) (۷) غالب پر ابوالکلام آزاد کا ایک مقالہ (عتیق صدیقی) (۸) غالب اودھ میں (مرتضیٰ حسین فاضل) (۹) خصبات نثر غالب (نجم الاسلام) (۱۰) مرزا غالب کا اسلوب نگارش (ڈاکٹر عندلیب شادانی) (۱۱) غالب اور ذال معجم (سید قدرت نقوی) (۱۲) محاسن خطوط غالب (ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار) (۱۳) قاطع القاطع (قاضی عبدالودود) (۱۴) غالب کا سکہ شعر (ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی) (۱۵) مرزا غالب کا سفر کلکتہ اور بیدل (ڈاکٹر عبدالغنی) (۱۶) مرزا غالب کی فارسی غزل (محمد منور) (۱۷) ابجد گہر بار کا ایک پہلو (اسلوب احمد انصاری) (۱۸) کلام غالب میں تمثال شعری کا مقام (اختر اقبال کمالی)

(۱۹) غالب کی تہذیبی شخصیت کا تعارف (جیلانی کامران) (۲۰) غالب ایک جدید شاعر (ڈاکٹر وزیر آغا) (۲۱) غالب کی مشکل پسندی (انور سدید) (۲۲) غالب کی فنکارانہ ہمہ گیری (نظیر صدیقی) (۲۳) افکارِ غالب کے نئے زاویے (مولانا غلام رسول مہر) (۲۴) Whispers from Ghalib (زیتون عمر) (۲۵) Whispers from Ghalib (صوفی اے کیو نیاز) (۲۶) یورپ میں غالب کی صد سالہ برسی (ڈاکٹر آغا افتخار حسین)

21- (ii) صحیفہ (حصہ دوم) ...... لاہور:

(مجلس ترقی ادب، شمارہ ۴۷، اشاعت اپریل ۱۹۶۹ء، صفحات ۱۳۱)

ڈاکٹر وحید قریشی نے ترتیب دیا۔ یہ شمارہ دس مقالات پر مشتمل ہے۔ یہ مقالات محققین کے تحریر کردہ ہیں۔ پاکستان و ہند کے غالب شناسوں کی ان نگارشات میں غالب کے متعلق ناقدانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ ان نگارشات میں غالب کے فکر و فن پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ غرض اس رسالہ میں غالب اپنی مکمل شخصیت اور فن کے ساتھ براجمان ہیں۔ غالب سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لیے یہ مقالات کارگر ثابت ہوں گے۔ فہرست مشمولات یہ ہے:

(۱) غالب کی شاعری میں تسکینِ ضمیر (ابن فرید) (۲) غالب، بٹی ہوئی شخصیت کا مسئلہ (رشید امجد) (۳) غالب، ہیئت شناس و ہیئت ساز (افتخار جالب) (۴) غالب کی دورنگی (ڈاکٹر سہیل بخاری) (۵) غالب اور خودداری (ڈاکٹر گوپی چند نارنگ) (۶) غالب کا شعورِ کائنات (عتیق احمد) (۷) غالب اور شعورِ حیات (ڈاکٹر تنویر احمد علوی) (۸) کلامِ غالب میں طنز و ظرافت (قسط اول) یوسف جمال انصاری (۹) غالب کی مشکل پسندی (شمس الرحمن فاروقی) (۱۰) غالب اور فلسفہ ویدانیت (حافظ عبداللہ فاروقی)

22- (iii) صحیفہ (حصہ سوم) ...... لاہور:

(مجلس ترقی ادب، شمارہ ۴۸، اشاعت جولائی ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۱۴۲)

ڈاکٹر وحید قریشی اس رسالے کے مرتب ہیں۔ یہ رسالہ آٹھ مقالات پر مشتمل ہے۔ ان میں سے پہلے دو مقالات میں نسخہ بھوپال پر روشنی ڈالی گئی ہے اسی طرح باقی مضامین بھی نہایت اہم ہیں۔ بحیثیت مجموعی معیاری شمارہ ہے۔ تفصیل مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) نسخہ حمیدیہ کی فروگزاشتیں (نسخہ بھوپال کی روشنی میں) مولانا امتیاز علی عرشی

(۲) دیوانِ غالب (نسخہ ٔ بھوپال) پر ثبت دستخط اور مہریں (مولانا امتیاز علی عرشی) (۳) غالب اور صفیر بلگرامی (قسط اوّل) مشفق خواجہ (۴) غالب اور مارہرہ (محمد ایوب قادری) (۵) غالب کا ایک خط اور ناظم سے منسوب غزل (اسرار الحق) (۶) غالب اور اصولِ لغت نگاری (ڈاکٹر شوکت سبزواری) (۷) کلامِ غالب میں طنز و ظرافت (آخری قسط) یوسف جمال انصاری (۸) غالب کے دو جعلی شاگرد اور ایک جعلی تحریر (ڈاکٹر خلیق انجم)

23- (iv) صحیفہ (حصہ چہارم) لاہور:

(مجلس ترقی ادب، شمارہ ۴۹، اشاعت اکتوبر ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۱۷۲)

ڈاکٹر وحید قریشی کا ترتیب دیا پیشِ نظر رسالہ تیرہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین مختلف محققین کے تحریر کردہ ہیں۔ ان نگارشات میں غالب کے فکر و فن کو غالب کے عہد کے سیاسی و سماجی تناظر میں رکھتے ہوئے بحث کی گئی ہے۔ ان نگارشات میں غالب کے محاسن کلام، غالب تخلص کے اُردو شعراء، غالب کے نقاد، غالب کے اشعار میں نثری تضمین، غالب کا ذہنی وطن، غالب اور ہمارا قومی شعور جیسے موضوعات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ ان مقالات میں غالب سے متعلق ناقدانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ باقی شماروں کی طرح یہ شمارہ بھی ذخیرہ ٔ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب اور صفیر بلگرامی (دوسری اور آخری قسط) مشفق خواجہ (۲) غالب اور غالب تخلص کے اُردو شعراء (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۳) یادگار غالب اور مقدمہ شعر و شاعری میں غالب کے بعض اشعار (سعادت علی صدیقی) (۴) غالب کے نقاد (ڈاکٹر گیان چند) (۵) غالب اور ہمارا قومی شعور (فتح محمد ملک) (۶) غالب کا ذہنی وطن (میرزا ادیب) (۷) غالب کا سیاسی ماحول (ڈاکٹر محمد باقر) (۸) غالب کی اداشناسی اور نوا سنجی (عشرت رحمانی) (۹) غالب کی تفہیم (ڈاکٹر عابد رضا بیدار) (۱۰) غالب کے دو شاگردوں کے متعلق دو سوال (شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) (۱۱) غالب کے پانچ اشعار (فرانسیسی میں ترجمہ) ڈاکٹر لئیق بابری (۱۲) غالب کے اشعار پر نثری تضمین (ایم۔ اسلم) (۱۳) غالب اور ان کی بیگم (دیوانِ غالب میں سے ایک مکالمہ) سید امتیاز علی تاج

24- (v) صحیفہ (حصہ پنجم)......لاہور:

(مجلس ترقی ادب، شمارہ ۶۳، اشاعت اپریل ۱۹۷۳ء۔ صفحات ۱۶۴)

غالب کی صد سالہ برسی (۱۹۶۹ء) کے موقع پر صحیفہ، لاہور کے مندرجہ بالا چار نمبر شائع ہوئے جبکہ اپریل ۱۹۷۳ء میں "صحیفہ" کا شمارہ غالب نمبر، حصہ پنجم کے طور پر چھپا۔ جس کے مدیر اعزازی حسب سابق ڈاکٹر وحید قریشی تھے۔ اس شمارے میں کل سولہ مقالات ہیں جن میں سے پہلے سات مقالات غالب سے متعلق ہیں۔ تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱) علاؤ الدین احمد خان کے نام غالب کا نادر مکتوب (مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی) (۲) دیوانِ غالب (نسخہ شیرانی) قسط اوّل (سید قدرت نقوی) (۳) مرزا غالب اور شاہ نصیر (عبدالرزاق چوہدری) (۴) غالب، آتشِ زیرپا (سلیم اختر) (۵) غالب کا ذہنی و فکری ارتقاء (عبداللہ فاروقی) (۶) نخن دہلوی اور غالب (رفعت القاسمی) (۷) مطلع دیوانِ غالب (منظور احسن عباسی)

25- عکسِ صادق......صادق آباد:

(جلد ا، شمارہ نمبر ۷۔۸، اشاعت فیا سا ۱۹۹۷ء۔ صفحات ۲۱۶)

یہ مجلہ گوہر طیسانی کی ادارت میں شائع ہوا ہے۔ "عکس صادق" غالب کی دوصد سالہ جشنِ ولادت پر شائع ہونے والا علمی و ادبی تحریروں کا مرقع ہے۔ اس رسالے میں آٹھ عنوانات شامل کیے گئے ہیں۔ ان آٹھ عنوانات کے تحت غالب پر جدید و قدیم نگارشات شامل ہیں۔ "غالب تنقید کی نظر میں" اس عنوان کے تحت تیرہ (۱۳) مضامین شامل ہیں جو تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ "خراج عقیدت" کے عنوان سے پانچ غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔ "غالب اور گوشہ غالب" کے عنوان سے چار مضامین شامل ہیں۔ دو مضامین غالب کی خطوط نگاری کا سماجی و سیاسی تناظر میں غالب کی اُردو نثر کا معیار مقرر کرتے نظر آتے ہیں ایک مضمون میں کتب خانے کا ذکر ہے۔ گوشہ غالبیات کی تفصیل اس مضمون میں شامل ہے تاکہ غالب پر کام کرنے والے محققین کی رہنمائی ہو سکے۔ "نذرِ غالب" کے عنوان سی ۱۱۶ افراد کی غزلیں، نظمیں، قطعات شامل ہیں۔ "غالب شکن اور جواب" میں مکتوب یگانہ بنام سید مسعود حسین صاحب رضوی شامل ہے جس میں یگانہ نے غالب کے کمزور پہلوؤں کو خوب تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

"غالب ڈرامے" کے عنوان سے غالب پر لکھے گئے ڈراموں پر مشتمل ہے جس میں تین ڈرامے شائع کئے گئے ہیں "حالاتِ غالب" کے عنوان سے تین مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین نہایت جامع اور فکر انگیز ہیں غالب پر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے کافی حد تک رہنمائی کا باعث ہو سکتے ہیں۔ فہرست مشمولات یہ ہے:

حمد و نعت:

(۱) حمد (اسرار احمد سہاوری) (۲) نعت (اسرار احمد سہاوری) (۳) دعا (گوہر ملیسانی) (۴) ہدیہ نعت (غالب) (۵) تضمین قدسی (غالب)

غالب تنقید کی نظر میں:

(۱) پیغام علامہ اقبال (۲) غالب سن و سال کے حوالے سے (عبدالمنعم مہدی) (۳) غالب کی حقیقت پسندی (پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال) (۴) کلامِ غالب کے خوبصورت تضادات (اسرار احمد سہاوری) (۵) غالب کی جنت در بستہ (ضیغم شیروی) (۶) شکست ناروا اور کلام غالب (سجاد مرزا) (۷) اعلیٰ مدارج میں مطالعہ غالب (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۸) گمان غالب (دلنواز دل) (۹) غالب نئے شعور اور نئے عہد کا ہم سفر (ارشد ملتانی) (۱۰) سلیم احمد کی غالب شکنی (ڈاکٹر مختیار احمد غزنی) (۱۱) غالب کا خط خالد اختر کے نام (مشفق خواجہ) (۱۲) غالب اور تصوف (تنویر حسین) (۱۳) غالب دو سو سال سے غالب (ہارون الرشید تبسم)

خراجِ عقیدت:

(۱) نالہ ءحزن (مولانا الطاف حسین حالی) (۲) غالب (علامہ اقبال) (۳) خراجِ عقیدت (جگر مراد آبادی) (۴) غزل (احسان دانش) (۵) مرثیہ (الطاف حسین حالی)

غالب اور گوشہ ءغالب:

(۱) مکاتیب غالب، جدید نثر (انعام اللہ انعام) (۲) کہتے ہیں کہ غالب (ملک غلام صابر) (۳) بیت الحکمت صادق آباد (گوہر ملیسانی) (۴) مباحث (گوہر ملیسانی)

نذرِ غالب:

(۱) اعزاز احمد آزر (مخلص وجدانی) (۲) ارشد ملتانی (دل نواز دل) (۳) وفا حجازی (خادم رزمی) (۴) سجاد مرزا (علی آزر) (۵) فراز صدیقی (۶) نواز امجد غازی (۷) اقبال سعدی (جاں کاشمیری) (۸) محمد ظریف (تنویر پھول) (۹) قطعات (راؤ تہذیب)

غالب شکنی اور جواب:

(۱) غالب کی بدمذاقیاں (مرزا یاس یگانہ) (۲) مکتوبات یگانہ (۳) یگانہ چنگیزی اور غالب

غالب ڈرامے:

(۱) کوئی نہ ادا سنج ملا (اشفاق احمد) (۲) غالب اور گو ئٹے (حاجی لق لق)
(۳) غالب جدید شعراء کی مجلس میں (کنہیالال کپور)

حالاتِ غالب:

(۱) غالب کے حالات میں پہلا مضمون (سید منظور حسن رضوی) (۲) مرزا غالب نسبت نامہ (۳) غالب کا سفرِ کلکتہ (ڈاکٹر سعادت صدیقی)

26- (i) غالب (سہ ماہی) کراچی:

(جلد ۱، شمارہ نمبر ۱، اشاعت جنوری تا مارچ ۱۹۷۵ء۔ صفحات ۲۷۲)

فیض احمد فیض اس رسالے کے مدیرِ اعلیٰ ہیں۔ جنوری ۱۹۷۵ء میں ادارہ یادگار غالب کی عمر سات سال اور غالب کی لائبریری کی تین سال تین ماہ ہوئی۔ اس شمارے کے مشمولات میں غالبیات سے متعلق چھ مضامین شامل ہیں۔ غالب کے علاوہ دیگر مواد بھی شامل ہے لیکن فہرست میں صرف غالب سے متعلق عنوانات کا شمار کیا گیا ہے۔ یہ چھ مضامین غالب کے فن سے متعلق نئی نئی معلومات فراہم کرتے ہیں جو غالب پر تحقیق کرنے والے کے لئے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب اور عہد غالب (ڈاکٹر شمس الدین صدیقی) (۲) غالب کے دو شعر (شان الحق حقی) (۳) غالب اور ستارہ شناسی (سید صمد حسین رضوی) (۴) غالب کا خط فلک مشتری سے (بتوسط ابو سعید قریشی) (۵) غالب۔ ۲۶ سال پرانا ماہنامہ (۶) غالب اور متعلقات غالب (ادارے کی مطبوعات)

27- (ii) غالب (سہ ماہی) کراچی:

(جلد ۱، شمارہ نمبر ۳، اشاعت جولائی تا ستمبر ۱۹۷۵ء۔ صفحات ۲۳۱)

یہ رسالہ فیض احمد فیض کی ادارت میں شائع کیا گیا۔ اس شمارے میں غالب سے متعلق چھ (۶) نگارشات ہیں۔ ''غالب کے دو شعر'' شان الحق حقی کا مضمون تقریباً ہر شمارے میں چھپتا ہے۔ ''اُردو ادب میں غالب کی انفرادیت'' خاطر غزنوی کا مضمون ہے۔ خطوط غالب (۴) خط کا مضمون (اشعار کا انتخاب) اس میں غالب کے ایسے اشعار کا انتخاب پیش خدمت ہے جس کا مضمون خط، نامہ بر وغیرہ ہو۔ انتخاب دو دواوین سے کیا گیا ہے۔ ایک تو دیوانِ غالب (صدی ایڈیشن) مطبوعہ غالب یادگار کمیٹی بمبئی (۱۹۶۹ء) سے دوسرے مسلم ضیائی کے منسوخ دیوان سے جو ادارہ یادگار کراچی نے شائع کیا تھا۔ نمبر ۵ پر ''القاب و آداب (مختصر انتخاب) غالب'' ہیں۔ اُردو خطوط میں استعمال کئے جانے والے القاب و آداب کی ایک جھلک ہے۔ ادارہ یادگار کی جانب سے جملہ استعمال کردہ القاب و آداب کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے۔ فہرست مشمولات:

(۱) غالب کے دو اور شعر (شان الحق حقی) (۲) اُردو ادب میں غالب کی انفرادیت (خاطر غزنوی) (۳) تین کتابیں، غالب پر (۴) خط کا مضمون (اشعار کا انتخاب)...... غالب (۵) القاب و آداب (مختصر انتخاب ...... غالب) (۶) غالب کی غزل پر تضمین (ڈاکٹر سید انعام احسن حریف)

28- (iii) غالب (سہ ماہی) کراچی:

(جلد ۲، شمارہ نمبر ۱، اشاعت جنوری تا مارچ ۱۹۷۶ء۔ صفحات ۳۶۹)

اس جریدے کے مدیر اعلیٰ فیض احمد فیض ہیں۔ جریدہ غالب نے اپنی عمر کا پہلا سال مکمل کر لیا ہے۔ ۱۹۷۵ء کے چاروں شمارے شائع کرنے کے بعد اب دوسرے سال کا پہلا یہ مجموعی پر پانچواں شمارہ زیر نظر ہے۔ اس شمارے میں غالب پر (۱۳) مضامین شامل ہیں۔ اس شمارے کو ''غالب نمبر'' کہنے کی بجائے ''ارمغانِ غالب'' کہا گیا ہے۔ یہ مضامین مختلف محققین کے

لکھے ہوئے ہیں ان مضامین کے مطالعے سے غالب کے فن کے کئی گوشوں پر روشنی پڑتی ہیں۔ فہرست مشمولات یہ ہے:

غالبیات:

(۱) غالب کے خزانِ نا شخص (مولانا امتیاز علی خاں عرشی) (۲) زندگی اپنی کچھ اس طور سے گزری غالب (ادارہ) (۳) غالب اور ستارہ شناسی (سردار عبدالواحد خان درانی) (۴) صاحب، میم صاحب اور بابا لوگ (ادارہ) (۵) غالب کے متعلق چند اہم دریافتیں (عبدالقوی دسنوی) (۶) نذر غالب، کلام (محسن احسان) (۷) غالب کے دو اور شعر (شان الحق حقی) (۸) غالب کے گل رنگین، کلام (انتخاب ادارہ) (۹) ہماری مطبوعات (ادارہ یادگار غالب) (۱۰) تلاش غالب میں عمل تحقیق کے مفروضے (ڈاکٹر اسد ادیب) (۱۱) غالب کے انقلابی تصور کی ایک زندہ مثال (رشید نیاز) (۱۲) غالب کا کردار محبوبانہ (سردار عبدالواحد درانی) (۱۳) غالب اور بنگال (کلیم سہرامی)

29- (iv) غالب (سہ ماہی) کراچی:

(جلد ۲، آٹھواں اور نواں شمارہ، اشاعت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۶ء۔ ص ۳۵۳)

(جلد ۳، شمارہ نمبر ۱، غالب نمبر ۲ دوسرا سالنامہ، اشاعت جنوری تا مارچ ۱۹۷۷ء)

اس جریدے کے مدیر اعلیٰ فیض احمد فیض ہیں۔ پیش نظر رسالہ ''غالب'' مالی مشکلات کی وجہ سے اکتوبر ۷۲ء سے مارچ ۷۷ء تک دو شماروں کو ملا کر ایک شمارہ مرتب کیا گیا ہے۔ جس کا کوئی موضوع افادیت سے خالی نہیں۔ ''غالبیات'' کے عنوان سے غالب کے نسخہ امروہہ کی حقیقت غالب کے فکر و فن کے بنیادی عناصر اور کتب خانہ لطیف الزمان خان میں ذخیرہ غالبیات کی فہرست دی گئی ہے۔ یہ کتب خانہ غالب کے حوالے سے پاکستان کا پہلا اور ہندوستان کا دوسرا کتب خانہ ہے۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

غالبیات:

(۱) نسخہ امروہہ (ادارہ) (۲) کیا نسخہ امروہہ جعلی تھا (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) (۳) غالب اور جذبہ آزادی (ڈاکٹر ابوالخیر کشفی) (۴) غالب کا شعر فکر و فن کے آئینے میں (رشید احمد علوی) (۵) غالب اور غم (پاشا رحمان) (۶) غالبیات کا ایک نادر ذخیرہ (ڈاکٹر عبدالرزاق)

30- (v) غالب (ششماہی) کراچی:

(شمارہ نمبر ۳۔۴۔۵، اشاعت جنوری تا دسمبر ۱۹۸۹ء۔ صفحات ۴۴۴)

مختار زمن اور مشفق خواجہ اس رسالے کو ترتیب دیا ہے۔ زیر نظر مجلّہ میں چار مضامین غالب سے متعلق ہیں۔ یہ مضامین حامد حسن قادری، شان الحق حقی، سید قدرت نقوی اور ڈاکٹر گیان چند جیسے معروف ادیب و نقاد کے محررہ ہیں۔ اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ مضامین دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔ فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

(۱) انتخاب غالب (فارسی)۔ حامد حسن قادری (۲) غالب کے دو اور شعر (شان الحق حقی) (۳) غالب کے ایک خط کی تدوین (سید قدرت نقوی) (۴) غالب کے منسوخ کلام میں سے منتخب اشعار (ڈاکٹر گیان چند)

31- (vi) غالب (ششماہی) کراچی:

(شمارہ نمبر ۶ تا ۱۰، اشاعت ۱۹۹۲ء۔ صفحات ۱۱۲)

اس شمارے کو ادارہ یادگار غالب نے شائع کیا ہے۔ زیر نظر شمارے میں یوں تو سبھی تحریریں کسی نہ کسی اعتبار سے انفرادیت کی حامل ہیں لیکن غالب سے متعلق گوشہ کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ غالب پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جا رہا ہے کہ مطالعہ غالب کا کوئی نیا پہلو تلاش کرنا ممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اس شمارے میں غالب کے تعلق سے جو تحریریں شائع کی جارہی ہیں۔ ان سے مطالعہ غالب کا افق وسیع ہوگا۔ اس شمارے کا ہر مضمون کسی نہ کسی اعتبار سے اہمیت کا حامل ہے۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱) مکتوب غالب بنام حکیم ظہیر الدین دہلوی (اکبر علی خاں عرشی زادہ) (۲) غالب کے دو شعر (شان الحق حقی) (۳) انتخاب دیوان غالب از مولانا امتیاز علی عرشی (سید قدرت نقوی) (۴) نوادر غالب (ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری)

32- فاران (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۳۸، شمارہ نمبر ۵۔۶، اشاعت فروری تا مارچ ۱۹۸۷ء۔ ص ۱۰۴)

ماہر القادری اس رسالے کے بانی ہیں۔ اس میں آٹھ (۸) مضامین غالب کے

حوالے سے ہیں جو تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے ہیں۔ رسالے کے شروع میں نعت از غالب بہ زبان فارسی شائع ہوئی ہے۔ مضامین میں غالب کے فن پر بات کی گئی ہے۔ ان کے مطالعے سے کئی نئے پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) نعت، غالب (افتخار احمد عدنی) (۲) غالب اور اُردو اعراب (ڈاکٹر شوکت سبزواری) (۳) غالب اور رام پور (حکیم محمد حسین شفاء) (۴) ذکر غالب (ڈاکٹر مالک رام) (۵) غالب بحیثیت غزل گو (عرش ملیسانی) (۶) کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا (رشید احمد صدیقی) (۷) تضمین غالب (صبا اکبرآبادی) (۸) پیمانہ بہ پیمانہ غالب (افتخار احمد عدنی) (۹) احتساب غالب (عرفانہ عزیز)

33- فردا (غالب نمبر):

(گورنمنٹ کالج مری، اشاعت جون ۱۹۹۷ء۔ صفحات ۱۸۴)

یہ ایک کالج میگزین ہے۔ محمد اعظم صدیقی کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔ یہ مجلہ غالب کی دوصد سالہ جشنِ ولادت کے موقع کی یادگار ہے۔ اس لیے اس مجلّے کا زیادہ تر مواد غالب کے فکروفن پر محیط ہے اس شمارے میں ملک کے نامور لکھنے والوں کی تحریریں شامل ہیں۔ اکثر و بیشتر مواد غیر مطبوعہ ہے۔ ان مضامین سے نئے نئے فکری رجحانات کا پتہ چلتا ہے جو غالبیات میں اہم اضافہ کا باعث ہیں۔ فہرست مندرجات یوں ہے:

(الف) اداریہ (ب) حسنِ عقیدت (غالب دہلوی، ہرگوپال تفتہ)

(ج) تفہیم وتنقید:

(۱) دیوانِ غالب کی ابتدائی پانچ غزلیں: تشریح وتوضیح (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۲) غالب کی ایک نعتیہ غزل (محمد اقبال جاوید) (۳) مہر نیم روز اور غالب کا شعور مذہبی (ڈاکٹر تحسین فراقی) (۴) اٹک میں غالب کا ایک شاگرد (نذر صابری) (۵) اکیسویں صدی کا شاعر غالب (محمد انور جلال) (۶) غالب کا ایک شعر (سجاد مرزا)

تراجم:

(۱) اسداللہ غالب (سلیم ہاشمی) (۲) اسداللہ غالب (نذر صابری) (۳) اسداللہ غالب (سید حامد) (۴) اسداللہ غالب (افتخار احمد عدنی) (۵) اسداللہ غالب (شاکر القادری) (۶) اسداللہ غالب (ارشد محمود ناشاد) (۷) اسداللہ غالب (محمد ذاکر عباسی) (۸) اسداللہ غالب (احسان اللہ طاہر) (۹) غالب (عبدالعزیز خالد) (۱۰) آہ اسداللہ خان غالب (سید اقبال حسینی مخلص)

34- فنون...... لاہور:

(جلد۹، شمارہ نمبر ۱-۲، اشاعت مئی۔ جون ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۱۸۸)

یہ رسالہ احمد ندیم قاسمی اور حبیب اشعر دہلوی کی ادارت میں شائع کیا گیا ہے۔ اس شمارے میں غالب سے متعلق نگارشات کو چار عنوانات کے تحت شائع کیا گیا ہے۔ ''بحضور غالب'' کے عنوان سے سات افراد کی غالب کے لئے منظومات شائع ہوئی ہیں۔ ''انتخاب کلام فارسی'' کے عنوان سے غالب کے فارسی کلام کا انتخاب مرتبہ صادق نسیم شائع ہوا ہے۔ تیسرا حصہ ''غالب اور اس کا فن'' کے عنوان سے ہے، جس میں بارہ عنوانات کے تحت غالب کے نظریہ فن سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ چوتھا اور آخری حصہ ''نذرِ غالب'' کے عنوان سے ہے جس میں اکیس (۲۱) شعراء نے غالب کی زمینوں میں غزلیں کہی ہیں۔ فہرست عنوانات اس طرح سے ہے:

حرفِ اوّل۔ بحضورِ غالب:

(۱) قصیدہ در مدح میرزا اسد اللہ خاں غالب (۲) شاعر نغمہ گوئے خوش گفتار (حفیظ تائب) (۳) ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء (محسن احسان) (۴) بیادِ غالب (عرفانہ عزیز) (۵) غالب خوشنوا (امجد اسلام امجد) (۶) میرزا غالب (حزیں لدھیانوی) (۷) غالب کی ایک فارسی غزل

انتخاب کلام فارسی: (۱) فارسی بیں تا بہ بینی نقش ہائے رنگ رنگ (صادق نسیم)

غالب اور اس کا فن:

(۱) مرزا غالب کا فارسی کلام (مولانا غلام رسول مہر) (۲) غالب کی جمالیات (سید علی عباس جلال پوری) (۳) مغنی نامہ (ڈاکٹر خورشید الاسلام) (۴) غالب کی بغاوت (مظفر علی سید) (۵) غالب کے بغیر (فتح محمد ملک) (۶) اُردو شاعری پر غالب کا اثر (شمس الرحمٰن فاروقی) (۷) غالب روایت اور جدیدیت (ڈاکٹر ضمیر فتحپوری) (۸) غالب ایک زندہ استعارہ (سجاد باقر رضوی) (۹) غالب کی ہمعصریت (صدیق کلیم) (۱۰) غالب، بجنوری اور عمومی عروض (سید جابر علی جابر) (۱۱) غالب کی شعری کائنات (عزیز بٹ) (۱۲) غالب کی آبادکاری (غلام رسول تنویر)

نذرِ غالب: (غالب کی زمینوں میں غزلیں، مختلف ۲۱ شعراء کی غزلیں)

35- (i) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۴۳، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۷۱ء۔ صفحات ۱۶۸)

اس رسالے کے بانی بابائے اُردو، مولوی عبدالحق ہیں۔ اس رسالے میں شامل چھ (۶) مضامین غالب کے حوالے سے ہیں جو تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے ہیں ان مضامین میں غالب کی شخصیت اور فن کو موضوع بنایا گیا ہے۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱) غالب کی شخصیت اور شاعری (پروفیسر رشید احمد صدیقی) (۲) ڈاکٹر بجنوری اور تدوین دیوانِ غالب (احمر لاری) (۳) غالب کا ذہنی سفر (معین الدین عقیل) (۴) شاعر امروز وفردا (ابوسلمان شاہجہان پوری) (۵) مطائباتِ غالب (محمد ایوب قادری) (۶) صفیر و غالب (مشفق خواجہ)

36- (ii) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۴۶، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۷۶ء۔ صفحات ۶۴)

اس رسالے کے بانی بابائے اُردو مولوی عبدالحق ہیں، اس شمارے میں غالب سے متعلق چار نگارشات ہیں۔ پہلی تین نگارشات تنقیدی نوعیت کی ہیں۔ ''اشاریہ کلیاتِ نثر غالب (فارسی)'' پروفیسر نصیب اختر نے لکھا ہے۔ انہوں نے کلیاتِ نثر غالب مطبوعہ نول کشور ۱۸۷۲ء سے یہ اشاریہ مرتب کیا ہے۔ یہ اشاریہ ارباب علم کے لئے دلچسپی کا باعث اور غالب شناسوں کے لئے مفید ہوگا۔ فہرست عنوانات یہ ہے:

(۱) صہبائے ہمدم پیمانہ غالب (افسر صدیقی امروہوی) (۲) غالب کی مقبولیت (ڈاکٹر خاں رشید) (۳) غالب اور تنقید (سید قدرت نقوی) (۴) اشاریہ کلیات نثر غالب (فارسی)...... پروفیسر نصیب اختر

37- (iii) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۴۷، شمارہ نمبر ۲، اشاعت ۱۹۷۷ء۔ صفحات ۶۴)

اس رسالے کے بانی بابائے اُردو مولوی عبدالحق ہیں۔ ۱۵ فروری ۱۹۷۷ء کو مرزا اسد اللہ خاں غالب کے انتقال کو ایک سو آٹھ سال پورے ہوتے ہیں۔ اس طویل مدت میں جو ایک صدی

سے زیادہ ہے۔ غالب کی مقبولیت اور شہرت ہر لحاظ سے ترقی کر رہی ہے اور غالب شناسی موضوع عصر بن چکی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ غالب اپنے اچھوتے خیالات اور البیلے انداز بیان کی وجہ سے غالب علی کل الغالب ہے۔ اس کے افکار بالعموم فطرت انسانی کے کما حقہ اور صحیح اظہار پر قادر ہیں اور طرز بیان کی ندرت نے اس فکری اخلاق کو زندہ و جاوید بنا دیا ہے۔ اس شمارے میں غالب سے براہ راست تعلق رکھنے والے تین مضامین شامل ہیں۔ فہرست عنوانات یوں ہے:

(۱) غالب کی فارسی غزل گوئی (کبیر احمد جائسی) (۲) خطوطِ غالب (ابو سلمان شاہجہان پوری) (۳) حالی اور یادگار غالب (ڈاکٹر یونس حسن)

38- (iv) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۵۳، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۸۳ء۔ صفحات ۶۳)

شمارے کے بانی مولوی عبدالحق ہیں۔ اس شمارے میں ان چند گراہم اور قدیم نگارشات کو شامل کیا گیا ہے جو مرزا کے انتقال کے فوراً بعد یا کچھ عرصے بعد ان کے علم و فن کی ستائش میں منظر عام پر آئیں۔ سو، سوا سو برس پہلے جو چرچا ہوا وہ آج بھی زندہ ہے اور یہی دراصل وہ خراج عقیدت ہے جو بے مثال ہے۔ فہرست عنوانات اس طرح سے ہے:

(۱) اداریہ (۲) ''اکمل الاخبار'' میں غالب کی وفات کی خبر (۳) غالب کے انتقال پر پہلا مضمون (تحقیق سید مسعود حسن رضوی) (۴) پہلا غالب پرست (محمد قاسم صدیقی) (۵) غالب کا ایک غیر معروف شاگرد (افسر صدیقی) (۶) غالب ایک آفاقی شاعر (ڈاکٹر سرور اکبر آبادی)

39- (v) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۵۵، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۸۵ء۔ صفحات ۱۱۲)

رسالے کے بانی مولوی عبدالحق ہیں۔ فروری غالب کا ماہ وفات ہے اس شمارے کے چند صفحات غالب کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں جس میں غالب پر دو مضامین اور ایک نظم شامل ہے۔ ''غالب کے ایک شعر کا وزن'' میں فاضل مضمون نگار نے غالب کے ایک شعر کا وزن غلط قرار دیا ہے۔ ایک شعر جو اس مضمون میں ہے کہ مصرع اولیٰ کو ناموزوں قرار دیا ہے جو دیوانِ غالب مرتبہ، مالک رام میں غلط چھپا ہے۔ فہرست عنوانات یوں ہے:

(۱) مرزا غالب (نظم) علامہ اقبال (۲) غالب کے ایک شعر کا وزن (سید قدرت نقوی) (۳) مکاتیب غالب (رفیع عالم)

40- (vi) قومی زبان کراچی:

(جلد ۵۹، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۸۸ء۔ صفحات ۹۶)

رسالے کے بانی مولوی عبدالحق ہیں۔ اس شمارے میں مرزا غالب سے براہ راست تعلق رکھنے والے چار مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین معیاری نوعیت کے ہیں اور غالب سے لگاؤ رکھنے والوں کے لئے نئے پہلو روشن کرتے ہیں۔ فہرست عنوانات یوں ہے:

(۱) غالب سے ہم کلام (ڈاکٹر حنیف فوق) (۲) عہد جدید میں غالب کی مقبولیت (نیر مسعود) (۳) تصانیف غالب ایک نظر میں (علی حیدر ملک) (۴) محاسنِ کلام غالب (ارم سلیم)

41- (vii) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۶۷، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۹۵ء۔ صفحات ۹۶)

اس رسالے میں گیارہ مضامین شامل ہیں جو نہایت جامع اور فکر انگیز ہیں۔ ان مضامین کو اچھی تنقید اور مستحکم تحقیق کی بنیاد پر قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور خصوصاً غالب سے لگاؤ رکھنے والوں کو اپنے مطلوبہ عنوان میں کافی مدد ملے گی۔ ان مضامین میں غالب کے محاسنِ کلام کو مدِ نظر رکھا گیا ہے اور غالب کے فن وفکر کو نئے انداز میں موضوع بنایا گیا ہے۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) ترکیب بند مرتبہ ۱۲۵۸ء (مولانا الطاف حسین حالی) (۲) افسانہ طراز غالب (ڈاکٹر حنیف فوق) (۳) غالب اور رقیب (افتخار احمد عدنی) (۴) معنویت، غالب کا مرکزِ نگاہ (ظ۔ انصاری) (۵) تصوف اور کلامِ غالب (ثناء الحق صدیقی) (۶) غالب کے شعر کے متعلق ایک غلطی کا ازالہ (صمد حسین رضوی) (۷) غالب کے سائنسی شعور پر تحقیق (ڈاکٹر حامد علی شاہ) (۸) غالب کے ایک پرستار رحمان بردی محمد جانوف (ایم اے خان) (۹) لطائف اور مرزا غالب (شہاب قدوائی) (۱۰) اُردو مثنوی نگاری پر تحقیقی کام کی ضرورت (رفاقت علی شاہد) (۱۱) گزشتہ سال جدا ہم سے ہوگئے یہ لوگ (شمیم صبائی متھراوی)

42- (viii) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۶۷، شمارہ نمبر ۵، اشاعت ۱۹۹۵ء۔ صفحات ۹۶)

زیرِ نظر شمارے میں غالب سے متعلق پانچ مضامین شامل ہیں۔ یہ مقالات نامور محققین نے لکھے ہیں۔ ''شعریاتِ غالب'' میں پروفیسر سحر انصاری نے شعریات کا کلیدی نکتہ تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ''غالب اور محبت کی نیرنگی'' میں افتخار احمد عدنی نے غالب کی فارسی اور اُردو شاعری کا فرق نمایاں کرتے ہوئے تمام نیرنگیوں کا جائزہ لیا ہے۔ ''غالب شناسی'' میں آفتاب احمد خان نے غالب کی شخصیت کو سادگی و پرکاری کا حسین سنگم ٹھہرایا ہے۔ ''غالب اور اقبال'' سید مظفر حسین نے ان دونوں شاعروں کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر سید حامد شاہ نے ''غالب اور سائنسی شعور'' کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں۔ فہرست عنوانات یوں ہے:

(۱) شعریات غالب (پروفیسر سحر انصاری) (۲) غالب اور محبت کی نیرنگی (افتخار احمد عدنی) (۳) غالب شناسی (آفتاب احمد خان) (۴) غالب اور اقبال (سید مظفر حسین) (۵) غالب اور سائنسی شعور (حامد علی شاہ)

43- (ix) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۶۸، شمارہ نمبر ۲، اشاعت ۱۹۹۶ء۔ صفحات ۹۶)

زیرِ نظر شمارہ غالب کے حوالے سے اپنے دامن میں بہت کچھ رکھتا ہے۔ ان صفحات میں چند مضمون ایسے ہیں جن میں غالب کو عام روش سے ہٹ کر دیکھنے کی سعی کی گئی ہے۔ اس شمارے میں غالب سے متعلق پانچ مقالات شامل ہیں۔ تمام مضامین غالب پر نئے انداز میں لکھے گئے ہیں اور غالبیات میں اضافے کا باعث ہیں۔

(۱) غالب اور سرکاری ملازمت (افتخار احمد عدنی) (۲) بجنوری بحیثیت نقادِ غالب (اسلوب احمد انصاری) (۳) غالب کے سائنسی شعور کا مظاہرہ (سید حامد علی شاہ) (۴) غالب اور نظریۂ ضرورت (ڈاکٹر ابراہیم خلیل) (۵) غالب کا ایک شعر (سجاد مرزا)

44- (x) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۷۰، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۹۸ء۔ صفحات ۱۸۴)

پیش نظر رسالہ "قومی زبان" غالب کی دوصد سالہ جشنِ ولادت کے موقع پر خصوصی اشاعت ہے۔ رسالے کے شروع میں صدر انجمن ترقی اُردو پاکستان جناب آفتاب احمد خان کی تصویر کے ساتھ جناب افتخار احمد عدنی، جناب مختار زمن، جناب امراؤ طارق، جناب شان الحق حقی، پروفیسر سحر انصاری، جناب احمد ہمدانی، جناب مصباح الدین شکیل کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آٹھ تصاویر انجمن ترقی اُردو پاکستان کی جانب سے منعقدہ ۲۶ دسمبر ۱۹۹۱ء کو غالب کی دوصد سالہ جشنِ ولادت کے موقع کی تصاویر بھی شامل ہیں۔

اس رسالے میں اٹھارہ علمی و ادبی مضامین شامل ہیں جو غالب کے فکروفن کے بعض پہلوؤں پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ یہ مضامین نہایت جامع اور فکر انگیز ہیں جو غالب پر کام کرنے والوں کے لئے رہنمائی کا درجہ رکھتے ہیں۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱) غالب کا ایک شعر (ڈاکٹر وزیر آغا) (۲) غالب میر رہبر میرا دوست (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۳) غالب نظر اور منظر (ڈاکٹر حنیف فوق) (۴) مرزا غالب اور تجدید متن (ضمیر علی بدایوانی) (۵) مرزا اسد اللہ خان غالب (مختار زمن) (۶) غالب شناسی کے کچھ حادثے (افتخار احمد عدنی) (۷) فغانی، ناطق اور غالب (ڈاکٹر انعام الحق کوثر) (۸) غالب کا تخیلی پیکر (ڈاکٹر نجیب جمال) (۹) کلیات امیر اللہ تسلیم میں غالبیات کی جھلک (کالی داس گپتا رضا) (۱۰) مناقشہ غالب (۱۱) دیوانِ غالب اُردو کی جمع و ترتیب (ڈاکٹر معین الرحمن) (۱۲) غالب سیمینار اور نمائش کتب (انبساط عباسی) (۱۳) غالب کی شاعری کا اساطیری پہلو (شاہد یوسف) (۱۴) پرتو غالب (سجاد مرزا) (۱۵) کلامِ غالب کا غیر جانبدارانہ مطالعہ (پروفیسر کلیم احسان بٹ) (۱۶) بنگال میں غالب کے چند شاگرد (وقار راشدی) (۱۷) تذکرہ غوثیہ میں ذکرِ غالب (رضوان عنایتی) (۱۸) مرزا غالب، دستنبو اور ۱۸۵۷ء (ادیب سہیل)۔

45- (xi) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۷۱، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۹۹ء۔ صفحات ۹۶)

اس شمارے میں غالب کی شخصیت اور فن سے متعلق تیرہ مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ ان مضامین میں غالب کی اُردو شاعری کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ تمام مضامین تحقیقی وتنقیدی نوعیت کے ہیں اور نامور محققین نے تحریر کیے ہیں۔ فہرست مندرجات یوں ہے:

(۱) تمنا کا دوسرا قدم (ڈاکٹر وزیر آغا) (۲) غالب کے حالات میں پہلا مضمون (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۳) دیوانِ غالب (نسخہء خواجہ) کا ایک تعارف (پروفیسر سحر انصاری) (۴) کچھ غالب کے بارے میں (پروفیسر نذیر صدیقی) (۵) غالب کا نفسیاتی تجزیہ (پروفیسر اسرار سہاوی) (۶) غالب کا تہذیبی وجود اور اسلامی ہندوستان (پروفیسر شاہدہ یوسف) (۷) غالب کی فارسی شاعری (مصنف) ڈاکٹر ابوالقاسم رادفر (ترجمہ) نوید احمد گل (۸) غالب ایک مطالعہ (ڈاکٹر معراج نیر) (۹) غالب نام آورم (ناصر گانگجوی) (۱۰) مطالعہء غالب، خطوط کی روشنی میں (ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی) (۱۱) کچھ غالب کے پرستار مالک رام کے بارے میں (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۱۲) غالب اور وحشت (ڈاکٹر وفا راشدی) (۱۳) بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ (ادیب سہیل)

46- (xii) قومی زبان (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۷۳، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۲۰۰۱ء۔ صفحات ۹۶)

ادا جعفری، جمیل الدین عالی ار ادیب سہیل اس رسالے کے ادارہء تحریر میں شامل ہیں۔ یہ رسالہ کلیتاً غالب پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس شمارے میں مختلف اہل قلم کی گیارہ (۱۱) نگارشات شامل ہیں جو غالب کی شخصیت اور فن کے نمایاں پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔ زیر نظر شمارہ خاص اہتمام سے شائع کیا گیا ہے۔ اسے اکیسویں صدی کا پہلا شمارہ قرار دیتے ہوئے مضامین کے اعتبار سے چند ایک ایسی مقتدر رشحات شامل کیے گئے ہیں جو غالب جیسے بے بدل

شاعر کے باب میں تازہ ہوا کے مترادف ہیں۔فہرست مندرجات اس طرح ہے:

(۱) غالب کی عشقیہ شاعری (آفتاب احمد خان) (۲) غالب کی اُردو رباعیاں (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۳) غالب کے تین فارسی غزلوں کے تراجم (افتخار احمد عدنی) (۴) غالب شناسی، ایک طرفہ تماشا (افتخار احمد عدنی) (۵) غالب۔شوریدہ سر گر عالی ہمت (ڈاکٹر صابر حسین جلیسری) (۶) غالب کی دلی (ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر) (۷) مرزا غالب (علامہ اقبال (۸) خطوط غالب کے استعاروں کا تنقیدی جائزہ (مظفر شہ میری) (۹) مرزا نوشہ کے نامہ بر (ڈاکٹر سید قیصر امام) (۱۰) غالب کا تاریخی و سیاسی شعور (پروفیسر شاہدہ یوسف) (۱۱) یہ مسائل تصوف۔ یہ ترایانِ غالب (ڈاکٹر ناصر جان نثاری/نوید احمد گل) (۱۲) رفتارِ ادب (۱۳) گردوپیش

47- (i) کتاب (ماہنامہ) لاہور:

(جلد۳، شمارہ نمبر۲، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء۔صفحات ۱۰۴)

ابن انشاء کی نگرانی میں شائع ہونے والا یہ رسالہ اپنی مثال آپ ہے۔اس رسالے میں خاص بات یہ ہے کہ غالب کا مکمل دیوان شائع ہوا ہے۔دیوانِ غالب کا زیرِ نظر ایڈیشن اس مطبوعہ ایڈیشن پر مشتمل ہے جو نسخہ طاہر کے نام سے مشہور ہے۔اس دیوان کو گوہر نوشاہی کی تمہید و تعارف کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔اس تمہید و تعارف میں دیوانِ غالب کے اہم نسخوں پر مختصر تاریخ قارئین کے ذہن میں رہے۔ساتھ میں حیاتِ غالب سنین کے آئینے میں بیان ہوئے ہیں۔اس رسالے کی اہمیت غالب کے مکمل دیوان کی اشاعت کی وجہ سے دوچند ہوگئی ہے۔فہرست مشمولات اس طرح سے ہے:

(۱) بھرتا ہے فلک برسوں (سید عزیز ہمدانی) (۲) حیاتِ غالب "سنین" کے آئینے میں (گوہر نوشاہی) (۳) تمہید (گوہر نوشاہی) (۴) دیباچہ طبع اول (آغا طاہر) (۵) مکمل دیوانِ اُردو (مرزا غالب)

48- (ii) کتاب (ماہنامہ) لاہور:

(جلد۴، شمارہ نمبر۵۔۶، اشاعت فروری۔مارچ ۱۹۷۰ء۔صفحات ۱۸۴)

ابن انشاء کی نگرانی میں شائع ہونے والا یہ رسالہ اپنی مثال آپ ہے۔ ماہنامہ

''کتاب'' کا یہ شمارہ غالبیات کے سلسلے میں خصوصی امور کا حامل ہے۔ غالبیات کے سلسلے میں ۱۹۶۹ء میں دنیا کے بیشتر ممالک میں غالب کی صد سالہ برسی کی تقریبات منائی گئیں۔ غالب کی اپنی تصانیف کو مختلف ممالک نے مختلف انداز میں شائع کیا۔ اس عہد آفرین شاعر کو دنیا نے جس خلوص کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا ہے یہ اُردو ادب کی تاریخ کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گی۔ فہرست سازی کے مشکل، کٹھن اور وقت طلب کام کو جناب شیخ محمد اسماعیل پانی پتی نے بہ حسنِ خوبی انجام دیا۔ فہرست مشمولات یوں ہے:

حصہ (الف):

(۱) دیوانِ غالب کا نسخہ لاہور (اعجاز حسین بٹالوی) (۲) دبستانِ غالب (جیلانی کامران) (۳) غالب کے مصور (ستار طاہر) (۴) غالب اور نجوم پر تبادلہء خیال (سید صمد حسین رضوی) (۵) ہم طرح غالب (ستار طاہر) (۶) انتخاب غالب از تاثیر (ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی) (۷) پنجاب یونیورسٹی کی سترہ مطبوعات (محمد حفیظ خالد) (۸) روس میں غالب کی مقبولیت (جی وائی علی اوف)

حصہ (ب):

(۱) غالب کی کتابیں اور اُن پر کتابیں (عبدالستار چوہدری) (۱۸۲۸ء سے ۱۹۶۸ء تک شائع ہونے والی ۴۱۵ کتابوں کی ردیف وار فہرست)

(۲) غالب پر کتابیں (مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) (۱۹۶۹ء کے دوران شائع ہونے والی ۲۰۱ کتابوں کا مختصر تعارف وتبصرہ)

(۳) رسائل وجرائد کے غالب نمبر (۱۹۶۹ء) (مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) (برصغیر پاک وہند میں شائع ہونے والے ۱۰۶ رسائل وجرائد کے غالب نمبروں کا تعارف)

(۴) غالب نمبروں کے مضامین (۱۹۶۹ء) (مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) (مختلف رسائل کے غالب نمبروں میں چھپنے والے ۸۷۶ مضامین کی فہرست)

(۵) متفرق مضامین (۱۹۶۹ء) (مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) (غالب نمبروں کے علاوہ دوسرے رسائل کے تمام شماروں میں چھپنے والے ۷۰۸ مضامین کی فہرست)

49- کارواں......لاہور:

(شفیق پریس ۲۵۔ کیبر سٹریٹ لاہور، اشاعت ۰۷۔ ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۲۶۴)

پروفیسر ایم اے سعید کی سرپرست میں شائع کیا گیا ہے۔ پیشِ نظر رسالہ ادارہ کارواں کے زیر اہتمام ۱۹۶۸ء میں غالب انعامی مقابلہ میں پیش کئے جانے والے منتخب نگارشات پر مشتمل ہے۔ جس میں متعدد کالجوں کے طلباء اور طالبات، کالج کے اساتذہ، طلباء کے علاوہ ملک کے نامور لکھنے والے شامل ہیں۔ اس مقابلے میں مندرجہ ذیل عنوان دیئے گئے ہیں:

(۱) غالب میری نظر میں (۲) غالب کے نام خط غالب کے انداز میں (۳) طرحی غزل مصری طرح: (۱) آج غالب غزل سرا نہ ہوا (۲) مدت ہوئی ہے یار کو مہماں کئے ہوئے

اس رسالے میں چھ عنوانات دیئے گئے جن کی ابداء اسداللہ غالب کے شعر کے ایک مصرے سے ہوتی ہے۔ پہلے عنوان کے تحت ۲۳ مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین غالب کے فکر و فن سے متعلق ہیں۔ ان مضامین میں غالب کے کلام اور ہفت پہلو شخصیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان مقالات میں غالب کے کلام کے فنی محاسن اور غالب کے فلسفہء زندگی سے بحث کرتے ہوئے غالب کو ایک حقیقت نگار شاعر قرار دیا گیا ہے۔ دوسرے عنوان کے تحت غالب کے خطوط کے انداز میں لکھے گئے ہیں اس حصے میں سات منتخب خطوط شامل ہیں۔ تیسرے حصے میں غالب کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چوتھے حصے میں انتخاب کلام اُردو فارسی شامل کیا گیا ہے۔ پانچویں حصے میں غالب کی زمین میں پچیس (۲۵) غزلیں شامل ہیں اور آخری حصے کے تحت چھ دلچسپ تحریریں شامل ہیں جن میں غالب کی ظرافت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کافی دلچسپ تحریریں ہیں جن کو پڑھ کر قارئین مسکرائے بنا نہیں رہ سکتے۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

قفسِ رنگ:

(۱) نقشِ فریادی (ادارہ) (۲) پیغام (ایم۔ اے سعید) (۳) غالب کا خط پرنسپل کے نام (محمد حیات خان سیال)

ہے مختصر خیال کہ غالب کہیں جسے:

(۱) غالب کی کہانی (اس کی زبانی) محمد حیات خان سیال (۲) تصانیف (جاوید ہاشمی) (۳) غالب کے ذہن و مزاج کا تجزیہ (محمود احمد سحر) (۴) غالب (ایک حقیقت نگار شاعر) ڈاکٹر تخی احمد ہاشمی (۵) غالب نقاد فن (سید قدرت نقوی) (۶) غالب مغلوب (احمد ندیم قاسمی) (۷) فکرِ غالب کے روحانی عناصر (سمیع اللہ قریشی) (۸) فکر و فن کا بے مثال امتزاج، غالب (احمد ندیم قاسمی) (۹) غالب بے مقطعے (پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق) (۱۰) غالب اور بیدل (شمیم عزیز) (۱۱) غالب کا مزاج (رانا محمد سرور) (۱۲) غالب بحیثیت غزل گو (ریحانہ خاتون شمع) (۱۳) خطوطِ غالب میں ڈرامائی عناصر (عبدالباری عباسی) (۱۴) غالب (رجائی تھے یا قنوطی) افتخار احمد انصاری (۱۵) غالب کی جدت پسندی (غلام احمد شبیر) (۱۶) غالب اور ان کی شاعری (ایس ایس بھٹی) (۱۷) غالب کی مشکل پسندی (باقر علی سحر) (۱۸) غالب کوچہ یار میں (محمد انیس انصاری) (۱۹) شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک (ایم اسلم کوثر) (۲۰) غالب کی شخصیت اور فن (ظفر حسین) (۲۱) غالب (فارسی سے اُردو تک) محمد گلزار احمد (۲۲) غالب کی غزل (ممتاز) (۲۳) غالب کی فارسی شاعری (شگفتہ بشیر) (۲۴) دیوانِ غالب کا پہلا شعر (غلام بشیر سیال)

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو......

(۱) غالب کے نام خط (عارفہ انجم، سلمٰی شریف، بشریٰ عنبر، تسیم نقوی، فاروق احمد فاروقی، منیر حسین شاہ، عارفہ قریشی)

پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے......؟

(۱) غالب میری نظر میں (زہرہ پروین، اجمل حسین چوہدری، رضیہ تبسم گل، محمد اشرف عاصی، عارف محمود، منیر حسن شاہ)

غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے......

(۱) انتخابِ کلام اُردو و فارسی (محمد حیات خان سیال، خان محمد گلزار، محمد نواز خان بلوچ، نصرت کمیانہ)

آج غالب غزل سرا نہ ہوا......(۱) غالب کی زمیں میں غزلیں (کالج کے طلباء، سابق طلباء، مقامی شعراء)

موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی...... (۱) غالب کی شوخیاں (جاوید ہاشمی)

(۲) کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا (طفیل شیخ) (۳) ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد (فیاض قریشی)

(۴) شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے (۵) اندیشہ ہائے دور دراز (زاہد کاشمیری)

50- (i) گلفشاں......لاہور:

(جلد۳، شمارہ نمبر۴، اشاعت ۱۰ ؍ مارچ ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۱۹۲)

سیف زلفی کا ترتیب دیا یہ شمارہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ شمارہ غالب کی جشنِ صد سالہ برسی کے موقع کی یادگار ہے۔ یہ شمارہ گلفشاں کا پہلا غالب نمبر ہے۔ اس شمارے میں ''پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے'' کے زیرِ عنوان غالب کے مکمل حالات زندگی ملیں گے۔ جو محترمہ بلقیس اختر صاحبہ نے غلام رسول مہر کی کتاب ''غالب'' سے اخذ کیا ہے اور دوسرا معلوماتی سلسلہ مولانا مرتضٰی حسین فاضل صاحب کا ''نام و نشانم مپرس'' کے عنوان سے شریک اشاعت کیا گیا ہے جس میں غالب کے محسنین، مخالفین، معاصر شعراء، شاگرد وغیرہ کا مستند تعارف ہے۔ غالب کی زمین میں شعراء کا کلام شامل اشاعت ہے۔ غالب کی شان میں قصیدے بھی ہیں اور غالب کے متعلق تقریباً تمام ایسی چیزیں غالب نمبر میں ملیں گی جو اُردو ادب کے لئے جزو بن سکیں۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱) زیرِ نظر شمارہ (تصویر غالب) (۲) ایک فنکار (غالب ایک فنکار (۳) ہمارے فنکار

(ڈاکٹر سید عبداللہ، عشرت رحمانی)

کاغذی ہے پیرہن:

(۱) تصاویر (۲) غالب کا گھر (۳) غالب کی قبر (کتبہ میر مہدی مجروح) (۴) غالب کے غیر مطبوعہ خط کا عکس، سجاد مرزا کے نام

مکمل حالاتِ زندگی:

(۱) پوچھتے ہیں کہ غالب کون ہے (بلقیس اختر ایم۔اے) (۲) نام نشانم مپرس (سید مرتضٰی حسین فاضل)

غالب کے طرفدار:

(۱) مرزا غالب (علامہ اقبال) (۲) تصویر رئیس امروہوی ۔ (۳) ہے بسکہ ہر اک اس کے اشارے میں نشان اور (غالب) (۴) قصیدہ (رئیس امروہوی) (۵) قصیدہ (تابش دہلوی) (۶) نظم (آصف ثاقب) (۷) نظم (اکبر حمیدی) (۸) نظم (ادیب سہیل)

مقالے:

(۱) غالب ایک تہذیب (ڈاکٹر سید عبداللہ) (۲) غالب کا کلامِ منقبت (سید علی عباس جلال پوری) (۳) یہ تو بیان غالب (عشرت رحمانی) (۴) نیرنگ تمنا (ڈاکٹر مسیح الزماں) (۵) غالب کی ازدواجی زندگی (علی حیدر ملک) (۶) غالب کا پشتو ادب (رضا ہمدانی) (۷) غالب کی قصیدہ گوئی (احمد ضیاء)

شعری تراجم:

(۱) انگریزی (سہیل اختر) (۲) اُردو (غالب) (۳) کارٹون عمل (محمد ارشد)

انشائیہ:

(۱) غالب (ڈاکٹر وزیر آغا)

طنز و مزاح:

(۱) ڈرامہ غالب خستہ کے بغیر (آغا سہیل)

(۲) عودِ ہندی کا دیباچہ اور میر مہدی کے نام مرزا کے خطوط کے نمونے

شعورِ فکر:

(۱) غزل غالب، یگانہ چنگیزی اور احمد ندیم قاسمی (۲) غزل غالب و شکیب جلالی (۳) غزل غالب و احسان دانش (۴) غزل غالب و پرتو روہیلہ (۵) غزل غالب، باقر انجم اور حیا رامپوری (۶) غزل غالب و سیف زلفی (۷) غزل غالب، سودا، جمیل یوسف اور کبیر انو جعفری (۸) غزل غالب و منور سلطان لکھنوی (۹) آپ پتہ برگِ گل و بہ فشاں ۔ جلیل دہلوی اور راہی شیرازی، لاہور

بزمِ مزارِ ما:

(۱) ستارا اثگر (میانوالی) (۲) ضیاء الدین ضیاء (سکھر) (۳) تبصرے (حفیظ صدیقی)

51- (ii) گلفشاں ……لاہور:

(جلد۳، شمارہ نمبر۴، اشاعت ۱۰ اپریل ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۱۹۲)

یہ شمارہ بھی سیف زلفی کا مرتبہ ہے۔ غالب نمبر ا اور غالب نمبر ۲ ایک ہی سطح پر ترتیب دیئے گئے ہیں۔ صرف لکھنے والے اور موضوعات مختلف ہیں۔ ''غالب نمبر ا'' کی مقبولیت کی وجہ سے ''غالب نمبر ۲'' کی اشاعت کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس شمارے میں غالب کے متعلق ''کاغذی ہے پیرہن'' کے زیرِ عنوان چند تصویروں کے عکس شامل ہیں ''نام ونشانم مپرس'' کا بقیہ حصہ اس شمارے میں شریک ہے۔ غالب کے طرفداروں میں رئیس امروہی، محسن احسان، عرفانہ عزیز، رئیس فروغ، خلش تجمی اور فیروز پانی پتی کی منظومات غالب کی شخصیت اور فن کو اُجاگر کرتے ہیں۔

فہرست مشمولات یوں ہے:

(۱) آغازیہ (۲) زیرِ نظر شمارہ (۳) غالب ایک فنکار (۴) ہمارے فنکار (۵) نامونشانم مپرس

کاغذی ہے پیرہن:

(۱) عکس سرورق اُردوئے معلیٰ (۲) عکس تحریر میرانیس مرحوم (۳) عکس سرورق، قاطع برہان (۴) عکس زندان

غالب کے طرفدار:

(۱) محسن احسان (۲) عرفانہ عزیز (۳) رئیس امروہوی (۴) رئیس فروغ (۵) خلش تجمی (۶) وزیر پانی پتی

مقالات:

(۱) غالب شناسی کی روایت (عبداللہ جاوید) (۲) مکاتیب غالب کا نثری اسلوب (صفی حیدر دانش) (۳) غالب کی انفرادیت (انور سدید) (۴) اندیشہ ہائے دوردراز (انور احمد زئی) (۵) نابغہ عصرِ غالب (خواجہ سلطان احمد) (۶) غالب کے نقشِ ہائے رنگ رنگ (نظیر صدیقی) (۷) غالب کا علمی ماحول (شاکر علیمی)

53- (i) ماہِ نو (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۱۸، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۶۵ء۔ صفحات ۴۴)

زیرِ نظر شمارہ ماہ نو کا فروری ۱۹۶۵ء میں شائع ہونے والا دوسرا شمارہ ہے اور جلد ۱۸ اویں ہے۔ اس شمارے میں غالب سے متعلق ۸ اویں ہے اس شمارے میں غالب سے متعلق ۷ مضامین شامل ہیں "غالب کے آٹھ اشعار کے عنوان سے ایک مضمون ہے جس کا ذکر گزشتہ سال فروری کے شمارے میں ہوا تھا۔ بعض ارباب نے غالب کے اشعار سے ملتے جلتے اشعار کہہ ڈالے ہیں اس موضوع پر بحث اور تقابل پیش کیا گیا ہے۔ "خطوطِ غالب" کے عنوان سے آفاق حسین آفاق دہلوی کا مضمون شامل ہے۔ یہ تمام مضامین غالب شناسی میں اضافے کا باعث ہیں۔ فہرست مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کے آٹھ شعر (مولانا غلام رسول مہر) (۲) نامہ غالب (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۳) تماشا کہیں جسے (سید قدرت نقوی) (۴) ریختہ رشک فارسی عکسِ آئینہ وانگریزی تراجم (مترجمہ رفیق خاور) (۵) "خطوطِ غالب (آفاق حسین آفاق دہلوی) (۶) غالب اور نرگسیت (لطیف اللہ) (۷) غالب اور قاری جعفر علی (صغیر اصغر جارچوی)

54- (ii) ماہِ نو...... کراچی:

(جلد ۲۴، شمارہ نمبر ۲، اشاعت فروری ۱۹۷۱ء۔ صفحات ۱۱۲)

فضل قدیر کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ شمارہ یوم غالب کے موقع پر خاص نمبر ہے۔ اس ترتیب میں حمد وستائش کے پہلو سے ہٹ کر کڑی تنقید کا بھی حق ادا کیا گیا ہے اور بعض مضامین ایک اختلافی لہر کے حامل ہیں۔ پیشِ نظر شمارے میں ۲۲ عنوانات شامل ہیں جن میں مضامین کے علاوہ غزلیں اور نظمیں بھی شامل ہیں۔ فہرست مندرجات یوں ہے:

(۱) ابتدائیہ (ف۔ق) (۲) غالب، چند گزارشیں (مولانا غلام رسول مہر) (۳) دیوانِ غالب اُردو (نسخہ بدایوں) مولانا امتیاز علی عرشی (۴) غالب کا ذہنی ارتقاء (سید قدرت نقوی) (۵) تعلیقاتِ غالب (خواجہ عبدالحمید یزدانی) (۶) شعور ولاشعور کا شاعر (سلیم اختر) (۷) غالب کا مخصوص تصورِ غم (سلطان صدیقی) (۸) غالب کی مابہ الامتیاز خصوصیت (کامل القادری) (۹) مولانا مہر سے ایک ملاقات (آغا سہیل) (۱۰) غالب علم وفکر

کے آئینے میں (سید اعجاز حسین رضوی) (۱۱) غزل (بیادِ غالب) ......عبدالغنی شمس (۱۲) تکرار مضامین (بجنوری اور غالب) کامل القادری (۱۳) مرزا غالب (زہرہ خاتون) (۱۴) غالب اور شاہ عبدالعزیز (انور سدید) (۱۵) غالب اور وحشت (وفا راشدی) (۱۶) بین الاقوامی مذاکرہ لاہور (۱۹۷۰ء) ابو سلمان شاہجہان پوری (۱۷) ماہر تعلیم، غالب (فضل قدیر) (۱۸) غزل بیادِ غالب (پیرزادہ ظفر ہاشمی) (۱۹) حیاتِ غالب کے خدوخال (پیرزادہ ظفر ہاشمی) (۲۰) غالب اور راجہ مہدی علی خان (انور سدید) (۲۱) تخلیقاتِ غالب (مسلم ضیائی (ترجمہ جلیس احمد) (۲۲) کیاوصدو (بلوچی کہانی) ......قاضی عبدالرحیم صابر (۲۳) جائزہ (وصی احمد)

55- (iii) ماہِ نو......کراچی:

(جلد ۲۲، شمارہ نمبر ۱۔۲، اشاعت جنوری۔ فروری ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۳۰۱)

شان الحق حقی کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ رسالہ "ماہِ نو" غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر شائع ہوا۔ یہ وہ رسالہ ہے جسے سب سے پہلے غالب کی صد سالہ برسی منانے کا خیال آیا اس خیال کو ادبی انجمنوں نے حقیقت میں تبدیل کر دیا۔ غالب کی صد سالہ برسی بڑے سان اور ولولے کے ساتھ پورے برعظیم میں منائی جاتی ہے۔ یہ رسالہ اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس شمارے میں تقریباً سینتالیس (۴۷) مضامین شامل ہیں۔ جو غالب کی شخصیت اور فن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس شمارے ماہِ نو کے گزشتہ شماروں کے منتخب مضامین کی جھلکیاں پیش کی گئی ہیں جو غالب کی شخصیت اور فن کے کئی گوشے قارئین کے سامنے لاتے ہیں۔ اس شمارے میں بارہ مقالات نئے شامل کیے گئے ہیں جو فکر کی نئی جہتوں اور تحقیق کی نئی بلندیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اس شمارے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں شامل مضامین غالب کی حیاتِ وشخصیت تلامذہ غالب، فکر وفن، فارسی شاعری، فارسی خطوط کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ مضامین ایک اچھی تنقید اور مستحکم تحقیق کا درجہ رکھتے ہیں اور خصوصاً غالب سے لگاؤ رکھنے والوں کو اپنے مطلوبہ عنوان میں کافی مدد ملے گی۔ فہرست مشمولات یہ ہے:

حیات وشخصیت:

(۱) مرزا غالب کی صد سالہ برسی (مولانا غلام رسول مہر) (۲) غالب (صلاح الدین خدا بخش مرحوم) (۳) حیاتِ غالب (نادم سیتاپوری) (۴) حیاتِ غالب (چند گزارشیں)

مولانا غلام رسول مہر (۵) مردِ قلندر (جلال الدین احمد) (۶) غالب ایک تہذیبی قوت (ممتاز حسین) (۷) غالب کے سیاسی افکار (میر محمد حسین عنقا بلوچ) (۸) غالب کا زائچہ (مولانا امتیاز علی عرشی) (۹) غالب کے غیر مطبوعہ لطیفے اور شعر (مولوی احتشام الدین مرحوم) (۱۰) غالب کا کلکتہ (پروفیسر حمید احمد خان) (۱۱) غالب اور بنگال (وفا راشدی)

تلامذہء غالب:

(۱) تلامذہء غالب (ڈاکٹر وحید قریشی) (۲) کچھ تلامذہ غالب کے بارے میں (کلب علی خان فائق) (۳) میر مہدی مجروح (غالب کا سب سے چہیتا شاگرد) (شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)

فکر وفن:

(۱) غالب کی شاعری (مولانا غلام رسول مہر) (۲) غالب کا تصور جنت ودوزخ (مولانا غلام رسول مہر) (۳) غالب، خالقِ جمال (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۴) غالب اور غم دوراں (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۵) غالب کے ہاں تخیل اور جذبے کی ہم آمیزی (ڈاکٹر یوسف حسین خان) (۶) غالب نسخہ حمیدیہ کی روشنی میں (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) (۷) مردِ عاشق کی مثال (غالب)......سلیم اختر (۸) غالب کتب غم دل (سلیم اختر) (۹) مولانا آزاد بنام غالب (مالک رام) (۱۰) غالب پیش رو اقبال (ڈاکٹر سید عبداللہ) (۱۱) گوئٹے اور غالب (انعام الحق کوثر) (۱۲) مجموعہ اُردو میں فارسی ترجے (اقبال سلمان) (۱۳) غالب کا حاسہء انتقاد (ڈاکٹر سید عبداللہ) (۱۴) غالب بحیثیت شارح (صغیر اصغر بارچوی) (۱۵) دیوانِ غالب اُردو (خلیل الرحمٰن داؤدی) (۱۶) غالب کے اُردو کلام کی اشاعت (ڈاکٹر شوکت سبزواری) (۱۷) دیوانِ غالب کی چوتھی اشاعت کا مسودہ (تحسین سروری)

فارسی شعری:

(۱) غالب کی فارسی شاعری (کرم حیدری) (۲) نقشہائے رنگ رنگ (عبداللہ قریشی)

خطوط:

(۱) غالب کے فارسی خطوط (مولانا امتیاز علی عرشی) (۲) غالب کے فارسی خطوط (قاضی عبدالودود) (۳) نامہء غالب (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۴) خطوطِ غالب (آفاق حسین آفاقی) (۵) غالب کے خطوط کی تاریخیں اور ترتیب (سید قدرت نقوی)

نقد و نظر:

(۱) غالب کی نئی فارسی تحریریں (مولانا امتیاز علی عرشی) (۲) غالب کی چندنئی فارسی تحریریں (مولانا امتیاز علی عرشی) (۳) درفش کاویانی (سید قدرت نقوی) (۴) مہر نیم روز ایک نادر مخطوطہ (سید قدرت نقوی) (۵) عمدہ منتخبہ اور غالب (مسلم ضیائی) (۶) غالب کا دربار اور خلعت (مولانا امتیاز علی عرشی) (۷) غالب کی انفرادیت کے چند پہلو (انور سدید)

نظم:	(۱)	ساقی نامہ	(ترجمہ رفیق خاور)
مزاح:	(۱)	مرزا غالب لندن میں	(شان الحق حقی)

-56 (iv) ماہِ نو......لاہور:

(مطبوعاتِ پاکستان، لاہور، اشاعت مارچ ۱۹۹۸ء۔ صفحات ۲۶۳)

سعیدہ طاہر تنویر کی زیرِ نگرانی شائع ہونے والا یہ رسالہ ''ماہِ نو'' غالب کے جشنِ ولادت کے موقع پر خصوصی اشاعت ہے۔ رسالے کے سرورق کے اندرونی حصے میں غالب کی وہ یادگار تصویر چھپی ہوئی ہے جو غالب کی وفات کے تین چار ماہ پہلے اُتاری گئی۔ ساتھ میں پانچ تلامذہ غالب یعنی (غالب کے شاگرد) کی تصاویر بھی چھپی ہیں جن کے نام یہ ہیں: (۱) میر مہدی مجروح (۲) نواب سعید احمد خان (۳) نواب ضیاء الدین احمد خان (۴) مرزا تفتہ سکندر آبادی (۵) نواب یوسف علی خان ناظم پوری

رسالے کے ابتداء میں نذرِ غالب کے طور پر اقبال کی نظم پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد ''مضامینِ نو'' کے عنوان سے دس مضامین شامل ہیں یہ مضامین مختلف محققین کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ ان مضامین میں غالب کی علامتوں اور تمثالوں کی اکیسویں صدی کے ساتھ مطابقت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ''ماہِ نو اور غالب'' کے عنوان سے اٹھارہ مضامین شامل ہیں یہ وہ نثر پارے ہیں جو ماہِ نو ہی کے مختلف شماروں میں بکھرے ہوئے تھے۔ فہرست یوں ہے:

نذرِ غالب: (۱) مرزا غالب (علامہ اقبال)

مضامینِ نو: (۱) تفہیم غالب اکیسویں صدی میں (ڈاکٹر وحید قریشی) (۲) غالب کا دو سو سالہ جشنِ ولادت (جیلانی کامران) (۳) غالب اور عصری معنویت (ڈاکٹر سلیم اختر) (۴) جاپانی

اور علاقائی زبانوں کے تراجم (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (۵) تراجم غالب (سرائیکی، پنجابی)(۶) مطالعہ غالب خطوط کی روشنی میں (ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی)(۷) غالب اور فلسفہ وجودیت (ڈاکٹر نعیم احمد)(۸) غالب کی تخیلی فکر (ڈاکٹر نجیب جمال)(۹) غالب اور آئینہ (فہیم شناس کاظمی)(۱۰) رفیق خاور کی دو تحریریں (انبساط عباسی)

ماہِ نو اور غالب: (۱) ماہِ نو کا جزوی اشاریہ غالب (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن)(۲) ماہِ نو میں غالب پر کیا لکھا گیا؟ (اداریہ)(۳) بادہ کہن (سرسید)(۴) انتخاب شعر (مولانا غلام رسول مہر) (۵) دیوانِ غالب اُردو (مولانا امتیاز علی عرشی)(۶) غالب کا انداز گل افشانی گفتار (احمد ندیم قاسمی) (۷) غالب اور جدید ذہن (ڈاکٹر وزیر آغا)(۸) غالب کا سفر کلکتہ (لطیف الزماں خاں) (۹) غالب کا اثر ادیبوں پر (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)(۱۰) غالب اور غالب (مختار صدیقی) (۱۱) رثائے غالب میں انیس کی رباعی (محمد صادق صفوی)(۱۲) گلِ رعنا (سید قدرت نقوی) (۱۳) مرزا غالب کی نثر نگاری (ڈاکٹر گوہر نوشاہی)(۱۴) تعلقاتِ غالب (خواجہ حمید یزدانی) (۱۵) دیوانِ غالب اُردو (مرزا اسد اللہ خان غالب (۱۶) پس سرورق (اسلم کمار)(۱۷) تصویرِ غالب (ایس ایم خالد)(۱۸) دیوانِ غالب بصورت شبیہ غالب (ایم عرفان)(۱۹) تزئین و ترتیب (صوفیہ احمد)

۵۷۔ مسلک......ملتان:

(گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ملتان، اشاعت ۱۹۹۸ء۔ صفحات ۲۸۸)

پروفیسر ڈاکٹر طاہر تونسوی کی زیرنگرانی شائع ہونے والا یہ مجلہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ملتان کا تعلیمی رسالہ ہے۔ جو ہر سال شائع ہوا ہے۔ اس شمارے میں غالب کے علاوہ بھی کئی نگارشات شامل کی گئی ہیں اس شمارے کو طلبہ وطالبات اور اساتذہ کی کاوشوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان نقادان فکروفن کی جستجو کو بھی شامل کیا گیا ہے جو مطالعہ غالب میں اختصاص یا نقد ونظر میں معیار خاص کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس طرح یہ طویل حصہ غالب کے فکروفن کے بہت سے پہلوؤں پر محیط ہو گیا ہے۔ اس شمارے میں شامل مضامین کے مطالعے سے غالب کی فکرِ نو کے اسرار کھلنے اور تہہ در تہہ کیفیات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ فہرست عنوانات اس طرح سے ہے:

(۱) پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟ (ادارہ) (۲) نذرِ غالب (نظم) ...... پروفیسر اصغر علی شاہ (۳) اعلیٰ مدارج میں مطالعہ غالب کی روایت (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) (۴) غالب کا نفسیاتی مطالعہ (ڈاکٹر سلیم اختر) (۵) غالب کی نفسیات (ڈاکٹر شمیم حیدر ترمذی) (۶) پاکستان میں غالب شناسی کی روایت (ڈاکٹر طاہر تونسوی) (۷) غالب، تخلیقی معنویت کا روشن ستارہ (ڈاکٹر اسلم انصاری) (۸) غالب اور قولِ محال (جابر علی سید) (۹) غالب کی فکر و شعری جہتیں (لطیف الزماں خان) (۱۰) غالب کا ایک شعر (غیر مطبوعہ تشریح) جابر علی سید (۱۱) مرزا غالب (ڈاکٹر محمد امین) (۱۲) اُردو، غالب اور بھارت (ڈاکٹر مختار ظفر) (۱۳) کلامِ غالب میں تصوف کے زاویے (محمد عامر اقبال) (۱۴) غالب شناسی اور نیاز و نگار ایک مطالعہ (مختار ظفر) (۱۵) بازیافت غالب، ایک تاثر (پروفیسر شوذب کاظمی) (۱۶) غالب کے خطوط اور سرائیکی زبان (شوکت حسین مغل) (۱۷) غالب ایک عہد ساز شخصیت (روداد تغزل) (۱۸) غزل (فارسی) ڈاکٹر اسلم انصاری (۱۹) غزل (اُردو) (پروفیسر شوذب کاظمی) (۲۰) "شعور و لاشعور کا شاعر غالب" تجزیہ (ڈاکٹر طاہر تونسوی)

58- مہرِ نیم روز...... کراچی:

(العمران۔۲۰۴ شرف آباد کراچی، اشاعت فروری۔ مارچ ۱۹۷۰ء)

سید حسن ندوی اس رسالے کے مدیر ہیں۔ اس شمارے میں تمام نگارشات غالب سے متعلق ہیں۔ چار عنوانات کے تحت تحقیقی و تنقیدی مضامین شامل ہیں۔ اس شمارے میں میرن صاحب کے علاوہ میر مہدی مجروح اور مولانا امام بخش صہبائی پر بھی مضامین موجود ہیں۔ جیلانی کامران نے غالب کے بارے میں مختلف ملکی و غیر ملکی ادیبوں اور نقادوں کی آراء درج کر کے جو ان پر جو کچھ لکھا ہے وہ قابلِ توجہ ہے۔ فہرست مندرجات یوں ہے:

نادر و نایاب:

(۱) ایک اہم دستاویز (ادارہ) (۲) میرن صاحب کی نایاب تصویر (ادارہ) (۳) میرن صاحب (بلقیس جہاں) (۴) اور غالب کے پوتے نے کہا (ادارہ) (۵) مرزا غالب کے پیرزادے (خواجہ حسن نظامی) (۶) خمسہ غالب (مرزا غالب) (۷) انجامِ عیش حضرت صاحب عالم) (۸) مخمس بر غزل غالب (صوفی منیری) (۹) خدا جوئے و خدا یاب و خدا باز (میر غلام حسنین قدر بلگرامی)

مطالعہ و تحقیق:

(۱) غالب کا آرٹ (کلیم الدین احمد (۲) غالب کا اسلوب (پروفیسر احمد علی)
(۳) امام بخش صہبائی (خلیق انجم) (۴) فغانِ دہلی (گوپی چند نارنگ)

دروازہ خاور کھلا:

(۱) غالب بحیثیت لغت داں (ڈاکٹر محمد باقر) (۲) غالب (جیلانی کامران)
(۳) غالب کے بقائش باد (وجاہت حسین سونی پتی) (۴) میر مہدی مجروح (آفاق حسین آفاق)
(۵) گنجینہ ہائے خیال (رفیق خاور)

چہ دلاور ست:

(۱) سرکاری فائلوں کی چوری (ادبی سراغ رساں) (۲) میرن صاحب اور غالب کے خطوط (کامل القادری) (۳) تنقید و تبصرہ (ادارہ)

59- نقوش......لاہور:

(ادارہ فروغ اُردو لاہور، اشاعت جولائی ۱۹۸۴ء۔ صفحات ۳۷۲)

محمد طفیل کی زیرِ ادارت شائع ہونے والا یہ رسالہ "نقوش" دس مضامین پر مشتمل ہے۔ نقوش غالب نمبر کا پہلا حصہ فروری ۱۹۶۹ء میں غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔ نقوش غالب نمبر حصہ اول کی نسبت اس رسالے کی اہمیت اس لیے دو چند ہے کہ اس میں غالب کی کمیاب و نایاب تحریریں شامل کی گئی ہیں۔ یہ تحریریں ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آئی اگر آئی تھیں تو کمیاب تھیں۔ اس شمارے کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نو دریافت بیاض غالب شائع کی گئی ہے۔ جسے ایک صفحے پر بخطِ غالب اور دوسرے صفحے پر خوبصورت کتابت کے ساتھ کیا گیا ہے تاکہ قارئین تک آسانی سے ابلاغ ہو سکے۔ گو کہ اس بیاض کو نقطہ بہ نقطہ اور لفظ بہ لفظ پڑھنا ایک مشکل عمل تھا کیونکہ مروجہ دیوان اور اس بیاض میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہی فرق اس بیاض کی فضیلت ہے اور بر طرہ یہ کہ ۱۹ غزلیں اور ۱۳ رباعیاں غیر مطبوعہ ہیں۔

غالب کی املاء اور آج کی املاء میں بھی فرق ہے۔ اس رسالے کے کتابت شدہ صفحات میں موجودہ املاء کو اہمیت دی گئی ہے۔ مگر بیاض کی عبارت کو کہیں بھی نہیں چھیڑا گیا۔ بیاض کے علاوہ چند مضامین بھی رسالے کے حسن کو دوبالا کرتے ہیں۔ اس کی قدر و قیمت اپنی جگہ ہے۔ مضامین تفہیم غالب کے سلسلے میں اہمیت کے حامل ہیں ان مضامین میں چار مضامین غالب کی تحریروں کے عکس کے ساتھ شامل کیے گئے ہیں۔ فہرست مشمولات یوں ہے:

(۱) طلوع (محمد طفیل) (۲) غالب کی یاد میں (جسٹس سجاد احمد خان) (۳) بیاضِ غالب (نثار احمد فاروقی) (۴) دیوانِ غالب کا ایک نادر انتخاب (امتیاز علی عرشی) (۵) گلِ رعنا، خط غالب (سید معین الرحمٰن) (۶) غالب کے نام دو غیر مطبوعہ خطوط (ڈاکٹر سید حامد حسین) (۷) غالب اور غنیۃ الطالبین (جلال الدین) (۸) میخانہ ءِ آرزو سرانجام (مسلم ضیائی) (۹) غالب کے سات فارسی خطوط (وزیر الحسن عابدی مکتوب علیہ کی بیاض سے (۱۰) غالب کے اشعار پر صادقین کی تیرہ (۱۳) غیر مطبوعہ تصویریں (۱۱) صادقین (اسلم کمال)

60- (i) نگارِ پاکستان ...... کراچی:

(شمارہ نمبر ا، چالیسواں سال، اشاعت فروری ۱۹۶۱ء۔ صفحات ۱۳۶)

نیاز فتح پوری اس رسالے کے مدیر ہیں۔ یہ شمارہ غالب نمبر ہے جس میں اٹھارہ نگارشات شائع ہوئی ہیں جو خالصتاً تحقیقی و تنقیدی انداز میں ہیں۔ ان کے علاوہ انتخاب کلام فارسی، کلام اُردو اور نسخہءِ حمیدیہ بھی شامل کیا گیا ہے اس رسالے کے تمام تحریریں اس مجلّہ کے ایڈیٹر کی تحریر کردہ ہیں اور معیاری نوعیت کی ہیں یہ رسالہ غالب شناسی میں اضافے کا باعث ہے۔

فہرست عنوانات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کا طرز شاعری (ایڈیٹر نیاز فتح پوری) (۲) غالب کی شاعرانہ خصوصیت (نیاز فتح پوری) (۳) احساس خودی (نیاز فتح پوری) (۴) فارسی کے مشاہیر غزل گوشعراء اور غالب (نیاز فتح پوری) (۵) غالب کی معنی آفریں (نیاز فتح پوری) (۶) خمریاتِ غالب (نیاز فتح پوری) (۷) غالب کی شوخ نگاری (نیاز فتح پوری) (۸) مرزا کا طنز و مزاح فارسی میں (نیاز فتح پوری) (۹) شوخی و ظرافت اُردو کلام میں (نیاز فتح پوری) (۱۰) آہنگِ غالب (نیاز فتح پوری) (۱۱) غالب، ولی، بادہ خوار (نیاز فتح پوری) (۱۲) غالب کی متنوع نگاری (۱۳) غالب کا معیار

سخن (۱۴) اقتباس دیوان غالب نسخہ عرشی (۱۵) غالب کا آہنگ و لب و لہجہ (ایڈیٹر)
(۱۶) انتخاب کلام فارسی (ایڈیٹر) (۱۷) انتخاب کلام اُردو (ایڈیٹر) (۱۸) انتخاب نسخہ حمیدیہ (ایڈیٹر)

61- (ii) نگارِ پاکستان......کراچی:

(نگار پاکستان کراچی، اشاعت جنوری۔فروری ۱۹۶۹ء۔صفحات ۱۶۰)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ رسالہ ''نگار پاکستان'' جشنِ صد سالہ کے موقع پر شائع ہوا اس رسالے میں تین عنوانات کے تحت اٹھارہ مضامین شامل ہیں۔ یہ مضامین ''نگار'' کی اڑتالیس (۴۸) سالہ ادبی تاریخ میں غالب کی زندگی اور فن پر چھپنے والے مضامین کا انتخاب ہے۔ اس انتخاب کو غالب نمبر کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس انتخاب میں غالب کی زندگی اور فن کے سارے اہم پہلوؤں کو سمیٹنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''زندگی و شخصیت'' کے عنوان سے تین مضامین شامل ہیں جو غالب کے بچپن کے حالات سے لے کر فن کی دنیا میں قدم رکھنے تک کا احاطہ کرتے ہیں۔ ''فکر و فن'' کے عنوان سے بارہ مضامین شامل ہیں جو غالب کی فنی زندگی کا ارتقاء پیش کرتے ہیں ان مضامین میں غالب کے فلسفیانہ موضوعات اور فلسفیانہ اندازِ نظر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ المختصر غالب کی زندگی اور فن کے اہم پہلو سٹ کر سامنے آئے ہیں۔ ''نقش ہائے رنگ رنگ'' میں تین مضامین میں فارسی شاعری کو موضوع بناتے ہیں۔ ان مضامین میں غالب کا مرتبہ فارسی غزل گو شعراء کی انجمن میں قائم کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی غالب اور فغان کا تقابلی جائزہ بھی شامل ہے۔ فہرست مشمولات یوں ہے:

زندگی و شخصیت:

(۱) غالب کی زندگی (مالک رام) (۲) غالب کا معیار شعر و سخن (مولانا امتیاز علی خان عرشی) (۳) غالب کی شخصیت (ڈاکٹر شوکت سبزواری)

فکر و فن:

(۱) غالب کی شاعرانہ خصوصیت (مولانا نیاز فتح پوری) (۲) غالب، مومن، ذوق (مولانا حامد حسن قادری) (۳) غالب پھر اس دنیا میں (فراق گورکھپوری) (۴) غالب ہمہ رنگ (فراق گورکھپوری) (۵) غالب کا ذہنی ارتقاء (پروفیسر آل احمد سرور) (۶) غالب کی بت شکنی

(پروفیسر احتشام حسین) (۷) غالب اور تقلید میر (محمد عظیم فیروز آبادی) (۸) غالب کا فلسفہ (ڈاکٹر ابو محمد سحر) (۹) غالب کے کلام میں استفہام (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۱۰) غالب کا اسلوب (پروفیسر خلیل صدیقی) (۱۱) غالب کے اسلوب سخن کا ایک اہم پہلو (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

نقش ہائے رنگ رنگ:

(۱) فارسی غزل گو شعراء میں غالب کا مرتبہ (مولانا نیاز فتح پوری) (۲) غالب کی فارسی شاعری (برہم ناتھ دت) (۳) غالب و فغان (ڈاکٹر انعام الحق کوثر) (۴) غالب بحیثیت نقاد (مولانا غلام رسول مہر)

62- (iii) نگار پاکستان......کراچی:

(شمارہ نمبر ۹، اشاعت دسمبر ۱۹۸۶ء۔ صفحات ۶۴)

ڈاکٹر نیاز فتح پوری کی ادارت میں شائع ہونے والا یہ رسالہ ''نگار'' روسی ادیبوں کے لکھے ہوئے مقالات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۶۹ء میں غالب کی ولادت کا جشن صد سالہ منایا گیا اس میں دنیا کے متعدد ممالک نے حصہ لیا۔ کہیں مذاکروں کا اہتمام ہوا کہیں شاعروں کا اور کہیں تقریروں کے لئے بلند پایہ جلسے منعقد ہوئے اور کہیں تحقیق و تنقید پر مشتمل کتب و رسائل شائع ہوئے۔ اس سلسلے میں ''سوویت جائزہ'' نامی رسالے نے بھی تیسری جلد کے دسویں شمارے یعنی فروری ۱۹۶۹ء کے پرچے کو غالب کے لئے مخصوص بنایا، رسالہ شعبہ اطلاعات سفارت خانہ سوویت یونین دہلی سے شائع ہوا۔ اس شمارے کی انفرادیت یہ ہے کہ اس رسالے میں مقالات روسی ادیبوں کے لکھے ہوئے ہیں جو غالب کی مقبولیت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ یہ مقالات غالب شناسوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں گے اور تفہیم غالب کا باعث بنیں گے۔ فہرست عنوانات یوں ہے:

(۱) ملاحظات (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۲) انیسویں صدی کا ہندوستانی ادب اور مرزا غالب (ای چیلی شیف) (۳) سوویت یونین میں غالب کی مقبولیت (اکادمیشین بابا جان غفورروف) (۴) غالب کا فلسفہ حیات (ایل۔ آر گوردون پولسکایا) (۵) حالی اور مرزا غالب (اے سوخا چیف) (۶) غالب اور اقبال (این۔ بریگرنیا) (۷) فارسی میں غالب کا رنگ تغزل (غضنفر علی اوف) (۸) غالب ایک مطالعہ (اکادمیشن بابا جان غفوروف) (۹) سوویت یونین میں غالب کی تخلیقات کا مطالعہ (جی۔ وائی۔ علی روف)

63- (iv) نگار پاکستان......کراچی:

(شمارہ نمبر ۱۰، اشاعت ۱۹۸۷ء۔ صفحات ۲۲۰)

اس رسالے میں علامہ نیاز فتح پوری کے ان تمام مضامین کو جو نگار رسالے میں وقتاً فوقتاً چھپتے رہے جمع کر کے اس شمارے میں چھاپ دیا گیا اس شمارے میں نیاز کی ساری تحریریں بشمول ''مشکلاتِ غالب'' شامل کردی گئی ہیں۔ جس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ نیاز نے غالب کو کس خصوصیت کے ساتھ موضوع بنایا ہے۔

نیاز جیسے عظیم ناقد اور ادیب پر یہ الزام تھا کہ انہیں غالب سے کوئی خاص رغبت نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو مومن سے غالب کو کمتر جانتے ہیں۔ یہ رائے اس لئے قائم ہوئی کہ علامہ نیاز نے ۱۹۲۸ء میں نگار کو مومن نمبر شائع کیا اور اپنے مقالے میں یہ رائے دی کہ میرے سامنے اُردو کے تمام شعراء متقدمین و متاخرین کا کلام رکھ کر مجھ کو صرف ایک دیوان حاصل کرنے کی اجازت دی جائے تو بلا تامل کہہ دوں گا کہ مجھے کلیاتِ مومن دے دو اور باقی سب اٹھائے جاؤ۔ اس رائے سے ادبی حلقوں میں ہلچل مچ گئی اور مومن پر بہت کام ہوا۔ اس رائے کی روشنی میں نیاز پر یہ رائے قائم کی گئی کہ انہیں غالب سے لگاؤ نہیں کیونکہ انہوں نے غالب پر کوئی نمایاں کام نہیں کیا۔ اس رائے کی تردید میں یہ رسائل شائع ہوا جس میں تمام مضامین نیاز کے غالب کے لئے شائع ہوئے ہیں۔ نیاز نے ۱۹۲۵ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان غالب کے لئے کافی کام کیا اور ۱۹۳۲ء میں نگار کا ''غالب کی شوخیاں'' نمبر شائع کیا۔ یہ تمام مضامین غالب کی شاعرانہ خصوصیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ غالب کی شاعری کی روایت کا مومن اور بیدل سے موازنہ کرتے ہوئے اس کا مقام متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مضامین تنقیدی و تحقیقی انداز میں ہیں۔ فہرست عنوانات یوں ہے:

(۱) ملاحظات (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) (۲) میرا اولین تعارف غالب سے (علامہ نیاز فتح پوری) (۳) غالب کا طرز شاعری (علامہ نیاز فتح پوری) (۴) غالب کی شاعرانہ خصوصیات (علامہ نیاز فتح پوری)

(الف) احساسِ خودی (علامہ نیاز فتح پوری) (ب) فارسی کے مشاہیر اور غالب (علامہ نیاز فتح پوری) (ج) غالب کی معنی آفرینی (علامہ نیاز فتح پوری) (د) خمریاتِ غالب (علامہ نیاز فتح پوری) (ہ) غالب کی شوخ نگاری (علامہ نیاز فتح پوری) (و)

مرزا غالب کا طنز و مزاح فارسی میں (علامہ نیاز فتح پوری) (ز) شوخی و ظرافت اُردو کلام میں (علامہ نیاز فتح پوری) (ح) آہنگ غالب (علامہ نیاز فتح پوری)

(۵) غالب ولی بادہ خوار (علامہ نیاز فتح پوری) (۶) غالب کا نہاں خانہء ازل (علامہ نیاز فتح پوری) (۷) غالب اور غالب کی مثنوی نگاری (علامہ نیاز فتح پوری) (۸) غالب کا آہنگ ولب و لہجہ (علامہ نیاز فتح پوری) (۹) غالب اور الہامی شاعری (علامہ نیاز فتح پوری) (۱۰) غالب اور شاعری کا معیارِ حقیقی (علامہ نیاز فتح پوری) (۱۱) غالب اور بیدل (علامہ نیاز فتح پوری) (۱۲) غالب اور مومن کی فارسی ترکیبیں (علامہ نیاز فتح پوری) (۱۳) مشکلات غالب (شرح دیوان غالب) علامہ نیاز فتح پوری (۱۴) انتخاب کلامِ فارسی (علامہ نیاز فتح پوری) (۱۵) انتخاب کلامِ اُردو (علامہ نیاز فتح پوری) (۱۶) انتخاب نسخہء حمیدیہ (علامہ نیاز فتح پوری)

-64 (v) نگارِ پاکستان......کراچی:

(شمارہ نمبر ۳، ۷۴واں سال، اشاعت مارچ ۱۹۹۵ء۔ صفحات ۹۶)

اس رسالے میں پانچ مقالے شامل ہیں اور پانچوں غالب کے بارے میں ہیں۔ مقالات فرمان فتح پوری کے قلم کی تازہ ترین نگارشات ہیں۔ یہ مقالات غالب کے سلسلے میں بہت کچھ دیتے ہیں اور غالب شناسوں میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ فہرست عنوانات یوں ہے:

(۱) ملاحظات (فرمان فتح پوری) (۲) غالب کی شاعری اور مسائل تصوف (فرمان فتح پوری) (۳) کلام غالب میں لفظ تمنا کی تکرار بطور فلسفہ آثار (فرمان فتح پوری) (۴) غالب کے اثرات جدید اُردو شاعری پر (فرمان فتح پوری) (۵) ہم عصر سماجی و تہذیبی مسائل کا ادراک اور غالب (فرمان فتح پوری) (۶) کیا دیوانِ غالب نسخہء امروہہ واقعی جعلی ہے؟ (فرمان فتح پوری)

-65 (vi) نگارِ پاکستان......کراچی:

(۷۶واں سال، شمارہ نمبر ۶، اشاعت جون ۱۹۹۸ء۔ صفحات ۸۰)

اس شمارے میں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کی تازہ کتاب ''غالب کی آپ بیتی'' پیش کی گئی ہے جو غالب کی دوصد سالہ جشن ولادت کے حوالے سے شائع کی گئی ہے۔ قامت میں مختصر سی ہے لیکن بہ اعتبار قدر و قیمت بہت اہم اور غالب کے بارے میں مستند و معتبر مواد فراہم کرتی ہے۔ یہ آپ بیتی مرزا غالب کے خطوط میں انہیں کے لفظوں میں ترتیب دی ہوئی مکمل سوانح حیات ہے

جس کا ہر لفظ مستند ہے۔ کسی کتاب کو رسالے میں شائع کرنے کا یہ ایک اچھوتا انداز ہے۔ اس سے کتاب کی قدر و قیمت و اہمیت و افادیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ فہرست مندرجات یوں ہے:

غالب کی آپ بیتی:

(۱) خاندان (۲) ولادت (۳) قیامِ آگرہ (۴) سفرِ کلکتہ (۵) چٹھی ڈلی (۶) خلیہ (۷) دربارِ اودھ (۸) حیدرآباد (۹) دسواں نمبر (۱۰) تاریخ نگاری (۱۱) دلی بعد غدر (۱۲) قلزم خون (۱۳) ہو کا مکان (۱۴) تیشے کی طغیانی (۱۵) احکام قضا و قدر (۱۶) دوسرا کیس (۱۷) پنشن کا اجراء (۱۸) حافظ ممو (۱۹) سکہ کا الزام (۲۰) پنشن کا مقدمہ (۲۱) ہندوستان کا بغداد (۲۲) پانچ لشکر (۲۳) واہ رے بندر (۲۴) سفرِ رامپور (۲۵) دوسرا سفرِ رامپور (۲۶) مذہب (۲۷) مکان (۲۸) ملازم (۲۹) اولاد (۳۰) وباء (۳۱) عزیز و اقارب (۳۲) احباب (۳۳) آم (۳۴) شراب (۳۵) غذا (۳۶) ضعیفی (۳۷) سرو چراغاں (۳۸) اُردو مکتوب نویسی (۳۹) فولاد میں جوہر (۴۰) کلیاتِ نظم فارسی (۴۱) ابرِ گہربار (۴۲) پنج آہنگ (۴۳) پرتوستان (۴۴) دستنبو (۴۵) قاطع برہان (۴۶) درفشِ کاویانی (۴۷) موید برہان (۴۸) نامہ غالب (۴۹) لطائفِ غیبی (۵۰) محرق قاطع (۵۱) دافع ہذیان (۵۲) ساطع برہان (۵۳) سبد چمن (۵۴) اُردو دیوان (۵۵) طرزِ بیدل (۵۶) سہل ممتنع (۵۷) تاریخ و معما (۵۸) اپنا تماشائی (۵۹) کافرِ مطلق (۶۰) زندہ در گور۔

66- ھلال (ماہنامہ) کراچی:

(جلد ۱۶، شمارہ نمبر ۱۱، اشاعت فروری ۱۹۶۹ء۔ صفحات ۴۴)

یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے جو غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر شائع ہوا ہے اس میں غالب سے متعلق گیارہ (۱۱) نگارشات شائع ہوئی ہیں جو غالب کے فکر و فن سے متعلق ہیں۔ غالب کی شاعری کے حوالے سے قصیدہ نگاری پر بھی ایک مضمون شامل ہے۔ یہ رسالہ (۴۴) صفحات پر مشتمل ہے۔ فہرست مندرجات یہ ہے:

(۱) غالب بگلستان ادب بود شہنشاہ (نظم) (۲) جشنِ صد سالہ غالب (۳) شہرت شعرم بگیتی بعد من خواہد شدن (۴) عصر لا زوال چغتائی و غالب (۵) خطاب بہ میرزا غالب (۶) نمونہ ہا از

قصائد غالب (۷) عندلیبی از گلستان عجم (۸) شعر فارسی و گزشتہ و امروز (۹) قصیدہ در ثنای مرزا اسداللہ خان غالب (۱۰) آثار غالب (۱۱) ناطق غالب۔

67- PANORAMA ....Karachi:

(Voice of America P.V 3931 Sadar Karachi, August 1969, Page-38)

CONTENTS:

(1) Ghalib, Poet of Movement and Change.

(2) Ghalib Inspires of Amarican Poets.

یہ شمارہ غالب پر لکھے گئے دو انگریزی مضامین پر مشتمل ہے۔ پہلے مضمون میں بتایا گیا ہے کہ انیسویں صدی شکوک و شبہات اور مذہبی اختلافات اور رجعت پسندی کی صدی تھی اور ایسے ماحول میں شاعری نہیں پنپ سکتی تھی لیکن اس زمانے میں غالب نے بہترین شاعری کی۔ دوسرے مضمون میں یہ بتایا گیا ہے کہ غالب کی شاعری کو انگریزی میں ترجمہ کرنے کے لئے ایشین لٹریچر پروگرام نے نیویارک میں ایک ادارہ بنایا ہے جو چند افراد کو اس کام پر متعین کرے گا کہ غالب کی شاعری کے انتخاب کا انگریزی میں ترجمہ کیا جائے۔

68- THE PAKISTAN REVIEW ....Karachi:

(GHALIB CENTURY NUMBER)

(February1969, Volume XVII Number-2, Page-100)

CONTENTS:

(1) To Ghalib (Poem) ---------------------- Dr. Riffat Hassan

(2) Mirza Gahlib ---------------------------- Naz

(3) Mirza Ghalib of Delhi ------------------Abdullah Anwar Baig

(4) Ghalib - Archetype of Poet-------------Zeno

(5) Ghalib, the Early Phase ----------------Hamid Ahmad Khan

(6) The Prince Among Poets -------------John Clive Roome

(7) Ghalib During the War of Independence-Muhammad Nazir Mehal

(8) Death--------------------------------------- Ahmad Saeed

(9) The Greatness of Ghalib's Poetry ---S.K.Baloch

(10) What Ghalib Today Means of Me ----Siddiq Kaleem

(11) The Universal Genius of Ghalib ---- Abdul Rehman Khan

(12) Ghalib's Mysticism ---------------------- Abdul Aziz

یہ شمارہ غالب پر لکھے گئے چند انگریزی مضامین پر مشتمل ہے۔تمام مضامین کو نہایت سلیقے کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ان مضامین کے ذریعے سے غالب کی شخصیت اور فن کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔بحیثیت مجموعی معیاری رسالہ ہے۔

۴۔ قومی اخبارات (غالب ایڈیشن)

ادبی رسائل کی طرح پاکستان کے بعض قومی اخبارات نے بھی مختلف مواقع پر غالب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے "غالب ایڈیشن" شائع کئے۔ ان میں اُردو، انگریزی دونوں اخبارات شامل ہیں۔ ذیل میں چند اخبارات کے ان خاص ایڈیشنوں کی تفصیل دی جارہی ہے جنہوں نے یہ ایڈیشن نمایاں انداز میں شائع کر کے غالب شناسی کی روایت میں اہم کردار ادا کیا، اخبارات کو ان کے ناموں کی ابجدی ترتیب کے ساتھ درج کیا جاتا ہے۔ پہلے اُردو اور بعد میں ایک انگریزی اخبار کا ذکر آئے گا۔

1- روزنامہ "انجام"......کراچی:

("غالب ایڈیشن" ۲۸ر فروری ۱۹۶۶ء)

روزنامہ انجام کے اس "غالب ایڈیشن" کو اخبارات میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ نامور اہل قلم کے معیاری مضامین شائع کئے گئے۔ مضامین کے ساتھ ساتھ غالب کی اپنی تحریر کا عکس اور غالب کے بارہ اشعار پر بارہ کارٹون بھی بنا کر شائع کیے گئے۔ اس اعتبار سے یہ شمارہ غالب شناسی کی روایت میں اہم مقام رکھتا ہے۔ اخبار میں شائع ہونے والے مضامین وغیرہ کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب اور فرہاد (افتخار احمد عدنی) (۲) غالب (عبدالرؤف عروج) (۳) گنج معنی ہے تہہ خاک (نیرنگ نیازی) (۴) ہائے بیچارے مرزا غالب (اطہر راز) (۵) غالب کا ذہنی ارتقاء (پروفیسر آل احمد سرور) (۶) کچھ غالب کے متعلق (آل احمد عرشی) (۷) غالب کی تحریر کا عکس (۸) غالب کے چند لطیفے (۹) غالب (بارہ اشعار پر بارہ کارٹون) کارٹونسٹ: وہاب حیدر عثمانی

2- روزنامہ ''امروز''......لاہور:

(ہفت روزہ میگزین......۱۶/فروری۱۹۶۹ء)

غالب صدی کے موقع پر جہاں دیگر رسائل واخبارات نے ''غالب ایڈیشن،، شائع کیے وہاں ''امروز'' نے بھی اپنے ایک ہفت روزہ میگزین کو''غالب ایڈیشن'' بنادیا۔ سرورق کو غالب کی خوبصورت رنگین تصویر سے مزین کیا گیا۔ اس ایڈیشن میں مختلف اہل قلم کی گیارہ نگارشات شامل کی گئیں۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کی شخصیت ان کے اشعار اور خطوط کے آئینے میں......ڈاکٹر ناظر حسین زیدی (۲) غالب کی شخصیت کا ایک پہلو......ابوالاعجاز صدیقی (۳) غالب کی حسرت تعمیر......احمد ندیم قاسمی (۴) غالب کا غیر متداول کلام......وجاہت علی سندیلوی (۵) غالب کی اسیری تاریخ شواہد کی روشنی میں......شمیم انجم (۶) غالب کے خلاف پری زادوں کا مقدمہ......نذیر احمد خان (۷) غالب اور فانی کی فکر کا موازنہ......ظہیر احمد صدیقی (۸) غالب کے کلام میں تکرار......عبدالقدوس نقوی (۹) غالب کی شاعری کے نمایاں خدوخال......پروفیسر خلوت (۱۰) غالب کی زندگی عسرت میں کٹی......عباداللہ فاروقی (۱۱) غالب کا مذہب یہ تھا کہ کسی کی دلآزاری نہ ہو......معراج منیر

''امروز'' کا یہ ایڈیشن ذخیرۂ غالبیات میں اہم اضافہ ہے۔

3- روزنامہ ''جنگ''......کراچی:

(''غالب ایڈیشن'' ۲۷/دسمبر ۱۹۹۷ء)

غالب کے دوصد سالہ جشنِ ولادت کے موقع پر روزنامہ جنگ (کراچی) نے خصوصی اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس میں غالب کے متعلق کئی موضوعات پر مضامین شائع کیے گئے۔ سرورق پر غالب کی رنگین تصویر شائع کی گئی۔ ساتھ ہی غالب پر لکھی گئی چند کتابوں کے رنگین ٹائٹل دکھائے گئے۔ ''غالب ہر صدی کا بڑا شاعر'' کے عنوان سے مجلس مذاکرہ کی ایک رپورٹ جسے اختر سعید نے ترتیب دیا، شائع کی گئی۔ اس مذاکرے میں طارق عزیز، قتیل شفائی، حسن رضوی، سراج منیر، احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر خواجہ زکریا، سعید مرتضیٰ زیدی، ڈاکٹر سلیم اختر اور ڈاکٹر آغا سہیل نے شمولیت اختیار کی اس ایڈیشن میں جو مضامین شائع ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) غالب کے خطوط کی ادبی اہمیت (ڈاکٹر عبادت بریلوی) (۲) غالب جدیدیت کا پہلا شاعر (جاذب قریشی) (۳) واقعاتِ دہر (پروفیسر سحر انصاری) (۴) غالب کی چند قیام گاہیں (پروفیسر سحر انصاری) (۵) ادارہ یادگار غالب (پروفیسر سحر انصاری) (۶) نذر غالب (سید قمر عباس شاہ)

4- روزنامہ "حریت" ...... کراچی:

(ادبی گزٹ ...... ۱۵ر فروری ۱۹۶۹ء)

روزنامہ "حریت" کا یہ شمارہ غالب ایڈیشن تھا جسے غالب کی صد سالہ تقریب کے موقع پر شائع کیا گیا۔ اس شمارے میں غالب کی شخصیت اور فن پر جو مضامین شائع کیے گئے ان میں بعض مضامین پر مصنفین کے نام درج نہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مضامین اخبار کے ادارے کی طرف سے لکھ کر شائع کیے گئے۔ تاہم اس ایڈیشن کی مشمولات کی تفصیل اس طرح سے ہے:

(۱) غالب نے اُردو شاعری کو فلسفہ کی موشگافیاں عطا کیں...... رشید طلعت (۲) ہم مرزا غالب کی صد سالہ برسی کیوں منا رہے ہیں؟...... ممتاز دانش (۳) بے خبر کو غالب کی اُردو نثر نگاری پر تقدم کا شرف حاصل ہے...... سید مرتضیٰ حسین بلگرامی (۴) واقعات و لطائف .... ابراہیم قدوائی (۵) غالب کی ایک نادر تحریر کا عکس (مکتوب بنام حسین مرزا) (۶) غالب کی زندگی میں ان کے پسر متبنیٰ کی شادی نہیں ہو سکی (۷) غالب کے بعد ان کی بیوہ امراؤ بیگم نے پنشن لینے اور کچہری میں حاضر ہونے سے انکار کر دیا (۸) مرزا غالب نے اپنے نانا کے انتقال کے بعد پڑھنا لکھنا چھوڑ دیا تھا (۹) مکتوب غالب بنام مرزا یوسف علی خاں عزیز (تحریر کا عکس)

ان مضامین کے علاوہ غالب، غالب کے مزار اور ان کی قیام گاہ کی تصاویر بھی شائع کی گئیں۔ بحیثیت مجموعی معیاری ایڈیشن ہے۔

5- سنڈے مشرق ...... کراچی:

("غالب ایڈیشن" ۲۱ر مئی ۱۹۶۷ء)

روزنامہ مشرق کا سنڈے میگزین جسے غالب ایڈیشن کے طور پر شائع کیا گیا۔ سرورق پر غالب کی تصویر شائع کی گئی ہے۔ یہ شمارہ مضامین کے معیار اور مقدار دونوں کے اعتبار سے قابلِ قدر ہے جسے ذخیرہ غالبیات میں اہم مقام حاصل ہے۔ تفصیل مندرجات اس طرح سے ہے:

(۱) غالب کی گمشدہ غزل مل گئی (ڈاکٹر حکم چند نیر) (۲) غالب کے اشعار میں ان کی محبوب کی جھلک نظر آتی ہے (حمیدہ سلطان) (۳) نسخہ حمیدیہ ان کا پہلا اُردو دیوان...... بھوپال میں کیسے پہنچا (نادم سیتا پوری) (۴) مرقع چغتائی دنیا بھر کے عجائب گھروں کی زینت بن گیا (عبدالرحمٰن چغتائی) (۵) اگر آم نہ ہوتے تو مرزا غالب نہ ہوتے (مولانا خیر بہوروی) (۶) غالب کا خط عبادت بریلوی کے نام (فرقت کاکوروی) (۷) غالب کا تصور دوزخ و جنت (غلام رسول مہر) (۸) کولمبس نے امریکہ اور حالی نے غالب کی نئی دنیا کا پتا لگایا (ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری) (۹) غالب فہمی اب غلط فہمی بن گئی ہے (حامد اللہ افسر) (۱۰) پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون تھا؟ (محمد حسین شمس کاکوروی) (۱۱) سوچ خوں نے غالب کے دل میں سرور اور آنکھوں میں نور پیدا کیا (خواجہ احمد فاروقی) (۱۲) جب غالب اور میر نے مشترکہ علامیے جاری کیے (مولوی مدن) (۱۳) تصاویر: مرزا غالب، رہائش گاہ دہلی، آرام گاہ، بنارس، لال قلعہ دہلی

6- "Morning News"........Karachi: (February 16, 1969)

انگریزی اخبار "Morning News" نے بھی غالب کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر غالب ایڈیشن شائع کر کے انگریزی زبان میں غالب شناسی کی روایت کو برقرار رکھا۔ بلاشبہ یہ شمارہ ذخیرہ غالبیات میں نادر اضافہ ہے۔ اس شمارے میں شائع ہونے والے مضامین کی تفصیل اس طرح سے ہے:

1- Ghalib's Thought and Poetry (Prof.Ahmad Ali)

2- Drama in Ghalib's Writing (Dr.Zahida Amjad Ali)

3- Ghalib's family life: A study in contrast (M.Hassan)

4- Genius of Ghalib (Fazal Abbas)

5- Humours of Ghalib (S.Amjad Ali)

6- Last day of Mirza Gahlib (Najmudin Iqbal)

7- The world of Mriza Ghalib (A.A. Hameed)

8- Photograph of Ghalib's letter to Nawab Kalb-i-Ali Khan

۱۵۔ متفرق مضامین (اشاریہ)

ادبی جرائد و اخبارات کے "غالب نمبروں" میں جو مضامین شامل ہوئے ان کا ذکر سابقہ صفحات میں ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ غالب پر بعض مضامین ایسے بھی ہیں جو پاکستان کے مختلف رسائل و اخبارات میں متفرق حیثیت سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ یہ سارے مضامین اگر اکٹھا کر دیے جائیں تو ان کی تعداد ہزاروں میں بنتی ہے لیکن اختصار اور جامعیت کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ اشاریہ درج ذیل امور کی روشنی میں ترتیب دیا جا رہا ہے۔

(الف) صرف اہم اور قابلِ ذکر مضامین کو اشاریے میں درج کیا جائے گا۔

(ب) اگر کوئی مضمون ایک سے زیادہ رسائل میں شائع ہوا ہے تو یہاں صرف اس کی اولین اشاعت کو درج کیا جائے گا۔

(ج) رسائل اور اخبارات کے "غالب نمبروں" میں شائع ہونے والے مضامین اگر نشرِ مکرر کے طور پر بھی شائع ہوئے تو انہیں بھی دوبارہ درج نہیں کیا جائے گا۔

(د) یہ اشاریہ مضامین صرف پچاس سالہ (۱۹۴۸ء تا ۱۹۹۸ء) اشاعتوں پر مبنی ہے۔

اس اشاریے کو زمانی ترتیب کے ساتھ مرتب کیا جا رہا ہے۔ اس میں رسائل و اخبارات دونوں کی اشاعتیں شامل ہیں۔ تفصیل اس طرح سے ہے:

.... (1948ء) ....

☆ غالب کی بت شکنی (احتشام حسین) "سویرا" لاہور: شمارہ نمبر ۳

☆ غالب جنت میں (سراج احمد) "نگار" کراچی: ۲۶واں سال، شمارہ نمبر ۸

☆ مرزا غالب کے چند نادر خطوط (آفاق حسین آفاق) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۹

.... (1949ء) ....

☆ غالب کی شاعری میں حسن وعشق (حمید احمد خان) ''ہمایوں'' لاہور: فروری
☆ میر تقی میر اور مرزا غالب (غلام رسول مہر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۳
☆ مرزا غالب کا اُردوئے معلّی (مہیش پرشاد) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۴
☆ چنّا جان (سید مسعود حسن رضوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۴
☆ غالب و عارف (حمیدہ سلطان) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ۱۱
☆ غالب کی شخصیت (حمید احمد خان) ''مخزن'' لاہور: جلد نمبر ا، شمارہ نمبر ا
☆ مکاتیبِ غالب (حمید احمد خان) ''ادبی دنیا'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۷

.... (1950ء) ....

☆ غالب کے بعض اشعار کے مطالب (اثر لکھنوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے بعض غیر مطبوعہ اشعار و لطیفے (احتشام الدین) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کا کلکتہ (حمید احمد خان) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲
☆ اسد اللہ خاں غالب (سر سید احمد خان) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے فارسی خطوط۔ ایک نئی تحقیق (امتیاز علی عرشی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۹
☆ غالب کے مقطعے (مرزا محمد بشیر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲، شمارہ نمبر ۹
☆ غالب کا ایک غیر مطبوعہ قطعہ (اسد ملتانی) ''ہمایوں'' لاہور: اکتوبر
☆ نوادرِ غالب (تین خط) مختیار الدین احمد آرزو ''ہمایوں'' لاہور: جولائی
☆ مکاتیبِ غالب (حمید احمد خان) ''مخزن'' لاہور: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲
☆ ہیجان پسندی اور غالب (حمید احمد خان) ''مخزن'' لاہور: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۳
☆ غالب کی طنزیات (ارتضیٰ حسین) ''نیا دور'' کراچی: شمارہ نمبر ۲۰ اپریل
☆ غالب کی عشقیہ شاعری (آفتاب احمد) ''نیا دور'' کراچی: شمارہ نمبر ۲۱، ۲۲ دسمبر
☆ غالب کی تصویریں (خیر بہوروی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۴

.... (1951ء) ....

☆ غالب کی غزل (ڈاکٹر سید عبداللہ) ''ادب لطیف'' لاہور: جلد نمبر ۳۳ شمارہ نمبر ۵۔۶

☆ اسد اللہ خاں تمام ہوا (حمید احمد خان) ''نگار'' کراچی: ۲۹واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ مرد قلندر (غالب) جلال الدین احمد ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳ شمار نمبر ۱۱

☆ غالب اور سرسید (جمیل نقوی) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳ شمار نمبر ۱

☆ غالب اور زبانِ خلق (شان الحق حقی) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳ شمار نمبر ۱۱

☆ غالب کی ایک غیر مطبوعہ غزل (ناظر عالم) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳ شمار نمبر ۱۱

☆ غالب کے تین خط اور ایک تحریر (مرتضیٰ حسین فاضل) ''ہمایوں'' لاہور: اپریل

☆ غالب کی ایک تحریر (سید محمد فاروق شاہ پوری) ''ہمایوں'' لاہور: اپریل

.... (1952ء) ....

☆ قصیدہ غالب در مدح لارڈ ایلن (مرتضیٰ حسین فاضل) ''اورینٹل کالج میگزین'' لاہور: جلد ۲۸ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے گیارہ خط (مرتضیٰ حسین فاضل) ''اورینٹل کالج میگزین'' لاہور: جلد ۲۸ شمارہ نمبر ۲

☆ پھر وہی میر و غالب کا قضیہ (اثر لکھنوی) ''ادب لطیف'' لاہور: جلد نمبر ۳۴ شمارہ نمبر ۵۔۶

☆ رام کلی (غالب کی روایتی محبوبہ) جمیل نقوی ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴ شمار نمبر ۲

☆ عہد و سوانح غالب (ایم۔ کے اشرف) ''اُردو'' کراچی: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۳

.... (1953ء) ....

☆ ڈاکٹر یوسف حسین اور غالب (سعید احمد) ''راوی'' لاہور: جلد ۳۶، شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کا نظریہ شعر (وحید قریشی) ''سویرا'' لاہور: شمارہ نمبر ۹

☆ جنگِ آزادی کی کہانی، مکاتیب غالب کی روشنی میں (غلام رسول مہر) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵، شمار نمبر ۲

☆ مرزا غالب کا غیر مطبوعہ کلام (مولوی عبدالرزاق) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵ شمار نمبر ۲

☆ غالب کے ہاں تخیل اور جذبے کی ہم آمیزی (قاضی یوسف حسین) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵، شمار نمبر ۵

☆ غالب سے خواجہ عزیز کی ایک ملاقات (مختیار الدین احمد آرزو) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵، شمار نمبر ۱۱

☆ کلک غالب (ابو سعید قریشی) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵ شمار نمبر ۱۱

☆ کچھ غالب کے بارے میں (رفیق خاور) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵ شمار نمبر ۱۱

☆ مرزا غالب کے بچپن کی ایک تحریر (حافظ نذیر احمد) ''ہمایوں'' لاہور: جنوری

☆ قتیل دہلوی تھا یا فرید آبادی (مختیار الدین احمد) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۲۹۔۳۰

☆ غالب کا غم (آفتاب احمد) ''ساقی'' کراچی: جلد ۴۷ شمار نمبر ۱

☆ ادبیاتِ غالب میں اضافہ (خلیل الرحمٰن داؤدی) ''روحِ ادب'' کراچی: جلد نمبر ۶ شمار نمبر ۳

☆ غالب کا ذہنی ارتقاء (آل احمد سرور) ''روحِ ادب'' کراچی: جلد نمبر ۶ شمار نمبر ۹

☆ غالب کی نادر تحریریں (مرتضیٰ فاضل لکھنوی) اورینٹل کالج میگزین لاہور: جلد ۲۹، شمارہ نمبر ۲

.... (1954ء) ....

☆ غالب اور نواب حامد علی خاں (نذیر حسین زیدی) ''جامِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱

☆ ادب میں غالب کا مقام (شجاعت علی سندیلوی) ''جامِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۲

☆ مرزا غالب اور دوسرے غالب (عندلیب شادانی) ''مشرب'' کراچی: شمارہ نمبر ۴

☆ غالب کی حزنیہ شاعری (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں) ''برگِ گل'' کراچی: جلد نمبر ۸، شمارہ نمبر ۶

☆ اُردو غزل اور غالب (شجاع احمد زیبا) ''برگِ گل'' کراچی: جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۶

☆ غالب (سید وقار عظیم) ''روحِ ادب'' کراچی: جلد نمبر ۷ شمار نمبر ۸

☆ مرزا غالب کا حاسہ انتقاد (سید عبداللہ) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۶ شمار نمبر ۹

☆ غالب (ساغر نظامی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۳۱۔۳۲

☆ بیاضِ غالب کی دریافت (غلام رسول مہر) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۳۱۔۳۲

☆ بیاضِ غالب کے بارے میں (نثار احمد فاروقی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۳۱۔۳۲

☆ دیوانِ غالب کا ایک نادر قلمی نسخہ (سید عبداللہ) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۶ شمار نمبر ۴

☆ غالب اور ہم (انتظار حسین و ناصر کاظمی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۶ شمار نمبر ۵

☆ احوالِ غالب، مختیار الدین احمد پر تبصرہ (رفیق خاور) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۶ شمار نمبر ۱۱

☆ غالب کے اُردو کلام کی اشاعت (ڈاکٹر شوکت سبزواری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۶ شمار نمبر ۱۱

☆ شہرِ آشوبِ غالب (افضل صدیقی) ''مشرب'' کراچی: شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کی ایک نعتیہ تضمین (فارسی) وزیر الحسن عابدی ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۲۲ فروری

☆ غالب کا ایک غیر مطبوعہ قطعہ تاریخ (ڈاکٹر نصیر الدین علوی) "روز نامہ امروز" لاہور ۲۲ فروری
☆ غالب کی ایک غیر مطبوعہ غزل روز نامہ ملت، لاہور: ۱۵ فروری
☆ غالب اور بیدل (عابد علی عابد) نئی تحریریں لاہور: شمارہ نمبر ا ستمبر
☆ جہانِ غالب (قاضی عبدالودود) "نقوش" لاہور: شمارہ نمبر ۴۵۔۴۶
☆ مرزا غالب کے گھر میں ایک شام (سید وقار عظیم) "روحِ ادب" کراچی: جلد نمبر ۶ شمارہ نمبر ۹

.... (1955ء) ....

☆ غالب ایک تعارف (ایم۔اے باری خان) "جامِ نو" کراچی: جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ا
☆ غالب اور قنوطیت (رزمی علیگ) "جامِ نو" کراچی: جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ا
☆ غالب کی شاعری کے بنیادی عناصر (اسلوب احمد انصاری) "ادب لطیف" لاہور: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۵۔۶
☆ غالب خطوط کے آئینے میں (حنیف نقوی) روز نامہ جمہوریت، کراچی: ۱۴ فروری
☆ غالب کی ذہنیت (رفیق خاور) "راوی" لاہور: جلد ۴۶ شمارہ نمبر ۶
☆ غالب اپنی شخصیت کے آئینے میں (آل احمد سرور) "ادب لطیف" لاہور: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۷۔۸
☆ غالب اور غمِ دوراں (ڈاکٹر عبادت بریلوی) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۲
☆ مکتوبِ غالب و مجروح (آفاق حسین آفاق) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کی مثنوی نگاری (نیاز فتح پوری) "نگار" کراچی: ۳۴ واں سال شمارہ نمبر ۵
☆ غالب ایک ڈرامہ نگار (حفیظ) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۱۲
☆ غالب پیشرو اقبال (ڈاکٹر سید محمد عبداللہ) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۱۲
☆ حقیر اور غالب (انتظام اللہ شہابی) "قومی زبان" کراچی: جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۱۳
☆ غالب (جمیل ملک) "ادب لطیف" لاہور: جلد نمبر ۳۹ شمارہ نمبر ۴

.... (1956ء) ....

☆ غالب ہم رنگ (عارف بٹالوی) "ہمایوں" لاہور: فروری
☆ غالب کی اُردو شاعری پر سیاست کا اثر (ضمیر الدین عثمانی) "برگ گل" کراچی: جلد نمبر ۱۰ شمارہ نمبر ۳
☆ مشکلاتِ غالب (نیاز فتح پوری) "نگار" کراچی: ۳۵ واں سال شمارہ نمبر ۴

☆ ایک نادر قطعہ، غالب (فکری سلطان پوری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۸ شمار نمبر ۲
☆ غالب کا تصورِ دوزخ و جنت (غلام رسول مہر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۸ شمار نمبر ۲
☆ تنقیداتِ غالب (انجم اعظمی) ''افکار'' کراچی: ۱۲واں سال شمارہ نمبر ۶۴
☆ شکوۂ غالب (رفیق خاور) ''مہرِ نیم روز'' کراچی: جلد نمبر ۱ شمار نمبر ۲
☆ غالب و یگانہ (حامد حسن قادری) ''مہرِ نیم روز'' کراچی: جلد نمبر ۱ شمار نمبر ۴

.... (1957ء) ....

☆ غالب اور رجائیت (محمد وارث علی شاہ) ''جامِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۷ شمارہ نمبر ۵
☆ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط اور چند اصلاحیں (مختیار الدین احمد آرزو) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۶۱۔۶۲
☆ غالب کی مقبولیت کے اسباب (شیخ محمد اکرام) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۶۵۔۶۶
☆ غالب کی عظمت (ڈاکٹر عبادت بریلوی) ''برگِ گل'' کراچی: جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۸
☆ غالب (صلاح الدین خدا بخش) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۹ شمار نمبر ۱
☆ فرشتوں کا لکھا (جمیل الدین عالی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۹ شمار نمبر ۱
☆ ساقی نامہ، مرزا اسد اللہ خاں غالب (رفیق خاور) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۹ شمار نمبر ۱
☆ غالب کی ظرافت (پیام شاہجہان پوری) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۱۲ اپریل
☆ غالب کے چند نایاب خطوط (مختیار الدین احمد آرزو) ''مشرب''، کراچی: شمارہ نمبر ۳
☆ دلی جو ایک شہر تھا (ادارہ) ''خیال'' لاہور: شمار نمبر ۱۔۲
☆ غالب خطوط کے آئینے میں (ادارہ) 'ہفت روزہ لیل و نہار'' لاہور: جلد نمبر ۷ شمار نمبر ۶
☆ دلی کی کہانی، غالب کی زبانی (ادارہ) 'ہفت روزہ لیل و نہار'' لاہور: جلد نمبر ۷ شمار نمبر ۱۸

.... (1958ء) ....

☆ غالب کی شاعری (عطاء محمد شعلہ) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۶۷۔۶۸
☆ غالب اور ٹونک (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۰ شمار نمبر ۳
☆ ساقی نامہ، غالب (رفیق خاور) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۰ شمار نمبر ۶
☆ غالب کی عظمت (زہرا ادیب کاظمی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۰ شمار نمبر ۷

☆ نقش ہائے رنگا رنگ (اکبر علی خان عرشی زادہ) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۰ شمارہ نمبر ۷
☆ غالب (ارشاد احمد صدیقی) پندرہ روزہ استقلال لاہور: یکم مارچ
☆ غالب اور جدید شاعری (آفتاب احمد) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۶۹۔۷۰
☆ غالب کا میزانِ شعر (ادارہ) ''ہفت روزہ لیل ونہار'' لاہور: جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۷
☆ مثنوی ابرِ گہربار (شیخ اصغر علی) ''اورینٹل کالج میگزین'' لاہور: جلد ۳۴ شمارہ نمبر ۳

.... (1959ء) ....

☆ مرزا غالب کی ظرافت (شاہین بلیاوی) ساغر لاہور: جلد ۲ شمارہ نمبر ۳
☆ دیوانِ غالب اُردو (ایک نادر مخطوطہ) خلیل الرحمٰن داؤدی ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲
☆ جاوید نامہ غالب (رفیق خاور۔ مترجم) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے خطوط کی تاریخیں اور ترتیب (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۸
☆ غالب جدید شعراء کی مجلس میں (کنہیا لال کپور) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۸۸
☆ غالب (لطائف).......محمد اسماعیل پانی پتی ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۸۸
☆ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط (مبارز الدین رفعت) ''نگار'' کراچی: ۳۸واں سال شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کا فلسفہ (ابو محمد سحر) ''نگار'' کراچی: ۳۸واں سال شمارہ نمبر ۲
☆ شمشیرِ تیز تر (قاضی عبدالودود) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۸۹

.... (1960ء) ....

☆ ڈاکٹر ذاکر حسین اور دیوانِ غالب (محمد اسماعیل پانی پتی) ''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے (آٹھ) خطوط (مختیار الدین آرزو) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۸۹۔۹۰
☆ غالب اور حادثہ اسیری (گوپی چند نارنگ) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۹۱۔۹۲
☆ مثنوی ابرِ گہربار (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۱
☆ غالب کے درباری اعزاز اور منصب (اکبر علی خاں) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۲
☆ جانشینیِ غالب کا مسئلہ (سید یوسف بخاری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۲
☆ افسانہ ہائے غیر مکرر کلیم (عبدالرؤف عروج) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۲ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور آدمی کی پہچان (آل احمد سرور) ''افکار'' کراچی: ۱۶واں سال شمارہ نمبر ۱۶۸
☆ غالب ذوق اور ناسخ (محمد انصار اللہ) ''نگار'' کراچی: ۳۹واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ چند لمحے غالب کے ساتھ (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۳۹واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کا ایک شعر (اکبر علی خان) مہر نیم روز، کراچی: جلد نمبر ۵ شمارہ نمبر ۷
☆ غالب اور قومی شعور (ظفر عظیم) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۹
☆ میں اور غالب (سید عبداللہ) ''ادب لطیف'' لاہور: جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۳

.... (1961ء) ....

☆ غالب کی ایک غیر مطبوعہ تحریر (تحسین سروری) ''اُردو نامہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۵، جولائی تا ستمبر
☆ غالب کا نظریہ شاعری (غبار یاور) ''جام نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۹
☆ غالب اور نیا آدمی (سلیم احمد) ''سات رنگ'' کراچی: مارچ
☆ غالب اور دادرا (ضمیر الدین احمد) ''سات رنگ'' کراچی: مارچ
☆ یہ نہ تھی ہماری قسمت...... (منظوم سرائیکی ترجمہ) ...... دلشاد کلانچوی ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب ایک تہذیبی قوت (ممتاز حسین) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب اور سرسید (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۲
☆ اخلاقیاتِ غالب (اقبال سلیمان) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۷
☆ غالب کی تصویر کاری (شمس الدین صدیقی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۷
☆ راقم اور غالب (تحسین سروری) ''ہم قلم'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۳
☆ راقم کی شرح دیوانِ غالب (اسلم فرخی) ''ہم قلم'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کی اولین شرح (تمکین کاظمی) ''ہم قلم'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۶
☆ افتتاحی تقریر بسلسلہ یومِ غالب (محمد عبدالمجید) لالۂ صحرا، گورنمنٹ کالج بہاولنگر: شمارہ نمبر ۳
☆ غالب کی افسردگی (سمیع اللہ قریشی) لالۂ صحرا، گورنمنٹ کالج بہاولنگر: شمارہ نمبر ۳
☆ مرزا غالب کی فارسی شاعری (محمد حسین عرشی) ''نگار'' کراچی: ۴۰واں سال شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کا ایک غیر معروف قطعہ (فرمان فتح پوری) ''افکار نو'' لاہور: فروری
☆ غالب بحیثیت نقاد (مولانا غلام رسول مہر) ''المعارف'' لاہور: فروری
☆ غالب کا ایک نادان دوست (جمیل قدوائی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۱۲

.... (1962ء) ....

☆ غالب کا ذہنی ارتقاء (ساقی الحسین) ''جامِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۲ شمارہ نمبر۶
☆ غالب کی ادبی تخلیقات کا مابعد الطبعیاتی پس منظر (سید محمد تقی) ''ہم قلم'' کراچی: جلد نمبر۳ شمارہ نمبر۴
☆ غالب کے آخری لمحات (مالک رام) ''جائزہ'' کراچی: شمارہ نمبر۸
☆ غالب کی شخصیت اور شاعری کا مطالعہ (مسرت نقوی) ''جائزہ'' کراچی: شمارہ نمبر۸
☆ غالب ایک مابعد الطبعیاتی شاعر (احمد علی۔ترجمہ، عزیز حسن) ''جائزہ'' کراچی: شمارہ نمبر۸
☆ غالب کی فارسی شاعری ایک تعارف (محمد اسلم قریشی) ''ہم قلم'' کراچی: جلد نمبر۳ شمارہ نمبر۷
☆ مرزا غالب اور مصحفی (افسر امروہوی) ''نگار'' کراچی: ۴۱واں سال شمارہ نمبر۹
☆ غالب کے اُردو قصائد (ملک محمد اسماعیل خان) ''نگار'' کراچی: ۴۱واں سال شمارہ نمبر۹
☆ حادثۂ اسیری اور غالب (نثار احمد فاروقی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر۹۰
☆ غالب کے فارسی خطوط (ایک نیا مجموعہ)......قاضی عبدالودود ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۲
☆ غالب کون ہے......؟ (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۲
☆ لخت لخت (بسلسلہ غالب) ڈاکٹر عابد رضا بیدار ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۲
☆ غالب کا تصورِ عشق (حمیدہ سلطان) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۲
☆ خط بنام مدیر بسلسلہ غالب (محمد عبداللہ قریشی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۷
☆ مدیر کے نام (بسلسلہ غالب) غلام رسول مہر ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۷
☆ غلطیہائے مضامین (مالک رام) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۸
☆ نواہائے راز (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۸
☆ غالب اور صہبائی (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۸
☆ خط بنام مدیر بسلسلہ غالب (حمیدہ سلطان) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۱۰
☆ مطرب غزلے فردے (رفیق خاور) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۵ شمارہ نمبر۱۰
☆ غالب اور معاصرین غالب ریاض الفردوس میں......(تحسین سروری)
اُردو نامہ، کراچی: شمارہ نمبر۹ جولائی تا ستمبر
☆ اقبال اور غالب کا تقابلی مطالعہ (فرمان فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۱واں سال شمارہ نمبر۱

☆ غالب کی ہمہ گیر شخصیت (رضی عابدی) ''نگار'' کراچی: ۴۱واں سال شمارہ نمبر۵
☆ غزل پر غالب کے احسانات (عطا محمد شعلہ) ''افکار'' کراچی: ۱۷واں سال شمارہ نمبر ۱۳۶

.... (1963ء) ....

☆ مرزا غالب (طویل نظم) سلام مچھلی شہری ''ہم قلم'' کراچی: جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب اور صہبائی (مالک رام) ''نگار'' کراچی: ۴۲واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کی مثنوی بے نام کا نام (مرتضی حسین فاضل) ''نگار'' کراچی: ۴۲واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط (عبادت بریلوی) ''فنون'' لاہور: جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۱
☆ طالب۔ غالب کا ایک گمنام شاگرد (نادم سیتاپوری) ''نگار'' کراچی: ۴۲واں سال شمارہ نمبر ۹
☆ دیوانِ غالب و شاداں (رشید حسن خان) ''نگار'' کراچی: ۴۲واں سال شمارہ نمبر ۹
☆ غالبیہ (تیسرا باب)......اکبر علی خان ''نگار'' کراچی: ۴۲واں سال شمارہ نمبر ۹
☆ غالب کے بعض اشعار کی شرحوں میں اختلاف (ورد سعیدی) ''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کے فارسی قصائد (کچھ نیا کلام)......مالک رام ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۹۶
☆ غالب اور مرثیہ نگاری (سید مرتضی بلگرامی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۹۶
☆ غالب کا ایک غیر مطبوعہ قطعہ تاریخ (فیضان دانش) قومی زبان کراچی: جلد نمبر ۳۳ شمارہ نمبر ۹
☆ غالب کے بعض اشعار (ورد سعیدی) ''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر ۶
☆ غالب کے طرفدار نہیں (ایک بحث)......انوار القمر، شہزاد انجم، سید ضیغم
''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر ۶
☆ غالب اور اقبال (تقابلی ''جائزہ'') سید قدرت نقوی ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کی تصویر آفرینی (ڈاکٹر سید عبداللہ) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب دو شعر دو ستارے (غلام رسول مہر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۲
☆ مولانا آزاد بنام غالب (مالک رام) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۲
☆ رشکِ عرفی و فخرِ طالب مرد (میر مہدی مجروح) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۲
☆ ایک بزرگ ہمیں ہمسفر ملے (غالب انگلش روڈ میں)......قربان حسین
''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کا رابطہ فرنگ (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۶ شمارہ نمبر۳
☆ غالب پر فارسی شعراء کا اثر (نریش کمار شاد) ''نگار'' کراچی: ۴۲واں سال شمارہ نمبر۶
☆ غالب تخلص رکھنے والے شاعر (فرمان فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۲واں سال شمارہ نمبر۶
☆ غالب کی چند غیر مطبوعہ غزلیں (شمس القمر سوز) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۶ شمارہ نمبر۵
☆ غیر معروف کلامِ غالب (تین غزلیں) مالک رام ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۶ شمارہ نمبر۵
☆ نوادرِ غالب (بارہ خطوط) نثار احمد فاروقی ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر۹۶
☆ غالب اور خادم (سید حسام الدین راشدی) ''اُردو نامہ'' کراچی: شمارہ نمبر۱۳ جولائی تا ستمبر

.... (1964ء) ....

☆ ذکرِ غالب (ناصر انصاری) ''جامِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۴ شمارہ نمبر۲
☆ غالب کی شاعری (محمد مختار خان) ''پیامِ سحر'' کراچی: جلد نمبر۴ شمارہ نمبر۱۱
☆ غم نامہ غالب (مرتضیٰ حسین فاضل) ''ادبی دنیا'' لاہور: دور پنجم شمارہ نمبر دوازدہم
☆ غالب اور طبِ قدیم (حکیم محمود احمد برکاتی) ''ہمدرد صحت'' کراچی: فروری
☆ غالب سخنور کا ایک شعر (سراج احمد عثمانی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر۳۴ شمارہ نمبر۸
☆ غالب اور مسئلہ تذکیر و تانیث (سید قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر۳۴ شمارہ نمبر۸
☆ ایک غیر مطبوعہ خط اور ایک قطعہ (نثار احمد فاروقی) ''نگار'' کراچی: ۴۳واں سال شمارہ نمبر۷
☆ تاج محل، غالب اور چغتائی (اسلم انصاری) ''نئی قدریں'' حیدر آباد: شمارہ نمبر۹
☆ کلامِ غالب کا خوردبینی مطالعہ (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۳واں سال شمارہ نمبر۸
☆ غالب کا فارسی کلام (سید ہاشمی) 'ہفت روزہ لیل و نہار' لاہور: جلد نمبر۱۴ شمار نمبر۱۹
☆ کلامِ غالب کا آفاقی پہلو (ڈاکٹر عبادت بریلوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۷ شمارہ نمبر۲
☆ رنگِ سنگ (مجسمہ غالب) اکبر علی خاں ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۷ شمارہ نمبر۲
☆ رنگ و بو (غالب کا ایک تمثیلی افسانہ) شہاب رفعت ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۷ شمارہ نمبر۲
☆ غریب شہر (غالب ڈھاکہ میں) رفعت جاوید ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۷ شمارہ نمبر۲
☆ حیاتِ غالب۔ ایک اہم تاریخی سوانح (نادم سیتاپوری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۷ شمارہ نمبر۴
☆ غالب کی سوانح عمریاں (نئی اور پرانی) سید عبداللہ ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۱۷ شمارہ نمبر۴

☆ قفسِ رنگ (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۶

☆ مرقعِ چغتائی۔ غالب کے مصور نسخہ کی داستانِ تخلیق (محمد عبدالرحمٰن چغتائی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۶

☆ حیاتِ غالب (چند گزارشیں) غلام رسول مہر ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۷

☆ فارسی غزلیاتِ غالب کا منظوم اُردو ترجمہ (قاضی یوسف حسین) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۸

☆ غالب کا اعتذار (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۹

☆ غالب ایک مُشرِ خیال (عارف منان قریشی) ''چٹان'' لاہور: مئی

☆ تبصرہ دیوانِ غالب، نسخۂ عرشی (مالک رام) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۱

☆ دیوانِ غالب اُردو (امتیاز علی عرشی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۱

☆ ضمیمہ نسخۂ عرشی (اکبر علی خان) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۱

☆ نوادرِ غالب (نثار احمد فاروقی) ''نگار'' کراچی: ۴۳واں سال شمارہ نمبر ۸

☆ غالب کی تصویر کاری۔ چند اشارے (شمس الدین صدیقی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۱۰

☆ عندلیبِ گلشنِ ناآفریدہ (نذرِ غالب) عبدالغنی شمس ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۱۰

☆ غالب کے ایک شعر کی خطاطی (منشی عبدالمجید) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۱۰

☆ سخن ایجاد (نذرِ غالب) فضا ابن فیضی ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۷ شمارہ نمبر ۱۲

☆ غالب کے چھ نئے اشعار کی نشاندہی (افسر امروہوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب اور صہبائی کے خطوط (ضیاء الدین برنی) ''اُردو نامہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۱۶

☆ غمگین و غالب کے فارسی خطوط (وزیر الحسن عابدی) ''اورینٹل کالج میگزین'' لاہور: جلد ۴۳ شمارہ نمبر ۲

☆ نثر اُردو کا مجدد غالب (اختر جوناگڑھی) ''العلم'' کراچی: جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۱

☆ مرزا غالب کا تصورِ حسن و عشق (صوفی تبسم) ''ہفت روزہ لیل و نہار'' لاہور: جلد نمبر ۱۴ شمارہ نمبر ۵

☆ مکتوب غالب (تحسین سروری) اُردو کراچی: جلد نمبر ۱۶ شمارہ نمبر ۴

☆ غالب کے دو شعر (شان الحق حقی) ''ادبِ لطیف'' لاہور: جلد نمبر ۲۶ شمارہ نمبر ۷

☆ غالب کی تخیل کے عناصر (عطا محمد شعلہ) ''ہم قلم'' کراچی: جلد نمبر ۴ شمارہ نمبر ۶۔۷

☆ دیوانِ غالب اُردو نسخۂ عرشی (امتیاز علی عرشی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۱

.... (1965ء) ....

☆ غالب اور نواب حامد علی خان (نذیر حسنین زیدی) ''ادبی دنیا'' لاہور: دور ششم شمارہ نمبر ۱۶
☆ غالب اور تصوف (مرزا محمد دلشاد بیگ افسر) ''نئی قدریں'' حیدر آباد: شمارہ نمبر ۹
☆ غالب کی نئی فارسی تحریریں (امتیاز علی عرشی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۳
☆ غالب کے متعلق میر کی رائے (سید قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۸
☆ راز آگاہ (ظہیر ریاض) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۲
☆ تلامذہ غالب، پنجاب یونیورسٹی کے دو گلدستے۔ (وحید قریشی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۳
☆ گہرہائے راز (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۳
☆ خطوطِ غالب (آفاق حسین آفاق) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۳
☆ غالب اور نرگسیت (لطیف اللہ) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۳
☆ غالب اور قاری جعفر علی (صغیر جعفر جارچوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۸ شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کی شاعرانہ پیکر تراشی (عبادت بریلوی) ''افکار'' کراچی: ۲۰واں سال شمارہ نمبر ۱۷
☆ مرزا غالب (تلوک چند محروم) ''ساقی'' کراچی: جلد ۲۷ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کا نظریہ شعر (پروفیسر اسماعیل حسن) ''ساقی'' کراچی: جلد ۷۱ شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کا جدید مکتبِ فکر (سید نسیم اختر بالوی) ''جائزہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۵
☆ غالب اور فرہاد (مرزا ادیب) جرس گجرات: فروری
☆ اشاریہ غالب (ڈاکٹر معین الرحمٰن) ''نگار'' کراچی: ۴۴واں سال شمارہ نمبر ۱۰
☆ غالب کے ایک شعر کا عروضی وزن (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۴واں سال شمارہ نمبر ۱۰
☆ پنج آہنگ کا منظوم اشتہار (قاضی عبدالودود) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۹
☆ مختیار الدین احمد (غالب شناس بقلم خود) (ادارہ) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۳
☆ کلامِ غالب کے موضوعات (ابوبکر صدیق) ''ادبی دنیا''، لاہور: دور ششم شمارہ نمبر ۱۷
☆ غالب (سید اوصاف علی دہلوی) ''ساقی'' کراچی: جلد ۲۷ شمارہ نمبر ۶
☆ تجزیہ کلامِ غالب (زیبا ردولوی، سید علی حسنین) ''العلم'' کراچی: جلد نمبر ۱۵ شمارہ نمبر ۳

.... (1966ء) ....

☆ دلی کے چار بڑے شاعر (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کا ایک گمنام شاگرد۔ عطاء مارہروی (انیس مصطفیٰ زبیری)
''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۲
☆ دیوانِ غالب کی ایک نادر قلمی شرح (مرتضیٰ حسین فاضل) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۳
☆ غالب کا انداز بیاں (پروفیسر خلیل صدیقی) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۹
☆ میرا اولین تعارف غالب سے (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۹
☆ غالب اور جدید ذہن (سجاد باقر رضوی) ''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے بعض اشعار فنِ طب کی روشنی میں (محمد مصطفیٰ) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۱۰
☆ مرزا غالب کا ایک نیا شعر اور گلدستہ انجمن (ادارہ) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۵
☆ عظمتِ غالب (سید قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۷، شمارہ نمبر ۵
☆ غالب کا ایک شعر (عبدالخالق) ''ہمدرد صحت'' کراچی: جولائی
☆ مرزا غالب ایک عظیم رشکیں (سید یونس شاہ) ''جامِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۲، شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کا آشوبِ آگہی (آفتاب احمد) ''سات رنگ'' کراچی: مارچ
☆ نذرِ غالب (آرزو اکبرآبادی) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۴
☆ غالب میری نظر میں (جوہر سعیدی) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۴
☆ غالب ایک نیا انسان (شبنم رومانی) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۴
☆ اے دبیر الملک (محشر بدایونی) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۴
☆ حیاتِ غالب پر چند خیالات (عبادت بریلوی) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۵
☆ غالب لاالوھیت میں (مجتبیٰ رزمی) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۵
☆ غالب کی شاعری میں مرد کا تصور (میمونہ انصاری) ''جائزہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کی فارسی شاعری (محمد حیات) نیرنگِ ''خیال'' لاہور: فروری
☆ نذرِ غالب (نور بجنوری) امروز لاہور: ۱۷ اپریل
☆ غالب کا غیر مطبوعہ فارسی کلام (مالک رام) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۵

☆ غالب شناسی ایک کلچر ایک اسلوب (سید عبداللہ) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۵
☆ دیوانِ غالب کی چوتھی اشاعت کا مسودہ (تحسین سروری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۲
☆ مردِ عاشق کی مثال (سلیم اختر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۲
☆ مرزا غالب کی صد سالہ برسی (غلام رسول مہر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے سیاسی ''افکار'' (میر محمد حسین عنقا) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۴
☆ درفش کاویانی (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کی شعری معنویت (محمد اکرام سانبوی) محفل لاہور: جولائی
☆ حالی کے شعر پر غالب کی اصلاح (عابد علی عابد) مشرق لاہور: ۱۲/اپریل
☆ غالب بحیثیت خطوط ''نگار'' (ناہید طلعت بھٹی) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۱۱
☆ غالب اُردو کا سب سے بڑا شاعر (حنیف فوق) سیارہ ڈائجسٹ، لاہور: مئی
☆ غالب کا اندازِ بیاں (خلیل صدیقی) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کے بعض اشعار (محمد مصطفیٰ صابری) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۴
☆ مولانا حامد حسین قادری اور غالب شناسی (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۷
☆ مومن اور غالب کے مبالغہ آمیز اشعار (قیصر سرمست) ''نگار'' کراچی: ۴۵واں سال شمارہ نمبر ۱۲
☆ غالب کے چار خط (سید احتشام حسین) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۶
☆ مرزا نوشہ غالب کا آخری خط (صفدر مرزا پوری) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۶
☆ غالب کا ایک منظوم فارسی خط (مسلم ضیائی) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۶
☆ غالب کی خودنوشت سوانح عمری کا ایک ورق (ڈاکٹر مولوی عبدالحق)
''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۲۸/فروری
☆ زندہ کتاب: دیوانِ غالب (آل احمد سرور) کتابی دنیا، کراچی: نومبر
☆ غالب کی شخصیت (آل احمد سرور) الشجاع کراچی: مارچ
☆ یورپ میں غالب کا مطالعہ (آغا افتخار حسین) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۷
☆ بلائے جان ہے غالب (عبدالحق افروز) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۷
☆ غالب خطوں کے آئینے میں (اقرار احمد عباسی) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۷
☆ غالب کی عشقیہ شاعری (معصوم رضا راہی) ''افکار'' کراچی: ۳۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۸

☆ غالب معلوم سے محسوس تک (سحر انصاری) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۸
☆ واقعاتِ غالب (سحر انصاری) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۸
☆ غالب کا انداز (صابر علی خان) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۸
☆ الہامی کتاب (عبدالرحمٰن چغتائی) ''افکار'' کراچی: ۲۱واں سال شمارہ نمبر ۱۷۸

.... (1967ء) ....

☆ لاادریت اور غالب (محمود احمد برکاتی) ''نگار'' کراچی: ۴۶واں سال شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کی اُردو شاعری کا مزاج (اقبال مکسین) ''نیا دور'' کراچی: شمارہ نمبر ۴۳ دسمبر
☆ غالب کی فارسی شاعری (حامد خان حامد) ''ثقافت'' لاہور: شمارہ نمبر ۳۱
☆ نقش ہائے رنگا رنگ (وزیر الحسن عابدی) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) فروری
☆ غالب کالج میں (آغا سہیل) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) اپریل
☆ غالب اور حقیقت پسندی (حکیم رشید احمد) ''ایصار'' کراچی: شمارہ نمبر ۸
☆ ''عمدہ منتخبہ'' اور غالب (مسلم ضیائی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۳
☆ مفتی محمد عباس اور غالب (تحسین سروری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۰
☆ غالب کی فارسی شاعری (کرم حیدری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۰
☆ تضمینِ غالب (صبا اکبر آبادی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۰
☆ مرزا غالب کا زائچہ (امتیاز علی عرشی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۱۱
☆ جشنِ غالب (خواجہ احمد فاروقی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۲
☆ گر یہاں سمجھا (حکیم نصیر احمد) ''ادبی دنیا'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۲
☆ ذکرِ غالب (مولوی عبدالحق) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کا فلسفہ امید و یاس (احتشام احمد نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۲
☆ جہانِ غالب (سید قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب اور خطوط (محمد مصطفیٰ) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۹
☆ مال روڈ پر غالب کا گھر (اکمل علیمی) ''روزنامہ امروز'' ملتان: ۱۷ اپریل
☆ غالب تنقید کے آئینے میں (نوشابہ نرگس) نخلستان لیے: (گورنمنٹ کالج) فروری

☆ آیئے! ذرا غالب کی باتیں سنیں (عبدالسلام خورشید) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۷رستمبر
☆ پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟ (احمد ندیم قاسمی) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۲۴رستمبر
☆ ایک عظیم شاعر جس کی زندگی کا بیشتر حصہ مفلسی میں گزرا (صفیہ نسیم سحر) انجام، کراچی: اپریل
☆ مرزا غالب آخر ہندو ہی نکلے (نصیر انور) ''مشرق'' لاہور: ۱۴ر مارچ
☆ غالب کی گمشدہ غزل مل گئی (ڈاکٹر حکم چند نیر) ''مشرق'' لاہور: ۱۴ر مارچ
☆ غالب کی طرز شاعری اور شاعرانہ خصوصیات (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۶واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ انداز بیاں اور (عبدالغنی شمس) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۲
☆ مجموعہ بے رنگ غالب (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کے اڑیں گے پرزے (سخن فہم) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۸
☆ مرزا غالب کا زائچہ (صفدر گنوری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۱
☆ نقشہائے رنگ رنگ (فرمان فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۶واں سال شمارہ نمبر ۳

.... (1968ء) ....

☆ نیرنگی تقدیر بچشم غالب (سید قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۹ شمارہ نمبر ۱۰
☆ غالب نام آورم (سید قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۹ شمارہ نمبر ۱۰
☆ غالب کا تصور فلسفہ (محمد مصطفیٰ) ''فاران'' کراچی: فروری
☆ غالب کی یادگار قائم کرنے کی اولین تجویز (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۳۹، شمارہ نمبر ۱۰
☆ غالب اور بچوں کا ادب (محمود الرحمٰن) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۱۲راپریل
☆ اُردو میں خطوط کا پہلا شہرت عام رکھنے والا مجموعہ عودِ ہندی (سید شوکت علی زیدی) ''روزنامہ حریت'' کراچی: ۱۵ر فروری
☆ تاجدار اقلیم سخن، مرزا غالب (حمید اختر جنید) ''چٹان'' لاہور: ستمبر
☆ غالب (قاضی عبدالجمیل جنون) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۹
☆ زائچہ غالب کے اثرات (صفدر گنوری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۲
☆ تماشا نہ ہوا (غالب کے بارے میں) محمد اقبال سلیمان، ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۶

☆ غالب کے خطوط، تاریخیں اور ترتیب (قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۶
☆ غالب کے نانا کی تحریر (مسلم ضیائی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۶
☆ غالب کا زائچہ (سید نثار لطیفی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۶
☆ غالب کی ظرافت (آغا سہیل) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۷
☆ غالب کا یومِ ولادت (افتخار الدین وامق) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۱۲
☆ غالب کی ایک غزل (مولوی عبدالرزاق) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۰۹
☆ سولہ غیر مطبوعہ خطوط غالب معہ عکس (محمد طفیل) ''نقوش'' لاہور: (خطوط نمبر، جلد اول)

.... (1969ء) ....

☆ پنج آہنگ غالب (اختر انصاری اکبرآبادی) ''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے ساتھ چند لمحات (شان احمد مدنی) ''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر ۲
☆ شارحینِ غالب (افسر صدیقی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۳
☆ صد سالہ جشنِ غالب (افسر امروہوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۳
☆ نسخہ حمیدیہ اور اس کی اہمیت (ڈاکٹر ابو محمد سحر) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۲
☆ کلامِ غالب، غالب الکلام (رانا پرتاب رائے) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۲
☆ رسالوں کے غالب نمبر (ابوسلمان شاہجہان پوری) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۵
☆ غالب کے طرفدار نہیں (وارث سرہندی) ''فاران'' کراچی: اپریل
☆ نذرِ غالب (عمر صدیقی) ''افکار'' کراچی: ۲۴واں سال شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کا تخیل (ذکاء الدین شایاں) ''افکار'' کراچی: ۲۴واں سال شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کی صد سالہ برسی (شاہ معین الدین احمد) ''نیرنگِ خیال'' لاہور: فروری
☆ غالب کی شاعری کا ابتدائی دور (ضیاء احمد بدایونی) ''فاران'' کراچی: مئی
☆ غالب ہر عہد کا شاعر (میر مٹھا خاں) ''اوس'' کوئٹہ: فروری
☆ غالب اور ناطق (انعام الحق کوثر) ''اوس'' کوئٹہ: فروری
☆ نذرِ غالب (پروفیسر اختر اقبال) ''فاران'' کراچی: جون
☆ غالب کا ایک شعر (عابد علی عابد) ''فاران'' کراچی: جون

☆ غالب کی شاعری میں طنز (پروفیسر اختر کمالی) ''فاران'' کراچی: جون

☆ غالب اور نفسیات (پروفیسر یوسف جمال انصاری) ''فاران' کراچی: جولائی

☆ گنجینۂ معنی کا طلسم (پروفیسر شہرت بخاری) ''فاران'' کراچی: جولائی

☆ شاعری میں غالب کا لہجہ (سید عزیز ہمدانی) ''فاران'' کراچی: جولائی

☆ انتخاب کلام غالب (ماہر القادری) ''فاران'' کراچی: اگست

☆ غالب کی تاریخ پیدائش (امتیاز علی عرشی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۵

☆ غالب اپنی تنقید کے آئینے میں (سید احتشام احمد عدنی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۸

☆ حیات غالب ''اوج لکھنوی'' (امیر حسن نورانی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۸

☆ ''عمدہ منتخبہ'' کا سن تالیف پنج آہنگ کی روشنی میں (ضمیر نیازی) ''قومی زبان'' کراچی:
جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۸

☆ بیادِ غالب (اختر حسین) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۱۰

☆ کچھ غالب کے بارے میں (آغا حسین ارسطو جاہی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۱۰

☆ غالب کا مشاہدہ حق (نقاش کاظمی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۱۲

☆ قدیم ترین دیوان غالب (جلال الدین) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۱۲

☆ غالب کی تعلیم (سہیل برکاتی) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۱۵ر فروری

☆ نذر غالب (ریحانہ تبسم) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۱۷ر فروری

☆ غالب اور علم نجوم (ابراہیم خلیل) ''العلم'' کراچی: جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب اور اُردو انجمنیں (شبیر اشرف) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۵

☆ مرزا نوشہ کی شخصیت اور تالیف (زاہد الحسن زاہد) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۵

☆ مومن، ذوق، غالب (اصغر یگانہ) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۷

☆ غالب کا فلسفۂ ہستی (کیف دین پوری) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۷

☆ غالب بچوں کا بھی شاعر تھا (نعیم نیازی) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۷

☆ غالب کا نظریہ عشق (محمد یوسف عاجز) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۹

☆ غالب کے کلام میں طنز (راشد جاوید) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۹

☆ غالب قید و حیات اور بند غم (اکبر حمیدی) ہفت روزہ قندیل، لاہور: جلد نمبر ۳۱ شمارہ نمبر ۹

☆ غالب سے معذرت کے ساتھ (انعام درانی) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۱۹ر فروری
☆ ۱۹۶۹ء کے غالب کا خط ۱۸۶۹ء کے غالب کے نام (ابراہیم جلیس) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۱۹ر فروری
☆ اضطراب غالب اور تاریخ کا مقدمہ (جمیل الدین عالی) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۱۹ر فروری
☆ غالب کی تلاش (سید وقار عظیم) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۱۶ر فروری
☆ غالب کی غیر مطبوعہ فارسی اور اُردو رباعیات کا عکس (ادارہ) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۱۶ر فروری
☆ غالب کی صد سالہ برسی پر جاری کئے جانے والے پچاس اور پندرہ پیسہ کے ڈاک کے نئے ٹکٹ خصوصی مہر کیساتھ (ادارہ) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۲۶ر فروری
☆ غالب کا جہانِ دیر و کعبہ (پروفیسر احتشام حسین) ''روزنامہ جنگ'' کراچی: ۲۶ر فروری
☆ ہم مرزا غالب کی صد سالہ برسی کیوں منا رہے ہیں (ممتاز دانش) روزنامہ حریت، کراچی: ۲۳ر فروری
☆ بے خبر کو غالب کیا اردو نثر نگاری پر تقدم کا شرف حاصل ہے (سید مرتضیٰ حسین بلگرامی) روزنامہ حریت، کراچی: ۲۳ر فروری
☆ واقعات و لطائف غالب (ابراہیم قدوائی) ''روزنامہ حریت'' کراچی: ۲۸ر فروری
☆ غالب ایک نفسیاتی شاعر (وجاہت حسین سونی پتی) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۲۸ر فروری
☆ مرزا غالب کی صد سالہ برسی اور خواتین (نجمہ محمود) روزنامہ کوہستان، لاہور: ۱۸ر فروری
☆ غالب کی شوخ بیانی (رشید احمد صدیقی) ''افکار'' کراچی: ۲۳واں سال شمارہ نمبر ۴
☆ غالب کی فارسی شاعری (برہم ناتھ دت) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۵
☆ غالب پھر اس دنیا میں (فراق گورکھپوری) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۵
☆ غالب اور تقلید میر (عظیم فیروز آبادی) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ فغانی و غالب (انعام الحق کوثر) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کی زندگی (مالک رام) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۹
☆ غالب ہمہ رنگ (مجنوں گورکھپوری) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۹
☆ غالب کی شاہی نگاری (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۱۰
☆ غالب کی غزل (سعادت نظیر) ''نگار'' کراچی: ۴۸واں سال شمارہ نمبر ۱۲
☆ گوئٹے اور غالب (انعام الحق کوثر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۵

☆ غالب کی انفرادیت کے چند پہلو (انعام الحق کوثر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۵
☆ دیوانِ غالب اُردو (خلیل الرحمٰن داؤدی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۷
☆ غالب مکتبِ غم دل میں (ڈاکٹر سلیم اختر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۷
☆ غالب خالق جمال (ڈاکٹر عبادت بریلوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۸
☆ غالب کا دربار اور خلعت (امتیاز علی عرشی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۹
☆ کچھ تلامذہ غالب کے بارے میں (کلب علی فائق) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۲ شمارہ نمبر ۹
☆ مدہوش بدایونی کے نام غالب کا ایک غیر معروف خط (فرخ جلالی) روزنامہ کوہستان، لاہور: ۱۶ر فروری
☆ مرزا غالب ایک صوفی شاعر کی حیثیت سے (میکش اکبرآبادی) روزنامہ کوہستان، لاہور: ۱۶ر فروری
☆ غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے (غلام رسول مہر) ''غالب'' کراچی: جلد نمبر ا شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کے ہم معنی اُردو اور فارسی اشعار (غلام رسول مہر) ''اُردو'' کراچی: جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۲
☆ نسخہ حمیدیہ طباعت و تحقیق کی داستان (غلام رسول مہر) سہ ماہی اقبال، لاہور: اپریل

.... (1970ء) ....

☆ حقائق غالب (ڈاکٹر گیان چند) ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر ۵۲ اپریل
☆ اُردو ادب میں غالب کا مرتبہ (پروفیسر شاہین عباس) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) فروری
☆ غالب میری نظر میں (اعجاز احمد قریشی) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) اپریل
☆ غالب کا فن شاعری (زاہد علی خان) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) اپریل
☆ غالب کی عظمت (جاوید رشید) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) جون
☆ قطعہ غالب (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) جون
☆ فکر غالب میں ارتقائی رجحان (سید محمد اکرام) ''فولیو'' لاہور: (ایف سی کالج) جون
☆ غالب نام آور (شہریار نقوی) ''ہلال'' اسلام آباد: فروری
☆ مقام غالب در سبک شناسی (دکتر محمد ریاض) ''ہلال'' اسلام آباد: فروری
☆ شاگرد غالب۔ سخاوت حسین مدہوش (اسد بدایونی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۱ شمارہ نمبر ۲
☆ بیاضِ غالب کی تصحیح (مبارک اکمل گیلانی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۱۳
☆ غالب کی افتاد طبع (عبدالقادر سروری) ''نگار'' کراچی: ۵۰ واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور غمِ زمانہ (زبیر جاوید) ''نگار'' کراچی: ۵۰واں سال شمارہ نمبر۲

☆ نسخہ بھوپال بخط غالب پر ایک نظر (ابو محمد سحر) ''نگار'' کراچی: ۵۰واں سال شمارہ نمبر۵

☆ مرزا اسد اللہ خاں متوفی، المتخلص بہ غالب دنوشہ (منشی بالگوبند) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۳ شمارہ نمبر۳

☆ غالب کی انقلابی رومانیت (سحر انصاری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۳ شمارہ نمبر۳

☆ غالب کی تاریخ پر تبادلۂ خیالات (سید صمد حسن رضوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۳ شمارہ نمبر۵

☆ غالب کا اثر ہمارے ادب اور ادیبوں پر (فرمان فتح پوری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۳ شمارہ نمبر۵

☆ قاطع برہان میں غالب کے اضافے (قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۳ شمارہ نمبر۸

☆ غالب کی قصیدہ گوئی (ڈاکٹر محمد ریاض) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۳ شمارہ نمبر۱۱

☆ تلامذہ غالب (تحسین سروری) ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر۵۲ جولائی

☆ ترجمہ کلام غالب (اُردو سے انگریزی) زیتون عمر ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر۵۲ جولائی

.... (1971ء) ....

☆ مرزا غالب دہلوی (محمد فاروق شاہپوری) ''نگار'' کراچی: ۵۰واں سال شمارہ نمبر۲

☆ غالب اور غدر دہلوی (نشاط ہادی) ''جام جم'' کراچی: فروری

☆ غالب ایک جاوداں شاعر (نجمہ مستجاب) ''کارواں'' لاہور: فروری

☆ غالب کی شاعری پر چند باتیں (جاوید عباسی) ''نئی قدریں'' حیدرآباد: شمارہ نمبر۴

☆ غالب کا سماجی شعور (سلطان صدیقی) ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر۵۴ فروری

☆ غالب کے شعری شعور کی وضاحتیں (جیلانی کامران) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۴ شمارہ نمبر۲

☆ غالب کے گنجینہ معانی کا طلسم کشا (انتظار حسین) ''روزنامہ مشرق'' لاہور: ۱۵ فروری

☆ غالب کی مابہ الامتیاز خصوصیات (جمیل جالبی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۴ شمارہ نمبر۲

☆ غالب کی مابہ الامتیاز خصوصیات (حسن ندوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۴ شمارہ نمبر۳

☆ غالب کی مابہ الامتیاز خصوصیات (شان الحق حقی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۴ شمارہ نمبر۴

☆ غالب کی مابہ الامتیاز خصوصیات (سبط حسن) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۴ شمارہ نمبر۵

☆ غالب کا مخصوص تصورِ غم (سلطان صدیقی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۴ شمارہ نمبر۶

☆ غالب کی مابہ الامتیاز خصوصیات (قربان حسن) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر۲۴ شمارہ نمبر۷

☆ غالب کی مابہ الامتیاز خصوصیات (ممتاز حسین) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۴ شمارہ نمبر ۸
☆ غالب اور ریاض خیر آبادی (نادم سیتاپوری) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۴ شمارہ نمبر ۸
☆ خیابانِ غالب۔ نادم سیتاپوری (وصی احمد) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۴ شمارہ نمبر ۹
☆ مرزا غالب کی انسان دوستی (مولانا غلام رسول مہر) ہفت روزہ ''لیل و نہار'' لاہور: جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۹
☆ اشاریہ، غالب۔ سید معین الرحمٰن (غلام رسول مہر) ''زندگی'' لاہور: ۳۰ راگست
☆ قادر نامہ، غالب (ڈاکٹر شوکت سبزواری) ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر ۵۵ جولائی

.... (1972ء) ....

☆ غالب کے مرغوب استعارے (قاضی نذر الاسلام) ''اُردو نامہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۱۷، جولائی تا ستمبر
☆ غالب کا ایک گمشدہ خط اور دو لفافے (مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی) ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر ۵۸ جولائی
☆ میر انیس اور غالب (ڈاکٹر محمد احسن فاروقی) ''سیپ'' کراچی: جولائی
☆ غالب اور حالی کے تعلقات (شیخ محمد اسماعیل پانی پتی) ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر ۵۸ جولائی

.... (1973ء) ....

☆ غالب اور حسرت کے کچھ سن وسال (ڈاکٹر خالد حسن قادری) ''اُردو نامہ'' کراچی:
شمارہ نمبر ۱۸، جولائی تا ستمبر
☆ خطوطِ غالب کے ادوار (ڈاکٹر ی معین الرحمٰن) ''اُردو نامہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۱۸ جولائی تا ستمبر
☆ غالب اور کلکتہ (وفا راشدی) ''اُردو نامہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۱۸ جولائی تا ستمبر

.... (1974ء) ....

☆ غالب کے اثرات (مالک رام) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۸ شمارہ نمبر ۱۱
☆ غالب میری نظر میں (پروفیسر حبیب اللہ خان) ''نگار'' کراچی: ۵۶ واں سال شمارہ نمبر ۳

.... (1975ء) ....

☆ غالب کا اندازِ بیان (سید قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۹ شمارہ نمبر ۳
☆ غالب ہمہ صفت (تحسین سروری) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۴۹ شمارہ نمبر ۸

☆ انگریزوں کے مظالم دستنبو کی روشنی میں (سید معین الرحمٰن) ''نگار'' کراچی: ۵۷واں سال شمارہ نمبر ۷

☆ بوسہ کو پوچھتا ہوں میں (محمد یونس) ''نگار'' کراچی: ۵۷واں سال شمارہ نمبر ۷

☆ غالب کے اکیس غیر مطبوعہ خطوط کی دریافت (اکبر علی خان عرشی زادہ)
''روزنامہ نوائے وقت'' لاہور: ۱۴ر نومبر

.... (1976ء) ....

☆ غالب کی انفرادیت (ڈاکٹر عبدالرزاق) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۰ شمارہ نمبر ۱۰

☆ غالب ایک مطالعہ (آنسہ عابدہ ریاست رضوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۰ شمارہ نمبر ۱۰

☆ ہوئے مر کے ہم جو رسوا (سہیل ربانی) ''روزنامہ امروز'' ملتان: ۱۶ر فروری

☆ غالب پس منظر اور پیش منظر (سراج نیر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۲۹ شمارہ نمبر ۳

.... (1977ء) ....

☆ غالب اور انحراف روایت (ممتاز مصطفٰی) ''پیامِ سحر'' کراچی: جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۹

.... (1978ء) ....

☆ دیوان مرزا غالب کی ایک منظوم شرح (افسر صدیقی امروہوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۲ شمارہ نمبر ۶

☆ غالب اپنے خطوط کے آئینے میں (رئیس فاطمہ) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۲ شمارہ نمبر ۶

☆ دیوانِ غالب۔ اُردو کے فارسی دیباچے کا اُردو ترجمہ (جابر علی سید)
''فنون'' لاہور: جلد نمبر ۱۹ شمار نمبر ۳

.... (1979ء) ....

☆ کلامِ غالب میں صنعت تضاد کا استعمال (افسر صدیقی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۳ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے قصیدے (ڈاکٹر انعام الحق کوثر) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۳ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب نامہ (ریاض صدیقی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۳ شمارہ نمبر ۵

☆ غالب کی قصیدہ نگاری (نگہت سلطانہ) ''سب رس'' حیدر آباد: فروری

☆ غالب کے شعری شعور کی وضاحتیں (جیلانی کامران) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۲ شمارہ نمبر ۵

☆ دیوانِ غالب کا اولین شارح (عبدالرشید) ''نیا دور'' کراچی: مئی

☆ فکرِ غالب اور صادقین کا موئے قلم (صادقین) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۲ شمارہ نمبر ۹

.... (1980ء) ....

☆ نقش ہائے رنگ رنگ (پروفیسر منظور احمد عباسی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۲ شمارہ نمبر ۳

☆ دلی کا ''سوپن ہار'' (جابر علی سید) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۳ شمارہ نمبر ۶

☆ کلام غالب کی معنویت (نامی انصاری) ''نیا دور'' کراچی: مارچ

☆ غالب کے بعض غیر معروف ادبی آثار (کاظم علی خان) ''نیا دور'' کراچی: شمارہ نمبر ۳۰ دسمبر

☆ کلام غالب میں رشک کی صورتیں (روبینہ ترین) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۳ شمارہ نمبر ۱۱

☆ غالب کا انداز گل افشانیٔ گفتار (فضل نذیر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۳ شمارہ نمبر ۱۱

.... (1981ء) ....

☆ دیوانِ غالب سے بھی فال نکال سکتے ہیں (فرمان فتح پوری) ''قومی زبان'' کراچی:
جلد نمبر ۵۵ شمارہ نمبر ۴

☆ غالب کی دیباچہ نگاری (قدرت نقوی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۵ شمارہ نمبر ۷

☆ غالب کی جگر کاری (ضیاء الرحمٰن اعظمی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۵ شمارہ نمبر ۹

☆ غالب کے ادبی معرکے (ڈاکٹر تنویر احمد علوی) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۲۳

.... (1982ء) ....

☆ غالب سرسید تحریک کی پہلی آواز (محمد علی صدیقی) ''افکار'' کراچی: ۵۷واں سال شمارہ نمبر ۱۷۹

☆ استدارک (ڈاکٹر حنیف نقوی) غالب کراچی: جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۲

☆ تیغِ تیز پر ایک نظر (کاظم علی خان) غالب کراچی: جلد نمبر ۸ شمارہ نمبر ۲

☆ عودِ ہندی کا پراسرار ایڈیشن (ڈاکٹر خلیق انجم) ''نگار'' کراچی: ۶۴واں سال شمارہ نمبر ۸

☆ انسان کی خلافتِ الٰہیہ اور غالب (مالک رام) ''نگار'' کراچی: ۶۴واں سال شمارہ نمبر ۸

☆ غالب اور نشاۃ الثانیہ (شمیم احمد) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۱۲

.... (1983ء) ....

☆ غالب کے چند سہسوانی شاگرد (شمس بدایونی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۵۷ شمارہ نمبر ۳

☆ میر، درد اور غالب (ڈاکٹر وحید اختر) ''اوراق'' لاہور: فروری

☆ غالب کا تصور ابلاغ (ڈاکٹر ابن فرید) ''اوراق'' لاہور: فروری

☆ عہد غالب اور ممنون دہلوی (کرامت علی کرامت) ''اوراق'' لاہور: مارچ

☆ غالب اور کلکتہ خطوط کے آئینے میں (مناظر عاشق ہرگانوی) ''امتزاج'' بہاولپور: اپریل

☆ غالب اور ''ڈلن تھامسن'' (ستار طاہر) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۱۴ر فروری

☆ غالب اور براؤننگ (پروفیسر علیم صدیقی) ''نگار'' کراچی: ۶۵واں سال شمارہ نمبر ۱۲

☆ غالب خستہ کے بغیر (غلام حسین ذوالفقار) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۹

☆ غالب، اقبال کے عظیم پیشرو (ڈاکٹر محمد ریاض) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۹

☆ انشائے غالب میں عیش کی ربائی (محمد صادق معنوی) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۱۲

☆ غالبیات ایک مستقل شعبہ ادب (سید معین الرحمن) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۱۲

☆ جنگ آزادی کی کہانی، غالب کے مکاتیب میں (غلام رسول مہر) ''ماہ نو'' کراچی:
جلد نمبر ۳۶ شمارہ نمبر ۱۲

.... (1984ء) ....

☆ اقبال غالب کی قبر پر (ملا واحدی) ''العلم'' کراچی: جلد نمبر ۳۹ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب ہمہ صفت (ڈاکٹر زرینہ عقیل) ''نیا دور'' کراچی: شمارہ نمبر ۳۳ اگست

☆ دربار رام پور کا ملک الشعراء (ڈاکٹر عبدالرؤف) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے فلسفیانہ افکار (محمد عبداللہ قریشی) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۲

☆ گل رعنا، غالب (نسخہ ویدا) سید قدرت نقوی ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۳

☆ قادر نامہ غالب (ڈاکٹر سید معین الرحمن) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۷ شمارہ نمبر ۹

.... (1985ء) ....

☆ غالبیات کا مطالعہ (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۳۳

☆ فیض اور غالب (ڈاکٹر آفتاب احمد) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۳۳

☆ غالب میدان حشر میں (اکبر حمیدی) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۲

☆ مطالعہ خطوط غالب (سہیل احمد خان) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب کی فکر شعری (طفیل ولدار) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۷

☆ غالب کا انداز اصلاح (علی محمد خان) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۷

☆ غالب ذاتی تاثر (مختار صدیقی) ''ماہ نو'' کراچی: جلد نمبر ۳۸ شمارہ نمبر ۱۲

.... (1986ء) ....

☆ غالب اور اقبال (این پریگارنا) ''نگار'' کراچی: ۶۸ واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ حالی اور مرزا غالب (اے سوخا چیف) ''نگار'' کراچی: ۶۸ واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ فارسی میں غالب کا رنگ تغزل (غضنفر علی اوف) ''نگار'' کراچی: ۶۸ واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ ۱۹ ویں صدی کا ہندوستانی ادب اور مرزا غالب (ای چیلی شیف) ''نگار''، کراچی:
۶۸ واں سال، شمارہ نمبر ۲

☆ سوویت یونین میں غالب کی مقبولیت (بابا جان غفوروف) ''نگار'' کراچی: ۶۸ واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب ایک مطالعہ (بابا جان غفوروف) ''نگار'' کراچی: ۶۸ واں سال شمارہ نمبر ۲

.... (1987ء) ....

☆ دیوانِ غالب کا ایک نادر اور نایاب نسخہ (پروفیسر افتخار حسین شاہ) ''صحیفہ'' لاہور: شمارہ نمبر ۲ ۷ فروری

☆ غالب کی ذہانت اور دور جدید (ثاقب رحیم الدین) ''فنون'' لاہور: جلد نمبر ۲۸ شمار نمبر ۳

☆ غالب دوہری شخصیت اور تطابق کا مسئلہ (محمد ایوب شاہد) ''فنون'' لاہور: جلد نمبر ۲۸ شمار نمبر ۳

☆ غالب یکتا (ضمیر اظہر) ''روزنامہ امروز'' لاہور: ۱۶ر فروری

☆ غالب کی شرحیں (آفتاب احمد خان) ''نگار'' کراچی: ۶۹واں سال شمارہ نمبر ۹

☆ فارسی غزل گو شعراء میں غالب کا مرتبہ (نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۶۹واں سال شمارہ نمبر ۹

☆ فارسی کے مشاہیر اور غالب (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۶۹واں سال شمارہ نمبر ۱۲

☆ غالب کی معنی آفرینی (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۶۹واں سال شمارہ نمبر ۱۲

☆ غالب ولی، بادہ خوار (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۶۹واں سال شمارہ نمبر ۱۶

☆ غالب اور شاعری کا معیار حقیقی (علامی نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۶۹واں سال شمارہ نمبر ۱۶

☆ غالب سے منسوب ایک شعر (سید قدرت نقوی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۰ شمارہ نمبر ۶

☆ محمد طفیل کی یاد میں (ڈاکٹر مختیار الدین احمد آرزو) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۳۵

.... (1988ء) ....

☆ غالب اور عہد فعلیہ کی ترجمانی (ڈاکٹر آفتاب احمد خان) ''غالب'' کراچی: جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کا نظریہ وجود (ڈاکٹر نثار احمد فاروقی) ''غالب'' کراچی: جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۲

☆ احوال غالب (ڈاکٹر خالد حسن قادری) ''غالب'' کراچی: جلد نمبر ۱۳ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے اصلاحی دیوان کا نادر نسخہ (معین الرحمٰن) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۳۶

☆ غالب کے سرمایہ اسیری کی یادگار نظم (آفتاب احمد) ''نقوش'' لاہور: شمارہ نمبر ۱۳۶

☆ مرزا غالب کی نثر نگاری (ڈاکٹر گوہر نوشاہی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۱ شمارہ نمبر ۶

☆ خطوط غالب کے مختلف ایڈیشن (ڈاکٹر خلیق انجم) ''نگار'' کراچی: ۷۰واں سال شمارہ نمبر ۱۰

☆ غالب کی اُردو املاء کی خصوصیات (ڈاکٹر خلیق انجم) ''نگار'' کراچی: ۷۰واں سال شمارہ نمبر ۱۰

☆ غالب کی زبان پر فارسی اثرات و انگریزی زبان کا استعمال (ڈاکٹر خلیق انجم)
''نگار'' کراچی: ۷۰واں سال شمارہ نمبر ۱۲

☆ دشمنانِ غالب اور غالب (ڈاکٹر ظ۔ انصاری) ''نگار'' کراچی: ۷۰واں سال شمارہ نمبر ۱۲

☆ غالب کا ایک شعر (محمد ایوب شاہد) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۱ شمارہ نمبر ۱۱
☆ زائچہ غالب کے اثرات (صفدر گنوالی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۱ شمارہ نمبر ۱۱

.... (1989ء) ....

☆ دیوانِ غالب (عارف نیازی) جدوجہد لاہور: فروری
☆ غالب کا علمی سرمایہ (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۳ شمارہ نمبر ۶
☆ دیوان غالب نسخۂ حمیدیہ (اکبر حیدر کشمیری) ''مہنامہ دائرے'' کراچی: فروری
☆ غالب کا نظریہ شعر (ڈاکٹر آغا سہیل) ''فنون'' لاہور: جلد نمبر ۲۹ شمارہ نمبر ۹
☆ غالب کی طرف ہمارا تنقیدی رویہ (ڈاکٹر شمیم حنفی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۲ شمارہ نمبر ۱۲

.... (1990ء) ....

☆ غالبیات (کالی داس گپتا رضا) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۴ شمارہ نمبر ۳
☆ دیوان غالب کی شرحوں پر ایک نظر (سجاد مرزا) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۳ شمارہ نمبر ۶
☆ دیوان غالب بخط غالب (نثار احمد فاروقی) ''افکار'' کراچی: ۴۶واں سال شمارہ نمبر ۱۶۶
☆ غالبیات کچھ مشاہدے اور کچھ مطالعے (کالی داس) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۴ شمارہ نمبر ۱۱
☆ عظمتِ غالب (محمد ایوب شاہد) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۳ شمارہ نمبر ۹

.... (1991ء) ....

☆ غالب ایک سراپا سوال (خالد سہیل) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۵ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کی ایک غزل (شان الحق حقی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۵ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب اور سلسلۂ نظر (ڈاکٹر حنیف فوق) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۵ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کی ایک فارسی غزل (افتخار احمد عدنی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۵ شمارہ نمبر ۲
☆ غالب کا نثری اسلوب (ثریا تمثیل) آگہی کراچی: جلد نمبر ۳، شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے ہاں شعر میں تجریدی پیرایہء اظہار (پروفیسر سمیع اللہ قریشی) ''صحیفہ'' لاہور:
شمارہ نمبر ۵۷ فروری

☆ غالب کی فارسی غزل (سید حامد) ''نگار'' کراچی: ۷۳واں سال شمارہ نمبر ۱۰

☆ غالب مردم گزیدہ (سجاد مرزا) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۴ شمارہ نمبر ۱۱

☆ غالب کا ہے انداز بیاں اور (سجاد مرزا) مغیث گوجرانوالہ: جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۲

.... (1992ء) ....

☆ نظرِ غالب اور نظارہ عصرِ حاضر (شان الحق حقی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۶ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کی فارسی نعتیہ غزلوں کے ترجمے (ڈاکٹر حنیف فوق) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۶ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کی شاعری میں حمد و نعت کی جلوہ گری (افتخار احمد عدنی) ''قومی زبان'' کراچی:
جلد نمبر ۶۶، شمارہ نمبر ۳

☆ مطلع سر دیوان غالب (سجاد مرزا) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۶ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب کا ایک شعر (سید عامر سہیل) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۶ شمارہ نمبر ۴

☆ غالب اور مباہم کلام (ڈاکٹر عابد علی عابدی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۶ شمارہ نمبر ۴

☆ غالب اور غالب شکن (صبا اکبر آبادی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۶ شمارہ نمبر ۵

☆ غالب شناسی کے کرشمے (افتخار احمد عدنی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۶ شمارہ نمبر ۹

☆ خسرو، فیضی، بیدل اور غالب (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۷۴واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور سعدی (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۷۴واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور حافظ (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۷۴واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور نظیری (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۷۴واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور عرفی (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۷۴واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب تغزل (علامہ نیاز فتح پوری) ''نگار'' کراچی: ۷۴واں سال شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور غالبیات پر نظر ثانی (ڈاکٹر تارا چند رستوگی) ''ماہنامہ کندن'' کراچی: فروری

☆ تصوف اور غالب (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ''نگار'' لکھنو: فروری

☆ غالب اور تصوف (سید محمد مصطفیٰ صابری) ''نگار'' لکھنو: فروری

☆ محاسنِ کلامِ غالب (ڈاکٹر آفتاب احمد خان) ''اُردو'' کراچی: جلد نمبر ۵۳ شمارہ نمبر ۲

☆ دیوان غالب کا پہلا شارح (محمد اکرم سعید) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۵ شمارہ نمبر ۱۱

☆ فکر و فن کا بے مثال امتزاج، غالب (احمد ندیم قاسمی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۵، شمارہ نمبر ۱۱

.... (1993ء) ....

☆ غالب کی ابہام گوئی (شان الحق حقی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۷ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب میری نظر میں (پروفیسر خواجہ حمید الدین شاہد) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۷، شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور تصوف (افتخار احمد عدنی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۷ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور اقبال ایک تقابلی تجزیہ (سید مظفر حسین) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۷ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کی ظرافت (سجاد مرزا) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۷ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور اقبال (نثار احمد مرزا) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۷ شمارہ نمبر ۲

☆ آغا مرزا غالب کا ایک شناسا خطاط (محمد مشتاق تجاوری) غالب کراچی: جلد نمبر ۱۹ شمارہ نمبر ۲

☆ پرتوِ غالب (سجاد مرزا) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۶ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب (ڈاکٹر محمد ایوب شاہد) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۶ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے تعزیت نامے (آفتاب حسین سرائی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۶ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے تصرفات (افتخار احمد عدنی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۷ شمارہ نمبر ۹

☆ ہم عصر سماجی تہذیبی مسائل کا ادراک اور غالب (فرمان فتح پوری) ''نگار'' کراچی:
۷۵واں سال شمارہ نمبر ۹

☆ نسخہ حمیدیہ غالب (ڈاکٹر سلیم اختر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۶ شمارہ نمبر ۹

.... (1994ء) ....

☆ غالب اور نقشِ نو آئین (ڈاکٹر حنیف فوق) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۸ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب اور فرہاد (افتخار احمد عدنی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۸ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب ایک ''جائزہ'' (محمد رضا کاظمی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۸ شمارہ نمبر ۲

☆ مکاتیب غالب اور ۱۸۵۷ء (ڈاکٹر صدیقہ ارمان) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۸ شمارہ نمبر ۶

☆ رباعیات غالب کی منظوم تراجم (صبا اکبر آبادی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۸ شمارہ نمبر ۶

☆ غالب کے تین نئے خط (ڈاکٹر معین الرحمٰن) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۸ شمارہ نمبر ۶

☆ نذر غالب (شفیق الدین شارق) ''العلم'' کراچی: جلد نمبر ۲۵ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب جدید تر مستقبل کا شاعر (جاذب قریشی) ''تہذیب'' کراچی: شمارہ نمبر ۵

☆ غالب دوستی ایک وسیع برادری (ڈاکٹر اجمل نیازی) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۶۸، شمارہ نمبر ۸

☆ عہد غالب کے چند مسائل (ڈاکٹر انور سدید) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۷، شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے سات رنگ (سجاد مرزا) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۵

☆ غالب کا تصورِ رشک (طاہر علی زیدی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۸

☆ اسیر عابد کا پنجابی ترجمہ ''دیوانِ غالب'' (رانا غلام شبیر) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۹

☆ صغیر بلگرامی (تلمیذِ غالب) کی بیاض (کلیم سرامی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۴۷ شمارہ نمبر ۱۱

.... (1995ء) ....

☆ مرزا اسد اللہ خان غالب (میاں پرویز عسکری) ''تہذیب'' کراچی: شمارہ نمبر ۳

☆ دیوان غالب پر مولانا حامد علی خاں کے حواشی (ڈاکٹر خورشید رضوی)
''فنون'' لاہور: جلد نمبر ۳۴ شمار نمبر ۲

☆ مرزا اسد اللہ خاں غالب (سید محمد حسین رضوی) ''تہذیب'' کراچی: شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے چار غیر مطبوعہ خط (ڈاکٹر حنیف نقوی) غالب کراچی: جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۲

☆ نذر غالب (ضمیر اظہر) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۴۸ شمارہ نمبر ۳

☆ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور غالب (ڈاکٹر محمود الرحمٰن) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۴۸ شمارہ نمبر ۹

.... (1996ء) ....

☆ مرزا غالب اور مزار غالب (مجتبیٰ حسین دہلوی) "سب رس" کراچی: فروری

☆ غالب کی شخصیت (ڈاکٹر حامد کاشمیری) "قومی زبان" کراچی: جلد نمبر ۷۰ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کا مطلع سر دیوان (قاضی افضال حسین) "آئندہ" کراچی: شمارہ نمبر ۶

☆ مرزا غالب کا سفر کلکتہ (آصف تبسم) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۴۹ شمارہ نمبر ۳

.... (1997ء) ....

☆ مرزا غالب کے چند شعر (مولانا غلام رسول مہر) "ماہِ نو" کراچی: جلد نمبر ۵۰ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب جدیدیت کا پہلا شاعر (جاذب قریشی) "روزنامہ جنگ" کراچی: ۱۶ ر فروری

☆ واقعات غالب (پروفیسر سحر انصاری) "روزنامہ جنگ" کراچی: ۱۸ ر فروری

☆ غالب کی چند قیام گاہیں (پروفیسر سحر انصاری) "روزنامہ جنگ" کراچی: ۱۸ ر فروری

☆ ادارہ یادگار غالب (پروفیسر سحر انصاری) "روزنامہ جنگ" کراچی: ۱۸ ر فروری

☆ غالب کے دو بلگرامی شاگرد (سید تقی رضا بلگرامی) "العلم" کراچی: جلد نمبر ۴۸ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کا نظریۂ وجود (پروفیسر نثار احمد فاروقی) "تہذیب الاخلاق" لاہور: جلد نمبر ۳۵ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب اور غالب کی ایک غزل (ڈاکٹر حنیف فوق) "قومی زبان" کراچی: جلد نمبر ۷۱ شمارہ نمبر ۲

☆ فہیم غالب نئے مباحث کی روشنی میں (سحر انصاری) "قومی زبان" کراچی: جلد نمبر ۷۱ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے تین فارسی غزلوں کے تراجم (افتخار احمد عدنی) "قومی زبان" کراچی: جلد نمبر ۷۱ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کی اُردو شاعری کی مقبولیت (ضمیر علی بدایونی) "قومی زبان" کراچی: جلد نمبر ۷۱ شمارہ نمبر ۳

☆ غالب کی غزل کے نسائی پیکر (شاہد یوسف) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۷۱ شمارہ نمبر ۳

☆ نہ ہوتا غالب تو کیا ہوتا (حسن عبداللہ) ''قومی آواز'' لاہور: فروری

☆ غالب کی تو حویلی مل گئی مگر ذوق (فیرز بخت احمد) ''قومی آواز'' لاہور: فروری

☆ غالب و انیس کی اپنے کلام پر اصلاحیں (خلش پیر اصحابی) ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵۰ شمارہ نمبر ۱۱

☆ غالب اور اس کا عہد (مقصود حسینی) وقار راشدی ''ماہِ نو'' کراچی: جلد نمبر ۵۰ شمارہ نمبر ۱۱

.... (1998ء) ....

☆ محاسن کلام غالب (ادیب سہیل) ''آئندہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے طرفدار (ادیب سہیل) ''آئندہ'' کراچی: شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کے دو شعر اور مولانا حالی (ڈاکٹر اسلم انصاری) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۷۲ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب لائبریری اور مرزا ظفر الحسن (ڈاکٹر سید معین الرحمٰن) ''قومی زبان'' کراچی: جلد نمبر ۷۲ شمارہ نمبر ۲

☆ غالب کا سائنسی شعور (ڈاکٹر سید حامد علی شاہ) ''تہذیب'' کراچی: شمارہ نمبر ۲

☆......☆○☆......☆

مجموعی جائزہ

یہ باب دراصل دو غیر رسمی حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ کتابی جائزے اور دوسرا مضامین ومقالات کے تعارفی جائزے پر مبنی ہے۔ پہلے حصے میں نو (۹) مختلف عنوانات کے تحت اکتالیس (۴۱) کتابوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان میں ''ہم طرح'' کے زیرِ عنوان سب سے زیادہ یعنی دس کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں اکثر نعتیہ مجموعے ہیں جنھیں غالب کی زمینوں میں ترتیب دیا گیا۔ ساجد اسدی، راغب مرادآبادی اور ایاز صدیقی نے بھرپور انداز میں نعت گوئی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے غالب کی زمینوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ ''ڈرامے'' کے زیرِ عنوان شوکت تھانوی اور خواجہ معین الدین نے علی الترتیب ریڈیو اور ٹی وی کے کامیاب ڈرامے تحریر کیے۔ اسی طرح غالب کے ناول نگاروں میں عشرت رحمانی اور عارف بٹالوی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ انہوں نے حیاتِ غالب پر شاہکار ناول لکھے جو غالبیاتی ذخیرے میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ صبا اکبرآبادی کی مکمل دیوانِ غالب کی تضمین ایک بہت عمدہ اور اعلیٰ پائے کا قابلِ قدر کام ہے لیکن افسوس کہ یہ مجموعہ اشاعت پذیر نہیں ہو سکا۔ ''مزاح'' کے زیرِ عنوان اس باب میں چار کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں میجر محمد عاشق کی کتاب خالصتاً تخلیقی مزاح کا عظیم شاہکار ہے جبکہ احمد جمال پاشا اور تسلیم احمد تصور نے غالب پر عمدہ مزاحیہ تحریریں اکٹھی کر کے انہیں الگ الگ کتابی شکل میں مرتب کیا ہے۔ دونوں مرتبین کا انتخاب قابلِ تعریف ہے۔ خطوطِ غالب کی دو ''پیروڈیاں'' زیرِ بحث آئی ہیں۔ اگر معیار کے اعتبار سے دونوں قابلِ ذکر ہیں لیکن ڈاکٹر انور سدید نے غالب کے اسلوب کو اپنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کا یہ کام لائقِ ستائش ہے۔ غالبیات کے موضوع پر کچھ کتابیں نصابی ضرورتوں کے تحت لکھی گئیں، اس باب میں ہم نے انہیں ''نصابی رہنمائی'' کے

زیرعنوان درج کیا ہے۔ ان میں پروفیسر جمیل احمد انجم اور ڈاکٹر رشید احمد گوریجہ کی ترتیب دی ہوئی کتب طلباء کی نصابی مشکلات کے حل کے لیے بہتر رہنما ہیں۔ غالب شناسوں پر جو تحقیقی کام کتابی صورت میں سامنے آیا ہے اس میں ڈاکٹر گیان چند کی مساعی قابلِ قدر ہیں۔ انہوں نے مالک رام کی غالب شناسی کے بارے میں عمدہ معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ اس کے علاوہ سید اصح وحید اور نیر پرویز کا کام بھی قابلِ تعریف ہے۔ غالب کے لطائف کو کتابی شکل میں لانے کی تین کاوشیں سامنے آئی ہیں ان میں انتظام اللہ شہابی کی محنت بہت عمدہ ہے۔

اس باب کا دوسرا حصہ غالب پر لکھے گئے مقالات و مضامین کے جائزے پر مشتمل ہے۔ اس جائزے کو تین مختلف جہتوں میں تقسیم کر کے پیش کیا گیا ہے۔

(i) غالب پر لکھے گئے وہ مضامین جو مختلف موضوعات پر ترتیب دی گئی کتابوں میں شامل تھے۔ زیر بحث باب میں انہیں کتابی حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔ ان میں ڈاکٹر انور سدید، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر سلیم اختر، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر وزیر آغا، ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری، فیض احمد فیض، سید قدرت نقوی اور پروفیسر اسلوب احمد انصاری کے مضامین خاصے معلوماتی اور پرمغز بحث پر مشتمل ہیں۔ ان کے مضامین سے غالب کے فکروفن کے کئی گمنام گوشے بے نقاب ہوئے ہیں۔

(ii) ادبی رسائل کے غالب نمبروں نے بھی غالبیات پر بڑے معیاری مضامین شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اس باب میں کم و بیش اڑسٹھ (۶۸) ادبی رسائل کے غالب نمبروں کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ان رسائل میں علی الترتیب اُردو (کراچی)، افکار (کراچی)، راوی (لاہور)، سورج (لاہور)، صحیفہ (لاہور)، غالب (کراچی)، قومی زبان (کراچی)، ماہِ نو (کراچی، لاہور) اور نگار (کراچی) کے غالب نمبر اپنی منفرد خصوصیات کی بنا پر عمدہ اور بے مثل غالبیاتی ادب کے امین ہیں۔ پاکستان کے غالبیاتی

سرمائے میں ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اخبارات میں ''امروز''، ''جنگ'' اور ''حریت'' نے قابلِ داد مضامین پر مشتمل بڑے خوبصورت غالب ایڈیشن شائع کیے ہیں۔

(iii) رسائل و اخبارات کے نمبروں کے علاوہ متفرق نوعیت کے بے شمار مضامین مختلف شماروں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ زیرِ بحث باب میں ان متفرق مضامین کا ایک اشاریہ دیا گیا ہے جو اس بات کا غماض ہے کہ پاکستان کے ہر رسالے اور اخبار نے وقتاً فوقتاً غالب پر لکھے گئے مضامین شائع کر کے غالب شناسی کی روایت کو مستحکم کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے ہم نے صرف پچاس سالہ مضامین کا ایک اشاریہ ترتیب دیا ہے۔ تکرار سے بچنے کی تمام کوششوں کے باوجود بیاسی (۸۲) رسائل و اخبارات میں شائع ہونے والے پونے آٹھ سو مضامین کا اندراج ہو گیا ہے۔ اخبارات و رسائل کے غالب نمبر اور ان میں شائع ہونے والے مضامین و مقالات کو اس اشاریہ سے مستثنٰی قرار دیا گیا ہے۔ اس اشاریے میں تحقیقی نوعیت کے مضامین شائع کرنے میں اورینٹل کالج میگزین (لاہور)، نقوش (لاہور)، ادبِ لطیف (لاہور)، ادبی دنیا (لاہور)، اوراق (لاہور)، فنون (لاہور)، افکار (کراچی)، ساقی (کراچی) اور اُردو (کراچی) قابلِ ذکر ہیں۔ البتہ ماہِ نو (کراچی)، نگار (کراچی) اور قومی زبان (کراچی) کو غالب پر کثیر تعداد میں مضامین شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔

☆......☆O☆......☆

حوالہ جات وحواشی

(۱) (لکھنؤ: نسیم بک ڈپو، ستمبر ۱۹۶۳ء)

(۲) (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۸۶ء)، صفحات ۲۶۰

(۳) اشاعتِ ثانی: (لاہور: فیروز سنز، لاہور ۱۹۹۰ء)، صفحات ۳۵۷

(۴) (حیدرآباد دکن: مکتبہ صبا، اکتوبر ۱۹۶۷ء)، صفحات ۱۵۷

(۵) (کراچی: ماہِ نو، جلد نمبر ۲۲، شمارہ نمبر ۱ـ۲، جنوری، فروری ۱۹۶۹ء)

(۶) (لاہور: مکتبہ پنجاب، ۱۹۳۷ء)، صفحات ۳۲

(۷) (دہلی: حالی پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۳۷ء)، صفحات ۷۷

(۸) تحسین فراقی، ڈاکٹر۔ "پاکستان میں غالب شناسی۔ اجمالی جائزہ"
مشمولہ: تحقیقی مجلہ "بازیافت" شعبہ اُردو اورینٹل کالج، (لاہور: شمارہ نمبر ۳، ۲۰۰۳ء)، ص ۲۸۱

(۹) بحوالہ: فیاض محمود، سید۔ مرتب: تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند، جلد دوم
(لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء)، ص ۲۰۹

(۱۰) سعد مسعود غنی۔ غالب کے سوانح نگار، (ملتان: المعظر اب پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۰۳

(۱۱) بحوالہ: "نیا دور" (کراچی: شمارہ نمبر ۵۶ـ۵۵، ۱۹۷۱ء)، ص ۳۰۷

(۱۲) شاہد، ڈاکٹر محمد ایوب۔ شارحینِ غالب کا تنقیدی مطالعہ، جلد اوّل
(لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، جون ۱۹۸۸ء)، ص ۳۵۲

(۱۳) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب اور مطالعۂ غالب، (لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، طبع دوم ۱۹۹۴ء)، ص ۳۵۰

(۱۴) حمید احمد خان۔ امراؤ بیگم، علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۴۹ء، ص ۸۲

(۱۵) حالی، الطاف حسین، یادگارِ غالب، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)، ص ۱۳۸

(۱۶) اکرام، شیخ محمد۔ حیات غالب، (لاہور: فیروز سنز، سن ندارد)، ص ۴۵

(۱۷) بحوالہ "امراؤ بیگم" علی گڑھ میگزین، غالب نمبر، ۱۹۳۹ء، ص ۸۳

(۱۸) حمید احمد خان، دیباچہ، دیوان غالب (نسخہ حمیدیہ) (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء)، ص ۴۳

(۱۹) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب شاعر امروز و فردا، (لاہور: اظہار سنز، ۱۹۷۰ء)، ص ۲۱۳

(۲۰) اکرام، شیخ محمد۔ حیات غالب، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۲ء)، ص ۸

(۲۱) اکرام، شیخ محمد۔ حکیم فرزانہ، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، بار اول ۱۹۵۷ء)، ص ۷

(۲۲) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب اور مطالعہ غالب، ص ۴۳۱

(۲۳) ایضاً ص ۴۴۳

(۲۴) بحوالہ، سلطانہ بخش، ڈاکٹر ایم۔ مرتب: اُردو میں اصول تحقیق، جلد اوّل،

(اسلام آباد: ورڈ وژن، ۱۹۸۸ء)، ص ۳۵۹

(۲۵) رشید حسن خان۔ ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۸ء)، ص ۸۹

(۲۶) (دہلی: ماہنامہ "آجکل"، فروری ۱۹۴۷ء)

(۲۷) (لاہور: اورینٹل کالج میگزین، اگست ۱۹۶۰ء، اگست ۱۹۶۱ء)

(۲۸) (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)، صفحات ۵۸۸

(۲۹) (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء، (پہلی دو جلدیں)، ۱۹۷۰ء، (تیسری جلد)

(۳۰) (الہ آباد: ہندوستانی اکیڈمی، ۱۹۳۱ء)، صفحات ۳۰۷

(۳۱) (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۲ء)، صفحات ۳۳۸

(۳۲) زکریا، ڈاکٹر خواجہ محمد۔ تعارف (کتابچہ)، (لاہور: بزم فاضل، سن ندارد)، ص ۱۵

(۳۳) (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء، جلد اوّل (صفحات: ۵۱۱)، جلد دوم (صفحات: ۳۹۹)

جلد سوم (صفحات: ۳۱۸)

(۳۴) بحوالہ: نقوش غالب از ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۱۲

(۳۵) بحوالہ روزنامہ "جنگ" (لاہور: اتوار ایڈیشن، ۲۲ر فروری ۱۹۹۸ء)

(۳۶) قدرت نقوی، سید۔ غالب آگہی، (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۲ء)، ص ۲۱

(۳۷) رشید حسن خان۔ تحقیق، تدوین، روایت، (دہلی: ایس۔ اے پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)، ص ۱۷۵

(۳۸) عالی، جمیل الدین۔ "حرفے چند" ہنگامۂ دل آشوب از سید قدرت نقوی، (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۶۹ء)، ص ۸

(۳۹) (لاہور: بحوالہ ماہنامہ "سورج" جنوری، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۶

(۴۰) یہ کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی ہے اس لیے پاکستانی کتب کے جائزے میں اس پر تبصرہ نہیں کیا گیا۔

(۴۱) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب اور غالبیات، (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۵ء)، ص ۵۴

(۴۲) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ نقوشِ غالب، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)، ص ۳۸۶

(۴۳) بحوالہ: نیر پرویز، پروفیسر۔ کائناتِ غالب، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۳۲۴

(۴۴) محمد علی صدیقی، "تحقیق نامہ" ریسرچ جرنل، شعبہ اُردو: گورنمنٹ کالج، (لاہور: شمارہ اوّل ۱۹۹۱_۹۲ء)، ص ۸۸

(۴۵) ایس۔ اے رحمان، ڈاکٹر۔ دیباچہ، نذرِ غالب۔ از ڈاکٹر وحید قریشی، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۰ء)، ص ۷

(۴۶) ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین۔ فلیپ، نذرِ غالب،

(۴۷) (لاہور: ماہنامہ سویرا، شمارہ نمبر ۱۲، ۱۹۵۳ء)

(۴۸) (لاہور: ماہنامہ نقوش، غالب نمبر، فروری ۱۹۶۹ء)

(۴۹) (لاہور: روزنامہ مشرق، ۱۶ مارچ ۱۹۶۹ء)

(۵۰) نقوشِ غالب، ص ۳۸۸

(۵۱) معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید۔ تحقیق نامۂ غالب، (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۱۹

(۵۲) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ غالب۔ شاعرِ امروز و فردا، ص ط

(۵۳) (لاہور: ماہنامہ کتاب، جنوری ۱۹۷۱ء)، ص ۳۹

(۵۴) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ تعبیراتِ غالب، (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۲ء)، ص ۸

(۵۵) تحقیق نامۂ غالب، ص ۲۲۳

(۵۶) فرح زیج، نادر ذخیرہ غالبیات، (ملتان: شعبہ اُردو، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء) ص ۲۵

(۵۷) شاہد، ڈاکٹر محمد ایوب۔ شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ، جلد اوّل

(لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)، ص ۴

(۵۸) انصار اللہ، محمد۔ غالب ببلوگرافی (کتابیں)، (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۸ء)

(۵۹) پاکستان میں ذخیرہ غالبیات کے حوالے سے چند ذاتی کتب خانے درج ذیل ہیں:

(i) جھنڈیر لائبریری (میلسی، ضلع وہاڑی) مملوکہ مسعود احمد جھنڈیر

(ii) ذاتی کتب خانہ (لاہور) مملوکہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

(iii) مبارک لائبریری (محمد آباد، ضلع رحیم یار خان) مملوکہ سید انیس شاہ جیلانی

(۶۰) (کراچی: دانیال، اشاعتِ اوّل، دسمبر ۱۹۹۵ء، اشاعتِ دوم، فروری ۱۹۹۹ء)

(۶۱) لطیف الزماں خاں کے تراجم پر تفصیلی تبصرہ باب چہارم میں موجود ہے۔

باب ششم:

پاکستان میں غالب شناسی کا مستقبل

(الف) غالبؔ پر لکھنے کی ضرورت

(ب) اردو زبان و ادب پر غالبؔ کے اثرات

(ج) پاکستان میں غالبؔ شناسی کا مستقبل

(د) چند تجاویز

☆...... حوالہ جات و حواشی

(الف) غالب پر لکھنے کی ضرورت

گزشتہ ابواب کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غالب شناسی کی روایت خود عہدِ غالب سے شروع ہوئی اور غالب پر لکھنے کا عمل مسلسل جاری رہا۔ قدیم تذکرے، معاصر اخبارات، تنقیدی کتب، مبسوط شرحیں اور مقالات و مضامین اس امر کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ غالب نے اپنے آپ کو بہر صورت منوایا۔ غالب کے فنکارانہ دماغ تک رسائی کا عمل اہلِ علم کے تخلیقی محرکات کا باعث بنتا رہا اور غالب ہر عہد کے قلم کار کی ضرورت بن گیا۔ غالب کے تخیل تک پہنچنے کے لیے جو جو کوششیں ہوئیں اس کے نتیجے میں ہر دور کے اہلِ نظر کو غالب کی بے پناہ شعری قوتوں کے کسی نئے پہلو کا ادراک ہوتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ دو صدیاں گزر جانے کے باوجود فکرِ غالب کی جلوہ نمائی اپنے نئے مفاہیم و مطالب کے ساتھ پھیلتی چلی جا رہی ہے اور اس پھیلاؤ کو سمیٹنے کی کوششیں ہر عہد میں جاری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غالب ہر عہد کی ضرورت بن کر ابھرا ہے۔

جن لوگوں نے اُردو ادب کو بنیادیں فراہم کی ہیں، غالب ان میں ایک ہیں۔ وہ ایک ایسی توانا اور بھرپور آواز ہے۔ جس کی بازگشت سے ادب کی تمام اصناف متاثر ہوئی ہیں۔ وہ جامع الشخصیات اور ہمہ جہت صلاحیتوں کے مالک تھے۔ ادب کے فروغ کے ایسے کون سے امکانات ہیں جو ان کی تحریروں میں موجود نہیں۔ ہر عہد کے اہلِ نظر نے ان کی قدر کے تعین میں نئی نئی دریافتوں کو جنم دیا ہے۔ جس سے بارِ دگر تعین کی بے شمار راہیں ہموار ہوئی ہیں۔ اس لیے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ تب سے اب تک غالب محبوب موضوع بنا رہا ہے۔ محققین نے جہاں تحقیق کی بالغ نظری سے انہیں دیکھا تو ناقدین نے قدر و معیار کے نئے نئے زاویے تلاش کیے۔ مصوروں نے اشعار کے لئے خط و رنگ کے پیکر تخلیق کیے تو مغنیوں نے غزلوں کو سُر کے سانچے میں ڈھالا۔ شعراء نے منظوم خراجِ تحسین پیش کیے اور ناول نگاروں نے انہیں ایک ہیرو کے روپ میں دیکھا۔ کلامِ غالب کی تضمینیں ہوئیں۔ پیروڈیاں بنیں اور "چچا غالب" کے حقیقی، مفروضہ اور مبینہ لطائف پر محفلیں زعفران زار بنتی رہیں۔ لیکن اتنے

زاویوں سے اتنا کچھ لکھنے کے باوجود یہ احساس اب تک باقی ہے کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آخر اہلِ علم، اہلِ دانش، اہلِ نقد اور اہلِ فن پر غالبؔ کا کون سا ایسا قرض واجب الادا تھا کہ ڈیڑھ صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود یہ قرض اتارنے کے باوجود بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے دیگر پہلوؤں سے قطع نظر ہزار بارسو اشعار پر مشتمل اکیلا دیوانِ غالب، مضامین تو کے اتنے رنگوں کا حامل ہے کہ نئے مباحث کی روشنی میں اشعار کا جس قدر تجزیاتی مطالعہ کرتے چلے جائیں فکر و نظر کے اتنے نئے امکانات اجاگر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ جمالیات سے لے کر نفسیات تک متعدد علوم کی ہما ہمی میں افکار و تصورات کے نئے زاویے سامنے آتے جاتے ہیں اور اہلِ نظر کو ان متنوع تصورات کی کھوج میں مبسوط جلدیں رقم کرنی پڑ جاتی ہیں۔ حیران کن بات ہے کہ وہ نہ تو میر درد کی مانند عملی صوفی تھے اور نہ ہی فرائڈ کی مانند تحلیل نفسی کے ماہر۔ وہ اقبالؔ کی مانند کسی منضبط نظامِ فکر کے فلاسفر بھی نہ تھے اور نہ ہی فیضؔ کی طرح ترقی پسند۔ لیکن آج ان سب کے لیے ان کے کلام میں سے اشعار دستیاب ہیں۔ مابعد الطبیعات، اخلاقیات، عصری شعور، انکشافِ ذات، تصورِ غم، طنز و مزاح گویا زندگی کا شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جس پر غالبؔ کی نگاہ نہ گئی ہو اور انہوں نے اس کے بارے میں اظہارِ خیال نہ کیا ہو۔ ان جیسے کئی موضوعات میں ان کی ایمائیت کے جوہر منور ہیں۔ لسانی سطح پر دیکھا جائے تو لفظ سے غالب کے تعلق کی ایک مثبت اور ایک خاص تخلیقی نوعیت سامنے آتی ہے۔ جس سے فن پارے میں وسعت اور تنوع پیدا ہو جاتا ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ غالب لفظی استعمالات کے لیے شعوری طور پر کوشاں نہیں رہے بلکہ انہوں نے اکثر اوقات لفظوں کو ان کے تمام تر معنوی امکانات کے ساتھ نظم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح جب ایک لفظ اپنے تمام امکانی مفاہیم کے ساتھ نظم ہوتا ہے تو اس سے مضمون میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ قاری بیک نظر ان تمام مفاہیم کا احاطہ نہیں کر سکتا اس حالت میں خیالات کی تہہ در تہہ معنویت کو قبول کرنا آسان نہیں رہتا۔ چنانچہ یہ اسلوب جہاں مشکل پسندی کا مظہر بنتا ہے وہاں اہلِ نظر کو عقدہ کشائی کی دعوت دیتا ہے۔ یہی رجحان مسلسل غالبؔ کے بارے میں سوچنے اور غالبؔ پر لکھنے کی ضرورت کو جنم دے رہا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ ضرورت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ ڈاکٹر گیان چند کے مطابق:

"غالبؔ کے انتقال کو ایک صدی ہو رہی ہے۔ غالبؔ ان دیدہ وروں میں تھے جو اپنے زمانے سے آگے جھانک لیتے ہیں۔ ان کی شاعری انیسویں

صدی کے لئے نہیں، بیسویں صدی کے لئے تھی۔ ان کی فکر کی اُڑان ان
کے ابنائے عصر سے بالاتر تھی۔ اس کے سننے والے ان کے جوہر اندیشہ کی
گرفت نہ کر سکتے تھے'' (۱)۔

گیان چند کو اندازہ تھا کہ شاید غالبؔ پر لکھنے کا عمل کسی خاص مدت تک مکمل ہو جانے کے بعد ساکت ہو جائے گا، اس لیے انہوں نے بیسویں صدی سے آگے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ لیکن سننے والے بیسویں صدی کے اختتام تک بھی غالبؔ کے جوہر اندیشہ کو گرفت میں نہ لا سکے۔ حتیٰ کہ اکیسویں صدی نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اور فکرِ غالب اپنے نئے امکانات کے ساتھ اسی طرح سے جلوہ فگن ہے۔

اگر غالبؔ پر لکھنے کے محرکات کا جائزہ لیا جائے تو بعض ایسی ضرورتیں سامنے آتی ہیں جن کی احتیاج نے ہر عہد میں اہل قلم کو لکھنے پر مجبور کیے رکھا۔ مثلاً اُردو تنقید نے غالبؔ کو سمجھنے کے لیے بہت سے پردوں کو اٹھانے کی کوشش کی ہے اور بہت سے امکانات تک رسائی حاصل کی ہے۔ بہت سے لوگوں نے ان کے اشعار کی شرح کی اور اپنی حد تک اصل مفہوم تک پہنچنے کا دعویٰ کیا۔ بعض نے اشعار کے مفاہیم اپنے تصورات کی بنیادوں پر نکالنے چاہے جو کسی آنے والے شارح نے غلط ثابت کر دیے۔ بعض نے اپنے زاویۂ نظر کو مسلط کرنے کی کوشش کی اور سابقہ امکانات سے گریز کیا۔ بعض اشعار جو شارحین کی دسترس سے باہر تھے، انہیں مہمل قرار دیا گیا۔ جبکہ بعض لوگوں نے مہمل اور مشکل اشعار کی شرح کو اپنا مطمع نظر بنایا۔ یہ سلسلہ ایک طرف جاری تھا کہ دوسری طرف غالب کی زندگی اور ان کی شخصیت کو سامنے رکھ کر ان کے ذہن کو سمجھنے کی کوشش میں عمریں صرف ہونے لگیں۔ یہاں تصوف ہے، یہاں فلسفہ ہے، یہاں وارداتِ قلبی ہے، یہاں شعری روایت ہے، یہاں زندگی کے فلاں واقعے کی طرف اشارہ ہے اور یہاں سوانح زندگی کا فلاں باب کھلتا ہے۔ خطوط کی چھان بین کی گئی، خطوط کی تاریخیں متعین ہوئیں، غیر مطبوعہ آثار کی تلاش شروع ہوئی، حتیٰ کہ غالبؔ کو سنین کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش کی گئی۔ الغرض موضوعات بڑھتے گئے اور لکھنے کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ یہ سلسلہ جس جوش اور جذبے کے ساتھ شروع ہوا تھا اسی قوت کے ساتھ اب تک جاری ہے اور آئندہ بھی ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ درپیش ہے۔ غالب وہ شخص ہے کہ جس نے ذات کے ایک گوشے میں رہ کر کائنات کی باتیں کی ہیں۔ ان پر لکھنے کا تسلسل اس امر کی گواہی دے رہا ہے کہ ان کی فکری دسترس کا احاطہ ابھی ممکن نہیں ہے۔ وہ فن کی روایت کے پرستار تھے لیکن اس روایت کو تجربے کے ساتھ ہم آہنگ کرتا

چاہتے تھے۔ روایت کے اثرات میں جو چیز سب سے زیادہ ان کے یہاں نمایاں نظر آئی ہے وہ فارسی شاعری کی روایت اور خاص طور پر اس روایت کے علمبرداروں کے اثرات ہیں جن کی شاعری نے خود اس روایت کو رنگین اور پرپیچ بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ چنانچہ بیدلؔ، عرفیؔ، نظیریؔ اور ظہوریؔ کے اثرات ان کے فن میں بہت نمایاں ہیں۔ ان شاعروں نے فارسی شاعری کی روایت کو جس رنگینی اور پرکاری سے آشنا کیا ہے، وہ مجموعی طور پر سست کر غالبؔ کے فن میں سرایت کر گئی ہے، لہٰذا فارسی کی روایت سے رنگینی اور رچاؤ کی خصوصیات کو جب غالبؔ نے اُردو شاعری کے قالب میں اُتارا تو معنوی وصوری شادابی نے ان کی فنکارانہ عظمت کو بامِ عروج تک پہنچادیا اور اہلِ نظر کا ایک پورا قافلہ اس عظمت کو چھونے کی تگ ودو میں سرگرم عمل دکھائی دینے لگا۔ یہ طلب غالبؔ پر لکھنے کی ضرورت کو عام کرتی ہے اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

یہاں آخر میں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ بعض کم علم اہلِ قلم کے سطحی کام کے باعث غالب شناسی کے باب میں جو تسامحات در آئے ہیں ان کے ازالے کے لیے بھی غالبؔ پر لکھنے کے رجحان کو تقویت حاصل ہوئی ہے۔ ایک تو غالبؔ کی زندگی کے بعض متضاد رویوں نے ابہام پیدا کر کے قاری کے ذہن کو الجھایا ہے۔ دوسرا یہ کہ بعض اہل قلم نے اپنی تحریروں میں جدت پیدا کرنے یا نئی بات کہنے کے زعم میں کچھ غلطیاں کی ہیں، جس پر ''جوابِ آں غزل'' کے طور پر کئی تحریریں منظرِ عام پر آئیں۔ اغلاط وابہام کا یہ سلسلہ جب تک جاری رہے گا، غالبؔ پر لکھنے کی ضرورت میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس خدشے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''غالب اُردو کے سب سے مقبول ومحبوب شاعر ہیں، ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور خدا جانے ابھی کتنا کچھ لکھنا باقی ہے۔ لیکن یہ بات بڑی مایوس کن ہے کہ ان کے کلام وشخصیت کو جس قدر آسان وعام فہم بنانے کی کوشش کی گئی وہ اسی قدر پیچیدہ اور مجموعہ اضداد بنتے گئے۔ کسی نے انہیں مفکر وفلسفی بتایا، کسی نے ان کی شاعری کو اپنی شکست کی آواز سمجھا اور کسی نے ان کے دیوان کو وید مقدس کے ہم مرتبہ بتایا۔ بعض نے انہیں ولی و صوفی کا لقب دیا اور بعض نے انہیں رندِ شاہد باز ودنیا دار ٹھہرایا۔ کسی کی

نظر میں وہ انتہائی خوددار و خود پسند قرار پائے اور کسی نے بھی اور دریوزہ گری کو ان کا پیشہ بتایا۔ ایک نے لکھا کہ وہ اپنے خطوط کو باعثِ افتخار سمجھتے تھے، دوسرے نے کہا کہ وہ ان کی اشاعت کو ننگ و عار خیال کرتے تھے۔ کسی نے انہیں فارسی میں ملا عبدالصمد کا شاگرد بتایا اور کسی نے عبدالصمد کے وجود کو فرضی گردانا۔ ایک نے کہا کہ وہ اپنی فارسی شاعری کو اُردو سے بہتر جانتے تھے، دوسرے نے جواب دیا کہ وہ اُردو کلام کو فارسی پر ترجیح دیتے تھے۔ غرض کہ غالبؔ پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر نظر ڈالنے سے بہ حیثیت مجموعی کچھ اس قسم کی متخالف و متضاد باتیں سامنے آتی ہیں"(۲)۔

یہی متخالف و متضاد باتیں غالب پر لکھنے کی ضرورت کا محرک بنتی ہیں، لیکن بادی النظر میں دیکھا جائے تو ان باتوں سے فکر و آگہی کے نئے امکانات سامنے آتے ہیں جو غالب شناسی کی توانا روایت کو جنم دیتے ہیں۔ پاکستان میں غالبؔ پر ہونے والا اکثر کام اسی اجمال کا تفصیل ہے۔

اُردو ادب میں بے شمار نام ایسے ہیں کہ جن کے فکر و فن کی قدریں متعین کرنے میں اہلِ علم سے کئی تسامحات وقوع پذیر ہوئے ہیں لیکن آج تک ان کے بارے میں لکھنا ضرورت کی حد تک ضروری نہیں سمجھا گیا، پھر کیا وجہ ہے کہ غالبؔ جیسے نابغۂ روزگار پر لکھنا فخر کا موجب سمجھا جاتا ہے اور ہر آئے دن علم و آگہی سے معمور ایک نئی کتاب سے ذخیرۂ غالبیات میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے۔ وجہ صرف اتنی ہے کہ غالب کے لامحدود امکانات تک رسائی حاصل کر لینے کے باوجود لامحدود امکانات کا تسلسل ابھی باقی ہے:

اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد
چشم خود بربست و چشم ما کشاد

☆......☆○☆......☆

(ب) اُردو زبان و ادب پر غالبؔ کے اثرات

غالبؔ کی عظمت اس میں مضمر ہے کہ وہ ہر زمانے کی فکری اور جذباتی ضرورتوں کو پورا کرتے چلے آئے ہیں۔ وہ زندگی کی مفرد اور مرکب صورتوں کے ترجمان ہیں اور اپنے عہد سے مابعد کے تمام زمانوں پر اپنی نوانجی کے اثرات مرتسم کرتے چلے آئے ہیں۔ اگرچہ پیچیدہ تجربات اور نرم و نازک احساسات کا بیان پیچیدہ صورتوں کا متقاضی رہا ہے لیکن ہر دور نے غالبؔ کی پہچان اپنے عصری رجحانات ہی کے حوالے سے کی ہے۔ اسی لئے غالبؔ مشکل پسندی کے باوجود آج تک زندہ ہیں۔ اس مقام پر ایک سوال بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ کن خصوصیات کی وجہ سے غالبؔ اپنے عہد کی محدود فضا سے ماورا ہو کر بدلتے شعری مذاق، متغیر تنقیدی پیمانوں اور جمالیاتی اقدار میں تبدیلیوں کے باوجود، ہر عہد کے لیے بامعنی اور مقبول ثابت ہوئے؟۔ یہ خصوصیات نہ تو ذاتی اوصاف کا باعث ہیں اور نہ ہی شاعرانہ فن سے مشروط ہیں۔ بلکہ شخصیت کو اساس فراہم کرنے والے چند لاشعوری عوامل و محرکات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے لاشعور کی کٹھالی میں شخصیت کا سونا تخلیقی شخصیت کے کندن میں تبدیل ہوتا ہے اور پُر اثر ادب پارے معرضِ وجود میں آنے لگتے ہیں۔ لہٰذا تخیل، فکر، جذبہ، اسلوب اور شخصیت کے امتزاج سے جو بڑی شاعری جنم لے گی اس میں اپنے عہد سے ماورا ہو کر آنے والے زمانوں سے مکالمہ کرنے کی صلاحیت موجود ہوگی۔ غالب کی شاعری انہی خصوصیات کی حامل تھی جو ہر عہد کے ادب کو متاثر کرتی ہوئی آگے کی سمت رواں دواں ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر کی رائے بھی یہی ہے۔ لکھتے ہیں:

> "بدلتے ادبی ذوق اور متغیر شاعرانہ معیار کے باوجود بھی غالبؔ ہر عہد میں غالب ہی رہا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ غالبؔ ہر عہد کے قاری سے مکالمہ کرنے کی صلاحیت کی وجہ سے ہر زمانے کے لئے اپنی حیثیت، اہمیت اور ضرورت برقرار رکھ سکتا ہے۔ کلام کی دیگر خصوصیات بھی یقیناً

قابلِ توجہ ہیں اور ان سے صرفِ نظر ممکن نہیں لیکن بنیادی وجہ یہی ہے کہ غالب اپنے زمانے سے آگے تھا''(۳)۔

غالب کے فن میں اثر پزیری کا میلان اس عہد کے سیاسی حالات سے منسلک ہے۔ انہوں نے دو تہذیبوں کے عروج و زوال کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ سیاسی تبدیلی اگرچہ اپنے جلو میں بے شمار نئے تہذیبی رویے لے کر آئی لیکن غالب کو صرف اس بات سے غرض تھی کہ فارسی بولنے والے گئے اور ان کی جگہ انگریزی بولنے والے آئے۔ اس دو لسانی تصادم نے ان کے لب و لہجہ کو خاصا متاثر کیا۔ غالب نے جس عہد میں زندگی گزاری وہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک مشکل دور تھا۔ یہ انتہائی گہرے تضادات اور نمایاں ٹکراؤ کا دور تھا۔ یہ وہ دور تھا جب ایک سماج مر رہا تھا اور دوسرا جنم لے رہا تھا۔ جب پرانا کلچر منتشر ہو رہا تھا اور ایک نئے کلچر کی بساط بچھائی جا رہی تھی تو اس تخریب و تخلیق کی کیفیت میں ان کی شاعری تپ کر کندن بنی۔ ان کی نثر نے نیا جنم لیا اور ان کی زبان کو نیا مزاج ملا۔

اس مقام پر ہم یہ بات بڑے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اُردو زبان کو غالب نے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ شاعری ہو یا نثر دونوں کے پیچھے سارا کھیل زبان کا ہوتا ہے۔ زبان ہی سے ادب پاروں میں تجربات، اظہار و ابلاغ کی صورت اختیار کرتے ہیں اور زبان ہی سے آہنگ، ترنم، علامتوں اور اشاروں کی تخلیق ہوتی ہے۔ غالب آج اگر غالب ہے تو زبان کی بدولت، انہوں نے اپنے تجربات کا اظہار تازہ، شگفتہ، شاداب، مترنم اور ہیرے کی طرح ترشی ہوئی زبان کے ذریعے کر کے اُردو زبان کو نیا لب و لہجہ عطا کیا۔ بلاشبہ ان کی زبان تخلیقی مزاج کی آئینہ دار ہے اور اس کے استعمال میں انہوں نے ایک اجتہادی شان پیدا کی ہے۔ غالب سے قبل جو زبان شعری کے لیے استعمال ہوتی تھی، وہ اس زمانے کے لحاظ سے تو مناسب تھی لیکن غالب کے زمانے تک آتے آتے فن کے تقاضے مختلف ہو گئے۔ زبان کے استعمال میں نمایاں تبدیلیاں ہو چکی تھیں اور ان تبدیلیوں کی وجہ سے ان میں ایک نیا مزاج پیدا ہو گیا تھا۔ اس نئے مزاج کو صرف غالب نے قبول کیا جس کے باعث آگے چل کر ان کے فن کی حیثیت ایک رجحان بلکہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گئی۔ غالب کے قائم کردہ اس نئے لسانی رجحان کی ایک پہلی اور باضابطہ آواز تحریکِ سرسید کی شکل میں سامنے آئی۔

شاعری کی زبان کا جو انداز غالبؔ سے قبل تھا، اس کی صحیح نمائندگی ایک طرف میرؔ اور سوداؔ کر رہے تھے اور دوسری طرف انشاءؔ، جراتؔ اور مصحفیؔ۔ ان کے لسانی اثرات اپنی اپنی جگہ اہم ضرور ہیں اور غالبؔ نے ان کی اہمیت کو تسلیم بھی کیا ہے، لیکن غالب کے لسانی تجربات میں فارسی اثرات کی آمیزش سے جو رنگینی اور رچاؤ پیدا ہو گیا ہے اس نے ان کی اُردو زبان کو نقش ہائے رنگ رنگ سے جلوہ، صد رنگ بنا دیا ہے۔ جس سے اُردو زبان کو ایک نیا وقار حاصل ہوا ہے۔ غالبؔ نے فارسی الفاظ کو استعمال کر کے اور ان کی بے شمار تراکیب کو تراش کر اپنی زبان میں اس طرح کھپایا ہے کہ زبان میں شیرینی اور حلاوت، رنگینی و رعنائی کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ غالبؔ کے ان نئے لسانی تجربوں سے بعد کے تمام شعراء نے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ غالب کی زبان ایک فرد کی نہیں بلکہ ایک تہذیب کی زبان سمجھی جانے لگی۔ اس لیے نئے ادب پر اس کے اثرات لاشعوری طور پر خود بخود مرتب ہونے شروع ہو گئے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے مطابق:

''یہ زبان، اس میں شبہ نہیں کہ ادبی زبان ہے اور غالب کا فنی کارنامہ اسی ادبی زبان کی تخلیق ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں جو زبان استعمال کی ہے وہ عام فہم کی زبان نہیں ہے۔ اس میں تو ایک ادبی لب و لہجہ ہے۔ وہ تو ایک تہذیب کی زبان ہے۔ ایک جمالیاتی نظام کی زبان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بڑا رچاؤ نظر آتا ہے۔ بڑی ہی رنگینی اور رعنائی کا احساس ہوتا ہے اور بڑی ہی پرکاری دکھائی دیتی ہے۔ مرصع کاری بھی اس کی اہم خصوصیت ہے''(۴)۔

چنانچہ غالب کی عطا کردہ رنگینی اور رعنائی، پرکاری اور مرصع کاری جیسی اعلیٰ لسانی قدریں تھیں جو اُردو زبان کے مزاج میں بانکپن اور طرح داری کی شان پیدا کر گئیں۔ جس سے آج تک نئی تراکیب اور نئی بندشوں کو تخلیق کرنے کا عمل جاری ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ غالبؔ کے مزاج میں بغاوت کے عناصر پوری طرح موجود تھے۔ فنا دِ طبع کے اعتبار سے وہ ایک انقلابی بھی تھے۔ چنانچہ ہر انقلابی فنکار اپنے ماضی سے مطمئن نہیں ہوتا۔ وہ مستقبل میں حسین دنیائیں بساتا ہے اور ان دنیاؤں کو اپنے تخیل کے رنگوں سے سجاتا ہے۔ غالب بھی ماضی اور حال سے مطمئن نہیں ہوئے۔ خوب سے خوب تر کی تلاش میں انہوں نے ان گنت صحراؤں کی خاک چھانی ہے۔ روایت سے بغاوت ان کی گھٹی میں شامل تھی۔ غالب سے قبل

اس رنگ کی روایت اُردو شاعری میں موجود نہیں تھی۔ بعد کے شعراء میں اقبالؔ، ن۔م۔راشدؔ، میراجیؔ، فیضؔ اور اس قبیل کے دیگر شعراء نے روایت شکنی کے رجحان کو اپنی شاعری کا محور بنایا۔ اس لیے ترقی پسند تحریک غالبؔ کے سماجی شعور سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ غالب کی شاعری میں عالمی نقطہ نظر کا اظہار اُردو ادب کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ نقطہ نظر ہے جس نے عہدِ وسطیٰ کے جاگیردارانہ کلچر کو مذہبی فلسفے سے الگ کر دیا۔ انسان دوستی کے نئے تصورات وخیالات سے اس کا دامن مالا مال ہوا۔ ہندوستانی ادب کے مشترکہ دھارے میں اس کے اتصال وانجذاب کی راہیں ہموار ہوئیں اور اُردو ادب میں ترقی پسند جمہوری رجحانات کے فروغ وارتقاء کے لیے بنیادی حالات پیدا ہوئے۔ یہ سب کچھ غالب کے سماجی شعور کے نظریے کی بدولت ہوا ہے۔ غالب نے ؎

غمِ عشق گر نہ ہوتا، غمِ روزگار ہوتا

جیسے حقیقت پسندانہ نظریات کی بنیادیں فراہم کر کے ترقی پسند تحریک کو ایک اہم نعرہ بخش دیا جس کے نتیجے میں فیضؔ جیسے شاعر کو غالب کی ہاں میں ہاں ملانا پڑی اور برملا کہنا پڑا۔

تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم، روزگار کے

ترقی پسند تحریک پر غالب کے اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے، ڈاکٹر وحید قریشی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ترقی پسند تحریک کے زمانے میں سیاسی شعور، سماجی شعور، ادب برائے زندگی کی باتیں ہونے لگیں۔ غالب کے سماجی شعور کے چرچے بہت ہوئے۔ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء تک کا دور مطالعہ غالب کا یہی انداز تھا، جس میں سماجی شعور اور حرکت وعمل کے ایک سے زیادہ زاویے سامنے آئے۔ اس کے علاوہ غالب کی انسان دوستی کے بھی بہت تذکرے کیے گئے اور غالبؔ کو ایک ترقی پسند شاعر تسلیم کیا جانے لگا" (۵)۔

غالبؔ نے ترقی پسند تحریک کے جس شاعر کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ فیضؔ ہیں۔ فیضؔ کے یہاں غالبؔ کی معنی آفرینی اور پیکر تراشی دونوں کے اثرات بہت نمایاں ہیں۔ چنانچہ اگر فیض کی ساری فارسی تراکیب یکجا کی جائیں تو ان میں سے بیشتر یا تو غالب کے فارسی اور اُردو کلام سے ماخوذ نظر آئیں گی یا پھر ترکیب سازی کے اس معنی افروز سانچے کی طرف اشارہ کریں گی جسے غالب نے اپنے کلام میں اپنایا ہے۔ چنانچہ فیضؔ پر غالبؔ کے اثرات کئی پہلوؤں سے

نمایاں ہیں۔ انہوں نے غالبؔ کی زبان سے بھی فائدہ اٹھایا ہے اور ان کے خیالات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ان کے شعری سانچوں کو بھی آزمایا ہے اور ان کی زمین میں غزلیں بھی کہیں ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ فیضؔ کے شعری مجموعوں کے نام بھی غالبؔ کی دین ہیں جو انہوں نے غالب کے اُردو، فارسی اشعار سے اخذ کیے ہیں۔

اسی طرح ن۔م۔ راشدؔ ایسے شاعر ہیں جنہوں نے غالبؔ کی فارسی تراکیب اور تمثالی پیکروں سے بہ قدرِ مناسب فائدہ اُٹھایا ہے۔ ان کے کلام میں پیکر تراشی کی سج دھج غالبؔ کی پیکر تراشی سے بہت ملتی جلتی ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کی لفظی سطح پر غالب کے اثرات کو قبول کیا ہے اور صرف اپنے ظاہری ڈکشن تک ہی غالب کی اثر پزیری کو محدود رکھا ہے۔ بلاشبہ راشدؔ، ایک غالب شناس بھی تھے۔ انہوں نے غالب کا مطالعہ عمیق انداز میں کیا ہے۔ غالبؔ کی فکر سے روشنی حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے غالب پر تنقیدی نوعیت کا کام بھی کیا ہے۔ اس صورتِ حال کا ڈاکٹر محمد فخرالحق نوریؔ نے ان الفاظ میں جائزہ لیا ہے:

> ''راشدؔ ایک خوش نوا شاعر ہی نہیں، خوش فکر نقاد بھی تھے۔ انہوں نے غالب کو ایک عام قاری کی نظر سے دیکھنے یا ایک شاعر کے طور پر Idealize کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ نقد کی حیثیت سے اُردو ادب کی تاریخ میں ان کی تخلیقی شخصیت کے مقام و مرتبہ اور اس کے تخلیقی جوہر کی قدر و قیمت کا تعین کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی شعری کائنات میں داخل ہونے کے لئے تفہیم و تحسین کے نئے در، وا کرنے کی کوشش بھی کی ہے'' (۶)۔

''ترقی پسند تحریک'' کے ساتھ ساتھ ''حلقہ ارباب ذوق'' کی جدیدیت کی تحریک اُبھری۔ غالب کے نفسیاتی تجزیے کیے گئے اور ان کے اشعار کے نفسیاتی پہلوؤں پر توجہ دی گئی۔ اس طرح حلقہ اربابِ ذوق کے پلیٹ فارم پر غالب کی انفرادیت پر خصوصی توجہ کی گئی اور تفہیم کی ایک نئی جہت سامنے آئی۔ اس طرح پاکستان میں اُردو ادب کی فکری تحریکوں نے غالبؒ کے اسالیب و مفاہیم کو نہ صرف قبول کیا بلکہ ان اثرات کی روشنی میں مستقبل کی راہیں متعین کیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ ہر تحریک نے غالب کو اپنے اپنے رنگ میں دیکھا اور اسکی تفہیم کو اپنی عصری صورتِ حال کے ساتھ منسلک کیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ آج ہم غالبؔ کا مطالعہ ایک نئے زاویے سے کرنے پر مجبور ہیں۔

غالبؔ اگرچہ عقل وادراک کو بڑی اہمیت دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ توہمات وتعینات کے پردوں کو عقل ہی ہٹا سکتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ عشق کی قوت کو کائنات کے حرکی نظام کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے انسانی خرد کی اہمیت کے ساتھ ساتھ عشق کی قوت کو بھی سراہا۔ ان کی ان خصوصیات کو اقبالؔ نے بڑے جوش وجذبے سے اپنایا۔ اقبال کی اُردو، فارسی شاعری میں تصورِ عشق کو جو انفرادی حیثیت حاصل ہے وہ غالب کے نظریہء عشق کا پرتو ہے۔ یعنی غالب نے جس روایت کی داغ بیل ڈالی، اقبالؔ نے اسے برومند کیا۔

غالبؔ نے شاعری کو عشق کی اساسی قدریں فراہم کیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ عشق ایک ایسا محرک جذبہ ہے جو انسان کو کائنات اور خدا سے ملاتا ہے۔ لیکن اقبال تک پہنچتے پہنچتے عشق کے معانی فرد کے درد سے آگے نکل کر قوموں کے عروج وزوال تک پھیل جاتے ہیں۔ یہاں اہم بات یہ ہے کہ عشق کے معنی کو یہ پھیلاؤ غالبؔ نے عطا کیا تھا جس سے اقبالؔ کا تصورِ عشق متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ بسا اوقات خیال آتا ہے کہ غالبؔ ہی نے اُردو زبان کو اس مقام تک پہنچایا جہاں اقبالؔ کے لیے ممکن ہوا کہ اسے ذریعہء اظہار بنائے۔ "بانگِ درا" کے دیباچے میں سر عبدالقادر نے اقبالؔ پر غالبؔ کے اثرات کی نشاندہی جن الفاظ میں کی ہے اس سے غالب کی عظمت اور اُردو ادب پر ان کے احسانات کا مکمل ادراک ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "غالب اور اقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خان غالب کو اُردو اور فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اس نے ان کی روح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جسدِ خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چمن کی آبیاری کرے اور اس نے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا" (۷)۔

غالب اور اقبال کے کئی مماثل پہلو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ دونوں میں فکر و فلسفے کی جو ہم آہنگی پائی جاتی ہے وہ بڑی حد تک فکری یگانگت اور تخیلی مناسبت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اقبال کے خیالات وافکار اگر غالب سے ماخوذ نہیں تو ان کے معنوی فیض سے یکسر خالی بھی نہیں ہیں۔ اقبال شعوری یا لاشعوری طور پر غالب کے جن پہلوؤں سے متاثر ہوئے، ان میں مقصدیت، رجائیت، سوز و گداز، شوخی، احساسِ نفس، عرفانِ ذات اور خودداری کے ساتھ ساتھ

حکیمانہ اندازِ فکر اور عالم گیر اخوت کا جذبہ قابلِ ذکر ہیں۔ لسانی اور فنی سطح پر اقبالؔ نے نئی تلمیحات اور نئی فارسی تراکیب استعمال کرنے کی خُو غالب سے سیکھی ہے۔

اقبالؔ کے بعد اُردو ادب بالخصوص اُردو شاعری میں جدیدیت کا رجحان پیدا ہونے لگا۔ جدید شعراء کے روایتی پس منظر میں غالبؔ و اقبالؔ کے علاوہ ولیؔ، میرؔ، ذوقؔ، مومنؔ، آتشؔ، داغؔ وغیرہ جیسے شعرا موجود تھے لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ صرف غالبؔ ایسے شاعر ہیں جن کا اسلوب جدیدیت سے نہ صرف ہم آہنگ ہے بلکہ جدید شاعری پر ان کا رنگ بڑا گہرا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بیسویں صدی میں فکر اور جذبہ میں جو خلا پیدا ہوا ہے اور سائنسی انکشافات اور معتقداتی رجحانات میں جو خلیج وجود میں آئی ہے، اس سے صدیوں پرانے نظامِ حیات میں بڑی بڑی دراڑیں پیدا ہوئی ہیں۔ ہر قدر اور ہر نظریہ شک وشبہ کی زد میں آ گیا ہے۔ ہر فرد کو اپنے ماضی، اپنے حال اور اپنے سماج سے منقطع ہو جانے کے کرب سے گزرنا پڑا ہے اور وہ اپنے چاروں طرف ٹوٹتے اور گرتے ہوئے منظروں کو دیکھ کر چیخ اٹھا ہے۔ یہ صورتِ حال سیاسی اور سماجی شعور کو جنم دیتی ہے اور اس شعور کے نتیجے میں جو شاعری تخلیق ہوتی ہے اس میں موضوعات کا تنوع ایک اہم بات ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ آج کی جدید شاعری اس شکست وریخت پر ایک نوحہ کی صورت اختیار کر گئی ہے اور اُردو نظم اور غزل نے بیسویں صدی کے انسان کے اس کرب کو پوری فنی دیانت کے ساتھ پیش کیا ہے مگر غور کیجئے تو آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے جب معاشرے میں ابھی شکست وریخت کی ابتدا تھی تو غالبؔ وہ واحد انسان تھے جو اس ٹوٹتی اور بکھرتی ہوئی تہذیب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اس وقت ان کا سیاسی اور سماجی شعور باقی شعراء سے بالکل الگ اور ممتاز دکھائی دے رہا تھا۔ چنانچہ سماجی وسیاسی محرکات کے نتیجے میں جو شاعری تخلیق ہوتی ہے وہ اپنے اندر اسلوب بیاں کی کم از کم یہ تین صفات ضرور رکھتی ہیں یعنی ابہام، علامت اور امیجری۔ یہ تینوں صفات جدیدیت کی ایسی قدریں ہیں جنھیں غالبؔ کی شاعری میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے اور موجودہ صدی کی شاعری میں ان کے اثرات کو تلاش کرنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

غالب کے ہاں سیاسی وسماجی شعور بہت تیز اور توانا ہے۔ اس ضمن میں اس کا عام ردِ عمل موجودہ صدی کے ایک حساس انسان کے ردِ عمل سے مماثل ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ بیشتر ناقدینِ ادب نے غالب کو جدید شاعر یا آج کا شاعر کہا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے اس ضمن میں ایک بڑی خوبصورت بات کہی ہے، لکھتے ہیں:

"یہ بات بالکل طے ہے کہ غالب ہمارے آخری بڑے کلاسیکی شاعر اور پہلے بڑے جدید شاعر ہیں، وہ اگرچہ اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے مر گئے لیکن ان کا کلام اس صدی کا استعارہ اور ان کے بیان کردہ مسائل اس صدی کے مسائل کا جوہر ہیں" (۸)۔

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ ابہام، علامت اور امیجری جدید شاعری کی بنیادی اوصاف قرار پائی ہیں اس لیے اب اس امر کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ سیاسی وسماجی شعور میں مماثلت کے باعث یہ چیزیں غالب کی شاعری میں پہلے سے موجود تھیں اور بالآخر کسی حرکی اور میکانی قوت کے ذریعے جدید شاعری کی طرف منتقل ہو گئیں۔

ابہام، شاعری کے لئے بذاتِ خود کوئی اجنبی اور نامانوس چیز نہیں ہے۔ ارسطو کے زمانے سے اب تک ناقدینِ شعروادب نے کسی نہ کسی زاویے سے شاعری میں ابہام کی ضرورت واہمیت کو تسلیم کیا ہے لیکن غالب کی شاعری میں جو ابہام ہے اور اس میں جو صورت نظر آتی ہے وہ تہہ در تہہ معنویت کی بنیاد پر ہے۔ ہمارے ہاں راشد، مجید امجد اور منیر نیازی وغیرہ نے ابہام کو ایک اسلوب کی حیثیت سے متعارف کیا ہے۔ اس کو فن کی صورت دے کر جمالیاتی اعتبار سے انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔ غالب کی طرح آج کے دیگر شعراء نے بھی استعارے کی وسعت اور رنگا رنگی سے ابہام کی کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

جدید شاعری میں علامت نگاری کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور غالب کے فن میں جو چیز سب سے زیادہ اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ علامتوں کا استعمال ہے۔ اُردو غزل کی روایت میں شاید غالب پہلے فن کار ہیں جن کے یہاں علامتوں کا استعمال ایک باقاعدہ نظام کی صورت میں ملتا ہے اور اس اعتبار سے دیکھا جائے تو وہ پہلے باقاعدہ علامت نگار شاعر نظر آتے ہیں۔ انہوں نے مروجہ علامتوں کو بھی استعمال کیا ہے اور ان کے جسم میں نیا خونِ زندگی دوڑا کر ان سے بڑے بڑے کام بھی لیے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بے شمار نئی علامتیں بھی تخلیق کی ہیں۔ جدید شاعری میں ترقی پسند تحریک کے زیرِ اثر علامت نگاری کو فروغ ملا۔ جوشؔ ملیح آبادی، فیض احمد فیضؔ، احمد ندیم قاسمیؔ، حبیب جالبؔ، قتیلؔ شفائی، مجروحؔ سلطان پوری، ظہیرؔ کاشمیری، اسرار الحق مجازؔ اور محسنؔ بھوپالی جیسے شعراء نے علامتوں کے استعمال کا دائرہ وسیع کیا۔ جدید شعراء میں ناصر کاظمیؔ، محسن نقویؔ، امجد اسلام امجدؔ، احمد فرازؔ اور صہبا اخترؔ نے بھی علامتوں کو رواجِ عام بخشا۔ یہاں یہ

بات حقیقت پر مبنی ہے کہ جن الفاظ کو غالبؔ نے علامتی انداز میں جو معنی عطا کیے، آج کی شاعری میں وہ الفاظ انہی علامتوں کے ساتھ نقل کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا نے غالب کے جدید شاعری پر ''علامتی'' اثرات کے جائزے میں یہاں تک کہہ دیا ہے:

''غالب کے شعر زبان زدِ خاص و عام ہیں اور ہم تاریخی اعتبار سے ان کے سنِ ولادت کی نشاندہی بھی کر سکتے ہیں، ورنہ مزاج، لہجے اور علامات کے اعتبار سے یہ خالصتاً بیسویں صدی کے اشعار ہیں اور آج کے قاری کو پوری طرح مطمئن کرتے ہیں بلکہ مجھے تو بعض اوقات یوں محسوس ہوا ہے جیسے ساری جدید غزل، غالب کے لہجے، جہت اور مزاج سے متاثر ہے اور اس میں رہبر، رہزن، سایہ، جنوں، قلم، مکان، زبان، خنجر وغیرہ کے نئے علامتی مفاہیم براہِ راست غالبؔ کے اندازِ فکر سے ماخوذ ہیں''(۹)۔

غزل کی روایت میں جو مروجہ علامتیں موجود ہیں اور جن کو غالبؔ سے قبل فارسی اور اُردو غزل میں استعمال کیا گیا تھا، انہیں غالبؔ نے بڑے سلیقے سے استعمال کیا ہے اور ان میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی ہے۔ نئے پہلو بھی نکالے ہیں اور نئی وسعتیں بھی ان میں پیدا کر دی ہیں۔ اس کے برعکس غالبؔ کے ہاں روایتی علامتوں کے ساتھ ساتھ بہت سی نئی علامتیں بھی وجود میں آئی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہم وہ ہیں جن کی روایت غالب سے پہلے اُردو، فارسی شاعری میں موجود نہ تھی۔ غالب کے نئے احساس و شعور نے ان کو سب سے پہلے تخلیق کیا۔ مثلاً غالب کے مختلف اشعار میں استعمال ہونے والی نئی علامتوں میں سے چند ایک یہ ہیں۔ شب، انجمِ رخشندہ، سیلاب، زنجیر، زنداں، بحر، دشت، تیز رو، خوابِ سحر، ظلمت کدہ، دلیلِ سحر، فصلِ لالہ کاری، جنوں، حکایاتِ خوں چکاں، دوریٔ منزل، دار و رسن، باغبانی صحرا وغیرہ۔ یہ ایسی علامتیں ہیں جن سے اُردو شاعری غالبؔ سے قبل نا آشنا تھی۔ غالب نے ان کو اپنے گہرے، وسیع اور ہمہ گیر تجربات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ آج کے شعری ادب میں جب ہم ان نئی علامتوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو غالب کے واضح اثرات کا ثبوت ملتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آج کا شاعر بھی غالب کی طرح اپنی فنی روایت کی تنگ دامانی کا شکوہ سنج ہے اور اسے اپنے بیان کے لیے کچھ اور وسعتیں درکار ہیں۔ غالب بھی اسی کیفیت سے دوچار تھے۔ لہٰذا تجربات کی تہہ در تہہ کیفیات کے لیے جس طرح انہوں نے علامتوں کا سہارا لیا اسی طرح آج کا شاعر بھی انہیں علامتوں کی صورت میں اپنے آپ کو رونما کرتا ہے۔ کہیں یہ علامتیں اور اشارے بہت واضح اور نمایاں

نظر آتے ہیں کہیں ایک نقاب پوشی کے عالم میں انہیں دیکھا جاسکتا ہے۔ غالب کی شاعری ان علامتوں کا اچھا خاصا نگارخانہ ہے اور آج کا شاعر غالب کی عطا کردہ ان علامتوں کے سحر سے باہر نہیں نکل رہا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ روایت سے ہٹ کر غالب کی اپنی وضع کردہ علامتوں کے جو معنی خود غالب نے متعین کر دیے تھے آج بھی انہی علامتوں کا استعمال انہی معنوں میں کیا جاتا ہے۔ شب، انجم، سحر، زنجیر، زنداں، بیاباں، ظلمت، راہبر، دارورسن وغیرہ جیسی بے شمار علامتیں ہمارے آج کے جدید شعری ادب کا سرمایہ ہیں اور بلاشبہ غالب کی رہین احسان ہیں۔

اسی طرح امیجری جسے عرفِ عام میں تصویر کاری یا لفظی پیکر تراشی بھی کہا جاتا ہے، شعرِ جدید کا نادر کار سرمایہ ہے۔ آج کا کوئی شاعر امیجری کی گرفت سے باہر نہیں، وجہ یہ ہے کہ شاعری میں تصویروں اور پیکروں کا وجود اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ شاعر کی گرفت اپنے موضوع پر بہت مضبوط ہے اور وہ جس چیز کو پیش کرنا چاہتا ہے اس نے اس کی شخصیت کا جز بن کر ایک مکمل تجربے کی صورت اختیار کر لی ہے اور اس تجربے کے زیر اثر اس کے جمالیاتی اظہار نے مختلف تصویروں اور پیکروں کا روپ اختیار کر لیا ہے۔ آج کا شاعر چونکہ اپنے موضوع کے اظہار پر کامل گرفت رکھتا ہے اور اپنے مشاہدات کو نظم کرنے کے لئے جن پیکروں اور تصویروں کا سہارا لیتا ہے وہ تقریباً سارے لفظی پیکر غالب کی کھینچی ہوئی تصویریں ہیں جنہیں آج کی شاعری میں واضح انداز سے دیکھا جاسکتا ہے۔ مثلاً خمریات کے تذکرے میں غالب کی تصویر کاری منفرد مقام رکھتی ہے۔ یعنی محفلیں سجی ہوئی ہیں۔ بزم ہائے عیش و نشاط کو آراستہ کیا جارہا ہے۔ مے و مینا کی باتیں ہورہی ہیں۔ جام چھلکائے جارہے ہیں۔ مستی چھائی ہوئی ہے۔ الغرض اس نوع کی ساری تصویریں اور پیکر غالب کی شاعری میں جگہ جگہ موجود ہیں اور یہی اسلوب اگرچہ مابعد کے تمام شعراء میں در آیا ہے لیکن خمریات اور اس کے متعلقات کی ساری تصویریں جگر مرادآبادی، ریاض خیرآبادی اور جدید عہد کے عبدالحمید عدم کی شاعری میں بہت عام ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ غالب کے بنائے ہوئے تصویری پیکر نئے نہیں بلکہ غزل کی روایت میں غالب سے قبل بھی موجود تھے۔ لیکن غالب سے قبل ان میں فرسودگی کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں۔ جبکہ غالب نے ان میں نئی زندگی پیدا کی اور کچھ ایسے رنگ بھرے جو خاصے گہرے اور تیز ہیں اور کچھ ایسے خطوط تراشے جو خاصے تیکھے اور پہلودار ہیں۔ یہی توانا اسلوب جب واضح اثرات کے ساتھ آگے منتقل ہوا تو مے پرستی، تشنہ کامی، بادہ و جام، گردشِ ساغر اور محفل طرب جیسے کئی تصویری پیکر نئے رنگوں اور تازہ لکیروں کی صورت میں نظروں کے سامنے گھومنے لگے۔ خمریات کے علاوہ

بے شمار تصویری پیکر ہیں جو غالب کے زیر اثر ہماری آج کی شاعری کی جان ہیں۔ اقبال، مجید امجد، اختر شیرانی اور رمانوی تحریک کے کئی دوسرے شعراء کے ہاں غالب کا یہ اسلوب واضح انداز میں موجود ہے۔

امیجری کے سلسلہ میں غالب کو اپنے قدیم شعراء کے مقابلے میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے بعض تصویروں اور پیکروں کی تخلیق، تلمیحات اور تشبیہات واستعارات کے سہارے سے کی ہے۔ یہ رجحان غالب سے پہلے موجود نہیں تھا لیکن غالب کے بعد کے شعراء میں عام ہے۔ جس سے غالب کے شعری ادب پر اثرات کا یقین پختہ ہوتا ہے۔ غالب نے جن تلمیحات اور تشبیہات واستعارات سے کام لے کر پیکر تراشی کی ہے اور تخیل میں جولانی اور رنگینی پیدا کر کے ان پیکروں کو پرکار بنایا ہے، ہمارا آج کا شاعر اس اسلوب سے متاثر ہو کر ویسی ہی رنگین اور پرکار تصویریں بنانے کی سعی میں مصروف عمل ہے۔ مثلاً قیس، لیلیٰ، شیریں، فرہاد، کوہکن، تیشہ، نمرود، جمشید، ابن مریم، یعقوب، یوسف، زلیخا، خضر، سکندر، آب حیات وغیرہ جیسی کئی تلمیحات ہمارے آج کے ادب کا حصہ ہیں اور اپنے نئے طرز احساس کے حوالے سے غالب کے اثرات کا پرتو ہیں۔

جدید شاعری کا ایک وصف امیجری ہے۔ غالب کی امیجری اور اس کے پس پردہ محرکات کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اسے عہد جدید سے منسلک کرنے کی کوشش کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> ”غالب کی شاعری میں تصویروں اور پیکروں کو ان کے گہرے تہذیبی اور معاشرتی شعور نے تخلیق کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس تہذیب اور معاشرت کا پورا رچاؤ ان میں موجود ہے جس نے غالب کو پیدا کیا ہے اور جس کے سائے میں ان کی شخصیت کی نشوونما ہوئی تھی۔ لیکن غالب نے اس تہذیب اور معاشرت کو ایک عالمِ انحطاط میں دیکھا ہے اس میں انہیں زوال کے آثار بھی نظر آئے ہیں اور ان کے احساس میں انحطاط و زوال کے یہ تاثرات اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ غالب کی تصویروں کی رنگینی اور رنگین کاری میں ایک کسک کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے اور اس کسک کی کیفیت نے ان کی امیجری میں مجموعی طور پر ایک حزنیہ اور المیہ رنگ کو نمایاں کر دیا ہے اور

اس رنگ کے اثرات ان کے یہاں اس قدر پھیلے اور آگے بڑھے ہیں کہ نشاطیہ اور طربیہ شاعری تک اس سے متاثر ہوئی ہے''(۱۰)۔

اس مقام پر یہ بات پایہء ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ اُردو شاعری پر غالب کے اثرات بہت گہرے اور پختہ ہیں۔ آج اگر شاعری میں لفظی بست وکشاد کے برعکس ''خیال'' کو اہمیت دی جاتی ہے اور روایتی وسکہ بند نظریات کی بجائے ادب میں نئے اور سائنسی طرزِ فکر کو فروغ دیا جارہا ہے تو یہ سب غالب کا اثر ہے۔ جس سے ہر عہد کی شاعری اپنے لیے بہت ساری چیزیں مستعار لے رہی ہے۔

غالب نے زبان اور اسلوب کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ موجودہ عہد کے شعری سرمائے پر بھی گہرے اثرات مرتسم کیے ہیں۔ مثلاً ''تضمین'' اور ''ہم طرح'' کے زیرِ عنوان ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں نے کئی کئی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ کلامِ غالب کی ''تضمین'' اور غالب کے مصرعوں پر طرحی غزلیں بھی دراصل غالب کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ اسی طرح کلامِ غالب کی درجنوں شرحیں اور بیسیوں تراجم اس امر کا ثبوت ہیں کہ غالب ہر عہد کی پہچان اور ہر دور کی ضرورت بن کر سامنے آئے ہیں اور اُردو شاعری کا کوئی عہد، غالب کے اثرات سے خالی نہیں ہے۔ اُردو شاعری پر غالب کے اثرات، غالب کی وفات کے فوراً بعد شروع ہو گئے تھے۔ انجمن پنجاب کی معرفت مولانا آزاد اور مولانا حالی کا جدیدیت کی طرف رجحان دراصل غالب کے اثر کا نتیجہ تھا۔ ان دونوں کی شاعری کا لب ولہجہ چیخ چیخ کر پکارتا ہے کہ اُردو میں غالب یکسر ایک نیا طرزِ سخن لے کر آئے تھے۔ ایسا طرزِ سخن کہ جس کی سطح عامۃ الناس کی ذہنی سطح سے بہت بلند تھی اور جو اپنی تفہیم و تحسین کے لیے ایک عہد سے بلند اور جدید ذہن کا تقاضا کرتے تھے۔

حالی اور آزاد کے بعد جتنے بھی شعراء آئے سب نے غالب سے استفادہ کیا۔ ہر شاعر نے کسی نہ کسی انداز اور کسی نہ کسی رنگ میں غالب سے متاثر ہونے کا ثبوت اپنی شاعری میں چھوڑا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا نقطہء نظر بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''تقابلی مطالعے کی مدد سے اقبال کے ہم عصر دوسرے ممتاز شعراء پر بھی غالب کے اثرات، بآسانی دیکھے جاسکتے ہیں۔ جگر کے عہدِ رندی کی شاعری کا رنگ بعض مقامات پر غالب کے خمریہ رنگ سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ اصغر کا متصوفانہ لب ولہجہ کہیں کہیں غالب کے وحدت الوجودی لب ولہجے سے ہم آہنگ وہم رنگ محسوس ہوتا ہے۔ حسرت کے

کلام میں فارسی تراکیب کی کثرت وندرت تو صاف غالبؔ کے زیر اثر نظر آتی ہے .... فانیؔ کی غزل کی معنوی گہرائی اور تہ داری بہ قول رشید احمد صدیقی، صریحاً غالبؔ کے شعوری یا لاشعوری طور پر اثر قبول کرنے کا نتیجہ ہے۔ یگانہؔ کی پوری شاعری غالب کی مقبولیت کا ردِعمل ہے اور ردِعمل مثبت ہو یا منفی، اثر پذیری ہی کا دوسرا نام ہے'' (۱۱)۔

محولہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ غالب نے شاعر اور شعر دونوں پر اپنے اثرات مرتب کیے ہیں لیکن ان سے ہٹ کر ہم دیکھتے ہیں کہ شعری ادب کا قاری بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ اکثر لوگ نہ تو شاعر ہوتے ہیں اور نہ ہی ادیب لیکن دیکھا گیا ہے کہ ان میں شعر سننے کا ذوق بڑا عام ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ ذوق اب بدقسمتی سے ناپید ہوتا چلا جا رہا ہے مگر ادب کے جتنے قاری بھی موجود رہے ہیں، غالبؔ ان کا محبوب شاعر رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ غالبؔ اپنے جذبوں کا اظہار جس انداز سے کرتے ہیں اس سے وہ بات لوگوں کے سینوں میں اتر جاتی ہے اور لوگ اسے اپنے جذبات کی ترجمانی تصور کرتے ہوئے غالبؔ کو اپنا شاعر کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ گویا غالبؔ کے اثرات ادب و ادیب کے ساتھ قاری کو بھی اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، اس صورتِ حال کو سید وقار عظیم نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''غالبؔ کے شعر میں انسان کے نازک سے نازک، لطیف سے لطیف اور پیچیدہ سے پیچیدہ جذبے اور احساس کو اظہار کی زبان عطا کرنے، اسے تصویر اور مجسمے کی صورت دینے اور تصویر اور مجسمے میں روح پھونک دینے کی جو غیر معمولی قوت ہے اس نے ہمارے لیے ہر تجربے کا ادراک ممکن بنا دیا ہے اور اس لیے غالبؔ کا قاری جب اپنے کسی جذبے اور احساس کے معنی سمجھنے میں دقت محسوس کرتا ہے یا اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے ایک کش مکش میں مبتلا ہوتا ہے تو غالب کا کوئی نہ کوئی شعر سامنے آ کر اس سے کہتا ہے کہ دیکھو میں تمہاری الجھن اور تمہاری کش مکش کی تفسیر ہوں۔ اس صورتِ حال میں انسان کو حوصلہ دینے اور اس کا حوصلہ برقرار رکھنے کے جو امکانات ہیں انہوں نے غالبؔ کے شعر کو ہر دل کی آواز بنا دیا ہے'' (۱۲)۔

اُردو شاعری کی طرح، اُردو نثر میں بھی غالب کو اہم مقام حاصل ہے۔ جس طرح اُردو زبان وادب، شعرِ غالب کی قندیل سے ضوفشاں نظر آتے ہیں اسی طرح غالب کے نثری سرمائے نے بھی ادب وادیب دونوں پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔

اُردو نثر میں غالب کی یادگار صرف ان کی مکتوبات ہیں جو اپنی اثر پزیری اور اثر آفرینی کے باوصف کئی خوبیوں کے حامل ہیں۔ یہ محض مکتوبات ہی نہیں بلکہ نثری ادب کا وقیع سرمایہ ہیں۔ یہ اس اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان میں جگہ جگہ ادبی تجربے کی بہت اچھی مثالیں ملتی ہیں اور اس تجربے کو غالب کے مخصوص مزاج نے پیدا کیا ہے۔ ان کے مزاج کی نمایاں ترین خصوصیت یہ تھی کہ وہ عام زندگی کی معمولی معمولی باتوں کو ادبی تجربے میں ڈھال لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہ خطوط نجی ہونے کے باوجود ایک ادبی رنگ و آہنگ رکھتے ہیں۔

غالب سے قبل نہ تو اُردو میں خطوط لکھے جاتے تھے اور نہ ہی نثر لکھنے کی کوئی عظیم روایت موجود تھی۔ غالب کے خطوط سے ایک تو اُردو میں خطوط نویسی کے فن کا آغاز ہوا جو آگے چل کر ایک الگ ادبی صنف کی شکل اختیار کر گیا اور دوسرا اُردو نثر میں ایک باقاعدہ، آسان اور سادہ ادبی نثر لکھنے کی ایک روایت قائم ہوئی اس مقام پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ غالب کے خطوط نہ ہوتے تو سرسید کی نثری تحریک نہ ہوتی۔ عہد سرسید میں نثر نگاری کو جو فروغ حاصل ہوا اور سادہ نثر لکھنے کی روایت پروان چڑھی تو اس کے پس پردہ خطوط غالب کی سادہ اور سلیس نثر کے اثرات موجود تھے۔

ڈاکٹر محمد علی صدیقی نے اس بات کا جائزہ ان الفاظ میں لیا ہے:

> ''غالب صرف ایک عہد کے خاتم ہی نہیں بلکہ وہ ایک نئے عہد کے نقیب بھی ہیں.......... سرسید تحریک کا سلسلہ لامحالہ طور پر غالب سے جا ملتا ہے اور شاید اسی لیے علی گڑھ تحریک کے دانشوروں نے غالب شناسی میں بنیادی کردار ادا کیا ہے'' (۱۳)۔

عہد سرسید میں جن نثری اصناف کو فروغ حاصل ہوا، ان میں تحقیق، تنقید، سوانح نگاری اور مضمون نگاری زیادہ اہم ہیں۔ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان سب کی بنیادیں خطوط غالب میں موجود ہیں۔ مثلاً ان خطوط میں سوانحی خاکوں، واقعاتی مرقعوں اور خودنوشت صحیفوں کو تخلیقی رنگ میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تحقیق وتنقید کے ابتدائی نقوش بھی انہی مکتوبات کی سطح پر ابھرے ہیں۔ غالب نے اپنے ان خطوط میں کئی مقامات پر فکر وفن کے باہمی

رشتوں، شعر کے لوازم، لفظ و معنی کے تعلق اور کلام کے حسن و قبح کی بحثیں چھیڑی ہیں۔ انتخابِ شعر کے ذریعے سخن شناسی اور نقدِ شعر کی راہیں دکھائی ہیں۔ علمِ عروض و قافیہ اور بیان و بدائع کے نکتے اجاگر کیے ہیں، لفظی تحقیق، معنی کی چھان بین اور مرکبات کی توضیح کے حوالے سے علمِ زبان کے کئی عقدے حل کیے ہیں۔ اس طرح یہ خطوط ایک سے زیادہ علوم کی عقدہ کشائی کا کام دیتے ہوئے اُردو زبان و ادب کو متاثر کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

غالبؔ سے قبل تاریخ نویسی عام تھی لیکن اس میں صرف واقعات کو زمانی تسلسل کے ساتھ مرتب کر دیا جاتا تھا۔ جبکہ غالبؔ نے اپنے خطوط میں جو تاریخ پیش کی ہے اس میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت موجود ہے۔ وہ اپنے زمانے کی عام سیاسی، معاشرتی، معاشی، اقتصادی اور ثقافتی زندگی کے بہت سے معاملات و مسائل کو جس وضاحت سے پیش کرتے ہیں ان سے انسان اور اس کی جذباتی زندگی کے ان گنت پہلوؤں کی تصویر کشی ممکن ہو جاتی ہے۔ یہ سلسلہ ان کے اپنے عہد تک محدود نہیں رہتا بلکہ ان کے زیر اثر آگے چلتا ہوا نظر آتا ہے۔

غالبؔ کی اُردو نثر نے اُردو کے غالبیاتی سرمائے کو بھی متاثر کیا۔ نثر کی اہم اصناف مثلاً ڈرامے، ناول وغیرہ میں غالب کو موضوع بحث بنایا گیا۔ خطوطِ غالب کی پیروڈیاں لکھی گئیں۔ مزاح نگاری میں ایک نیا اسلوب متعارف ہوا۔ اسی طرح ''خطوط نویسی'' ایک نئی صنفِ نثر کے طور پر متعارف ہوئی۔ خطوطِ غالب کی طرح بعد کے نامور لوگوں کے خطوط یکجا کر کے شائع کرنے کو رواج ملا۔ خطوط میں روایتی اندازِ بیاں کی نفی ہوئی۔ مراسلے کو مکالمہ بنا دینے کا رجحان متعارف ہوا۔ نثر میں عام فہم، سہل، سلیس اور شگفتہ لب و لہجے کی بنیاد پڑی۔ خطوط میں تکلفات، مصفیٰ و مسجع جملوں اور القاب و آداب وغیرہ کی حوصلہ شکنی ہوئی۔ یہ ساری باتیں نثرِ غالب کی رہینِ منت ہیں۔

سچی بات تو یہ ہے کہ خطوطِ غالب کے واضح نشانات سرسید احمد خاں سے لے کر مولانا حالی، مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، ڈاکٹر سید عبداللہ اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی تک، ہر سنجیدہ نثر نگار کے یہاں صاف نظر آتے ہیں۔ بلکہ یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ بعض ادیبوں کی پہچان کا مستند حوالہ بھی غالب اور غالبیات ہے۔ ڈاکٹر بجنوری کی نظر فکر و فلسفہ پر کتنی ہی گہری کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ ''محاسنِ کلامِ غالب'' نہ لکھ جاتے تو ادبی حلقوں میں ان کا نام بھی سننے میں نہ آتا۔ شیخ محمد اکرام نے ملی ثقافت اور اسلامی تاریخ پر جو کچھ لکھا وہ ایک اہم سرمایہ سہی لیکن جو شہرت و عزت انہیں ''غالب نامہ'' کی حیثیت سے ملی وہ اور کہیں سے نہیں۔ اسی طرح مولانا عرشی، قاضی عبدالودود، مالک

رام، ڈاکٹر مختار الدین احمد، مولانا غلام رسول مہر اور ڈاکٹر خلیق انجم کے علمی وادبی کارنامے اور بھی ہیں لیکن اُردو تحقیق وتنقید میں انہیں جو اعزاز و بلند مقام ملا ہے وہ غالب اور غالبیات پر گہری نظر رکھنے کا انعام ہے۔ پروفیسر حمید احمد خاں اور آفتاب احمد خان نے اگرچہ غالب پر کچھ زیادہ نہیں لکھا پھر بھی جو کچھ لکھا ہے اس کے باعث انہیں صاف بصیرت ناقدین میں شامل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر وحید قریشی ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر عبادت بریلوی، سید قدرت نقوی اور ڈاکٹر سید معین الرحمٰن کو غالبیاتی تحریروں کے باعث جو معتبر مقام ملا ہے وہ بلاشبہ اُردو ادب پر غالب کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح بعض شارحین مثلاً نظم طباطبائی، سلیم چشتی، نشتر جالندھری، عبدالباری آسی، بے خود دہلوی اور بعض مترجمین جن میں پرتو روہیلہ، لطیف الزماں خاں اور اسیر عابد جیسے نامور اہل قلم شامل ہیں، اپنے غالبیاتی سرمائے کی بدولت اُردو ادب میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ عبدالرحمٰن چغتائی اور صادقین کو حلقہء مصوری سے ہٹ کر ادبی حلقوں میں جو شہرت ملی ہے وہ غالب کی رہین منت ہے۔ ان مصوروں نے غالب کی عظمت کا احساس لوگوں کو دلایا ہے یا نہیں لیکن ان کی عظمت کا احساس غالب نے ضرور دلایا ہے۔

مختصر یہ کہ غالب کے اثرات اُردو زبان، اس کے ادب اور اس کے ادیبوں پر بڑے گہرے اور بڑے وسیع ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ غالب اکیلا فرد نہیں ایک مکمل تحریک ہے جس کے ذریعے سے اُردو زبان وادب کو ہر پہلو سے تقویت ملتی ہے۔

آخر میں ہم ''اشاریہ نما'' ایک جائزہ پیش کر رہے ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ اُردو ادب کے مختلف اہل قلم نے اپنی کتابوں کے نام غالب کی مخصوص تراکیب پر رکھے ہیں۔ یہ انداز بھی اُردو زبان وادب پر غالب کے اثرات کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ طوالت سے بچنے کے لئے اشعار کی بجائے غالب کے صرف وہی مصرعے درج کیے جا رہے ہیں جن میں تراکیب موجود ہیں۔ یہ جائزہ گفتہء غالب (دیوانِ غالب) (۱۴)۔ کی روشنی میں ترتیب دیا جا رہا ہے۔

۱۔ ''آشفتہ بیانی میری'' .... رشید احمد صدیقی

ع مگو آشفتہ بیانی میری

۲۔ ''اک شمع رہ گئی ہے'' .... عطیہ پروین

ع اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

۳۔ ''اگر اور جیتے رہتے'' .... عطیہ پروین

ع اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

۴۔ ''اور پھر بیاں اپنا'' .... اخلاق احمد دہلوی

عذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

۵۔ ''اندازِ بیاں اور'' .... راجہ مہدی علی خان

ع کہتے ہیں کہ غالبؔ کا ہے اندازِ بیاں اور

۶۔ ''بالِ جبریل'' .... ڈاکٹر محمد اقبال

ع تیری رفتارِ قلم جنبشِ بالِ جبریل

۷۔ ''آتشِ خاموش'' .... احسان دانش

ع آتشِ خاموش کی مانند گویا جل گیا

۸۔ ''بزم آرائیاں'' .... کرنل محمد خان

ع یاد تھیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں

۹۔ ''دیوار پتھر کی'' .... سید قاسم محمود

ع مری قسمت میں یارب کیا نہ تھی دیوار پتھر کی

۱۰۔ ''بوند لہو کی'' .... جوگندر پال

ع دل میں نظر آتی ہے اک بوند لہو کی

۱۱۔ ''بشر ہے کیا کہیے'' .... عابدؔ علی عابد

ع دیا ہے دل اگر اس کو بشر ہے کیا کہیے

۱۲۔ ''بوئے گل نالۂ دل'' .... مرزا عباس عابد

ع بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل

۱۳۔ ''بوئے گل نالۂ دل'' .... شیخ ایاز

ع بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل

۱۴۔ ''دستِ تہہ سنگ'' .... فیض احمد فیض

ع دستِ تہہ سنگ آمدہ پیمانِ وفا ہے

۱۵۔ ''دارورسن کی آزمائش'' .... مخمور جالندھری

ع جہاں ہم ہیں وہاں دارورسن کی آزمائش ہے

۱۶۔ ''دشتِ امکاں'' .... عزیز حامد مدنی

ع ہم نے دشتِ امکاں کو ایک نقشِ پا پایا

۱۷۔ ''دودِ چراغ'' .... رفیعہ سلطانہ

ع بوئے گل، نالہء دل، دودِ چراغ محفل

۱۸۔ ''دلِ ناداں'' .... کرشن موہن

ع دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے

۱۹۔ ''دنیا میرے آگے'' .... جمیل الدین عالی

ع بازیچہء اطفال ہے دنیا میرے آگے

۲۰۔ ''جلوہ گاہ'' .... حافظ مظہر الدین

ع لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

۲۱۔ ''تماشا مرے آگے'' .... جمیل الدین عالی

ع ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

۲۲۔ ''جوہر اندیشہ'' .... مشکور حسین یاد

ع عرض کیجیے جوہرِ اندیشہ کی گرمی کہاں

۲۳۔ ''چند تصویر بتاں'' .... جعفر منصور

ع چند تصویرِ بتاں، چند حسینوں کے خطوط

۲۴۔ ''حلقہ مری زنجیر کا'' .... شیخ ایاز

ع موئے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

۲۵۔ ''خاک ہو جائیں گے'' .... عطیہ پروین

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

۲۶۔ ''خانہء زنجیر'' .... ندیم جعفری

ع متاعِ خانہء زنجیر جز صدا معلوم

۲۷۔ "خمِ کاکل" .... سیف الدین سیف

ع تو اور آرائشِ خمِ کاکل

۲۸۔ "خونِ جگر ہونے تک" .... فضل کریم فضل

ع دل کا کیا رنگ کروں خونِ جگر ہونے تک

۲۹۔ "رگِ سنگ" .... انور سجاد

ع رگِ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا

۳۰۔ "زلف کے سر ہونے تک" .... ٹھاکر پونچھی

ع لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو

۳۱۔ "دیدہء یعقوب" .... عرش صدیقی

ع سفیدی دیدہء یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر

۳۲۔ "ثنائے خواجہ" .... حافظ لدھیانوی

ع غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم

۳۳۔ "سحر ہونے تک" .... ابن انشاء

ع شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

۳۴۔ "سخن ہائے گفتنی" .... کلیم الدین احمد

ع غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

۳۵۔ "سنگ وخشت" .... کنہیا لال کپور

ع دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں

۳۶۔ "سحر ہونے تک (ڈرامے)" .... ناصر ہاشمی

ع شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

۳۷۔ "سنگِ گراں اور" .... ڈاکٹر احسن فاروقی

ع ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور

۳۸۔ "شمع ہر رنگ میں جلتی ہے" .... مرزا عابد عباس

ع شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

۳۹۔ ''شمع ہر رنگ میں جلتی ہے'' .... ٹھاکر پونچھی

ع شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

۴۰۔ ''غالب نام آورم'' .... نادم سیتاپوری

ع غالب نام آورم، نام و نشانم مپرس

۴۱۔ ''غالب آشفتہ سر'' .... پروفیسر نذیر احمد

ع تم کو کہیں جو غالبِ آشفتہ سر ملے

۴۲۔ ''تماشائے اہلِ کرم'' .... مرزا ظفر الحسن

ع تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

۴۳۔ ''غالب کون ہے'' .... شریف الحسن

ع پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے

۴۴۔ ''غالبِ خستہ'' .... ریاض صدیقی

ع غالبِ خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

۴۵۔ ''غالب کون'' .... سلیم احمد

ع پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے

۴۶۔ ''فردوسِ گوش'' .... جوش ملیسانی

ع یہ جنتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے

۴۷۔ ''قطرے سے گہر ہونے تک'' .... صالحہ عابد حسین

ع دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

۴۸۔ ''قفس رنگ'' .... اکرم نگار

ع قمری کفِ خاکستر و بلبل قفس رنگ

۴۹۔ ''طرب گاہ رقیب'' .... کلیم عرفی

ع کوہ کن گرسنہ مزدور طرب گاہ رقیب

۵۰۔ ''کسی کے ہو گئے جب تم'' .... عطیہ پروین

ع کسی کے ہو گئے جب تم تو میرا امتحان کیوں ہو

۵۱۔ ''شہرِ آرزو'' .... باقر مہدی

ع اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو

۵۲۔ ''کہتے ہیں جس کو عشق'' .... نجمہ انوار الحق

ع کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

۵۳۔ ''کاغذی پیرہن'' .... خلیل الرحمٰن اعظمی

کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

۵۴۔ ''گنج ہائے گراں مایہ'' .... رشید احمد صدیقی

ع تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

۵۵۔ ''گویا دبستاں کھل گیا'' .... محمد علی ردولوی

ع میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا

۵۶۔ ''گلِ نغمہ'' .... عبدالعزیز خالد

ع نے گل نغمہ ہوں نہ پردہء ساز

۵۷۔ ''گلِ نغمہ'' .... فراق گورکھپوری

ع نے گل نغمہ ہوں نہ پردہء ساز

۵۸۔ ''گنجینہء گوہر'' .... شاہد احمد دہلوی

ع رکھیو یا رب درِ گنجینہء گوہر کھلا

۵۹۔ ''لذتِ سنگ'' .... سعادت حسن منٹو

ع لذتِ سنگ باندازہء تقریر نہیں

۶۰۔ ''محشرِ خیال'' .... سجاد انصاری

ع ہے آدمی بجائے خود اک محشر خیال

۶۱۔ ''ماتم بیک شہر آرزو'' .... عبدالعزیز خالد

ع اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو

۶۲۔ ''موت سے پہلے'' .... احمد علی

ع موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

۶۳۔ ''مجموعہء خیال'' .... منیر فاطمی

ع مجموعہء خیال ابھی فرد فرد تھا

۶۴۔ ''نقشِ فریادی'' .... فیض احمد فیض

ع نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا

۶۵۔ ''نمرود کی خدائی'' .... سعادت حسن منٹو

ع کیا وہ نمرود کی خدائی تھی

۶۶۔ ''ورقِ ناخواندہ'' .... عبدالعزیز خالدؔ

ع ہے ہراک فرد جہاں میں ورقِ ناخواندہ

۶۷۔ ''وطن سے دور'' .... مفتاح الدین ظفر

ع مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور

۶۸۔ ''ہزاروں خواہشیں'' .... عابد جعفری

ع ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے

۶۹۔ ''ہم ہیں مشتاق'' .... مشتاق قمر

ع ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار

۷۰۔ ''ہاتھ ہمارے قلم ہوئے'' .... راجندر سنگھ بیدیؔ

ع ہر چند اس میں ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

۷۱۔ ''بوئے گل نالہء دل دودِ چراغ محفل'' .... شورش کاشمیری

ع بوئے گل نالہء دل دودِ چراغ محفل

۷۲۔ ''ذکر اس پری وش کا'' .... شورش کاشمیری

ع ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا

۷۳۔ ''غالب کون ہے'' .... سید قدرت نقوی

ع پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے

۷۴۔ ''دودِ چراغ محفل'' .... سید حسام الدین راشدی

ع بوئے گل نالہء دل دودِ چراغ محفل

☆......☆O☆......☆

(ج) پاکستان میں غالب شناسی کا مستقبل

یہ ایک حیران کن حد تک خوش آیند بات ہے کہ پاکستان میں غالب شناسی کا مستقبل نہایت تابناک ہے۔ وجہ یہ ہے کہ پاکستانی ادب پر غالب کے اثرات اتنے گہرے اور وسیع ہیں کہ غالب کے بارے میں سوچنا اور غالب پر لکھنا ادیبوں کی ضرورت بن گیا ہے۔ جس طرح اُردو ادب کا عام قاری شعرِ غالب کی عدم تفہیم کے باوجود اس کے جمالیاتی سحر سے دامن نہیں بچا سکتا۔ اسی طرح اُردو ادب کا کوئی ادیب غالب کے فکر وفن کے جمالیاتی حسن سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ ابواب میں پاکستان میں غالب شناسی کے حوالے سے غالبیات میں جو نادر اضافہ ہوا ہے وہ ایک طرف تو پاکستانی ادب کا سرمایہء افتخار ہے اور دوسری طرف غالب شناسی کے روشن مستقبل کا پتا دیتا ہے۔

پاکستان میں غالبیات پر ہونے والے کام کی رفتار سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی پوری شدت اور تیزی کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ جوں جوں تفہیم غالب کا دائرہ پھیلتا جارہا ہے، غالب پر لکھنے کی ضرورتیں بڑھتی چلی جارہی ہیں۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فکرِ غالب میں ایسے عناصر موجود ہیں جو اس کو مستقبل میں زندہ رکھنے کا باعث ہوں؟ کیونکہ کسی شاعر کے ہاں جب تک عصری تقاضوں اور شعور پر پورا اُترنے کی صلاحیت موجود نہیں ہوتی، آئندہ کے لئے اس کی تفہیم کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے۔ اس سوال کے جواب میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ غالب کے ہم عصر سینکڑوں کی تعداد میں تھے اور بزعمِ خود غالب پر اپنی برتری کا احساس بھی رکھتے تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان سب کا فکری پھیلاؤ ان کے اپنے عہد تک محدود ہو کر رہ گیا اور صرف ایک غالب ہیں کہ ان کی وفات کو ڈیڑھ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے، لیکن اس کے باوجود، وہ لحہء موجود تک اہلِ نقد ونظر کا پسندیدہ موضوع رہے ہیں اور ان کی حیات اور فکر وفن کو موضوع بناتے ہوئے داخلی وخارجی دونوں پہلوؤں کی عمل کاری جاری ہے۔ کیا وہ لوگوں پر کوئی فرض عائد کر گئے تھے کہ ان کی وفات کے بعد بھی ان پر لکھتے رہنا ہے؟ یا لوگوں کا ان پر کوئی قرض تھا جسے آج تک قسط وار چکایا جارہا ہے۔ ہرگز نہیں، یہ غالب کے فنی وفکری اثرات کا نتیجہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد زبان وادب کا کوئی عہد غالب شناسی کی متاع سے خالی نہیں رہا اور یہ سفر آئندہ نسلوں تک بھی جاری رہے گا۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"غالب کی شاعری میں "آج" بلکہ "آئندہ" کا شعور کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا

تھا۔ یہ رویہ ان کے ہم عصروں میں ناپید تھا۔ شاید اسی لیے غالب کے اشعار
کے معانی پر ہر نسل اور ہر دور مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔
جیسے زمانہ خود کو غالب کے اشعار کے قالب میں ڈھال رہا ہو" (۱۵)۔

اگر ہم اپنے اس مقالے کے ابواب کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ غالب کی شعر گوئی کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک کوئی دن ایسا نہیں گزرا جب غالب کی تعریف و توصیف یا رد و مخالفت میں نہ لکھا گیا ہو۔ غالب کے خلاف لکھنے کی روایت تو اب قصہ ء پارینہ ہو چکی ہے البتہ فکر غالب کی مختلف جہتوں کی عقدہ کشائی کا عمل اب تک جاری ہے۔ ایک دس بارہ سالہ بچے (غالب) کے بارے میں میر جیسے کہنہ مشق اور پختہ کار شاعر کا اظہارِ خیال دراصل غالب میں موجود ان پوشیدہ صلاحیتوں کا اعتراف تھا جو آگے چل کر غالب کے فکر و فن میں نمودار ہوئیں اور جہانِ علم و ادب نے ان سے فیض حاصل کیا۔ غالب کچھ بڑے ہوئے تو حالی، شیفتہ اور مجروح نے انہیں قریب سے دیکھا۔ حالی نے پہلی بار غالب کی شاعری میں معنوی پہلوداری کا ایک جہاں آباد پایا۔ شیفتہ نے ان کے اشعار میں نزاکت معنی کا پتا لگایا اور مجروح نے بتایا کہ شعر غالب کو عقل کے معیارات پر پرکھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح اقبال نے کلامِ غالب کو "فکرِ کامل" کا نام دے کر اس میں تخیلِ رسا کو ڈھونڈ نکالا۔ بجنوری نے اس شاعری میں تین چیزوں، تشکیک کامل، مصوری اور موسیقی کو تلاشا۔ ڈاکٹر عبداللطیف نے لفظی صنعت گری کو اہمیت دیتے ہوئے فکر کے گہرے عناصر بے نقاب کیے۔ حسرت موہانی نے زندہ دلی، جدت اور آزادانہ فکر پر زور دیا۔ نیاز فتح پوری نے غالب کی شاعری میں "تفاعل و مسرت" کا فلسفہ تلاش کرتے ہوئے انہیں معنی آفرینی اور ندرت تعبیر جیسی صفات سے متصف پایا۔ امداد امام اثر نے غالب کی شاعری سے ان کے "ذہن" کو پڑھا اور نفسیاتی مطالعے کی راہیں کھولیں جبکہ شیخ اکرام نے ان کے فن سے شخصیت کو دریافت کرنے کا فریضہ سر انجام دیا اور یہ بتایا کہ کتاب فطرت کا مطالعہ جیسا غالب کا تھا اور کسی کو نصیب نہ ہوا۔ قاضی عبدالودود نے غالب کو باکمال اور شگفتہ مزاج قرار دیا۔ اثر لکھنوی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ غالب نے غزل کی روایت سے انحراف کیا اور یگانہ نے ان کے کلام میں ابہام کی خصوصیت کو منفی نظروں سے دیکھا۔ احتشام حسین نے فکرِ غالب کو سماجی پس منظر میں پرکھتے ہوئے فیصلہ صادر کیا کہ غالب نے شاعری سے فرسودگی کو ہمیشہ کے لیے مٹا دیا۔ آل احمد سرور نے "صحت مند تشکیک" پر زور دیتے ہوئے غالب کی شاعری کو قابلِ رشک گردانا۔ مجنوں گورکھپوری نے رمز و کنایہ، طنز، خودداری اور خود شناسی کو غالب کا جوہر قرار دیا۔ جبکہ

فراقؔ کے نزدیک غالبؔ کا تغزل اور تصوف کا تعلق عقل سے ہے اور اس کا ادراک اس کی روح ہے۔ نظمؔ، سہاؔ، بے خودؔ، باقرؔ اور آسیؔ جیسے شارحین نے شعر غالب کی عقدہ کشائی میں نیا پن پیدا کیا، ذاکر حسینؔ نے غالبؔ کے ہاں ''گہرا تفکر'' رواں دواں پایا۔ مولانا مہرؔ نے غالبؔ کے آہنگ پر زور دیا اور رشید احمد صدیقیؔ نے انہیں نئی داخلیت کی آواز قرار دیا۔ علیٰ ہذا القیاس اُردو ادب کا کوئی ادیب ایسا نہیں جس نے غالب شناسی کی روایت کو آگے نہ بڑھایا ہو۔ اس سارے اجمال کی تفصیل اس مقالے کے باب اوّل میں موجود ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ قابلِ قدر ہاتھوں سے ہوتی ہوئی یہ روایت اپنی مکمل آب وتاب کے ساتھ پاکستان کے حصے میں آئی، جسے ہمارے ادیبوں نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اس روایت میں نئی روح پھونک کر اسے آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کی۔ اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان میں غالب شناسی کا مستقبل بڑا روشن ہے۔

قیامِ پاکستان سے اب تک (۱۹۴۷ء تا ۲۰۱۲ء) پینسٹھ برس میں کوئی سال ایسا نہیں جب غالب پر کسی نہ کسی پہلو سے کوئی نہ کوئی کتاب منظر عام پر نہ آئی ہو۔ غالب کی ہر جہت پر لکھا گیا اور ہر قلم کار نے نئے اور اچھوتے انداز میں لکھا۔ اگرچہ اپنی طرف سے کوئی تشنگی باقی نہیں رہنے دی گئی لیکن موضوعات کا تنوع اب بھی ''ھل من مزید'' کا متقاضی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غالبیات کے کئی گوشے ابھی تک تشنۂ تحریر پڑے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں غالبؔ پر جو کچھ لکھا جاچکا ہے اس کا جائزہ گزشتہ ابواب میں موجود ہے لیکن ہم یہاں اس سارے مطالعے کے اعداد وشمار یہاں درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اس غالبیاتی سرمائے کے آئینے میں غالب شناسی کے مستقبل کا تعین آسانی سے کیا جاسکے۔ جزوی اور متفرق مضامین سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف کتابی حجم میں موجود مواد کی شمار بندی کی جارہی ہے۔ تفصیل اس طرح سے ہے۔

باب دوم: ترتیب وتدوین:

دیوانِ غالب (اُردو)	۵۵	اشاعتیں
قادر نامہ	۳	اشاعتیں
خطوط غالب (اُردو)	۱۳	اشاعتیں
دیوانِ غالب (فارسی)	۷	اشاعتیں
ابر گہر بار	۳	اشاعتیں
سبد چیں	۱	اشاعت

پنج آہنگ	۱	اشاعت
مہرِ نیم روز	۱	اشاعت
دستنبو	۲	اشاعتیں
درفشِ کاویانی	۱	اشاعت
متفرق (انتخاب وغیرہ)	۱۴	اشاعتیں

باب سوم: تحقیق و تنقید:

اُردو تحقیق	۹۸	کتب
دیگر زبانوں میں تحقیق	۱۰	کتب
جامعاتی مقالات (پی ایچ۔ ڈی، ایم۔ فل، ایم۔ اے)	۲۰	کتب
اُردو تنقید	۹۸	کتب
دیگر زبانوں میں تنقید	۷	کتب

باب چہارم: ترجمہ و تشریح:

منثور اُردو تراجم	۱۴	کتب
منظوم اُردو تراجم	۶	کتب
منثور انگریزی تراجم	۴	کتب
منظوم انگریزی تراجم	۸	کتب
علاقائی زبانوں کے تراجم	۷	کتب
اُردو شرحیں	۳۸	کتب
فارسی شرحیں	۶	کتب

باب پنجم: متفرقات:

ہم طرح	۱۰	کتب
تضمین	۲	کتب
پیروڈی	۲	کتب
مزاح	۴	کتب

ناول	۴	کتب
ڈرامے	۶	کتب
لطائف	۳	کتب
نصابی رہنمائی	۵	کتب
غالب شناسوں پر تحقیق	۵	کتب
ادبی جرائد (غالب نمبر)	۶۸	کتب

پانچ سو ساٹھ سے زائد یہ کتابیں پاکستانی ذخیرہ غالبیات کا نادر سرمایہ ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر کتابوں کے ایک سے زائد ایڈیشن بھی شائع ہوئے، بعض کتابیں پاکستان کے بعد بھارت سے بھی شائع ہوئیں اور بعض کتابوں کو پاکستان کے کئی اشاعتی اداروں نے شائع کیا۔ لیکن ہم نے ہر کتاب کو ایک شمار کرتے ہوئے متذکرہ بالا گوشوارہ ترتیب دیا ہے۔ اگر ہر کتاب کے اندرونی، بیرونی تمام اشاعتوں کی شمار بندی کی جاتی تو یہ غالبیاتی سرمایہ دو ہزار کتب سے متجاوز ہو جاتا۔

پاکستان میں ادب کے جتنے موضوعات پر لکھا ہے ان سب میں غالب، غالب ہے اور شاید اقبال پر بھی اتنا کچھ نہیں لکھا گیا۔ ڈاکٹر گیان چند کی بھی یہی رائے ہے:

> ''اُردو میں غالب پر جتنا زیادہ لکھا گیا ہے اتنا باستثنائے اقبال کسی اور ادیب پر نہیں لکھا گیا، لیکن غالب پر جس پائے کے ادیبوں نے لکھا ہے اور جس قسم کی تاریخ ساز کتابیں لکھی ہیں، وہ اقبال کا بہرہ نہیں'' (۱۶)۔

پاکستانی مصنفین نے غالب کو ہر پہلو سے دیکھا اور ہر انداز سے سراہا۔ اس سے غالب شناسی کی ایک توانا اور معتبر روایت قائم ہوئی۔ جس کے ذریعے غالب شناسی کو جدید پیرائیہ اظہار اور تازہ اسلوب کاری کا جوہر حاصل ہوا اور غالب کو سمجھنے کے نئے دریچے کھلنے لگے۔

مولانا مہر کی ''غالب''، شیخ اکرام کی ''حکیم فرزانہ''، خلیفہ عبدالحکیم کی ''افکار غالب'' اور ڈاکٹر شوکت سبزواری کی ''غالب۔ فکر و فن''، تحقیق و تنقید کی ابتدائی کڑیاں ہیں۔ اس کے بعد پاکستان میں تواتر سے غالب شناسی پر کام ہوا۔ داخلی حوالے سے بھی اور خارجی تناظر میں بھی، اس سارے کام میں غالب کی سوچ اور فکر کے نئے دھارے تلاش کیے گئے۔ ان کے اشعار کی معنی آفرینی کے بے شمار پہلو اجاگر ہوئے اور غالب کی زندگی کے ہر ایک پل کو تنقیدی اور تحقیقی نقطہ نظر سے جانچا گیا۔ غالب کی شخصیت کا نفسیاتی مطالعہ بھی کیا گیا اور ان کے تخلیقی محرکات کے عقب میں جھانکنے کی کوشش بھی کی گئی۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نے انہیں ''آشفتہ نوا'' کہا اور پروفیسر نذیر احمد نے انہیں ''آشفتہ سر'' کا لقب دیا۔ ڈاکٹر انیس ناگی نے انہیں شاعر سے زیادہ اداکار قرار دیتے ہوئے انہیں ''غالب پریشاں'' گردانا۔ جیلانی کامران نے ان کی تہذیبی شخصیت کو کھنگالا۔ سلیم احمد نے ''غالب کون'' کا نعرہ بلند کیا۔ شریف الحسن اور قدرت نقوی نے استفسار کیا کہ ''غالب کون ہے؟'' ڈاکٹر سلیم اختر نے انہیں ''شعور اور لاشعور کا شاعر'' کہہ کر ان کے آتش زیرپا ہونے کا نفسیاتی پہلو ڈھونڈ نکالا۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ''تمنا کا دوسرا قدم'' قرار دیتے ہوئے انہیں ''شاعرِ امروز و فردا'' کہا۔ سجاد مرزا نے انہیں ''نکتہ بیں'' اور رشید احمد صدیقی نے انہیں ''نکتہ داں'' کہا۔ مشکور حسین یاد نے ان کی ''طبع نکتہ جو'' کے پیش نظر ان کے ''ذوقِ الٰہیات'' کو ابھارا۔

نثار احمد فاروقی نے ان کی آپ بیتی رقم کی۔ کالی داس گپتا رضا نے ان کے ''درونِ خانہ'' جھانکنے کی کوشش کی اور ڈاکٹر خلیق انجم نے ''سفرِ کلکتہ'' میں ان کا پیچھا کیا۔ الغرض کسی نے ان کے نوادر کو تلاش کیا اور کسی نے ان کے فکر و آہنگ سے متعلق بحث کی۔ کسی نے ان کے کلام میں الحاقی عناصر تلاش کیے اور کسی نے غالب کے ہاں سات رنگ دیکھے۔ یہ سارا سلسلہ اپنے پورے جوش و جذبے کے ساتھ رواں دواں ہے۔ ہر آئے دن کوئی نہ کوئی نئی کتاب منظر عام پر آ جاتی ہے اور ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری ہے۔ دیوانِ غالب کی شرحیں لکھی جا رہی ہیں اور کہیں تصانیفِ غالب کے تراجم ہو رہے ہیں، کہیں کوئی اشاعتی ادارہ ان کے نام پر کھلا ہوا ہے اور کہیں اخبارات و رسائل ان کا کوئی نمبر نکال رہے ہیں۔ نجی سطح پر الگ تحقیق کا کام جاری ہے اور جامعاتی سطح پر الگ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غالب ایک فرد نہیں ایک پوری تحریک ہے۔ اُردو ادب کا ایک عہد نہیں عہد ساز ہے۔ اس مقام پر ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے دیکھیے:

> ''غالب کی شخصیت یک پہلو نہیں ہشت پہلو ہے، ان کا فن یک رنگ نہیں صد رنگ ہے، اُردو نظم و نثر میں ان کی اولیات ایک دو نہیں سینکڑوں ہیں، ان کی ادبیت یک شیوہ نہیں ہزار شیوہ ہے، ہمارے شعر و ادب پر ان کے احسانات دو چار نہیں بے شمار ہیں، ان کی ذات یک صفت نہیں جامع الصفات ہے''(۱۷)۔

پاکستان میں غالب پر جتنا کام ہو چکا ہے وہ معیار اور مقدار دونوں کے اعتبار سے قابلِ رشک ہے اور غالب شناسی کے روشن مستقبل کا نقیب ہے۔ نئے امکانات سامنے آتے

جا رہے ہیں اور نیا اندازِ فکر متعارف ہو رہا ہے۔ غالب شناسی کے نئے پہلو جنم لے رہے ہیں اور نئے ''غالب شناس'' پیدا ہو رہے ہیں جو فکرِ غالب کو نئے زاویوں سے سمجھنے کا عزم رکھتے ہیں۔ نئی نسل میں ''غالب شناسی'' کا ذوق پروان چڑھ رہا ہے اور ''غالب شناسی'' اہل قلم کی ضرورت بنتی جا رہی ہے۔ غالبیات کے ذخیرے جمع کرنے کا ذوق پیدا ہو رہا ہے اور مخطوطات کی تلاش کا کام جاری ہے۔ جامعات میں کچھ موضوعات پر کام ہو رہا ہے اور کچھ پر ہونا ابھی باقی ہے۔ غالب کے نام پر ادارے قائم ہو رہے ہیں اور غالب سیمینار منعقد کیے جا رہے ہیں۔ غالب کے اشعار کو مصورانہ فن پاروں کی شکل میں پیش کرنے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے اور غالب ڈائریاں اور ڈاک ٹکٹ جاری کیے جا رہے ہیں۔ غالب پر ڈرامے اور فلمیں بن رہی ہیں اور غالب پر ناول لکھے جا رہے ہیں۔ تضمین اور پیروڈیاں ہو رہی ہیں اور غالب کی زمینوں میں طبع آزمائیوں کا کام جاری ہے۔ غالب کے اعتراف میں غالب کے ساتھ ساتھ ''غالب شناسوں'' پر بھی تحقیقی کام ہو رہا ہے اور آئندہ کے لیے بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

ابھی تو تصانیفِ غالب کے تراجم ہونے ہیں اور علاقائی زبانوں میں فکرِ غالب کو عام کرنے کا عمل ابھی باقی ہے۔ ابھی تو حیاتِ غالب کے گم شدہ گوشے بے نقاب ہونے ہیں اور یہ چیلنج پاکستانی ادیبوں کو قبول کرنا ہے۔ غالب کے جس پہلو پر نگاہ پڑتی ہے ایک تشنگی سی محسوس ہوتی ہے۔ غالب کی نگارشات پاکستان کی نصابی کتب میں شامل ہیں جن سے نئی نسل میں ''غالب شناسی'' کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اس بنیاد پر یہ کہنا بے جا نہیں کہ اتنا کچھ لکھے جانے کے باوجود پاکستان میں غالب شناسی کے لیے اب بھی وسیع میدان موجود ہے اور یہ سلسلہ آئندہ کے لیے ہمیشہ جاری وساری رہے گا کیونکہ غالب آج کا نہیں بلکہ آئندہ کا شاعر ہے۔ بقول نیاز فتح پوری:

> ''غالب کی شاعری ماضی کی داستان نہ تھی بلکہ مستقبل کا نفسیاتی رجحان تھی جو اول اول نامانوس سی چیز معلوم ہوتی تھی۔ لیکن بعد کو وہی زمانے کی انتہائی تمنا قرار پائی۔ غالب چونکہ فطرتاً بڑا خود آگاہ شاعر تھا اس لیے خود بھی ان پوشیدہ حقیقتوں اور اپنے اندر چھپے امکانات سے واقف تھا'' (۱۸)۔

☆......O☆O......☆

(د) چند تجاویز

پاکستان میں غالب شناسی کا سفر جاری ہے۔ جوں جوں نئے امکانات سامنے آتے جا رہے ہیں، فکر و نظر کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور غالب پر لکھنے کی ضرورت بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض اہلِ قلم معیارات کے تعین میں ذاتی پسند ناپسند کا شکار ہو جاتے ہیں اور مطلوبہ مقاصد کا حصول ممکن نہیں رہتا۔ یہ درست نہیں کہ غالب کے فکر و فن سے پہلوتہی کرتے ہوئے محض ذاتی اغراض کے بل بوتے پر غالب کو آلہ کار بنایا جائے اور غالبیاتی ذخیرے میں صحت مند اور موثر اضافہ کیے بغیر محض خانہ پری کی جائے۔ بہت سارے اہلِ قلم محض انگلی کٹا کر شہیدوں میں شامل ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ غیر ضروری اور غیر معیاری بحث کی گرد میں اصل حقائق گم ہو جاتے ہیں۔

غالبؔ اب صرف مرزا اسداللہ خان غالبؔ نہیں رہے بلکہ دنیائے علم و ادب میں بین الاقوامی سطح کے شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ شیکسپیئر، ورڈز ورتھ، کیٹس اور شیلے کے ہم پلہ ہونے کے ناطے دنیا کی کم و بیش تمام ترقی یافتہ زبانوں میں غالبؔ پر لکھا جا چکا ہے اور ان زبانوں میں آئندہ کے امکانات بھی روشن ہیں۔ چنانچہ پاکستانی ادیبوں کا فرض بنتا ہے کہ غالبؔ پر سطحی نوعیت کی بجائے فکری سطح کا کام کیا جائے تاکہ بین الاقوامی معیارات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اُردو زبان کی قدر و قیمت میں بیش بہا اضافہ کیا جا سکے۔

اُردو اس وقت پاکستان کی قومی زبان ہے اور غالب اُردو کے بلند پایہ شاعر ہیں۔ لہٰذا حکومت جہاں اُردو کے تحفظ اور اس کی اشاعت و فروغ میں اہم اصلاحات نافذ کرتی ہے وہاں غالبؔ جیسے عظیم شاعر و نثر نگار کے فکر و فن کی اشاعت و ترویج میں بھی مثالی کردار ادا کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قومی زبان کے صرف ایک شاعر پر جب اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے اور مزید امکانات بھی

موجود ہیں تو یہ ذمہ داری کسی فرد یا گروہ سے آگے نکل کر حکومتی امور میں داخل ہو جاتی ہے۔ غالبؔ ہمارے قومی شاعر نہ سہی، قومی زبان کے شاعر ضرور ہیں۔ اگر ہندوستان، بنگلہ دیش، ایران، سوویت یونین اور یورپ و امریکہ کے کئی ممالک میں غالب شناسی کی روایت پروان چڑھ سکتی ہے تو پاکستان میں اس کے فروغ میں رکاوٹیں کیوں حائل ہو رہی ہیں؟

پاکستان میں غالبؔ کی اہمیت و ضرورت سے انکار ممکن نہیں۔ جس طرح اُردو زبان کو اس عظیم شاعر پر فخر ہے، اس طرح پاکستان کو بھی غالب کی عظمت پر فخر ہونا چاہیے۔ میں اپنے اس مقالے کے آخر میں غالب شناسی کی روایت کو مستحکم کرنے اور اسے فروغ دینے کے لیے چند تجاویز درج کر رہا ہوں۔ اگر انہیں عملی جامہ پہنایا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ غالبؔ کی عظمت کا اعتراف اپنی جگہ، اس سے قومی زبان کی عظمت اور قومی تشخص کی سربلندی کا خواب شرمندہ تعبیر ہو جائے گا۔ اس وقت حکومت کے سامنے میری چند اہم تجاویز یہ ہیں:

☆...... حکومتی سطح پر غالبیات کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائے اس کے زیر اثر پاکستان کی ہر یونیورسٹی میں "غالب چیئر" قائم ہو۔

☆...... غالب میوزیم قائم کیا جائے، جس میں نوادراتِ غالب کی جمع آوری کے ساتھ ساتھ غالب لائبریری بھی قائم ہو۔

☆...... غالب کے فارسی کلام و نثر کے اُردو تراجم کو جامعاتی سطح پر از سرِ نو ترتیب دیا جائے۔

☆...... غالب کی نظم و نثر پر مشتمل تمام اُردو، فارسی تصانیف کو جدید اور سائنٹفک بنیادوں پر از سرِ نو مرتب و مدون کیا جائے۔

☆...... غالب کے معاصرین، متعلقین اور تلامذہ کی توضیحی فہرستیں مرتب کی جائیں۔

☆...... عالمی سطح پر ہونے والے غالبیاتی کام کو پاکستان میں متعارف کرایا جائے۔

☆...... تصانیفِ غالب کے علاقائی زبانوں میں تراجم کیے جائیں۔

☆...... جو کتابیں اولین اشاعتوں کے بعد دوبارہ شائع نہیں کی جا سکیں انہیں از سرِ نو مرتب کر کے شائع کیا جائے۔

☆...... ہندوستان میں شائع ہونے والی بعض اہم کتب کو پاکستان میں شائع کیا جائے۔

☆...... انٹرنیٹ پر غالب ویب سائیٹ تیار کی جائے۔

☆...... غالب کے کلام، فن، شخصیت، سوانح اور دیگر موضوعات پر موجودہ تمام کتب کو انٹرنیٹ پر دینے کا اہتمام کیا جائے۔

☆...... مضامین و مقالات کا اشاریہ تیار کرایا جائے۔

☆...... غالب دوستوں کے لیے غالب پر کمپیوٹرائز مواد کی فراہمی کو آسان بنایا جائے۔

☆...... غالب کے حوالے سے اہم دنوں کی مناسبت کے مطابق قومی سطح کے پروگرام منعقد کرائے جائیں۔

☆...... غالب پر بنائی گئی تمام فلموں اور ڈراموں کو یکجا کیا جائے۔

☆...... غالب کی نمائندہ غزلوں کی نئے انداز میں دھنیں تیار کر کے نئے گلوکاروں کے ذریعے ریکارڈنگ کرائی جائے۔

☆...... ''غالب ادبی ایوارڈ'' قائم کیا جائے۔

☆...... غالب کے نام پر ایک اہم، مبسوط اور معیاری، ماہنامہ جریدے کا اجراء کیا جائے۔

☆...... غالب پر لکھی گئی کتب کی اشاعت کو حکومتی سطح پر یقینی بنایا جائے۔

☆......O☆O......☆

حوالہ جات وحواشی

(۱) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب۔ (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء) ص ۳۶۹

(۲) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ تعبیراتِ غالب۔ (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۲ء) ص ۱۸۲

(۳) سلیم اختر، ڈاکٹر۔ مرتب: غالب شناسی اور نیاز و نگار۔ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء) ص ۱۴

(۴) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب کا فن۔ (لاہور: ادارہ ادب وتنقید، ۱۹۶۸ء) ص ۲۵۳

(۵) وحید قریشی، ڈاکٹر۔ ''تفہیم غالب اکیسویں صدی میں'' (مشمولہ: ماہِ نو، لاہور، جلد نمبر ۵۱، شمارہ نمبر ۳، مارچ ۱۹۹۸ء) ص ۶

(۶) فخر الحق نوری، ڈاکٹر محمد۔ توضیحات۔ (لاہور: کلیہ علوم اسلامیہ وشرقیہ، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۰ء) ص ۹۸

(۷) بحوالہ: اقبال، ڈاکٹر محمد۔ بانگِ درا۔ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء) ص ۱۷

(۸) شمس الرحمٰن فاروقی۔ غالب کے چند پہلو۔ (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۱ء) ص ۱۳

(۹) وزیر آغا، ڈاکٹر۔ غالب کا ذوقِ تماشا۔ (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۷ء) ص ۴۷

(۱۰) عبادت بریلوی، ڈاکٹر۔ غالب کا فن۔ ص ۸۴۔۱۸۳

(۱۱) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ تعبیراتِ غالب۔ ص ۶۹۔۱۶۸

(۱۲) وقار عظیم، پروفیسر سید۔ وقارِ غالب۔ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرتب: (لاہور: گورا پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء) ص ۵۵۔۱۵۴

(۱۳) محمد علی صدیقی، ڈاکٹر۔ غالب اور آج کا شعور۔ (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۲ء) ص ۲۱

(۱۴) بحوالہ: حمید اللہ شاہ ہاشمی۔ گنجینۂ غالب (دیوانِ غالب)۔ (لاہور: شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ۲۰۰۳ء)

(۱۵) محمد علی صدیقی، ڈاکٹر۔ غالب اور آج کا شعور۔ ص ۱۳۶

(۱۶) گیان چند، ڈاکٹر۔ رموزِ غالب، ص ۳۸۱

(۱۷) فرمان فتح پوری، ڈاکٹر۔ ''غالب کا اثر ہمارے ادب اور ادیبوں پر''۔ مشمولہ: ماہِ نو، (لاہور: جلد نمبر ۵۱، شمارہ نمبر ۳، مارچ ۱۹۹۸ء) ص ۱۳۹

(۱۸) نیاز فتح پوری۔ غالب، فن اور شخصیت۔ (کراچی: اُردو اکیڈمی، سندھ، ۱۹۸۷ء) ص ۴۸

مآخذ و مصادر

(الف) تصانیفِ غالب

(i) اُردو نظم

انتخابِ دیوان احمد جاوید، مرتب: (اسلام آباد: الحمرا پبلشنگ، ۲۰۰۰ء)

انتخابِ غالب سید اختر عباس، مرتب: (لاہور: غالب بک ڈپو، ۱۹۵۲ء)

ایضاً مشرف انصاری، مرتب: (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء)

دیوانِ غالب حامد علی خاں، مرتب: (لاہور: الفیصل، ۱۹۹۵ء)

ایضاً ایضاً (لاہور: مجلس یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

ایضاً حسن اختر، ملک، مرتب: (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۰ء)

ایضاً ایضاً (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۷۵ء)

ایضاً حنیف رامے، مرتب: (لاہور: نیا ادارہ، ۱۹۶۵ء)

ایضاً رخسانہ نگہت، مرتب: (لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۷۹ء)

دیوانِ غالب اُردو زاہرہ نثار، مرتب: (لاہور: ادارہ تالیفات و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء)

دیوانِ غالب شفیع قریشی، محمد، مرتب: (لاہور: تخلیقات، سن ندارد)

ایضاً قیوم نظامی، مرتب: (لاہور: دار الادب، ۱۹۶۷ء)

ایضاً مالک رام، مرتب: (لاہور: نسیم بک ڈپو، ۱۹۷۸ء)

ایضاً مختار احمد کھٹانہ، مرتب: (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۳ء)

ایضاً مہر، مولانا غلام رسول، مرتب: (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء)

دیوانِ غالب (جرمن ایڈیشن) ڈاکٹر معین الرحمٰن، مرتب: (لاہور: کلاسک، ۲۰۰۱ء)

دیوانِ غالب کامل کالی داس گپتا رضا، مرتب: (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۰ء)

دیوانِ غالب مکمل (آثار نسخہ) (لاہور: مکتبہ آثار، ۱۹۷۷ء)

دیوانِ غالب (نسخۂ حمیدیہ) پروفیسر حمید احمد خان، مرتب: (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء)

دیوانِ غالب (نسخۂ خواجہ) ڈاکٹر معین الرحمٰن، مرتب؛ (لاہور: مکتبہ اعجاز، ۱۹۹۸ء)

دیوانِ غالب (نسخۂ شیرانی) ڈاکٹر وحید قریشی، مرتب؛ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء)

دیوانِ غالب (نسخۂ طاہر) گوہر نوشاہی، مرتب؛ (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء)

دیوانِ غالب (نسخۂ عرشی) امتیاز علی عرشی، مرتب؛ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۲ء)

دیوانِ غالب (لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۶۳ء)

ایضاً (کراچی: اُردو اکیڈمی، سندھ، ۱۹۶۱ء)

دیوانِ غالب (لاہور: ارسلان پبلشرز، ۲۰۰۰ء)

ایضاً (لاہور: اسلامیہ پریس، سن ندارد)

ایضاً (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء)

ایضاً (کراچی: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۴۸ء)

ایضاً (لاہور: خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۱ء)

ایضاً (لاہور: علم و عرفان پبلشرز، سن ندارد)

ایضاً (کراچی: فضلی سنز، ۱۹۹۷ء)

ایضاً (لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء)

ایضاً (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۸۹ء)

ایضاً (لاہور: گوشۂ ادب، سن ندارد)

ایضاً (لاہور: ماورا پبلشرز، سن ندارد)

ایضاً (لاہور: مدینہ پبلشنگ کمپنی، سن ندارد)

ایضاً (لاہور: مقبول اکیڈمی، سن ندارد)

ایضاً (لاہور: مکتبہ جمال، ۲۰۰۳ء)

ایضاً (لاہور: مکتبہ علم و فن، ۱۹۸۳ء)

ایضاً (لاہور: مکتبہ فیاض، ۱۹۹۳ء)

ایضاً (راولپنڈی: نواب سنز پبلی کیشنز، سن ندارد)

سرودِ غالب یوسف بخاری دہلوی، مرتب؛ (لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۶۸ء)

غالب، حالات و انتخاب (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۶۸ء)

غالب کا منسوخ دیوان مسلم ضیائی، مرتب؛ (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

قادر نامہ تحسین سروری، مرتب؛ (کراچی: مکتبہ نیاز، س۔ن، ۱۹۵۹ء)

ایضاً ڈاکٹر محمد باقر، مرتب؛ (لاہور: مجلس یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

ایضاً ڈاکٹر محمود الرحمٰن، مرتب؛ (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۳ء)

کلامِ غالب (نسخۂ قدوائی) جلیل قدوائی، مرتب؛ (کراچی: ادارہ نگارش و مطبوعات، ۱۹۶۰ء)

کلیاتِ غالب (اُردو) اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی، مرتب؛ (لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۶۳ء)

کلیاتِ غالب (راولپنڈی: رابعہ بک ہاؤس، سن ندارد)

نو دریافت بیاضِ غالب بخطِ غالب نثار احمد فاروقی، مرتب؛ (لاہور: ادارۂ فروغِ اُردو، ۱۹۸۲ء)

(ii) اُردو نثر:

اُردوئے معلّٰی جلد دوم، فاضل لکھنوی، سید مرتضیٰ حسین، مرتب؛ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۹ء)

ایضاً جلد سوم، ایضاً (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۷۰ء)

افاداتِ غالب وزیر الحسن عابدی، مرتب؛ (لاہور: مجلسِ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

انتخابِ خطوطِ غالب ایوب صابر، مرتب؛ (لاہور: ملٹی بکس، ۱۹۹۳ء)

ایضاً عبادت بریلوی، مشرف انصاری، مرتبین (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۷ء)

انشائے غالب رشید حسن خان، مرتب؛ (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۱ء)

خطوطِ غالب۔ جلد اوّل و دوم، خلیق انجم، مرتب؛ (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۹ء)

ایضاً۔ جلد سوم ایضاً (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۰ء)

ایضاً۔ جلد چہارم ایضاً (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۵ء)

ایضاً۔ جلد پنجم ایضاً (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۰ء)

خطوطِ غالب اُردوئے معلّٰی۔ (لاہور: لاہور اکیڈمی، ۱۹۶۳ء)

خطوطِ غالب۔ جلد اوّل مہر، مولانا غلام رسول، مرتب؛ (لاہور: کتاب منزل، ۱۹۵۱ء)

ایضاً۔ جلد دوم ایضاً (لاہور: کتاب منزل، ۱۹۵۲ء)

رہنمائے طالب، خلاصہ مکاتیبِ غالب۔ ریاض احمد، مرتب؛ (لاہور: ایم فرمان علی، سن ندارد)

عودِ ہندی فاضل لکھنوی، مرتضیٰ حسین، مرتب؛ (لاہور: مجلسِ یادگارِ غالب، ۱۹۶۷ء)

عودِ ہندی — فاضل لکھنوی، مرتضیٰ حسین، مرتب؛ (لاہور: مطبع کریمی، سن ندارد)

لطائفِ غیبی — ڈاکٹر معین الرحمٰن، مرتب؛ (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)

مجموعہ نثر غالب اُردو — خلیل الرحمٰن داؤدی، مرتب؛ (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)

نادراتِ غالب — آفاق حسین آفاق، مرتب؛ (کراچی: ادارہ نادرات، ۱۹۴۹ء)

نگارشاتِ غالب — عبدالرزاق جمالی، مرتب؛ (لاہور: تاج بک ڈپو، ۱۹۵۲ء)

(iii) فارسی نظم:

حافظ و غالب — نبی احمد باجوہ، مرتب؛ (لاہور: آکسفورڈ اینڈ کیمبرج پریس، ۱۹۷۴ء)

سبدِ چیں — وزیر الحسن عابدی، مرتب؛ (لاہور: مجلس یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

غزلیاتِ فارسی — ایضاً (لاہور: مجلس یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

قصائد و مثنویاتِ فارسی؛ مہر، مولانا غلام رسول، مرتب؛ (لاہور: مجلس یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

قطعات، رباعیات، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس۔ مہر، مولانا غلام رسول، مرتب؛
(لاہور: مجلسِ یادگارِ غالب، ۱۹۶۷ء)

کلیاتِ غالب (تین جلدیں) فاضل لکھنوی، سید مرتضیٰ حسین، مرتب؛
(لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء)

کلیاتِ غالب (فارسی) مہر، مولانا غلام رسول، مرتب؛ (لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۶۵ء)

کلیاتِ غالب — وزیر الحسن عابدی، مرتب؛ (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۹ء)

مثنوی ابرِ گہربار — اصغر علی شیخ، مرتب؛ (لاہور: اورینٹل کالج میگزین، مئی ۱۹۵۸ء)

ایضاً — فاضل لکھنوی، مرتضیٰ حسین، مرتب؛ (سال و مقام اشاعت ندارد)

(iv) فارسی نثر:

پنج آہنگ — وزیر الحسن عابدی، مرتب؛ (لاہور: مجلسِ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

درفشِ کاویانی — پروفیسر محمد باقر، مرتب؛ (لاہور: مجلسِ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

دستنبو — عبدالشکور احسن، مرتب؛ (لاہور: مجلس یادگارِ غالب ۱۹۶۹ء)

مہرِ نیم روز — ایضاً۔ (لاہور: مجلس یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

(۷) متفرق:

ارمغانِ غالب	شیخ محمد اکرام، مرتب:	(لاہور: فیروز سنز، ۱۹۵۷ء)
باغِ دو در		(لاہور: اظہار سنز، ۱۹۶۶ء)
ایضاً۔	وزیر الحسن عابدی، مرتب:	(لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۸ء)
سبد باغِ دو در	امتیاز علی عرشی، مرتب:	(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)
گلِ رعنا	قدرت نقوی، مرتب:	(کراچی: انجمن اُردو، ۱۹۷۵ء)
ایضاً۔	وزیر الحسن عابدی، مرتب:	(لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب، ۱۹۶۹ء)
مآثرِ غالب	قاضی عبدالودود، مرتب:	(کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء)
ہنگامۂ دلِ آشوب	قدرت نقوی، مرتب:	(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۶۹ء)

☆......☆☆☆......☆

(ب) تراجم

(i) اُردو تراجم:

پرتو روہیلہ — آہنگ پنجم — (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۲۰۰۳ء)

ایضاً۔ — باغِ دودر میں شامل غالب کے فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ (اسلام آباد: ادارۂ یادگارِ غالب، ۲۰۰۵ء)

ایضاً۔ — متفرقاتِ غالب — (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۲۰۰۵ء)

ایضاً۔ — نامہ ہائے فارسی غالب — (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۹۹ء)

ایضاً۔ — کلیاتِ مکتوباتِ فارسی غالب — (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۸ء)

خالد حمید، ڈاکٹر — غزلیاتِ فارسی غالب — (اسلام آباد: بزمِ علم و فن پاکستان، ۲۰۰۰ء)

رفیق خاور — ابرِ گہربار — (کراچی: رائٹرز بیورو، ۱۹۶۹ء)

صابر آفاقی، ڈاکٹر — نقش ہائے رنگا رنگ — (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۳ء)

صبا اکبر آبادی — ہم کلام — (کراچی: بختیار اکیڈمی، ۱۹۸۶ء)

عدنی، افتخار احمد — غالب کی فارسی غزلوں سے انتخاب ترجموں کے ساتھ (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان ۱۹۹۹ء)

ایضاً۔ — غالب نقش ہائے رنگ رنگ (لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، ۲۰۰۵ء)

عابدی، سید وزیر الحسن — باغِ دودر — (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۸ء)

عمر مہاجر، محمد — پنج آہنگ (آہنگ پنجم) — (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

فاضل، پروفیسر سید عبدالرشید — مہرِ نیم روز — (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)

لطیف الزماں خان — مکتوباتِ غالب — (کراچی: دانیال، ۱۹۹۵ء)

ایضاً — مہرِ نیم روز — (ملتان: ملتان آرٹس فورم، ۲۰۰۳ء)

مخمور سعیدی — دستنبو — (کراچی: غالب اکیڈمی، ۱۹۶۹ء)

معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید غالب اور انقلاب ستاون (لاہور: الفیصل، ۱۹۸۹ء)

نبی احمد باجوہ، چوہدری شش جہات غالب _(لاہور: آل پاکستان ایجوکیشن کانگرس، ۱۹۷۲ء)

(i) انگریزی تراجم:

Abdullah Anwar Beg - The Life and Odes of Ghalib (Lahore: Urdu Academy)

Abeeda Syed-Ghalib's Philaosphy of Beauty (Lahore: Multi Media Affairs, 2003)

Daud Kamal- Ghalib Reverberations (Karachi: Golden Block Works Ltd.-1970)

K.C. Kanda- Mirza Ghalib(Selected Lyrics and Letters) (Karachi:Paramount Books-2004)

مطلوب الحسن سید۔ منتخب کلام غالب (منظوم انگریزی ترجمہ) (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)

Rabmatullah.S.-Hundred Gems From Ghalib (Karachi:National Book Foundation,1980)

Ralph Russell-Selections from the Persion Ghazals of Ghalib with Translation (Karachi:Anjuman Taraqqi-e-Urdu Pakistan, 1999)

Riaz Ahmed- Ghalib Interpretations (Lahore:Feroz Sons(Pvt.) Ltd.-1996)

Sarfaraz Khan Niazi-Love Sonnets of Ghalib (Karachi:Feroz Sons (Pvt.)Ltd.-2002)

Sufia Sadullah- Hundred Verses of Mirza Ghalib (Karachi:Time Press-1975)

Tariq Mahmood, Khawaja- Ghalib (Islamabad: Bazm-i-Ilam-o-Fan-1997)

(iii) علاقائی زبانوں کے تراجم:

اسیر عابد	دیوانِ غالب (پنجابی)	(لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۸۷ء)
دلشاد کلانچوی	غالب دیاں غزلیاں (سرائیکی)	(لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۹ء)
شاہد، ڈاکٹر محمد افضل	چو بھ سوئی دی (پنجابی)	(شیخوپورہ: راوی کتاب گھر، ۲۰۰۵ء)

(iv) غیر مطبوعہ تراجم:

استاد دامن	کلامِ غالب	(منظوم پنجابی ترجمہ)
مینوش، شیر محمد خان	دغالب کلام	(منظوم پشتو ترجمہ)
واصب، منظور احمد گوجروی	دیوانِ غالب	(منظوم پنجابی ترجمہ)

Rafeeque Khawer-Fifty Odes of Ghalib (Un-printed)

☆......☆☆☆......☆

(ج) شروح

آسی، عبدالباری	مکمل شرح دیوان غالب	(لاہور: مکتبہ شعروادب، سن ندارد)
آقائے رازی	الہامات	(لاہور: ایم فرمان علی اینڈ سنز، سن ندارد)
احسن علی خان، صاحبزادہ	مفہوم غالب	(لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۹ء)
باقر، آغا محمد	بیان غالب	(لاہور: عالمگیر پریس، ۱۹۳۸ء)
ایضاً۔	غزلیات غالب (ردیف میم)	(لاہور: شیخ مبارک علی تاجر کتب، سن ندارد)
بشیر احمد بٹ، محمد	شرح دیوان غالب۔ طلسم گنجینہ معانی	(لاہور: الفیصل، ۲۰۰۰ء)
بے خود دہلوی، وحیدالدین	مراۃ الغالب	(لاہور: مطبع کریمی پریس، ۱۹۶۴ء)
بیدار بخت، آغا	گنجینہ مطالب	(لاہور: تاج بک ڈپو، سن ندارد)
پرتو روہیلہ	مشکلات غالب	(لاہور: نقوش پریس، ۲۰۰۲ء)
تبسم، صوفی غلام مصطفیٰ	روح غالب	(لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۶۹ء)
ایضاً۔	شرح غزلیات (فارسی) جلد اول، دوم	(لاہور: پیکجز لمیٹڈ، ۱۹۸۱ء)
جوش ملیسانی، لبھو رام	دیوان غالب مع شرح	(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)
حسرت موہانی، مولانا	دیوان مع شرح	(کراچی: الکتاب، آرام باغ روڈ، ۱۹۶۵ء)
حمیداللہ شاہ ہاشمی	گفتہ غالب	(لاہور: شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، ۲۰۰۳ء)
حمید یزدانی، ڈاکٹر خواجہ	شرح کلیات غالب (فارسی)	(لاہور: مکتبہ دانیال، ۲۰۰۳ء)
خورشید علی خاں	فکر غالب	(کراچی: ذیشان کتاب گھر، ۱۹۹۷ء)
دارا، پروفیسر طفیل	رموز غالب	(لاہور: علمی کتاب گھر، ۱۹۷۰ء)
دانش، احسان ابن	رموز غالب	(لاہور: نوری برادرز بک سیلرز، سن ندارد)
ذوالفقار احمد، قاضی	شرح دیوان غالب	(لاہور: مقبول اکیڈمی، سال ندارد)

سعید الدین احمد، قاضی — مطالبِ غالب — (لاہور: یونائیٹڈ پبلشرز، ۱۹۵۲ء)

سہا بلند شہری، مولانا ممتاز احمد — مطالب الغالب — (لاہور: شیخ مبارک علی، ۱۹۵۱ء)

شاداں بلگرامی، اولاد حسین — روح المطالب فی شرح دیوانِ غالب — (لاہور: مظفر پرنٹرز، ۱۹۶۷ء)

شفیق سیال، ایم — دیوانِ غالب (ردیف ن) — (لاہور: نذر سنز، سن ندارد)

شمس الرحمٰن فاروقی — تفہیمِ غالب — (نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۸۹ء)

عاصی کرنالی، پروفیسر — خوش مطالب شرحِ دیوان — (لاہور: جدید بک ڈپو، سن ندارد)

عبدالحکیم، خلیفہ — افکارِ غالب — (لاہور: مکتبہ معین الادب، ۱۹۵۳ء)

عبدالرشید علوی — دیوانِ غالب مع شرح — (لاہور: حق برادرز، ۱۹۶۹ء)

عنایت اللہ ملک، پروفیسر — الہاماتِ غالب — (کراچی: ایجوکیشنل پریس، ۱۹۷۱ء)

غضنفر، سید غضنفر علی — شرحِ دیوانِ غالب — (لاہور: حاجی فرمان علی اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء)

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر — شرح و متن غزلیاتِ غالب — (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۰ء)

مقبول حسین احمد پوری، سید — گفتۂ غالب — (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۳ء)

منظور احسن عباسی — مرادِ غالب — (لاہور: سید سنز پرنٹرز، ۱۹۷۵ء)

مہر، مولانا غلام رسول — نوائے سروش — (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۶۷ء)

ناصر الدین ناصر — دبستانِ غالب — (لاہور: مکتبہ الفتح، ۱۹۶۹ء)

ناصر، انعام اللہ خان — جانِ غالب — (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، سن ندارد)

ناصر دہلوی، سید محمد الیاس — شرحِ دیوانِ غالب — (کراچی: شاہد پرنٹنگ سروس، ۲۰۰۳ء)

نشتر جالندھری، عبدالحکیم — روحِ غالب — (لاہور: تاج بک ڈپو، ۱۹۵۳ء)

نظم طباطبائی، علی حیدر — شرحِ دیوانِ اُردوئے غالب — (لکھنؤ: ادارہ فروغِ اُردو، ۱۹۷۷ء)

نیاز فتح پوری، علامہ — مشکلاتِ غالب — (لاہور: دارالشعور، ۱۹۹۸ء)

یاد، سید مشکور حسین — غالب بوطیقا — (لاہور: الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)

یوسف سلیم چشتی — شرحِ دیوانِ غالب — (لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۹ء)

☆......☆☆☆......☆

(د) دیگر کتب

آرزو، مختارالدین احمد　احوالِ غالب　(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۰ء)

ایضاً۔ مرتب:　نقدِ غالب　(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)

آزاد، مولانا محمد حسین　آبِ حیات　(لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء)

آفتاب احمد خان　غالب آشفتہ نوا　(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۹ء)

ایضاً　میر، غالب اور اقبال　(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۶ء)

آقائے رازی　سرگزشتِ غالب　(لاہور: ایم فرمان علی بک سیلر، سن ندارد)

آلِ احمد مارہروی، سید　دیوانِ تواریخ　(آرہ: مطبع نور الانوار، ۱۲۸۸ھ)

ابوالخیر کشفی　مرزا غالب، حالاتِ زندگی۔ شاعری پر ایک نظر......　(کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، سن ندارد)

ادیب، سید مسعود حسن رضوی　غالب تب اور اب، ڈاکٹر طاہر تونسوی، مرتب: (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۱ء)

اثر، سید امداد امام　کاشف الحقائق، معروف بہ بہارستانِ سخن　(لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۸۹۷ء)

اثر فاضلی　باقیاتِ غالب　(کراچی: ادارہ فکر و نظر، ۱۹۹۱ء)

اثر لکھنوی، مرزا جعفر علی خان　مطالعۂ غالب　(لکھنو: دانش محل، ۱۹۵۷ء)

احسن، عبدالشکور　غالب ذاتی تاثرات کے آئینے میں　(لاہور: مجلس یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

احمد خان، سرسید　آثار الصنادید　(دہلی: سید الاخبار، ۱۸۴۷ء)

احمد علی، آغا　ہفت آسمان　(کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۷۳ء)

احمد جمال پاشا　غالب سے معذرت کے ساتھ　(لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۸۸ء)

احمد غریب نواز خاں　مخصر غالب　(لاہور: ملک نذیر احمد، سن ندارد)

اختر، ڈاکٹر ملک حسن　حیاتِ غالب کا ایک باب　(لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۸۷ء)

اختر، محمد خالد　مکاتیبِ خضر　(لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)

ادارہ　ذکر اُن کا باتیں اُن کی　(حیدرآباد: مجلسِ ادب، ۱۹۶۹ء)

ادارہ　غالب　(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، سن ندارد)

ادارہ　غالب نام آور　(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)

اسرار سہاروی، پروفیسر　غالب نما　(گوجرانوالہ: فروغِ ادب اکادمی، ۱۹۹۸ء)

اسلم فرخی، ڈاکٹر　مرزا غالب　(کراچی: ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ۱۹۹۳ء)

اثر نگر	یادگار شعرا۔ طفیل احمد، مترجم:	(لکھنؤ: اتر پردیش اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۵ء)
اشرف، ڈاکٹر اے۔ بی	غالب اور اقبال	(ملتان: بیکن بکس، ۱۹۸۸ء)
اشرف، ڈاکٹر اے۔ بی	میر، غالب اور اقبال (تقابلی مطالعہ)	(ملتان: بیکن بکس، ۱۹۷۷ء)
ایضاً	میر، غالب اور اقبال (مطالعات)	(ملتان: بیکن بکس، ۱۹۹۹ء)
اشرف قدسی	وفات غالب کا سوواں سال	(ساہیوال: ادارہ معاشرتی بہبود، ۱۹۶۹ء)
اصغر علی جعفری	خصوصی مطالعہ غالب و میر	(لاہور: صدیقی پبلی کیشنز، سن ندارد)
اصغر، غلام جیلانی	نذر غالب	(سرگودھا: سرگودھا اکادمی، ۱۹۶۹ء)
اصغر ندیم سید۔ ڈاکٹر معراج نیر، مرتبین:	دیوان غالب نسخہ خواجہ۔ تجزیہ و تحسین	(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)
اطہر رضوی	بیاد غالب	(کراچی: جاوداں لیزر کمپوزر، ۱۹۹۵ء)
ایضاً	عالمی غالب سیمینار	(کراچی: جاوداں لیزر کمپوزر، ۱۹۹۸ء)
اظہر حسین زیدی، سید	یوم غالب	(کراچی: انجمن اُردو کراچی یونیورسٹی، ۱۹۶۰ء)
اعتبار ساجد	غالب کی آبرو	(لاہور: مکتبہ القریش، اُردو بازار، ۱۹۹۳ء)
افصح وحید، سیدہ	ڈاکٹر فرمان فتح پوری بطور غالب شناس	(لاہور: ابلاغ پبلشرز، ۲۰۰۳ء)
اکبر حیدری، ڈاکٹر	غالبیات کے چند فراموش شدہ گوشے	(کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۳ء)
ایضاً	نوادر غالب	(کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۳ء)
اکرام، شیخ محمد	حکیم فرزانہ	(لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۵۷ء)
ایضاً	حیات غالب	(لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۲ء)
ایضاً	غالب نامہ	(لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۳۹ء)
اکرم سعید، پروفیسر محمد	غالب کا خصوصی مطالعہ	(لاہور: فاروق سنز، سن ندارد)
امتیاز علی عرشی	فرہنگ غالب	(رام پور: اشاعت خانہ، ۱۹۴۷ء)
امداد صابری	تاریخ صحافت، جلد دوم	(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۷۹ء)
امیر مینائی، منشی امیر احمد	انتخاب یادگار	(لکھنؤ: مطبع نولکشور، ۱۸۷۹ء)
انتظام اللہ شہابی	غالب کے لطیفے	(لاہور: مشتاق بک کارنر، سن ندارد)
انجم، پروفیسر جمیل احمد	غالب کا خصوصی مطالعہ	(لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۷۵ء)
انصار اللہ، محمد	غالب ببلوگرافی	(نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ، ۱۹۹۸ء)

انوار احمد علوی — غالب کے دسترخوان (کراچی: اکیڈمی بازیافت اُردو بازار، ۲۰۰۷ء)

انور سدید، ڈاکٹر — غالب کا جہاں اور (ملتان: کاروان ادب، ۱۹۸۶ء)

ایضاً — غالب کے نئے خطوط (سرگودھا: مکتبہ اُردو زبان، ۱۹۸۲ء)

انوری، سید اسد علی — قتیل اور غالب (لکھنؤ: مکتبہ جامعہ، ۱۹۳۹ء)

انیس شاہ جیلانی، سید — غالب کی دشنام طرازیاں (محمد آباد: حیرت شملوی اکادمی، ۱۹۸۲ء)

ایضاً — چھینا دیوان غالب نسخہ امروہا کا (لاہور فکشن ہاؤس ۲۰۱۳ء)

انیس ناگی — غالب ایک شاعر ایک اداکار (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۷ء)

ایضاً — غالب پریشاں (لاہور: جمالیات، ۱۹۹۲ء)

ایضاً — غالب کا مقدمہ پنشن (لاہور: القمر انٹر پرائزز، ۱۹۹۶ء)

اوج محمد لکھنوی، سید — حیات غالب (لکھنؤ: نگارستان پریس، ۱۸۹۹ء)

اورنگ زیب نیازی — سید قدرت نقوی بطور غالب شناس (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء)

ایاز صدیقی — ثنائے محمد ﷺ (ملتان: روحانی آرٹ پریس، ۱۹۹۳ء)

اے حمید — غالب رائل پارک میں (لاہور: خالد بک ڈپو، ۱۹۶۲ء)

ایس۔ ایم۔ اے شاہ، مسز — لطائف غالب (لاہور: چوہدری برادرز، 1951ء)

ایوب قادری، ڈاکٹر محمد — غالب اور عصر غالب (کراچی: غضنفر اکیڈمی پاکستان، ۱۹۸۲ء)

باطن، قطب الدین — گلستان بے خزاں، معروف بہ نغمہ عندلیب (لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۸۷۴ء)

بدر شکیب — اُردو صحافت (کراچی: ۱۹۵۳ء)

بشیر، مرزا محمد — سرگزشت غالب (کراچی: ۱۹۶۹ء)

پرتو روہیلہ — بارے غالب کا کچھ بیاں ہو جائے (کراچی: انجمن ترقی اُردو، ۲۰۱۲ء)

پرتھوی چندر — جاگیر غالب، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرتب؛ (لاہور: مکتبہ کاروان، ۱۹۹۳ء)

ایضاً — حق جاگیر غالب (لاہور: مکتبہ کارواں، ۱۹۹۳ء)

ایضاً — فکر غالب (دہلی: ۱۹۶۰ء)

تبسم کاشمیری، ڈاکٹر — ادبی تحقیق کے اصول (اسلام آباد مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء)

تحسین فراقی، ڈاکٹر — دیوان غالب نسخہ خواجہ...... اصل حقائق (لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۰ء)

ایضاً — غالب...... فکر و آہنگ (لاہور: اُردو اکیڈمی پاکستان، ۲۰۰۰ء)

تصور، تسلیم احمد — غالب مزاح کی زد میں (لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۱۹۹۶ء)

تصویر فاطمہ غالب کی زمینوں میں پچیس سلام (کراچی: حلقہ فکر و نظر، ۱۹۸۸ء)

تنویر بخاری غالب کا خصوصی مطالعہ (لاہور: نیوز بک پیلس، سن ندارد)

جعفر بلوچ، پروفیسر۔ رفاقت علی شاہد، مرتبین: محاکمہ، دیوان غالب نسخہ لاہور (مسروقہ)
(لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۰۰۱ء)

جیلانی کامران غالب کی تہذیبی شخصیت (راولپنڈی: خالد اکیڈمی، ۱۹۷۲ء)

حالی، مولانا الطاف حسین یادگار غالب (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء)

حامد حسن قادری، ڈاکٹر غالب کی اُردو نثر اور بعض دوسرے مضامین (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۱ء)

حامد علی شاہ، ڈاکٹر سید غالب کا سائنسی شعور (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۵ء)

حامد سعید اختر صد شعر غالب (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۹ء)

حبیب الرحمٰن غالب فکر و فن کے آئینے میں (پشاور: مکتبہ شاہین، ۱۹۷۶ء)

حسام الدین راشدی، سید دو دچراغ محفل (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

حسن بریلوی، مفتی محمد چمنستان سخن (گورکھپور: مطبع رفاہ عام، ۱۹۰۸ء)

حقی، شان الحق آئینہ افکار غالب (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۱ء)

ایضاً مرزا غالب لندن میں (کراچی: سن ندارد)

حمید احمد خاں، پروفیسر مرقع غالب (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۳ء)

حنیف فوق، ڈاکٹر غالب نظر اور نظارہ (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۳ء)

حیات محمد سیال، پروفیسر احوال و نقد غالب (لاہور: نذر سنز، ۱۹۶۷ء)

خالد بزمی، خالد شفیق۔ صابر گیلانی، مرتبین: یاد غالب (لاہور: مجلس اُردو، ۱۹۶۹ء)

خلیق انجم، ڈاکٹر غالب کا سفر کلکتہ اور کلکتے کے ادبی معرکے (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۵ء)

خورشید الاسلام، ڈاکٹر غالب: ابتدائی دور (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو ہند، ۱۹۶۰ء)

ذکاء صدیقی کلام غالب کا فنی و جمالیاتی مطالعہ (کراچی: گلشن اقبال، ۲۰۰۶ء)

ذوالفقار، ڈاکٹر غلام حسین محاسن خطوط غالب (لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۶۹ء)

راز گجراتی تذکرہ غالب و غالب پسند آم (گجرات: چوہدری پریس، ۱۹۷۳ء)

راغب مراد آبادی، سید اصغر حسین مدحت خیر البشر ﷺ (کراچی: سفینہ اکیڈمی، ۱۹۷۹ء)

رام بابو سکسینہ تاریخ ادب اُردو (لاہور: علمی کتاب خانہ، سن ندارد)

راہی، سید عبدالمجید غالب دہلوی، اقبال لاہوری اور خیال امروہوی میری نظر میں (ملتان: شمع ادب، ۱۹۸۴ء)

رسوا، احمد حسن دیوانِ رسوا (لکھنؤ: مطبع نولکشور، ۱۸۹۸ء)

رشید احمد صدیقی، پروفیسر غالب کی شخصیت اور شاعری (لاہور: چوہدری اکیڈمی، سن ندارد)

ایضاً غالب نکتہ داں (کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۹۷ء)

ایضاً غزل، غالب اور حسرت (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)

رشید احمد گوریجہ، ڈاکٹر خصوصی مطالعہ غالب (لاہور: مجید بک ڈپو، ۱۹۹۴ء)

رشید حسن خان ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۷۸ء)

ایضاً املائے غالب (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء)

رشید حسن خان تحقیق، تدوین، روایت (دہلی: ایس۔ اے پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)

ایضاً غالب۔ فکر و فن (کراچی: غالب اکیڈمی، ۱۹۸۷ء)

رضا، احمد رضا خان حدائقِ بخشش، حصہ اول (کراچی: ازہر بک ڈپو، سن ندارد)

رضا، کالی داس گپتا غالب کی بعض تصانیف کے بارے میں (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۲ء)

رضا، کالی داس گپتا متعلقاتِ غالب (بمبئی: ساکار پبلشرز، ۱۹۷۸ء)

ایضاً غالب درونِ خانہ (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۰۴ء)

رضیہ سجاد ظہیر غالب (بچوں کے لیے) (لاہور: آئینہ ادب، ۱۹۶۴ء)

رضی الدین، احمد ذاکر نذرِ غالب (حیدرآباد: مکتبہ جلیسان ہم مشرب، ۱۹۶۹ء)

رفیع الدین بلخی، سید تجزیہ کلامِ غالب (کراچی: اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۶۵ء)

ریاض صدیقی غالب برانہ مان (کراچی: السریٰ پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)

ایضاً غالب خستہ (لاڑکانہ: حلقۂ ادب، ۱۹۶۹ء)

زور، ڈاکٹر محی الدین قادری روحِ غالب (لاہور: تاج کمپنی، سن ندارد)

سجاد علی اسدی، ابوالعجز پیامبرِ مغفرت (کراچی: بزمِ احباب اسدی، ۱۹۷۵ء)

ساجدہ پروین اشاریہ خطوطِ غالب۔ حصہ دوم (لاہور: شعبۂ اُردو، گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۳ء)

سحر انصاری ذکرِ غالب، ذکرِ عبدالحق (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۱۹۷۱ء)

سحر بدایونی، دیبی پرشاد سحرِ سامری (کان پور: مطبع نولکشور، ۱۸۹۴ء)

سجاد احمد لاڑ غالبیات (راجن پور: فہیم اکیڈمی، ۱۹۹۰ء)

سجاد مرزا	غالب نکتہ بین	(گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی، ۱۹۹۴ء)
سرور، اعظم الدولہ	عمدۂ منتخبہ، خواجہ احمد فاروقی، مرتب؛	(دہلی: دہلی یونیورسٹی، ۱۹۶۱ء)
سرور، پروفیسر آل احمد	نئے اور پرانے چراغ	(کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۵۱ء)
سعد مسعود غنی	غالب کے سوانح نگار	(ملتان: العصر اب پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)
سلطان صدیقی	عرفانِ غالب	(لاہور: الحمرا اکیڈمی، ۱۹۷۴ء)
سلطانہ بخش، ڈاکٹر ایم۔ مرتب؛	اُردو میں اصولِ تحقیق، جلد اول	(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)
سلیم احمد	غالب کون؟	(کراچی: المشرق، ۱۹۷۱ء)
سلیم اختر، ڈاکٹر	غالب شعور اور لاشعور کا شاعر	(کراچی: فیروز سنز، سن ندارد)
ایضاً مرتب؛	غالب شناسی اور نیاز و نگار	(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)
سلیمان اویسی	شانِ غزل	(لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۶۹ء)
سمیع اللہ قریشی، پروفیسر	غالب کی نفسیاتِ غم	(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۳ء)
سہیل بخاری، ڈاکٹر	غالب کے سات رنگ	(لاہور: آزاد بک ڈپو، ۱۹۷۰ء)
سیف سلطان پوری	تعارفِ غالب	(میر پور خاص: تھرپارکر ڈسٹرکٹ کلچرل ایسوسی ایشن، سن ندارد)
شاہد الوری	فغتی فغتی	(کراچی: مکتبہ الانصار، ۱۹۸۷ء)
ایضاً	سخن در سخن	(کراچی: مکتبہ الانصار، ۱۹۸۲ء)
شاہد، ڈاکٹر محمد ایوب	شارحین غالب کا تنقیدی مطالعہ (جلد اول)	(لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)
ایضاً		
ایضاً (جلد دوم)		(لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)
شرر، مولوی علی بخش	برقِ خاطف	(آگرہ: مطبع اسعد الاخبار، ۱۲۶۹ھ)
شریف الحسن	غالب کون ہے؟	(لاہور: نگارشات، ۱۹۸۸ء)
شریف احمد عثمانی، پیر	ذکرِ غالب	(لاہور: مکتبہ ادب، ایجوکیشنل پبلشرز، ۱۹۶۱ء)
شکیل الرحمٰن، ڈاکٹر	مرزا غالب اور مغل جمالیات	(لاہور: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۸۷ء)
ایضاً	مرزا غالب کا داستانی مزاج	(لاہور: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۸۷ء)
شمس الدین صدیقی	خیابانِ غالب	(پشاور: عظیم پبلشنگ ہاؤس، سن ندارد)
شوکت تھانوی	غالب کے ڈرامے	(لاہور: ادارہ فروغ اُردو، ۱۹۵۱ء)
شوکت سبزواری، ڈاکٹر	غالب ...... فکر و فن	(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۱ء)

ایضاً — فلسفۂ کلامِ غالب — (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)

شہاب الدین رحمت اللہ — مرقعِ شہاب — (کراچی: سائل بک کمپنی، ۱۹۸۱ء)

شیفتہ، نواب مصطفیٰ خاں — گلشنِ بے خار — (لکھنو: مطبع نول کشور، ۱۹۱۰ء)

صابر، مرزا قادر بخش — گلستانِ سخن — (میرٹھ: مطبع اخبارِ عالم، ۱۸۵۵ء)

صارم، عبدالصمد — مقامِ غالب — (لاہور: نقوش پریس، ۱۹۶۸ء)

صباح الدین عبدالرحمٰن — مالک رام ایک مطالعہ۔ علی جواد زیدی، مرتب: (دہلی: ۱۹۸۳ء)

صبیح الدین رحمانی، سید — غالب اور ثنائے خواجہ — (کراچی: نعت ریسرچ سنٹر، ۲۰۰۹ء)

ضیاء اسلام پوری، حمید اللہ خان / غالب و تلمیحاتِ غالب — (سرگودھا: گلستان پریس، ۱۹۹۲ء)

ضیاء القادری، محمد یعقوب — اکمل التاریخ، حصہ اول — (بدایون، مطبع قادری، ۱۹۱۶ء)

طارق، شیخ عبدالرحمٰن — صحیفۂ ادب — (لاہور: چوہدری اکیڈمی، سن ندارد)

طاہر محمد خاں — مطالعۂ اقبال و غالب — (کوئٹہ: شاد پبلی کیشنز، جناح روڈ، ۲۰۰۶ء)

ظ۔ انصاری، ڈاکٹر — غالب شناسی — (بمبئی: ساہتیہ ٹرسٹ، ۱۹۶۵ء)

ظفر الحسن، مرزا — تماشائے اہلِ کرم — (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۶۸ء)

ظفر ترمذی — پیکرِ تصور — (جھنگ: عظیم پبلشرز، ۱۹۸۰ء)

عارف ثاقب، ڈاکٹر — دیوانِ غالب نسخۂ خواجہ۔ ایک تقابلی جائزہ — (لاہور: اظہار سنز، ۲۰۰۰ء)

عارف بٹالوی — غالب کے رومان — (لاہور: الفلاح پبلی کیشنز، ۱۹۶۹ء)

ایضاً — لمحاتِ غالب — (لاہور: ملک سراج الدین اینڈ سنز، ۱۹۶۲ء)

عارف شاہ گیلانی، سید — شہنشاہِ سخن مرزا غالب کے فارسی کلام پر ناقدانہ نظر
(کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء)

عاصمہ اعجاز — غالب نامہ۔ تجزیاتی مطالعہ — (لاہور: یونیورسل بکس، ۱۹۹۳ء)

عبادت بریلوی، ڈاکٹر — اُردو تنقید کا ارتقاء — (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۰ء)

ایضاً — غالب اور مطالعۂ غالب — (لاہور: ادارۂ ادب و تنقید، ۱۹۹۳ء)

ایضاً — غالب کا فن — (لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۶۸ء)

عباس برمانی، ڈاکٹر — غالب کے زمانے کی دلی — (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۶ء)

عتیق صدیقی، محمد — ہندوستانی اخبار نویسی — (علی گڑھ: انجمن ترقی اُردو، ۱۹۵۷ء)

عبدالرحمٰن بجنوری، ڈاکٹر — محاسنِ کلامِ غالب، ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، مرتب: (کراچی: دار الکتاب، ۱۹۶۹ء)

عبدالرزاق، محمد۔ مرتب: انتخابِ غالب (لاہور: اقبال اکیڈمی، ۱۹۴۳ء)

عبدالستار، قاضی غالب (لاہور: تخلیقات، سن ندارد)

عبداللطیف خان، محمد پیکرِ غالب (حیدرآباد سندھ: طیبی سٹورز، ۱۹۶۹ء)

عبداللطیف، ڈاکٹر سید غالب۔ معین الدین قریشی، مترجم: (دہلی: جہانگیر بک ڈپو، ۱۹۲۸ء)

عبداللہ، ڈاکٹر سید اشاراتِ تنقید (لاہور: مکتبہ خیابانِ ادب، ۱۹۷۶ء)

ایضاً اطرافِ غالب (لاہور: گلوب پبلشرز، ۱۹۶۸ء)

عبدالمغنی، ڈاکٹر عظمتِ غالب (لاہور: القمر انٹر پرائزر، ۱۹۹۳ء)

عدنی، افتخار احمد غالب شناسی کے کرشمے (لاہور: پاکستان رائٹرز کواپریٹو سوسائٹی، ۱۹۹۵ء)

عروج، عبدالرؤف بزمِ غالب (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

عزیز بیگ، مرزا سہارن پوری روحِ کلامِ غالب (بدایون: مطبع نظامی، ۱۹۳۵ء)

عشرت رحمانی مرزا نوشہ (لاہور: مطبع خاور، ۱۹۵۷ء)

عقیل احمد، ڈاکٹر جہاتِ غالب (لاہور: شاہد پبلی کیشنز، سن ندارد)

علی سردار جعفری پیغمبرانِ سخن (کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۸۳ء)

علی مظہر رضوی غالب نام آور (حیدرآباد: مجلس یادگارِ غالب، ۱۹۶۹ء)

فخر الحق نوری، ڈاکٹر محمد توضیحات (لاہور: کلیہ علوم اسلامیہ و شرقیہ، پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۰ء)

فخر الحق نوری، ڈاکٹر محمد مطالعات (لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)

فرجاد، محمد علی غالب احوال و آثار (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۷۷ء)

فرح ذبیح نادر ذخیرہ غالبیات (ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء)

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر تعبیراتِ غالب (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۲ء)

ایضاً تمنا کا دوسرا قدم اور غالب (کراچی: حلقہ نیاز و نگار، ۱۹۹۵ء)

ایضاً غالب اور غالبیات (ملتان: بیکن بکس، ۲۰۰۵ء)

ایضاً غالب شاعرِ امروز و فردا (لاہور: اظہار سنز، ۱۹۷۰ء)

ایضاً غالبیات اور نیاز فتح پوری (کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۵ء)

فضل الرحمٰن، خان غالب اور ڈومنی (لاہور: ۱۹۹۳ء)

فوزیہ سحر، ملک ترتیبِ غالب (فیصل آباد: ادیبوں کا اشاعتی ادارہ، ۲۰۰۶ء)

فیاض محمود، سید، مرتب: تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند۔ جلد دوہم (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء)

ایضاً — تنقید غالب کے سو سال (لاہور: مجلس یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

فیاض نیازی — لطائف غالب (لاہور: خان اکادمی، ۱۹۶۶ء)

قدرت نقوی، سید — دیوان غالب۔ نسخہ خواجہ یا نسخہ مسروقہ (کراچی: مکتبہ تخلیق ادب، ۲۰۰۰ء)

ایضاً — غالب آگہی (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۳ء)

ایضاً — غالب صد رنگ (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۲ء)

ایضاً — غالب کون ہے؟ (ملتان: امروز پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۵ء)

ایضاً — نسخہ شیرانی اور دوسرے مقالات (لاہور: مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۸ء)

قیصر، سید ابن حسن — غالب نما (کراچی: ایجوکیشنل پریس، ۱۹۶۹ء)

قیوم نظامی — دیوان غالب اور غالب کی غزل پر تنقیدی مضامین (لاہور: دار الادب، ۱۹۶۷ء)

کاوش، سید ابو محمد — فرہنگ عود ہندی (لاہور: کشمیری بازار، ۱۹۳۹ء)

کرار حسین، پروفیسر — غالب جنہوں ہر کوئی جگا آکھے۔ شفیع عقیل، مترجم: (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

ایضاً — غالب جہ ہر خوک ئے ولئ ینہ۔ بیگم شاہ، مترجم: (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

ایضاً — غالب: سب اچھا کہیں جسے (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

ایضاً — غالب سب چگو جھن کیسی چون۔ یوسف شاہین، مترجم:
(کراچی: وفاقی پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۹ء)

ایضاً — غالب کہ ہر کس آ نیا ساڑائیت۔ محمد صدیق آزاد، مترجم:
(کراچی: وفاقی پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۹ء)

کرار حسین، پروفیسر — گالب شوئی جا کے بھالو بولے۔ رحیم داد، مترجم: (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

کریم الدین — گلدستہ نازنیناں (دہلی: مطبع سلطانی، ۱۸۴۵ء)

کلیم، محمد موسیٰ خان — مقام غالب (پشاور: ادارہ دینی تحریریں، ۱۹۶۵ء)

کنہیالال کپور — غالب جدید شعراء کی مجلس میں (لاہور: چوہدری اکیڈمی، سن ندارد)

کوثر، انعام الحق — مرزا غالب (کتابیات حصہ اوّل) (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۷ء)

ایضاً — مرزا غالب قومی و عالمی تناظر میں
(کوئٹہ: ایجوکیشنل ریسرچ کنسلٹیکس، ۱۹۸۸ء)

کوثر چاندپوری — جہان غالب (لاہور: حامد برادرز، ۱۹۶۶ء)

گلزار احمد، بریگیڈیئر — فغان غالب (چکوال: مکتبہ المختار، بھگوال، ۱۹۹۵ء)

گوہر نوشاہی، ڈاکٹر — غالب کی خاندانی پنشن اور دیگر امور (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۷ء)

ایضاً — مطالعہ غالب (لاہور: مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۱ء)

گیان چند، ڈاکٹر — رموز غالب (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۹ء)

ایضاً — غالب شناس مالک رام (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۲ء)

لطیف اللہ، پروفیسر — غالب شخصیت اور کردار (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۱۹۹۸ء)

لیث قریشی — بہ سبیل غالب (کراچی: القمر پبلی کیشنز، ۲۰۰۵ء)

مالک رام — تلامذہ غالب (لاہور: گلوب پبلشرز، سن ندارد)

ایضاً — ذکر غالب (لاہور: مکتبہ شعروادب، ۱۹۷۵ء)

ایضاً — فسانہ غالب (لاہور: مکتبہ شعروادب، سن ندارد)

مجروح، میر مہدی حسن — مظہر معانی (لکھنو: مطبع نولکشور، ۱۸۹۹ء)

مجنوں گورکھپوری — غالب شخص اور شاعر (کراچی: مکتبہ ارباب قلم، ۱۹۷۳ء)

محبوب الٰہی — ارمغان غالب (لاہور: گیلانی الیکٹرک پریس، ۱۹۵۰ء)

محمد عاشق، میجر — غالب پی ٹی کورس (لاہور: عارف پبلی کیشنز، ۱۹۵۱ء)

محمد علی صدیقی، ڈاکٹر — غالب اور آج کا شعور (کراچی: ادارہ یادگار غالب، ۲۰۰۳ء)

مخمور اکبر آبادی، سید محمود رضوی — سرو و صنوبر (کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۱ء)

مشفق خواجہ — غالب اور صفیر بلگرامی (کراچی: عصری مطبوعات، ۱۹۸۱ء)

مظفر احمد — غالب ''غالب'' (ڈیرہ غازی خان: مکتبہ زکریا، ۲۰۰۱ء)

معروف، الٰہی بخش — دیوان معروف (بدایون: مطبع نظامی پریس، ۱۹۳۵ء)

معین الدین، خواجہ — مرزا غالب بندر روڈ پر (کراچی: شعبہ تالیف، ڈراما گلڈ، ۱۹۷۳ء)

معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید — اشاریہ غالب (لاہور: مجلس یادگار غالب، ۱۹۶۹ء)

ایضاً — بازیافت غالب (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء)

ایضاً — بہ سبیل غالب، سید وقار معین، مرتب: (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)

ایضاً — تحقیق اور تلاش (لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۰ء)

ایضاً — تحقیق غالب (کراچی: اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۱ء)

معین الرحمٰن، ڈاکٹر سید — تحقیق نامہ غالب (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)

ایضاً — دیوان غالب (نسخہ خواجہ) صحیح صورت حال (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)

ایضاً	غالب اور انقلاب ستاون	(لاہور: الفیصل، ۱۹۸۹ء)
ایضاً	غالب بیانی	(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)
ایضاً	غالب کا علمی سرمایہ	(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)
ایضاً	نقوشِ غالب	(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۵ء)
مقصود ایس۔ اے حسنی	غالب اور اس کا عہد	(قصور: بو بی پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء)
ایضاً	لسانیاتِ غالب	(قصور: شیر ربانی ٹاؤن، ۱۹۹۶ء)
ممتاز احمد، ڈاکٹر	تحقیق و تنقید	(پٹنہ: بہار اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۲ء)
ممتاز حسن	جہاتِ غالب	(کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء)
ممتاز حسین، پروفیسر	غالب ایک مطالعہ	(کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۶۹ء)
منیر شکوہ آبادی، اسماعیل حسین	نظمِ منیر	(رام پور: مطبع سعیدی، سن ندارد)
مہر، مولانا غلام رسول	غالب۔ سوانح اور انتقاد	(لاہور: شیخ مبارک علی اینڈ سنز، ۱۹۴۴ء)
نادم سیتاپوری	خیابانِ غالب	(کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء)
ایضاً	غالب کے کلام میں اخلاقی عناصر	(کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء)
ایضاً	غالب نام آورم	(کراچی: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۷۰ء)
ناصر عابدی	سرگزشتِ غالب	(کراچی: الکتاب، ۱۹۶۵ء)
ناموس، ڈاکٹر شجاع	بزمِ فردوس	(لاہور: شیخ مبارک علی، سن ندارد)
نائلہ انجم	معین الرحمٰن شخص و عکس	(لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)
ایضاً	رسالہ نقوش میں ذخیرہ غالبیات	(لاہور: الفیصل، ۱۹۸۹ء)
نتالیا پریگارنا، ڈاکٹر	مرزا غالب، اسامہ فاروقی، مترجم؛	(کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۹۸ء)
نثار احمد فاروقی	تلاشِ غالب	(لاہور: کتابیات، ۱۹۶۹ء)
ایضاً	غالب کی آپ بیتی	(لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۳ء)
نثار احمد قریشی، مرتب؛	ترجمہ روایت اور فن	(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء)
نجیب جمال، ڈاکٹر	غالب شکن اور یگانہ	(ملتان: مکتبہ کاروان، ۱۹۹۰ء)
ایضاً	ماہ و سالِ عندلیب	(ملتان: سطور پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)
نذیر احمد، پروفیسر	تصحیح و تحقیقِ متن	(کراچی: ادارہ یادگارِ غالب، ۲۰۰۰ء)
نذیر احمد، پروفیسر	غالب آشفتہ سر	(ملتان: ملتان آرٹ فورم، ۱۹۹۶ء)

ایضاً — محاسن الفاظ غالب — (لاہور: کتابیات، ۱۹۶۹ء)

نذیر علی شاہ، بریگیڈیئر — آیات غالب — (لاہور: مکتبہ جدید پریس، ۱۹۶۵ء)

نذیر محمد خان — غالب — (کراچی: دانیال، ۱۹۸۵ء)

نظامی بدایونی — نکات غالب — (بدایون: نظامی پریس، ۱۹۲۰ء)

نظیر حسین زیدی، سید — غالب تاریخ کے آئینے میں — (کراچی: مسعود اکادمی، ۱۹۶۳ء)

نظیر صدیقی، پروفیسر — غالب اور اقبال — (اسلام آباد: روحانی پرنٹرز، ۲۰۰۰ء)

نیاز فتح پوری — غالب فن اور شخصیت — (کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۸۷ء)

نیر پرویز، پروفیسر — ڈاکٹر معین الرحمٰن اور کائنات غالب — (لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)

وحید قریشی، ڈاکٹر — نذر غالب — (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۷۰ء)

ورما، پون کمار — غالب شخصیت اور عہد، اسامہ فاروقی، مترجم: (حیدرآباد دکن: ادارہ ادبیات اُردو، ۱۹۹۹ء)

وزیر آغا، ڈاکٹر — غالب کا ذوق تماشا — (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۹۷ء)

وزیر الحسن، سید — غلطی — (کراچی: ڈیسنٹ پریس، ۱۹۸۲ء)

وقار راشدی، ڈاکٹر — کلکتہ کی ادبی داستانیں — (کراچی: مکتبہ اشاعتِ اُردو، ۱۹۹۹ء)

وقار عظیم، پروفیسر سید — وقار غالب، ڈاکٹر معین الرحمٰن، مرتب: (لاہور: گورا پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء)

ہما اخلاق — اشاریہ خطوط غالب۔ حصہ اول — (لاہور: شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۲ء)

یاد، سید مشکور حسین — غالب کا ذوق الٰہیات — (لاہور: کیولری گراؤنڈ، ۱۹۹۹ء)

ایضاً — غالب کی طبع نکتہ جو — (لاہور: کلاسک، ۲۰۰۰ء)

ایضاً — غالب کا جمالیاتی شعور — (لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۷ء)

یوسف حسین خان، ڈاکٹر — غالب اور آہنگ غالب — (ملتان: کاروانِ ادب، سن ندارد)

ایضاً — غالب اور اقبال کی متحرک جمالیات (لاہور: نگارشات، ۱۹۸۶ء)

صبا اکبر آبادی — تضمین کلام غالب — (غیر مطبوعہ مملوکہ: تاجدار عادل، کراچی)

☆......☆0☆......☆

(ہ) غیر مطبوعہ تحقیقی مقالات

(i) ایم۔فل مقالات:

رضااللہ حیدر — غالب اور معاصر علما — (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۲ء)

ساجدہ پروین — رسالہ "غالب" کی ادبی خدمات مع اشاریہ — (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء)

صائمہ شمس — "یادگار غالب" کا تنقیدی مطالعہ — (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء)

غازی محمد نعیم — غالب کا اسلوب حیات — (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء)

محمد سعید — دیوان غالب اور نسخہ شیرانی کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ — (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء)

محمد یار گوندل — غالب پر سوانحی کتب کا تنقیدی جائزہ — (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۹۸ء)

نیر پرویز — تین اہم غالب شناس — (خیر پور: شاہ عبداللطیف بھٹائی یونیورسٹی، ۲۰۰۰ء)

(ii) ایم۔اے مقالات:

انیلہ بٹ — فیض اور غالب کے ذہنی رابطے — (لاہور: شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۹ء)

تفسیر نعیم بس — کتابیات متعلقہ غالب — (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۴ء)

تنویر جہاں قریشی — غالب کی اُردو شاعری کی مابعد الطبعیاتی روایت — (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء)

ثمن زاہد — کلام غالب کے منظوم پنجابی تراجم — (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۰۳ء)

حمیرا قدیر خان — ٹیلی وژن ڈراما۔ "مرزا غالب" — (ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۹۷ء)

حمیرا کیانی — غالب کا تنقیدی شعور — (ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۹۳ء)

حنا انیس — ڈاکٹر وحید قریشی بطور غالب شناس — (لاہور: شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۵ء)

حنا سرور — عبدالرحمٰن چغتائی بطور غالب شناس — (لاہور: شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۳ء)

راحیلہ ارشاد — غالب پر پچاس غیر مطبوعہ تھیسس — (لاہور: شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، ۲۰۰۲ء)

ربیعہ نصرت — مالک رام بحیثیت غالب شناس — (لاہور: شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۸۸ء)

روبینہ تبسم — دیوان غالب۔ موضوعاتی تدوین — (ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۹۱ء)

روشینہ ریاض — پروفیسر سید وقار عظیم بطور غالب شناس — (لاہور: شعبہ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۳ء)

ریاض حسین — غالب کے سفر — (ملتان: بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ۱۹۸۵ء)

زبیدہ خانم — خطوط غالب — (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۳ء)

زرینہ خٹک — غالب کی امیجری — (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۰ء)

سمیرا انوار الحسن — ڈاکٹر محمد صادق کی کتاب: ہسٹری آف اُردو لٹریچر کے ایک باب کا اُردو ترجمہ اور تعارف (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۲۰۰۰ء)

شازیہ اشفاق — غالب کے تین اہم سوانح نگار: مہر، اکرام، مالک رام (فیصل آباد: گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۲ء)

شکیلہ جہاں — ڈاکٹر سید عبداللہ بطور غالب شناس (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۵ء)

شمیلہ نثار — ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو بطور غالب شناس (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۳ء)

شمیم اختر — اُردو رسائل کے غالب نمبر (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۰ء)

شہناز اختر — ڈاکٹر شوکت سبزواری بطور غالب شناس (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۸۸ء)

صابرہ بانو — کلامِ غالب میں فکری عناصر (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء)

صائمہ سلیم — ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم۔ غالبیاتی مطالعہ (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۲۰۰۰ء)

طاہرہ کلثوم — مشکور حسین یاد کی غالب شناسی (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۲۰۰۱ء)

عظمت رباب — کالی داس گپتا رضا، بطور غالب شناس (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۷ء)

فاطمہ انیس — غالب ایک تنقیدی تعارف (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۹ء)

فرزانہ انور — پاکستانی رسائل بسلسلہ غالب صدی (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۵ء)

فہمیدہ عبدالحسین — نیاز و نگار اور غالب شناسی (کراچی: کراچی یونیورسٹی، ۱۹۹۶ء)

قمر النساء شیخ — ڈاکٹر ایس۔ ایم اکرام بطور غالب شناس (لائل پور: گورنمنٹ کالج، ۱۹۷۳ء)

گیتی آرا — اُردو مکتوب نگاری غالب سے اقبال تک (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۶۴ء)

لبنیٰ کنول — غالب شناسی کی روایت اور خواتین (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۲۰۰۱ء)

لبنیٰ ناز لودھی — آل احمد سرور بطور غالب و اقبال شناس (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۸۸ء)

محمد سعید — ڈاکٹر سلیم اختر اور مطالعۂ غالب و اقبال (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۹ء)

محمد طاہر — صادقین بطور شاعر اور مصورِ غالب (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۸ء)

محمد یار گوندل — غالب پر سوانحی ادب (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلام، ۲۰۱۲ء)

مصباح رضوی، سیدہ — ڈاکٹر گیان چند۔ غالبیاتی مطالعہ (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۹ء)

منور سلطانہ — تنقیدِ غالب کی روایت (۱۹۴۷ء تا ۱۹۶۷ء) (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء)

نجمہ اقبال — مولانا سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی بطور غالب شناس (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۸۸ء)

نجمہ نیاز — مطالعۂ غالب۔ انیسویں صدی میں (لائل پور: گورنمنٹ کالج، ۱۹۷۳ء)

نسیمہ رحمان — مرزا ظفر الحسن کی خدمات (غالب کے خصوصی حوالے سے) (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۹۹ء)

نصرت فاطمہ ملک — خطوطِ غالب (اُردو) (ملتان: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۶۹ء)

نغمہ واسطی، سیدہ — اُردو کلامِ غالب کا ابجدی اشاریہ (لاہور: شعبۂ اُردو گورنمنٹ کالج، ۱۹۸۹ء)

نیر سلطانہ — مولانا غلام رسول مہر بطور غالب شناس (لائل پور: گورنمنٹ کالج، ۱۹۷۴ء)

Arifa Perveen- Metaphysics of Ghalib in his Urdu Poetry (Lahore:University of the Punjab-1963)

(و) رسائل وجرائد

آج کل (ماہنامہ)۔ دہلی:			فروری	۱۹۴۷ء
ایضاً			فروری	۱۹۵۳ء
ایضاً			فروری	۱۹۶۷ء
ایضاً			اگست	۱۹۶۷ء
ادب لطیف (ماہنامہ)۔ لاہور:	جلد ۶۹		شمارہ ۱۱، ۱۲	۱۹۶۹ء
ادیب (سہ ماہی)۔ الہ آباد:			جولائی تا ستمبر	۱۹۱۲ء
ایضاً			جنوری تا مارچ	۱۹۱۳ء
ادبی دنیا (ماہنامہ)۔ لاہور:			جون	۱۹۳۱ء
ایضاً			ستمبر	۱۹۳۹ء
اُردو (ماہنامہ)۔ اورنگ آباد:			اکتوبر	۱۹۲۵ء
ایضاً			جولائی	۱۹۲۷ء
اُردو (سہ ماہی)۔ کراچی:	جلد ۱۳	شمارہ ۱	جنوری	۱۹۳۷ء
ایضاً	جلد ۴۲	شمارہ ۱	جنوری	۱۹۶۶ء
ایضاً	جلد ۴۲	شمارہ ۲	اپریل	۱۹۶۶ء
ایضاً	جلد ۴۲	شمارہ ۳	جولائی	۱۹۶۶ء
ایضاً	جلد ۴۲	شمارہ ۴	اکتوبر	۱۹۶۶ء
ایضاً	جلد ۴۵	شمارہ ۱	جنوری۔ مارچ	۱۹۶۹ء
ایضاً	جلد ۴۵	شمارہ ۲	اپریل۔ جون	۱۹۶۹ء
ایضاً	جلد ۴۶	شمارہ ۱	جنوری۔ مارچ	۱۹۷۰ء
اُردو ادب (ماہنامہ)۔ علی گڑھ:			جولائی	۱۹۵۰ء
افکار (ماہنامہ)۔ کراچی:		شمارہ ۱۷۴۔۱۷۵	فروری۔ مارچ	۱۹۶۶ء
ایضاً		شمارہ ۲۱۰۔۲۱۱	فروری۔ مارچ	۱۹۶۹ء
الزبیر (سہ ماہی)۔ بہاولپور:		شمارہ ۱۵۰		۱۹۶۹ء

الشجاع (ماہنامہ)۔ کراچی: جلد ۱۷ شمارہ ۲۰۱ ۱۹۶۹ء

العلم (سہ ماہی)۔ کراچی: جلد ۱۷ شمارہ ۲ ۱۹۶۹ء

اوراق (ماہنامہ)۔ لاہور: اپریل ۱۹۶۹ء

اورینٹل کالج میگزین، لاہور: جلد ۳۱ عدد ۲ اگست ۱۹۵۵ء

ایضاً جلد ۳۶ اگست ۱۹۶۰ء

ایضاً جلد ۳۷ اگست ۱۹۶۱ء

بیادِ غالب و فیض۔ کراچی: اشاعت ۱۸۔۱۹ فروری ۱۹۸۷ء

بازیافت۔ لاہور: شمارہ ۳ ۲۰۰۳ء

تحقیق نامہ۔ لاہور: شمارہ ۱ ۱۹۹۱۔۹۲ء

ایضاً شمارہ ۵ ۱۹۹۵۔۹۶ء

ایضاً شمارہ ۶۔۷ ۱۹۹۷۔۹۸ء

تہذیب الاخلاق۔ لاہور: جلد ۲۳ شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۶ء

جامعہ دہلی (ماہنامہ)۔ دہلی: مارچ ۱۹۳۲ء

دبستان۔ لاہور: جولائی ۱۹۶۹ء

راوی۔ لاہور: جلد ۶۲ شمارہ ۲ اپریل ۱۹۶۹ء

ایضاً جلد ۸۵ شمارہ ۱ جنوری ۱۹۹۸ء

سورج۔ لاہور: جلد ۲۵ شمارہ ۴ ۱۹۹۶ء

ایضاً جلد ۲۵ شمارہ ۵ ۲۰۰۳ء

سویرا (ماہنامہ)۔ لاہور: شمارہ ۱۲ ۱۹۵۳ء

صحیفہ (حصہ اول)۔ لاہور: شمارہ ۴۶ جنوری ۱۹۶۹ء

ایضاً (حصہ دوم) شمارہ ۴۷ اپریل ۱۹۶۹ء

ایضاً (حصہ سوم) شمارہ ۴۸ جولائی ۱۹۶۹ء

ایضاً (حصہ چہارم) شمارہ ۴۹ اکتوبر ۱۹۶۹ء

ایضاً (حصہ پنجم) شمارہ ۶۳ اپریل ۱۹۷۳ء

شباب اُردو (ماہنامہ)۔ لاہور: فروری ۱۹۳۱ء

ایضاً مارچ ۱۹۳۱ء

ایضاً اپریل ۱۹۳۱ء

ایضاً مئی ۱۹۳۱ء

شباب اُردو (ماہنامہ)۔ لاہور: جون ۱۹۳۱ء

ایضاً ستمبر ۱۹۳۱ء

ایضاً اکتوبر ۱۹۳۱ء

ایضاً نومبر ۱۹۳۱ء

ایضاً جنوری ۱۹۳۲ء

عکس صادق۔ صادق آباد: جلد ۱ شمارہ ۷۔۸ ۱۹۹۷ء

علی گڑھ میگزین (ماہنامہ)۔ علی گڑھ: غالب نمبر ۱۹۴۹ء

غالب (سہ ماہی) کراچی: جلد ۱ شمارہ ۱ جنوری تا مارچ ۱۹۷۵ء

ایضاً جلد ۱ شمارہ ۳ جولائی تا ستمبر ۱۹۷۵ء

ایضاً جلد ۲ شمارہ ۱ جنوری تا مارچ ۱۹۷۶ء

ایضاً جلد ۲ شمارہ ۹ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۷۶ء

غالب (شش ماہی)۔ کراچی: شمارہ ۳،۴،۵ جنوری تا دسمبر ۱۹۸۹ء

ایضاً شمارہ ۶ تا ۱۰ جنوری تا دسمبر ۱۹۹۳ء

غالب نامہ۔ دہلی: جنوری ۱۹۸۲ء

ایضاً جولائی ۱۹۸۸ء

فاران (ماہنامہ) کراچی: جلد ۳ شمارہ ۵۔۶ فروری تا مارچ ۱۹۸۷ء

فردا۔ مری: جون ۱۹۹۷ء

فنون۔ لاہور جلد ۹ شمارہ ۱۔۲ مئی۔جون ۱۹۶۹ء

قومی زبان (ماہنامہ)۔ کراچی: جلد ۳۹ شمارہ ۴ اپریل ۱۹۶۹ء

ایضاً جلد ۴۱ شمارہ ۲ فروری ۱۹۷۱ء

ایضاً جلد ۴۶ شمارہ ۲ فروری ۱۹۷۶ء

ایضاً جلد ۴۷ شمارہ ۲ فروری ۱۹۷۷ء

ایضاً جلد ۵۳ شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۳ء

قومی زبان (ماہنامہ)۔ کراچی: جلد ۵۵ شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۵ء

ایضاً جلد ۵۸ شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۸ء

ایضاً جلد ۶۵ شمارہ ۲ فروری ۱۹۹۵ء

ایضاً جلد ۶۵ شمارہ ۵ مئی ۱۹۹۵ء

قومی زبان (ماہنامہ)۔ کراچی: جلد ۶۸ شمارہ ۲ فروری ۱۹۹۶ء

ایضاً جلد ۷۰ شمارہ ۲ فروری ۱۹۹۸ء

ایضاً جلد ۷۱ شمارہ ۲ فروری ۱۹۹۹ء

ایضاً جلد ۷۳ شمارہ ۲ فروری ۲۰۰۱ء

کتاب (ماہنامہ)۔ لاہور: جلد ۳ شمارہ ۲ فروری ۱۹۶۹ء

ایضاً جلد ۴ شمارہ ۲ فروری ۱۹۷۰ء

ایضاً جلد ۴ شمارہ ۳ مارچ ۱۹۷۰ء

ایضاً جلد ۵ شمارہ ۱ جنوری ۱۹۷۱ء

کارواں۔ لاہور: ۷۰-۱۹۶۹ء

گلفشاں۔ لاہور: جلد ۳ شمارہ ۳ مارچ ۱۹۶۹ء

ایضاً جلد ۳ شمارہ ۴ اپریل ۱۹۶۹ء

ماہِ نو (ماہنامہ) کراچی: جلد ۹ شمارہ ۱ جنوری ۱۹۵۷ء

ایضاً جلد ۱۷ شمارہ ۳ مارچ ۱۹۶۴ء

ایضاً جلد ۱۸ شمارہ ۲ فروری ۱۹۶۵ء

ایضاً جلد ۲۲ شمارہ ۲ فروری ۱۹۶۹ء

ایضاً۔ لاہور: جلد ۵۱ شمارہ ۳ مارچ ۱۹۹۸ء

مخزن۔ لاہور: اگست ۱۹۱۷ء

مسلک۔ ملتان: ۱۹۹۸ء

معاصر (سہ ماہی)۔ پٹنہ حصہ ۳ ۱۹۵۲ء

میر نیم روز۔ کراچی فروری، مارچ ۱۹۷۰ء

نقوش۔ لاہور: شمارہ ۹۱ جون ۱۹۶۰ء

ایضاً شمارہ ۹۶ مارچ ۱۹۶۳ء

ایضاً شمارہ ۱۱۰ فروری ۱۹۶۹ء

نقوش۔ لاہور: شمارہ ۱۳۲ جولائی ۱۹۸۴ء

نگار (ماہنامہ)۔ لکھنو: مئی ۱۹۴۱ء

نگار پاکستان (ماہنامہ)۔ کراچی: شمارہ ۱ ۴۰واں سال فروری ۱۹۶۱ء

ایضاً شمارہ ۲ ۴۸واں سال فروری ۱۹۶۹ء

نگار پاکستان (ماہنامہ)۔ کراچی: شمارہ ۹ ۶۵واں سال ستمبر ۱۹۸۶ء
ایضاً شمارہ ۱۰ ۶۶واں سال اکتوبر ۱۹۸۷ء
ایضاً شمارہ ۳ ۳۸واں سال مارچ ۱۹۹۵ء
ایضاً شمارہ ۲ ۷۶واں سال فروری ۱۹۹۸ء
نیا دور۔ کراچی: شمارہ ۵۵۔۵۶ ۱۹۷۱ء
ہلال (ماہنامہ)۔ کراچی: جلد ۱۶ شمارہ ۲ فروری ۱۹۶۹ء

(ز) اخبارات

البلاغ۔ دہلی: جلد ۱ شمارہ ۱۵ ۳۱/مارچ ۱۹۱۶ء
الہلال۔ دہلی: جلد ۴ شمارہ ۲۳ ۱۷/جون ۱۹۱۴ء
ایضاً جلد ۵ شمارہ ۳ یکم جولائی ۱۹۱۴ء
ایضاً جلد ۵ شمارہ ۷ ۲۲/جولائی ۱۹۱۴ء
امروز۔ لاہور: ہفت روزہ میگزین ۱۶/فروری ۱۹۶۹ء
انجام۔ کراچی: ۲۸/فروری ۱۹۶۶ء
اودھ اخبار۔ لکھنو: جلد ۴ شمارہ ۱ یکم جنوری ۱۸۶۲ء
ایضاً جلد ۴ شمارہ ۲ ۸/جنوری ۱۸۶۲ء
ایضاً جلد ۴ شمارہ ۱۷ ۲۳/اپریل ۱۸۶۲ء
ایضاً جلد ۴ شمارہ ۲۰ ۱۵/مئی ۱۸۶۲ء
ایضاً جلد ۴ شمارہ ۲۱ ۳/جون ۱۸۶۲ء
ایضاً جلد ۵ شمارہ ۱۴ ۲۵/مارچ ۱۸۶۳ء
جنگ۔ کراچی: ۲۷/دسمبر ۱۹۹۷ء
ایضاً ۲۲/فروری ۱۹۹۸ء
حریت۔ کراچی: ۱۵/فروری ۱۹۶۹ء
مشرق۔ کراچی: ۲۱/مئی ۱۹۶۷ء
ایضاً ۱۲/مارچ ۱۹۶۹ء

(ج)انگریزی کتب

Abdullah Anwar Baig-The life and Odes of Ghalib (Lahore:Urdu Academy)

Arif Shah Gillani- Ghalib-(Krachi:Azam Book Cooporation) Arif Perveen- Metaphsics of Ghalib in his Urdu Poetry (Un-printed)

Ahmad Ali-The Problem of Style and Technique in Ghalib Karachi: Akash Press-1969)

Fayyaz Mahmood, Syed-Ghalib (Acritical Introduction) (Lahore:University of the Punjab-1969)

Natalia Prigarina- Mirza Ghalib a creative Biography Usama Farooqi, Tranlate; Karachi: Oxford University Press, 1969

Naz-Ghalib(His life and thoughts) (Lahore: Feroze Sones Ltd. 1969)

Nazeer Ahmad, Prof- Official record of Ghalib's Purrnit of family pension and related matters 1809-1869) (Islamabad: National Documentation Centre Govt. of Pakistan,1995)

Rahmatullah- Hundred Gems from Ghalib (Karachi: National Book Foundation-1980)

Sarfraz Khan, Niazi- Wine of Passion (Lahore: Feroze Sons- 2009)

Sol Schindler, Editor; Aspects of Ghalib (Karachi: Pakistan American Cuttural Centre- 1970)

Tariq Mahmood, Khawaja- Ghalib (Islamabad: Bazm-i-Ilm-O-Fun-1997)

JOURNALS:

Panorama, Karachi: August:1969

The Pakistan Reviwe, Karachi: February-1969

NEWSPAPERS Morning News, Karachi: February-16, 1969

☆......☆☆☆......☆



Dr. Shakeel Pitafi has done a great deal of research on the literature written about Ghalib known as "Ghalibiyat" or "Ghalib Shanasi" in Urdu. Dr. Pitafi has surveyed the entire critical research and creative literature written about Ghalib in Urdu in Pakistan since 1947. No research, criticism, translation, compilation, annotation, dramatization, interpretation or commentary written about Ghalib in Pakistan after independence has escaped his watchful eyes. Dr. Pitafi belongs to Rajanpur District. It is pleasant surprise to see a scholar from a rural area doing such meticulous research. It also dispels the impression that only scholars belonging to big cities can carry out quality research.

Dr.Rauf Parekh

Karachi

تحقیق و تنقید

9789695342602

Rs. 1250/-

بیکن بُکس

• غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور فون: 042-37320030

• گلگشت، ملتان فون: 061-6520790, 6520791

beaconbooks786@gmail.com
www.beaconbooks.com.pk

BEACON BOOKS